

الله

الشمس والارض
والنجوم

نقش قرآن

زندگی آمیز اور زندگی آموز ادب کا نمائندہ

نقوش قرآن نمبر

شمارہ نمبر ۱۴۳
۱۹۹۸ء

مدیر: جاوید طفیل

بانی: محمد طفیل

خط و کتابت کا پتا

فون: ۲۲۶۵۱۶-۲۵۲۵۲۵

۳۱۱۲۹۱

فیکس: ۲۲۹۳۸۹-۳۲-۹۲

نقوش ○ اردو بازار ○ لاہور

قیمت فی جلد = ۲۵۰ روپے

جاوید طفیل نے نقوش پریس لاہور سے چھپوا کر ادارہ فروغِ اردو لاہور سے شائع کیا۔

التماس

۱۹۸۲ء کی بات ہے کہ جناب محمد طفیل نے نقوش کے رسول نمبر کے بارے میں پوری درد مندی کے ساتھ اپیل کی تھی۔

”جو خواہش مولانا محمود صاحب کی تفسیر کے بارے میں تھی ویسی ہی خواہش میری اس نمبر کے بارے میں ہے۔ وہ عالم سہی، میں طالب علم سہی، وہ برگزیدہ سہی، میں گنہگار سہی، اس کے باوجود خواہش میری بھی وہی ہے کہ اس کام کو بہتر سے بہتر بنایا جائے۔ لہذا اس نیکی میں آپ کو بھی میرا ساتھ دینا ہوگا۔ نئے مضامین لکھ کر بھی موجودہ شماروں سے متعلق اپنی راتے سے نواز کر بھی۔ تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح کی جاسکے۔ جیسا کہ سیرۃ النبی کے سلسلہ میں علامہ شبلی نعمانی اور سید سلمان ندوی کا ساتھ دیا تھا۔“

اور اب ۱۹۹۸ء کی بات :

میرا اپنی اہلیت کے بارے میں کوئی دعویٰ نہیں۔ شاید میری علمی سطح قرآن مجید کے طالب علم والی بھی نہ ہو۔ لیکن خواہش اپنے کئے ہوئے کام کو بہتر سے بہتر بنانے کی ہے جو میرا کام تھا میں نے کر دیا۔ جو آپ کا کام ہے اس کے لئے میں آپ سے ملتمس ہوں اس نیکی میں آپ کو میرا ساتھ دینا ہوگا۔

(جاوید طفیل)



طلوع

قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مَدَادًا لَكَلِمَتِ
رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ كَلِمَتُ
رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا ۝ سُورَةُ الْكَهْفِ
۱۰۹

کہہ دو کہ اگر سمندر میرے پروردگار کی باتوں کے (لکھنے کے) لئے سیاہی ہو تو قبل اس کے
کہ میرے پروردگار کی باتیں تمام ہوں سمندر ختم ہو جاتے اگرچہ ویسا ہی (اور سمندر)
اُس کی مدد کو لاتیں۔



صفات خالق کی ایک ناختم ہونے والی فہرست اور اللہ کو زیادہ سے زیادہ جاننے کی انسانی
خواہش اُس وقت اور بھی معصوم اور بھلی لگتی ہے جب خواہش کرنے والا یہ بھی جانتا ہو
کہ اُس کی خواہش کبھی پوری نہیں ہوگی۔ حضرت انسان اپنی کم علمی اور کم فہمی کے باوجود
اپنے عجز اور اُس کی رحمت کے سہارے اپنے کام میں لگن ہے اور رہے گا حتیٰ کہ صور پھونک
دیا جائے اور دنیا کا کھیل ختم ہو جائے۔

(جاوید طفیل)

فہرست

جلد اول

○ حمد الہی بہ کلام الہی

۱۔ الہیات

۲۔ اللہ اپنے کلام میں

۳۔ قرآن کا تصور الہ

۴۔ قرآن کا تصور خدا

۵۔ باری تعالیٰ قرآنی دلائل

کی روشنی میں

۶۔ سورۃ الحمد کی تفسیر ربانی

ترجمہ : محمد فارسیں برکات

ترجمہ : مولانا فتح محمد خاں جاندھری

اہتمام نو: ادارہ

ڈاکٹر محمد یسین مظہر صدیقی

ابوالکلام آزاد

ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ

محمد عبدالسلام خاں

مولانا محمد یسین ندوی

۱۸۵

۳۵۱

۴۳۱

۴۴۱

۴۵۵

○ حمد الہی کلام رسالت میں

۱۔ اللہ تعالیٰ کلام رسول میں

ڈاکٹر صلاح الدین عمری

۶۲۱

بِسْمِ
اللّٰهِ
الرَّحْمٰنِ
الرَّحِيْمِ

الله

الْمَلِكِ

الْقَدِيْمِ

الْمَلِكِ

الْقَدِيْمِ

الْمَلِكِ

الْقَدِيْمِ

الْمَلِكِ

الْقَدِيْمِ

الْمَلِكِ

حمدُ اللهِ به كلامُ اللهِ

الہیات

محمد فارس برکات

ترجمہ: مولانا فتح محمد خان جالندھری

ہم اللہ تعالیٰ کو اُس کی صفات عالیہ کے مظاہر کے حوالے سے جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں جن صفات الہیہ کا مختلف آیات میں ذکر ہے اُن کو محمد فارس برکات نے مختلف عنوانات کے تحت اکٹھا کیا ہے، ادارہ نقوش نے اُسی ترتیب کو قائم رکھتے ہوئے، فتح محمد خان جالندھری صاحب کے ترجمے اور اردو عنوانات کے ساتھ اکٹھا کر دیا ہے۔

نوٹ:

اس مضمون میں مولانا فتح محمد خان جالندھری مرحوم کا ترجمہ مرتب نے استعمال کیا ہے، انہوں نے اس ترجمے میں لفظ خدا کو اللہ سے بدل دیا ہے، اُن کے خیال میں لفظ خدا کے معنی میں وہ وسعت نہیں جو لفظ اللہ کے معنی میں ہے۔

الہیات

محمد فارس برکات

ترجمہ: مولانا فتح محمد خان جالندھری

حمد و ثناء و تسبیح الہی:

شمار سورہ نام سورہ شمار آیت

۱ الفاتحہ ۱ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ، ۶ الانعام ۴۵ ، ۳۷ الصُّفَّت ۱۸۲ ،

۳۹ الزمر ۷۵ ، ۴۰ المؤمن ۶۵ .

- ۱۔ سب طرح کی تعریف اللہ ہی کو (سزاوار) ہے جو تمام مخلوقات کا پروردگار ہے۔
- ۲۔ ۳ آل عمران ۱۹۱ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحَنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○
۲۔ (اور کہتے ہیں) کہ اے پروردگار! تو نے اس (مخلوق) کو بے فائدہ نہیں پیدا کیا۔ تو پاک ہے تو (قیامت کے دن) ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچائیو۔

۳ المائدہ ۵ سُبْحَنَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِهِ حَقٌّ ۚ

۲۔ تو پاک ہے مجھے کب شایاں تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کا مجھے کچھ حق نہیں۔

۴ الانعام ۶ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ

۴۔ ہر طرح کی تعریف اللہ ہی کو سزاوار ہے۔ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔

۵ الاعراف ۵۴ تَبَرَّكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ، ۴۰ المؤمن ۶۴

۵۔ یہ اللہ رب العالمین بڑی برکت والا ہے۔

۶ الاعراف ۷ سُبْحَنَكَ تَبَّتْ إِلَيْكَ وَ أَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ ○

۶۔ تیری ذات پاک ہے اور میں تیرے حضور میں توبہ کرتا ہوں اور جو ایمان لانے والے ہیں ان میں سب سے اول ہوں۔

۷ الانفال ۴۰ نِعْمَ الْمَوْلَى وَ نِعْمَ النَّصِيرُ ○ ۲۲ الحج ۷۸

۷۔ وہ خوب حمایتی اور خوب مددگار ہے۔

۸ ۱۰ یونس ۱۰ دَعُوهُمْ فِيهَا سُبْحَنَكَ اللَّهُمَّ وَنَجِّتَهُمْ فِيهَا سَلَمًا ۚ وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ

أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

۸۔ (جب وہ) ان میں (اُن کی نعمتوں کو دیکھیں گے تو بے ساختہ) کہیں گے سبحان اللہ۔ اور آپس میں اُن کی دعا سلام علیکم ہوگی اور اُن کا آخری قول یہ (ہو گا) کہ اللہ رب العالمین کی حمد (اور اُس کا شکر) ہے۔

۹ ۱۰ یونس ۱۸ سُبْحَنَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ ، ۱۶ النحل ، ۱ ، ۲۸ القصص ۶۸ ،

۳۰ الروم ۴۰ ، ۳۹ الزمر ۶۷

۹۔ وہ پاک ہے اور (اُس کی شان) اُن کے شرک کرنے سے بہت بلند ہے۔

۱۰ ۱۲ یوسف ۱۰۸ وَ سُبْحَنَ اللَّهُ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝

۱۰۔ اور اللہ پاک ہے۔ اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

۱۱ ۱۵ الحجر ۹۸ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ ، ۱۱۰ النصر ۳

۱۱۔ تم اپنے پروردگار کی تسبیح کہتے اور (اُس کی) خوبیاں بیان کرتے رہو۔

۱۲ ۱۷ الاسراء ۱ سُبْحَنَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا

۱۲۔ وہ (ذات) پاک ہے جس نے سیر کرائی ایک رات اپنے بندے کو رات کے قلیل حصہ میں۔

۱۳ ۱۷ الاسراء ۴۳ سُبْحَنَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يَقُولُونَ عُلُوًّا كَبِيرًا ۚ ۴۴ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمَوَاتُ السَّبْعُ

وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ ۚ وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ

۱۳۔ وہ پاک ہے اور جو کچھ یہ بکواس کرتے ہیں اس سے (اس کا رتبہ) بہت عالی ہے۔ ساتوں آسمان اور زمین اور جو لوگ ان میں ہیں سب اسی کی تسبیح کرتے ہیں۔ اور (مخلوقات میں سے) کوئی چیز نہیں مگر اس کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتی ہے۔

۱۴ ۱۷ الاسراء ۱۱۱ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ ، ۲۷ النمل ۵۹ ، ۹۳ ، ۲۹ العنكبوت ۶۳ ،

۳۱ لقمان ۲۵

۱۴۔ اور کہو کہ سب تعریف اللہ ہی کو ہے۔

۱۵ ۱۷ الاسراء ۱۱۱ وَكِبْرُهُ تَكْبِيرًا .

۱۵۔ اور اس کو بڑا جان کر اس کی بڑائی کرتے رہو۔

۱۶ ۱۸ الکہف ۱ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنزَلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ .

۱۶۔ سب تعریف اللہ ہی کو ہے جس نے اپنے بندے (محمدؐ) پر (یہ) کتاب نازل کی۔

۱۷ ۲۰ طہ ۱۱۴ فَتَعْلَىٰ اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ .

۱۷۔ تو اللہ جو سچا بادشاہ ہے علی قدر ہے۔

۱۸ ۲۰ طہ ۱۳۰ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا وَمِنْ آنَاءِ

الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضَىٰ .

۱۸۔ اور سورج کے نکلنے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اپنے پروردگار کی تسبیح و تحمید کیا کرو۔ اور رات کی ساعات (اولین) میں بھی اُس کی تسبیح کیا کرو اور دن کی اطراف (یعنی دوپہر کے قریب ظہر کے وقت بھی)۔ تاکہ آپ خوش رہیں۔

۱۹ ۲۲ الحج ۳۷ لِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدٰكُمْ ۚ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِينَ .

۱۹۔ تاکہ اس بات کے بدلے کہ اُس نے تم کو ہدایت بخشی ہے اسے بزرگی سے یاد کرو اور (اے پیغمبرؐ) نیکو کاروں کو خوشخبری سنادو۔

۲۰ ۲۳ المؤمن ۱۴ فَتَبَرَّكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ .

۲۰۔ تو اللہ جو سب سے بہتر بنانے والا بڑا برکت ہے۔

۲۱ ۲۳ المؤمن ۱۱۶ فَتَعْلَىٰ اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ .

۲۱۔ تو اللہ جو سچا بادشاہ ہے (اس کی شان) اس سے اونچی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہی عرش بزرگ کا مالک ہے۔

۲۲ ۲۵ الفرقان ۱ تَبَرَّكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا .

۲۲۔ وہ (اللہ عزوجل) بہت ہی بابرکت ہے جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا۔ تاکہ سارے جہان والوں کو ہدایت کرے۔

۲۳ ۲۵ الفرقان ۱۰ تَبَرَّكَ الَّذِي إِنْ شَاءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذَلِكَ جَنَّتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا

الْأَنْهَارُ ۖ وَيَجْعَلُ لَكَ فُصُورًا ۝

۲۳۔ وہ (اللہ) بہت بابرکت ہے جو اگر چاہے تو تمہارے لئے اس سے بہتر (چیزیں) بنا دے (یعنی) باغات جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں۔ نیز تمہارے لئے محل بنا دے۔

۲۴ ۲۵ الفرقان ۵۸ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهِ .

۲۴۔ اور اس (اللہ) زندہ پر بھروسہ رکھو جو (کبھی) نہیں مرے گا اور اُس کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہو۔

۲۵ ۲۵ الفرقان ۶۱ تَبْرَكَ الَّذِي جَعَلَ فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَجَعَلَ فِيهَا سِرَاجًا وَقَمَرًا مُنِيرًا .
۲۵۔ اور (اللہ) بڑی برکت والا ہے جس نے آسمانوں میں بُرج بنائے اور اُن میں (آفتاب کا نہایت روشن) چراغ اور چمکتا ہوا چاند بھی بنایا۔

۲۶ ۲۸ القصص ۷۰ وَهُوَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُولَى وَالْآخِرَةِ .
۲۶۔ اور وہی اللہ ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ دنیا اور آخرت میں اسی کی تعریف ہے۔
۲۷ ۳۰ الروم ۱۷ فَسُبْحَنَ اللَّهُ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ ۱۸ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَعَشِيًا وَحِينَ تَطْهَرُونَ .

۲۷۔ تو جس وقت تم کو شام ہو اور جس وقت صبح ہو اللہ کی تسبیح کرو (یعنی نماز پڑھو) اور آسمانوں اور زمین میں اُسی کی تعریف ہے۔ اور تیسرے پہر بھی اور جب دوپہر ہو (اس وقت بھی نماز پڑھا کرو)۔
۲۸ ۳۳ الاحزاب ۴۲ وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا .
۲۸۔ اور صبح اور شام اس کی پاکی بیان کرتے رہو۔

۲۹ ۳۴ سبا ۱ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْآخِرَةِ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ .
۲۹۔ سب تعریف اللہ ہی کو (سزاوار) ہے۔ (جو سب چیزوں کا مالک ہے یعنی) وہ کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اُسی کا ہے۔ اور آخرت میں بھی اُسی کی تعریف ہے اور وہ حکمت والا اور خبردار ہے۔

۳۰ ۳۵ فاطر ۱ الْحَمْدُ لِلَّهِ فَاطِرِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ .
۳۰۔ سب تعریف اللہ ہی کو (سزاوار) جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔
۳۱ ۳۶ یس ۳۶ سُبْحَنَ الَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ وَمِنْ أَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ .

۳۱۔ وہ اللہ پاک ہے جس نے زمین کی نباتات کے اور خود ان کے اور جن چیزوں کی ان کو خبر نہیں سب کے جوڑے بنائے۔

۳۲ ۳۶ یس ۸۳ فَسُبْحَنَ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ .
۳۲۔ وہ (ذات) پاک ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے اور اُسی کی طرف تم کو لوٹ کر جانا ہے۔
۳۳ ۳۷ الصّٰفّٰت ۱۸۰ سُبْحَنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ .
۳۳۔ یہ جو کچھ بیان کرتے ہیں تمہارا پروردگار جو صاحبِ عزت ہے اس سے (پاک ہے)۔

۳۴ ۳۹ الزمر ۴ سُبْحَنَهُ ۞ هُوَ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ .

۳۴۔ وہ پاک ہے وہی تو اللہ یکتا (اور) غالب ہے۔

۳۵ ۳۹ الزمر ۷۴ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقْنَا وَعَدَهُ .

۳۵۔ وہ کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے اپنے وعدے کو ہم سے سچا کر دیا۔

۳۶ ۴۰ المؤمن ۵۵ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعِشِيِّ وَالْإِبْكَارِ .

۳۶۔ اور صبح و شام اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہو۔

۳۷ ۴۳ الزخرف ۸۲ سُبْحَنَ رَبِّ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ .

۳۷۔ یہ جو کچھ بیان کرتے ہیں آسمانوں اور زمین کا مالک (اور) عرش کا مالک اس سے پاک ہے۔

۳۸ ۴۳ الزخرف ۸۵ وَتَبَارَكَ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ وَعِنْدَهُ عِلْمُ

السَّاعَةِ ۚ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ .

۳۸۔ اور وہ بہت بابرکت ہے جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان دونوں میں ہے سب کی بادشاہت ہے اور اُسی کو قیامت کا علم ہے اور اُسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔

۳۹ ۴۵ الجاثیة ۳۶ فَلِلَّهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمُوتِ وَرَبِّ الْأَرْضِ رَبِّ الْعَلَمِينَ ۚ وَلَهُ

الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ .

۳۹۔ پس اللہ ہی کو ہر طرح کی تعریف (سزاوار) ہے جو آسمانوں کا مالک اور زمین کا مالک اور تمام جہان کا پروردگار ہے۔ اور آسمانوں اور زمین میں اُسی کے لئے بڑائی ہے۔ اور وہ غالب اور دانا ہے۔

۴۰ ۴۸ الفتح ۹ لَتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ ۚ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً

وَأَصِيلًا .

۴۰۔ تاکہ (مسلمانوں) تم لوگ اللہ پر اور اس کے پیغمبر پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کو بزرگ سمجھو۔ اور صبح و شام اُس کی تسبیح کرتے رہو۔

۴۱ ۵۰ ق ۳۹ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ ۝

۴۰ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَأَدْبَارَ السُّجُودِ .

۴۱۔ اور آفتاب کے طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہو اور رات کے بعض اوقات میں بھی اور نماز کے بعد بھی اس (کے نام) کی تنزیہ کیا کرو۔

۴۲ ۵۲ الطور ۴۸ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ لَا ۴۹ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ
وَإِذْبَارَ النُّجُومِ .

۴۲۔ اور جب اٹھا کرو تو اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کیا کرو۔ اور رات کے بعض اوقات میں بھی اور ستاروں کے غروب ہونے کے بعد بھی اس کی تنزیہ کیا کرو۔

۴۳ ۵۵ الرحمن ۲۷ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَلِ وَالْإِكْرَامِ .

۴۳۔ اور تمہارے پروردگار ہی کی ذات (بابرکات) جو صاحبِ جلال و عظمت ہے باقی رہے گی۔

۴۴ ۵۵ الرحمن ۷۸ تَبْرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلَلِ وَالْإِكْرَامِ .

۴۴۔ (اے محمدؐ) تمہارا پروردگار جو صاحبِ جلال و عظمت ہے اس کا نام بڑا بابرکت ہے۔

۴۵ ۵۶ الواقعة ۷۴ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ۵۶ الواقعة ۹۶ ، ۶۹ الحاقة ۵۲

۴۵۔ تو تم اپنے پروردگار بزرگ کے نام کی تسبیح کرو۔

۴۶ ۵۷ الحديد ۱ سَبِّحْ لِلَّهِ مَا فِي السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ .

۴۶۔ جو مخلوق آسمانوں اور زمین میں ہے اللہ کی تسبیح کرتی ہے اور وہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔

۴۷ ۵۹ الحشر ۱ سَبِّحْ لِلَّهِ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ

الْحَكِيمُ ۶۱ الصف ۱ .

۴۷۔ جو چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں زمین میں ہیں (سب) اللہ کی تسبیح کرتی ہیں۔ اور وہ غالب حکمت والا ہے۔

۴۸ ۵۹ الحشر ۲۴ يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ .

۴۸۔ جتنی چیزیں آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اس کی تسبیح کرتی ہیں۔

۴۹ ۶۲ الجمعة ۱ يُسَبِّحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ

الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ .

۴۹۔ جو چیز آسمانوں میں ہے اور جو چیز زمین میں ہے سب اللہ کی تسبیح کرتی ہے جو بادشاہ حقیقی پاک ذات زبردست حکمت والا ہے۔

۵۰ ۶۴ التغابن ۱ يُسَبِّحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ .

۵۰۔ جو چیز آسمانوں میں ہے اور جو چیز زمین میں ہے (سب) اللہ کی تسبیح کرتی ہے۔ اُسی کی سچی بادشاہی ہے اور

اُسی کی تعریف (لاستنبابی) ہے۔

۵۱ ۶۷ الملك ۱ تَبْرَكَ الَّذِي يَدِيَهِ الْمُلْكُ .

۵۱۔ وہ (اللہ) جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے بڑی برکت والا ہے۔

۵۲ ۶۸ القلم ۲۸ قَالَ أَوْسَطُهُمْ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُونَ ۲۹ قَالُوا سُبْحَانَ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ .

۵۲۔ ایک جو اُن میں فرزانہ تھا بولا کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم تسبیح کیوں نہیں کرتے؟ (تب) وہ کہنے لگے کہ ہمارا پروردگار پاک ہے بیشک ہم ہی قصور وار تھے۔

۵۳ ۷۴ المذثر ۳ وَرَبِّكَ فَكْبَرُ ۝

۵۳۔ اور اپنے پروردگار کی بڑائی کرو۔

۵۴ ۷۶ الدهر ۲۶ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا .

۵۴۔ اور رات کافی وقت اس کی پاکی بیان کرتے رہو۔

۵۵ ۸۷ الاعلى ۱ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى .

۵۵۔ (اے پیغمبر) اپنے پروردگار جلیل الشان کے نام کی تسبیح کرو۔

شرک سے ممانعت اور ظلم سے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ، قدرت، توحید و دلائل توحید، مشیت علم، ارادہ اور عدل کے باب میں بہت سی آیات ہیں جو اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر اور ثناء و تسبیح بیان کرتی ہیں۔ جس کو مزید کی خواہش ہو ان کی طرف رجوع کرے۔

۲۔ شرک کی ممانعت اور شریک و زوجہ اور والدہ و اولاد سے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ

۵۶ ۲ البقرة ۲۲ فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝

۵۶۔ پس کسی کو اللہ کا ہمسر نہ بناؤ اور تم جانتے تو ہو۔

۵۷ ۲ البقرة ۱۱۶ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۚ سُبْحٰنَہٗ ۚ بَلْ لَّهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ كُلُّ لَّهٗ قَبْتُوْنَ ۝

۵۷۔ اور یہ لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ اولاد رکھتا ہے (نہیں) وہ پاک ہے بلکہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اُسی کا ہے اور سب اُس کے فرمانبردار ہیں۔

۵۸ ۲ البقرة ۱۶۵ وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ اللَّهِ إِندَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ ۖ
وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ ۖ وَلَوِ يَرَى الَّذِينَ ظَلَمُوا إِذْ يَرَوْنَ
الْعَذَابَ ۖ أَنَّ الْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ۖ وَأَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعَذَابِ ۝

۵۸۔ اور بعض لوگ ایسے ہیں جو غیر اللہ کو شریک (اللہ) بناتے اور اُن سے اللہ کی سی محبت کرتے ہیں۔ لیکن جو ایمان والے ہیں وہ تو اللہ ہی کے سب سے زیادہ دوستدار ہیں اور اے کاش ظالم لوگ جو بات عذاب کے وقت دیکھیں گے اب دیکھ لیتے۔ کہ سب طرح کی طاقت اللہ ہی کو ہے اور یہ کہ اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے۔

۵۹ ۳ آل عمران ۶۴ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ
وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ ۖ

۵۹۔ کہہ دو کہ اے اہل کتاب جو بات ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں (تسلیم کی گئی) ہے اس کی طرف آؤ وہ یہ کہ اللہ کے سوا ہم کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں اور ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوا اپنا کار ساز نہ سمجھے۔

۶۰ ۴ النساء ۳۶ وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا ۚ

۶۰۔ اور اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ۔

۶۱ ۴ النساء ۴۸ إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَنْ

يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا ۝

۶۱۔ اللہ اس گناہ کو نہیں بخشنے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کر دے۔ اور جس نے اللہ کا شریک مقرر کیا۔ اُس نے بڑا بہتان باندھا۔

۶۲ ۴ النساء ۱۱۶ إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَنْ

يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ۖ

۶۲۔ اللہ اُس گناہ کو نہیں بخشنے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا (اور گناہ) جس کو چاہے کا بخش دے گا۔ اور جس نے اللہ کے ساتھ شریک بنایا۔ وہ دُستے سے دور جا پڑا۔

۶۳ ۴ النساء ۱۷۱ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ ۚ

إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ ۖ أَلْقَاهَا إِلَىٰ مَرْيَمَ

وَرُوحٌ مِّنْهُ ۖ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ۚ وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ ۚ انْتَهُوا خَيْرًا لَّكُمْ ۚ
إِنَّمَا اللَّهُ إِلَهٌ وَاحِدٌ ۚ سُبْحَنَهُ أَنْ يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ ۚ

۶۳۔ اے اہل کتاب اپنے دین (کی بات) میں حد سے نہ بڑھو اور اللہ کے بارے میں حق کے سوا کچھ نہ کہو۔ مسیح (یعنی) مریم کے بیٹے عیسیٰ (نہ اللہ تھے نہ اللہ کے بیٹے بلکہ) اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ (بشارت) تھے۔ جو اس نے مریم کی طرف بھیجا تھا اور اس کی طرف سے ایک روح تھے تو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔ اور (یہ) نہ کہو (کہ اللہ) تین (ہیں۔ اس اعتقاد سے) باز آؤ کہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ اللہ ہی معبود واحد ہے اور اس سے پاک ہے کہ اس کے اولاد ہو۔

۶۴ ۵ المائدہ ۷۲-۷۳ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۚ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَبْنِي
إِسْرَءِيلَ ۚ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۚ إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ
عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ ۚ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ۚ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ
قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ ۚ وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا إِلَهٌ وَاحِدٌ ۚ وَإِن لَّمْ يَنْتَهُوا عَمَّا
يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

۶۴۔ وہ لوگ بے شبہ کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ مریم کے بیٹے (عیسیٰ) مسیح اللہ ہیں۔ حالانکہ مسیح یہود سے یہ کہا کرتے تھے کہ اے بنی اسرائیل اللہ ہی کی عبادت کرو جو میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی (اور جان رکھو کہ) جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرے گا اللہ اس پر بہشت کو حرام کر دے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ وہ لوگ (بھی) کافر ہیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تین میں کا تیسرا ہے۔ حالانکہ اس معبود یکتا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اگر یہ لوگ ایسے اقوال (و عقائد) سے باز نہیں آئیں گے تو ان میں جو کافر ہوئے ہیں وہ تکلیف دینے والا عذاب پائیں گے۔

۶۵ ۵ المائدہ ۷۶ قُلْ أَتَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا ۚ وَاللَّهُ
هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝

۶۵۔ کہو تم اللہ کے سوا ایسی چیز کی کیوں پرستش کرتے ہو جس کو تمہارے نفع اور نقصان کا کچھ بھی اختیار نہیں اور اللہ ہی (سب کچھ) سنتا جانتا ہے۔

۶۶ ۶ الانعام ۱۴ قُلْ أَغَيْرَ اللَّهِ اتَّخِذْ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا
يُطْعَمُ ۚ قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ
الْمُشْرِكِينَ ۝

۷۱۔ جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو (شرک کے) ظلم سے محکوم نہیں کیا اُن کے لئے امن (اور جمعیت خاطر) ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔

۷۲: ۶ الانعام ۸۸ وَلَوْ اَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ○

۷۲۔ اور اگر وہ لوگ شرک کرتے تو جو عمل وہ کرتے تھے سب ضائع ہو جاتے۔

۷۳: ۶ الانعام ۱۰۰ وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوا لَهُ بَنِينَ وَبَنَاتٍ بِغَيْرِ

عِلْمٍ ۚ سُبْحَنَهُ وَتَعَالٰی عَمَّا يَصِفُونَ ۱۰۱ بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ

اَنۡتَیْ یَّکُوْنُ لَهُ وَلَدٌ وَلَمْ تَکُنْ لَهُ صَاحِبَةً ۚ وَخَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ ۚ وَهُوَ بِکُلِّ

شَیْءٍ عَلِیْمٌ ○

۷۳۔ اور اُن لوگوں نے جنوں کو اللہ کا شریک ٹھہرایا۔ حالانکہ اُن کو اسی نے پیدا کیا اور بے سمجھے (جھوٹ بہتان) اس کے لئے بیٹے اور بیٹیاں بنا کھڑی کیں وہ ان باتوں سے جو اس کی نسبت بیان کرتے ہیں پاک ہے اور (اس کی شان اُن سے) بلند ہے (وہی) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا (ہے) اُس کے اولاد کہاں سے ہو جب کہ اُس کی بیوی ہی نہیں۔ اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور وہ ہر چیز سے باخبر ہے۔

۷۴: ۶ الانعام ۱۰۶ اَتَّبِعْ مَا وُحِیَ اِلَیْكَ مِنْ رَبِّکَ ۚ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاعْرِضْ

عَنِ الْمُشْرِکِیْنَ ○

۷۴۔ اور جو حکم تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس آتا ہے اسی کی پیروی کرو۔ اس (پروردگار) کے سوا کوئی معبود نہیں اور مشرکوں سے کنارہ کر لو۔

۷۵: ۶ الانعام ۱۵۱ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّکُمْ عَلَیْکُمْ اِلَّا تَشْرِکُوْا بِہِ شَیْئًا .

۷۵۔ کہہ کہ (لوگو) آؤ میں تمہیں وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جو تمہارے پروردگار نے تم پر حرام کی ہیں۔ (اس کی نسبت اس نے اس طرح ارشاد فرمایا ہے) کہ کسی چیز کو اللہ کا شریک نہ بنانا۔

۷۶: ۶ الانعام ۱۶۲ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَنَحْوَیْ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۱۶۳

لَا شَرِیْکَ لَہٗ ۚ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ○ ۱۶۴ قُلْ اَغَیْرَ

اللّٰہِ اَبْغِیْ رَبًّا وَهُوَ رَبُّ کُلِّ شَیْءٍ ۚ

۷۶۔ (یہ بھی) کہہ دو کہ میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ رب العالمین ہی کے لئے ہے۔ جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی بات کا حکم ملا ہے اور میں سب سے اول فرمانبردار ہوں۔ کہو کیا میں اللہ کے سوا اور پروردگار تلاش کروں اور وہی تو ہر چیز کا مالک ہے۔

۷۷ ۷ الاعراف ۳ اتَّبِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ ۚ قَلِيلًا
مَا تَذَكَّرُونَ ○

۷۷۔ (لوگو) جو (کتاب) تم پر تمہارے پروردگار کے ہاں سے نازل ہوئی ہے اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا اور رفیقوں کی پیروی نہ کرو۔ (اور) تم کم ہی نصیحت قبول کرتے ہو۔

۷۸ ۷ الاعراف ۳۰ إِنَّهُمْ اتَّخَذُوا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ مُهْتَدُونَ ○
۷۸۔ ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں کو رفیق بنالیا اور سمجھتے (یہ) ہیں کہ ہدایت یاب ہیں۔

۷۹ ۷ الاعراف ۳۳ قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّي الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ
الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنْزَلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا
تَعْلَمُونَ ○

۷۹۔ کہہ دو کہ میرے پروردگار نے تو بے حیائی کی باتوں کو، ظاہر ہوں یا پوشیدہ اور گناہ کو اور ناحق زیادتی کرنے کو حرام کیا ہے۔ اور اس کو بھی کہ تم کسی کو اللہ کا شریک بناؤ جس کی اس نے کوئی سند نازل نہیں کی اور اس کو بھی کہ اللہ کے بارے میں ایسی باتیں کہو جن کا تمہیں کچھ علم نہیں۔

۸۰ ۷ الاعراف ۱۹۰ فَلَمَّا اتَّهَمُوا صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا اتَّهَمَا ۚ فَتَعَالَى اللَّهُ عَمَّا
يُشْرِكُونَ ○ ۱۹۱ أَيْشُرِكُونَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلِقُونَ ۱۹۲ وَلَا
يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْرًا وَلَا أَنْفُسُهُمْ يَنْصُرُونَ ۱۹۳ وَإِنْ تَدْعُوهُمْ إِلَى
الْهُدَى لَا يَتَّبِعُوكُمْ ۚ سِوَاءَ عَلَيْكُمْ أَدَعَوْتُوهُمْ أَمْ أَنْتُمْ
صَامِتُونَ ○ ۱۹۴ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادُ أَمْثَلُكُمْ
فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ○ ۱۹۵ أَلَمْ أَرْجُلْ
يَمْشُونَ بَهَاءً أَمْ لَهُمْ آيْدٍ يَبْطِشُونَ بَهَاءً أَمْ لَهُمْ آعْيُنٌ يُبْصِرُونَ بَهَاءً أَمْ لَهُمْ
أَذَانٌ يَسْمَعُونَ بَهَاءً قُلْ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ كِيدُوا فَلَا
تَنْظُرُونَ ○ ۱۹۶ إِنَّ وَلِيَ اللَّهِ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ وَهُوَ يَتَوَلَّى
الصُّلَحِينَ ○ ۱۹۷ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَكُمْ
وَلَا أَنْفُسُهُمْ يَنْصُرُونَ ○ ۱۹۸ وَإِنْ تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَى لَا يَسْمَعُوا
وَتَرَاهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ○

۸۰۔ جب وہ ان کو صحیح و سالم (بچے) دیتا ہے تو اُس (بچے) میں جو وہ ان کو دیتا ہے اس کا شریک مقرر کرتے ہیں۔ جو وہ شرک کرتے ہیں (اللہ کا رتبہ) اس سے بلند ہے کیا وہ ایسوں کو شریک بناتے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے اور خود پیدا کئے جاتے ہیں۔ اور نہ اُن کی مدد کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ اپنی ہی مدد کر سکتے ہیں۔ اگر تم ان کو سیدھے رستے کی طرف بلاؤ تو تمہارا کہانا نہ مانیں۔ تمہارے لئے برابر ہے کہ تم ان کو بلاؤ یا چپکے ہو رہو۔ (مشرکوں) جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تمہاری طرح کے بندے ہی ہیں (اچھا) تم ان کو پکارو اگر سچے ہو تو چاہیے کہ وہ تم کو جواب بھی دیں۔ بھلا ان کے پاؤں ہیں جن سے چلیں یا ہاتھ ہیں جن سے پکڑیں یا آنکھیں ہیں جن سے دیکھیں یا کان ہیں جن سے سنیں؟ کہہ دو کہ اپنے شریکوں کو بلاؤ اور میرے بارے میں (جو) تدبیر (کرنی ہو) کر لو اور مجھے کچھ مہلت بھی نہ دو (پھر دیکھو کہ وہ میرا کیا کر سکتے ہیں) میرا مددگار تو اللہ ہی ہے جس نے کتاب (برحق) نازل کی۔ اور نیک لوگوں کا وہی دوستدار ہے۔ اور جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ نہ تمہاری ہی مدد کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ خود اپنی ہی مدد کر سکتے ہیں۔ اور اگر تم ان کو سیدھے رستے کی طرف بلاؤ تو سن نہ سکیں اور تم انہیں دیکھتے ہو کہ (بہ ظاہر) آنکھیں کھولے تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں مگر (فی الواقع) کچھ نہیں دیکھتے۔

۸۱ ۱۰ یونس ۶۶ اَلَا اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ ط وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَاءَ ط اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ۝

۸۱۔ سُن رکھو کہ جو مخلوق آسمانوں میں ہے اور جو لوگ زمین میں ہیں سب اللہ کے (بندے اور اس کے مملوک) ہیں۔ اور یہ جو اللہ کے سوا (اپنے بنائے ہوئے) شریکوں کو پکارتے ہیں۔ وہ (کسی اور چیز کے) پیچھے نہیں چلتے۔ صرف ظن کے پیچھے چلتے ہیں اور محض اٹکلیں دوڑا رہے ہیں۔

۸۲ ۱۰ یونس ۶۸ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهُ ط هُوَ الْغَنِيُّ ط لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط اِنْ عِنْدَكُمْ مِنْ سُلْطٰنٍ بِهٰذَا ط اتَّقُولُوْنَ عَلٰی اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

۱۲۔ (بعض لوگ) کہتے ہیں کہ اللہ نے بیٹا بنالیا ہے۔ اُس کی ذات (اولاد سے) پاک ہے (اور) وہ بے نیاز ہے۔ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اُسی کا ہے (اے افترا پردازو) تمہارے پاس اس (قول باطل) کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ تم اللہ کی نسبت ایسی بات کیوں کہتے ہو جو جانتے نہیں۔

۸۳ ۱۰ یونس ۱۰۵ وَاَنْ اَقِمَّ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝ ۱۰۶ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ ۚ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِذَا فَاٰتَكَ اِذَا مِّنَ الظَّالِمِیْنَ ۝

۸۳۔ اور یہ کہ (اے محمدؐ سب سے) یکسو ہو کر دین (اسلام) کی پیروی کئے جاؤ۔ اور مشرکوں میں ہرگز نہ ہونا۔ اور اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کو نہ پکارنا جو نہ تمہارا کچھ بھلا کر سکے اور نہ کچھ بگاڑ سکے۔ اگر ایسا کرو گے تو ظالموں میں ہو جاؤ گے۔

۸۴ ۱۲ یوسف ۳۹ یَصَاحِبِي السَّجْنِ ؕ أَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ؕ ۴۰
مَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِهِ ؕ إِلَّا أَسْمَاءُ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مِمَّا أَنْزَلَ اللّٰهُ
بَهَا مِنْ سُلْطَنِ ۚ إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلّٰهِ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ؕ ذَٰلِكَ الدِّينُ
الْقَيِّمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝

۸۴۔ میرے جیل خانے کے رفیقو! بھلا کئی جُدا جُدا آقا چھے یا (ایک) اللہ یکتا و غالب۔ جن چیزوں کی تم اللہ کے سوا پرستش کرتے ہو وہ صرف نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں اللہ نے اُن کی کوئی سند نازل نہیں کی۔ (سُن رکھو کہ) اللہ کے سوا کسی کی حکومت نہیں ہے۔ اس نے ارشاد فرمایا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ یہی سیدھا دین ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

۸۵ ۱۲ یوسف ۱۰۸ قُلْ هٰذِهِ سَبِيلِيْ اَدْعُوْا اِلَى اللّٰهِ ۚ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَ مَنْ اَتَّبَعْنِيْ
وَسُبْحَنَ اللّٰهِ وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝

۸۵۔ کہہ دو میرا رستہ تو یہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ (ازروئے یقین و بُرہان) سمجھو جو مجھ کر میں بھی (لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں) اور میرے پیرو بھی۔ اور اللہ پاک ہے۔ اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

۸۶ ۱۳ الرعد ۱۴ لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا
كِبَاسِطٍ كَفِّهِ اِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهِ وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِيْنَ اِلَّا
فِي ضَلَالٍ ۝

۸۶۔ سود مند پکارنا تو اسی کا ہے اور جن کو یہ لوگ اس کے سوا پکارتے ہیں وہ ان کی پکار کو کسی طرح قبول نہیں کرتے مگر اس شخص کی طرح جو اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلا دے تاکہ (دُور ہی سے) اس کے منہ تک آ پہنچے۔ حالانکہ وہ (اس تک کبھی بھی) نہیں آسکتا اور (اسی طرح) کافروں کی پکاریکا ہے۔

۸۷ ۱۳ الرعد ۱۶ قُلْ مَنْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ قُلِ اللّٰهُ ۚ قُلْ اَفَاتُخَذْتُمْ مِنْ دُونِهِ
اَوْلِيَاءَ لَا يَمْلِكُوْنَ اَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَلَا ضَرًّا ۚ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى

وَالْبَصِيرُ ۚ أَمْ هَلْ تُسْتَوَى الظُّلُمَتُ وَالنُّورُ ۚ أَمْ جَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ
خَلَقُوا كَخَلْقِهِ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ۚ قُلِ اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ
الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝

۸۷۔ اُن سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کا پروردگار کون ہے؟ (تم ہی ان کی طرف سے) کہہ دو کہ اللہ۔ پھر (اُن سے) کہو کہ تم نے اللہ کو چھوڑ کر ایسے لوگوں کو کیوں کارساز بنایا ہے جو خود اپنے نفع و نقصان کا بھی کچھ اختیار نہیں رکھتے۔ (یہ بھی) پوچھو کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہیں؟ یا اندھ حیرایا اُجالا برابر ہو سکتا ہے؟ بھلا ان لوگوں نے جن کو اللہ کا شریک مقرر کیا ہے۔ کیا انہوں نے اللہ کی مخلوقات پیدا کی ہے جس کے سبب اُن کو مخلوقات مشتبہ ہو گئی ہے۔ کہہ دو کہ اللہ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ یکتا (اور) زبردست ہے۔

۸۸ ۱۳ الرعد ۳۳ أَفَمَنْ هُوَ قَائِمٌ عَلَى كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ۖ وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ ۚ قُلِ
سَمَوْهُمْ ۚ أَمْ تُنَبِّئُونَهُ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْأَرْضِ ۚ أَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ۚ بَلْ
رُبِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوا عَنِ السَّبِيلِ ۚ وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ
فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ۝

۸۸۔ تو کیا جو (اللہ) ہر متنفس کے اعمال کا نگران (ونگہبان) ہے (وہ بتوں کی طرح بے علم و بے خبر ہو سکتا ہے!) اور اُن لوگوں نے اللہ کے شریک مقرر کر رکھے ہیں۔ اُن سے کہو کہ (ذرا) اُن کے نام تو لو۔ کیا تم اسے ایسی چیزیں بتاتے ہو جس کو وہ زمین میں (کہیں بھی) معلوم نہیں کرتا یا (محض) ظاہری (باطل اور جھوٹی) بات کی (تقلید کرتے ہو) اصل یہ ہے کہ کافروں کو اُن کے فریب خوبصورت معلوم ہوتے ہیں۔ اور وہ (ہدایت کے) رستے سے روک لئے گئے ہیں۔ اور جسے اللہ گمراہ کرے اُسے کوئی ہدایت کر نیوالا نہیں۔

۸۹ ۱۳ الرعد ۳۶ قُلِ إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ وَلَا أُشْرِكَ بِهِ ۚ إِلَيْهِ أَدْعُوا وَإِلَيْهِ مَابِ
۸۹۔ کہہ دو کہ مجھ کو یہی حکم ہوا ہے کہ اللہ ہی کی عبادت کروں اور اس کے ساتھ (کسی کو) شریک نہ بناؤں میں اُسی کی طرف بلاتا ہوں اور اُسی کی طرف مجھے لوٹنا ہے۔

۹۰ ۱۴ ابراہیم ۲۸ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَتَ اللَّهِ كُفْرًا وَآحَلُّوا قَوْمَهُمْ
دَارَ الْبَوَارِ ۚ جَهَنَّمَ ۖ يَصْلَوْنَهَا ۚ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ۚ ۳۰ وَجَعَلُوا لِلَّهِ
أَنْدَادًا لِّيُضِلُّوا عَنْ سَبِيلِهِ ۚ قُلِ تَمَتَّعُوا فَإِنَّ مَصِيرَكُمْ إِلَى النَّارِ ۝

۹۰۔ کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ کے احسان کو ناشکری سے بدل دیا۔ اور اپنی قوم کو تباہی کے

گھر میں اتارا۔ (وہ گھر) دوزخ ہے (سب ناشکرے) اس میں داخل ہوں گے۔ اور وہ بُرا ٹھکانا ہے۔ اور اُن لوگوں نے اللہ کے شریک مقرر کئے کہ (لوگوں کو) اُس کے رستے سے گمراہ کریں۔ کہہ دو کہ (چند روز) فائدے اٹھا لو آخر کار تم کو دوزخ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

۹۱ ۱۶ النحل ۲۷ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَمَةِ يُخْزِيهِمْ وَيَقُولُ اَيْنَ شُرَكَائِيَ الَّذِينَ كُنْتُمْ تُشَاقُّونَ فِيهِمْ ۚ

۹۱۔ پھر وہ ان کو قیامت کے دن بھی ذلیل کرے گا اور کہے گا کہ میرے وہ شریک کہاں ہیں جن کے بارے میں تم جھگڑا کرتے تھے۔

۹۲ ۱۶ - النحل ۵۱ وَقَالَ اللَّهُ لَا تَتَّخِذُوا اِلٰهَيْنِ اِثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهُ وَّاحِدٌ ۚ فَابْيَايْ فَارْهَبُوْنَ ۝

۹۲۔ اور اللہ نے فرمایا ہے کہ دو دو معبود نہ بناؤ۔ معبود وہی ایک ہے۔ تو مجھی سے ڈرتے رہو۔

۹۳ ۱۶ النحل ۷۱ وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضُكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فَضَّلُوْا بِرَادٍ رِّزْقِهِمْ عَلَىٰ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَاءٌ ۚ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ

يَجْحَدُوْنَ ۝ ۷۲ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ

مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبِ ۚ اَفَبِالْبَاطِلِ

يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ۝ ۷۳ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا

لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْئًا وَّ

لَا يَسْتَطِيعُوْنَ ۝ ۷۴ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ

لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ ۷۵ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًَا لَا يَقْدِرُ عَلَىٰ شَيْءٍ وَّمِنْ

رِّزْقِنَا مِّنْ اَرْزَاقٍ حَسَنًا فَهُوَ يَنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ۚ هَلْ يَسْتَوِيْنَ ۚ الْحَمْدُ

لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ ۷۶ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَخَذَ مِنْهُمَا

اَنْبِيَاۡءُ لَّا يَقْدِرُ عَلَىٰ شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلَىٰ مَوْلٰهٖ ۚ اَيْنَمَا يُوْجِهْهُ لَآيَاتِ

بَخِيْرٌ ۚ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۚ وَمَنْ يَّأْمُرْ بِالْعَدْلِ ۚ وَهُوَ عَلَىٰ صِرَاطٍ

مُسْتَقِيْمٍ ۝

۹۳۔ اور اللہ نے رزق (ودولت) میں بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ تو جن لوگوں کو فضیلت دی ہے وہ اپنا رزق اپنے مملوکوں کو تو دے ڈالنے والے ہیں نہیں کہ سب اس میں برابر ہو جائیں۔ تو کیا یہ لوگ نعمتِ الہی کے مُنکر ہیں۔ اور اللہ ہی نے تم میں سے تمہارے لئے عورتیں پیدا کیں اور عورتوں سے تمہارے بیٹے اور پوتے پیدا کئے اور کھانے کو تمہیں پاکیزہ چیزیں دیں۔ تو کیا یہ بے اصل چیزوں پر اعتقاد رکھتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں سے انکار کرتے ہیں۔ اور اللہ کے سوا ایسوں کو پوجتے ہیں جو اُن کو آسمانوں اور زمین میں روزی دینے کا ذرا بھی اختیار نہیں رکھتے اور نہ (کسی اور طرح کا) مقدور رکھتے ہیں۔ تو (لوگو) اللہ کے بارے میں (غلط) مثالیں نہ بناؤ۔ (صحیح مثالوں کا طریقہ) اللہ ہی جانتا ہے اور تم نہیں جانتے اللہ ایک اور مثال بیان فرماتا ہے کہ ایک غلام ہے جو (بالکل) دوسرے کے اختیار میں ہے اور کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا اور ایک ایسا شخص ہے جس کو ہم نے اپنے ہاں سے (بہت سا) مال طیب عطا فرمایا ہے اور وہ اس میں سے (رات دن) پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتا رہتا ہے تو کیا یہ دونوں شخص برابر ہیں؟ (ہرگز نہیں) الحمد للہ لیکن اُن میں سے اکثر لوگ نہیں سمجھ رکھتے۔ اور اللہ ایک اور مثال بیان فرماتا ہے کہ دو آدمی ہیں ایک اُن میں سے گویا (اور دوسرے کی ملک) ہے (بے اختیار و ناتواں) کہ کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا۔ اور اپنے مالک کو دو بھر ہو رہا ہے وہ جہاں اُسے بھیجتا ہے (خیر سے کبھی) بھلائی نہیں لاتا۔ کیا ایسا (گویا بھرا) اور وہ شخص جو (سنتا بولتا اور) لوگوں کو انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے اور خود سیدھے رستے پر چل رہا ہے۔ دونوں برابر ہیں!

۹۴ ۱۷ الاسراء ۲۲ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُومًا مَّخْذُولًا ۝ ۲۳ وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ .

۹۴۔ اور اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود نہ بنانا کہ ملامتیں سُن کر اور بے کس ہو کر بیٹھے رہ جاؤ گے۔ اور تمہارے پروردگار نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

۹۵ ۱۷ الاسراء ۳۹ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتُلْقَىٰ فِي جَهَنَّمَ مَلُومًا مَّدْحُورًا ۝ ۴۰ أَفَأَصْفَكُمْ رَبُّكُم بِالْبَنِينَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ إِنَاثًا ۚ إِنَّكُمْ لَتَقُولُونَ قَوْلًا عَظِيمًا ۝

۹۵۔ اور اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود نہ بنانا کہ (ایسا کرنے سے) ملامت زدہ اور (درگاہ اللہ سے) راندہ بنا کر جہنم میں ڈال دیے جاؤ گے۔ (مشرکوں!) کیا تمہارے پروردگار نے تم کو لڑکے دیے اور خود فرشتوں کو بیٹیاں بنایا۔ کچھ شک نہیں کہ (یہ) تم بڑی (نامعقول بات) کہتے ہو۔

۹۶ ۱۷ الاسراء ۴۲ قُلْ لَوْ كَانَ مَعَهُ آلِهَةٌ كَمَا يَقُولُونَ إِذَا لَأَبْتَغُوا إِلَىٰ ذِي الْعَرْشِ سَبِيلًا ۝ ۴۳ سُبْحَنَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يَقُولُونَ عُلُوًّا كَبِيرًا ۝

۹۶۔ کہہ دو کہ اگر اللہ کے ساتھ اور معبود ہوتے جیسا کہ یہ کہتے ہیں تو وہ ضرور (اللہ) مالک عرش کی طرف (لڑنے بھڑنے کے لیے) رستہ نکالتے۔ وہ پاک ہے اور جو کچھ یہ بکواس کرتے ہیں اس سے (اس کا رتبہ) بہت عالی ہے۔

۹۷ ۱۷ الاسراء ۵۶ قُلْ اَدْعُوا الَّذِیْنَ رَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِیْ فَلَا یَمْلِكُوْنَ کَشْفِ الضُّرِّ عَنْکُمْ وَلَا

تَحْوِیْلًا ۝ ۵۷ اُولَٰئِکَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَسْتَعِیْذُوْنَ اِلٰی رَبِّہِمُ الْوَسِیْلَةَ اِیُّہُمْ

اَقْرَبُ وَیَرْجُوْنَ رَحْمَتَہٗ وَیَخَافُوْنَ عَذَابَہٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ کَانَ

مَخْذُوْرًا ۝

۹۷۔ کہو (کہ مشرکوں) جن لوگوں کی نسبت تمہیں (معبود ہونے کا) گمان ہے اُن کو بلادیکھو۔ وہ تم سے تکلیف کے دور کرنے یا اس کو بدل دینے کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتے۔ یہ لوگ جن کو (اللہ کے سوا) پکارتے ہیں وہ خود اپنے پروردگار کے ہاں ذریعہ (تقرب) تلاش کرتے رہتے ہیں کہ کون اُن میں (اللہ کا) زیادہ مقرب (ہوتا) ہے اور اس کی رحمت کے امیدوار رہتے ہیں اور اس کے عذاب سے خوف رکھتے ہیں بیشک تمہارے پروردگار کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔

۹۸ ۱۷ الاسراء ۱۱۱ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ

وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ وَلِیٌّ مِّنَ الدُّنْیَ وَکَبِّرَہٗ تَکْبِیْرًا ۝

۹۸۔ اور کہو کہ سب تعریف اللہ ہی کو ہے جس نے نہ تو کسی کو بیٹا بنایا ہے اور نہ اُس کی بادشاہی میں کوئی شریک ہے۔ اور نہ اس وجہ سے کہ وہ عاجز و ناتواں ہے کوئی اس کا مددگار ہے اور اُس کو بڑا جان کر اُس کی بڑائی کرتے رہو۔

۹۹ ۱۸ الکھف ۴ وَیُنْذِرُ الَّذِیْنَ قَالُوْا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا ؕ مَا لَہُمْ بِہٖ مِنْ عِلْمٍ ۚ وَلَا لِابْنِآءِہِمْ ؕ

کَبُرَتْ کَلِمَۃٌ تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِہِمْ ؕ اِنْ یَقُوْلُوْنَ اِلَّا کَذِبًا ۝

۹۹۔ اور اُن لوگوں کو بھی ڈرائے جو کہتے ہیں کہ اللہ نے (کسی کو) بیٹا بنالیا ہے۔ اُن کو اس بات کا کچھ بھی علم نہیں اور نہ اُن کے باپ دادا ہی کو تھا۔ (یہ) بڑی سخت بات ہے جو اُن کے منہ سے نکلتی ہے (اور کچھ شک نہیں کہ) یہ جو کچھ کہتے ہیں محض جھوٹ ہے۔

۱۰۰ ۱۸ الکھف ۲۶ مَا لَہُمْ مِّنْ دُوْنِیْ وَلِیٍّ ۚ وَلَا یُشْرِکُ فِیْ حُکْمِیْۤ اَحَدًا ۝

۱۰۰۔ اس کے سوا اُن کا کوئی کارساز نہیں اور نہ وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک کرتا ہے۔

۱۰۱ ۱۸ الکھف ۵۲ وَیَوْمَ یَقُوْلُ نَادُوْا شُرَکَآءِیَ الَّذِیْنَ رَعَمْتُمْ فَاَدْعُوْهُمْ فَلَمَّ یَسْتَجِیْبُوْا

لَہُمْ وَجَعَلْنَا بَیْنَہُمْ مَّوْبِقًا ۝

۱۰۱۔ اور جس دن اللہ فرمائے گا کہ (اب) میرے شریکوں کو جن کی نسبت تم گمان (الوہیت) رکھتے تھے بلاؤ تو وہ اُن کو بلائیں گے مگر وہ اُن کو کچھ جواب نہ دیں گے۔ اور ہم اُن کے بیچ میں ایک ہلاکت کی جگہ بنا دیں گے۔

۱۸۱۰۲ الکہف ۱۱۰ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَىٰ أَنَّمَا إِلَهُكُمُ إِلَهُ وَاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ

يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا ۝

۱۰۲۔ کہ دو کہ میں تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں (البتہ) میری طرف وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود (وہی) ایک معبود ہے۔ تو جو شخص اپنے پروردگار سے ملنے کی امید رکھے چاہیے کہ عمل نیک کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔

۱۹۱۰۳ مریم ۳۵ مَا كَانَ لِلَّهِ أَنْ يَتَّخِذَ مِنْ وَلَدٍ ۚ سُبْحَنَهُ ۚ

۱۰۳۔ اللہ کو سزاوار نہیں کہ کسی کو بیٹا بنائے۔ وہ پاک ہے۔

۱۹۱۰۴ مریم ۸۱ وَاتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ إِلَهَةً لِيَكُونُوا لَهُمْ عِزًّا ۚ ۸۲ كَلَّا ۚ سَيَكْفُرُونَ

بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ۝

۱۰۴۔ اور اُن لوگوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنائے ہیں تاکہ وہ اُن کے لئے (موجب عزت و) مدد ہوں۔ ہرگز نہیں وہ (معبودانِ باطل) اُن کی پرستش سے انکار کریں گے اور اُن کے دشمن (و مخالف) ہوں گے۔

۱۹۱۰۵ مریم ۸۸ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا ۚ ۸۹ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا ۚ ۹۰ تَكَادُ

السَّمَوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۚ ۹۱ أَنْ

دَعَوْا لِلرَّحْمَنِ وَلَدًا ۚ ۹۲ وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمَنِ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا ۚ ۹۳ إِنْ

كُلُّ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتَى الرَّحْمَنِ عَبْدًا ۝

۱۰۵۔ اور کہتے ہیں کہ اللہ بیٹا رکھتا ہے۔ (ایسا کہنے والو یہ تو) تم بُری بات (زبان پر) لائے ہو۔ قریب ہے کہ اس (افترا) سے آسمان پھٹ پڑے اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ پارہ پارہ ہو کر گر پڑیں کہ انہوں نے اللہ کے لئے بیٹا تجویز کیا۔ اور اللہ کو شایاں نہیں کہ کسی کو بیٹا بنائے۔ تمام شخص جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اللہ کے روبرو بندے ہو کر آئیں گے۔

۲۱۱۰۶ الانبیاء ۲۱ أَمْ اتَّخَذُوا إِلَهًا مِّنَ الْأَرْضِ هُمْ يُنْشِرُونَ ۚ ۲۲ لَوْ كَانَ فِيهِمَا إِلَهٌ إِلَّا

اللَّهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحَنَ اللَّهُ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ۚ ۲۳ لَا يُسْئَلُ

عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ ۚ ۲۴ أَمْ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ إِلَهًا ۚ قُلْ هَاتُوا

بُرْهَانُكُمْ ۚ هَذَا ذِكْرٌ مِّنْ مَّعِي وَذِكْرٌ مِّنْ قَبْلِي ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا
يَعْلَمُونَ ۚ الْحَقُّ فَهُمْ مُّعْرِضُونَ ۝ ۲۵ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ
رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ ۝ ۲۶ وَقَالُوا اتَّخَذَ
الرَّحْمَنُ وَلَدًا سُبْحَنَهُ ۚ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ ۝ ۲۷ لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ
وَهُمْ بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ ۝ ۲۸ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا
يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنْ ارْتَضَىٰ وَهُمْ مِنَ خَشْيَتِهِ مُشْفِقُونَ ۝ ۲۹ وَمَنْ يُقْل
مِنْهُمْ إِنِّي إِلَهُ مِنْ دُونِهِ فَذَلِكْ نَجْزِيهِ جَهَنَّمَ ۚ كَذَلِكَ نَجْزِي
الظَّالِمِينَ ۝

۱۰۶۔ بھلا لوگوں نے جو زمین کی چیزوں سے (بعض کو) معبود بنالیا ہے (تو کیا) وہ اُن کو (مرنے کے بعد) اٹھا کر
کریں گے؟ اگر آسمان اور زمین میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو زمین و آسمان درہم برہم ہو جاتے۔ جو
باتیں یہ لوگ بتاتے ہیں اللہ مالک عرش اُن سے پاک ہے۔ وہ جو کام کرتا ہے اُس کی پُرسش نہیں ہوگی اور
(جو کام یہ لوگ کرتے ہیں اُس کی) اُن سے پُرسش ہوگی۔ کیا لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اور معبود بنائے
ہیں۔ کہہ دو کہ (اس بات پر) اپنی دلیل پیش کرو۔ یہ (میری اور) میرے ساتھ والوں کی کتاب بھی ہے اور جو
مجھ سے پہلے (پیغمبر) ہوئے ہیں اُن کی کتابیں بھی ہیں۔ بلکہ (بات یہ ہے کہ) اُن میں اکثر حق بات کو نہیں
جاتے۔ اور اس لئے اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ اور جو پیغمبر ہم نے تم سے پہلے بھیجے اُن کی طرف یہی وحی
بھیجی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری ہی عبادت کرو۔ اور کہتے ہیں کہ اللہ بیٹا رکھتا ہے۔ وہ پاک ہے
(اس کے نہ بیٹا ہے نہ بیٹی) بلکہ (جن کو یہ لوگ اس کے بیٹے اور بیٹیاں سمجھتے ہیں) وہ اس کے عزت والے
بندے ہیں۔ اُس کے آگے بڑھ کر بول نہیں سکتے اور اُس کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔ جو کچھ اُن کے آگے
ہو چکا ہے۔ اور جو پیچھے ہو گا وہ سب سے واقف ہے اور وہ (اس کے پاس کسی کی) سفارش نہیں کر سکتے مگر
اس شخص کی جس سے اللہ خوش ہو اور وہ اس کی بیعت سے ڈرتے رہتے ہیں۔ اور جو شخص اُن میں سے یہ
کہے کہ اللہ کے سوا میں معبود ہوں تو اُسے ہم دوزخ کی سزا دیں گے۔ اور ظالموں کو ہم ایسی ہی سزا دیا کرتے
ہیں۔

۲۱ ۱۰۷ الانبیاء ۴۳ اَمْ لَهُمْ اِلٰهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُونِنَا ۚ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا
يُضْحِكُونَ ۝

۱۰۷۔ کیا ہمارے سوا اُن کے اور معبود ہیں کہ اُن کو (مصائب سے) بچا سکیں۔ وہ آپ اپنی مدد تو کر ہی نہیں سکتے

اور نہ ہم سے پناہ ہی دیے جائیں گے۔

۲۱۱۰۸ الانبیاء ۹۸ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصْبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا

وَرَدُوْنَ ۝ ۹۹ لَوْ كَانَ هُوَ لَآءِ اِلٰهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ؕ وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

۱۰۸۔ (کافرو اُس روز) تم اور جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو دوزخ کا ایندھن ہو گے اور تم سب اس میں داخل ہو کر رہو گے۔ اگر یہ لوگ (درحقیقت) معبود ہوتے تو اس میں داخل نہ ہوتے۔ اور سب اُس میں ہمیشہ (جلتے) رہیں گے۔

۲۲۱۰۹ الحج ۱۲ يٰۤاَعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُ وَمَا لَا نَفْعَ لَكُمْ فِيْهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ

الْبَعِيْدُ ۝ ۱۳ يٰۤاَعُوْا لِمَنْ ضَرُّهُ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهِ ؕ لِبَشَرٍ اَلْمَوْلٰى وَلِبَشَرٍ

الْعَشِيْرِ ۝

۱۰۹۔ یہ اللہ کے سوا ایسی چیز کو پکارتا ہے جو نہ اُسے نقصان پہنچائے اور نہ فائدہ دے سکے۔ یہی تو پرلے درجے کی گمراہی ہے۔ (بلکہ) ایسے شخص کو پکارتا ہے جس کا نقصان فائدہ سے زیادہ قریب ہے۔ ایسا دوست بھی بُرا اور ایسا ہم صحبت بھی بُرا۔

۲۲۱۱۰ الحج ۳۰ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّوْرِ ۝ ۳۱ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ

غَيْرِ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَانَ خَرْجًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُہُ

الطَّيْرُ اَوْ تَهْوٰى بِهٖ الرِّیْحُ فِیْ مَكَانٍ سَعِيْقٍ ۝

۱۱۰۔ تو بتوں کی پلیدی سے بچو اور جھوٹی بات سے اجتناب کرو۔ صرف ایک اللہ کے ہو کر اور اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہرا کر۔ اور جو شخص (کسی کو) اللہ کے ساتھ شریک مقرر کرے تو وہ گویا ایسا ہے جیسے آسمان سے گر پڑے پھر اُس کو پرندے اُچک لے جائیں یا ہوا کسی دور جگہ اڑا کر پھینک دے۔

۲۲۱۱۱ الحج ۶۲ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ

هُوَ الْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ ۝

۱۱۱۔ یہ اس لئے کہ اللہ ہی برحق ہے اور جس چیز کو (کافر) اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ باطل ہے اور اس لئے کہ اللہ رفیع الشان اور بڑا ہے۔

۲۲۱۱۲ الحج ۷۱ وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ یُنْزَلْ بِہٖ سُلْطٰنًا وَمَا لَیْسَ لَہُمْ بِہٖ عِلْمٌ ؕ وَمَا

لِلظٰلِمِیْنَ مِنْ نَّصِیْرٍ ۝

۱۱۲۔ اور (یہ لوگ) اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جن کی اُس نے کوئی سند نازل نہیں فرمائی اور نہ اُن کے پاس اس کی کوئی دلیل ہے۔ اور ظالموں کا کوئی بھی مددگار نہیں ہو گا۔

۱۱۳ ۲۲ الحج ۷۳ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاَسْتَمِعُوْا لَهٗ ۚ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوْ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ۚ وَاِنْ يَسْلُبْهُمْ الذُّبَابُ شَيْئًا لَا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ۚ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ۝

۱۱۳۔ لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے اُسے غور سے سنو کہ جن لوگوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتے اگرچہ اس کے لئے سب مجتمع ہو جائیں۔ اور اگر اُن سے مکھی کوئی چیز چھین لے جائے تو اُسے اُس سے چھڑا نہیں سکتے۔ طالب اور مطلوب (یعنی عابد اور معبود دونوں) کئے گزرے ہیں۔

۱۱۴ ۲۳ المؤمنون ۹۱ مَا اخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهُ مِنْ اِلٰهٍ ۚ اِذَا لَذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍ بِمَا خَلَقَ وَ لَعَلَّا بَغْضُهُمْ عَلٰی بَغْضٍ ۚ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ ۹۲ عَلِيْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعَلٰی عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝

۱۱۴۔ اللہ نے نہ تو (اپنا) کسی کو بیٹا بنایا ہے اور نہ اُس کے ساتھ کوئی اور معبود ہے۔ ایسا ہوتا تو ہر معبود اپنی اپنی مخلوقات کو لے کر چل دیتا اور ایک دوسرے پر غالب آجاتا۔ یہ لوگ جو کچھ (اللہ کے بارے میں) بیان کرتے ہیں اللہ اُس سے پاک ہے وہ پوشیدہ اور ظاہر کو جانتا ہے اور (مشرک) جو اُس کے ساتھ شریک کرتے ہیں اُس کی شان اُس سے اونچی ہے۔

۱۱۵ ۲۳ المؤمنون ۱۱۷ وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِمَآ ۙ فَاِنَّا حِسَابُهُ عِنْدَ رَبِّهِ ۚ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُوْنَ ۝

۱۱۵۔ اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو پکارتا ہے جس کی اُس کے پاس کچھ سند نہیں، تو اس کا حساب اللہ ہی کے ہاں ہو گا، کچھ شک نہیں کہ کافر ستکاری نہیں پائیں گے۔

۱۱۶ ۲۵ الفرقان ۲ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَّلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَهٗ شَرِيْكٌ فِى الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقْدَرُهٗ تَقْدِيْرًا ۝ ۳ وَاَتَّخِذُوا مِنْ دُوْنِهٖ اِلٰهَةً لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ۝

۱۱۶۔ وہی کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اس کی ہے اور جس نے (کسی کو) بیٹا نہیں بنایا جس کا بادشاہی میں کوئی

شریک نہیں اور جس نے ہر چیز کو پیدا کیا۔ پھر اس کا ایک اندازہ ٹھہرایا اور (لوگوں نے) اس کے سوا اور معبود بنائے ہیں۔ جو کوئی چیز بھی پیدا نہیں کر سکتے اور خود پیدا کئے گئے ہیں اور نہ اپنے نقصان اور نفع کا کچھ اختیار رکھتے ہیں اور نہ مرنا اُن کے اختیار میں ہے اور نہ جینا اور نہ مکر اُنہی کے ہونا۔

۱۱۷ ۲۵ الفرقان ۵۵ وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ ۖ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلَىٰ

رَبِّهِ ظَهِيرًا ۝

۱۱۷۔ اور یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی پرستش کرتے ہیں کہ جو نہ اُن کو فائدہ پہنچا سکے اور نہ ضرر۔ اور کافر اپنے پروردگار کی مخالفت میں بڑا زور مارتا ہے۔

۱۱۸ ۲۶ الشعراء ۲۱۳ فَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتَكُونُ مِنَ الْمَعْذِبِينَ ۝

۱۱۸۔ تو اللہ کے سوا کسی اور معبود کو مت پکارنا۔ ورنہ تو ان لوگوں میں سے ہو جائے گا جنہیں عذاب دیا گیا ہے۔

۱۱۹ ۲۸ القصص ۸۷ وَادْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ ۸۸ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ۚ لَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝

۱۱۹۔ اور اپنے پروردگار کو پکارتے رہو اور مشرکوں میں ہرگز نہ ہو جیو۔ اور اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود (سمجھ کر) نہ پکارنا۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اُس کی ذات (پاک) کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ اُسی کا حکم ہے اور اُسی کی طرف تم لوٹ کر جاؤ گے۔

۱۲۰ ۲۹ العنکبوت ۸ وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۖ وَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۖ

۱۲۰۔ اور ہم نے انسانوں کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔ (اے مخاطب) اگر تیرے ماں باپ تیرے درپے ہوں کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک بنائے جسکی حقیقت سے تجھے واقفیت نہیں تو اُن کا کہنا نہ مانیو۔

۱۲۱ ۲۹ العنکبوت ۱۷ إِنَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا وَتَخْلُقُونَ إِفْكًا ۚ إِنَّ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوا عِنْدَ اللَّهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ ۚ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝

۱۲۱۔ تم تو اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو پوجتے اور طوفان باندھتے ہو۔ تو جن لوگوں کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو وہ تم کو رزق

دینے کا اختیار نہیں رکھتے پس اللہ ہی کے ہاں سے رزق طلب کرو اور اُسی کی عبادت کرو اور اُسی کا شکر کرو۔
اُسی کی طرف تم لوٹ کر جاؤ گے۔

۱۲۲ ۲۹ ۶ العنکبوت ۴۱ مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوتِ ۖ اتَّخَذَتْ

بَيْتًا ۖ وَإِنْ أَوْهَنَ الْبُيُوتُ لَبِيتُ الْعَنْكَبُوتِ ۖ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝

۱۲۲۔ جن لوگوں نے اللہ کے سوا (آوروں کو) کارساز بنا رکھا ہے اُن کی مثال مکڑی کی سی ہے کہ وہ بھی ایک (طرح کا) گھر بناتی ہے۔ اور کچھ شک نہیں کہ تمام گھروں سے کمزور مکڑی کا گھر ہے۔ کاش یہ (اس بات کو) جانتے۔

۱۲۳ ۳۰ الروم ۲۸ ضَرَبَ لَكُمْ مَثَلًا مِّنْ أَنْفُسِكُمْ ۖ هَلْ لَّكُمْ مِنْ مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِّنْ

شُرَكَاءَ فِي مَا رَزَقْنَكُمْ فَأَنْتُمْ فِيهِ سَوَاءٌ تَخَافُونَهُمْ كَخِيفَتِكُمْ أَنْفُسَكُمْ ۖ

كَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝

۱۲۳۔ وہ تمہارے لئے تمہارے ہی حال کی ایک مثال بیان فرماتا ہے کہ بھلا جن (لوٹدی غلاموں) کے تم مالک ہو وہ اُس (مال) میں جو ہم نے تم کو عطا فرمایا ہے تمہارے شریک ہیں؟ اور (کیا) تم اس میں (اُن کو اپنے) برابر (مالک سمجھتے) ہو (اور کیا) تم اُن سے اس طرح ڈرتے ہو جس طرح اپنوں سے ڈرتے ہو؟ اسی طرح ہم عقل والوں کے لئے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۔

۱۲۴ ۳۰ الروم ۳۱ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ ۳۲ مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيعًا ۖ

كُلُّ حِزْبٍ ۖ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ۝

۱۲۴۔ اور مشرکوں میں نہ ہونا۔ (اور نہ) اُن لوگوں میں (ہونا) جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور (خود) فرقے فرقے ہو گئے۔ سب فرقے اُسی سے خوش ہیں جو اُن کے پاس ہے۔

۱۲۵ ۳۰ الروم ۴۰ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُعِيْنُكُمْ ثُمَّ يُخْسِفُكُمْ ۖ هَلْ مِنْ

شُرَكَائِكُمْ مَّنْ يَفْعَلُ مِنْ ذَلِكَ مِّنْ شَيْءٍ ۖ سُبْحَنَهُ وَتَعَالَى عَمَّا

يُشْرِكُونَ ۝

۱۲۵۔ اللہ ہی تو ہے جس نے تم کو پیدا کیا۔ پھر تم کو رزق دیا پھر تمہیں مارے گا پھر زندہ کرے گا۔ بھلا تمہارے (بنائے ہوئے) شریکوں میں بھی کوئی ایسا ہے جو ان کاموں میں سے کچھ کر سکے۔ وہ پاک ہے اور (اُس کی شان) ان کے شرک سے بلند ہے۔

۱۲۶ ۳۱ لقمان ۱۱ هَذَا خَلْقُ اللَّهِ فَأَرُونِي مَاذَا خَلَقَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ ۖ بَلِ الظَّالِمُونَ فِي

ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝

۱۲۶۔ یہ تو اللہ کی پیدائش ہے تو مجھے دکھاؤ کہ اللہ کے سوا جو لوگ ہیں انہوں نے کیا پید کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ ظالم صریح کراہی میں ہیں۔

۱۲۷ ۳۱ لقمان ۱۳ وَإِذْ قَالَ لُقْمَنُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يَبْنَىٰ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ ۚ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ

عَظِيمٌ ○

۱۲۷۔ اور (اُس وقت کو یاد کرو) جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ بیٹا اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا۔ شرک تو بڑا (بھاری) ظلم ہے۔

۱۲۸ ۳۱ لقمان ۱۵ وَإِنْ جَاهَدْكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۖ فَلَا تُطِعْهُمَا

۱۲۸۔ اور اگر وہ تیرے درپے ہوں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک کرے جس کا تجھے کچھ بھی علم نہیں تو اُن کا کہنا نہ مانتا۔

۱۲۹ ۳۱ لقمان ۳۰ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الْبَاطِلُ ۚ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ

الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ○

۱۲۹۔ یہ اس لئے کہ اللہ کی ذات برحق ہے۔ اور جن کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ لغو ہیں۔ اور یہ کہ اللہ ہی عالیٰ رتبہ اور گرامی قدر ہے۔

۱۳۰ ۳۴ سبا ۲۲ قُلْ اذْعُوا الَّذِينَ رَعَيْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي

السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا هُمْ فِيهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُمْ مِنْ

ظَهِيرٌ ○

۱۳۰۔ کہہ دو کہ جن کو تم اللہ کے سوا (معبود) خیال کرتے ہو اُن کو بلاؤ۔ وہ آسمانوں اور زمین میں ذرہ بھر چیز کے بھی مالک نہیں ہیں اور نہ اُن میں اُن کی شرکت ہے اور نہ اُن میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے۔

۱۳۱ ۳۴ سبا ۲۷ قُلْ أَرُونِي الَّذِينَ ادَّعَوْتُمْ بِالْحَقِّ بِمِثْلِ شُرَكَائِي ۚ بَلْ هُوَ اللَّهُ الْعَزِيزُ

الْحَكِيمُ ○

۱۳۱۔ کہو کہ مجھے وہ لوگ تو دکھاؤ جن کو تم نے شریک (اللہ) بنا کر اس کے ساتھ ملا رکھا ہے۔ کوئی نہیں بلکہ وہی (اکیلا) اللہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔

۱۳۲ ۳۵ فاطر ۱۳ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۚ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ

قَاطِعٍ ○ ۱۴ إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ ۖ وَلَوْ سَمِعُوا مَا

اسْتَجَابُوا لَكُمْ ۖ وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ يَكْفُرُونَ بَشِرْكُمْ ۖ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ

خَبِيرٍ ○

۱۳۲۔ یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے اُسی کی بادشاہی ہے۔ اور جن لوگوں کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی کٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی تو (کسی چیز کے) مالک نہیں۔ اگر تم اُن کو پکارو تو وہ تمہاری پکار نہ سنیں۔ اور اگر سُن بھی لیں تو تمہاری بات کو قبول نہ کر سکیں۔ اور قیامت کے دن تمہارے شرک سے انکار کر دیں گے۔ اور (اللہ) باخبر کی طرح تم کو کوئی خبر نہیں دے گا۔

۱۳۳ ۳۵ فاطر ۴۰ قُلْ أَرَأَيْتُمْ شُرَكَاءَكُمُ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۖ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ ۖ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَوَاتِ ۖ أَمْ آتَيْنَهُمْ كِتَابًا فَهُمْ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّنْهُ ۖ بَلْ إِنَّ الظَّالِمُونَ بَغْضَاءٌ إِلَّا غُرُورًا ○

۱۳۳۔ بھلا تم نے اپنے شریکوں کو دیکھا جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو۔ مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے زمین سے کونسی چیز پیدا کی ہے یا (بتاؤ کہ) آسمانوں میں اُن کی شرکت ہے۔ یا ہم نے اُن کو کتاب دی ہے تو وہ اس کی سند رکھتے ہیں۔ (ان میں سے کوئی بات بھی نہیں) بلکہ ظالم جو ایک دوسرے کو وعدہ دیتے ہیں محض فریب ہے۔

۱۳۴ ۳۶ یسٰ ۲۲ وَمَالِيَ لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ○ ۲۳ أَتَأْخُذُ مِنْ دُونِهِ آلِهَةً إِنْ يُرْذِنِ الرَّحْمَنُ بِضُرٍّ لَا تُغْنِي عَنْهُمْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا وَلَا يُنْقِذُون ○ ۲۴ إِنِّي إِذَا لَفِي ضَلَلٍ مُّبِينٍ ○

۱۳۴۔ اور مجھے کیا ہے کہ میں اُس کی پرستش نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور اُسی کی طرف تم کو لوٹ کر جانا ہے۔ کیا میں ان کو چھوڑ کر اوروں کو معبود بناؤں اگر اللہ میرے حق میں نقصان کرنا چاہے تو اُن کی سفارش مجھے کچھ بھی فائدہ نہ دے سکے اور نہ وہ مجھ کو چھڑا ہی سکیں۔ تب تو میں صریح گمراہی میں مبتلا ہو گیا۔

۱۳۵ ۳۶ یسٰ ۷۴ وَاتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ آلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يَنْصَرُونَ ○ ۷۵ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَهُمْ ۖ وَهُمْ لَهُمْ جُندٌ مُّحْضَرُونَ ○

۱۳۵۔ اور انہوں نے اللہ کے سوا (اور) معبود بنائے ہیں کہ شاید (اُن سے) ان کو مدد پہنچے۔ (مگر) وہ ان کی مدد کی (ہرگز) طاقت نہیں رکھتے اور وہ اُن کی فوج ہو کر حاضر کئے جائیں گے۔

۱۳۶ ۳۷ الصّٰفّٰت ۱۵۱ اَلَا إِنَّهُمْ مِّنْ أَفْكِهَمَ لَيَقُولُونَ ○ ۱۵۲ وَلَدَّ اللَّهُ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ○

۱۳۶۔ دیکھو اپنی جھوٹ بنائی ہوئی (بات) کہتے ہیں۔ کہ اللہ کے اولاد ہے کچھ شک نہیں کہ یہ جھوٹے ہیں۔
 ۱۳۷ ۳۷ الصَّفَّت ۱۵۸ وَجَعَلُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ نَسَبًا ۖ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجَنَّةُ أَنَّهُمْ لُمُخَضِرُونَ ۝
 ۱۵۹ سُبْحَنَ اللَّهِ عَمَّا يُصِفُونَ .

۱۳۷۔ اور انہوں نے اللہ میں اور جنوں میں رشتہ مقرر کیا حالانکہ جنات جانتے ہیں کہ وہ (اللہ کے سامنے) حاضر کئے جائیں گے۔ یہ جو کچھ بیان کرتے ہیں اللہ اُس سے پاک ہے۔

۱۳۸ ۳۷ الصَّفَّت ۱۶۱ فَإِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ ۖ ۱۶۲ مَا أَنتُمْ عَلَيْهِ بِفَاتِنِينَ ۝ ۱۶۳ إِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيمِ ۝

۱۳۸۔ سو تم اور جن کو تم پوجتے ہو۔ اللہ کے خلاف بہکا نہیں سکتے۔ مگر اُس کو جو جہنم میں جانے والا ہے۔
 ۱۳۹ ۳۹ الزمر ۳ أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ ۖ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ ۚ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى ۚ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ ۝ ۴ لَوْ أَرَادَ اللَّهُ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا لَاصْطَفَىٰ مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ سُبْحَنَهُ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝

۱۳۹۔ دیکھو خالص عبادت اللہ ہی کے لئے (زیبا ہے) اور جن لوگوں نے اس کے سوا اور دوست بنائے ہیں۔ (وہ کہتے ہیں کہ) ہم اُن کو اس لئے پوجتے ہیں کہ ہم کو اللہ کا مقرب بنا دیں۔ تو جن باتوں میں یہ اختلاف کرتے ہیں اللہ اُن میں اُن کا فیصلہ کر دے گا۔ بے شک اللہ اُس شخص کو جو جھوٹا ناشکر ہے ہدایت نہیں دیتا۔ اگر اللہ کسی کو اپنا بیٹا بنانا چاہتا تو اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا انتخاب کر لیتا۔ وہ پاک ہے وہی تو اللہ یکتا (اور) غالب ہے۔

۱۴۰ ۳۹ الزمر ۸ وَجَعَلَ لِلَّهِ أَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِهِ ۖ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيلًا ۚ إِنَّكَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ ۝

۱۴۰۔ اور اللہ کا شریک بنانے لگتا ہے۔ تاکہ (لوگوں کو) اُس کے رستے سے گمراہ کرے۔ کہہ دو کہ (اے کافر نعمت) اپنی ناشکری سے تھوڑا سا فائدہ اٹھالے۔ پھر تو تو دوزخیوں میں ہو گا۔

۱۴۱ ۳۹ الزمر ۱۷ وَالَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ أَنْ يَعْبُدُوهَا وَأَنَابُوا إِلَى اللَّهِ لَهُمُ الْبُشْرَى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادَ ۚ

۱۴۱۔ اور جنہوں نے اس سے اجتناب کیا کہ بتوں کو پوجیں اور اللہ کی طرف رجوع کیا تو ان کے لئے بشارت ہے تو میرے بندوں کو بشارت سنادو۔

۱۴۲ ۳۹ الزمر ۲۹ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا رَجُلًا فِيهِ شُرَكَاءُ مُتَشَكِّسُونَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِرَجُلٍ ۚ

هَلْ يَسْتَوِينَ مَثَلًا ۚ الْحَمْدُ لِلَّهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝

۱۴۲۔ اللہ ایک مثال بیان فرماتا ہے کہ ایک شخص ہے جس میں کئی (آدمی) شریک ہیں (مختلف المراج اور) بد خو اور ایک آدمی خاص ایک شخص کا (غلام) ہے بھلا دونوں کی حالت برابر ہے۔ (نہیں) الحمد للہ۔ بلکہ اکثر لوگ نہیں جانتے۔

۱۴۳ ۳۹ الزمر ۳۸ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ قُلْ أَفَرَأَيْتُمْ مَا

تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ أَرَادَنِيَ اللَّهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كَاشِفَاتُ ضُرِّي أَوْ

أَرَادَنِيَ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكَتُ رَحْمَتِهِ

۱۴۳۔ اور اگر تم اُن سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو کہہ دیں کہ اللہ نے۔ کہو کہ بھلا دیکھو تو جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو اگر اللہ مجھ کو کوئی تکلیف پہنچانی چاہے تو کیا وہ اس تکلیف کو دور کر سکتے ہیں یا اگر مجھ پر مہربانی کرنا چاہے تو وہ اس کی مہربانی کو روک سکتے ہیں؟

۱۴۴ ۳۹ الزمر ۴۳ أَمْ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ شُفَعَاءَ ۚ قُلْ أُولَئِكَ كَانُوا لَیْمَلِكُونَ شَيْئًا وَلَا

يَعْقِلُونَ ۝

۱۴۴۔ کیا انہوں نے اللہ کے سوا اور سفارشی بنائے ہیں۔ کہو کہ خواہ وہ کسی چیز کا بھی اختیار نہ رکھتے ہوں اور نہ (کچھ) سمجھتے ہوں۔

۱۴۵ ۳۹ الزمر ۶۴ قُلْ أَفَغَيْرَ اللَّهِ تَأْمُرُونَنِي أَعْبُدُ أَيُّهَا الْجَاهِلُونَ ۝ ۶۵ وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ

وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ

الْخَاسِرِينَ ۝

۱۴۵۔ کہہ دو کہ اے نادانوں! تم مجھ سے یہ کہتے ہو کہ میں غیر اللہ کی پرستش کرنے لگوں۔ اور (اے محمد) تمہاری طرف اور ان (پیغمبروں) کی طرف جو تم سے پہلے ہو چکے ہیں۔ یہی وحی بھیجی گئی ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے عمل برباد ہو جائیں گے اور تم زیاں کاروں میں ہو جاؤ گے۔

۱۴۶ ۴۰ المؤمن ۲۰ وَاللَّهُ يَقْضِي بِالْحَقِّ ۚ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَقْضُونَ بِشَيْءٍ ۚ

۱۳۶۔ اور اللہ سچائی کے ساتھ حکم فرماتا ہے اور جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ کچھ بھی حکم نہیں دے سکتے۔
 ۴۰ ۱۴۷ المؤمن ۶۶ قُلْ إِنِّي نُهَيْتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَمَّا جَاءَنِي الْبَيِّنَاتُ
 مِنْ رَبِّي وَأُمِرْتُ أَنْ أُسْلِمَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ○

۱۳۷۔ (اے محمدؐ ان سے) کہہ دو کہ مجھے اس بات کی ممانعت کی گئی ہے کہ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو ان کی پرستش کروں (اور میں ان کی کیونکر پرستش کروں) جبکہ میرے پاس پروردگار (کی طرف) سے کھلی دلیلیں آچکی ہیں اور مجھ کو حکم یہ ہوا ہے کہ پروردگارِ عالم ہی کا تابع فرمان ہوں۔

۴۳ ۱۴۸ الزخرف ۴۵ وَسُئِلَ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ إِلَهًا يُعْبَدُونَ ○

۱۳۸۔ اور (اے محمدؐ) جو اپنے پیغمبر ہم نے تم سے پہلے بھیجے ہیں ان سے دریافت کر لو کیا ہم نے (اللہ) رحمن کے سوا اور معبود بنائے تھے کہ ان کی عبادت کی جائے۔

۴۳ ۱۴۹ الزخرف ۸۱ قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمَنِ وَلَدٌ لَفَأَنَّا أَوَّلَ الْعَبِيدِينَ ○ ۸۲ سُبْحَنَ رَبِّ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ○

۱۳۹۔ کہہ دو کہ اگر اللہ کے اولاد ہو تو میں (سب سے) پہلے (اُس کی) عبادت کرنے والا ہوں۔ یہ جو کچھ بیان کرتے ہیں آسمانوں اور زمین کا مالک (اور) عرش کا مالک اس سے پاک ہے۔

۴۶ ۱۵۰ الاحقاف ۴ قُلْ أَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمُوتِ ۚ إِيْتُونِي بِكِتَابٍ مِنْ قَبْلِ هَذَا أَوْ أَثَرَةٍ مِنْ عِلْمٍ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ○ ۵ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَفِلُونَ ○ ۶ وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ ○

۱۵۰۔ کہو کہ بھلا تم نے ان چیزوں کو دیکھا ہے۔ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو (ذرا) مجھے بھی تو دکھاؤ کہ انہوں نے زمین میں کون سی چیز پیدا کی ہے یا آسمانوں میں ان کی شرکت ہے۔ اگر سچے ہو تو اس سے پہلے کی کوئی کتاب میرے پاس لاؤ یا علم (انبیاء میں) سے کچھ (منقول) چلا آتا ہو (تو اُسے پیش کرو)۔ اور اُس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہو سکتا ہے جو ایسے کو پکارتے جو قیامت تک اُسے جواب نہ دے سکے۔ اور ان کو ان کی پکارنے ہی کی خبر نہ ہو۔ اور جب لوگ جمع کئے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی پرستش سے انکار کریں گے۔

۴۶ ۱۵۱ الاحقاف ۲۷ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِنَ الْقُرَىٰ وَصَرَّفْنَا الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۲۸ ۵ فَلَوْلَا نَصْرَهُمُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ قُرْبَانًا آلِهَةً بَلْ ضَلُّوا عَنْهُمْ ۚ وَذَلِكَ إِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝

۱۵۱۔ اور تمہارے ارد گرد کی بستیوں کو ہم نے ہلاک کر دیا۔ اور بار بار (اپنی) نشانیاں ظاہر کر دیں تاکہ وہ رجوع کریں۔ تو جن کو اُن لوگوں نے تقرب (اللہ) کے سوا معبود بنایا تھا انہوں نے اُن کی کیوں مدد نہ کی۔ بلکہ وہ اُن (کے سامنے) سے گم ہو گئے۔ اور یہ اُن کا جھوٹ تھا اور یہی وہ افترا کیا کرتے تھے۔

۵۱ ۱۵۲ الذریت ۵۱ وَلَا تَجْعَلُوا مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ ۖ إِنِّي لَكُمْ مِنْهُ نَذِيرٌ مُبِينٌ ۝

۱۵۲۔ اور اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ بناؤ میں اُس کی طرف سے تم کو صریح راستہ بتانے والا ہوں۔

۵۲ ۱۵۳ الطور ۴۳ أَمْ لَهُمْ إِلَهٌ غَيْرُ اللَّهِ سُبْحَنَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝

۱۵۳۔ کیا اللہ کے سوا اُن کا کوئی اور معبود ہے۔ اللہ اُن کے شریک بنانے سے پاک ہے۔

۶۰ ۱۵۴ الممتحنة ۱۲ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰ أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِهْتَانٍ يُفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ

۱۵۴۔ اے پیغمبر! جب تمہارے پاس مومن عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کو آئیں کہ اللہ کے ساتھ نہ تو شرک کریں گی، نہ چوری کریں گی، نہ بدکاری کریں گی، نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی، نہ اپنے ہاتھ پاؤں میں کوئی بہتان باندھ لائیں گی اور نہ نیک کاموں میں تمہاری نافرمانی کریں گی تو اُن سے بیعت لے لو اور اُن کے لئے اللہ سے بخشش مانگو۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

۷۲ ۱۵۵ الجن ۱ قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا ۖ يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ ۖ وَلَنْ نُشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا ۝ ۳ وَأَنَّهُ تَعَلَّىٰ جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا ۚ

۱۵۵۔ (اے پیغمبر! لوگوں سے) کہہ دو کہ میرے پاس وحی آئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے (اس کتاب کو) سنا تو کہنے لگے کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا۔ جو بھلائی کا راستہ بتاتا ہے سو ہم اس پر ایمان لے آئے۔ اور ہم اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے۔ اور یہ کہ ہمارے پروردگار کی عظمت (شان) بہت بڑی ہے وہ نہ بیوی رکھتا ہے نہ اولاد۔

۷۲ ۱۵۶ الجن ۱۸ وَأَنَّ الْمَسْجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا ○

۱۵۶۔ اور یہ کہ مسجد میں (خاص) اللہ کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کرو۔

۷۲ ۱۵۷ الجن ۲۰ قُلْ إِنَّمَا أَدْعُوا رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا ○

۱۵۷۔ کہہ دو کہ میں تو اپنے پروردگار ہی کی عبادت کرتا ہوں اور کسی کو اس کا شریک نہیں بناتا۔

۱۱۲ ۱۵۸ الاخلاص ۳ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ه وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ ○

۱۵۸۔ نہ کسی کا باپ ہے۔ اور نہ کسی کا بیٹا اور کوئی اس کا ہمسر نہیں۔

ظلم اور بساط سے زیادہ تکلیف دینے سے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ

۲ ۱۵۹ البقرة ۲۷۲ وَمَا تَنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ يُؤْفَ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ○ ۸ الانفال ۶

۱۵۹۔ اور جو مال تم خرچ کرو گے وہ تمہیں پورا پورا دے دیا جائے گا اور تمہارا کچھ نقصان نہیں کیا جائے گا۔

۲ ۱۶۰ البقرة ۲۸۱ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ○ ۳ آل عمران ۱۶۱

۱۶۰۔ اور ہر شخص اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ پائے گا اور کسی کا کچھ نقصان نہ ہو گا۔

۲ ۱۶۱ البقرة ۲۸۶ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَّا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَّا اكْتَسَبَتْ

۱۶۱۔ اللہ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا (اچھے کام) گرے گا تو اس کو ان کا فائدہ ملے گا (برے کرے) گا تو اسے ان کا نقصان پہنچے گا۔

۳ ۱۶۲ آل عمران ۲۵ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ○

۱۶۲۔ اور ہر نفس اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ پائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

۳ ۱۶۳ آل عمران ۱۰۸ وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِلْعَالَمِينَ ○

۱۶۳۔ اور اللہ اہل عالم پر ظلم نہیں کرنا چاہتا۔

۳ ۱۶۴ آل عمران ۱۱۷ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَكِنْ أَنْفُسُهُمْ يَظْلِمُونَ ○

۱۶۴۔ اور اللہ نے ان پر کچھ ظلم نہیں کیا بلکہ یہ خود اپنے اوپر ظلم کر رہے ہیں۔

۳ ۱۶۵ آل عمران ۱۶۱ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ○

۱۶۵۔ پھر ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ لایا جائے گا اور بے انصافی نہیں کی جائیگی۔

۳ ۱۶۶ آل عمران ۱۸۱ ذَلِكَ بِمَا قَدَّمْتُمْ آيَاتِكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ ○

۱۶۶۔ یہ ان کاموں کی سزا ہے جو تمہارے ہاتھ آگے بھیجتے رہے ہیں اور اللہ تو بندوں پر مطلق ظلم نہیں کرتا۔

۱۶۷ ۴ النساء ۴۰ إِنَّ اللَّهَ لَا يُظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۝

۱۶۷۔ اللہ کسی کی ذرا بھی حق تلفی نہیں کرتا۔

۱۶۸ ۴ النساء ۴۹ وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيلًا ۝

۱۶۸۔ اور اُن پر دھاکے برابر بھی ظلم نہیں ہوگا۔

۱۶۹ ۴ النساء ۱۲۴ وَلَا يُظْلَمُونَ نَقِيرًا ۝

۱۶۹۔ اور اُن کی تل برابر بھی حق تلفی نہ کی جائے گی۔

۱۷۰ ۶ الانعام ۱۳۲ ذَلِكَ أَنْ لَمْ يَكُنْ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا غَفْلُونَ ۝

۱۷۰۔ (اے محمد!) یہ (جو پیغمبر آتے رہے اور کتابیں نازل ہوتی رہیں تو) اس لئے کہ تمہارا پروردگار ایسا نہیں کہ بستیوں کو ظلم سے ہلاک کر دے اور وہاں کے رہنے والوں کو (کچھ بھی) خبر نہ ہو۔

۱۷۱ ۶ الانعام ۱۵۲ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ ۝ لَا تُكْلِفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ۝

۱۷۱۔ اور ماپ اور تول انصاف کے ساتھ پوری پوری کیا کرو، ہم کسی کو تکلیف نہیں دیتے مگر اس کی طاقت کے مطابق

۱۷۲ ۶ الانعام ۱۶۰ وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَىٰ إِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝

۱۷۲۔ اور جو برائی لائے گا اس کو سزا ویسی ہی ملے گی اور اُن پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

۱۷۳ ۹ التوبة ۷۱ فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ

۲۹ العنكبوت ۴۰ ، ۳۰ الروم ۹

۱۷۳۔ اور اللہ تو ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا لیکن وہی اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔

۱۷۴ ۱۰ یونس ۴۴ إِنَّ اللَّهَ لَا يُظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَلَكِنَّ النَّاسَ أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝

۱۷۴۔ اللہ تو لوگوں پر کچھ ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ ہی اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔

۱۷۵ ۱۰ یونس ۴۷ فَإِذَا جَاءَ رَسُولُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝

۱۷۵۔ جب اُن کا پیغمبر آتا ہے تو اُن میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جاتا ہے اور اُن پر کچھ ظلم نہیں کیا جاتا۔

۱۷۶ ۱۰ یونس ۵۴ وَأَسْرُوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَأَوُا الْعَذَابَ وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ وَهُمْ

لَا يُظْلَمُونَ ۝

۱۷۶۔ اور جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو (پچھتائیں گے اور) ندامت کو چھپائیں گے اور اُن میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور (کسی طرح کا) اُن پر ظلم نہیں ہو گا۔

۱۱۷۷ ہود ۱۰۱ وَمَا ظَلَمْنَهُمْ وَلَكِنْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ .

۱۷۷۔ اور ہم نے اُن لوگوں پر ظلم نہیں کیا بلکہ انہوں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا۔

۱۱۷۸ ہود ۱۱۷ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا مُصْلِحُونَ ○

۱۷۸۔ اور تمہارا پروردگار ایسا نہیں ہے کہ بستیوں کو جبکہ وہاں کے باشندے نیکو کار ہوں ازراہِ ظلم تباہ کر دے۔

۱۶۱۷۹ النحل ۳۳ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ .

۱۷۹۔ اور اللہ نے اُن پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔

۱۶۱۸۰ النحل ۱۱۱ يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَفْسِهَا وَتُوْفَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ○

۱۸۰ / النحل۔ جس دن ہر متنفس اپنی طرف سے جھگڑا کرنے آئے گا اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ اور کسی کا نقصان نہیں کیا جائے گا۔

۱۸۱۸۱ الکہف ۴۹ وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا ۚ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا ○

۱۸۱۔ اور جو عمل کئے ہوں گے سب کو حاضر پائیں گے اور تمہارا پروردگار کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔

۱۹۱۸۲ مریم ۶۰ وَلَا يُظْلَمُونَ شَيْئًا .

۱۸۲۔ اور اُن کا ذرا نقصان نہ کیا جائے گا۔

۲۰۱۸۳ طہ ۱۱۲ وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخَفُ ظُلْمًا وَلَا هَضْمًا ○

۱۸۳۔ اور جو نیک کام کرے گا اور مومن بھی ہو گا تو اس کو نہ ظلم کا خوف ہو گا اور نہ نقصان کا۔

۲۱۱۸۴ الانبیاء ۴۷ وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ۚ وَإِنْ كَانَ

مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا ۚ وَكَفَىٰ بِنَا حَاسِبِينَ ○

۱۸۴۔ اور ہم قیامت کے دن انصاف کی ترازو کھڑی کریں گے تو کسی شخص کی ذرا بھی حق تلفی نہ کی جائے گی۔ اور اگر

رائی کے دانے کے برابر بھی (کسی کا عمل) ہو گا تو ہم اُس کو لا حاضر کریں گے اور ہم حساب کرنے کو کافی

ہیں۔

۲۲۱۸۵ الحج ۱۰ ذَٰلِكَ بِمَا قَدَّمْتَ يَدَكَ ۚ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ○

۱۸۵۔ (اے سرکش) یہ اُس (کفر) کی سزا ہے جو تیرے ہاتھوں نے آگے بھیجا تھا اور اللہ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔

۱۸۶ ۲۳ المؤمنون ۶۲ وَلَا تُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتَابٌ يَنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ

لَا يُظْلَمُونَ ○

۱۸۶۔ اور ہم کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے اور ہمارے پاس کتاب ہے جو سچ سچ کہہ دیتی ہے۔ اور لوگوں پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

۱۸۷ ۲۶ الشعراء ۲۰۸ وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا لَهَا مُنْذِرُونَ ○ ذِكْرِي ○ وَمَا كُنَّا ظَالِمِينَ ○

۱۸۷۔ اور ہم نے کوئی بستی ہلاک نہیں کی مگر اس کے لئے نصیحت کرنے والے (پہلے بھیج دیتے) تھے (تاکہ) نصیحت کر دیں اور ہم ظالم نہیں ہیں۔

۱۸۸ ۲۸ القصص ۵۹ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ حَتَّىٰ يَبْعَثَ فِي أُمِّهَا رَسُولًا يَتْلُوا عَلَيْهِمْ

أَيْنَاءَ ○ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرَىٰ إِلَّا وَأَهْلُهَا ظَالِمُونَ ○

۱۸۸۔ اور تمہارا پروردگار بستیوں کو ہلاک نہیں کیا کرتا جب تک اُن کے بڑے شہر میں پیغمبر نہ بھیج لے جو اُن کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنا دے اور ہم بستیوں کو ہلاک نہیں کیا کرتے مگر اُس حالت میں کہ وہاں کے باشندے ظالم ہوں۔

۱۸۹ ۳۶ یس ۵۴ فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَلَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ○

۱۸۹۔ اُس روز کسی شخص پر کچھ ظلم نہیں کیا جائے گا اور تم کو بدلہ و سزا ہی ملے گا جیسے تم کام کرتے تھے۔

۱۹۰ ۴۰ المؤمن ۱۷ الْيَوْمَ تُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ○ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ○ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ

الْحِسَابِ ○

۱۹۰۔ آج کے دن ہر شخص کو اُس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا آج (کسی کے حق میں) بے انصافی نہیں ہوگی۔ بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

۱۹۱ ۴۱ حم السجدة ۴۶ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ ○ وَمَنْ أَسَاءَ ○ فَعَلَيْهَا ○ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ

لِّلْعَبِيدِ ○

۱۹۱۔ جو نیک کام کرے گا تو اپنے لئے۔ اور جو بُرے کام کرے گا تو اُن کا ضرر اُسی کو ہو گا۔ اور تمہارا پروردگار بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔

۱۹۲ ۴۳ الزخرف ۷۶ وَمَا ظَلَمْنَهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا هُمُ الظَّالِمِينَ ○

۱۹۲۔ اور ہم نے اُن پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہی (اپنے آپ پر) ظلم کرتے تھے۔

۱۹۳ ۴۵ الجاثیہ ۲۲ وَلِتُجْزَى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ .

۱۹۳۔ اور تاکہ ہر شخص اپنے اعمال کا بدلہ پائے اور اُن پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

۱۹۴ ۴۶ الاحقاف ۱۹ وَلِكُلِّ دَرَجَتٌ مِّمَّا عَمِلُوا وَلِيُوفِّيَهُمْ أَعْمَالُهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ○

۱۹۴۔ اور لوگوں نے جیسے کام کئے ہوں گے اُن کے مطابق سب کے درجے ہوں گے۔ غرض یہ ہے کہ اُن کو اُن

کے اعمال کا پورا بدلہ دے اور اُن کا نقصان نہ کیا جائے۔

۱۹۵ ۵۰ ق ۲۹ مَا يَذُلُّ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَا أَنَا بِظَلَامٍ لِلْعَبِيدِ ○

۱۹۵۔ ہمارے ہاں بات بدلا نہیں کرتی اور ہم بندوں پر ظلم نہیں کیا کرتے۔

۱۹۶ ۶۵ الطلاق ۷ لِيُنْفِقَ ذُو سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهِ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ بِمَا آتَاهُ اللَّهُ

لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَّا آتَاهَا

۱۹۶۔ صاحب وسعت کو اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرنا چاہیے۔ اور جس کے رزق میں تنگی ہو وہ جتنا اللہ نے اُس

کو دیا ہے اُس کے موافق خرچ کرے۔ اللہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اُسی کے مطابق جو اُس کو دیا ہے۔

آیات و کلمات قرآنی کی رہبری

۱۹۷ ۱ الفاتحہ ۱ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۳ مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ .

۱۹۷۔ جو تمام مخلوقات کا پروردگار ہے۔ انصاف کے دن کا حاکم۔

۱۹۸ ۲ البقرة ۱۰۵ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۱۱۷ بَدِيعُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۱۶۵ شَدِيدُ

الْعِقَابِ ۱۹۶ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۲۰۲ سَرِيعُ الْحِسَابِ .

۱۹۸۔ بڑے فضل کا مالک ہے۔ (وہی) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ سخت عذاب کرنے والا ہے۔

سخت عذاب دینے والا ہے۔ جلد حساب لینے والا

۱۹۹ ۳ آل عمران ۴ ذُو انْتِقَامٍ ۲۶ مَلِكِ الْمَلِكِ ۵۴ خَيْرُ الْمَكْرِبِينَ ۱۵۰ خَيْرُ النَّصِيرِينَ .

۱۹۹۔ بدلہ لینے والا ہے۔ بادشاہی کے مالک۔ خوب چال چلنے والا ہے۔ سب سے بہتر مددگار ہے۔

۲۰۰ ۵ المائدة ۱۱۶ عَلَامُ الْغُيُوبِ ۱۱۴ خَيْرُ الرُّزْقَيْنِ .

۲۰۰۔ توہی غیب کی باتوں سے واقف ہے۔۔۔ بہتر رزق دینے والا ہے۔

۶۲۰۱ الانعام ۱۳ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۵۷ خَيْرُ الْفَصِلَيْنِ ۶۲ اَسْرَعُ الْحَسِبَيْنِ
۷۴ عَلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۹۵ فَلَقُ الْحَبِّ وَالنَّوَى ۹۶ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ
۱۳۳ ذُو الرِّحْمَةِ ۱۶۵ سَرِيعُ الْعِقَابِ .

۲۰۱۔ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔۔۔ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔۔۔ نہایت جلد حساب لینے والا ہے۔۔۔ وہی پوشیدہ اور ظاہر (سب) کا جانتے والا ہے۔۔۔ بیشک اللہ ہی دانے اور کٹھنلی کو پھاڑ (کر ان سے درخت وغیرہ) اکاتا ہے۔۔۔ وہی (رات کے اندھیرے سے) صبح کی روشنی پھاڑ نکالتا ہے۔۔۔ صاحب رحمت ہے۔۔۔ جلد عذاب دینے والا ہے۔

۷۲۰۲ الاعراف ۸۶ خَيْرُ الْحَكِمَيْنِ ۸۸ خَيْرُ الْفَتَحَيْنِ ۱۵۵ خَيْرُ الْغَفِرَيْنِ .

۲۰۲۔ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔۔۔ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔۔۔ سب سے بہتر بخشنے والا ہے۔

۱۳۲۰۳ الرعد ۱۳ شَدِيدُ الْمِحَالِ

۲۰۳۔ بڑی قوت والا ہے۔

۱۸۲۰۴ الکھف ۵۸ ذُو الرِّحْمَةِ ط

۲۰۴۔ صاحب رحمت ہے۔

۲۳۲۰۵ المؤمنون ۸۶ رَبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ۱۱۶ رَبُّ الْعَرْشِ

الْكَرِيمِ .

۲۰۵۔ سات آسمانوں کا مالک کون ہے اور عرش عظیم کا (کون) مالک (ہے)۔۔۔ وہی عرش بزرگ کا مالک ہے۔

۲۴۲۰۶ النور ۳۵ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط

۲۰۶۔ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔

۳۷۲۰۷ الصَّفٰتِ ۱۸۰ رَبُّ الْعِزَّةِ .

۲۰۷۔ پروردگار جو صاحب عزت ہے۔

۴۰۲۰۸ المؤمن ۳ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيدِ الْعِقَابِ ذِي الطُّوْلِ ۱۵ رَفِيعِ

الدَّرَجَتِ ذُو الْعَرْشِ ط

۲۰۸۔ جو گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا ہے۔ اور سخت عذاب دینے والا اور صاحبِ کرم ہے (وہ) مالکِ درجاتِ عالی اور صاحبِ عرش ہے۔

۴۱۲۰۹ السجدة ۴۳ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّ ذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ .

۲۰۹۔ بخش دینے والا بھی ہے اور عذابِ الیم دینے والا بھی ہے۔

۵۱۲۱۰ الذریت ۵۸ ذُو الْقُوَّةِ .

۲۱۰۔ اور مضبوط ہے۔

۵۳۲۱۱ النجم ۳۲ وَاَسِعُ الْمَغْفِرَةِ .

۲۱۱۔ بڑی بخشش والا ہے۔

۵۵۲۱۲ الرحمن ۲۷ ذُو الْجَلَلِ وَالْاِكْرَامِ .

۲۱۲۔ صاحبِ جلال و عظمت ہے۔

۷۰۲۱۳ المعارج ۳ ذِي الْمَعَارِجِ .

۲۱۳۔ صاحبِ درجات کی طرف سے (نازل ہو کا)

۷۴۲۱۴ المدثر ۵۶ اَهْلُ التَّقْوٰی وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ○

۲۱۴۔ وہی ڈرنے کے لائق اور بخشش کا مالک ہے۔

۹۵۲۱۵ التین ۸ اَحْكَمَ الْحَكِيْمِيْنَ ○

۲۱۵۔ بڑا حاکم نہیں ہے؟

۱۱۳۲۱۶ الفلق ۱ رَبِّ الْفَلَقِ .

۲۱۶۔ صبح کے پروردگار۔

۱۱۴۲۱۷ الناس ۱ رَبِّ النَّاسِ ۲ مَلِكِ النَّاسِ ۳ اِلٰهِ النَّاسِ .

۲۱۷۔ لوگوں کے پروردگار۔ لوگوں کے حقیقی بادشاہ۔ لوگوں کے معبودِ برحق۔

مفرد صفاتِ الہی

۱۲۱۸ الفاتحه ۲ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ .

۲۱۸۔ بڑا مہربان نہایت رحم والا۔

۲۲۱۹ البقرة ۱۹ مُحِيطٌ ۲۰ قَدِيْرٌ ۲۹ عَلِيْمٌ ۳۲ الْحَكِيْمُ ۳۷ تَوَّابٌ ۹۶ بَصِيْرٌ ۱۱۶ وَاَسِعُ

۲۱۹۔ ہر طرف سے گھیرے ہوئے ----- قادر ہے ----- خبردار ہے ----- حکمت والا ہے ----- معاف کرنے والا ----- دیکھ رہا ہے ----- صاحب وسعت۔

۲۲۰ البقرة ۱۲۷ السميع ۱۲۹ العزيز ۱۵۸ شاكر ۱۸۲ غفور ۱۸۶ قريب ۲۰۷ رءوف ۲۲۵ حلیم ۲۳۴ خبير ۲۵۵ الحی القيوم العلی العظيم ۲۶۷

غنی حمید۔

۲۲۰۔ سننے والا ----- غالب ----- قدر شناس ----- بخشنے والا ----- پاس ----- بہت مہربان ----- بردبار ----- واقف ہے ----- زندہ ہمیشہ رہنے والا ----- عالی رتبہ جلیل القدر ----- قابل ستائش ہے۔

۲۲۱ النساء ۴ رقیبا ۳۴ کبیرا ۴۳ غفو ۸۵ مقيتا ۸۶ حسیب۔

۲۲۱۔ دیکھنے والا ----- جلیل القدر ----- معاف کرنے والا، قدرت والا ----- حساب لینے والا۔

۲۲۲ الانعام ۱۸ القاهر ۱۰۳ اللطیف۔

۲۲۲۔ غالب ہے ----- بحید جاتے والا۔

۲۲۳ ہود ۵۷ حفیظ۔

۲۲۳۔ نگہبان

۲۲۴ الرعد ۹ المتعال ۱۶ الواحد القهار۔

۲۲۴۔ عالی رتبہ ----- یکتا ----- زبردست۔

۲۲۵ الحجر ۸۶ الخلق۔

۲۲۵۔ پیدا کرنے والا

۲۲۶ طه ۱۱۴ الملک الحق۔

۲۲۶۔ سچا بادشاہ

۲۲۷ الحج ۴۰ قوی عزیز۔

۲۲۷۔ توانا اور غالب

۲۲۸ سبا ۲۶ الفتاح۔

۲۲۸۔ فیصلہ کرنے والا

۲۲۹ فاطر ۳۰ شکور۔

۲۲۹۔ قدردان

۴۲۲۳۰ الشوری ۲۸ الولی الحمید

۲۳۰۔ کار ساز تعریف کے لائق

۵۱۲۳۱ الذریت ۵۸ الرزاق المتین

۲۳۱۔ رزق دینے والا مضبوط

۵۲۲۳۲ الطور ۲۸ البر

۲۳۲۔ احسان کرنے والا

۵۴۲۳۳ القمر ۵۵ مَلِک مُقْتَدِر

۲۳۳۔ بادشاہ کی بارگاہ

۵۷۲۳۴ الحديد ۳ الاول والاخر والظاهر والباطن

۲۳۴۔ پہلا اور پچھلا اور ظاہر اور پوشیدہ

۵۹۲۳۵ الحشر ۲۳ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهِيمُنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۲۴ الْخَالِقُ الْبَارِئُ

الْمُصَوِّرُ

۲۳۵۔ پاک ذات — سالم — امن دینے والا — نگہبان — غالب — زبردست — بڑائی

والا — خالق — ایجاد کرنے والا — اختراع کرنے والا

۹۶۲۳۶ العلق ۳ الْأَكْرَمُ

۲۳۶۔ بڑا کریم

۲۳۷ ۱۱۲ الاخلاص ۱- أَحَدٌ ۲- الصَّمَدُ

۲۳۷۔ یکتا۔ بے نیاز

علم الہی کی انفرادیت:

بعض انبیائے کرام کی معافی غیب سے آگاہی

مندرجہ ذیل سورتوں کے اوائل میں وارد ہونے والے الفاظ کے معانی:

۱۲۳۷ البقرة ۱ (الم) ۳ آل عمران ۲۹ العنکبوت ۳۰ الروم ۳۱ لقمان

و ۳۲ السجدة

۲۳۷۔ الم — ۳ — آل عمران — ۲۹ — العنکبوت — ۳۰ — الروم — ۳۱ — لقمان — ۳۲ — السجدة —

۷۲۳۸ الاعراف ۱ (المقر)

۲۳۸۔ المص

٢٣٩ ١٠ يونس ١ (الر) ١١ هود ١٢ يوسف ١٣ الرعد ١٤ إبراهيم ١٥ الحجر .

٢٣٩- (الر) - ١١ - بود - ١٢ - يوسف - ١٣ - الرعد - ١٤ - ابراهيم - ١٥ - الحجر

٢٤٠ ١٩ مريم ١ (كهيعص)

٢٢٠- (كهيعص)

٢٤١ ٢٠ طه ١ (طه)

٢٢١- (طه)

٢٤٢ ٢٦ الشعراء ١ (طسم) ٢٨ القصص .

٢٢٢- (طسم) ٢٨- القصص

٢٤٣ ٢٧ النمل ١ (طس)

٢٢٣- (طس)

٢٤٤ ٣٦ يس ١ (يس)

٢٢٣- يس

٢٤٥ ٣٨ ص ١ (ص)

٢٢٥- (ص)

٢٤٦ ٤٠ المؤمن ١ (حم) ٤١ السجدة ٤٣ الزخرف ٤٤ الدخان ٤٥ الجاثية ٤٦

الأحقاف .

٢٢٦- (حم) - ٤١ - السجدة - ٤٣ - الزخرف - ٤٤ - الدخان - ٤٥ - الجاثية - ٤٦ - الأحقاف

٢٤٧ ٤٢ الشورى ١ (حم عسق)

٢٢٤- (حم عسق)

٢٤٨ ٥٠ ق ١ (ق)

٢٢٨- (ق)

٢٤٩ ٦٨ القلم ١ (ن)

٢٢٩- (ن)

٢٥٠ ٣ آل عمران ١٧٩ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُظْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِنْ رُسُلِهِ

۲۵۰۔ اور اللہ تم کو غیب کی باتوں سے بھی مطلع نہیں کرے گا البتہ اللہ اپنے پیغمبروں میں سے جسے چاہتا ہے انتخاب کر لیتا ہے۔

۶۲۵۱ الانعام ۵۹ وَ عِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ ۚ

۲۵۱۔ اور اُسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جن کو اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

۶۲۵۲ الانعام ۷۳ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ ۚ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ۚ

۲۵۲۔ اور جس دن صور پھونکا جائے گا (اُس دن) اسی کی بادشاہت ہوگی۔ وہی پوشیدہ اور ظاہر (سب) کا جانتے والا ہے اور وہی دانا اور خبردار ہے۔

۷۲۵۳ الاعراف ۱۸۷ يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا ۚ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي ۚ لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ ۚ ثَقُلَتْ فِي السَّمَوتِ وَالْأَرْضِ ۚ لَا تَأْتِيكُمُ إِلَّا بَغْتَةً ۚ يَسْأَلُونَكَ كَأَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ۚ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝

۲۵۳۔ (یہ لوگ) تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس کے واقع ہونے کا وقت کب ہے۔ کہہ دو کہ اس کا علم تو میرے پروردگار ہی کو ہے۔ وہی اُسے اُس کے وقت پر ظاہر کر دے گا۔ وہ آسمان اور زمین میں ایک بھاری بات ہوگی۔ اور نگاہاں تم پر آجائے گی۔ یہ تم سے اس طرح دریافت کرتے ہیں کہ گویا تم اس سے بخوبی واقف ہو۔ کہو کہ اس کا علم تو اللہ ہی کو ہے۔ لیکن اکثر لوگ یہ نہیں جانتے۔

۱۰۲۵۴ یونس ۲۰ وَيَقُولُونَ لَوْلَا أَنْزَلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ ۖ فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلَّهِ فَانْتَظِرُوا ۚ إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِينَ ۝

۲۵۴۔ اور کہتے ہیں کہ اس پر اس کے پروردگار کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نازل نہیں ہوئی۔ کہہ دو کہ غیب (کا علم) تو اللہ ہی کو ہے۔ سو تم انتظار کرو۔ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔

۱۱۲۵۵ ہود ۱۲۳ وَلِلَّهِ غَيْبُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَإِلَيْهِ يُرْجَعُ الْأَمْرُ كُلُّهُ ۚ

۲۵۵۔ اور آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی چیزوں کا علم اللہ ہی کو ہے۔ اور تمام امور کا رجوع اُسی کی طرف ہے۔

۱۶۲۵۶ النحل ۷۷ لِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَمَا اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمَحِ الْبَصَرِ
اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

۲۵۶۔ اور آسمانوں اور زمین کا علم اللہ ہی کو ہے اور (اللہ کے نزدیک) قیامت کا آنا یوں ہے جیسے آنکھ کا جھپکنا بلکہ (اس سے بھی) جلد تر۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

۱۷۲۵۷ الاسراء ۸۵ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۚ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَا اُوْتِيتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝

۲۵۷۔ اور تم سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ کہہ دو کہ وہ میرے پروردگار کی ایک شان ہے اور تم لوگوں کو (بہت ہی) کم علم دیا گیا ہے۔

۱۸۲۵۸ الکہف ۲۶ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَّهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ اَبْصِرْ بِهِ
وَاَسْمَعْ ۚ

۲۵۸۔ کہہ دو کہ جتنی مدت وہ رہے اُسے اللہ ہی خوب جانتا ہے اُس کو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتیں (معلوم) ہیں وہ کیا خوب دیکھنے والا اور کیا خوب سننے والا ہے۔

۲۷۲۵۹ النمل ۶۵ قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَا يَشْعُرُوْنَ
اَيَّانَ يُّنْعَثُوْنَ ۝

۲۵۹۔ کہہ دو کہ جو لوگ آسمانوں اور زمین میں ہیں اللہ کے سوا غیب کی باتیں نہیں جانتے۔ اور نہ یہ جانتے ہیں کہ کب (زندہ کر کے) اُٹھائے جائیں گے۔

۳۱۲۶۰ لقمان ۳۴ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ۚ
وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۚ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِأَيِّ اَرْضٍ
تَمُوْتُ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝

۲۶۰۔ اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے۔ اور وہی مینہ برساتتا ہے۔ اور وہی (حاملہ کے) پیٹ کی چیزوں کو جانتا ہے (کہ) نر ہے یا مادہ) اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کو کیا کام کرے گا۔ اور کوئی متنفس نہیں جانتا کہ کس سر زمین میں اُسے موت آئے گی۔ بیشک اللہ ہی جانتے والا (اور) خبردار ہے۔

۳۲۲۶۱ السجدة ۶ عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ

۲۶۱۔ پوشیدہ اور ظاہر کا جانتے والا (اور) غالب (اور) رحم والا (اللہ) ہے۔

۲۶۲ ۳۳ الاحزاب ۶۳ یَسْأَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۖ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ ۖ وَمَا يُدْرِيكَ
لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا ۝

۲۶۲۔ لوگ تم سے قیامت کی نسبت دریافت کرتے ہیں (کہ کب آنے کی) کہہ دو کہ اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔ اور
تمہیں کیا معلوم ہے شاید قیامت قریب ہی آگئی ہو۔

۲۶۳ ۳۴ سبأ ۴۸ قُلْ إِنَّ رَبِّي يَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۖ عَلَٰمُ الْغُيُوبِ ۖ

۲۶۳۔ کہہ دو کہ میرا پروردگار اوپر سے حق اُتارتا ہے (اور وہ) غیب کی باتوں کا جانتے والا ہے۔

۲۶۴ ۳۵ فاطر ۳۸ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمُ غَيْبِ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۖ

۲۶۴۔ بے شک اللہ ہی آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کا جانتے والا ہے۔ وہ تو دل کے بھیدوں تک سے واقف
ہے۔

۲۶۵ ۳۹ الزمر ۴۶ قُلِ اللَّهُمَّ فَاطِرَ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ عَلِيمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۖ

۲۶۵۔ کہو کہ اے اللہ (اے) آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے (اور) پوشیدہ اور ظاہر کے جانتے والے۔

۲۶۶ ۴۱ حَمَّ السَّجْدَةِ ۴۷ إِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ۖ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٍ مِنْ أَكْثَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ
أُنْثَى وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ ۖ

۲۶۶۔ قیامت کے علم کا حوالہ اُسی کی طرف دیا جاتا ہے (یعنی قیامت کا علم اُسی کو ہے) اور نہ تو پھل کا بھوں سے
نکلے ہیں اور نہ کوئی مادہ حاملہ ہوتی اور نہ جنتی ہے مگر اُس کے علم سے۔

۲۶۷ ۴۳ الزخرف ۸۵ وَتَبَرَّكَ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۖ وَعِنْدَهُ عِلْمُ
السَّاعَةِ ۖ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝

۲۶۷۔ اور وہ بہت بابرکت ہے جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان دونوں میں ہے سب کی بادشاہت
ہے۔ اور اُسی کو قیامت کا علم ہے اور اُسی کی طرف تم لوٹ کر جاؤ گے۔

۲۶۸ ۴۴ الحجرت ۱۸ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ غَيْبِ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَاللَّهُ بَصِيرٌ ۖ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝

۲۶۸۔ بے شک اللہ آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے اور اللہ جو کچھ تم کرتے ہو اُسے دیکھتا ہے۔

۲۶۸ ۶۴-۱-التغابن ۱۸ عَلِيمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

پوشیدہ اور ظاہر کا جانتے والا (اور) غالب اور حکمت والا۔

۲۶۹ ۷۲ الجن ۲۶ عَلِيمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا ۝ ۲۷ إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ

رَسُولٍ فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَدًا ۝

۲۶۹۔ (وہی) غیب (کی بات) جانتے والا ہے اور کسی پر اپنے غیب کو ظاہر نہیں کرتا ہاں جس پیغمبر کو پسند فرمائے تو اس (کو غیب کی باتیں بتا دیتا ہے اور اُس) کے آگے اور پیچھے نگہبان مقرر کر دیتا ہے۔

۲۷۰ ۷۹ الثَّزَغَتِ ۴۲ يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا ۚ ۴۳ فِيمَ أَنْتَ مِنْ ذِكْرِهَا ۚ ۴۴ إِلَىٰ رَبِّكَ مُنْتَهَاهَا ۚ ۴۵ إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرُ مَنِ يُخْشَاهَا ۚ ۴۶ كَانَهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبُثُوا إِلَّا غَشِيَةً أَوْ ضُحَاهَا ۚ

۲۷۰۔ (اے پیغمبر، لوگ) تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اُسکا وقوع کب ہو گا؟ سو تم اُس کے ذکر سے کس فکر میں ہو؟ اُس کا منتہا (یعنی واقع ہونے کا وقت) تمہارے پروردگار ہی کو (معلوم ہے) جو شخص اُس سے ڈر رکھتا ہے تم تو اسی کو ڈر سنانے والے ہو۔ جب وہ اس کو دیکھیں گے (تو ایسا خیال کریں گے) کہ گویا (دنیا میں صرف) ایک شام یا صبح رہے تھے۔

قدرت و پادشاہی الہی: نفع و ضرر کی منفرد صفت:

۲۷۱ ۲ البقرة ۲۰ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۚ

۲۷۱۔ اور اگر اللہ چاہتا تو اُن کے کانوں (کی شنوائی) اور آنکھوں (کی بینائی دونوں) کو زائل کر دیتا۔ بلاشبہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

۲۷۲ ۲ البقرة ۱۴۸ أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ اللَّهُ جَمِيعًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۚ

۲۷۲۔ تم جہاں ہو گے اللہ تم سب کو جمع کر لے گا بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

۲۷۳ ۴ النساء ۱۳۳ إِنَّ يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ أَيُّهَا النَّاسُ وَيَأْتِ بِالْآخَرِينَ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ ذَلِكَ قَدِيرًا ۚ

۲۷۳۔ لوگو! اگر وہ چاہے تو تم کو فنا کر دے اور (تمہاری جگہ) اور لوگوں کو پیدا کر دے اور اللہ اس بات پر قادر ہے۔

۲۷۴ ۶ الانعام ۱۷ وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ۚ وَإِنْ يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۚ

۲۷۴۔ اور اگر اللہ تم کو کوئی سختی پہنچانے تو اُس کے سوا کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر نعمت (وراحت) عطا کرے تو (کوئی اُس کو روکنے والا نہیں) وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

۶۲۷۵ ۰ الانعام ۳۷ وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ ۚ قُلْ إِنَّ اللَّهَ قَادِرٌ عَلَى أَنْ يُنْزِلَ آيَةً وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝

۲۷۵۔ اور کہتے ہیں کہ اُن پر اُن کے پروردگار کے پاس سے کوئی نشانی کیوں نازل نہیں ہوئی۔ کہہ دو کہ اللہ نشانی اتارنے پر قادر ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

۶۲۷۶ الانعام ۶۵ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَى أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْضِكُمْ أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيْعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ ۚ انْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُونَ ۝

۲۷۶۔ کہہ دو کہ وہ (اس پر بھی) قدرت رکھتا ہے کہ تم پر اوپر کی طرف سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے عذاب بھیجے یا تمہیں فرقہ فرقہ کر دے اور ایک کو دوسرے (سے لڑا کر آپس) کی لڑائی کا مزہ چکھا دے۔ دیکھو ہم اپنی آیتوں کو کس کس طرح بیان کرتے ہیں، تاکہ یہ لوگ سمجھیں۔

۱۰۲۷۷ یونس ۱۰۷ وَإِنْ يَّمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ۚ وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ ۚ

۲۷۷۔ اور اگر اللہ تم کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اُس کے سوا اُس کا کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر تم سے بھلائی کرنی چاہے تو اُس کے فضل کو کوئی روکنے والا نہیں۔

۱۳۲۷۸ الرعد ۱۱ وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِقَوْمٍ سُوءَ أَفْلًا مَرَدَّلَهُ ۚ وَمَا لَهُمْ مِنْ دُونِهِ مِنْ وَالٍ ۝

۲۷۸۔ اور جب اللہ کسی قوم کے ساتھ برائی کا ارادہ کرتا ہے تو پھر وہ پھر نہیں سکتی۔ اور اللہ کے سوا اُن کا کوئی مددگار نہیں ہوتا۔

۱۷۲۷۹ الاسراء ۹۹ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ قَادِرٌ عَلَى أَنْ يَخْلُقَ

مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ أَجَلًا لَا رَيْبَ فِيهِ ۚ فَأَبَى الظَّالِمُونَ إِلَّا كُفُورًا ۝

۲۷۹۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اس بات پر قادر ہے کہ اُن جیسے (لوگ) پیدا کر دے۔ اور اُس نے اُن کے لئے ایک وقت مقرر کر دیا ہے جس میں کچھ بھی شک نہیں۔ تو ظالموں نے انکار کرنے کے سوا (اُسے) قبول نہ کیا۔

۱۸۲۸۰ الکہف ۴۵ وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا الْخَيْوةِ الدُّنْيَا كَمَا أَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ

الْأَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيمًا تَذْرُوهُ الرِّيحُ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ

مُقْتَدِرًا ○

۲۸۰۔ اور اُن سے دنیا کی زندگی کی مثال بھی بیان کر دو (وہ ایسی ہے) جیسے پانی جسے ہم نے آسمان سے برسایا تو اس کے ساتھ زمین کی روئیدگی مل گئی۔ پھر وہ چُور اچُور ہو گئی کہ ہوائیں اُسے اڑاتی پھرتی ہیں اور اللہ تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

۲۸۱ ۲۳ المؤمنون ۱۸ وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً ۚ بِقَدْرِ فَاسْكُتْهُ فِي الْأَرْضِ ۚ وَإِنَّا عَلَىٰ ذَهَابٍ بِهٖ لَقَدِيرُونَ .

۲۸۱۔ اور ہم ہی نے آسمان سے ایک اندازے کے ساتھ پانی نازل کیا۔ پھر اُس کو زمین میں ٹھہرایا۔ اور ہم اُس کے نابود کر دینے پر بھی قادر ہیں۔

۲۸۲ ۲۳ المؤمنون ۱۵ وَإِنَّا عَلَىٰ أَنْ نُرِيكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقَادِرُونَ ○

۲۸۲۔ اور جو وعدہ ہم ان سے کر رہے ہیں ہم تم کو دکھا کر اُن پر نازل کرنے پر قادر ہیں۔

۲۸۳ ۳۱ لقمان ۲۸ مَا خَلَقْكُمْ وَلَا بَعَثْكُمْ إِلَّا كُنُفُسٍ ۖ وَاحِدَةٍ ۖ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ

۲۸۳۔ (اللہ کو) تمہارا پیدا کرنا اور جلا اٹھانا ایک شخص (کے پیدا کرنے اور جلا اٹھانے) کی طرح ہے۔ بیشک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

۲۸۴ ۳۵ فاطر ۲ مَا يَفْتَحِ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا تُمْسِكْ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۚ فَلَا يُرْسِلْ لَهُ مِنْ بَعْدِهٖ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ○

۲۸۴۔ اللہ جو اپنی رحمت (کا دروازہ) کھول دے تو کوئی اس کو بند کرنے والا نہیں۔ اور جو بند کر دے تو اس کے بعد کوئی اُس کو کھولنے والا نہیں اور وہ غالب حکمت والا ہے۔

۲۸۵ ۳۵ فاطر ۱۶ إِنْ يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ ○ وَمَا ذَلِكَ عَلَىٰ اللَّهِ بِعَزِيزٍ ○

۲۸۵۔ اگر چاہے تو تم کو نابود کر دے اور نئی مخلوقات لا آباد کرے۔ اور یہ اللہ کو کچھ مشکل نہیں۔

۲۸۶ ۳۵ فاطر ۴۴ أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۚ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعْجِزَهُ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا

فِي الْأَرْضِ ۚ إِنَّهُ كَانَ عَلِيمًا قَدِيرًا

۲۸۶۔ کیا انہوں نے زمین میں سیر نہیں کی تاکہ دیکھتے کہ جو لوگ ان سے پہلے تھے اُن کا انجام کیا ہوا حالانکہ وہ ان

سے قوت میں بہت زیادہ تھے۔ اور اللہ ایسا نہیں کہ آسمانوں اور زمین میں کوئی چیز اس کو عاجز کر سکے۔ وہ علم والا (اور) قدرت والا ہے۔

۲۸۷ ۳۶ یس ۸۱ أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمُوتِ وَالْأَرْضَ بِقَدِيرٍ عَلَىٰ أَنْ يَخْلُقَ

مِثْلَهُمْ ۚ بَلَىٰ ۚ وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ ۸۲ إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ

لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۚ ۸۳ فَسُبْحَنَ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَإِلَيْهِ

تَرْجَعُونَ ۝

۲۸۷۔ بھلا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، کیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ (اُن کو پھر) ویسے ہی پیدا کر دے۔ کیوں نہیں۔ اور وہ تو بڑا پیدا کرنے والا اور علم والا ہے۔ اُس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے فرما دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔ وہ (ذات) پاک ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے اور اُسی کی طرف تم کو لوٹ کر جانا ہے۔

۲۸۸ ۳۹ الزمر ۳۸ إِنْ أَرَادَنِيَ اللَّهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كَاشِفَاتُ ضُرِّيٍّ أَوْ أَرَادَنِي بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ

مُمْسِكَتُ رَحْمَتِهِ ۚ قُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُونَ ۝

۲۸۸۔ اگر اللہ مجھ کو کوئی تکلیف پہنچانی چاہے تو کیا وہ اس تکلیف کو دور کر سکتے ہیں یا اگر مجھ پر مہربانی کرنا چاہے تو وہ اس کی مہربانی کو روک سکتے ہیں؟ کہہ دو کہ مجھے اللہ ہی کافی ہے بھروسہ رکھنے والے اُسی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

۲۸۹ ۴۶ الاحقاف ۳۳ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمُوتِ وَالْأَرْضَ وَلَمْ يَغْنَىٰ بِخَلْقِهِنَّ

بِقَدِيرٍ عَلَىٰ أَنْ يُخَيِّمَ الْمُؤَنَّى ۚ بَلَىٰ إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۚ

۲۸۹۔ کیا انہوں نے نہیں سمجھا کہ جس اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا اور اُن کے پیدا کرنے سے تھکا نہیں وہ اس (بات) پر بھی قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کر دے۔ ہاں ہاں وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

۲۹۰ ۴۸ الفتح ۱۱ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۚ

بَلْ كَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۝

۲۹۰۔ کہہ دو کہ اگر اللہ تم (لوگوں) کو نقصان پہنچانا چاہے یا فائدہ پہنچانے کا ارادہ فرمائے تو کون ہے جو اُس کے سامنے تمہارے لئے کسی بات کا کچھ اختیار رکھے (کوئی نہیں) بلکہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُس سے واقف ہے۔

۲۹۱ ۵۵ الرحمن ۳۱ سَنَفْرُغُ لَكُمْ أَيُّهَ الثَّقَلَيْنِ ۝

۲۹۱۔ اے دونو جماعتو! ہم عنقریب تمہاری طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

۲۹۲ ۵۵ الرحمن ۳۳ يَمْعَشَرُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِنَّ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمُوتِ
وَالْأَرْضِ فَأَنْفُذُوا ۚ لَا تَنْفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَنِ ۝

۲۹۲۔ اے گروہ جن و انس اگر تمہیں قدرت ہو کہ آسمان اور زمین کے کناروں سے مکل جاؤ تو مکل جاؤ اور زور کے سوا تو تم مکل سکنے ہی کے نہیں۔

۲۹۳ ۶۵ الطلاق ۳ إِنَّ اللَّهَ بِأَلْعُ أَمْرِهِ ۚ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝

۲۹۳۔ اللہ اپنے کام کو (جو وہ کرنا چاہتا ہے) پورا کر دیتا ہے۔ اللہ نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔

۲۹۴ ۷۰ المعارج ۴۰ فَلَا أُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ إِنَّا لَقَدِرُونَ ۝۱۰ عَلَىٰ أَنْ تُبَدِّلَ خَيْرًا
مِّنْهُمْ ۚ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ۝

۲۹۴۔ ہمیں مشرقوں اور مغربوں کے مالک کی قسم کہ ہم طاقت رکھتے ہیں (یعنی) اس بات پر (قادر ہیں) کہ اُن سے بہتر لوگ بدل لائیں۔ اور ہم عاجز نہیں ہیں۔

۲۹۵ ۷۲ الجن ۲۱ قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا ۝۲۲ قُلْ إِنِّي لَنْ يُجِيرَنِي مِنَ
اللَّهِ أَحَدٌ ۝ وَلَنْ أَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا ۝

۲۹۵۔ (یہ بھی) کہہ دو کہ میں تمہارے حق میں نقصان اور نفع کا کچھ اختیار نہیں رکھتا۔ (یہ بھی) کہہ دو کہ اللہ (کے عذاب سے مجھے کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔ اور میں اس کے سوا کہیں جائے پناہ نہیں دیکھتا۔

۲۹۶ ۸۵ البروج ۱۲ إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ ۚ

۲۹۶۔ بے شک تمہارے پروردگار کی پکڑ بڑی سخت ہے۔

۲۹۷ ۸۶ الطارق ۸ إِنَّهُ عَلَىٰ رَجْعِهِ لَقَادِرٌ ۚ

۲۹۷۔ بے شک اللہ اس کے اعادے (یعنی پھر پیدا کرنے) پر قادر ہے۔

توحید اور دلائل توحید: قدرت الہی کے شاہد

۲۲۹۸ البقرة ۲۱ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ
تَتَّقُونَ ۝ ۲۲ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً ۝ وَأَنْزَلَ
مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ ۝ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ
أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝

۲۹۸۔ لوگو! اپنے پروردگار کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تاکہ تم (اس کے عذاب سے) بچو۔ جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا۔ اور آسمان سے مینہ برسا کر تمہارے کھانے کے لئے انواع و اقسام کے میوے پیدا کئے۔ پس کسی کو اللہ کا ہمسرہ بناؤ۔ اور تم جانتے تو ہو۔

۲۲۹۹ البقرة ۲۸ كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَكُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ۝ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ
ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝ ۲۹ هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ
اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَوَاتٍ ۝ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝

۲۹۹۔ (کافرو) تم اللہ سے کیونکر منکر ہو سکتے ہو جس حال میں کہ تم بے جان تھے تو اس نے تم کو جان بخشی پھر وہی تم کو مارتا ہے۔ پھر وہی تم کو زندہ کرے گا۔ پھر اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے وہی تو ہے جس نے سب چیزیں جو زمین میں ہیں تمہارے لئے پیدا کیں پھر آسمانوں کی طرف متوجہ ہوا تو ان کو ٹھیک سات آسمان بنا دیا اور وہ ہر چیز کے خبردار ہے۔

۲۳۰۰ البقرة ۱۰۷ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۝ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ
مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۝

۳۰۰۔ تمہیں معلوم نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ ہی کی ہے۔ اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی دوست اور مددگار نہیں۔

۲۳۰۱ البقرة ۱۱۵ وَلِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۝ فَآيِنَمَا تُولُوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ ۝ إِنَّ اللَّهَ وَاسِعٌ
عَلِيمٌ ۝

۳۰۱۔ اور مشرق اور مغرب سب اللہ ہی کا ہے۔ توجہ جہر تم رخ کرو ادھر اللہ کی ذات ہے۔ بے شک اللہ صاحب وسعت اور باخبر ہے۔

۲۳۰۲ البقرة ۱۱۸ ۱۱۷ بَدِيعَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَإِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ
كُنْ فَيَكُونُ ۝

۳۰۲۔ (وہی) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اس کو ارشاد فرما دیتا ہے کہ ہو جاتو وہ ہو جاتا ہے۔

۲۳۰۳ البقرة ۱۳۳ قَالُوا نَعْبُدُ إِلَهَكَ وَإِلَهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَٰهًا وَاحِدًا ۚ
وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ۝

۳۰۳۔ تو انہوں نے کہا کہ آپ کے معبود اور آپ کے باپ دادا ابراہیم اور اسمعیل اور اسحاق کے معبود کی عبادت کریں گے جو معبود یکتا ہے۔ اور ہم اسی کے حکم بردار ہیں۔

۲۳۰۴ البقرة ۱۳۸ صِبْغَةَ اللَّهِ ۚ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً ۖ وَنَحْنُ لَهُ عِبْدُونَ ۝ ۱۳۹
قُلْ أَتَحَاجُّونَنَا فِي اللَّهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ ۚ
وَنَحْنُ لَهُ مُخْلِصُونَ ۝

۳۰۴۔ (کہہ دو کہ ہم نے) اللہ کا رنگ (اختیار کر لیا ہے) اور اللہ سے بہتر رنگ کس کا ہو سکتا ہے۔ اور ہم اسی کی عبادت کرنے والے ہیں (ان سے) کہہ دو کیا تم اللہ کے بارے میں ہم سے جھگڑتے ہو حالانکہ وہی ہمارا اور تمہارا پروردگار ہے اور ہم کو ہمارے اعمال (کا بدلہ ملے گا) اور تم کو تمہارے اعمال (کا) اور ہم خاص اسی کی عبادت کرنے والے ہیں۔

۲۳۰۵ البقرة ۱۶۳ وَإِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ ۝ ۱۶۴ إِنَّ فِي خَلْقِ
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي
الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ فَأَخْيَا بِهِ
الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ ۖ وَتَصْرِيفِ الرِّيْحِ
وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝

۳۰۵۔ اور (لوگو) تمہارا معبود اللہ واحد ہے۔ اس بڑے مہربان (اور) رحم والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے

جانے میں اور کشتیوں اور جہازوں میں جو دریا میں لوگوں کے فائدے کی چیزیں لے کر رواں ہیں اور مینہ میں جس کو اللہ آسمان سے برساتا اور اس سے زمین کو مرنے کے بعد زندہ (یعنی خشک ہوئے پیچھے سرسبز) کر دیتا ہے اور زمین پر ہر قسم کے جانور پھیلانے میں اور ہواؤں کے چلنے میں اور بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان گھرے رہتے ہیں عقلمندوں کے لئے (اللہ کی قدرت کی) نشانیاں ہیں۔

۲۳۰۶ البقرة ۲۵۵ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ۝ لَا تَأْخُذُهُ سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ ۚ لَهُ مَا فِي

السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۚ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ ۚ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ۝

۳۰۶۔ اللہ (وہ معبود برحق ہے کہ) اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ زندہ ہمیشہ رہنے والا۔ اُسے نہ اونگھ آتی ہے اور نہ نیند۔ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے۔ کون ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر اس سے (کسی کی) سفارش کر سکے۔ جو کچھ لوگوں کے روبرو رہا ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہو چکا ہے۔ اُسے سب معلوم ہے اور وہ اس کی معلومات میں سے کسی چیز پر دسترس حاصل نہیں کر سکتے ہاں جس قدر وہ چاہتا ہے (اسی قدر معلوم کر دیتا ہے) اس کی بادشاہی (اور علم) آسمان اور زمین سب پر حاوی ہے اور اسے ان کی حفاظت کچھ بھی دشوار نہیں وہ بڑا عالی رتبہ اور جلیل القدر ہے۔

۲۳۰۷ البقرة ۲۸۴ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَإِنْ تُبْدُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ

تَخْفَوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللَّهُ ۚ فَيَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

۳۰۷۔ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے۔ تم اپنے دلوں کی بات کو ظاہر کرو گے تو اور چھپاؤ گے تو اللہ تم سے اس کا حساب لے گا پھر وہ جسے چاہے مغفرت کرے اور جسے چاہے عذاب دے۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

۳۳۰۸ آل عمران ۲ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ۝

۳۰۸۔ اللہ (جو معبود برحق ہے) اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں زندہ ہمیشہ رہنے والا۔

۳۳۰۹ آل عمران ۵ إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ۚ ۝ هُوَ الَّذِي

يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ ۚ كَيْفَ يَشَاءُ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

۳۰۹۔ اللہ (ایسا خبیر و بصیر ہے کہ) کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں نہ زمین میں اور نہ آسمان میں۔ وہی تو ہے جو (ماں کے پیٹ میں) جیسی چاہتا ہے تمہاری صورتیں بناتا ہے۔ اس غالب حکمت والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

۳۳۱۰۔ ۱۸۔ آل عمران ۱۸ شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۖ وَالْمَلَكَةُ وَأُولُوا الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ ۚ
لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

۳۱۰۔ اللہ تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور علم والے لوگ جو انصاف پر قائم ہیں وہ بھی (گواہی دیتے ہیں کہ) اُس غالب حکمت والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

۳۳۱۱۔ ۲۶۔ آل عمران ۲۶ قُلِ اللَّهُمَّ مَلِكُ الْمَلِكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ ۖ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ ۖ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ ۚ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۚ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ ۲۷ تُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ ۖ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ۖ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

۳۱۱۔ کہو کہ اے اللہ (اے) بادشاہی کے مالک تو جس کو چاہے بادشاہی بخشے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لے۔ اور جس کو چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کرے۔ ہر طرح کی بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے اور بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ تو ہی رات کو دن میں داخل کرتا اور تو ہی دن کو رات میں داخل کرتا ہے تو ہی بے جان سے جاندار پیدا کرتا اور تو ہی جاندار سے بے جان پیدا کرتا ہے۔ اور تو ہی جس کو چاہتا ہے بے شمار رزق بخشتا ہے۔

۳۳۱۲۔ ۶۲۔ آل عمران ۶۲ وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا اللَّهُ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

۳۱۲۔ اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور بے شک اللہ غالب اور صاحب حکمت ہے۔

۳۳۱۳۔ ۸۳۔ آل عمران ۸۳ أَفَغَيْرَ دِينِ اللَّهِ يَتَّبِعُونَ وَلَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ۝

۳۱۳۔ کیا یہ (کافر) اللہ کے دین کے سوا کسی اور دین کے طالب ہیں۔ حالانکہ سب اہل آسمان و زمین خوشی یا زبردستی سے اللہ کے فرمانبردار ہیں۔ اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

۳۳۱۴۔ ۱۰۹۔ آل عمران ۱۰۹ وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ۝

۳۱۴۔ اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے۔ اور سب کاموں کا رجوع (اور انجام) اللہ ہی کی طرف ہے۔

۳۳۱۵ ال عمران ۱۲۹ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ يَغْفِرُ لِمَن يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

۳۱۵۔ اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے۔ وہ جسے چاہے بخش دے اور جسے چاہے عذاب کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

۳۳۱۶ ال عمران ۱۸۹ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ ۱۹۰ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الْیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۝ ۱۹۱ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیْمًا وَّقُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَ یَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۙ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝

۳۱۶۔ اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کو ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کے بدل بدل کر آنے جانے میں عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ جو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے (ہر حال میں) اللہ کو یاد کرتے اور آسمان اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے (اور کہتے ہیں) کہ اے پروردگار! تو نے اس (مخلوق) کو بے فائدہ نہیں پیدا کیا۔ تو پاک ہے تو (قیامت کے دن) ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچائیو۔

۴۳۱۷ النساء ۱ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهِ وَالْاَرْحَامَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا ۝

۳۱۷۔ لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا (یعنی اول) اس سے اس کا جوڑا بنایا۔ پھر اُن دونوں سے کثرت سے مرد و عورت (پیدا کر کے روئے زمین پر) پھیلا دیے اور اللہ سے جس کے نام کو تم اپنی حاجت بر آری کا ذریعہ بناتے ہو ڈرو اور (قطع مودت) ارحام سے (بچو) کچھ شک نہیں کہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

۴۳۱۸ النساء ۸۷ اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ لَیَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیْمَةِ لَا رَیْبَ فِیْهِ ۚ وَ مَنۢ

اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِیْثًا ۝

۳۱۸۔ اللہ (وہ معبود برحق ہے کہ) اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ قیامت کے دن تم سب کو ضرور جمع کرے گا۔ نہیں ذرا شک اس کے آنے میں۔ اور اللہ سے بڑھ کر بات کا سچا کون ہے

۴۳۱۹ النساء ۱۲۶ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ
مُّحِيطًا ۝

۳۱۹۔ اور آسمان و زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ ہی کا ہے۔ اور اللہ ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔

۴۳۲۰ النساء ۱۳۱ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِیْنَ اٰوْتُوْا
الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِیَّاكُمْ اَنْ اتَّقُوا اللّٰهَ ۚ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي
السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِیًّا حَمِیْدًا ۝۱۳۲ وَلِلّٰهِ مَا فِي
السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَكَفٰی بِاللّٰهِ وَكِیْلًا ۝

۳۲۰۔ اور جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے۔ اور جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی ان کو بھی اور (اے محمدؐ) تم کو بھی ہم نے حکم تاکید کیا ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو اور اگر کفر کرو گے تو (سمجھ رکھو کہ) جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے۔ اور اللہ بے پروا اور سزاوار حمہ و ثنا ہے۔ اور (پھر سن رکھو کہ) جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے۔ اور اللہ کار ساز کافی ہے۔

۵۳۲۱ المائدة ۱۷ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْیَمَ ۚ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ
مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْیَمَ وَاُمَةً وَّمَنْ فِی
الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۚ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ يَخْلُقُ مَا
یَشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِیْرٌ ۝

۳۲۱۔ جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ عیسیٰ بن مریم اللہ ہیں وہ بے شک کافر ہیں۔ (اُن سے) کہہ دو کہ اگر اللہ عیسیٰ بن مریم اور ان کی والدہ کو اور جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کو ہلاک کرنا چاہے تو اُس کے آگے کس کی پیش چل سکتی ہے؟ اور آسمان اور زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے سب پر اللہ ہی کی بادشاہی ہے وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

۵۳۲۲ المائدة ۱۲۵ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ۚ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِیْرٌ ۝
۳۲۲۔ آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں (دونوں) میں ہے سب پر اللہ ہی کی بادشاہی ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

۶۳۲۳ الانعام ۱ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ۝

ثُمَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ ○ ٢ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ طِينٍ ثُمَّ قَضَىٰ أَجَلًا ۗ وَأَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهُ ثُمَّ أَنْتُمْ مَمْرُوءُونَ ○

۳۲۳۔ ہر طرح کی تعریف اللہ ہی کو سزاوار ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور اندھیرا اور روشنی بنائی پھر بھی کافر (اور چیزوں کو) اللہ کے برابر ٹھہراتے ہیں۔ وہی تو ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر (مرنے کا) ایک وقت مقرر کر دیا۔ اور ایک مدت اس کے باں اور مقرر ہے پھر بھی تم (اے کافر و اللہ کے بارے میں) شک کرتے ہو۔

٦٣٢٤١ الانعام ١٢ قُلْ لِمَنْ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ قُلْ لِلَّهِ ۖ كَتَبَ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةُ ۖ
لِيَجْمَعَنَّكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَمَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ ۖ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ فَهُمْ
لَا يُؤْمِنُونَ ١٣ ۝ وَلَهُ مَا سَكَنَ فِي الْإِلَىٰ وَالنَّهَارِ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ
الْعَلِيمُ ۝

۳۲۴۔ (ان سے) پوچھو کہ آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے کس کا ہے کہہ دو اللہ کا۔ اُس نے اپنی ذات (پاک) پر رحمت کو لازم کر لیا ہے۔ وہ تم سب کو قیامت کے دن جس میں کچھ بھی شک نہیں۔ ضرور جمع کرے گا۔ جن لوگوں نے اپنے ستیں نقصان میں ڈال رکھا ہے وہ ایمان نہیں لاتے۔ اور جو مخلوق رات اور دن میں بستی ہے سب اُسی کی ہے۔ اور وہ سنتا جاتا ہے۔

٦٣٢٥٠ الانعام ١٧ وَإِنْ يَمَسُّكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ۚ وَإِنْ يَمَسُّكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ١٨ ۝ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ١٩ ۝ قُلْ أَيُّ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَادَةً ۚ قُلِ اللَّهُ ۖ شَهِيدُ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۖ وَأَوْحَىٰ إِلَىٰ هَٰذَا الْقُرْآنُ لِأُنذِرَكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ ۚ أَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُونَ أَنَّ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا أُخَرَىٰ ۚ قُلْ لَا أَشْهَدُ ۚ قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلَهُ وَاحِدٌ وَإِنِّي بِرِسَالَتِهِ خَائِفٌ ۚ

۳۲۵۔ اور اگر اللہ تم کو کوئی سختی پہنچائے تو اس کے سوا کوئی دور کرنے والا نہیں۔ اور اگر نعمت (وراحت) عطا کرے تو (کوئی اس کو روکنے والا نہیں) وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے۔ اور وہ دانا اور خبردار ہے۔ ان سے پوچھو کہ سب سے بڑھ کر (قرین انصاف) کس کی شہادت ہے! کہہ دو کہ اللہ ہی مجھ میں اور تم میں گواہ ہے۔ اور یہ قرآن مجھ پر اس لئے اتارا گیا ہے کہ اس کے ذریعے سے تم کو اور جس شخص میں

تک وہ پہنچ سکے اس کو آمکا کر دوں۔ کیا تم اس بات کی شہادت دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ اور بھی معبود ہیں۔
(اے محمدؐ) کہہ دو کہ میں تو (ایسی) شہادت نہیں دیتا۔ کہہ دو کہ صرف وہی ایک معبود ہے اور جن کو تم
لوگ شریک بناتے ہو میں ان سے بیزار ہوں۔

۶۳۲۶ الانعام ۴۶ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَخَذَ اللَّهُ سَمْعَكُمْ وَأَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلَى قُلُوبِكُمْ مَنْ
إِلَهُ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيَكُمْ بِهِ ۚ أَنْظِرْ كَيْفَ نَصَرَفُ الْآيَاتِ ثُمَّ هُمْ

يَصْدِفُونَ ○

۳۲۶۔ (ان کافروں سے) کہو کہ بھلا دیکھو تو اگر اللہ تمہارے کان اور آنکھیں چھین لے اور تمہارے دلوں پر مہر لگا
دے تو اللہ کے سوا کونسا معبود ہے جو تمہیں یہ نعمتیں پھر بخشے؟ دیکھو ہم کس کس طرح اپنی آیتیں بیان
کرتے ہیں۔ پھر بھی یہ لوگ روگردانی کرتے ہیں۔

۶۳۲۷ الانعام ۵۹ وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۚ
وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٌ فِي ظِلْمٍ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ
وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ○ ۶۰ وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ
مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ لِيُقْضَىٰ أَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ إِلَيْهِ
مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ○ ۶۱ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ
وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ۚ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمْ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ
لَا يُفَرِّطُونَ ○

۳۲۷۔ اور اُسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جن کو اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور اُسے جنگلوں اور دریاؤں کی
سب چیزوں کا علم ہے۔ اور کوئی پتہ نہیں جھڑتا مگر وہ اس کو جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ
اور کوئی ہری اور سوکھی چیز نہیں ہے مگر کتاب روشن میں (لکھی ہوئی) ہے۔ اور وہی تو ہے جو رات کو
(سونے کی حالت میں) تمہاری روح قبض کر لیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس سے خبر رکھتا ہے پھر
تمہیں دن کو اٹھا دیتا ہے تاکہ (یہی سلسلہ جاری رکھ کر زندگی کی) معین مدت پوری کر دی جائے پھر تم
(سب) کو اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے (اس روز) وہ تم کو تمہارے عمل جو تم کرتے ہو (ایک ایک کر کے)
بتائے گا۔ اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے۔ اور تم پر نگہبان مقرر کئے رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ جب تم میں
سے کسی کی موت آتی ہے تو ہمارے فرشتے اُس کی روح قبض کر لیتے ہیں اور وہ کسی طرح کی کوتاہی نہیں
کرتے۔

۶۳۲۸ الانعام ۷۳ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ وَيَوْمَ يَقُولُ كُنْ فَيَكُونُ

۵ قَوْلُهُ الْحَقُّ ۚ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ ۚ عَلِيمُ الْغَيْبِ

وَالشَّهَادَةِ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ۝

۳۲۸۔ اور وہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو تدبیر سے پیدا کیا ہے۔ اور جس دن وہ فرمائیگا کہ ہو جاتو (حشر

برپا) ہو جائے گا۔ اس کا ارشاد برحق ہے۔ اور جس دن صور پھونکا جائے گا (اُس دن) اسی کی بادشاہت ہو

گی۔ وہی پوشیدہ اور ظاہر (سب) کا جانتے والا ہے۔ اور وہی دانا اور خبردار ہے۔

۶۳۲۹ الانعام ۷۹ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهَیْ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِیْفًا ۚ وَمَا اَنَا مِنَ

الْمُشْرِکِیْنَ ۝

۳۲۹۔ میں نے سب سے یکسو ہو کر اپنے تئیں اسی ذات کی طرف متوجہ کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور

میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔

۶۳۳۰ الانعام ۹۵ اِنَّ اللّٰهَ فَلَیْقُ الْحَبَّ وَالنَّوْیَ ۚ یُخْرِجُ الْحَمْیَ مِنَ الْمِیْتِ ۚ وَیُخْرِجُ الْمِیْتِ مِنَ

الْحَمْیِ ۚ ذٰلِکُمْ اللّٰهُ فَاَنِّیْ تُؤْفَکُوْنَ ۝ ۹۶ فَاَلِیْقُ الْاِصْبَاحَ ۚ وَجَعَلَ اللَّیْلَ

سَکَنًا ۚ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ حُسْبَانًا ۚ ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۙ ۹۷ وَهُوَ

الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِی ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۚ قَدْ

فَصَّلْنَا الْآیَاتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۙ ۹۸ وَهُوَ الَّذِیْ اَنْشَاَکُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ

فَمُسْتَقَرٍّ وَمُسْتَوْدَعٍ ۚ قَدْ فَصَّلْنَا الْآیَاتِ لِقَوْمٍ یَّفْقَهُوْنَ ۙ ۹۹ وَهُوَ

الَّذِیْ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا مِنْۢ بَیْنِ کُلِّ شَیْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ

خَضِرًا ۚ نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاکِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِیَةٌ وَ

جَنَّاتٍ مِنْۢ اَعْنَابٍ وَالزَّیْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَغَیْرَ مُتَشَابِهٍ ۚ اَنْظُرُوْا اِلَی

ثَمَرِهِ اِذَا اَثْمَرَ ۚ وَیَنْعَمُ ۚ اِنَّ فِیْ ذٰلِکُمْ لَاٰیَاتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ۙ ۱۰۰

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَکَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهُ بَنِیْنَ وَبَنَاتٍ بِغَیْرِ عِلْمٍ ۚ

سُبْحٰنَهُ وَتَعَالٰی عَمَّا یَصِفُوْنَ ۙ ۱۰۱ بِدِیْعِ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ ۚ اَنِّیْ

یَكُوْنُ لَهُ وَلَدٌ وَلَمْ تُکُنْ لَهُ صَاحِبَةً ۚ وَخَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ ۚ وَهُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ

عَلِیْمٌ ۙ ۱۰۲ ذٰلِکُمْ اللّٰهُ رَبُّکُمْ ۚ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ

فَاعْبُدُوهُ ۚ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ ۝

۱۰۳ لَا تُذِرْكُمُ الْاَبْصَارُ ۚ وَهُوَ يُذِرُكَ الْاَبْصَارُ ۚ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ

۱۰۴ قَدْ جَاءَكُمْ بِصَآئِرٍ مِّن رَّبِّكُمْ ۚ فَمَن اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِ ۚ وَمَنْ اَعْمٰی

فَعَلَيْهَا ۚ وَمَا اَنَا عَلَیْكُمْ بِحَفِیْظٍ ۝

۳۳۰۔ بے شک اللہ ہی دانے اور کٹھنلی کو پھاڑ (کر اُن سے درخت وغیرہ اُکھاتا) ہے۔ وہی جاندار کو بے جان سے

بھالتا ہے اور وہی بے جان کا جاندار سے بھالنے والا ہے۔ یہی تو اللہ ہے۔ پھر تم کہاں بھگے پھرتے ہو۔ وہی

(رات کے اندھیرے سے) صبح کی روشنی پھاڑ بھالتا ہے اور اُسی نے رات کو (موجب) آرام (ٹھہرایا) اور

سورج اور چاند کو (ذرائع) شمار بنایا ہے۔ یہ اللہ کے (مقرر کئے ہوئے) اندازے ہیں جو غالب (اور) علم والا

ہے۔ اور وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے ستارے بنائے تاکہ جنگلوں اور دریاؤں کے اندھیروں میں اُن

سے رستے معلوم کرو۔ عقل والوں کے لئے ہم نے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کر دی ہیں۔ اور وہی تو ہے

جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا۔ پھر (تمہارے لئے) ایک ٹھہرنے کی جگہ ہے اور سپرد ہونے کی۔

سمجھنے والوں کے لئے ہم نے (اپنی) آیتیں کھول کھول کر بیان کر دی ہیں۔ اور وہی تو ہے جو آسمان سے

مینہ برساتا ہے پھر ہم ہی (جو مینہ برساتے ہیں) اس سے ہر طرح کی روئیدگی اُکھاتے ہیں۔ پھر اس میں سے

سبز سبز کوئیلیں نکالتے ہیں۔ اور ان کو پھلوں میں سے ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے دانے بھالتے

ہیں اور کھجور کے کابجے میں سے لٹکتے ہوئے کچھے اور انگوروں کے باغ اور زیتون اور انار جو ایک دوسرے سے

ملتے جلتے بھی ہیں اور نہیں بھی ملتے۔ یہ چیزیں جب پھلتی ہیں تو ان کے پھلوں پر اور (جب پکتی ہیں تو) ان

کے پکنے پر نظر کرو۔ ان میں ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں (قدرت کی بہت سی) نشانیاں ہیں۔ اور

ان لوگوں نے جنوں کو اللہ کا شریک ٹھہرایا۔ حالانکہ ان کو اسی نے پیدا کیا اور بے سمجھے (جھوٹ بہتان) اس

کے لئے بیٹے اور بیٹیاں بنا کھڑی کیں وہ ان باتوں سے جو اس کی نسبت بیان کرتے ہیں پاک ہے۔ اور (اس کی

شان اُن سے) بلند ہے۔ (وہی) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا (ہے)۔ اس کے اولاد کہاں سے ہو

جب کہ اس کی بیوی ہی نہیں۔ اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔ اور وہ ہر چیز سے باخبر ہے۔ یہی (اوصاف

رکھنے والا) اللہ تمہارا پروردگار ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ (وہی) ہر چیز کا پیدا کرنے والا (ہے)

تو اسی کی عبادت کرو۔ اور وہ ہر چیز کا نگران ہے۔ (وہ ایسا ہے کہ) بھابیں اس کا اور اک نہیں کر سکتیں۔ اور

وہ بھابوں کا اور اک کر سکتا ہے۔ اور وہ بخیر جاتے والا خبردار ہے۔ (اے محمدؐ۔ ان سے کہہ دو کہ) تمہارے

(پاس) پروردگار تمہارے کی طرف سے (روشن) دلیلیں پہنچ چکی ہیں تو جس نے (انکو آنکھ کھول کر)

دیکھا اس نے اپنا بھلا کیا اور جو اندھا بنا رہا اس نے اپنے حق میں برا کیا۔ اور میں تمہارا نگہبان نہیں ہوں۔

۷۳۳۱ الاعراف ۵۴ إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ۚ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا ۚ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنَّجُومُ مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِهِ ۚ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ ۗ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ○

۳۳۱۔ کچھ شک نہیں کہ تمہارا پروردگار اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر جا ٹھہرا۔ وہی رات کو دن کا لباس پہناتا ہے کہ وہ اس کے پیچھے دوڑتا چلا آتا ہے۔ اور اسی نے سورج اور چاند اور ستاروں کو پیدا کیا سب اسی کے حکم کے مطابق کام میں لگے ہوئے ہیں۔ دیکھو سب مخلوق بھی اسی کی ہے اور حکم بھی (اسی کا ہے) یہ اللہ رب العالمین بڑی برکت والا ہے۔

٧٣٣٢ الاعراف ١٥٨ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۚ

۳۳۲۔ (اے محمدؐ) کہہ دو کہ لوگوں میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا (یعنی اس کا رسولؐ) ہوں (وہ) جو آسمانوں اور زمین کا بادل شاد ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی زندگانی بخشتا اور وہی موت دیتا ہے۔

٧ ٣٣٣ الاعراف ١٨٥ أَوَلَمْ يَنْظُرُوا فِي مَلَكُوتِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ ۚ
وَأَنْ عَسَى أَنْ يَكُونَ قَدْ اقْتَرَبَ أَجْلُهُمْ ۖ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ
يُؤْمِنُونَ ○

۳۳۳۔ کیا انہوں نے آسمان اور زمین کی بادشاہت میں اور جو چیزیں اللہ نے پیدا کی ہیں اُن پر نظر نہیں کی اور اس بات پر (خیال نہیں کیا) کہ عجب نہیں اُن (کی موت) کا وقت نزدیک پہنچ گیا ہو۔ تو اس کے بعد وہ اور کس بات پر ایمان لائیں گے۔

٧٣٣٤ . الاعراف ١٨٩ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ
الْيَهَاء

۳۳۳۔ ودا اللہ جی تو ہے جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ اس سے راحت حاصل کرے۔

٩٣٣٥ التوبة ١١٦ إِنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يُعْجِ وَيُمِيتُ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ
اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۝

۳۳۵۔ اللہ ہی ہے جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے۔ وہی زندہ کافی بخشتا اور (وہی) موت دیتا ہے۔ اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی دوست اور مددگار نہیں ہے۔

۱۰ ۳۳۶ یونس ۳ إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ ۚ مَا مِنْ شَفِيعٍ إِلَّا مِنْ بَعْدِ إِذْنِهِ ۚ ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۝

۳۳۶۔ تمہارا پروردگار تو اللہ ہی ہے۔ جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے۔ پھر (تختِ شاہی) پر قائم ہوا وہی ہر ایک کام کا انتظام کرتا ہے۔ کوئی (اس کے پاس) اس کا اذن حاصل کئے بغیر (کسی کی) سفارش نہیں کر سکتا۔ یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے تو اسی کی عبادت کرو۔ بھلا تم غور کیوں نہیں کرتے۔

۱۰ ۳۳۷ یونس ۵ هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسُ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا وَقَدَرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ ۚ مَا خَلَقَ اللَّهُ ذَلِكَ إِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝ ۶ إِنَّ فِي اخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَّقُونَ ۝

۳۳۷۔ وہی تو ہے جس نے سورج کو روشن اور چاند کو منور بنایا اور چاند کی منزلیں مقرر کیں تاکہ تم برسوں کا شمار اور (کاموں کا) حساب معلوم کرو۔ یہ (سب کچھ) اللہ نے تدبیر سے پیدا کیا ہے۔ سمجھنے والوں کے لئے وہ اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے۔ بے شک رات اور دن کے (ایک دوسرے کے پیچھے) آنے جانے میں اور جو چیزیں اللہ نے آسمان اور زمین میں پیدا کی ہیں (سب میں) ڈرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

۱۰ ۳۳۸ یونس ۲۲ هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۚ حَتَّىٰ إِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلِكِ ۚ وَجَرَينَ بِهِمْ يَرْيَعُ ۚ طَيِّبَةً وَفَرَحُوا بِهَا جَاءَ تِهَارِيعٌ ۚ عَاصِفٌ وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ ۚ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ

۳۳۸۔ وہی تو ہے جو تم کو جنکل اور دریا میں چلنے پھرنے اور سیر کرنے کی توفیق دیتا ہے۔ یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں (سوار) ہوتے ہو اور کشتیاں پاکیزہ ہوا (کے نرم نرم جھونکوں سے) سواروں کو لے کر چلنے لگتی ہیں اور وہ اُن سے خوش ہوتے ہیں تو ناگہاں زنائے کی ہوا چل پڑتی ہے۔ اور بہریں ہر طرف سے اُن پر (جوش مارتی ہوئی) آنے لگتی ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ (اب تو) بہروں میں گھر گئے تو اُس وقت خالص اللہ ہی کی عبادت کر کے اس سے دعا مانگنے لگتے ہیں۔

۳۳۹ ۱۰ یونس ۳۱ قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمَّنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ

وَمَنْ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُدَبِّرُ
الْأَمْرَ ۖ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ ۖ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ۝ ۳۲ فَذَلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمُ
الْحَقُّ ۖ فَهَذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَلُ ۖ فَأَنْتَى تُصْرَفُونَ ۝

۳۳۹۔ (اُن سے) پوچھو کہ تم کو آسمان اور زمین میں رزق کون دیتا ہے یا (تمہارے) کانوں اور آنکھوں کا مالک کون ہے۔ اور بے جان سے جاندار کون پیدا کرتا ہے۔ اور جاندار سے بے جان کون پیدا کرتا ہے۔ اور دنیا کے کاموں کا انتظام کون کرتا ہے۔ جھٹ کہہ دیں گے کہ اللہ۔ تو کہو کہ پھر تم (اللہ سے) ڈرتے کیوں نہیں؟ یہی اللہ تو تمہارا پروردگار برحق ہے۔ اور حق بات کے ظاہر ہونے کے بعد گمراہی کے سوا ہے ہی کیا؟ تو تم کہاں پھرے جاتے ہو۔

۳۴۰ ۱۰ یونس ۳۴ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَبْدُوا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ۖ قُلِ اللَّهُ يَبْدُوا الْخَلْقَ

ثُمَّ يُعِيدُهُ فَأَنْتَى تُؤْفَكُونَ ۝ ۳۵ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَهْدِي إِلَى
الْحَقِّ ۖ قُلِ اللَّهُ يَهْدِي لِلْحَقِّ ۖ أَفَمَنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ أَمَّنْ
لَا يَهْدِي إِلَّا أَنْ يُضِلُّ ۖ فَهَالِكُمْ ۖ كَيْفَ تُحْكُمُونَ ۝

۳۴۰۔ (اُن سے) پوچھو کہ بھلا تمہارے شریکوں میں کوئی ایسا ہے کہ مخلوقات کو ابتداء پیدا کرے (اور) پھر اُس کو دوبارہ بنائے؟ کہہ دو کہ اللہ ہی پہلی بار پیدا کرتا ہے۔ پھر وہی اس کو دوبارہ پیدا کرے گا۔ تو تم کہاں اُکے جا رہے ہو۔ پوچھو کہ بھلا تمہارے شریکوں میں کون ایسا ہے۔ کہ حق کا رستہ دکھا دے۔ کہہ دو کہ اللہ ہی حق کا راستہ دکھاتا ہے۔ بھلا جو حق کا رستہ دکھائے وہ اس قابل ہے کہ اُس کی پیروی کی جائے یا وہ کہ جب تک کوئی اُسے رستہ نہ بتائے رستہ نہ پائے تو تم کو کیا ہوا ہے۔ کیسا انصاف کرتے ہو۔

۳۴۱ ۱۰ یونس ۵۵ أَلَا إِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ ۖ أَلَا إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَكِنْ

أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ ۵۶ هُوَ يُخَيِّ وَيُمِيتُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۖ

۳۴۱۔ سُن رکھو کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ سب اللہ ہی کا ہے۔ اور یہ بھی سُن رکھو کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ وہی جان بختا اور (وہی) موت دیتا ہے۔ اور تم لوگ اُسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔

۳۴۲ ۱۰ یونس ۶۷ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۖ إِنَّ فِي ذَلِكَ

لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُسْمِعُونَ ۝

۳۴۲۔ وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تاکہ اُس میں آرام کرو اور روز روشن بنایا (تاکہ اس میں کام کرو) جو لوگ (مادہ) سماعت رکھتے ہیں ان کے لئے ان میں نشانیاں ہیں۔

۱۰۳۴۳ یونس ۱۰۱ قُلْ اَنْظُرُوْا مَاذَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَمَا تُغْنِی الْاٰیٰتُ وَالنَّذْرُ عَنْ قَوْمٍ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝

۳۴۳۔ (ان کفار سے) کہو کہ دیکھو تو آسمانوں اور زمین میں کیا کچھ ہے۔ مگر جو لوگ ایمان نہیں رکھتے۔ اُن کے نشانیاں اور ڈراوے کچھ کام نہیں آتے۔

۱۱۳۴۴ ہود ۷ وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلٰی الْمَآءِ لَیَبْلُوْكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ط

۳۴۴۔ اور وہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں بنایا اور (اس وقت) اس کا عرش پانی پر تھا (تمہارے پیدا کرنے سے مقصود یہ ہے) کہ وہ تم کو آزمائے کہ تم میں عمل کے لحاظ سے کون بہتر ہے۔

۱۳۳۴۵ الرعد ۲ اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَّرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰی عَلٰی الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ط کُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ط یَذِیْبُ الْاَمْرَ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّکُمْ تَوْقِنُوْنَ ۝ ۳ وَهُوَ الَّذِیْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِیْهَا رَواْسِیَ وَاَنْهٰرًا ط وَ مِنْ کُلِّ الشَّجَرِ جَعَلَ فِیْهَا رَوْحٰتٍ اِثْنِیْنِ یَّغْشِی الْاَیْلَ النَّهَارَ ط اِنْ فِیْ ذٰلِكَ لَآٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ ۴ وَفِی الْاَرْضِ قِطْعٌ مُّتَجَوِّزٌ وَجَنَّتْ مِنْ اَعْنَابٍ وَزَرْعٌ وَنَخِیْلٌ صِنْوَانٌ وَغَیْرُ صِنْوَانٍ یُسْقٰی بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ط وَتُفَصِّلُ بَعْضَهَا عَلٰی بَعْضٍ فِی الْاَکْلِ ط اِنْ فِیْ ذٰلِكَ لَآٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۝

۳۴۵۔ اللہ وہی تو ہے جس نے ستونوں کے بغیر آسمان جیسا کہ تم دیکھتے ہو (اتنے) اونچے بنائے پھر عرش پر جا ٹھہرا اور سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا۔ ہر ایک ایک میعاد معین تک گردش کر رہا ہے۔ وہی (دنیا کے) کاموں کا انتظام کرتا ہے۔ (اس طرح) وہ آیتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے کہ تم اپنے پروردگار کے روبرو جانے کا یقین کرو اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ اور دریا پیدا کئے۔ اور ہر طرح کے میوؤں کی دو دو قسمیں بنائیں۔ وہی رات کو دن کا لباس پہناتا ہے۔ غور کرنے والوں کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں اور زمین میں کئی طرح کے قطعات ہیں۔ ایک دوسرے سے ملے ہوئے اور انکسور کے باغ اور

کھیتی اور کھجور کے درخت۔ بعض کی بہت سی شاخیں ہوتی ہیں اور بعض کی اتنی نہیں ہوتیں (باوجودیکہ) پانی سب کو ایک ہی ملتا ہے اور بعض میووں کو بعض پر لذت میں فضیلت دیتے ہیں۔ اس میں سمجھنے والوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔

۱۳۳۴۶ الرعد ۱۲ هُوَ الَّذِي يُرِيكُمْ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا وَيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ۝۱۳
وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمَلَائِكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ
بِهَا مَنْ يَشَاءُ وَهُمْ يُجَادِلُونَ فِي اللَّهِ ۚ وَهُوَ شَدِيدُ الْمِحَالِ ۝

۲۳۶۔ اور وہی تو ہے جو تم کو ڈرانے اور اُمید دلانے کے لئے بجلی دکھاتا اور بھاری بھاری بادل پیدا کرتا ہے۔ اور رعد اور فرشتے سب اس کے خوف سے اُس کی تسبیح و تحمید کرتے رہتے ہیں۔ اور وہی بجلیاں بھیجتا ہے۔ پھر جس پر چاہتا ہے گرا بھی دیتا ہے۔ اور وہ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔ اور وہ بڑی قوت والا ہے۔

۱۳۳۴۷ الرعد ۱۵ وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَظِلَّلَهُمْ بِالْغَدُوِّ
وَالْأَصَالِ ۝ السَّجْدِ

۲۳۷۔ اور جتنی مخلوقات آسمانوں اور زمین میں ہے۔ خوشی سے یا زبردستی سے اللہ کے آگے سجدہ کرتی ہے۔ اور اُن کے سائے بھی صبح و شام (سجدے کرتے ہیں)

۱۳۳۴۸ الرعد ۱۷ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا
رَابِيًا ۚ وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ
مِثْلُهُ ۚ كَذَلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۚ فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً ۚ
وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ ۚ كَذَلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ
الْأَمْثَالَ ۝

۲۳۸۔ اُسی نے آسمان سے مینہ برسایا پھر اس سے اپنے اپنے اندازے کے مطابق نالے بہ نکلے پھر نالے پر پھولا ہوا جھاگ اُگیا۔ اور جس چیز کو زور یا کوئی اور سلمان بنانے کے لئے آگ میں تپاتے ہیں اس میں بھی ایسا ہی جھاگ ہوتا ہے۔ اس طرح اللہ حق اور باطل کی مثال بیان فرماتا ہے۔ سو جھاگ تو سوکھ کر زائل ہو جاتا ہے۔ اور (پانی) جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے وہ زمین میں ٹھہرا رہتا ہے۔ اس طرح اللہ (صحیح اور غلط کی) مثالیں بیان فرماتا ہے (تاکہ تم سمجھو)

۱۴۳۴۹ ابراہیم ۱۹ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ خَلَقَ السَّمُوتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ إِنَّ يَشَاءُ يَذْهَبَكُمْ وَيَأْتِ
بِخَلْقٍ جَدِيدٍ ۝ ۲۰ وَمَا ذَلِكُ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ ۝

۳۲۹۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو تہ بہ تہ سے پیدا کیا ہے۔ اگر وہ چاہے تو تم کو نابود کر دے اور (تمہاری جگہ) نئی مخلوق پیدا کر دے۔ اور یہ اللہ کو کچھ بھی مشکل نہیں۔

۱۴۳۵۰ ابراہیم . ۳۲ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الشَّجَرِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمْ الْفُلْکَ لِتَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِہٖ ۚ

وَسَخَّرَ لَكُمْ الْاَنْهَارَ ۝۳۳ وَسَخَّرَ لَكُمْ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ذَاکِیْنِ ۚ

وَسَخَّرَ لَكُمْ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ ۝۳۴ وَاَتٰکُمْ مِنْ کُلِّ مَآسَاَلُتُمُوْہُ ۚ وَاِنْ

تَعْدُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْہَا ۚ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ کَفَّارٌ ۝

۳۵۰۔ اللہ ہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو تہ بہ تہ سے پیدا کیا اور آسمان سے مینہ برسایا پھر اُس سے تمہارے کھانے کے لئے پھل پیدا کئے اور کشتیوں (اور جہازوں) کو تمہارے زیر فرمان کیا تاکہ دریا (اور سمندر) میں اس کے حکم سے چلیں۔ اور نہروں کو بھی تمہارے زیر فرمان کیا اور سورج اور چاند کو تمہارے لئے کام میں لگا دیا کہ دونوں (دن رات) ایک دستور پر چل رہے ہیں اور رات اور دن کو بھی تمہاری خاطر کام میں لگا دیا۔ اور جو کچھ تم نے مانجا سب میں سے تم کو عنایت کیا اور اگر اللہ کے احسان گننے لگو تو شمار نہ کر سکو۔ (مگر لوگ نعمتوں کا شکر نہیں کرتے) کچھ شک نہیں کہ انسان بڑا بے انصاف اور ناشکر ہے۔

۱۵۳۵۱ الحجر ۱۶ وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَرَیٰنَہَا لِلنَّظْرِیْنَ ۝۱۷ وَحَفِظْنٰہَا مِنْ کُلِّ

شَیْطٰنٍ رَّجِیْمٍ ۝۱۸ اِلَّا مَنْ اَسْرَقَ السَّمْعَ فَاتَّبَعَتْ شَہَابٌ مُّبِیْنٌ ۝۱۹

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰہَا وَالْقِیَآءَ فِیْہَا رَآسِیْ وَآتٰکُنَا فِیْہَا مِنْ کُلِّ شَیْءٍ

مُورُوْنٍ ۝۲۰ وَجَعَلْنَا لَکُمْ فِیْہَا مَعَآیِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَہٗ بِرِزْقِیْنَ ۝۲۱

وَإِنْ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُہٗ وَمَا نُنَزِّلُہٗ اِلَّا بِقَدْرِ مَعْلُوْمٍ ۝۲۲

وَاَرْسَلْنَا الرِّیْحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاسْقٰیْنٰکُمُوْہُ ۚ وَمَا اَنْتُمْ لَہٗ

بِخٰزِنِیْنَ ۝۲۳ وَاِنَّا لَنَخْزُنُہٗ نَحْنُ وَنُمِیْتُ وَنَحْنُ الْوَارِثُوْنَ ۝

۳۵۱۔ اور ہم ہی نے آسمان میں برج بنائے اور دیکھنے والوں کے لئے اس کو سجا دیا۔ اور ہر شیطان رائدہ درگاہ سے اُسے محفوظ کر دیا۔ ہاں اگر کوئی چوری سے سننا چاہے تو چمکتا ہوا اٹکارہ اس کے پیچھے لپکتا ہے۔ اور زمین کو بھی ہم ہی نے پھیلایا اور اس پر پہاڑ (بنا کر) رکھ دیے اور اس میں ہر ایک سنجیدہ چیز اُکائی۔ اور ہم ہی نے تمہارے لئے اور ان لوگوں کے لئے جن کو تم روزی نہیں دیتے اس میں معاش کے سامان پیدا کئے۔ اور ہمارے ہاں ہر چیز کے خزانے ہیں اور ہم اُن کو بمقدار مناسب اتارتے رہتے ہیں اور ہم ہی جواثیں چلاتے

ہیں۔ (جو بادلوں کے پانی سے) بحری ہوئی ہوتی ہیں اور ہم ہی آسمان سے مینہ برساتے ہیں اور ہم ہی تم کو اس کا پانی پلاتے ہیں۔ اور تم تو اس کا خزانہ نہیں رکھتے۔ اور ہم ہی حیات بخشتے اور ہم ہی موت دیتے ہیں اور ہم ہی سب کے وارث (مالک) ہیں۔

۱۵۳۵۲ الحجر ۲۶ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ ۲۷۰ وَالْجَانَّ خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَارِ السُّمُومِ ۰

۳۵۲۔ اور ہم نے انسان کو کھنکھناتے سڑے ہوئے کارے سے پیدا کیا ہے۔ اور جنوں کو اس سے بھی پہلے بے دھوئیں کی آگ سے پیدا کیا تھا۔

۱۶۳۵۳ النحل ۲ يُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ بِالرُّوحِ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ أَنْ أَنْذِرُوا أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاتَّقُونِ ۳۰ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۖ تَعْلَى عَمَّا يُشْرِكُونَ ۴۰ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُبِينٌ ۵۰ وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا ۖ لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ۶۰ وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ ۷۰ وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ إِلَىٰ بَلَدٍ لَّمْ تَكُونُوا بَلِغِيهِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنْفُسِ ۘ إِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ ۸۰ وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً ۖ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۹۰ وَعَلَى اللَّهِ قَصْدُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا جَاذِرٌ ۖ وَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ ۱۰۰ هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لَكُمْ مِنْهُ شَرَابٌ وَمِنْهُ شَجَرٌ فِيهِ تُسِيمُونَ ۱۱۰ يُثَبِّتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُونَ وَالنَّخِيلَ وَالْأَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۱۲۰ وَسَخَّرَ لَكُمْ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِهِ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۱۳۰ وَمَا ذَرَأَ الْكُمُ فِي الْأَرْضِ مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ ۱۴۰ وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاجِرَ فِيهِ وَلِيَبْتَلِيَكُمْ مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۱۵۰ وَالْقَىٰ فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ وَأَنْهَارًا وَسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۱۶۰

تُسِيمُونَ ۱۱۰ يُثَبِّتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُونَ وَالنَّخِيلَ وَالْأَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۱۲۰ وَسَخَّرَ لَكُمْ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِهِ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۱۳۰ وَمَا ذَرَأَ الْكُمُ فِي الْأَرْضِ مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ ۱۴۰ وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاجِرَ فِيهِ وَلِيَبْتَلِيَكُمْ مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۱۵۰ وَالْقَىٰ فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ وَأَنْهَارًا وَسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۱۶۰

وَعَلَّمْتَ ۝ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ ۝ ۱۷۰ أَفَمَنْ يَخْلُقُ كَمَنْ لَا يَخْلُقُ ۝
 أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۝ ۱۸۰ وَإِنْ تَعْدُوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصَوْهَا ۝ إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ
 رَحِيمٌ ۝ ۱۹۰ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّونَ وَمَا تُعْلِنُونَ ۝ ۲۰۰ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ
 مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ۝ ۲۱۰ أَمْوَاتٌ غَيْرُ
 أَحْيَاءٍ ۝ وَمَا يَشْعُرُونَ ۝ ۲۲۰ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ۝ ۲۲۰ إِنْ هُمْ إِلَّا إِلَهُ وَاحِدٌ ۝ فَالَّذِينَ
 لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ قُلُوبُهُمْ مُنْكَرَةٌ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ ۝ ۲۳۰ لَا جَرَمَ
 أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ۝ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِينَ ۝

-۳۵۳

وہی فرشتوں کو پیغام دے کر اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس کے پاس چاہتا ہے بھیجتا ہے کہ
 (لوگوں کو) بتا دو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو مجھی سے ڈرو۔ اسی نے آسمانوں اور زمین کو مبنی بر
 حکمت پیدا کیا۔ اس کی ذات ان (کافروں) کے شرک سے اونچی ہے۔ اُس نے انسان کو نطفے سے بنایا۔ مگر
 وہ اُس (خالق) کے بارے میں علانیہ جھگڑنے لگا۔ اور چار پایوں کو بھی اُسی نے پیدا کیا۔ ان میں تمہارے
 لئے جڑا دل اور بہت سے فائدے ہیں اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے بھی ہو۔ اور جب شام کو انہیں (جنگل
 سے) لاتے ہو اور جب صبح کو (جنگل) چرانے لے جاتے ہو تو اُن سے تمہاری عزت و شان ہے۔ اور (دور
 دراز) شہروں میں جہاں تم زحمت شاقہ کے بغیر پہنچ نہیں سکتے وہ تمہارے بوجھ اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ کچھ
 شک نہیں کہ تمہارا پروردگار نہایت شفقت والا مہربان ہے۔ اور اُسی نے گھوڑے اور خچر اور گدھے پیدا
 کئے تاکہ تم اُن پر سوار ہو اور (وہ تمہارے لئے) رونق و زینت (بھی ہیں) اور وہ (اور چیزیں بھی) پیدا کرتا
 ہے جن کی تم کو خبر نہیں اور سیدھا رستہ تو اللہ تک جا پہنچتا ہے اور بعض رستے ٹیڑھے ہیں (وہ اُس تک نہیں
 پہنچتے) اور اگر وہ چاہتا تو تم سب کو سیدھے رستے پر چلا دیتا۔ وہی تو ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا جسے
 تم پیتے ہو۔ اور اس سے درخت بھی (شاداب ہوتے ہیں) جن میں تم اپنے چار پایوں کو چراتے ہو۔ اسی پانی
 سے وہ تمہارے لئے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور (اور بے شمار درخت) اُکھاتا ہے۔ اور ہر طرح کے
 پھل (پیدا کرتا ہے) غور کرنے والوں کے لئے اس میں (قدرت اللہ کی بڑی) نشانی ہے۔ اور اُس نے
 تمہارے لئے رات اور دن اور سورج اور چاند کو کام میں لکایا۔ اور اُسی کے حکم سے ستارے بھی کام میں لگے
 ہوئے ہیں۔ سمجھنے والوں کے لئے اس میں (قدرت اللہ کی بہت سی) نشانیاں ہیں۔ اور جو طرح طرح کے
 رنگوں کی چیزیں اس نے زمین میں پیدا کیں (سب تمہارے زیر فرمان کر دیں) نصیحت پکڑنے والوں
 کے لئے اس میں نشانی ہے۔ اور وہی تو ہے جس نے دریا کو تمہارے اختیار میں کیا تاکہ اُس میں سے تازہ

گوشت کھاؤ اور اس سے زیور (موتی وغیرہ) نکالو جسے تم پہنتے ہو۔ اور تم دیکھتے ہو کہ کشتیاں دریا میں پانی کو پھارتی چلی جاتی ہیں۔ اور اس لئے بھی (دریا کو تمہارے اختیار میں کیا) کہ تم اللہ کے فضل سے (معاش) تلاش کرو۔ اور تاکہ اس کا شکر کرو۔ اور اس نے زمین پر پہاڑ (بنا کر) رکھ دیے کہ تم کو لے کر کہیں جھمک نہ جائے۔ اور نہریں اور رستے بنادیے تاکہ ایک مقام سے دوسرے مقام تک (آسانی سے) جاسکو اور (راستوں میں) نشانات بنادیے اور لوگ ستاروں سے بھی رستے معلوم کرتے ہیں تو جو (اتنی مخلوقات) پیدا کرے، کیا وہ ویسا ہے جو کچھ بھی پیدا نہ کر سکے تو پھر تم غور کیوں نہیں کرتے اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو گن نہ سکو۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور جو کچھ تم چھپاتے اور جو کچھ ظاہر کرتے ہو سب سے اللہ واقف ہے۔ اور جن لوگوں کو یہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں۔ وہ کوئی چیز بھی تو نہیں بنا سکتے بلکہ خود ان کو اور بناتے ہیں۔ (وہ) لاشیں ہیں بے جان۔ ان کو یہ بھی تو معلوم نہیں کہ اٹھائے کب جائیں گے۔ تمہارا معبود تو اکیلا اللہ ہے۔ تو جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل انکار کر رہے ہیں اور وہ سرکش ہو رہے ہیں۔ یہ جو کچھ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں اللہ ضرور اس کو جانتا ہے۔ وہ سرکشوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔

۱۶۳۵۴ النخل ۴۸ أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى مَا خَلَقَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ يَتَفَيَّوْا ظِلَالُهُ عَنِ الْيَمِينِ وَالْشَّمَائِلِ

سُجَّدًا لِلَّهِ وَهُمْ ذَاخِرُونَ ۴۹ ۵۰ وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي

الْأَرْضِ مِنْ دَابَّةٍ وَالْمَلَائِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ۵۰ ۵۱ يَخَافُونَ رَبَّهُمْ مَنْ

فَوْقَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ۵۱ ۵۲ وَقَالَ اللَّهُ لَا تَتَّخِذُوا إِلَهَيْنِ اثْنَيْنِ ۵۲

إِنَّمَا هُوَ إِلَهُ وَاحِدٌ ۵۲ فَإِنِّي فَأَرْهَبُونَ ۵۲ وَلَهُ مَا فِي السَّمُوتِ

وَالْأَرْضِ وَلَهُ الدِّينُ وَاصْبَا ۵۲ أَفَغَيْرَ اللَّهِ تَتَّقُونَ ۵۲

۳۵۴۔ کیا ان لوگوں نے اللہ کی مخلوقات میں سے ایسی چیزیں نہیں دیکھیں جن کے سائے دائیں سے (بائیں کو)

اور بائیں سے (دائیں کو) لوٹتے رہتے ہیں (یعنی) اللہ کے آگے عاجز ہو کر سجدے میں پڑے رہتے ہیں۔

اور تمام جاندار جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں سب اللہ کے آگے سجدہ کرتے ہیں اور فرشتے بھی اور

وہ ذرا غور نہیں کرتے اور اپنے پروردگار سے جو ان کے اوپر ہے ڈرتے ہیں اور جو ان کو ارشاد ہوتا ہے۔

اس پر عمل کرتے ہیں اور اللہ نے فرمایا ہے کہ دو دو معبود نہ بناؤ۔ معبود وہی ایک ہے۔ تو مجھ ہی سے ڈرتے

رہو۔ اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے۔ سب اسی کا ہے اور اسی کی عبادت لازم ہے۔ تو تم

اللہ کے سوا اوروں سے کیوں ڈرتے ہو۔

۱۶۳۵۵ النخل ۶۵ وَاللَّهُ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْبَاهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۶۵ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً

لَقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ۖ ۶۶۰ وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۖ نُسْقِيكُمْ مِمَّا فِي
بُطُونِهِمْ مِنْ أَمْنٍ فَرْتٍ وَدَمٍ لَبْنَا خَالِصًا سَاكِنًا لِلْشَّرِيبِينَ ۖ ۶۷۰ وَمِنْ
ثَمَرَاتِ النَّخِيلِ وَالْأَعْنَابِ تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَرًا وَرِزْقًا حَسَنًا ۖ إِنَّ فِي
ذَلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۖ ۶۸۰ وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنْ اتَّخِذِي مِنَ
الْجِبَالِ بُيُوتًا وَمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ ۖ ۶۹۰ ثُمَّ كُلِي مِنْ كُلِّ
الثَّمَرَاتِ فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ۖ يَخْرُجُ مِنْ بُطُونِهَا شَرَابٌ مُخْتَلِفٌ
أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ ۖ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۖ ۷۰۰ وَاللَّهُ
خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفَّاكُمْ ۖ وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْدَلِ الْعُمَرِ لَكُمْ لَا يَعْلَمُ
بَعْدَ عِلْمٍ شَيْنًا ۖ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ قَدِيرٌ ۖ ۷۱۰ وَاللَّهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَىٰ
بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۖ فَمَا الَّذِينَ فُضِّلُوا بِرِزْقِهِمْ عَلَىٰ مَا مَلَكَتْ
أَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيهِ سَوَاءٌ ۖ أَفَبِنِعْمَةِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ ۖ ۷۲۰ وَاللَّهُ جَعَلَ
لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا ۖ لَعَلَّكُمْ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ بَيْنٌ وَحَفْةٌ ۖ
وَرِزْقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ ۖ أَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُونَ وَبِنِعْمَتِ اللَّهِ هُمْ يَكْفُرُونَ ۖ

۳۵۵

اور اللہ ہی نے آسمان سے پانی برسایا پھر اُس سے زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کیا۔ بے شک اس میں
سننے والوں کے لئے نشانی ہے۔ اور تمہارے لئے چار پایوں میں بھی (مقام) عبرت (و غور) ہے۔ کہ اُن
کے پیٹوں میں جو گوبر اور لہو ہے۔ اس سے ہم تم کو خالص دودھ پلاتے ہیں۔ جو پینے والوں کے لئے خوش
گوار ہے۔ اور کھجور اور انگور کے میووں سے بھی (تم پینے کی چیزیں تیار کرتے ہو) کہ اُن سے شراب بناتے
ہو اور عمدہ رزق (کھاتے ہو) جو لوگ سمجھ رکھتے ہیں اُن کے لئے ان (چیزوں) میں (قدرت اللہ کی) نشانی
ہے۔ اور تمہارے پروردگار نے شہد کی مکھیوں کو ارشاد فرمایا کہ پہاڑوں میں اور درختوں میں اور اونچی
اونچی چھتریوں میں جو لوگ بناتے ہیں گھر بنا۔ اور ہر قسم کے میوے کھا اور اپنے پروردگار کے صاف رستوں
پر چلی جا۔ اس کے پیٹ سے پینے کی چیز نکلتی ہے۔ جس کے مختلف رنگ ہوتے ہیں۔ اس میں لوگوں
(کے کئی امراض) کی شفا ہے۔ بے شک سوچنے والوں کے لئے اس میں بھی نشانی ہے۔ اور اللہ ہی نے تم کو
پیدا کیا پھر وہی تم کو موت دیتا ہے۔ اور تم میں بعض ایسے ہوتے ہیں کہ نہایت خراب عمر کو پہنچ جاتے ہیں
اور (بہت کچھ) جاتے کے بعد ہر چیز سے بے علم ہو جاتے ہیں۔ بیشک اللہ (سب کچھ) جانتے والا (اور)
قدرت والا ہے۔ اور اللہ نے رزق (و دولت) میں بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ تو جن لوگوں کو

فضیلت دی ہے۔ وہ اپنا رزق اپنے مملوکوں کو تو دے ڈالنے والے ہیں نہیں کہ سب اس میں برابر ہو جائیں۔ تو کیا یہ لوگ نعمت الہی کے منکر ہیں۔ اور اللہ ہی نے تم میں سے تمہارے لئے عورتیں پیدا کیں۔ اور عورتوں سے تمہارے بیٹے اور پوتے پیدا کئے۔ اور کھانے کو تمہیں پاکیزہ چیزیں دیں۔ تو کیا یہ بے اصل چیزوں پر اعتقاد رکھتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں سے انکار کرتے ہیں۔

۱۶۳۵۶ النحل ۷۸ وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنٍ اُمِّهَتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا ۚ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ ۚ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ ۷۹ اَلَمْ يَرْوَا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرَتٍ فِىْ جَوِّ السَّمَاءِ ۚ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُوْنَ ۝ ۸۰ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُم مِّنْ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَجَعَلَ لَكُم مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۚ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَا اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلَى حِينٍ ۝ ۸۱ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِمَّا خَلَقَ ظِلًّا وَجَعَلَ لَكُم مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيلَ تَقِيْكُمُ الْبَاسَ ۚ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ۝

۳۵۶۔ اور اللہ ہی نے تم کو تمہاری ماؤں کے شکم سے پیدا کیا کہ تم کچھ نہیں جانتے تھے اور اُس نے تم کو کان اور آنکھیں اور دل (اور ان کے علاوہ اور) اعضا بخشے تاکہ تم شکر کرو۔ کیا ان لوگوں نے پرندوں کو نہیں دیکھا کہ آسمان کی ہوا میں گھرے ہوئے (اڑتے رہتے) ہیں۔ اُن کو اللہ ہی تمہارے رکھتا ہے۔ ایمان والوں کے لئے اس میں (بہت سی) نشانیاں ہیں۔ اور اللہ ہی نے تمہارے لئے گھروں کو رہنے کی جگہ بنایا اور اُس نے چوپایوں کی کھالوں سے تمہارے لئے ڈیرے بنائے۔ جن کو تم سبک دیکھ کر سفر اور حضر میں کام میں لاتے ہو۔ اور اُن کی اُون اور پشیم اور بالوں سے تم اسباب اور برتنے کی چیزیں (بناتے ہو جو) مدت تک (کام دیتی ہیں) اور اللہ ہی نے تمہارے (آرام کے) لئے اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں کے سائے بنائے اور پہاڑوں میں غاریں بنائیں۔ اور کرتے بنائے۔ جو تم کو گرمی سے بچائیں۔ اور (ایسے) کرتے (بھی) جو تم کو (اسلحہ) جنگ (کے ضرر) سے محفوظ رکھیں۔ اسی طرح اللہ اپنا احسان تم پر پورا کرتا ہے۔ تاکہ تم فرماں بردار بنو۔

۱۷۳۵۷ الاسراء ۱۲ وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيٰتَيْنِ فَمَحْوٰنَا آيَةَ اللَّيْلِ وَجَعَلْنَا آيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِّينَ وَالْحِسَابَ ۚ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلْنَاهُ تَفْصِيْلًا ۝

۳۵۷۔ اور ہم نے دن اور رات کو دو نشانیاں بنایا ہے۔ رات کی نشانی کو تاریک بنایا اور دن کی نشانی کو روشن تاکہ تم اپنے پروردگار کا فضل (یعنی) روزی تلاش کرو۔ اور برسوں کا شمار اور حساب جانو۔ اور ہم نے ہر چیز کی (بخوبی) تفصیل کر دی ہے۔

۲۱۳۵۸ الانبیاء ۲۵ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ ○

۳۵۸۔ اور جو پیغمبر ہم نے تم سے پہلے بھیجے، اُن کی طرف یہی وحی بھیجی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری ہی عبادت کرو۔

۲۱۳۵۹ الانبیاء ۳۰ أُولَئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا ۖ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۖ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ ○ ۳۱ وَجَعَلْنَا فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِهِمْ ۖ وَجَعَلْنَا فِيهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ○ ۳۲ وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا مَحْفُوظًا ۖ وَهُمْ عَنْ آيَاتِهَا مُعْرِضُونَ ○ ۳۳ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ○

۳۵۹۔ کیا کافروں نے نہیں دیکھا کہ آسمان اور زمین دونوں ملے ہوئے تھے تو ہم نے اُن کو جدا جدا کر دیا۔ اور تمام جاندار چیزیں ہم نے پانی سے بنائیں۔ پھر یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے۔ اور ہم نے زمین میں پہاڑ بنائے تاکہ لوگوں (کے بوجھ) سے ہلنے (اور جھکنے) نہ لگے۔ اور اس میں کشادہ رستے بنائے تاکہ لوگ ان پر چلیں۔ اور آسمان کو محفوظ چھت بنایا۔ اس پر بھی وہ ہماری نشانیوں سے منہ پھیر رہے ہیں۔ اور وہی تو ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو بنایا (یہ) سب (یعنی سورج اور چاند اور ستارے) آسمان میں (اس طرح چلتے ہیں گویا) تیر رہے ہیں۔

۲۲۳۶۰ الحج ۱۸ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ ۖ وَكَثِيرٌ حَقٌّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ۖ وَمَنْ يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُكْرِمٍ ۖ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ ○

۳۶۰۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو (مخلوق) آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چار پائے اور بہت سے انسان اللہ کو سجدہ کرتے ہیں اور بہت سے ایسے ہیں جن پر

عذاب ثابت ہو چکا ہے۔ اور جس شخص کو اللہ ذلیل کرے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں۔ بے شک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

۲۲۳۶۱ الحج ۶۱ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوَلِّجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوَلِّجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَانَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ۝

۳۶۱۔ یہ اس لئے کہ اللہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ اور اللہ تو سننے والا دیکھنے والا ہے۔

۲۲۳۶۲ الحج ۶۳ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ۚ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ ۝ ۶۴ لَّهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ۚ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِىُّ الْحَمِيْدُ ۝ ۶۵ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِى فِى الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَيُمَسِّكُ السَّمَاءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرءُوفٌ رَّحِيْمٌ ۝ ۶۶ وَهُوَ الَّذِىْ اَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ۚ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ۝

۳۶۲۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ آسمان سے مینہ برساتا ہے۔ تو زمین سرسبز ہو جاتی ہے۔ بیشک اللہ باریک بین اور خبر دار ہے۔ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اسی کا ہے۔ اور بے شک اللہ بے نیاز اور قابل ستائش ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ جتنی چیزیں زمین میں ہیں (سب) اللہ نے تمہارے زیر فرمان کر رکھی ہیں اور کشتیاں (بھی) جو اسی کے حکم سے دریا میں چلتی ہیں اور وہ آسمان کو تھامے رہتا ہے کہ زمین پر (نہ) گر پڑے مگر اس کے حکم سے۔ بے شک اللہ لوگوں پر نہایت شفقت کرنے والا مہربان ہے۔ اور وہی تو ہے جس نے تم کو حیات بخشی پھر تم کو مارتا ہے۔ پھر تمہیں زندہ بھی کرے گا۔ اور انسان تو بڑا ناشکر ہے۔

۲۳۳۶۳ المؤمنون ۱۷ وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَاقٍ ۚ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ۝ ۱۸ وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ فَاَسْكَنَهُ فِى الْاَرْضِ ۚ وَ اِنَّا عَلٰى ذَهَابٍ بِكُمْ لَقَدِرُوْنَ ۝ ۱۹ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِمِ جَنَّتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ لَّكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهٌ كَثِيْرَةٌ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ ۲۰ وَ شَجَرَةً تُّخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سِيْنَاءٍ تَنْبُتُ بِالذَّهْنِ وَصَبْغٍ لِّلْاَكِلِيْنَ ۝ ۲۱ وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۚ نُّسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِى بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ ۲۲ وَ عَلَيْهَا وَعَلٰى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ۝

۳۶۳۔ اور ہم نے تمہارے اوپر (کی جانب) سات آسمان پیدا کئے۔ اور ہم خلقت سے غافل نہیں ہیں۔ اور ہم ہی نے آسمان سے ایک اندازے کے ساتھ پانی نازل کیا۔ پھر اس کو زمین میں ٹمہرا دیا اور ہم اس کے نابود کر دینے پر بھی قادر ہیں۔ پھر ہم نے اُس سے تمہارے لئے کھجوروں کے باغ بنائے۔ اُن میں تمہارے لئے بہت سے میوے پیدا ہوتے ہیں۔ اور اُن میں سے تم کھاتے بھی ہو اور وہ درخت بھی (ہم ہی نے پیدا کیا) جو طور سینا میں پیدا ہوتا ہے (یعنی زیتون کا درخت کہ) کھانے والوں کے لئے روغن اور سالن لئے ہونے لگتا ہے۔ اور تمہارے چار پایوں میں عبرت (اور نشانی) ہے کہ جو اُن کے پینوں میں ہے اس سے ہم تمہیں (دودھ) پلاتے ہیں اور تمہارے لئے اُن میں اور بھی بہت سے فائدے ہیں اور بخش کو تم کھاتے بھی ہو۔ اور اُن پر اور کشتیوں پر تم سوار ہوتے ہو۔

۲۳ ۳۶۴ المؤمنون ۷۸ وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۖ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ

۷۹ وَهُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝ ۸۰

وَهُوَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝

۳۶۴۔ اور وہی تو ہے جس نے تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے (لیکن) تم کم شکر گزاری کرتے ہو۔ اور وہی ہے جس نے تم کو زمین میں پیدا کیا اور اُسی کی طرف تم سب جمع ہو کر جاؤ گے اور وہی ہے جو زندگی بخشتا ہے اور موت دیتا ہے۔ اور رات اور دن کا بدلتے رہنا اُسی کا تصرف ہے۔ کیا تم سمجھتے نہیں!

۲۳ ۳۶۵ المؤمنون ۸۴ قُلْ لِّمَنِ الْأَرْضُ وَمَنْ فِيهَا إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ ۸۵ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ ۚ قُلْ

أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۝ ۸۶ قُلْ مَنْ رَبُّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ

الْعَظِيمِ ۝ ۸۷ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ ۚ قُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ۝ ۸۸ قُلْ مَنْ مِّنْ بِيَدِهِ

مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ ۸۹

سَيَقُولُونَ لِلَّهِ ۚ قُلْ فَأَنَّى تُسْحَرُونَ ۝ ۹۰ بَلْ أَتَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَإِنَّهُمْ

لَكَاذِبُونَ ۝

۳۶۵۔ کہو کہ اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ کہ زمین اور جو کچھ زمین میں ہے سب کس کا مال ہے۔ جھٹ بول اُنہیں کے کہ اللہ کا۔ کہو پھر تم سوچتے کیوں نہیں؟ (اُن سے) پوچھو کہ سات آسمانوں کا مالک کون ہے۔ اور عرش عظیم کا (کون) مالک (ہے) یہی ساختہ کہہ دیں گے کہ یہ (چیزیں) اللہ ہی کی ہیں۔ کہو کہ پھر تم ڈرتے کیوں نہیں۔ کہو کہ اگر تم جانتے ہو۔ تو بتاؤ کہ وہ کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہی ہے اور وہ پناہ دیتا ہے۔ اور اس کے مقابل کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔ فوراً کہہ دیں گے کہ (ایسی بادشاہی تو) اللہ ہی کی ہے تو کہو پھر تم

پر جادو کہاں سے پڑ جاتا ہے۔ بات یہ ہے کہ جم نے اُن کے پاس حق پہنچا دیا ہے اور یہ جو (بت پرستی کئے جاتے ہیں) بے شک مجھوٹے ہیں۔

۲۴ ۳۶۶ النور ۴۱ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صَفْتٌ ۭ كُلُّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝ ۴۲ ۭ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝ ۴۳ ۭ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهُ ثُمَّ يَجْعَلُهُ رُكَّامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلَالِهِ ۭ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيبُ بِهٖ مَنْ يَّشَاءُ وَ يَصْرِفُهُ عَنْ مَنْ يَّشَاءُ ۭ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ۝ ۴۴ ۭ يُقَلِّبُ اللّٰهُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ۝ ۴۵ ۭ وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَابَّةٍ مِنْ مَّاءٍ ۭ فَمِنْهُمْ مَنْ يَمْشِيْ عَلَى بَطْنِهٖ ۭ وَ مِنْهُمْ مَنْ يَمْشِيْ عَلَى رِجْلَيْنِ ۭ وَ مِنْهُمْ مَنْ يَمْشِيْ عَلَى اَرْبَعٍ ۭ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

۳۶۶۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو لوگ آسمانوں اور زمین میں ہیں اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اور پر پھیلانے ہوئے جانور بھی اور سب اپنی نماز اور تسبیح کے طریقے سے واقف ہیں اور جو کچھ وہ کرتے ہیں۔ (سب) اللہ کو معلوم ہے۔ اور آسمان اور زمین کی بادشاہی اللہ کے لئے ہے۔ اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی بادلوں کو چلاتا ہے۔ پھر اُن کو آپس میں ملا دیتا ہے۔ اور اُن کو تہہ بہ تہہ کر دیتا ہے۔ پھر تم دیکھتے ہو کہ بادل سے مینہ نکل (گر برس) رہا ہے۔ اور آسمان میں جو (اولوں کے) پہاڑ ہیں۔ اُن سے اولے نازل کرتا ہے۔ تو جس پر چاہتا ہے اُس کو برسا دیتا ہے۔ اور جس سے چاہتا ہے بٹا دیتا ہے۔ اور بادل میں جو بجلی ہوتی ہے اُس کی چمک آنکھوں کو خیرہ کر کے بینائی کو اچکے لئے جاتی ہے اور اللہ ہی رات اور دن کو بدلتا رہتا ہے۔ اہل بصارت کے لئے اس میں بڑی عبرت ہے۔ اور اللہ ہی نے ہر چلنے پھرنے والے جاندار کو پانی سے پیدا کیا تو ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ پیٹ کے بل چلتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو دو پاؤں سے چلتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو چار پاؤں پر چلتے ہیں۔ اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

۲۵ ۳۶۷ الفرقان ۴۵ اَلَمْ تَرَ اِلَى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۭ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهُ سَاكِنًا ۭ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسُ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ۝ ۴۶ ۭ ثُمَّ قَبَضْنَاهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يُّسِيْرًا ۝ ۴۷ ۭ وَهُوَ

الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِبَاسًا وَالنَّوْمَ سُبَاتًا وَجَعَلَ النَّهَارَ نُشُورًا ۝ ۴۸
وَهُوَ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ؕ وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً
طَهُورًا ۝ ۴۹ لِنُخْرِجَ بِهِ بَلْدَةً مَّيِّتًا وَنُسْقِيَهُ مِمَّا خَلَقْنَا أَنْعَامًا وَأَنْآسِيَّ
كَثِيرًا ۝ ۵۰ وَلَقَدْ صَرَّفْنَاهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوا فَاقْبَلْ أَكْثَرَ النَّاسِ
إِلَّا كُفُورًا ۝

۳۶۷۔ بلکہ تم نے اپنے پروردگار (کی قدرت) کو نہیں دیکھا کہ وہ سائے کو کس طرح دراز کر (کے پھیلا) دیتا ہے۔ اور اگر وہ چاہتا تو اس کو (بے حرکت) ٹھہرا رکھتا پھر سورج کو اُس کا رہنما بنا دیتا ہے۔ پھر ہم اُس کو آہستہ آہستہ اپنی طرف سمیٹ لیتے ہیں۔ اور وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے رات کو پردہ اور نیند کو آرام بنایا اور دن کو اُٹھ کھڑے ہونے کا وقت ٹھہرایا۔ اور وہی تو ہے جو اپنی رحمت کے مینہ کے آگے ہواؤں کو خوش خبری بنا کر بھیجتا ہے اور ہم آسمان سے پاک (اور تتھرا ہوا) پانی برساتے ہیں۔ تاکہ اس سے شہر مردہ (یعنی زمین افتادہ) کو زندہ کر دیں اور پھر ہم اُسے بہت سے چوپایوں اور آدمیوں کو جو ہم نے پیدا کئے ہیں پلاتے ہیں اور ہم نے اس (قرآن کی آیتوں) کو طرح طرح کے لوگوں میں بیان کیا تاکہ نصیحت پکڑیں مگر بہت سے لوگوں نے انکار کے سوا قبول نہ کیا۔

۲۵۳۶۸ الفرقان ۵۳ وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هَذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَهَذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ وَجَعَلَ
بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَحِجْرًا مَّحْجُورًا ۝ ۵۴ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ
نَسَبًا وَصِهْرًا ۖ وَكَانَ رَبُّكَ فَاعِلًا

۳۶۸۔ اور وہی تو ہے جس نے دو دریاؤں کو ملا دیا ایک کا پانی شیریں ہے پیاس بجھانے والا اور دوسرے کا کھاری، چھاتی جلانے والا اور دونوں کے درمیان ایک آڑ اور مضبوط اوٹ بنادی۔ اور وہی تو ہے جس نے پانی سے آدمی پیدا کیا پھر اس کو صاحب نسب اور صاحب قرابت دامادی بنایا۔ اور تمہارا پروردگار (ہر طرح کی) قدرت رکھتا ہے۔

۲۵۳۶۹ الفرقان ۵۹ الَّذِي خَلَقَ السَّمُوتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى
الْعَرْشِ ؕ الرَّحْمَنُ فَسَّلٰ بِهِ خَبِيرًا ۝

۳۶۹۔ جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر جا ٹھہرا وہ (جس کا نام) رحمن (یعنی بڑا مہربان) ہے تو اس کا حال کسی باخبر سے دریافت کر لو۔

۲۵۳۷۰ الفرقان ۶۱ تَبَرَّكَ الَّذِي جَعَلَ فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَجَعَلَ فِيهَا سِرَاجًا وَقَمَرًا مُنِيرًا ۝ ۶۲ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنۢ ارَادَ أَنۢ يَذَّكَّرَ أَوْ ارَادَ شُكُورًا ۝

۳۷۰۔ اور (اللہ) بڑی برکت والا ہے جس نے آسمانوں میں برج بنائے اور ان میں آفتاب کا نہایت روشن چراغ اور چمکتا ہوا چاند بھی بنایا۔ اور وہی تو ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والا بنایا۔ (یہ باتیں) اس شخص کے لئے جو غور کرنا چاہے یا شکر گزاری کا ارادہ کرے (سوچنے اور سمجھنے کی ہیں)۔

۲۶۳۷۱ الشعراء ۷ أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ ابْتِثْنَا فِيهَا مِنۢ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ ۝ ۸ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۚ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمۡ مُّؤْمِنِينَ ۝ ۹ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهٗوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝

۳۷۱۔ کیا انہوں نے زمین کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے اس پر ہر قسم کی کتنی نفیس چیزیں اُکائی ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ اس میں (قدرت اللہ کی) نشانی ہے۔ مگر یہ اکثر ایمان والے نہیں ہیں اور تمہارا پروردگار غالب (اور) مہربان ہے۔

۲۷۳۷۲ النمل ۲۵ أَلَّا يَسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ ۝ ۲۶ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ۝

۳۷۲۔ (اور نہیں سمجھتے) کہ اللہ کو جو آسمانوں اور زمین میں چھپی چیزوں کو ظاہر کر دیتا اور تمہارے پوشیدہ اور ظاہر اعمال کو جانتا ہے۔ کیوں سجدہ نہ کریں۔ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہی عرش عظیم کا مالک ہے۔

۲۷۳۷۳ النمل ۵۹ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ ۚ ؕ اللَّهُ خَيْرٌ مَّا يُشْرِكُونَ ۝ ۶۰ أَمَّنْ خَلَقَ السَّمُوتِ وَالْأَرْضَ وَأَنزَلَ لَكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً ۖ فَأَبْتَثْنَا فِيهِ حَدَاقًا ذَاتَ بَهْجَةٍ ۖ ؕ مَا كَانَ لَكُمۡ أَن تَنبِتُوا شَجَرَهَا ۚ ؕ ؕ إِلَٰهٌ مَّعَ اللَّهِ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَعْدِلُونَ ۝ ۶۱ أَمَّنْ جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا وَجَعَلَ خِلَالَهَا أَنْهَارًا وَجَعَلَ لَهَا رَوَاسِي وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ

حَاجِزًا ؕ ءَالَهُ مَعَ اللَّهِ ؕ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ ۶۲ اَمَّنْ يُجِيبُ
 الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْاَرْضِ ؕ ءَالَهُ مَعَ
 اللَّهِ ؕ قَلِيلًا مَّا تَذْكُرُونَ ۝ ۶۳ اَمَّنْ يَهْدِيكُمْ فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ
 يُرْسِلُ الرِّيْحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ؕ ءَالَهُ مَعَ اللَّهِ ؕ تَعْلَى اللَّهُ عَمَّا
 يُشْرِكُونَ ۝ ۶۴ اَمَّنْ يَبْدُوْا الْخُلُقَ ثُمَّ يُعِيْدُهُ وَمَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ
 وَالْاَرْضِ ؕ ءَالَهُ مَعَ اللَّهِ ؕ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

۳۷۳۔ کہہ دو کہ سب تعریف اللہ ہی کو سزاوار ہے اور اس کے بندوں پر سلام ہے۔ جن کو اس نے منتخب فرمایا۔
 بھلا اللہ بہتر ہے یا وہ جن کو یہ (اُس کا) شریک ٹھہراتے ہیں۔ بھلا کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور
 (کس نے) تمہارے لئے آسمان سے پانی برسایا۔ (ہم نے) پھر ہم ہی نے اس سے سرسبز باغ اکائے۔
 تمہارا کام تو نہ تھا کہ تم ان کے درختوں کو اکاتے۔ تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ (ہرگز نہیں)
 بلکہ یہ لوگ رستے سے الگ ہو رہے ہیں۔ بھلا کس نے زمین کو قرار گاہ بنایا اور اس کے نیچے نہریں بنائیں اور
 اس کے لئے پہاڑ بنائے اور (کس نے) دو دریاؤں کے نیچے اوٹ بنائی (یہ سب کچھ اللہ نے بنایا) تو کیا اللہ کے
 ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ (ہرگز نہیں) بلکہ اُن میں اکثر دانش نہیں رکھتے۔ بھلا کون بے قرار کی التجا قبول
 کرتا ہے جب وہ اس سے دعا کرتا ہے اور (کون اُس کی) تکلیف کو دور کرتا ہے اور (کون) تم کو زمین میں
 (اکلوں کا) جانشین بناتا ہے (یہ سب کچھ اللہ کرتا ہے) تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے (ہرگز نہیں
 مگر) تم بہت کم غور کرتے ہو۔ بھلا کون تم کو جنگل اور دریا کے اندھیروں میں رستہ بتاتا ہے۔ اور (کون)
 ہواؤں کو اپنی رحمت کے آگے خوش خبری بنا کر بھیجتا ہے (یہ سب کچھ اللہ کرتا ہے) تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی
 اور معبود بھی ہے؟ (ہرگز نہیں) یہ لوگ جو شرک کرتے ہیں اللہ (کی شان) اس سے بلند ہے۔ بھلا کون
 خلقت کو پہلی بار پیدا کرتا۔ پھر اس کو بار بار پیدا کرتا رہتا ہے۔ اور (کون) تم کو آسمان اور زمین سے رزق
 دیتا ہے (یہ سب کچھ اللہ کرتا ہے) تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے۔ (ہرگز نہیں) کہہ دو کہ
 (مشرکوں) اگر تم سچے ہو تو دلیل پیش کرو۔

۲۷ ۳۷۴ النمل ۸۶ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الْاَيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
 لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُوْنَ ۝

۳۷۵۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے رات کو (اس لئے) بنایا ہے کہ اس میں آرام کریں اور دن کو روشن (بنایا
 ہے کہ اس میں کام کریں) بے شک اس میں مومن لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

۲۷۳۷۵ النمل ۸۸ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسِبُهَا جَامِدَةً وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ۚ صُنْعَ اللَّهِ الَّذِي أَتَقَنَ كُلُّ شَيْءٍ ۚ إِنَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَفْعَلُونَ ۝

۳۷۵۔ اور تم پہاڑوں کو دیکھتے ہو تو خیال کرتے ہو کہ (اپنی جگہ پر) کھڑے ہیں مگر وہ (اُس روز) اس طرح اڑے پھرتے ہیں جیسے بادل (یہ) اللہ کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا۔ بیشک وہ تمہارے سب افعال سے باخبر ہے۔

۲۷۳۷۶ النمل ۹۳ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ سِيرِكُمْ أَيْتِهِ فَتَعْرِفُونَهَا ۚ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝

۳۷۶۔ اور کہو کہ اللہ کا شکر ہے وہ تم کو عنقریب اپنی نشانیاں دکھائے گا تو تم ان کو پہچان لو گے۔ اور جو کام تم کرتے ہو تمہارا پروردگار ان سے بے خبر نہیں ہے۔

۲۸۳۷۷ القصص ۷۰ وَهُوَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُولَى وَالْآخِرَةِ ۚ وَلَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝ ۷۱ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ اللَّيْلَ سَرْمَدًا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ مَنْ إِلَهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُمْ بِضِيَآءٍ ۚ أَفَلَا تَسْمَعُونَ ۝ ۷۲ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ مَنْ إِلَهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُونَ فِيهِ ۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۝ ۷۳ وَمِنْ رَحْمَتِهِ جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝

۳۷۷۔ اور وہی اللہ ہے اُس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ دنیا اور آخرت میں اسی کی تعریف ہے۔ اور اسی کا حکم اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ کہو بھلا دیکھو تو اگر اللہ تم پر ہمیشہ قیامت کے دن تک رات (کی تاریکی) کئے رہے تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تم کو روشنی لادے۔ تو کیا تم سنتے نہیں؟ کہو تو بھلا، دیکھو تو اگر اللہ تم پر ہمیشہ قیامت تک دن کئے رہے تو اللہ کے سوا کون معبود ہے کہ تم کو رات لادے جس میں تم آرام کرو۔ تو کیا تم دیکھتے نہیں؟ اور اُس نے اپنی رحمت سے تمہارے لئے رات کو اور دن کو بنایا تاکہ تم اس میں آرام کرو اور اس میں اس کا فضل تلاش کرو۔ اور تاکہ شکر کرو۔

۲۹۳۷۸ العنکبوت ۱۹ أَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللَّهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ۚ

۳۷۸۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ کس طرح خلقت کو چھلی بار پیدا کرتا پھر (کس طرح) اس کو بار بار پیدا کرتا رہتا ہے۔ یہ اللہ کو آسان ہے۔

۲۹ ۳۷۹ العنکبوت ۶۱ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمُوتِ وَالْأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ فَأَنَّى يُؤْفَكُونَ ○

۳۷۹۔ اور اگر اُن سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا اور سورج اور چاند کو کس نے (تہارے) ڈیر فرمان کیا تو کہہ دیں گے اللہ نے۔ تو پھر یہ کہاں اُلٹے جا رہے ہیں۔

۲۹ ۳۸۰ العنکبوت ۶۳ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ۖ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ ۖ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ○

۳۸۰۔ اور اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمان سے پانی کس نے نازل فرمایا پھر اس سے زمین کو اس کے مرنے کے بعد (کس نے) زندہ کیا تو کہہ دیں گے کہ اللہ نے۔ کہہ دو کہ اللہ کا شکر ہے۔ لیکن اُن میں اکثر نہیں سمجھتے۔

۳۰ ۳۸۱ الروم ۸ أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا فِي أَنفُسِهِمْ ۚ مَا خَلَقَ اللَّهُ السَّمُوتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَائِ رَبِّهِمْ لَكَافِرُونَ ○

۳۸۱۔ کیا انہوں نے اپنے دل میں غور نہیں کیا۔ کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے ان کو حکمت سے اور ایک وقت مقرر تک کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور بہت سے لوگ اپنے پروردگار سے ملنے کے قائل ہی نہیں۔

۳۰ ۳۸۲ الروم ۱۱ اللَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ○

۳۸۲۔ اللہ ہی خلقت کو پہلی بار پیدا کرتا ہے وہی اس کو پھر پیدا کرے گا پھر تم اس کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔

۳۰ ۳۸۳ الروم ۲۰ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ إِذَا أَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُونَ ۚ وَمِنْ

آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ

بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ○ ۲۲ وَمِنْ

آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَالْوَاكِنُكُمْ ۚ إِنَّ

فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْعَالِمِينَ ○ ۲۳ وَمِنْ آيَاتِهِ مَنَامُكُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ

وَإِبْتَغَاؤُكُمْ مِنْ فَضْلِهِ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ○ ۲۴ وَمِنْ

آيَاتِهِ يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا وَيُنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَيُخْرِجُ بِهِ

الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝ ۲۵ وَمِنْ
آيَاتِهِ أَنْ تَقُومَ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ بِأَمْرِهِ ۚ ثُمَّ إِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً مِّنَ
الْأَرْضِ ۚ إِذَا أَنْتُمْ تَخْرُجُونَ ۝ ۲۶ وَلَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضِ ۚ كُلٌّ لَّهُ قِنْتُونَ ۝ ۲۷ وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ
أَعْلَمُ عَلَيْهِ ۚ وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ
الْحَكِيمُ ۝

۳۸۳۔ اور اسی کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے کہ اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔ پھر اب تم انسان ہو کر
جا بجا پھیل رہے ہو اور اُسی کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے کہ اُس نے تمہارے لئے تمہاری ہی
جنس کی عورتیں پیدا کیں تاکہ ان کی طرف (مائل ہو کر) آرام حاصل کرو اور تم میں محبت اور مہربانی پیدا کر
دی۔ جو لوگ غور کرتے ہیں اُن کے لئے ان باتوں میں (بہت سی) نشانیاں ہیں اور اُسی کے نشانات (اور
تصرفات) میں سے ہے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا۔ اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا جدا جدا ہونا۔ اہل
دانش کے لئے ان (باتوں) میں (بہت سی) نشانیاں ہیں اور اسی کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے
تمہارا رات میں اور دن میں سونا اور اس کے فضل کا تلاش کرنا۔ جو لوگ سنتے ہیں اُن کے لئے ان باتوں میں
(بہت سی) نشانیاں ہیں اور اسی کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے کہ تم کو خوف اور امید دلانے کے
لئے بجلی دکھاتا ہے اور آسمان سے مینہ برساتا ہے پھر زمین کو اس کے مرجانے کے بعد زندہ (و شاداب) کر
دیتا ہے، عقل والوں کے لئے ان (باتوں) میں (بہت سی) نشانیاں ہیں اور اُسی کے نشانات (اور
تصرفات) میں سے ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں۔ پھر جب وہ تم کو زمین میں سے (نکلنے
کے لئے) آواز دے گا۔ تو تم جھٹ نکل پڑو گے۔ اور آسمانوں اور زمین میں (جتنے فرشتے اور انسان وغیرہ
ہیں) اُسی کے (مملوک) ہیں۔ (اور) تمام اُس کے فرمانبردار ہیں۔ اور وہی تو ہے جو خلقت کو پہلی بار پیدا
کرتا ہے پھر اُسے دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ اُسے بہت آسان ہے اور آسمانوں اور زمین میں اُس کی شان
بہت بلند ہے اور وہ غالب حکمت والا ہے۔

۳۸۴ ۳۰ الروم ۴۶ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ يُرْسِلَ الرِّيَّاحَ مُبَشِّرَاتٍ وَلِيَذِيقَكُمْ مِّن رَّحْمَتِهِ وَلِتَجْرِيَ
الْفُلُكُ بِأَمْرِهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝

۳۸۴۔ اور اسی کی نشانیوں میں سے ہے کہ ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ خوش خبری دیتی ہیں تاکہ تم کو اپنی رحمت کے
مزے چکھائے اور تاکہ اُس کے حکم سے کشتیاں چلیں۔ اور تاکہ تم اُس کے فضل سے (روزی) طلب کرو۔
عجب نہیں تم شکر کرو۔

۳۸۵ ۳۰ الروم ۴۸ اللَّهُ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيحَ فَتُبْرِحُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهُ فِي السَّمَاءِ كَيْفَ يَشَاءُ
وَيَجْعَلُهُ كِسْفًا فَنَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلَالِهِ ۚ فَإِذَا أَصَابَ بِهِ مَنْ يَشَاءُ
مِنْ عِبَادِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ۝ ۴۹ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلِ أَنْ يُنْزَلَ عَلَيْهِمْ
مِنْ قَبْلِهِ لُمْلِسِينَ ۝ ۵۰ فَانْظُرْ إِلَى آثَرِ رَحْمَتِ اللَّهِ كَيْفَ يُخَيِّرُ الْأَرْضَ
بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ إِنَّ ذَلِكَ لَمُحْيٍ الْمَوْتَى ۚ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

۳۸۵۔ اللہ ہی تو ہے جو ہواؤں کو چلاتا ہے تو وہ بادل کو اُبھارتی ہیں۔ پھر اللہ اس کو جس طرح چاہتا ہے آسمان پر پھیلا
دیتا اور تہ بہ تہ کر دیتا ہے پھر تم دیکھتے ہو کہ اُس کے بیچ میں سے مینہ نکلنے لگتا ہے۔ پھر جب وہ اپنے بندوں
میں سے جن پر چاہتا ہے اُسے برسا دیتا ہے تو وہ خوش ہو جاتے ہیں۔ اور بیشتر تو وہ مینہ کے اُترنے سے
پہلے ناامید ہو رہے تھے۔ تو (اے دیکھنے والے) اللہ کی رحمت کی نشانیوں کی طرف دیکھو کہ وہ کس طرح زمین کو
اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے۔ بے شک وہ مردوں کو زندہ کرنے والا ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

۳۸۶ ۳۰ الروم ۵۴ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ
مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً ۚ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْقَدِيرُ ۝

۳۸۶۔ اللہ ہی تو ہے جس نے تم کو (ابتداء میں) کمزور حالت میں پیدا کیا پھر کمزوری کے بعد طاقت عنایت کی پھر
طاقت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دیا۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہ صاحب دانش اور صاحب قدرت
ہے۔

۳۸۷ ۳۱ لقمان ۱۰ خَلَقَ السَّمَوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ۖ وَالْقَى فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ
بِكُمْ وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ ۚ وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ
كُلِّ رَوْحٍ كَرِيمٍ ۝ ۱۱ هَذَا خَلْقُ اللَّهِ فَأَرُونِي مَاذَا خَلَقَ الَّذِينَ
مِنْ دُونِهِ ۚ بَلِ الظَّالِمُونَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۝

۳۸۷۔ اسی نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر پیدا کیا جیسا کہ تم دیکھتے ہو اور زمین پر پہاڑ (بنا کر) رکھ دیے۔ تاکہ تم کو
بلانہ دے اور اس میں ہر طرح کے جانور پھیلا دیے اور ہم ہی نے آسمان سے پانی نازل کیا پھر (اُس سے) اس
میں ہر قسم کی نفیس چیزیں اُکائیں۔ یہ تو اللہ کی پیدائش ہے تو مجھے دکھاؤ کہ اللہ کے سوا جو لوگ ہیں انہوں
نے کیا پیدا کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ ظالم صریح گمراہی میں ہیں۔

۳۸۸ ۳۱ لقمان ۲۵ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ۚ قُلِ الْحَمْدُ

لِلّٰهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ ۲۶ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ
اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝

۳۸۸۔ اور اگر تم اُن سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو بول انھیں گے کہ اللہ نے۔ کہہ دو کہ اللہ کا شکر ہے، لیکن اُن میں اکثر سمجھ نہیں رکھتے۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے (سب) اللہ ہی کا ہے۔ بے شک اللہ بے پروا اور سزاوار حمد (و ثنا) ہے۔

۳۸۹ ۳۱ لقمان ۲۹ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوَلِّجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوَلِّجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِيْ اِلَىٰ اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّ اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ ۳۰ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ الْبَاطِلُ ۚ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ۝ ۳۱ اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تُجْرٰى فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِيُرِيْكُمْ مِّنْ اٰيٰتِهٖ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝

۳۸۹۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور (وہی) دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اُسی نے سورج اور چاند کو (تمہارے) زیر فرمان کر رکھا ہے ہر ایک، ایک وقت مقرر تک چل رہا ہے۔ اور یہ کہ اللہ تمہارے سب اعمال سے خبردار ہے، یہ اس لئے کہ اللہ کی ذات برحق ہے۔ اور جن کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ لغو ہیں۔ اور یہ کہ اللہ ہی عالی رتبہ اور گرامی قدر ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی کی مہربانی سے کشتیاں دریا میں چلتی ہیں تاکہ وہ تم کو اپنی کچھ نشانیاں دکھائے۔ بے شک اس میں ہر صبر کرنے والے (اور) شکر کرنے والے کے لئے نشانیاں ہیں۔

۳۹۰ ۳۲ السجدة ۴ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ ۚ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝ ۵ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يُعْرِجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝ ۶ ذٰلِكَ عَلِيْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝ ۷ الَّذِيْ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ وَبَدَا خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ۝ ۸ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِينٍ ۝ ۹ ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمْ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ ۚ قَلِيْلًا

مَا تَشْكُرُونَ ○

۳۹۰۔ اللہ ہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو چیزیں ان دونوں میں ہیں سب کو چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر جا ٹھیرا۔ اُس کے سوا تمہارا نہ کوئی دوست ہے اور نہ سفارش کرنے والا۔ کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے۔ وہی آسمان سے زمین تک (کے) ہر کام کا انتظام کرتا ہے۔ پھر وہ ایک روز جس کی مقدار تمہارے شمار کے مطابق ہزار برس ہو گا اس کی طرف صعود (اور رجوع) کرے گا۔ یہی تو پوشیدہ اور ظاہر کا جانتے والا (اور) غالب (اور) رحم والا (اللہ) ہے جس نے ہر چیز کو بہت اچھی طرح بنایا (یعنی) اُس کو پیدا کیا۔ اور انسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا، پھر اُس کی نسل خلاصے سے (یعنی) حقیر پانی سے پیدا کی۔ پھر اُس کو درست کیا پھر اُس میں اپنی (طرف سے) روح پھونکی اور تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے۔ (مگر) تم بہت کم شکر کرتے ہو۔

۳۹۱ ۳۲ السجدة ۲۷ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَسُوقُ الْمَاءَ إِلَى الْأَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا تَأْكُلُ مِنْهُ أَنْعَامُهُمْ وَأَنْفُسُهُمْ ۖ أَفَلَا يُبْصِرُونَ ○

۳۹۱۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم بنجر زمین کی طرف پانی رواں کرتے ہیں۔ پھر اُس سے کھیتی پیدا کرتے ہیں جس میں سے اُن کے چوپائے بھی کھاتے ہیں اور وہ خود بھی (کھاتے ہیں) تو یہ دیکھتے کیوں نہیں۔

۳۹۲ ۳۵ فاطر ۳ يٰكَيْهَ النَّاسُ اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ ۖ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللَّهِ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۖ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۖ فَآَنِي تُؤْفَكُونَ ○

۳۹۲۔ لوگو! اللہ کے جو تم پر احسانات ہیں اُن کو یاد کرو کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق (اور رازق) ہے۔ جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق دے۔ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں پس تم کہاں بہکے پھرتے ہو۔

۳۹۳ ۳۵ فاطر ۹ وَاللَّهُ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيحَ فَثِيرُ سَحَابًا فُسْقَنَهُ إِلَى بَلَدٍ مَيِّتٍ فَأَحْيَيْنَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۖ كَذَلِكَ النُّشُورُ ○

۳۹۳۔ اور اللہ ہی تو ہے جو ہوائیں چلاتا ہے اور وہ بادل کو ابھارتی ہیں پھر ہم اُن کو ایک بے جان شہر کی طرف چلاتے ہیں۔ پھر اُس سے زمین کو اُس کے مرنے کے بعد زندہ کر دیتے ہیں۔ اسی طرح مردوں کو جی اٹھنا ہو گا۔

۳۹۴ ۳۵ فاطر ۱۱ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ أَزْوَاجًا ۖ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنْثَى وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ ۖ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُعَمَّرٍ وَلَا يُنْقَصُ مِنْ

عُمْرَةٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ ۖ إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ○ ۱۲ وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرَيْنِ ۚ هَذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَائِغٌ شَرَابُهُ وَهَذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ ۚ وَمِنْ كُلِّ

تَأْكُلُونَ لَحْمًا طَرِيبًا وَتَسْتَخْرِجُونَ حَلِيَّةً تَلْبَسُونَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيهِ
مَوَاحِرَ لِبْتَعُونَهَا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ ۱۳ يُوَلِّجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ
وَيُوَلِّجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ ۚ وَتَسْخَرُ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۚ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ
مُسَمًّى ۚ ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۚ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ
مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ ۝

۳۹۴۔ اور اللہ ہی نے تم کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر نطفے سے پھر تم کو جوڑا جوڑا بنا دیا اور کوئی عورت نہ حاملہ ہوتی ہے اور نہ جنتی ہے مگر اُس کے علم سے۔ اور نہ کسی بڑی عمر والے کو عمر زیادہ دی جاتی ہے اور نہ اُس کی عمر کم کی جاتی ہے مگر (سب کچھ) کتاب میں (لکھا ہوا) ہے۔ بے شک یہ اللہ کو آسان ہے۔ اور دونوں دریا (ملکر) یکساں نہیں ہو جاتے۔ یہ تو میٹھا ہے پیاس بجھانے والا جس کا پانی خوشگوار ہے اور ایک کھاری ہے کڑوا۔ اور سب سے تم تازہ گوشت کھاتے ہو اور زیور نکالتے ہو جسے پہنتے ہو۔ اور تم دریا میں کشتیوں کو دیکھتے ہو کہ (پانی کو) پھاڑتی چلی آتی ہیں تاکہ تم اُس کے فضل سے (معاش) تلاش کرو اور تاکہ شکر کرو۔ وہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور (وہی) دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اُسی نے سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا ہے۔ ہر ایک، ایک وقت مقرر تک چل رہا ہے۔ یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے اسی کی بادشاہی ہے۔ اور جن لوگوں کو تم اُس کے سوا پکارتے ہو وہ کججور کی کٹھنلی کے چھلکے کے برابر بھی تو (کسی چیز کے) مالک نہیں۔

۳۹۵ فاطر ۲۷ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً ۚ فَآخَرَ جَنَابًا ۚ ثُمَّ تَخْتَلِفُ اَلْوَانُهَا ۚ
وَمِنْ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ مَّ بَيَضٌ وَحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ سُودٌ ۝ ۲۸
وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَّآبِ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهُ كَذٰلِكَ ۚ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ
مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ غَفُوْرٌ ۝

۳۹۵۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے مینہ برسایا۔ تو ہم نے اُس سے طرح طرح کے رنگوں کے میوے پیدا کئے۔ اور پہاڑوں میں سفید اور سرخ رنگوں کے قطعات ہیں اور (بعض) کالے سیاد ہیں۔ انسانوں اور جانوروں اور چارپایوں کے بھی کئی طرح کے رنگ ہیں۔ اللہ سے تو اُس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو صاحبِ علم ہیں۔ بے شک اللہ غالب (اور) بخشنے والا ہے۔

۳۹۶ فاطر ۴۱ اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَا اِنْ اَمْسَكَهُمَا
مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهِ ۚ اِنَّهٗ كَانَ خَلِيْمًا غَفُوْرًا ۝

۳۹۶۔ اللہ ہی آسمانوں اور زمین کو تھامے رکھتا ہے کہ ٹل نہ جائیں۔ اگر وہ ٹل جائیں تو اللہ کے سوا کوئی ایسا نہیں جو اُن کو تھام سکے۔ بے شک وہ بُردبار (اور) بخشنے والا ہے۔

۳۹۷ ۳۶ یس ۱۲ اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰی وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ ۚ وَكُلُّ شَيْءٍ اَحْصَيْنَاهُ فِيْ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ۝

۳۹۷۔ بے شک ہم مردوں کو زندہ کریں گے اور جو کچھ وہ آگے بھیج چکے اور (جو) اُن کے نشان پیچھے رد کئے ہم اُن کو قلمبند کر لیتے ہیں اور ہر چیز کو ہم نے کتاب روشن (یعنی لوح محفوظ) میں لکھ رکھا ہے۔

۳۹۸ ۳۶ یس ۳۳ وَاٰیَةُ لَهُمُ الْاَرْضُ الْمَيِّتَةُ ۚ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ۝ ۳۴

وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنَّتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ۝ ۳۵

لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهِ ۚ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ۚ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ۝ ۳۶ سُبْحٰنَ

الَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا

لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ ۳۶ وَاٰیَةُ لَهُمُ الْبَلَدُ الَّذِيْ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُظْلِمُوْنَ ۝

۳۸ وَالشَّمْسُ تَجْرٰی لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۚ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ ۳۹

وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ۝ ۴۰ لَا الشَّمْسُ

يَنْبَغِيْ لَهَا اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۚ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ

يَسْبَحُوْنَ ۝ ۴۱ وَاٰیَةُ لَهُمُ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلِكِ الْمَشْحُوْنِ ۝ ۴۲

وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِنْ مِثْلِهِ مَا يَرْكَبُوْنَ ۝ ۴۳ وَاِنْ نَّشَأْ نُفْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْحَ لَهُمْ

وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ ۝ ۴۴ اِلَّا رَحْمَةً مِنَّا وَمَتَاعًا اِلٰی حِيْنٍ ۝

۳۹۸۔ اور ایک نشانی اُن کے لئے زمین مُردہ ہے۔ کہ ہم نے اُس کو زندہ کیا اور اُس میں سے اناج اُکھایا پھر یہ اُس

میں سے کھاتے ہیں اور اُس میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ پیدا کئے اور اس میں چشمے جاری کر دیے۔ تاکہ

یہ اُن کے پھل کھائیں اور ان کے ہاتھوں نے تو اُن کو نہیں بنایا پھر یہ شکر کیوں نہیں کرتے۔ وہ اللہ پاک

ہے جس نے زمین کی نباتات کے اور خود ان کے اور جن چیزوں کی ان کو خبر نہیں سب کے جوڑے

بنائے۔ اور ایک نشانی اُن کے لئے رات ہے کہ اس میں سے ہم دن کو کھینچ لیتے ہیں تو اُس وقت اُن پر

اندھیرا چھا جاتا ہے اور سورج اپنے مقرر رستے پر چلتا رہتا ہے۔ یہ (اللہ) غالب اور دانا کا (مقرر کیا ہوا) اندازہ

ہے۔ اور چاند کی بھی ہم نے منزلیں مقرر کر دیں یہاں تک کہ (گھٹتے گھٹتے) کھجور کی پرانی شاخ کی طرح ہو جاتا

ہے۔ نہ تو سورج ہی سے ہو سکتا ہے کہ چاند کو پکڑے۔ اور نہ رات ہی دن سے پہلے آ سکتی ہے۔ سب اپنے اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں۔ اور ایک نشانی اُن کے لئے یہ ہے کہ ہم نے اُن کی اولاد کو بحری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔ اور اُن کے لئے ویسی ہی چیزیں پیدا کیں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں۔ اور اگر ہم چاہیں تو اُن کو غرق کر دیں۔ پھر نہ تو اُن کا کوئی فریاد رس ہو اور نہ اُن کو رہائی ملے۔ مگر یہ ہماری رحمت اور ایک مدت تک کے فائدے ہیں۔

۳۹۹ ۳۶ یس ۷۱ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَا اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مَلِكُونَ ۷۲
وَذَلَّلْنَاهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ وَمِنْهَا يَكُلُونَ ۷۳ وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ
وَمَشَارِبٌ ۚ اَفَلَا يَشْكُرُونَ ۝

۳۹۹۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ جو چیزیں ہم نے اپنے ہاتھوں سے بنائیں اُن میں سے ہم نے اُن کے لئے چارپائے پیدا کر دیے اور یہ اُن کے مالک ہیں اور اُن کو ان کے قابو میں کر دیا تو کوئی تو ان میں سے ان کی سواری ہے اور کسی کو یہ کھاتے ہیں۔ اور اُن میں اُن کے لئے (اور) فائدے اور پینے کی چیزیں ہیں۔ تو یہ شکر کیوں نہیں کرتے۔

۴۰۰ ۳۶ یس ۷۷ اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۷۸
وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ ۚ قَالَ مَنْ يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ۷۹ قُلْ
يُحْيِيهَا الَّذِي اَنْشَاَهَا اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ۸۰ الَّذِي
جَعَلَ لَكُم مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَا اَنْتُمْ تُوقِدُوْنَ ۸۱
اَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقَدِيْرٍ عَلٰى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ۚ
بَلٰى ۚ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ۸۲ اِنَّمَا اَمْرُهُ اِذَا اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَقُوْلَ لَهُ كُنْ
فَيَكُوْنُ ۸۳ فَسُبْحٰنَ الَّذِي بِيْدِهِ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّ اِلَيْهِ
تُرْجَعُوْنَ ۝

۴۰۰۔ کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اُس کو نطفے سے پیدا کیا۔ پھر وہ تڑاق پڑاق جھکڑنے لگا۔ اور ہمارے بارے میں مثالیں بیان کرنے لگا اور اپنی پیدائش کو بھول گیا۔ کہنے لگا کہ (جب) ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی تو اُن کو کون زندہ کرے گا۔ کہہ دو کہ اُن کو وہ زندہ کرے گا جس نے اُن کو پہلی بار پیدا کیا تھا۔ اور وہ سب قسم کا پیدا کرنا جانتا ہے۔ (وہی) جس نے تمہارے لئے سبز درخت سے آگ پیدا کی پھر تم اُس کی ٹہنیوں کو رگڑ کر اُن سے آگ نکالتے ہو۔ بھلا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ کیا وہ اس بات پر قادر

نہیں کہ (ان کو پھر) ویسے ہی پیدا کر دے۔ کیوں نہیں۔ اور وہ تو بڑا پیدا کرنے والا اور علم والا ہے۔ اُس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اُس سے فرما دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔ وہ (ذات) پاک ہے۔ جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے۔ اور اُسی کی طرف تم کو لوٹ کر جانا ہے۔

۴۰۱ ۳۷ الصّٰفّٰت ۴ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ۵ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ

الْمَشَارِقِ ۶ اِنَّا زَيْنًا السَّمَاءِ الدُّنْيَا بِزَيْنَةٍ ۷ الْكَوَاكِبِ ۷ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۸ لَا يَسْمَعُونَ اِلَى الْمَلَا الْاَعْلٰى وَيُقَذَّفُونَ مِّنْ كُلِّ جَانِبٍ ۹ دُحُوْرًا وَلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۱۰ اِلَّا مَن خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاتَّبَعَهُ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۱۱ فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مِّنْ خَلْقِنَا اِنَّا خَلَقْنَهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّا زِبٍ ۱۲

۳۰۱۔ کہ تمہارا معبود ایک ہے۔ جو آسمانوں اور زمین اور جو چیزیں اُن میں ہیں سب کا مالک ہے۔ اور سورج کے طلوع ہونے کے مقامات کا بھی مالک ہے۔ بے شک ہم ہی نے آسمان دنیا کو ستاروں کی زینت سے مزین کیا اور ہر شیطان سرکش سے اس کی حفاظت کی۔ کہ اوپر کی مجلس کی طرف کان نہ لگا سکیں اور ہر طرف سے (اُن پر) اٹھارے (پھینکے جاتے ہیں۔) (یعنی وہاں سے) نکال دینے کو اور اُن کے لئے دائمی عذاب ہے۔ ہاں جو کوئی (فرشتوں کی کسی بات کو) چوری سے جھپٹ لینا چاہتا ہے تو جلتا ہوا اٹھارہ اُن کے پیچھے لگتا ہے۔ تو اُن سے پوچھو کہ اُن کا بنانا مشکل ہے یا جتنی خلقت ہم نے بنائی ہے، انہیں ہم نے چپکے کارے سے بنایا ہے۔

۴۰۲ ۳۸ ص ۶۵ قُلْ اِنَّمَا اَنَا مُنْذِرٌ ۚ وَمَا مِّنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۶۶ رَبُّ

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ ۱۳

۳۰۲۔ کہہ دو کہ میں تو صرف ہدایت کرنے والا ہوں اور اللہ یکتا اور غالب کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جو آسمانوں اور زمین اور جو مخلوق اُن میں ہے سب کا مالک ہے غالب (اور) بخشنے والا۔

۴۰۳ ۳۹ الزمر ۵ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ اللَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ

عَلَى اللَّيْلِ ۚ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۚ كُلٌّ يَجْرِي لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ اِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ ۶ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا رُجُوْحَهَا ۚ وَانْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمَنِةً اَزْوَاجًا ۚ يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُوْنٍ اُمْهَتِكُمْ خَلْقًا مِّنْ بَعْدِ خَلْقٍ ۚ فِى ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ۚ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۚ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنى تُصْرَفُوْنَ ۱۴

۴۰۳۔ اُسی نے آسمانوں اور زمین کو تدبیر کے ساتھ پیدا کیا ہے (اور) وہی رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے۔ اور اُسی نے سورج اور چاند کو بس میں کر رکھا ہے۔ سب ایک وقت مقرر تک چلتے رہیں گے۔ دیکھو وہی غالب (اور) بخشنے والا ہے اُسی نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا پھر اس سے اس کا جوڑا بنایا اور اسی نے تمہارے لئے چار پایوں میں سے آٹھ جوڑے بنائے۔ وہی تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ میں (پہلے) ایک طرح پھر دوسری طرح تین اندھیروں میں بناتا ہے۔ یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے۔ اُسی کی بادشاہی ہے۔ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں پھر تم کہاں پھرے جاتے ہو؟

۴۰۴ ۳۹ الزمر ۲۱ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهُ يَنَابِيعٌ فِي الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهُ حُطَامًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرًا لِاُولٰٓئِی الْاَلْبَابِ ۝

۴۰۴۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ آسمان سے پانی نازل کرتا پھر اُس کو زمین میں چشمے بنا کر جاری کرتا پھر اُس سے کھیتی اُگاتا ہے۔ جس کے طرح طرح کے رنگ ہوتے ہیں پھر وہ خشک ہو جاتی ہے تو تم اس کو دیکھتے ہو (کہ) زرد (بوکھی ہے) پھر اُسے چورا چورا کر دیتا ہے۔ بیشک اس میں عقل والوں کے لئے نصیحت ہے۔

۴۰۵ ۳۹ الزمر ۴۲ اَللّٰهُ يَتَوَفّٰی الْاَنۡفُسَ حِیۡنَ مَوۡتِہَا وَالتِّیۡ لَمْ تَمُتْ فِیۡ مَنَامِہَا ؕ فِیۡمَسِکُ التِّیۡ قَضٰی عَلَیْہَا الْمَوۡتَ وَیُرۡسِلُ الْاٰخِرٰی اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَفَكَّرُوۡنَ ۝

۴۰۵۔ اللہ لوگوں کے مرنے کے وقت اُن کی روہیں قبض کر لیتا ہے۔ اور جو مرے نہیں (ان کی روہیں) سوتے ہیں (قبض کر لیتا ہے) پھر جن پر موت کا حکم کر چکتا ہے ان کو روک رکھتا ہے اور باقی روہوں کو ایک وقت مقرر تک کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔ جو لوگ فکر کرتے ہیں اُن کے لئے اس میں نشانیاں ہیں۔

۴۰۶ ۳۹ الزمر ۴۶ قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَلِیۡمَ الْغَیۡبِ وَالشَّہَادَۃِ اَنْتَ تَحۡکُمُ بَیۡنَ عِبَادِکَ فِیۡ مَا کَانُوۡا فِیۡہِ یَخْتَلِفُوۡنَ ۝

۴۰۶۔ کہو کہ اے اللہ (اے) آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے (اور) پوشیدہ اور ظاہر کے جاتے والے تو ہی اپنے بندوں میں اُن باتوں کا جن میں وہ اختلاف کرتے رہے ہیں، فیصلہ کرے گا۔

۴۰۷ ۳۹ الزمر ۶۲ اَللّٰهُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ وَّکِیۡلٌ ۝۶۳ لَّہٗ مَقَالِیۡدُ

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۝

۴۰۷۔ اللہ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز کا نگران ہے۔ اُسی کے پاس آسمانوں اور زمین کی کنجیاں

۴۰۸ ۳۹ الزمر ۶۷ وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ ۝ وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ

وَالسَّمَوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ ۖ بِيَمِينِهِ ۖ سُبْحَنَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝

۴۰۸۔ اور انہوں نے اللہ کی قدر شناسی جیسی کرنی چاہیے تھی نہیں کی۔ اور قیامت کے دن تمام زمین اُس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوں گے۔ اور وہ اُن لوگوں کے شرک سے پاک اور عالی شان ہے۔

۴۰۹ ۴۰ المؤمن ۱۳ هُوَ الَّذِي يُرِيكُمْ آيَاتِهِ وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ رِزْقًا ۖ وَمَا يَتَذَكَّرُ إِلَّا مَنْ

يُنِيبُ ۝

۴۰۹۔ وہی تو ہے جو تم کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے۔ اور تم پر آسمان سے رزق اتارتا ہے۔ اور نصیحت تو وہی پکڑتا ہے جو (اُس کی طرف) رجوع کرتا ہے۔

۴۱۰ ۴۰ المؤمن ۱۵ رَفِيعَ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ

مِنْ عِبَادِهِ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ۝

۴۱۰۔ (وہ) مالک درجات عالی اور صاحب عرش ہے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے حکم سے وحی بھیجتا ہے تاکہ ملاقات کے دن سے ڈراوے۔

۴۱۱ ۴۰ المؤمن ۵۷ لَخَلَقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ

لَا يَعْلَمُونَ ۝

۴۱۱۔ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا لوگوں کے پیدا کرنے سے بڑا (کام) ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

۴۱۲ ۴۰ المؤمن ۶۱ اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۖ إِنَّ اللَّهَ لَذُو

فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ۝ ۶۲ ذَلِكُمُ اللَّهُ

رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ فَاَنى تُؤْفَكُونَ ۝

۴۱۲۔ اللہ ہی تو ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی کہ اُس میں آرام کرو اور دن کو روشن بنایا (کہ اُس میں کام کرو) بے شک اللہ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے جو ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ پھر تم کہاں بھٹک رہے ہو۔

۴۱۳ ۴۰ المؤمن ۶۴ اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ قَرَارًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً ۖ وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ

صُورَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ ۖ ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ ۚ فَتَبَرَّكَ اللَّهُ رَبُّ

الْعَلَمِينَ ۝ ۶۵ هُوَ الْحَيُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ
الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَلَمِينَ ۝

۳۱۳۔ اللہ ہی تو ہے جس نے زمین کو تمہارے لئے ٹھیرنے کی جگہ اور آسمان کو چھت بنایا اور تمہاری صورتیں بنائیں اور صورتیں بھی خوب بنائیں اور تمہیں پاکیزہ چیزیں کھانے کو دیں۔ یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے پس اللہ پروردگارِ عالم بہت ہی بابرکت ہے۔ وہ زندہ ہے (جسے موت نہیں) اُس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں تو اس کی عبادت کو خالص کر کر اُسی کو پکارو ہر طرح کی تعریف اللہ ہی کو (سزاوار) ہے جو تمام جہان کا پروردگار ہے۔

۴۱۴۔ ۴۰ المؤمن ۶۸ هُوَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ فَإِذَا قُضِيَ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۝
۳۱۳۔ وہی تو ہے جو جلاتا اور مارتا ہے۔ پھر جب کوئی کام کرنا (اور کسی کو پیدا کرنا) چاہتا ہے تو اُس سے کہہ دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔

۴۱۵۔ ۴۰ المؤمن ۷۹ اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَنْعَامَ لَتَرْكَبُوا مِنْهَا وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ۝ ۸۰ وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوا عَلَيْهَا حَاجَةً فِي صُدُورِكُمْ وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُونَ ۝ ۸۱ وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ ۚ فَآيَ آيَاتِ اللَّهِ تُنْكِرُونَ ۝

۳۱۵۔ اللہ ہی تو ہے جس نے تمہارے لئے چارپائے بنائے تاکہ اُن میں سے بعض پر سوار ہو اور بعض کو تم کھاتے ہو۔ اور تمہارے لئے اُن میں (اور بھی) فائدے ہیں۔ اور اس لئے بھی کہ (کہیں جانے کی) تمہارے دلوں میں جو حاجت ہو اُن پر (چڑھ کر وہاں) پہنچ جاؤ اور اُن پر اور کشتیوں پر تم سوار ہوتے ہو اور وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تو تم اللہ کی کن کن نشانیوں کو نہ مانو گے۔

۴۱۶۔ ۴۱ جَمِ السَّجْدَةِ ۹ قُلْ أَنتُمْ لَتَكْفُرُونَ بِالَّذِي خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُونَ لَهُ أَنْدَادًا ۚ
ذَلِكَ رَبُّ الْعَلَمِينَ ۝ ۱۰ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبَرَكَ فِيهَا
وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَهَا فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ ۚ سَوَاءٌ لِّلسَّائِلِينَ ۝ ۱۱ ثُمَّ اسْتَوَى إِلَى
السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا ۚ قَالَتَا أَتَيْنَا
طَائِعِينَ ۝ ۱۲ فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمَوَاتٍ فِي يَوْمَيْنِ وَأَوْحَىٰ فِي كُلِّ سَمَاءٍ
أَمْرًا ۚ وَزَيْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ ۚ وَحِفْظًا ۚ ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ
الْعَلِيمِ ۝

یہ اپنے پروردگار کے روبرو حاضر ہونے سے شک میں ہیں۔ سُن رکھو کہ وہ ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔

۴۲۴۱۹ الشوریٰ ۳ کَذٰلِكَ يُوحٰی اِلَیْكَ وَاِلٰی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝ ۴

لَهُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ۝ ۵ تَكَادُ

السَّمٰوٰتُ یَنْتَظِرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلَائِكَةُ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ

وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِی الْاَرْضِ ۚ اِلَّا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝

۴۱۹۔ اللہ غالب و دانا اسی طرح تمہاری طرف مضامین اور (برابین) بھیجتا ہے۔ جس طرح تم سے پہلے لوگوں کی

طرف وحی بھیجتا رہا ہے۔ جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اُسی کا ہے۔ اور وہ عالی رتبہ اور گرامی

قدر ہے۔ قریب ہے کہ آسمان اُوپر سے پھٹ پڑیں اور فرشتے اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ اُس کی

تسبیح کرتے رہتے ہیں اور جو لوگ زمین میں ہیں۔ ان کے لئے معافی مانگتے رہتے ہیں۔ سُن رکھو کہ اللہ بخشنے

والا مہربان ہے۔

۴۲۴۲۰ الشوریٰ ۹ اَمْ اَتَّخَذُوا مِنْ دُوْنِ اَوْلِیَآءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِیُّ وَهُوَ یُحْیِ الْمَوْتٰی وَهُوَ عَلٰی

كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝

۴۲۰۔ کیا انہوں نے اس کے سوا کارساز بنائے ہیں۔ کارساز تو اللہ ہی ہے اور وہی مُردوں کو زندہ کرے گا۔ اور وہ

ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

۴۲۴۲۱ الشوریٰ ۱۱ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَ مِنْ

الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ یَذَرُوكُمْ فِیْهِ ۚ لَیْسَ كَمِثْلِهِ شَیْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِیْعُ

الْبَصِیْرُ ۝ ۱۲ لَهُ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ

وَبِقَدْرِ ۚ اِنَّهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝

۴۲۱۔ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا (وہی ہے)۔ اُسی نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کے جوڑے

بنائے اور چار پایوں کے بھی جوڑے (بنائے اور) اسی طریق پر تم کو پھیلاتا رہتا ہے۔ اُس جیسی کوئی چیز

نہیں۔ اور وہ دیکھتا سنتا ہے۔ آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اُسی کے ہاتھ میں ہیں۔ وہ جس کے لئے چاہتا

ہے رزق فراخ کر دیتا ہے (اور جس کے لئے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے۔ بے شک وہ ہر چیز سے واقف ہے۔

۴۲۴۲۲ الشوریٰ ۲۸ وَهُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ مِنْ اَبْعَدِ مَا قَنَطُوا وَیَنْشُرُ رَحْمَتَهُ ۚ وَهُوَ الْوَلِیُّ

الْحَمِیْدُ ۝ ۲۹ وَمِنْ اٰیٰتِہٖ خُلِقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا مِنْ

دَآبَّةٍ ۚ وَهُوَ عَلٰی جَمْعِهِمْ اِذَا یَشَآءُ قَدِیْرٌ ۝

۴۲۲۔ اور وہی تو ہے جو لوگوں کے ناامید ہو جانے کے بعد میند برساتا اور اپنی رحمت (یعنی بارش) کی برکت کو پھیلا دیتا ہے۔ اور وہ کارساز سزاوار تعریف ہے۔ اور اُسی کی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور اُن جانوروں کا جو اُس نے اُن میں پھیلار کھے ہیں۔ اور وہ جب چاہے اُن کے جمع کر لینے پر قادر ہے۔

۴۲۳ ۴۲ الشوری ۳۲ وَمِنْ آيَاتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ۝ ۳۳ اِنْ يَشَاءْ يُسَكِّنِ الرَّيْحَ فَيُظِلِّلْنَ رَوَاكِدَ عَلَى ظُهُورِهِ ۝ اِنْ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ جَبَّارٍ شَكُورٍ ۝
أُولُو بُقُولٍ بِمَا كَسَبُوا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيرٍ ۝

۴۲۳۔ اور اُسی کی نشانیوں میں سے سمندر کے جہاز ہیں (جو) گویا پہاڑ (ہیں)۔ اگر اللہ چاہے تو ہوا کو ٹھیرا دے اور جہاز اس کی سطح پر کھڑے رہ جائیں۔ تمام صبر اور شکر کرنے والوں کے لئے اِن (باتوں) میں قدرت اللہ کے نمونے ہیں۔ یا اُن کے اعمال کے سبب اُن کو تباہ کر دے اور بہت سے قصور معاف کر دے۔

۴۲۴ ۴۲ الشوری ۴۹ لِّلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۝ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ مِثَیْہُ لِمَنْ يَّشَاءُ اِنَّا ۝
وَيَهْبِ لِمَنْ يَّشَاءُ الذُّكُوْرُ ۝ ۵۰ اَوْ يُزَوِّجْہُمْ ذُکْرًا ۝ اِنَّا ۝ وَیَجْعَلُ مَنْ
یَّشَاءُ عَقِیْمًا ۝ اِنَّہٗ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ ۝

۴۲۴۔ (تمام) بادشاہت اللہ کی ہی ہے آسمانوں کی بھی اور زمین کی بھی۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جسے چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے بیٹے بخشتا ہے۔ یا اُن کو بیٹے اور بیٹیاں دونوں عنایت فرماتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے بے اولاد رکھتا ہے۔ وہ تو جانتے والا (اور) قدرت والا ہے۔

۴۲۵ ۴۳ الزخرف ۹ وَلَیْنِ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ خَلَقَہُنَّ الْعَزِیْزُ
الْعَلِیْمُ ۝ ۱۰ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا ۝ وَجَعَلَ لَکُمْ فِیْہَا سُبُلًا
لَّعَلَّکُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ ۱۱ وَالَّذِیْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَآءً بِقَدْرِ ۝ فَانْشَرْنَا بِہٖ بَلَدًا
مَّیْتًا ۝ کَذٰلِکَ تُخْرِجُوْنَ ۝ ۱۲ وَالَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ کُلَّہَا ۝ وَجَعَلَ لَکُمُ
مِّنَ الْفُلْکِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْکَبُوْنَ ۝ ۱۳ لِّتَسْتَوُوْا عَلٰی ظُہُوْرِہٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا
نِعْمَةَ رَبِّکُمْ اِذَا اسْتَوِیْتُمْ عَلَیْہِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا
کُنَّا لَہٗ مُقْرِئِیْنَ ۝ ۱۴ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۝

۴۲۵۔ اور اگر تم اُن سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو کہہ دیں گے کہ اُن کو غالب اور علم

۴۲۹ ۴۵ الجاثیة ۱۲ اللَّهُ الَّذِي سَخَّرَ لَكُمْ الْبَحْرَ لَتَجْرِي الْفُلُكُ فِيهِ بِأَمْرِهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ

تَشْكُرُونَ ۱۳۰ وَسَخَّرَ لَكُمْ مِمَّا فِي السَّمُوتِ وَمِمَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ ۚ إِنَّ فِي

ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝

۴۲۹۔ اللہ ہی تو ہے جس نے دریا کو تمہارے قابو کر دیا تاکہ اُس کے حکم سے اُس میں کشتیاں چلیں اور تاکہ تم اُس کے فضل سے (معاش) تلاش کرو اور تاکہ شکر کرو۔ اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو اپنے (حکم) سے تمہارے کام میں لگا دیا۔ جو لوگ غور کرتے ہیں اُن کے لئے اِس میں (قدرت اللہ کی) نشانیاں ہیں۔

۴۳۰ ۴۷ محمد ۱۹ فَاعْلَمَ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرُ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۚ وَاللَّهُ

يَعْلَمُ مُتَقَلِّبُكُمْ وَمَثُوكُمْ ۝

۴۳۰۔ پس جان رکھو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو (اور) مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے بھی۔ اور اللہ تم لوگوں کے چلنے پھرنے اور ٹھہرنے سے واقف ہے۔

۴۳۱ ۴۸ الفتح ۴ هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا مَّعَ إِيمَانِهِمْ ۚ

وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝

۴۳۱۔ وہی تو ہے جس نے مومنوں کے دلوں پر تسلی نازل فرمائی تاکہ اُن کے ایمان کے ساتھ اور ایمان بڑھے۔ اور آسمانوں اور زمین کے لشکر (سب) اللہ ہی کے ہیں۔ اور اللہ جانتے والا (اور) حکمت والا ہے۔

۴۳۲ ۴۸ الفتح ۷ وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝

۴۳۲۔ اور آسمانوں اور زمین کے لشکر اللہ ہی کے ہیں اور اللہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔

۴۳۳ ۵۰ ق ۶ أَفَلَمْ يَنْظُرُوا إِلَى السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنَاهَا وَزَيَّنَّاهَا وَمَا هِيَ مِنْ فُرُوجٍ ۚ

وَالْأَرْضَ مَدَدْنَاهَا وَأَلْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ

مِّنْ شَيْءٍ ۚ ۸۰ تَبَصَّرُوا وَذِكْرَىٰ لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيبٍ ۚ ۹۰ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً

مُبْرَكًا فَأَنْبَتْنَا بِهِ جَنَّاتٍ وَحَبَّ الْحَصِيدِ ۚ ۱۰ وَالنَّخْلَ بَسَقَتِهَا طَلْعُ

نَضِيدٍ ۚ ۱۱ رَزَقْنَا لِلْعِبَادِ ۚ وَأَخْيَيْنَا بِهِ بَلَدَةً مِّثْلًا ۚ كَذَٰلِكَ الْخُرُوجُ ۝

۴۳۳۔ کیا اُنہوں نے اپنے اوپر آسمان کی طرف نگاہ نہیں کی کہ ہم نے اس کو کیونکر بنایا اور (کیونکر) سجایا۔ اور اس میں کہیں شکاف تک نہیں۔ اور زمین کو (دیکھو اُسے) ہم نے پھیلایا اور اس میں پہاڑ رکھ دیے اور اس میں

ہر طرح کی خوشنما چیزیں اُکائیں۔ تاکہ رجوع لانے والے بندے ہدایت اور نصیحت حاصل کریں۔ اور آسمان سے برکت والا پانی اُتارے۔ اور اُس سے باغ و بُستان اُکائے اور کھیتی کا اناج۔ اور لمبی لمبی کھجوریں جن کا کابجا تہ بہ تہ ہوتا ہے۔ (یہ سب کچھ) بندوں کو روزی دینے کے لئے (کیا ہے) اور اس (پانی) سے ہم نے شہرِ مُردہ (یعنی زمینِ افتادہ) کو زندہ کیا۔ (بس) اسی طرح (قیامت کے روز) محل پڑنا ہے۔

۴۳۴ ۵۰ ق ۳۸ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ۚ وَمَا مَسَّنَا مِنْ

لُغُوبٍ ۝

۴۳۴۔ اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو (مخلوقات) اُن میں ہے سب کو چھ دن میں بنایا۔ اور ہم کو ذرا بھی تھکان نہیں ہوئی۔

۴۳۵ ۵۱ الذریت ۲۰ وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِلْمُوقِنِينَ ۝ ۲۱ وَفِي أَنْفُسِكُمْ ۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۝

۲۲ وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ۚ ۲۳ فَوَرَبَّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ

لَحَقُّ مِثْلَ مَا أَنْتُمْ تَنْطِقُونَ ۝

۴۳۵۔ اور یقین کرنے والوں کے لیے زمین میں (بہت سی) نشانیاں ہیں۔ اور خود تمہارے نفوس میں۔ تو کیا تم دیکھتے نہیں؟ اور تمہارا رزق اور جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے آسمان میں ہے۔ تو آسمانوں اور زمین کے مالک کی قسم۔ یہ (اسی طرح) قابل یقین ہے جس طرح تم بات کرتے ہو۔

۴۳۶ ۵۱ الذریت ۴۷ وَالسَّمَاءِ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ ۝ ۴۸ وَالْأَرْضَ فَرَشْنَاهَا فَنِعْمَ الْمَاهِدُونَ

۴۹ ۝ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝ ۵۰ فَفِرُّوا إِلَى

اللَّهِ إِنِّي لَكُمْ مِنْهُ نَذِيرٌ مُبِينٌ ۝

۴۳۶۔ اور آسمانوں کو ہم ہی نے ہاتھوں سے بنایا اور ہم کو سب مقدور ہے۔ اور زمین کو ہم ہی نے بچھایا تو (دیکھو) ہم کیا خوب بچھانے والے ہیں۔ اور ہر چیز کی ہم نے دو قسمیں بنائیں تاکہ تم نصیحت پکڑو۔ تو تم لوگ اللہ کی طرف بھاگ چلو میں اس کی طرف سے تم کو صریح رستہ بتانے والا ہوں۔

۴۳۷ ۵۳ النجم ۴۲ وَأَنْ إِلَى رَبِّكَ الْمُنْتَهَى ۝ ۴۳ وَأَنَّهُ هُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكَى ۝ ۴۴ وَأَنَّهُ

هُوَ أَمَاتٌ وَأَحْيَا ۝ ۴۵ وَأَنَّهُ خَلَقَ الزُّوجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَى ۝ ۴۶ مِنْ

نُطْفَةٍ إِذَا تَمَنَّى ۝ ۴۷ وَأَنَّ عَلَيْهِ النُّشْأَةَ الْآخِرَى ۝ ۴۸ وَأَنَّهُ هُوَ أَغْنَىٰ وَأَقْنَىٰ

۴۹ ۝ وَأَنَّهُ هُوَ رَبُّ الشُّعْرَى ۝ ۵۰

۲۳۷۔ اور یہ کہ تمہارے پروردگار ہی کے پاس پہنچنا ہے۔ اور یہ کہ وہ بنساتا اور رلاتا ہے۔ اور یہ کہ وہی مارتا اور چلاتا ہے۔ اور یہ کہ وہی نور اور مادہ دو قسم (کے حیوان) پیدا کرتا ہے۔ (یعنی نطفے سے جو (رحم میں) ڈالا جاتا ہے۔ اور یہ کہ (قیامت کو) اسی پر دوبارہ اٹھانا لازم ہے۔ اور یہ کہ وہی دو لہتمند بناتا اور مفلس کرتا ہے۔ اور یہ کہ وہی شعری کا مالک ہے۔

۴۳۸ ۵۵ الرحمن ۱ الرُّحْمٰنُ ۲ عَلَّمَ الْقُرْآنَ ۳ خَلَقَ الْإِنْسَانَ ۴ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۵
الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۶ وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدْنَ ۷ وَالسَّمَاءُ
رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ ۸ أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ ۹

۲۳۸۔ (اللہ جو) نہایت مہربان۔ اُسی نے قرآن کی تعلیم فرمائی۔ اُسی نے انسان کو پیدا کیا۔ اُسی نے اُس کو بولنا سکھایا۔ سورج اور چاند ایک حساب مقرر سے چل رہے ہیں۔ اور بوٹیاں اور درخت سجدہ کر رہے ہیں۔ اور اُسی نے آسمان کو بلند کیا اور ترازو قائم کی کہ ترازو (سے تولنے) میں حد سے تجاوز نہ کرو۔

۴۳۹ ۵۵ الرحمن ۱۰ وَالْأَرْضُ وَضَعَهَا لِلْأَنَامِ ۱۱ فِيهَا فَكِهَةٌ وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْأَكْمَامِ ۱۲
وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ۱۳

۲۳۹۔ اور اُسی نے خلقت کے لئے زمین بچھائی اس میں میوے اور کھجور کے درخت ہیں جن کے خوشوں پر غلاف ہوتے ہیں۔ اور اناج جس کے ساتھ بھس ہوتا ہے۔ اور خوشبودار پھول۔

۴۴۰ ۵۵ الرحمن ۱۴ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۱۵ وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ
نَّارٍ ۱۶

۲۴۰۔ اُسی نے انسان کو ٹھیکرے کی طرح کھنکھاتی مٹی سے بنایا۔ اور جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔

۴۴۱ ۵۵ الرحمن ۱۷ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ۱۸

۲۴۱۔ وہی دونوں مشرقوں اور دونوں مغربوں کا مالک (ہے)۔

۴۴۲ ۵۵ الرحمن ۱۹ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيْنَ ۲۰ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَا يَبْغِيْنَ ۲۱

۲۴۲۔ اُسی نے دو دریا رواں کئے جو آپس میں ملتے ہیں۔ دونوں میں ایک آڑ ہے کہ (اُس سے) تجاوز نہیں کر سکتے۔

۴۴۳ ۵۵ الرحمن ۲۲ يَخْرُجُ مِنْهَا اللَّوْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ۲۳

۲۴۳۔ دونوں دریاؤں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں۔

۴۴۴ ۵۵ الرحمن ۲۴ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنشَآتُ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ۲۵

۴۴۴۔ اور جہاز بھی اسی کے ہیں جو دریا میں پہاڑوں کی طرح اونچے کمرے ہوتے ہیں۔

۵۵ ۴۴۵ الرحمن ۲۶ کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۲۷ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ۲۸

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَنِ ۝

۴۴۵۔ جو (مخلوق) زمین پر ہے سب کو فنا ہونا ہے۔ اور تمہارے پروردگار کی ذات (بابرکات) جو صاحبِ جلال و عظمت ہے باقی رہے گی۔ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

۵۶ ۴۴۶ الواقعة ۵۷۔ نَحْنُ خَلَقْنَكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُونَ ۵۸ أَفَرَأَيْتُمْ مَا تُمْنُونَ ۵۹ ءَأَنْتُمْ تَخْلُقُونَهُ

أَمْ نَحْنُ الْخَالِقُونَ ۶۰ نَحْنُ قَدَرْنَا بَيْنَكُمْ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ۝

۶۱ عَلَىٰ أَنْ نُبَدِّلَ أَمْثَالَكُمْ وَنُنشِئَكُمْ فِي مَا لَا تَعْلَمُونَ ۶۲ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ

النُّشْأَةَ الْأُولَىٰ فَلَوْلَا تَذْكُرُونَ ۶۳ أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَحْرُثُونَ ۶۴ ءَأَنْتُمْ

تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ ۶۵ لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَاهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ

تَفَكَّهُونَ ۶۶ إِنَّا لَمَغْرُمُونَ ۶۷ بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ۶۸ أَفَرَأَيْتُمْ

الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ ۶۹ ءَأَنْتُمْ أَنْزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُونَ ۝

۷۰ لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ أَجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ ۷۱ أَفَرَأَيْتُمُ النَّارَ الَّتِي

تُورُونَ ۷۲ ءَأَنْتُمْ أَنْشَأْتُمْ شَجَرَتَهَا أَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُونَ ۷۳ نَحْنُ

جَعَلْنَاهَا تَذْكِرَةً وَتَنَاعًا لِلْمُقْوِينَ ۷۴ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ۝

۴۴۶۔ ہم نے تم کو (پہلی بار بھی تو) پیدا کیا ہے تو تم (دوبارہ اٹھنے کو) کیوں سچ نہیں سمجھتے؟ دیکھو تو کہ جس

(نطفے) کو تم (عورتوں کے رحم میں) ڈالتے ہو۔ کیا تم اُس (سے انسان) کو بناتے ہو یا ہم بناتے ہیں؟ ہم

نے تم میں مرنا ٹھیرا دیا ہے۔ اور ہم اس بات سے عاجز نہیں کہ تمہاری طرح کے اور لوگ تمہاری جگہ لے

آئیں اور تم کو ایسے جہان میں جس کو تم نہیں جانتے پیدا کر دیں۔ اور تم نے پہلی پیدائش تو جان ہی لی

ہے۔ پھر تم سوچتے کیوں نہیں؟ بھلا دیکھو تو کہ جو کچھ تم بوتے ہو۔ تو کیا تم اُسے اُکاتے ہو یا ہم اُکاتے ہیں؟

اگر ہم چاہیں تو اُسے چورا چورا کر دیں اور تم باتیں بناتے رہ جاؤ (کہ حائے) ہم تو مفت تاوان میں پھنس

گئے بلکہ ہم ہیں ہی بد نصیب۔ بھلا دیکھو تو کہ جو پانی تم پیتے ہو۔ کیا تم نے اُس کو بادل سے نازل کیا ہے۔ یا ہم

نازل کرتے ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو ہم اُسے کھاری کر دیں پھر تم شکر کیوں نہیں کرتے؟ بھلا دیکھو تو جو آگ

تم درخت سے نکالتے ہو۔ کیا تم نے اُس کے درخت کو پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرتے ہیں؟ ہم نے اُسے یاد

دلانے اور مسافروں کے برتنے کو بنایا ہے۔ تو تم اپنے پروردگار بزرگ کے نام کی تسبیح کرو۔

سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ ۲ لَهُ مُلْكُ
السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ يُخَيِّ وَيُمِيتُ ۚ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ ۳ هُوَ
الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ ۴ هُوَ
الَّذِي خَلَقَ السَّمُوتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ ۚ
يَعْلَمُ مَا يَلْجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ
فِيهَا ۚ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ ۵ لَهُ مُلْكُ
السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ۝ ۶ يُوَلِّجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ
وَيُوَلِّجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ ۚ وَهُوَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝

۴۴۷۔ جو مخلوق آسمانوں اور زمین میں ہے اللہ کی تسبیح کرتی ہے۔ اور وہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔ آسمانوں اور
زمین کی بادشاہی اُسی کی ہے۔ (وہی) زندہ کرتا اور مارتا ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ (سب سے) پہلا
اور (سب سے) پچھلا اور (اپنی قدرتوں سے سب پر) ظاہر اور (اپنی ذات سے) پوشیدہ ہے۔ اور وہ تمام
چیزوں کو جانتا ہے۔ وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر جا ٹھہرا۔ جو چیز
زمین میں داخل ہوتی اور جو اُس سے نکلتی ہے اور جو آسمان سے اُترتی اور جو اُس کی طرف چڑھتی ہے سب
اُس کو معلوم ہے۔ اور تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُس کو دیکھ رہا
ہے۔ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اُسی کی ہے۔ اور سب اُمور اُسی کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔ (وہی)
رات کو دن میں داخل کرتا اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ اور وہ دلوں کے بھیدوں تک سے واقف
ہے۔

۴۴۸۔ الْحَدِيد ۱۷ اَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يُخَيِّ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ
تَعْقِلُونَ ۝

۴۴۸۔ جان رکھو کہ اللہ ہی زمین کو اُس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے۔ ہم نے اپنی نشانیاں تم سے کھول کھول کر
میان کر دی ہیں۔ تاکہ تم سمجھو۔

۴۴۹۔ الْحَشْرِ ۲۲ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ ۝ ۲۳ هُوَ
اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيزُ
الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۚ سُبْحَنَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ ۲۴ هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ

الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ ۖ يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَهُوَ

الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

۲۴۹۔ وہی اللہ ہے۔ جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ پوشیدہ اور ظاہر کا جانتے والا۔ وہ بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ وہی اللہ ہے۔ جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ بادشاہ (حقیقی) پاک ذات (ہر عیب سے) سالم امن دینے والا۔ نگہبان، غالب، زبردست، بڑائی والا۔ اللہ اُن لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے۔ وہی اللہ (تمام مخلوقات کا) خالق، ایجاد و اختراع کرنے والا صورتیں بنانے والا اُس کے سب اچھے سے اچھے نام ہیں۔ جتنی چیزیں آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اسکی تسبیح کرتی ہیں اور وہ غالب حکمت والا ہے۔

۶۳ ۴۵۰ المنفقون ۷ . وَلِلَّهِ خَزَائِنُ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَلَكِنَّ الْمُنْفِقِينَ لَا يَفْقَهُونَ ۝

۲۵۰۔ حالانکہ آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ ہی کے ہیں لیکن منافق نہیں سمجھتے۔

۶۴ ۴۵۱ التغابن ۱ يُسَبِّحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۚ وَهُوَ

عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ ۲ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَمِنْكُمْ

مُؤْمِنٌ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ ۳ خَلَقَ السَّمُوتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ

وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُورَكُمْ وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ ۝ ۴ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمُوتِ

وَالْأَرْضِ ۚ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّونَ وَمَا تُعْلِنُونَ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ

الصُّدُورِ ۝

۲۵۱۔ جو چیز آسمانوں میں ہے اور جو چیز زمین میں ہے (سب) اللہ کی تسبیح کرتی ہے۔ اُسی کی سچی بادشاہی ہے

اور اُسی کی تعریف (المتناہی) ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہی تو ہے جس نے تم کو پیدا کیا پھر کوئی تم

میں کافر ہے اور کوئی مومن اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کو دیکھتا ہے۔ اُسی نے آسمانوں اور زمین کو مبنی

برحمت پیدا کیا اور اُسی نے تمہاری صورتیں بنائیں اور صورتیں بھی پاکیزہ بنائیں۔ اور اُسی کی طرف

(تمہیں) لوٹ کر جانا ہے۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب جانتا ہے اور جو کچھ تم چھپا کر کرتے ہو

اور جو کھلم کھلا کرتے ہو۔ اُس سے بھی آگاہ ہے اور اللہ دل کے بھیدوں سے واقف ہے۔

۶۴ ۴۵۲ التغابن ۱۳ اَللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝

۲۵۲۔ اللہ (جو معبود برحق ہے اُس) کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں تو مومنوں کو چاہیے کہ اللہ ہی پر بھروسا

رکھیں۔

۶۴ ۴۵۳ التغابن ۱۸ غَلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

۲۵۳۔ پوشیدہ اور ظاہر کا جاتے والا غالب اور حکمت والا ہے۔

۶۵۴ ۱۲ الطلاق ۱۲ اللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ ۖ يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ

عِلْمًا ۝

۲۵۴۔ اللہ ہی تو ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور ویسی ہی زمینیں۔ اُن میں (اللہ کے) حکم اُترتے رہتے ہیں تاکہ تم لوگ جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور یہ کہ اللہ اپنے علم سے ہر چیز پر احاطہ کیے ہوئے ہے۔

۶۷۴۵۵ الملك ۱ تَبَرَّكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ ۲۰ الَّذِي خَلَقَ

أَمْوَاتٍ وَالْحَيَوٰةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ ۝ ۳

الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَوَاتٍ طِبَاقًا ۖ مَا تَرَىٰ فِي خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِن تَفَوُّتٍ ۖ

فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۚ هَلْ تَرَىٰ مِن فُطُورٍ ۝ ۴ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ

يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَهُوَ حَسِيرٌ ۝ ۵ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا

بِمَصَابِيحَ وَجَعَلْنَاهَا رُجُومًا لِلشَّيْطٰنِ وَأَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيرِ ۝

۲۵۵۔ وہ (اللہ) جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے بڑی برکت والا ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اُسی نے موت اور

زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون اچھے عمل کرتا ہے۔ اور وہ زبردست (اور) بخشنے والا

ہے۔ اُس نے سات آسمان اوپر تلے بنائے۔ (اے دیکھنے والے) کیا تو (اللہ) رحمن کی آفرینش میں کچھ

نقص دیکھتا ہے؟ ذرا آنکھ اٹھا کر دیکھ بھلا تجھ کو (آسمان میں) کوئی شکاف نظر آتا ہے۔ پھر دوبارہ (سہ بارہ)

نظر کر تو نظر (ہر بار) تیرے پاس ناکام اور تھک کر لوٹ آئے گی۔ اور ہم نے قریب کے آسمان کو (تاروں

کے) چراغوں سے زینت دی۔ اور اُن کو شیطان کے مارنے کا آلہ بنایا اور اُن کے لئے دہکتی آگ کا عذاب

تیار کر رکھا ہے۔

۶۷۴۵۶ الملك ۱۵ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذُلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِن رِّزْقِهِ ۖ

وَالِيهِ النُّشُورُ ۝ ۱۶ أَمْ أَمِنتُمْ مِّنَ السَّمَاءِ أَن يُخْسِفَ بِكُمُ الْأَرْضَ

فَإِذَا هِيَ تَمُورُ ۝ ۱۷ أَمْ أَمِنتُمْ مِّنَ السَّمَاءِ أَن يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ۖ

فَسَتَعْلَمُونَ كَيْفَ نَذِيرٌ ۝

۲۵۶۔ وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو نرم کیا تو اس کی راہوں میں چلو پھرو اور اللہ کا (دیا ہوا) رزق کھاؤ

اور (تم کو) اسی کے پاس (قبروں سے) نکل کر جانا ہے۔ کیا تم اُس سے جو آسمان میں ہے بے خوف ہو۔ کہ تم کو زمین میں دھنسا دے اور وہ اُس وقت حرکت کرنے لگے۔ کیا تم اُس سے جو آسمان میں ہے نڈر ہو کہ تم پر کنکر بھری ہوا چھوڑ دے۔ سو تم عنقریب جان لو گے کہ میرا ڈرانا کیسا ہے۔

۶۷۴۵۷ الملك ۱۹ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صَفَتْ وَيَقْبِضْنَ ۚ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمَنُ ۚ اِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ بَصِيرٌ ۝ ۲۰ اَمَّنْ هَذَا الَّذِي هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُونِ الرَّحْمَنِ ۚ اِنَّ الْكَافِرُونَ اِلَّا فِي غُرُورٍ ۝ ۲۱ اَمَّنْ هَذَا الَّذِي يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهُ ۚ بَلْ لَّجُّوا فِي عُتُوٍّ وَنُفُورٍ ۝

۲۵۷۔ کیا انہوں نے اپنے سروں پر اڑتے جانوروں کو نہیں دیکھا جو پروں کو پھیلاتے رہتے ہیں اور اُن کو سکیڑ بھی لیتے ہیں اللہ کے سوا انہیں کوئی تمام نہیں سکتا۔ بیشک وہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔ بھلا کون ایسا ہے جو تمہاری فوج ہو کہ اللہ کے سوا تمہاری مدد کر سکے۔ کافر تو دھوکے میں ہیں۔ بھلا اگر وہ اپنا رزق بند کرے تو کون ہے جو تم کو رزق دے؟ لیکن یہ سرکشی اور نفرت میں پھنسے ہوئے ہیں۔

۶۷۴۵۸ الملك ۲۳ قُلْ هُوَ الَّذِي اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ ۚ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ ۲۴ قُلْ هُوَ الَّذِي ذَرَاكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝

۲۵۸۔ کہو وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تم کو پیدا کیا اور تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے۔ (مگر) تم کم احسان مانتے ہو۔ کہہ دو کہ وہی ہے جس نے تم کو زمین میں پھیلایا اور اُسی کے روبرو تم جمع کئے جاؤ گے۔

۶۷۴۵۹ الملك ۲۸ قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكْنِي اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا ۚ فَمَنْ يُجْبِرُ الْكَافِرِيْنَ مِنْ عَذَابِ الْاَلَمِ ۝ ۲۹ قُلْ هُوَ الرَّحْمَنُ اَمْنًا بِهِ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ

فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِي ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ ۳۰ قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَّاؤُكُمْ غَوْرًا ۚ فَمَنْ يَّاتِيْكُمْ بِمَآءٍ مُّعِيْنٍ ۝

۲۵۹۔ کہو کہ بھلا دیکھو تو اگر اللہ مجھ کو اور میرے ساتھیوں کو ہلاک کر دے یا ہم پر مہربانی کرے تو کون ہے جو کافروں کو دیکھ دینے والے عذاب سے پناہ دے؟ کہہ دو کہ وہ جو (اللہ) رحمن (ہے) ہم اُسی پر ایمان لائے اور اُسی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ تم کو جلد معلوم ہو جائے گا کہ صریح گمراہی میں کون پڑ رہا تھا۔ کہو کہ بھلا دیکھو تو اگر تمہارا پانی (جو تم پیتے ہو اور برتتے ہو) خشک ہو جائے تو (اللہ کے سوا) کون ہے جو تمہارے لئے شیریں پانی کا چشمہ بہالائے۔

۷۱ ۴۶۰ نوح ۱۳ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلَّهِ وَقَارًا ۝ ۱۴ وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا ۝ ۱۵ أَلَمْ تَرَوْا
كَيْفَ خَلَقَ اللَّهُ سَبْعَ سَمَوَاتٍ طِبَاقًا ۝ ۱۶ وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا
وَجَعَلَ الشَّمْسُ سِرَاجًا ۝ ۱۷ وَاللَّهُ أَتَبْتَكُمْ مَنِ الْأَرْضِ نَبَاتًا ۝ ۱۸
ثُمَّ يُعِيدُكُمْ فِيهَا وَيُخْرِجُكُمْ إِخْرَاجًا ۝ ۱۹ وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ
بَسَاطًا ۝ ۲۰ لَتَسْلُكُوا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ۝

۴۶۰۔ تم کو کیا ہوا ہے کہ تم اللہ کی عظمت کا اعتقاد نہیں رکھتے۔ حالانکہ اُس نے تم کو طرح طرح (کی حالتوں) کا پیہ کیا ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے سات آسمان کیسے اوپر تلے بنائے ہیں اور چاند کو اُن میں (زمین کا) نور بنایا ہے۔ اور سورج کو چراغ ٹھیرایا ہے۔ اور اللہ ہی نے تم کو زمین سے پیہ کیا ہے۔ پھر اسی میں تمہیں لوٹا دے گا اور (اس سے) تم کو کمال کھڑا کرے گا۔ اور اللہ ہی نے زمین کو تمہارے لئے فرش بنایا۔ تاکہ اُس کے بڑے بڑے کشادہ رستوں میں چلو پھرو۔

۷۳ ۴۶۱ المزل ۹ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا ۝

۴۶۱۔ (وہی) مشرق اور مغرب کا مالک (ہے اور) اُس کے سوا کوئی معبود نہیں تو اسی کو اپنا کارساز بناؤ۔

۷۶ ۴۶۲ الدهر ۱ هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُورًا ۝ ۲ إِنَّا
خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا ۝ ۳ إِنَّا
هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا ۝

۴۶۲۔ بے شک انسان پر زمانے میں ایک ایسا وقت بھی آچکا ہے کہ وہ کوئی چیز قابلِ ذکر نہ تھا۔ ہم نے انسان کو نطفہ مخلوط سے پیدا کیا تاکہ اُسے آزمائیں تو ہم نے اس کو سنتادیکھتا بنایا۔ (اور) اُسے رستہ بھی دکھا دیا (اب) خواہ وہ شکر گزار ہو خواہ ناشکرا۔

۷۳ ۴۶۳ الدهر ۲۸ نَحْنُ خَلَقْنَاهُمْ وَشَدَدْنَا أَسْرَهُمْ وَإِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَا أَمْثَلَهُمْ تَبْدِيلًا ۝ ۲۹ إِنَّ
هَذِهِ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَاءَ اتَّخِذْ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ۝

۴۶۳۔ ہم نے اُن کو پیدا کیا اور اُن کے مفاسل کو مضبوط بنایا۔ اور اگر ہم چاہیں تو اُن کے بدلے اُنہی کی طرح اور لوگ لے آئیں۔ یہ تو نصیحت ہے۔ سو جو چاہے اپنے پروردگار کی طرف پہنچنے کا راستہ اختیار کرے۔

۷۷ ۴۶۴ المرسل ۲۰ أَلَمْ نَخْلُقْكُمْ مِّنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ ۝ ۲۱ فَجَعَلْنَاهُ فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ۝ ۲۲ إِلَىٰ قَدَرٍ
مَّعْلُومٍ ۝ ۲۳ فَتَدْرَنَّا فَبِغْضٍ الْقَدَرُونَ ۝ ۲۴ وَيَلُ يَوْمَئِذٍ

لِّلْمُكَذِّبِينَ ۝ ۲۵ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ۝ ۲۶ اَحْيَاءُ وَّ اَمْواتًا ۝ ۲۷
وَجَعَلْنَا فِيهَا رَواِسِی شَمِخَاتٍ وَّ اسْقَيْنُکُمْ مَّاءً فُرَاتًا ۝

۳۶۴۔ کیا ہم نے تم کو حقیر پانی سے نہیں پیدا کیا؟ (پہلے) اس کو ایک محفوظ جگہ میں رکھا۔ ایک معین وقت تک۔ پھر اندازہ مقرر کیا اور ہم کیا ہی خوب اندازہ مقرر کرنے والے ہیں۔ اُس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔ کیا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی نہیں بنایا۔ (یعنی) زندوں اور مردوں کو (بنایا) اور اُس پر اونچے اونچے پہاڑ رکھ دیے۔ اور تم لوگوں کو میٹھا پانی پلایا۔

۷۸ ۴۶۵ النبا ۶ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهْدًا ۝ ۷ وَالْجِبَالَ اَوْتَادًا ۝ ۸ وَّ خَلَقْنٰکُمْ

اَزْوَاجًا ۝ ۹ وَّ جَعَلْنَا نَوْمَکُمْ سُبَاتًا ۝ ۱۰ وَّ جَعَلْنَا اللَّیْلَ لِبَاسًا ۝ ۱۱
وَّ جَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۝ ۱۲ وَ بَنینَا فَوْقَکُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۝ ۱۳ وَّ جَعَلْنَا
سِرَاجًا وَّ هَاجًا ۝ ۱۴ وَاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ مَآءً ثَجَّاجًا ۝ ۱۵ اَلِنُخْرِجَ بِهِ
حَبًّا وَّ نَبَاتًا ۝ ۱۶ وَ جَنَّتِ الْاَفَافَا ۝

۳۶۵۔ کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہیں بنایا؟ اور پہاڑوں کو (اُس کی) میخیں (نہیں ٹھیرایا؟) (بیشک بنایا) اور تم کو جوڑا جوڑا بھی پیدا کیا۔ اور نیند کو تمہارے لئے (موجب) آرام بنایا۔ اور رات کو پردہ مقرر کیا۔ اور دن کو معاش (کا وقت) قرار دیا۔ اور تمہارے اوپر سات مضبوط (آسمان) بنائے۔ اور (آفتاب کا) روشن چراغ بنایا۔ اور نچڑتے بادلوں سے موسلا دھار مینچہ برسایا۔ تاکہ اُس سے اناج اور سبزہ پیدا کریں اور کھنے کھنے باغ۔

۷۸ ۴۶۶ النبا ۳۷ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا یَمْلِکُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ۝

۳۶۶۔ وہ جو آسمانوں اور زمین اور جو اُن دونوں میں ہے سب کا مالک ہے۔ بڑا مہربان کسی کو اُس سے بات کرنے کا یارا نہ ہوگا۔

۷۹ ۴۶۷ التَّزْوِیۡتِ ۲۷ ءَاۡتِیۡتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ۚ بَنٰہَا ۝ ۲۸ رَفَعَ سَمٰکَہَا فَسَوَّہَا ۝ ۲۹

وَاَغَطَّشَ لَیْلِہَا وَاَخْرَجَ صُحُوحَہَا ۝ ۳۰ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِکَ دَحٰہَا ۝ ۳۱
اَخْرَجَ مِنْہَا مَآءَہَا وَ مَرۡغَہَا ۝ ۳۲ وَالْجِبَالَ اَرۡسَہَا ۝ ۳۳ مَتَاعًا لَّکُمۡ
وَلَا نَعَامِ لَکُمۡ ۝

۳۶۷۔ بھلا تمہارا بنانا آسان ہے یا آسمان کا؟ اُسی نے اس کو بنایا۔ اس کی چھت کو اونچا کیا پھر اُسے برابر کر دیا۔ اور اُسی نے رات کو تاریک بنایا اور (دن کو) دھوپ نکالی۔ اور اُس کے بعد زمین کو پھیلا دیا۔ اُسی نے اس میں سے اس کا پانی نکالا اور چارا اُٹکایا۔ اور اس پر پہاڑوں کا بوجھ رکھ دیا۔ یہ سب کچھ تمہارے اور تمہارے

چار پایوں کے فائدے کے لیے (کیا)

۸۰ ۴۶۸ عبس ۲۴ خَلَيْنُظَرِ الْإِنْسَانُ إِلَى طَعَامِهِ ۲۵ أَنَا صَبَّيْنَا الْمَاءَ صَبًّا ۲۶ ثُمَّ شَقَقْنَا

الْأَرْضَ شَقًّا ۲۷ فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ۲۸ وَعَبْنَا وَقَضَبًا ۲۹ وَ

زَيْتُونًا وَنَخْلًا ۳۰ وَحَدَّاثِقَ غُلْبًا ۳۱ وَفَاجِهَةً وَأَبًّا ۳۲ مَتَاعًا

لَكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ۝

۴۶۸۔ تو انسان کو چاہیے کہ اپنے کھانے کی طرف نظر کرے۔ بے شک ہم ہی نے پانی برسایا پھر ہم ہی نے زمین کو چیرا پھاڑا۔ پھر ہم ہی نے اس میں اناج اُکھایا اور انور اور ترکاری اور زیتون اور کھجوریں۔ اور کھنے کھنے بارغ اور میوے اور چارا (یہ سب کچھ) تمہارے اور تمہارے چار پایوں کے لئے بنایا۔

۸۲ ۴۶۹ الانفطار ۶ يَأَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ ۷ الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوِّكَ

فَعَدَلَكَ ۸ فِي أَيِّ صُورَةٍ مَّا شَاءَ رَكَّبَكَ ۝

۴۶۹۔ اے انسان تجھ کو اپنے پروردگار کرم گستر کے باب میں کس چیز نے دھوکا دیا۔ (وہی تو ہے) جس نے تجھے بنایا۔ اور (تیرے اعضا کو) ٹھیک کیا اور (تیرے قامت کو) معتدل رکھا۔ اور جس صورت میں چاہا تجھے جوڑ دیا۔

۸۵ ۴۷۰ البروج ۱۲ إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ ۱۳ إِنَّهُ هُوَ يُبْدِي وَيُعِيدُ ۱۴ وَهُوَ الْغَفُورُ

الْوَدُودُ ۱۵ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ ۱۶ فَعَالٌ لِّمَا يُرِيدُ ۝

۴۷۰۔ بے شک تمہارے پروردگار کی پکڑ بڑی سخت ہے۔ وہی پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے۔ اور وہی دوبارہ (زندہ) کرے گا۔ اور وہ بخشنے والا اور محبت کرنے والا ہے۔ عرش کا مالک بڑی شان والا۔ جو چاہتا ہے کر دیتا ہے۔

۸۷ ۴۷۱ الاعلى ۱ سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ۲ الَّذِي خَلَقَ فَسَوَّى ۳ وَالَّذِي قَدَّرَ

فَهَدَى ۴ وَالَّذِي أَخْرَجَ الْمَرْغَى ۵ فَجَعَلَهُ غُثَاءً أَحْوَى ۝

۴۷۱۔ (اے ہتھمبر) اپنے پروردگار جلیل الشان کے نام کی تسبیح کرو۔ جس نے (انسان کو) بنایا پھر (اس کے اعضا کو) درست کیا۔ اور جس نے (اُس کا) اندازہ ٹھہرایا (پھر اُس کو) رستہ بتایا۔ اور جس نے چارا اُکھایا۔ پھر اُس کو سیاہ رنگ کا کوڑا کر دیا۔

۸۸ ۴۷۲ الغاشية ۱۷ أَفَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۱۸ وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ

رُفِعَتْ ۱۹ وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ۲۰ وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ

سُطِحَتْ ۝

۴۴۲۔ کیا یہ لوگ اوتھوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ کیسے (عجیب) پیدا کئے گئے ہیں اور آسمان کی طرف کہ کیسا بلند کیا گیا ہے۔ اور پہاڑوں کی طرف کہ کس طرح کھڑے کیے گئے ہیں۔ اور زمین کی طرف کہ کس طرح پچھائی گئی۔

۴۷۳ ۹۰ البلد ۸ اَلَمْ نَجْعَلْ لَهُ عَيْنَيْنِ ۝ ۹ وَ لِسَانًا وَ شَفَتَيْنِ ۝ ۱۰ وَ هَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ ۝

۴۴۳۔ بھلا ہم نے اُس کو دو آنکھیں نہیں دیں؟ اور زبان اور دو ہونٹ (نہیں دیے) (یہ چیزیں بھی دیں) اور اُس کو (خیر و شر کے) دونوں رستے بھی دکھا دیے۔

۴۷۴ ۱۱۲ الاخلاص ۱ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝ ۲ اللَّهُ الصَّمَدُ ۝ ۳ لَمْ يَلِدْ ۝ وَلَمْ يُولَدْ ۝ ۴ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۝

۴۴۴۔ کہو کہ وہ (ذات پاک جس کا نام) اللہ (ہے) ایک ہے۔ (وہ) معبود برحق جو بے نیاز ہے۔ نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا اور کوئی اس کا ہمسر نہیں۔

۹۔ مشیئة اللہ تعالیٰ

۴۷۵ ۲ البقرة ۲۰ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ ۝

۴۴۵۔ اور اگر اللہ چاہتا تو اُن کے کانوں (کی شنوائی) اور آنکھوں (کی بینائی دونوں) کو زائل کر دیتا۔

۴۷۶ ۲ البقرة ۹۰ أَنْ يُنْزِلَ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۝

۴۴۶۔ اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنی مہربانی سے نازل فرماتا ہے۔

۴۷۷ ۲ البقرة ۱۰۵ وَاللَّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ ۝

۴۴۷۔ اور اللہ تو جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے۔

۴۷۸ ۲ البقرة ۱۴۲ لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۝ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝

۴۴۸۔ مشرق اور مغرب سب اللہ ہی کا ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے۔ سیدھے رستے پر چلاتا ہے۔

۴۷۹ ۲ البقرة ۲۱۲ وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

۴۴۹۔ اور اللہ جس کو چاہتا ہے بے شمار رزق دیتا ہے۔

۴۸۰ ۲ البقرة ۲۲۰ وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝

۴۸۰۔ اور اللہ جس کو چاہتا ہے سیدھا رستہ دکھا دیتا ہے۔

۴۸۱ ۲ البقرة ۲۲۰ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَعْتَبَكُمْ ۝ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝

۴۸۱۔ اور اگر اللہ چاہتا تو تم کو متکلیف میں ڈال دیتا۔ بے شک اللہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔

- ۲۴۸۲ البقرة ۲۴۷ وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهُ مَنْ يَّشَاءُ ۖ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝
 -۳۸۲ اور اللہ (کو اختیار ہے) جسے چاہے بادشاہی بخشے۔ وہ بڑا کشائش والا اور دانا ہے۔
 ۲۴۸۳ البقرة ۲۵۱ وَاِنَّهٗ اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَكِيْمُ ۖ وَ عَلَّمَهُ بِمَا يَشَاءُ ۖ
 -۳۸۳ اور اللہ نے اس کو بادشاہی اور دانائی بخشی اور جو کچھ چاہا سکھایا۔
 ۲۴۸۴ البقرة ۲۵۳ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا رِند وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ۝
 -۳۸۴ اور اگر اللہ چاہتا تو یہ لوگ باہم جنگ و قتال نہ کرتے لیکن اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔
 ۲۴۸۵ البقرة ۲۵۵ وَلَا يُحِيطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ اِلَّا بِمَا شَاءَ ۖ
 -۳۸۵ اور وہ اس کی معلومات میں سے کسی چیز پر دسترس حاصل نہیں کر سکتے۔ ہاں وہ جس قدر چاہتا ہے
 ۲۴۸۶ البقرة ۲۶۱ وَاللّٰهُ يُضْعِفُ لِمَنْ يَّشَاءُ ۖ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝
 -۳۸۶ اور اللہ جس (کے مال) کو چاہتا ہے زیادہ کرتا ہے۔ وہ بڑی کشائش والا اور سب کچھ جانتے والا ہے۔
 ۲۴۸۷ البقرة ۲۶۹ يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَاءُ ۖ وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۖ
 -۳۸۷ وہ جس کو چاہتا ہے دانائی بخشتا ہے۔ اور جس کو دانائی ملی بے شک اس کو بڑی نعمت ملی۔
 ۲۴۸۸ البقرة ۲۷۲ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ ۖ
 -۳۸۸ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے ہدایت بخشتا ہے۔
 ۲۴۸۹ البقرة ۲۸۴ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاءُ ۖ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝
 -۳۸۹ پھر وہ جسے چاہے مغفرت کرے اور جسے چاہے عذاب دے۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔
 ۳۴۹۰ آل عمران ۶ هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِى الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ ۖ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ

○ الْحَكِيْمُ

- ۳۹۰ وہی تو ہے جو (ماں کے پیٹ میں) جیسی چاہتا ہے تمہاری صورتیں بناتا ہے اس غالب حکمت والے کے
 سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

- ۳۴۹۱ آل عمران ۱۳ وَاللّٰهُ يُزِيْدُ بِنَصْرِهِ مَنْ يَّشَاءُ ۖ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِى الْاَبْصَارِ ۝
 -۳۹۱ اور اللہ اپنی نصرت سے جس کو چاہتا ہے مدد دیتا ہے جو اہل بصارت ہیں اُن کے لئے اس (واقعے) میں
 بڑی عبرت ہے۔

- ۳۴۹۲ آل عمران ۲۶ قُلِ اللّٰهُمَّ مَلِكُ الْمَلِكِ تُؤْتِى الْمَلِكَ مِنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمَلِكَ مِنْ تَشَاءُ ۖ
 وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ ۖ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۖ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

○ قَدِيرُ ○

۴۹۲۔ کہو کہ اے اللہ (اے) بادشاہی کے مالک تو جس کو چاہے بادشاہی بخشے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لے۔ اور جس کو چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کرے۔ ہر طرح کی بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے۔ اور بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

۳۴۹۳ ال عمران ۳۷ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○

۴۹۳۔ بے شک اللہ جسے چاہتا ہے بے شمار رزق دیتا ہے۔

۳۴۹۴ ال عمران ۴۰ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ ○

۴۹۴۔ اللہ نے فرمایا اسی طرح اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

۳۴۹۵ ال عمران ۴۷ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ اِذَا قُضِيَ اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهُ كُنْ

○ فَيَكُوْنُ ○

۴۹۵۔ فرمایا کہ اللہ اسی طرح جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جب وہ کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو ارشاد فرما دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔

۳۴۹۶ ال عمران ۷۳ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ ۚ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○ ۷۴

يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَّشَاءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ○

۴۹۶۔ یہ بھی کہہ دو کہ بزرگی اللہ ہی کے ہاتھ ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے۔ دیتا ہے۔ اور اللہ کشائش والا (اور) علم والا ہے۔ وہ اپنی رحمت سے جس کو چاہتا ہے خاص کر لیتا ہے۔ اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے۔

۳۴۹۷ ال عمران ۱۲۹ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ

يَّشَاءُ ۚ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

۴۹۷۔ اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے۔ وہ جسے چاہے بخش دے اور جسے چاہے عذاب کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

۳۴۹۸ ال عمران ۱۷۹ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهِ مَنْ يَّشَاءُ

۴۹۸۔ البتہ اللہ اپنے پیغمبروں میں سے جسے چاہتا ہے انتخاب کر لیتا ہے۔

۴۴۹۹ النساء ۴۸ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ ۚ

۴۹۹۔ اللہ اس گناہ کو نہیں بخشتے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اُس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کر

۴۵۰۰ النساء ۴۸ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّي مَن يَشَاءُ وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيلًا ۝

۵۰۰۔ (نہیں) بلکہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے پاکیزہ کرتا ہے۔ اور اُن پر دھاکے برابر بھی ظلم نہیں ہو گا۔

۴۵۰۱ النساء ۱۳۳ اِنْ يَّشَاءِ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰی

ذٰلِكَ قَدِيْرًا ۝

۵۰۱۔ لوگو! اگر وہ چاہے تو تم کو فنا کر دے اور (تمہاری جگہ) اور لوگوں کو پیدا کر دے اور اللہ اس بات پر قادر ہے۔

۵۵۰۲ المائدہ ۱۸ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ۖ يَغْفِرُ لِمَن يَّشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَّشَاءُ ۚ

۵۰۲۔ (نہیں) بلکہ تم اس کی مخلوقات میں (دوسروں کی طرح کے) انسان ہو۔ وہ جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب دے۔

۵۵۰۳ المائدہ ۴۰ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۖ يُعَذِّبُ مَن يَّشَاءُ وَيَغْفِرُ

لِمَن يَّشَاءُ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

۵۰۳۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ آسمانوں اور زمین میں اللہ ہی کی سلطنت ہے؟ جس کو چاہے عذاب کرے اور جسے چاہے بخش دے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

۵۵۰۴ المائدہ ۴۸ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِیْ مَا اَنْتُمْکُمْ ۝

۵۰۴۔ اور اگر اللہ چاہتا تو سب کو ایک ہی شریعت پر کر دیتا مگر جو حکم اس نے تم کو دیے ہیں ان میں وہ تمہاری آزمائش کرنی چاہتا ہے۔

۵۵۰۵ المائدہ ۶۴ بَلْ يَذُّهُ مَبْسُوْطٰتِن ۖ يَنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ ۚ

۵۰۵۔ بلکہ اس کے تو دونوں ہاتھ کھلے ہوتے ہیں خرچ کرتا ہے جیسے چاہتا ہے۔

۶۵۰۶ الانعام ۳۹ مَن يَّشَا اللّٰهُ يُضِلِّهٖ ۖ وَمَن يَّشَا يُجْعَلْهُ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

۵۰۶۔ جس کو اللہ چاہے گمراہ کر دے اور جسے چاہے سیدھے رستے پر چلا دے۔

۶۵۰۷ الانعام ۴۱ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَاءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ۝

۵۰۷۔ (نہیں) بلکہ (مصیبت کے وقت تم) اُسی کو پکارتے ہو تو جس دُکھ کے لئے اُسے پکارتے ہو۔ وہ اگر چاہتا ہے تو اُس کو دور کر دیتا ہے۔ اور تم بھلا دو گے انہیں جن کو تم شریک بناتے ہو۔

۶۵۰۸ الانعام ۱۰۷ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا اَشْرَكُوْا ۚ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ

بَوَكِيْلٌ ۝

۵۰۸۔ اور اگر اللہ چاہتا تو یہ لوگ شرک نہ کرتے۔ اور (اے پیغمبر) ہم نے تم کو اُن پر نگہبان مقرر نہیں کیا۔ اور نہ تم اُن کے داروغہ ہو۔

۶۵۰۹ الانعام ۱۱۱ وَلَوْ اَنَّا نَزَّلْنَا إِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ

قُبُلًا مَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا اِلَّا اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَكْثَرُهُمْ يَجْهَلُوْنَ ۝

۵۰۹۔ اور اگر ہم اُن پر فرشتے بھی اتار دیتے اور مُردے بھی اُن سے گفتگو کرنے لگتے اور ہم سب چیزوں کو اُن کے

سامنے لا موجود بھی کر دیتے تو بھی یہ ایمان لانے والے نہ تھے۔ الا ماشاء اللہ بات یہ ہے کہ یہ اکثر نادان ہیں۔

۶۵۱۰ الانعام ۱۳۳ وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۚ اِنْ يَّشَآءْ يُّذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْۢكُمْ

مَّا يَشَآءُ كَمَا اَنْشَأَكُمْ مِنْ ذُرِّيَّةٍ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۝

۵۱۰۔ اور تمہارا پروردگار بے پروا (اور) صاحبِ رحمت ہے۔ اگر چاہے (تو اے بندو) تمہیں نابود کر دے اور

تمہارے بعد جن لوگوں کو چاہے تمہارا جانشین بنا دے۔ جیسا تم کو بھی دوسرے لوگوں کی نسل سے پیدا کیا ہے۔

۶۵۱۱ الانعام ۱۳۷ وَكَذٰلِكَ زَيْنٌ لِّكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتَلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْثُوْهُمْ

وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ۚ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ۝

۵۱۱۔ اسی طرح بہت سے مشرکوں کو اُن کے شریکوں نے اُن کے بچوں کو جان سے مار ڈالنا اچھا کر دکھایا ہے۔ تاکہ

انہیں ہلاکت میں ڈال دیں اور اُن کے دین کو اُن پر خلط ملط کر دیں۔ اور اگر اللہ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے تو اُن کو چھوڑ دو کہ وہ جانیں اور اُن کا جھوٹ۔

۶۵۱۲ الانعام ۱۴۹ قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَآلِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهٰذِكُمْ اٰجَمِيْنَ ۝

۵۱۲۔ کہہ دو کہ اللہ ہی کی حجت غالب ہے اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دے دیتا۔

۷۵۱۳ الاعراف ۸۹ قَدْ افْتَرَيْنَا عَلٰی اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجَّيْنَا اللّٰهُ مِنْهَا ۚ وَمَا

يَكُوْنُ لَنَا اَنْ نُّعُوْذَ فِيْهَا اِلَّا اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ۚ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ

عِلْمًا ۚ

۵۱۳۔ اگر ہم اس کے بعد کہ اللہ ہمیں اس سے نجات بخش چکا ہے تمہارے مذہب میں لوٹ جائیں تو بے شک ہم

نے اللہ پر جھوٹ افترا بلند کیا۔ اور ہمیں شایاں نہیں کہ ہم اس میں لوٹ جائیں ہاں اللہ جو ہمارا پروردگار ہے وہ چاہے تو (ہم مجبور ہیں)۔ ہمارے پروردگار کا علم ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔

۷۵۱۴ الاعراف ۱۷۵ وَاٰتٰى عَلَيْهِمْ نَبَا الَّذِيْۤ اٰتَيْنَا فَاَنْسَلَخْ مِنْهَا فَاتَّبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ

الْفَوَيْنَ ۱۷۶ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ ○

۵۱۴۔ اور اُن کو اس شخص کا حال پڑھ کر سنا دو جس کو ہم نے اپنی آیتیں عطا فرمائیں۔ (اور ہفت پارچہ علم شراٹ سے مزین کیا) تو اس نے ان کو اتار دیا پھر شیطان اس کے پیچھے لگا تو وہ گمراہوں میں ہو گیا۔ اور اگر ہم چاہتے تو ان آیتوں سے اس (کے درجے) کو بلند کر دیتے۔ مگر وہ تو پستی کی طرف مائل ہو گیا۔ اور اپنی خواہش کے پیچھے چل پڑا۔

۷۵۱۵ الاعراف ۱۸۸ قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ○

۵۱۵۔ کہہ دو کہ میں اپنے فائدے اور نقصان کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتا مگر جو اللہ چاہے۔

۱۰۵۱۶ یونس ۲۵ وَاللَّهُ يَدْعُوْا إِلَى دَارِ السَّلَامِ ۖ وَيَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ○

۵۱۶۔ اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔

۱۰۵۱۷ یونس ۴۹ قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي ضَرًّا وَلَا نَفْعًا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۖ

۵۱۷۔ کہہ دو کہ میں تو اپنے نقصان اور فائدے کا بھی کچھ اختیار نہیں رکھتا مگر جو اللہ چاہے۔

۱۰۵۱۸ یونس ۹۹ وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَأَمَنَّ مَنْ فِي الْأَرْضِ كُلَّهُمْ جَمِيعًا ۖ أَفَأَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ

حَتَّى يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ○ ۱۰۰ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تُؤْمِنَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ

وَيَجْعَلُ الرَّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ○

۵۱۸۔ اور اگر تمہارا پروردگار چاہتا تو جتنے لوگ زمین پر ہیں سب کے سب ایمان لے آتے۔ تو کیا تم لوگوں پر

زبردستی کرنا چاہتے ہو کہ وہ مومن ہو جائیں۔ حالانکہ کسی شخص کو قدرت نہیں ہے کہ اللہ کے حکم کے بغیر ایمان

لائے اور جو لوگ بے عقل ہیں اُن پر وہ (کفر و ذلت کی) نجاست ڈالتا ہے۔

۱۰۵۱۹ یونس ۱۰۷ وَإِنْ يَّمْسَسْكَ اللَّهُ بَصْرًا فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ۖ وَإِنْ يُرْذَكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ

لِفَضْلِهِ ۖ يُصِيبُ بِمَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۖ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۖ

۵۱۹۔ اور اگر اللہ تم کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اس کا کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر تم سے بھلائی کرنی

چاہے تو اس کے فضل کو کوئی روکنے والا نہیں۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے فائدہ پہنچاتا ہے۔ اور

وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

۱۱۵۲۰ ہود ۱۱۸ وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً ۖ وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ ○ ۱۱۹ إِلَّا

مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ۖ وَلِذَلِكَ خَلَقَهُمْ ۖ وَنَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ

مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ○

۵۲۰۔ اور اگر تمہارا پروردگار چاہتا تو تمام لوگوں کو ایک ہی جماعت کر دیتا۔ لیکن وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے۔ مگر جن پر تمہارا پروردگار رحم کرے اور اسی لئے اس نے ان کو پیدا کیا ہے اور تمہارے پروردگار کا قول پورا ہو گیا، کہ میں دوزخ کو جنوں اور انسانوں سے بھر دوں گا۔

۱۳۵۲۱ الرعد ۲۷ قُلْ إِنْ اللَّهُ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ أُنَابَ ○

۵۲۱۔ کہہ دو کہ اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جو (اس کی طرف) رجوع ہوتا ہے اس کو اپنی طرف کا رستہ دکھاتا ہے۔

۱۳۱/۵۲۱ الرعد ۳۱ أَفَلَمْ يَأْنِسِ الَّذِينَ آمَنُوا أَنْ لَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَهْدَى النَّاسَ جَمِيعًا ○

۵۲۱ (الف) تو کیا مومنوں کو اس سے اطمینان نہیں ہوا کہ اگر اللہ چاہتا تو سب لوگوں کو ہدایت کے رستے پر چلا دیتا۔

۱۶۵۲۲ النحل ۹۳ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَكِنْ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ ۖ وَيَهْدِي مَنْ

يَشَاءُ وَلِتَسْتَلْتَنَ عَمَّا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ○

۵۲۲۔ اور اگر اللہ چاہتا تو تم (سب) کو ایک ہی جماعت بنا دیتا۔ لیکن وہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اور جو عمل تم کرتے ہو (اُس دن) ان کے بارے میں تم سے ضرور پوچھا جائے گا۔

۱۷۵۲۳ الاسراء ۵۴ رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِكُمْ ۖ إِنْ يَشَاءْ يَرْحَمْكُمْ أَوْ إِنْ يَشَاءْ يُعَذِّبْكُمْ ۖ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ

عَلَيْهِمْ وَكِيلًا ○

۵۲۳۔ تمہارا پروردگار تم سے خوب واقف ہے۔ اگر چاہے تو تم پر رحم کرے یا اگر چاہے تو تمہیں عذاب دے اور ہم نے تم کو اُن پر داروغہ (بنا کر) نہیں بھیجا۔

۱۷۱/۵۲۳ الاسراء ۸۶ وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهِ عَلَيْنَا وَكِيلًا ○

۸۷ إِلَّا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ ۖ إِنْ فَضَّلْنَا كَانَ عَلَيْكَ كَبِيرًا ○

۵۲۳ (الف) اور اگر ہم چاہیں تو جو (کتاب) ہم تمہاری طرف بھیجتے ہیں اُسے (دلوں سے) محو کر دیں۔ پھر تم اسی کے لیے ہمارے مقابلے میں کسی کو مددگار نہ پاؤ۔ مگر (اس کا قائم رہنا) تمہارے پروردگار کی رحمت ہے۔ کچھ شک نہیں کہ تم پر اس کا بڑا فضل ہے۔

۲۲۵۲۴ الحج ۱۸ مَن يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِن مُّكْرِمٍ ۖ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ ○

۵۲۴۔ اور جس شخص کو اللہ ذلیل کرے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں۔ بے شک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

۲۴۵۲۵ النور ۳۵ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ ۝

۵۲۵۔ اللہ اپنے نور سے جس کو چاہتا ہے سیدھی راہ دکھاتا ہے

۲۴۱/۵۲۵ النور ۴۳ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مَن جِبَالٍ فِيهَا مِن مَّاءٍ ۖ فَيُصِيبُ بِهِ مَن يَشَاءُ ۖ وَ

يَصْرِفُهُ عَن مَّن يَشَاءُ ۝

۵۲۵ (الف) اور آسمان میں جو (اولوں کے) پہاڑ ہیں اُن سے اگلے نازل کرتا ہے تو جس پر چاہتا ہے اُس کو برسا دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے بٹا دیتا ہے۔

۲۴۵۲۶ النور ۴۵ وَاللَّهُ خَلَقَ كُلَّ دَابَّةٍ مِّن مَّاءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّن يَمْشِي عَلَىٰ بَطْنِهِ ۚ وَمِنْهُمْ

مَّن يَمْشِي عَلَىٰ رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّن يَمْشِي عَلَىٰ أَرْبَعٍ ۚ يَخْلُقُ اللَّهُ

مَا يَشَاءُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

۵۲۶۔ اور اللہ ہی نے ہر چلنے پھرنے والے جاندار کو پانی سے پیدا کیا تو اُن میں سے بعض ایسے ہیں کہ پیٹ کے بل چلتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو دو پاؤں سے چلتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو چار پاؤں پر چلتے ہیں۔ اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

۲۵۵۲۷ الفرقان ۱۰ تَبَرَّكَ الَّذِي إِذَا شَاءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّن ذَٰلِكَ جَنَّتِ ثَجْرِي مِّن تَحْتِهَا

الْأَنْهَارُ ۚ وَيَجْعَلُ لَكَ قُصُورًا ۝

۵۲۷۔ وہ (اللہ) بہت بابرکت ہے جو اگر چاہے تو تمہارے لئے اس سے بہتر (چیزیں) بنا دے (یعنی) باغات جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں نیز تمہارے لئے محل بنا دے۔

۲۵۱/۵۲۷ الفرقان ۵۱ وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيرًا ۝

اور اگر ہم چاہتے تو بھیجتے ہر گاؤں میں ایک ڈرانے والا

۲۶۵۲۸ الشعراء ۴ إِنَّ نَّشَانِئُنَا نَزَلَ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَاءِ آيَةً فَظَلَّتْ أَعْنَاقُهُمْ لَهَا خَاضِعِينَ ۝

۵۲۸۔ اگر ہم چاہیں تو اُن پر آسمان سے نشانی اتار دیں پھر اُن کی گردنیں اُس کے آگے جھک جائیں۔

۲۸۵۲۹ النضر ۵۶ إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ

بِالْمُهْتَدِينَ ۝

۵۲۹۔ (اے محمدؐ) تم جس کو دوست رکھتے ہو اُسے ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔ اور وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے۔

۲۸۵۳۰ النضر ۶۸ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ۚ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۚ سُبْحَنَ اللَّهُ

وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝

۵۳۰۔ اور تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور (جسے چاہتا ہے) برگزیدہ کر لیتا ہے اُن کو اس کا اختیار نہیں ہے۔ یہ جو شرک کرتے ہیں اللہ اُس سے پاک و بالاتر ہے۔

۲۹ ۵۳۱ النکون ۲۱ يُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَإِلَيْهِ تُقْلَبُونَ ۝

۵۳۱۔ وہ جسے چاہے عذاب دے اور جس پر چاہے رحم کرے۔ اور اُسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

۳۰ ۵۳۲ الروم ۵۴ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ

مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً ۖ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْقَدِيرُ ۝

۲۳۲۔ اللہ ہی تو ہے جس نے تم کو (ابتداء میں) کمزور حالت میں پیدا کیا پھر کمزوری کے بعد طاقت عنایت کی پھر طاقت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دیا۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ اور وہ صاحب دانش اور صاحب قدرت ہے۔

۳۲ ۵۳۳ السجدة ۱۳ وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدًى وَلَكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ

مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ۝

۵۳۳۔ اور اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو ہدایت دے دیتے۔ لیکن میری طرف سے یہ بات قرار پا چکی ہے کہ میں دوزخ کو جنوں اور انسانوں سب سے بھر دوں گا۔

۳۴ ۵۳۴ سبا ۹ أَفَلَمْ يَرَوْا إِلَى مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۖ

إِنْ نَشَاءُ نَخِيفُ بِهِمُ الْأَرْضَ أَوْ نُسْقِطُ عَلَيْهِمْ كِسْفًا مِنَ السَّمَاءِ ۖ

فِي ذَلِكَ لَآيَةٌ لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيبٍ ۝

۵۳۴۔ کیا انہوں نے اُس کو نہیں دیکھا جو اُن کے آگے اور پیچھے ہے یعنی آسمان اور زمین اگر ہم چاہیں تو اُن کو زمین میں دھنسا دیں یا اُن پر آسمان کے ٹکڑے گرا دیں۔ اس میں ہر بندے کے لئے جو رجوع کرنے والا ہے ایک نشانی ہے۔

۳۵ ۵۳۵ فاطر ۱ الْحَمْدُ لِلَّهِ فَاطِرِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ جَاعِلِ الْمَلَكِ رُسُلًا أُولَىٰ أَجْنَحَةٍ

مُتَنِي وَتِلْكَ وَرُبَّعٌ ۖ يُزِيدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ

قَدِيرٌ ۝

۵۳۵۔ سب تعریف اللہ ہی کو (سزاوار ہے) جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا (اور) فرشتوں کو قاصد بنانے والا ہے۔ جن کے دو دو اور تین تین اور چار چار پر ہیں۔ وہ (اپنی) مخلوقات میں جو چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

۳۵۵۳۶ فاطر ۸ اَفَمَنْ رَزَقْنَاهُ سُوْرَةً عَمَلِهِ فَرَاَهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يُّشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يُّشَاءُ ؕ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسْرَتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝

۵۳۶۔ بھلا جس شخص کو اُس کے اعمال بد آراستہ کر کے دکھائے جائیں اور وہ اُن کو عمدہ سمجھنے لگے تو (کیا وہ نیکو کار آدمی جیسا ہو سکتا ہے) بے شک اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے تو اُن لوگوں پر افسوس کر کے تمہارا دم نہ بھل جائے۔ یہ جو کچھ کرتے ہیں اللہ اُس سے واقف ہے۔

۳۵۵۳۷ فاطر ۱۶ اِنْ يُّشَاءْ يُدْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ۝

۵۳۷۔ اگر چاہے تو تم کو نابود کر دے اور نئی مخلوقات لا آباد کرے۔ اور یہ اللہ کو کچھ مشکل نہیں۔

۳۵۵۳۸ فاطر ۲۲ وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَاءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ اِنَّ اللّٰهَ يَسْمَعُ مَنْ يُّشَاءُ ؕ وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝

۵۳۸۔ اور نہ زندے اور نہ مردے برابر ہو سکتے ہیں۔ اللہ جس کو چاہتا ہے سنا دیتا ہے۔ اور تم اُن کو جو قبروں میں مدفون ہیں نہیں سنا سکتے۔

۳۶۵۳۹ یس ۴۳ وَاِنْ نُّشَاءْ نُّغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْحَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ ۝ ۴۴ اِلَّا رَحْمَةً مِنَّا وَمَتَاعًا اِلَىٰ حِيْنٍ ۝

۵۳۹۔ اور اگر ہم چاہیں تو اُن کو غرق کر دیں۔ پھر نہ تو اُن کا کوئی فریاد رس ہو اور نہ اُن کو رہائی ملے۔ مگر یہ ہماری رحمت اور ایک مدت تک کے فائدے ہیں۔

۳۶۵۴۰ یس ۶۶ وَلَوْ نَشَاءُ لَطَمَسْنَا عَلٰی اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَانْتَبِهَوْا ۝ ۶۷ وَلَوْ نَشَاءُ لَمَسَخْنَاهُمْ عَلٰی مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَلَا يُرْجَعُوْنَ ۝

۵۴۰۔ اور اگر ہم چاہیں تو اُن کی آنکھوں کو مٹا (کر اندھا کر) دیں۔ پھر یہ رستے کو دوڑیں تو کہاں دیکھ سکیں گے۔ اور اگر ہم چاہیں تو اُن کی جگہ پر اُن کی صورتیں بدل دیں۔ پھر وہاں سے نہ آگے جاسکیں اور نہ لوٹ سکیں۔

۴۲۵۴۱ الشوریٰ ۸ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَعَلْنَاهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَلٰكِنْ يُدْخِلُ مَنْ يُّشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ ۝ وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِنْ وَّلِيٍّ وَلَا نَصِيْرٍ ۝

۵۴۱۔ اور اگر اللہ چاہتا تو اُن کو ایک جی جماعت کر دیتا۔ لیکن وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے اور ظالموں کا نہ کوئی یار ہے اور نہ مددگار۔

۴۲۵۴۲ الشوریٰ ۱۳ ۱۳ اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ يُنِيبُ ۝

۵۴۲۔ اللہ جس کو چاہتا ہے۔ اپنی بارگاہ کا برگزیدہ کر لیتا ہے اور جو اُس کی طرف رجوع کرے اُسے اپنی طرف رستہ دکھاتا ہے۔

۴۲۵۴۳ الشوریٰ ۲۷ ۲۷ وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ وَلَكِنْ يُنْزِلُ بِقَدَرِ مَا

يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ بِعِبَادِهِ خَبِيرٌ بَصِيرٌ ۝

۵۴۳۔ اور اگر اللہ اپنے بندوں کے لئے رزق میں فراخی کر دیتا تو زمین میں فساد کرنے لگتے لیکن وہ جو چیز چاہتا ہے اندازے کے ساتھ نازل کرتا ہے۔ بے شک وہ اپنے بندوں کو جانتا اور دیکھتا ہے۔

۴۲۵۴۴ الشوریٰ ۲۹ ۲۹ وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيهِمَا مِنْ دَابَّةٍ ۚ وَهُوَ عَلَىٰ

جَمْعِهِمْ إِذَا يَشَاءُ قَدِيرٌ ۝

۵۴۴۔ اور اُسی کی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور اُن جانوروں کا جو اُس نے اُن میں پھیلا رکھے ہیں۔ اور وہ جب چاہے اُن کے جمع کر لینے پر قادر ہے۔

۴۲۵۴۵ الشوریٰ ۴۹ ۴۹ لِلَّهِ مُلْكُ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ ۚ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ يَهْبُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَاثًا

وَيَهْبُ لِمَنْ يَشَاءُ الذُّكُورَ ۝ ۵۰ أَوْ يَزَوْجُهُمْ ذُكْرَانًا وَإِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ

يَشَاءُ عَقِيمًا ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيرٌ ۝

۵۴۵۔ (تمام) بادشاہت اللہ ہی کی ہے آسمانوں کی بھی اور زمین کی بھی وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جسے چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے بیٹے بخشتا ہے۔ یا اُن کو بیٹے اور بیٹیاں دونوں عنایت فرماتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے بے اولاد رکھتا ہے وہ تو جانتے والا (اور) قدرت والا ہے۔

۴۳۵۴۶ الزخرف ۶۰ ۶۰ وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَلَائِكَةً فِي الْأَرْضِ يَخْلُقُونَ

۵۴۶۔ اور اگر ہم چاہتے تو تم میں سے فرشتے بنا دیتے جو تمہاری جگہ زمین میں رہتے۔

۴۷۵۴۷ محمد ۴ ۴ وَلَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَانتَصَرْنَا مِنْهُمْ وَلَكِنْ لِيَبْلُوَا بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ۝

۵۴۷۔ اگر اللہ چاہتا تو (اور طرح) اُن سے انتقام لے لیتا۔ لیکن اُس نے چاہا کہ تمہاری آزمائش ایک (کو) دوسرے سے (لڑوا کر) کرے۔

۴۷ ۱/۵۷ محمد ۳۰ وَلَوْ نَشَاءُ لَارْيَنُكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسَيِّئِهِمْ ۖ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ

الْقَوْلِ ۖ وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَعْمَالَكُمْ ○

۵۴۷ (الف) اور اگر ہم چاہتے تو وہ لوگ تم کو دیکھا بھی دیتے اور تم اُن کو اُن کے چہروں ہی سے پہچان لیتے۔ اور تم انہیں (اُن کے) انداز گفتگو ہی سے پہچان لو گے۔ اور اللہ تمہارے اعمال سے واقف ہے۔

۴۸ ۵۴۸ الفتح ۱۴ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ

وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ○

۵۴۸۔ اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کی ہے۔ وہ جسے چاہے بخشے۔ اور جسے چاہے سزا دے۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

۵۷ ۵۴۹ الحديد ۲۱ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۖ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ○ الجمعة ۶۲

۵۴۹۔ یہ اللہ کا فضل ہے۔ جسے چاہے عطا فرمائے۔ اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے۔

۵۷ ۱/۵۴۹ الحديد ۲۹ وَأَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ○

۵۴۹ (الف) فضل تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے۔

۷۴ ۵۵۰ المدثر ۳۱ كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي مَن يَشَاءُ ۖ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ ۚ

۵۵۰۔ اسی طرح اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔ اور تمہارے پروردگار کے لشکروں کو اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

۷۴ ۱/۵۵۰ المدثر ۵۶ وَمَا يَذْكُرُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ هُوَ أَهْلُ التَّقْوَى وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ○

۵۵۰ (الف) اور یاد بھی تب ہی رکھیں گے جب اللہ چاہے۔ وہی ڈرنے کے لائق اور بخشش کا مالک ہے۔

۷۶ ۵۵۱ الدهر ۲۸ نَحْنُ خَلَقْنَاهُمْ وَشَدَدْنَا أَسْرَهُمْ ۖ وَإِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَا أَمْثَلَهُمْ تَبْدِيلًا ○

۵۵۱۔ ہم نے اُن کو پیدا کیا اور اُن کے مفاصل کو مضبوط بنایا۔ اور اگر ہم چاہیں تو اُن کے بدلے انہی کی طرح اور لوگ لے آئیں۔

۷۶ ۵۵۲ الدهر ۳۰ وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ○ ۳۱ يُدْخِلُ

مَن يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ ۖ وَالظَّالِمِينَ أَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ○

۵۵۲۔ اور تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے مگر جو اللہ کو منظور ہو۔ بے شک اللہ جانتے والا حکمت والا ہے۔ جس کو چاہتا ہے

اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے۔ اور ظالموں کے لئے اُس نے دکھ دینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

۸۱۵۵۳ التکویر ۲۹ وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ○

۵۵۳۔ اور تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے۔ مگر وہی جو اللہ رب العالمین چاہے۔

۸۷۵۵۴ الاعلیٰ ۶ سَنُقَرِّبُكَ فَلَا تَنْسَى ○ ۷ إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفَى ○

۵۵۴۔ ہم تمہیں پڑھائیں گے کہ تم فراموش نہ کرو گے۔ مگر جو اللہ چاہے۔ وہ کھلی بات کو بھی جانتا ہے اور چھپی کو بھی۔

حق اور مثال حق دینے میں حیاء و شرم کی نفی

۲۵۵۵ البقرة ۲۶ إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي أَنْ يَضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ

أَمَنُوا فَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ ۚ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ

مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَذَا مَثَلًا ۚ يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا ۚ وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا ۚ وَمَا يُضِلُّ

بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ ○

۵۵۵۔ اللہ اس بات سے عار نہیں کرتا کہ مجھ یا اس سے بڑھ کر کسی چیز (مثلاً مکھی، مکڑی وغیرہ) کی مثال بیان فرمائے جو مومن ہیں وہ یقین کرتے ہیں کہ وہ اُن کے پروردگار کی طرف سے سچ ہے اور جو کافر ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس مثال سے اللہ کی مراد ہی کیا ہے۔ اس سے (اللہ) بہتوں کو گمراہ کرتا ہے۔ اور بہتوں کو ہدایت بخشتا ہے اور گمراہ بھی کرتا ہے۔ تو نافرمانوں ہی کو۔

۳۳۵۵۶ الاحزاب ۵۳ وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ ○

۵۵۶۔ لیکن اللہ سچی بات کہنے سے شرم نہیں کرتا۔

علم الہی

۲۵۵۷ البقرة ۳۰ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ○

۵۵۷۔ (اللہ نے) فرمایا میں وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

۲۵۵۸ البقرة ۷۷ أَوَلَا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ○

۵۵۸۔ کیا لوگ یہ نہیں جانتے کہ جو کچھ یہ چھپاتے اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں اللہ کو (سب) معلوم ہے۔

۲۵۵۹ البقرة ۱۹۷ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمُهُ اللَّهُ ○

۵۵۹۔ اور جو نیک کام تم کرو گے وہ اللہ کو معلوم ہو جائے گا۔

۲۵۶۰ البقرة ۲۱۶ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ○

۵۶۰۔ اور (ان باتوں کو) اللہ ہی بہتر جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

۲۵۶۱ البقرة ۲۵۵ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ ۚ

۵۶۱۔ جو کچھ لوگوں کے روبرو ہو رہا ہے اور جو کچھ اُن کے پیچھے ہو چکا ہے اُسے سب معلوم ہے اور وہ اس کی معلومات میں سے کسی چیز پر دسترس حاصل نہیں کر سکتے۔

۳۵۶۲ آل عمران ۲۹ قُلْ إِنْ تَخْشَوْنَ مَا فِي صُدُورِكُمْ أَوْ تُبْذَوْنَ يَعْلَمُهُ اللَّهُ ۖ وَيَعْلَمُ مَا فِي

السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۖ

۵۶۲۔ (اے پیغمبرؐ لوگوں سے) کہہ دو کہ کوئی بات تم اپنے دلوں میں مخفی رکھو یا اُسے ظاہر کرو اللہ اس کو جانتا ہے۔ اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اس کو سب کی خبر ہے۔

۳۵۶۳ آل عمران ۱۱۹ إِنْ اللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ○ المائدة ۷، ۳۱ لقمان ۲۳

۵۶۳۔ اللہ تمہارے دلوں کی باتوں سے خوب واقف ہے۔

۴۵۶۴ النساء ۴۵ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِأَعْدَائِكُمْ ۖ وَكَفَى بِاللَّهِ وَلِيًّا ۖ وَكَفَى بِاللَّهِ نَصِيرًا ○

۵۶۴۔ اور اللہ تمہارے دشمنوں سے خوب واقف ہے۔ اور اللہ ہی کافی کارساز ہے اور اللہ ہی کافی مددگار ہے۔

۴۵۶۵ النساء ۷۰ ذَلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ عَلِيمًا ○

۵۶۵۔ یہ اللہ کا فضل ہے اور اللہ جانتے والا کافی ہے۔

۴۵۶۶ النساء ۱۰۸ يَسْتَخْفُونَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُونَ مِنَ اللَّهِ وَهُوَ مَعَهُمْ إِذْ يُبَيِّتُونَ

مَا لَا يَرْضَى مِنَ الْقَوْلِ ۖ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطًا ○

۵۶۶۔ یہ لوگوں سے تو چھپتے ہیں اور اللہ سے نہیں چھپتے حالانکہ جب وہ راتوں کو ایسی باتوں کے مشورے کیا کرتے ہیں جن کو وہ پسند نہیں کرتا تو وہ اُن کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔ اور اللہ اُن کے (تمام) کاموں پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔

۵۵۶۷ المائدة ۹۷ لَتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ

شَيْءٍ عَلِيمٌ ○

۵۶۷۔ یہ اس لئے کہ تم جان لو کہ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اللہ سب کو جانتا ہے اور یہ کہ اللہ کو ہر چیز کا علم ہے۔

۵۵۶۸ المائدة ۹۹ مَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلْغُ ۖ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ ۝

۵۶۸۔ پیغمبرؐ کے ذمے تو صرف پیغام اللہ کا پہنچا دینا ہے۔ اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ مخفی کرتے ہو اللہ کو سب معلوم ہے۔

۵۵۶۹ المائدة ۱۰۹ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا ۖ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۝

۵۶۹۔ وہ عرض کریں گے کہ ہمیں کچھ معلوم نہیں۔ تو ہی غیب کی باتوں سے واقف ہے۔

۵۵۷۰ المائدة ۱۱۶ إِنْ كُنْتَ قُلْتُمْ فَقَدْ عَلِمْتُمْ ۖ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي

نَفْسِكَ ۖ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۝

۵۷۰۔ اگر میں نے ایسا کہا ہو گا تو تجھے کو معلوم ہو گا۔ (کیونکہ) جو بات میرے دل میں ہے تو اُسے جانتا ہے۔ اور جو تیرے ضمیر میں ہے۔ اُسے میں نہیں جانتا۔ بے شک تو علام الغیوب ہے۔

۶۵۷۱ الانعام ۳ وَهُوَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَفِي الْأَرْضِ ۖ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ

مَا تَكْسِبُونَ ۝

۵۷۱۔ اور آسمان اور زمین میں وہی (ایک) اللہ ہے۔ تمہاری پوشیدہ اور ظاہر سب باتیں جانتا ہے۔ اور تم جو عمل کرتے ہو سب سے واقف ہے۔

۶۵۷۲ الانعام ۵۳ أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِالشَّاكِرِينَ ۝

۵۷۲۔ (اللہ نے فرمایا) بھلا اللہ شکر کرنے والوں سے واقف نہیں؟

۶۵۷۳ الانعام ۵۹ وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ ۖ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۖ

وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٌ فِي ظُلْمَتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٌ

وَلَا يَابِسُ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ۝ ۶۰ وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ

مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ لِيُقْضَىٰ أَجَلٌ مُّسَمًّى ۖ ثُمَّ إِلَيْهِ

مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

۵۷۳۔ اور اُسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جن کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور اُسے جنکلوں اور دریاؤں کی سب

چیزوں کا علم ہے۔ اور کوئی پتہ نہیں جھڑتا مگر وہ اس کو جانتا ہے۔ اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ اور

کوئی بری اور سوکھی چیز نہیں ہے۔ مگر کتاب روشن میں (لکھی ہوئی) ہے۔ اور وہ ہی تو ہے جو رات کو

(سونے کی حالت میں) تمہاری روح قبض کر لیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس سے خبر رکھتا ہے پھر

تمہیں دن کو اٹھا دیتا ہے تاکہ (یہی سلسلہ جاری رکھ کر زندگی میں) معین مدت پوری کر دی جائے پھر تم (سب) کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے (اس روز) وہ تم کو تمہارے عمل جو تم کرتے ہو (ایک ایک کر کے) بتائے گا۔

۶۵۷۴ الانعام ۱۱۷ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَنْ يَضِلُّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ

۵۷۴۔ تمہارا پروردگار ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو اس کے رستے سے بھٹکے ہوئے ہیں اور اُن سے بھی خوب واقف ہے جو رستے پر چل رہے ہیں۔

۶۵۷۵ الانعام ۱۱۹ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ ○

۵۷۵۔ کچھ شک نہیں کہ ایسے لوگوں کو جو (اللہ کی مقرر کی ہوئی) حدوں سے باہر نکل جاتے ہیں تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے۔

۶۵۷۶ الانعام ۱۲۴ اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ ۖ

۵۷۶۔ اُس کو اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ (رسالت کا کون سا محل ہے اور) وہ اپنی پیغمبری کے عنایت فرمائے۔

۷۵۷۷ الاعراف ۶ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَمَا كُنَّا غَائِبِينَ ○

۵۷۷۔ پھر اپنے علم سے اُن کے حالات بیان کریں گے اور ہم کہیں غائب تو نہیں تھے۔

۷۵۷۸ الاعراف ۵۲ وَلَقَدْ جِئْنَهُمْ بِكِتَابٍ فَصَّلْنَاهُ عَلَىٰ عِلْمٍ هُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ○

۵۷۸۔ اور ہم نے ان کے پاس کتاب پہنچا دی ہے جس کو علم و دانش کے ساتھ کھول کھول کر بیان کر دیا ہے۔ (اور) وہ مومن لوگوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔

۷۵۷۹ الاعراف ۸۹ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۖ

۵۷۹۔ ہمارے پروردگار کا علم ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔

۱۰۵۸۰ یونس ۳۶ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ ○

۵۸۰۔ بے شک اللہ تمہارے (سب) افعال سے واقف ہے۔

۱۰۵۸۱ یونس ۶۱ وَمَاتَكُونُ فِي شَأْنٍ وَمَا تَتْلُوا مِنْهُ مِنْ قُرْآنٍ وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ إِلَّا

كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُودًا إِذْ تُفِيضُونَ فِيهِ ۖ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَبِّكَ مِنْ مِثْقَالِ

ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَلَا أَصْغَرَ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا

فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ○

۵۸۱۔ اور تم جس حال میں ہوتے ہو یا قرآن میں سے کچھ پڑھتے ہو یا تم لوگ کوئی (اور) کام کرتے ہو جب اس میں مصروف ہوتے ہو ہم تمہارے سامنے ہوتے ہیں۔ اور تمہارے پروردگار سے ذرہ برابر بھی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ نہ زمین میں اور نہ آسمان میں اور نہ کوئی چیز اس سے چھوٹی ہے یا بڑی مگر کتاب روشن میں (لکھی ہوئی) ہے۔

۱۱۵۸۲ ہود ۵
 إِلَّا إِنَّهُمْ يَثْنُونَ صُدُورَهُمْ لِيَسْتَخْفُوا مِنْهُ ۚ أَلَا حِينَ يَسْتَغْشُونَ
 ثِيَابَهُمْ لَا يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝ ۶
 وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا
 وَمُسْتَوْدَعَهَا ۚ كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ۝

۵۸۲۔ دیکھو یہ اپنے سینوں کو دوہرا کرتے ہیں۔ تاکہ اللہ سے پردہ کریں۔ سن رکھو جس وقت یہ کپڑوں میں لپٹ کر پڑتے ہیں (تب بھی) وہ اُن کی چھپی اور کھلی باتوں کو جانتا ہے۔ وہ تو دلوں تک کی باتوں سے آگاہ ہے۔ اور زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا نہیں مگر اُس کا رزق اللہ کے ذمے ہے وہ جہاں رہتا ہے اُسے بھی جانتا ہے اور جہاں سونپا جاتا ہے اُسے بھی۔ یہ سب کچھ کتاب روشن میں (لکھا ہوا) ہے۔

۱۳۵۸۳ الرعد ۸
 اللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ أُنْثَىٰ وَمَا تَغِيضُ الْأَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ۚ وَكُلُّ
 شَيْءٍ عِنْدَهُ بِمِقْدَارٍ ۝ ۹ عَلِيمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيرُ الْمُتَعَالِ ۝ ۱۰
 سَوَاءٌ مِنْكُمْ مَنْ أَسْرَأَ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهِ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِاللَّيْلِ
 وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ ۝

۵۸۳۔ اللہ ہی اُس بچے سے واقف ہے جو عورت کے پیٹ میں ہوتا ہے اور پیٹ کے سُکڑنے اور بڑھنے سے بھی (واقف ہے) اور ہر چیز کا اُس کے ہاں ایک اندازہ مقرر ہے۔ وہ دانائے نہاں و آشکار ہے۔ سب بے بزرگ (اور) علیٰ رتبہ ہے۔ کوئی تم میں سے چپکے سے بات کہے یا پکار کر یارات کو کہیں چھپ جائے یا دن (کی روشنی) میں کھلم کھلا چلے پھرے (اُس کے نزدیک) برابر ہے۔

۱۳۵۸۴ الرعد ۳۳
 أَفَمَنْ هُوَ قَائِمٌ عَلَىٰ كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ۖ وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ ۚ قُلْ
 سَمُّوهُمْ ۚ أَمْ تُنَبِّئُونَهُ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْأَرْضِ أَمْ بِظَاهِرٍ مِنَ الْقَوْلِ

۵۸۴۔ تو کیا جو (اللہ) ہر متنفس کے اعمال کا نگران (ونگہبان) ہے (وہ بتوں کی طرح بے علم و بے خبر ہو سکتا ہے) اور ان لوگوں نے اللہ کے شریک مقرر کر رکھے ہیں۔ اُن سے کہو کہ (ذرا) اُن کے نام تولو۔ کیا تم اُسے ایسی

پیزیس بتاتے ہو جس کو وہ زمین میں (کہیں بھی) معلوم نہیں کرتا یا (محض) ظاہری (باطل اور جھوٹی) بات کی (تقلید کرتے ہو)۔

۱۳۵۸۵ الرعد ۴۲ وَقَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلَّهِ الْمَكْرُ جَمِيعًا ۖ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ۖ وَسَيَعْلَمُ الْكُفْرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ۝

۵۸۵۔ جو لوگ اُن سے پہلے تھے وہ بھی (بہتیری) چالیں چلتے رہے ہیں سو چال تو سب اللہ ہی کی ہے۔ ہر متنفس جو کچھ کر رہا ہے وہ اُسے جانتا ہے اور کافر جلد معلوم کریں گے کہ عاقبت کا گھر (یعنی انجام محمود) کس کے لئے ہے۔

۱۵۵۸۶ الحجر ۲۴ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِينَ ۝

۵۸۶۔ اور جو لوگ تم میں پہلے گزر چکے ہیں ہم کو معلوم ہیں اور جو پیچھے آنے والے ہیں وہ بھی ہم کو معلوم ہیں۔

۱۶۵۸۷ النحل ۱۹ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّونَ وَمَا تُعْلِنُونَ ۝

۵۸۷۔ اور جو کچھ تم چھپاتے اور جو کچھ ظاہر کرتے ہو سب سے اللہ واقف ہے۔

۱۶۵۸۸ النحل ۲۳ لَا جَرَمَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ۖ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِينَ ۝

۵۸۸۔ یہ جو کچھ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں۔ اللہ ضرور اُس کو جانتا ہے۔ وہ سرکشوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔

۱۶۵۸۹ النحل ۲۸ الَّذِينَ تَتَوَفَّيْهُمْ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ ۖ فَالْقَوْلَ السَّلَامَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ

سُوءٍ ۖ بَلَىٰ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

۵۸۹۔ (اُن کا حال یہ ہے کہ) جب فرشتے اُن کی روحوں قبض کرنے لگتے ہیں (اور یہ) اپنے ہی حق میں ظلم کرنے

والے (ہوتے ہیں) تو مطیع و منقاد ہو جاتے ہیں (اور کہتے ہیں) ہم کوئی برا کام نہیں کرتے تھے۔ ہاں جو کچھ

تم کیا کرتے تھے اللہ اُسے خوب جانتا ہے۔

۱۶۵۹۰ النحل ۱۲۵ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ۝۵۳

النجم ۳۰، ۶۷ القلم ۷۔

۵۹۰۔ جو اُس کے رستے سے بھٹک گیا تمہارا پروردگار اُسے بھی خوب جانتا ہے۔ اور جو رستے پر چلنے والے ہیں اُن

سے بھی خوب واقف ہے۔

۱۷۵۹۱ الاسرا ۲۵ رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا فِي نُفُوسِكُمْ ۖ إِنَّ تَكُونُوا صَالِحِينَ فَإِنَّهُ كَانَ لِلْأَوَّابِينَ

غَفُورًا ۝

۵۹۱۔ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے تمہارا پروردگار اُس سے بخوبی واقف ہے اگر تم نیک ہو گے تو وہ رجوع لانے والوں کو بخش دینے والا ہے۔

۱۷۵۹۲ الاسرا ۴۷ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُونَ بِهِ إِذْ يَسْتَمِعُونَ إِلَيْكَ وَإِذْ هُمْ نَجْوَىٰ إِذْ يَقُولُ الظَّالِمُونَ إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مُّسْحُورًا ۝

۵۹۲۔ یہ لوگ جب تمہاری طرف کان لگاتے ہیں تو جس نیت سے یہ سنتے ہیں ہم اُسے خوب جانتے ہیں اور جب یہ سرگوشیاں کرتے ہیں (یعنی) جب ظالم کہتے ہیں کہ تم تو ایک ایسے شخص کی پیروی کرتے ہو جس پر جادو کیا گیا ہے۔

۱۷۵۹۳ الاسرا ۵۴ رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِكُمْ ۖ إِنَّ يَشَآئِرَ حُكْمٍ أَوْ إِنْ يَشَآئِ عَذَابُكُمْ ۖ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا ۝ ۵۵ وَرَبُّكَ أَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ

۵۹۳۔ تمہارا پروردگار تم سے خوب واقف ہے۔ اگر چاہے تو تم پر رحم کرے یا اگر چاہے تو تمہیں عذاب دے۔ اور ہم نے تم کو اُن پر داروغہ (بنا کر) نہیں بھیجا اور جو لوگ آسمانوں اور زمین میں ہیں تمہارا پروردگار اُن سے خوب واقف ہے۔

۱۷۵۹۴ الاسرا ۸۴ قُلْ كُلُّ يَفْعَلُ عَلَىٰ شَاكِلَتِهِ ۖ فَرَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ أَهْدَىٰ سَبِيلًا ۝ ۹۳ كَبِدَ دَوَكٍ هَرِ شَخْصِ اِپْنِ طَرِيقِ كِے مَطَابِقِ عَمَلِ كَرْتَا ہِے۔ سَوِ تَمہارا پروردگار اُس شخص سے خوب واقف ہے جو سب سے زیادہ سیدھے رستے پر ہے۔

۱۹۵۹۵ مریم ۹۳ إِنَّ كُلَّ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتَى الرَّحْمَنِ عَبْدًا ۝ ۹۴ لَقَدْ أَخْضَحْنَاهُمْ وَعَذَّاهُمْ عَذَابًا ۝

۵۹۵۔ تمام شخص جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اللہ کے روبرو بندے ہو کر آئیں گے اُس نے اُن (سب) کو (اپنے علم سے) گھیر رکھا اور (ایک ایک کو) شمار کر رکھا ہے۔

۲۰۵۹۶ طہ ۷ وَإِنْ تَجْهَرُ بِالْقَوْلِ فَإِنَّهُ يَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفَىٰ ۝

۵۹۶۔ اور اگر تم پکار کر بات کہو تو وہ تو چھپے بھید اور نہایت پوشیدہ بات تک کو جانتا ہے۔

۲۰۵۹۷ طہ ۹۸ إِنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۖ وَسِعَ كُلُّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝

۵۹۷۔ تمہارا معبود اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اُس کا علم ہر چیز پر محیط ہے۔

۲۰۵۹۸ طہ ۱۱۰ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا ۝

۵۹۸۔ جو کچھ اُن کے آگے ہے اور جو کچھ اُن کے پیچھے ہے وہ اُس کو جانتا ہے اور وہ (اپنے) علم سے اللہ (کے علم) پر احاطہ نہیں کر سکتے۔

۲۱ ۵۹۹ الانبیاء ۴ قُلْ رَبِّي يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝

۵۹۹۔ (پیغمبرؐ نے) کہا کہ جو بات آسمان اور زمین میں (کہی جاتی) ہے میرا پروردگار اُسے جانتا ہے اور وہ سننے والا (اور) جانتے والا ہے۔

۲۱ ۶۰۰ الانبیاء ۲۸ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنْ ارْتَضَىٰ وَهُمْ

مَنْ خَشِيَته مُشْفِقُونَ ۝

۶۰۰۔ جو کچھ اُن کے آگے ہو چکا ہے اور جو پیچھے ہو گا وہ سب سے واقف ہے اور وہ (اس سب کے پاس کسی کی) سفارش نہیں کر سکتے مگر اُس شخص کی جس سے اللہ خوش ہو اور وہ اس کی بیعت سے ڈرتے رہتے ہیں۔

۲۱ ۶۰۱ الانبیاء ۸۱ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمِينَ ۝

۶۰۱۔ اور ہم ہر چیز سے خبردار ہیں۔

۲۱ ۶۰۲ الانبیاء ۱۱۰ إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُونَ ۝

۶۰۲۔ جو بات پکار کر کی جائے وہ اُسے بھی جانتا ہے اور جو تم پوشیدہ کرتے ہو اُس سے بھی واقف ہے۔

۲۲ ۶۰۳ الحج ۷۰ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۚ إِنَّ ذَلِكَ فِي كِتَابٍ ۝

إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ۝

۶۰۳۔ کیا تم نہیں جانتے کہ جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے اللہ اس کو جانتا ہے۔ یہ (سب کچھ) کتاب میں (لکھا ہوا) ہے۔ بے شک یہ سب اللہ کو آسان ہے۔

۲۲ ۶۰۴ الحج ۷۶ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ۝

۶۰۴۔ جو اُن کے آگے ہے اور جو اُن کے پیچھے ہے وہ اُس سے واقف ہے۔ اور سب کاموں کا رجوع اللہ ہی کی طرف ہے۔

۲۳ ۶۰۵ المؤمنون ۵۲ يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا ۚ إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ۝

۶۰۵۔ اے پیغمبرو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ جو عمل کرتے ہو میں اُن سے واقف ہوں۔

۲۳ ۶۰۶ المؤمنون ۹۶ اِذْفَعِ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ السِّيَةِ ۚ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَصِفُونَ ۝

۶۰۶۔ اور بُری بات کے جواب میں ایسی بات کہو جو نہایت اچھی ہو۔ اور یہ جو کچھ بیان کرتے ہیں ہمیں خوب معلوم ہے۔

۲۴ ۶۰۷ النور ۶۴ أَلَا إِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ ۚ قَدْ يَعْلَمُ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ ۚ وَيَوْمَ

يُرْجَعُونَ إِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا ۚ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝

۶۰۷۔ دیکھو جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے۔ جس (طریق) پر تم ہو وہ اُسے جانتا ہے۔ اور جس روز لوگ اُس کی طرف لوٹائے جائیں گے تو جو لوگ عمل کرتے رہے وہ اُن کو بتا دے گا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

۶۰۸۔ الفرقان ۲۵ ۶۰۸ قُلْ أَنْزَلَهُ الَّذِي يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ إِنَّكَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا ۝
۶۰۸۔ کہہ دو کہ اُس نے اُس کو اتارا ہے جو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے۔ بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

۶۰۹۔ الشعراء ۲۶ ۶۰۹ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ۝ ۲۱۸ الَّذِي يَرْزُقُكَ حِينَ تَقُومُ ۝ ۲۱۹ وَتَقْلُبُكَ فِي السَّجْدَيْنِ ۝ ۲۲۰ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝
۶۰۹۔ اور (اللہ) غالب اور مہربان پر بھروسہ رکھو۔ جو تم کو جب تم (سجدہ) کے وقت اُٹھتے ہو دیکھتا ہے اور نمازیوں میں تمہارے پھرنے کو بھی وہ بے شک سننے والا اور جانتے والا ہے۔

۶۱۰۔ النمل ۲۷ ۶۱۰ أَلَا يَسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ ۝
۶۱۰۔ (اور نہیں سمجھتے) کہ اللہ کو جو آسمانوں اور زمین میں چھپی ہوئی چیزوں کو ظاہر کر دیتا اور تمہارے پوشیدہ اور ظاہر اعمال کو جانتا ہے۔ کیوں سجدہ نہ کریں۔

۶۱۱۔ النمل ۲۷ ۶۱۱ وَإِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ ۝ ۷۵ وَمَا مِنْ غَائِبَةٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ۝
۶۱۱۔ اور جو باتیں اُن کے سینوں میں پوشیدہ ہوتی ہیں اور جو کام وہ ظاہر کرتے ہیں تمہارا پروردگار ان (سب) کو جانتا ہے اور آسمانوں اور زمین میں کوئی پوشیدہ چیز نہیں ہے۔ مگر (وہ) کتاب روشن میں (لکھی ہوئی) ہے۔

۶۱۲۔ القصص ۲۸ ۶۱۲ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ ۝
۶۱۲۔ اور اُن کے سینے جو کچھ مخفی کرتے اور جو یہ ظاہر کرتے ہیں تمہارا پروردگار اُس کو جانتا ہے۔
۶۱۳۔ القصص ۲۸ ۶۱۳ قُلْ رَبِّي أَعْلَمُ مَنْ جَاءَ بِالْهُدَىٰ وَمَنْ هُوَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۝
۶۱۳۔ کہہ دو کہ میرا پروردگار اُس شخص کو بھی خوب جانتا ہے جو ہدایت لے کر آیا اور (اُس کو بھی) جو صریح گمراہی میں ہے۔

۲۹ ۶۱۴ النکب ۱۰ أَوَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِمَا فِي صُدُورِ الْعَالَمِينَ ۝ ۱۱ وَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ

آمَنُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنَافِقِينَ ۝

۶۱۳۔ کیا جو اہل عالم کے سینوں میں ہے اللہ اُس سے واقف نہیں؟ اور اللہ اُن کو ضرور معلوم کرے گا جو (سچے) مومن ہیں اور منافقوں کو بھی معلوم کر کے رہے گا۔

۲۹ ۶۱۵ النکب ۴۲ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

۶۱۵۔ یہ جس چیز کو اللہ کے سوا پکارتے ہیں (خواد) وہ کچھ ہی ہو اللہ اُسے جانتا ہے۔ اور وہ غالب اور حکمت والا ہے۔

۲۹ ۶۱۶ النکب ۴۵ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ ۝

۶۱۶۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو۔ اللہ اُسے جانتا ہے۔

۲۹ ۶۱۷ النکب ۵۲ قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ شَهِيدًا ۖ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ ۚ

۶۱۷۔ کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ ہی گواہ کافی ہے۔ جو چیز آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب کو جانتا ہے۔

۲۹ ۶۱۸ النکب ۶۲ اللَّهُ يَسْطُرُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ ۖ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝

۶۱۸۔ اللہ ہی اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے روزی فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ بے شک اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔

۳۱ ۶۱۹ لقمان ۱۶ يٰبُنَيَّ إِنَّمَا إِنَّا تَكُ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِي صَخْرَةٍ أَوْ فِي

السَّمُوتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ يٰأَبَا اللَّهِ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ ۝

۶۱۹۔ (لقمانؑ نے یہ بھی کہا کہ) بیٹا اگر کوئی عمل (بافرض) رائی کے دانے کے برابر بھی (چھوٹا) ہو اور ہو بھی کسی پتھر کے اندر یا آسمانوں میں (مخفی ہو) یا زمین میں۔ اللہ اُس کو قیامت کے دن لا موجود کرے گا کچھ شک نہیں کہ اللہ باریک بین (اور) خبردار ہے۔

۳۳ ۶۲۰ الاحزاب ۵۴ إِنْ تَبَدُّوا نَحْنُ أَوْ نُخْفُوهُ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝

۶۲۰۔ اگر تم کسی چیز کو ظاہر کرو یا اس کو مخفی رکھو تو (یاد رکھو کہ) اللہ ہر چیز سے باخبر ہے۔

۳۴ ۶۲۱ سبا ۲ يَعْلَمُ مَا يَلْجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا

يَعْرُجُ فِيهَا ۖ وَهُوَ الرَّحِيمُ الْغَفُورُ ۝ ۳ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَأْتِينَا

السَّاعَةُ ۖ قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتَأْتِيَنَّكُمْ ۖ عَالِمِ الْغَيْبِ ۖ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ

ذَرَّةً فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَلَا أَصْغَرُ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْبَرُ إِلَّا

فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ○

۶۲۱۔ جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو اُس میں سے نکلتا ہے اور جو آسمان سے اترتا ہے اور جو اس پر چڑھتا

ہے سب اس کو معلوم ہے اور وہ مہربان (اور) بخشنے والا ہے۔ اور کافر کہتے ہیں کہ (قیامت کی) گھڑی ہم پر

نہیں آئے گی۔ کہہ دو کیوں نہیں (آئے گی) میرے پروردگار کی قسم وہ تم پر ضرور آکر رہے گی (وہ

پروردگار) غیب کا جانتے والا ہے ذرہ بھر چیز بھی اس سے پوشیدہ نہیں (نہ) آسمانوں میں اور نہ زمین میں

اور کوئی چیز ذرے سے چھوٹی یا بڑی ایسی نہیں مگر کتاب روشن میں (لکھی ہوئی) ہے۔

۳۵ ۶۲۲ فاطر ۱۱ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنْثَىٰ وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ ۚ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُعَمَّرٍ وَلَا

يُنْقِصُ مِنْ عُمرَةٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ ۚ إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ○

۶۲۲۔ اور کوئی عورت نہ حاملہ ہوتی ہے اور نہ جنتی ہے مگر اُس کے علم سے اور نہ کسی بڑی عمر والے کو عمر زیادہ دی

جاتی ہے اور نہ اُس کی عمر کم کی جاتی ہے مگر (سب کچھ) کتاب میں (لکھا ہوا) ہے۔ بے شک یہ اللہ کو آسان

ہے۔

۳۵ ۶۲۳ فاطر ۳۸ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمُ غَيْبِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ○

۶۲۳۔ بے شک اللہ ہی آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کا جانتے والا ہے۔ وہ تو دل کے بھیدوں تک سے واقف

ہے۔

۳۶ ۶۲۴ نِسَ ۱۲ إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ ۚ وَكُلُّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ

فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ ○

۶۲۴۔ بے شک ہم مردوں کو زندہ کریں گے اور جو کچھ وہ آگے بھیج چکے اور (جو) اُن کے نشان پہنچے رہ گئے ہم اُن

کو قلمبند کر لیتے ہیں۔ اور ہر چیز کو ہم نے کتاب روشن (یعنی لوح محفوظ) میں لکھ رکھا ہے۔

۳۶ ۶۲۵ نِسَ ۷۶ فَلَا يَحْزُنُكَ قَوْلُهُمْ ۚ إِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ○

۶۲۵۔ تو ان کی باتیں تمہیں غم ناک نہ کر دیں۔ یہ جو کچھ چھپاتے اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں۔ ہمیں سب معلوم ہے۔

۳۶ ۶۲۶ نِسَ ۷۹ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ○

۶۲۶۔ کہہ دو کہ ان کو وہ زندہ کرے گا جس نے اُن کو پہلی بار پیدا کیا تھا اور وہ سب قسم کا پیدا کرنا جانتا ہے۔

۳۹ ۶۲۷ الزمر ۷ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ مَرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ

بِذَاتِ الصُّدُورِ ○

۶۲۷۔ پھر تم کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹنا ہے۔ پھر جو کچھ تم کرتے رہے وہ تم کو بتائے گا۔ وہ تو دلوں کی پوشیدہ باتوں تک سے آگاہ ہے۔

۳۹ ۶۲۸ الزمر ۷۰ وَوَقَّيْتُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُونَ ○

۶۲۸۔ اور جس شخص نے جو عمل کیا ہو مگر اُس کو اُس کا پورا پورا بدلہ لامل جائے گا اور جو کچھ یہ کرتے ہیں۔ اس کو سب کی خبر ہے۔

۴۰ ۶۲۹ المؤمن ۱۶ يَوْمَ هُمْ بَرْزُؤُنَا لَا يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ○

۶۲۹۔ جس روز وہ محل پرئیں گے اُن کی کوئی چیز اللہ سے مخفی نہ رہے گی۔

۴۰ ۶۳۰ المؤمن ۱۹ يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ ○

۶۳۰۔ وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور جو (باتیں) سینوں میں پوشیدہ ہیں (اُن کو بھی)۔

۴۱ ۶۳۱ فَصَلَّتْ ۴۰ إِنَّ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي آيَاتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ۝

۶۳۱۔ جو لوگ ہماری آیتوں میں کج راہی کرتے ہیں وہ ہم سے پوشیدہ نہیں ہیں۔

۴۱ ۶۳۲ فَصَلَّتْ ۴۷ إِلَيْهِ يَرْدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ۝ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٍ مِنْ أَكْثَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ

مِنْ أُنْثَىٰ وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ

۶۳۲۔ قیامت کے علم کا حوالہ اُسی کی جانب دیا جاتا ہے۔ (یعنی قیامت کا علم اُسی کو ہے) اور نہ تو پھل کا بھوں سے

نکلتے ہیں اور نہ کوئی مادہ حاملہ ہوتی اور نہ جنتی ہے مگر اُس کے علم سے۔

۴۱ ۶۳۳ فَصَلَّتْ ۵۰ فَلَنُنبِئَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِمَا عَمِلُوا ۝

۶۳۳۔ پس کافر جو عمل کیا کرتے ہیں وہ ہم اُن کو ضرور بتائیں گے۔

۴۱ ۶۳۴ فَصَلَّتْ ۵۴ إِلَّا إِلَهُمُ فِي مِرْيَةٍ مِنْ لِقَاءِ رَبِّهِمْ ۝ إِلَّا إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُخِيطٌ ○

۶۳۴۔ دیکھو یہ اپنے پروردگار کے روبرو حاضر ہونے سے شک میں ہیں سن رکھو کہ وہ ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے

ہے۔

۴۲ ۶۳۵ الشوریٰ ۲۴ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ○

۶۳۵۔ بے شک وہ سینے تک کی باتوں سے واقف ہے۔

۴۲ ۶۳۶ الشوریٰ ۲۵ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ○

۶۳۶۔ اور جو تم کرتے ہو (سب) جانتا ہے۔

۴۲ ۶۳۷ الشوریٰ ۵۰ إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيرٌ

۶۴۶۔ وہ تم کو خوب جانتا ہے۔ جب اُس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں بچے تھے۔
تو اپنے آپ کو پاک صاف نہ جتاؤ۔ جو پرہیزگار ہے وہ اُس سے خوب واقف ہے۔

۵۷ ۶۴۷ الحديد ۴ يَعْلَمُ مَا يَلْجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ

فِيهَا ۖ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۖ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝

۶۴۷۔ جو چیز زمین میں داخل ہوتی اور جو اُس سے نکلتی ہے اور جو آسمان سے اترتی اور جو اُس کی طرف چڑھتی ہے
سب اُس کو معلوم ہے۔ اور تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُس کو دیکھ رہا
ہے۔

۵۷ ۶۴۸ الحديد ۶ وَهُوَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝

۶۴۸۔ اور وہ دلوں کے بحیدروں تک سے واقف ہے۔

۵۷ ۶۴۹ الحديد ۲۲ مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِنْ

قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَهَا ۚ إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ۝

۶۴۹۔ کوئی مصیبت ملک پر اور خود تم پر نہیں پڑتی مگر پیشتر اس کے کہ ہم اس کو پیدا کریں ایک کتاب میں (لکھی
ہوئی) ہے۔ (اور) یہ (کام) اللہ کو آسان ہے۔

۵۸ ۶۵۰ المجادلة ۷ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى

ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا آذَنُ مِنْ ذَلِكَ وَلَا

أَكْثَرُ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا ۖ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۚ

إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝

۶۵۰۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اللہ کو سب معلوم ہے۔ (کسی
جگہ) تین (شخصوں) کا (مجمع اور) کانوں میں صلاح و مشورہ نہیں ہوتا مگر وہ اُن میں چوتھا ہوتا ہے اور نہ
کہیں پانچ کا مگر وہ اُن میں چھٹا ہوتا ہے۔ اور نہ اس سے کم یا زیادہ مگر وہ اُن کے ساتھ ہوتا ہے۔ خواہ وہ
کہیں ہوں پھر جو جو کام یہ کرتے رہتے ہیں قیامت کے دن وہ (ایک ایک) اُن کو بتائے گا۔ بے شک اللہ ہر
چیز سے واقف ہے۔

۶۰ ۶۵۱ الممتحنة ۱ تُسِرُّونَ إِلَيْهِمْ بِالْمُؤَدَّةِ ۚ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَمْتُمْ ۚ

۶۵۱۔ جو کچھ تم مخفی طور پر اور جو علی الاعلان کرتے ہو وہ مجھے معلوم ہے۔

۶۴ ۶۵۲ التغابن ۴ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّونَ وَمَا تُعْلِنُونَ ۚ وَاللَّهُ

عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ○

۶۵۲۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب جانتا ہے۔ اور جو کچھ تم چھپا کر کرتے ہو اور جو کھلم کھلا کرتے ہو اُس سے بھی آگاہ ہے۔ اور اللہ دل کے بحیدروں سے واقف ہے۔

۶۵۳ ۶۵ الطلاق ۱۲ لَتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ○

۶۵۳۔ تاکہ تم لوگ جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور یہ کہ اللہ اپنے علم سے ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔

۶۵۴ ۶۶ التحريم ۳ قَالَ نَبَّأَنِي الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ ○

۶۵۴۔ انہوں نے کہا کہ مجھے اُس نے بتایا ہے جو جانتے والا خبردار ہے۔

۶۵۵ ۶۷ الملك ۱۳ وَأَسِرُوا قَوْلَكُمْ أَوِ اجْهَرُوا بِهِ ۖ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ○ ۱۴

أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ۖ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ○

۶۵۵۔ اور تم (لوگ) بات پوشیدہ کہو یا ظاہر۔ وہ دل کے بحیدروں تک سے واقف ہے۔ بھلا جس نے پیدا کیا وہ بے خبر ہے؟ وہ تو پوشیدہ باتوں کا جانتے والا اور (ہر چیز سے) آگاہ ہے۔

۶۵۶ ۷۲ الجن ۲۸ لَيَعْلَمَنَّ أَنَّ قَدْ أَتْلَفُوا رَسَلَتْ رَبِّهِمْ وَأَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَأَحْصَىٰ كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ○

۶۵۶۔ تاکہ معلوم فرمائے کہ انہوں نے اپنے پروردگار کے پیغام پہنچا دیے ہیں اور (یوں تو) اُس نے اُن کی سب چیزوں کو ہر طرف سے قابو کر رکھا اور ایک ایک چیز گن رکھی ہے۔

۶۵۷ ۷۴ المدثر ۳۱ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ ۖ

۶۵۷۔ اور تمہارے پروردگار کے لشکروں کو اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

۶۵۸ ۷۵ القيامة ۱۳ يُنَبِّئُ الْإِنْسَانَ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ ○

۶۵۸۔ اُس دن انسان کو جو (عمل) اُس نے آگے بھیجے اور جو پیچھے چھوڑے ہوں گے سب بتا دیے جائیں گے۔

۶۵۹ ۸۵ البروج ۲۰۰ وَاللَّهُ مِنْ وَرَائِهِمْ مُحِيطٌ ○

۶۵۹۔ اور اللہ (بھی) اُن کو گردا گرد سے گھیرے ہوئے ہے۔

۶۶۰ ۸۷ الاعلىٰ ۷ إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفَى ○

۶۶۰۔ بیشک وہ کھلی بات کو بھی جانتا ہے اور چھپی کو بھی۔

۶۶۱ ۱۰۰ الغدیت ۱۱ إِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيرٌ ○

۶۶۱۔ بے شک اُن کا پروردگار اُس روز اُن سے خوب واقف ہو گا۔

اللہ واحد کی مطلق حاکمیت

۲۶۶۲ البقرة ۱۱۳ وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصْرَىٰ عَلَىٰ شَيْءٍ ۖ سَرُّوْا قَالَتِ النَّصْرَىٰ لَيْسَتِ

الْيَهُودُ عَلَىٰ شَيْءٍ ۖ وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتَابَ ۚ كَذَلِكَ قَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ

مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝

۶۶۲۔ اور یہودی کہتے ہیں کہ عیسائی رستے پر نہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ یہودی رستے پر نہیں حالانکہ وہ کتاب (الہی)

پڑھتے ہیں۔ اسی طرح بالکل اپنی کی سی بات وہ لوگ کہتے ہیں جو (کچھ) نہیں جانتے (یعنی مشرک) تو جس

بات میں یہ لوگ اختلاف کر رہے ہیں اللہ قیامت کے دن اس کا ان میں فیصلہ کر دے گا۔

۲۶۶۳ البقرة ۲۱۰ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ۝ ۳۰ آل عمران ۱۰۹ ، ۸ الانفال

۴۴ ، ۲۲ الحج ۷۶ ، ۳۵ فاطر ۴

۶۶۳۔ اور سب کاموں کا رجوع اللہ ہی کی طرف ہے۔

۳۶۶۴ آل عمران ۱۲۸ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ ۝

۶۶۴۔ (اے پیغمبرؐ) اس کام میں تمہارا کچھ اختیار نہیں (اب دو صورتیں ہیں) یا اللہ اُن کے حال پر مہربانی کرے یا

انہیں عذاب دے کہ یہ ظالم لوگ ہیں۔

۳۶۶۵ آل عمران ۱۵۴ يَقُولُونَ هَلْ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ۚ قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلَّهِ ۚ

۶۶۵۔ کہتے تھے بھلا ہمارے اختیار کی کچھ بات ہے؟ تم کہہ دو کہ بے شک سب باتیں اللہ ہی کے اختیار میں ہیں۔

۶۶۶ الانعام ۵۷ قُلْ إِنِّي عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّي وَكَذَّبْتُمْ بِهِ ۚ مَا عِندِي مَّا تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ ۚ إِنَّ

الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ ۚ يَقْضِ الْحَقُّ وَهُوَ خَيْرُ الْفَصِلِينَ ۝

۶۶۶۔ کہہ دو کہ میں تو اپنے پروردگار کی دلیل روشن پر ہوں۔ اور تم اس کی تکذیب کرتے ہو۔ جس چیز (یعنی

عذاب) کے لئے تم جلدی کر رہے ہو وہ میرے پاس نہیں ہے۔ (ایسا) حکم اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ وہ

سچی بات بیان فرماتا ہے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

۶۶۷ الانعام ۶۲ ثُمَّ رُدُّوْا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقُّ ۚ أَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۚ وَهُوَ أَسْرَعُ الْحَاسِبِينَ ۝

۶۶۷۔ پھر (قیامت کے دن تمام) لوگ اپنے مالک برحق اللہ تعالیٰ کے پاس واپس بلائے جائیں گے۔ سُن لو کہ حکم

اُسی کا ہے اور وہ نہایت جلد حساب لینے والا ہے۔

۱۱۶۶۸ ہود ۱۲۳ وَلِلَّهِ غَيْبُ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَإِلَيْهِ يُرْجَعُ الْأَمْرُ كُلُّهُ

۶۶۸۔ اور آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزوں کا علم اللہ ہی کو ہے اور تمام امور کا رجوع اُسی کی طرف ہے۔

۱۳۶۶۹ الرعد ۳۱ وَلَوْ أَنَّ قُرْآنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ أَوْ قُطِعَتْ بِهِ الْأَرْضُ أَوْ كَلِمَةٌ بِهِ الْمَوْتَى ۚ بَلْ لِلَّهِ الْأَمْرُ جَمِيعًا ۝

۶۶۹۔ اور اگر کوئی قرآن ایسا ہوتا کہ اس (کی تاثیر) سے پہاڑ چل پڑتے یا زمین پھٹ جاتی یا مردوں سے کلام کر سکتے۔ (تو یہی قرآن ان اوصاف سے متصف ہوتا) مگر بات یہ ہے کہ سب باتیں خدا کے اختیار میں ہیں۔

۱۶۶۷۰ النحل ۹۲ وَلَيَبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ مَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝

۶۷۰۔ اور جن باتوں میں تم اختلاف کرتے ہو قیامت کو اس کی حقیقت تم پر ظاہر کر دے گا۔

۱۶۶۷۱ النحل ۱۲۴ إِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ ۚ وَإِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ

يَوْمَ الْقِيَمَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝

۶۷۱۔ ہفتے کا دن تو انہی لوگوں کے لئے مقرر کیا گیا تھا جنہوں نے اس میں اختلاف کیا۔ اور تمہارا پروردگار قیامت کے دن ان میں ان باتوں کا فیصلہ کر دے گا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے۔

۱۹۶۷۲ مریم ۶۴ وَمَا نُنَزِّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهُ مَا بَيْنَ أَيْدِينَا وَخَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذَلِكَ ۚ

وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ۝

۶۷۲۔ اور (فرشتوں نے پیغمبرؐ کو جواب دیا کہ) ہم تمہارے پروردگار کے حکم کے سوا اتر نہیں سکتے۔ جو کچھ ہمارے آگے ہے۔ اور جو پیچھے ہے اور جو ان کے درمیان ہے سب اُسی کا ہے۔ اور تمہارا پروردگار بھولنے والا نہیں۔

۲۱۶۷۳ الانبیاء ۲۳ لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ ۝

۶۷۳۔ وہ جو کام کرتا ہے اُس کی پرسش نہیں ہوگی اور (جو کام یہ لوگ کرتے ہیں اس کی) اُن سے پرسش ہوگی۔

۲۲۶۷۴ الحج ۱۷ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئِينَ وَالنَّصَارَى وَالْمَجُوسَ وَالَّذِينَ

أَشْرَكُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ يُفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ

شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝

۶۷۴۔ جو لوگ مومن (یعنی مسلمان) ہیں اور جو یہودی ہیں اور ستارہ پرست اور عیسائی اور مجوسی اور مشرک اللہ اُن (سب) میں قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا۔ بے شک اللہ ہر چیز سے باخبر ہے۔

۲۲۶۷۵ الحج ۶۹ اللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فِيمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝

۶۷۵۔ جن باتوں میں تم اختلاف کرتے ہو اللہ تم میں قیامت کے روز اُن کا فیصلہ کر دے گا۔

۲۷۶۷۶ النمل ۷۱ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ ۝

۶۷۶۔ تمہارا پروردگار (قیامت کے روز) اُن میں اپنے حکم سے فیصلہ کر دے گا۔ اور وہ غالب (اور) علم والا ہے۔

۲۸ ۶۷۷ القصص ۶۸ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ۚ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۚ سُبْحَنَ اللَّهُ

وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ ○

۶۷۷۔ اور تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور (جسے چاہتا ہے) برگزیدہ کر لیتا ہے اُن کو اس کا اختیار نہیں ہے۔ یہ جو شرک کرتے ہیں اللہ اس سے پاک و بالاتر ہے۔

۲۸ ۶۷۸ القصص ۷۰ وَهُوَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُولَى وَالْآخِرَةِ وَلَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ

۶۷۸۔ اور وہی اللہ ہے اُس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ دنیا اور آخرت میں اُسی کی تعریف ہے۔ اور اُسی کا حکم اور اُسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

۲۸ ۶۷۹ القصص ۸۸ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ۚ لَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ○

۶۷۹۔ اُس کی ذات (پاک) کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ اُسی کا حکم ہے اور اُسی کی طرف تم لوٹ کر جاؤ گے۔

۳۰ ۶۸۰ الروم ۴ لِلَّهِ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ ۚ

۶۸۰۔ پہلے بھی اور پیچھے بھی اللہ ہی کا حکم ہے۔

۳۲ ۶۸۱ السجدة ۲۵ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ○

۶۸۱۔ بلاشبہ تمہارا پروردگار ان میں جن باتوں میں وہ اختلاف کرتے تھے قیامت کے روز فیصلہ کر دے گا۔

۳۴ ۶۸۲ سبا ۲۶ قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبَّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ۚ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيمُ ○

۶۸۲۔ کہہ دو کہ ہمارا پروردگار ہم کو جمع کرے گا پھر ہمارے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دے گا۔ اور وہ خوب فیصلہ کرنے والا اور صاحب علم ہے۔

۳۹ ۶۸۳ الزمر ۴۶ قُلِ اللَّهُمَّ فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ عَلِيمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ أَنْتَ تَحْكُمُ

بَيْنَ عِبَادِكَ فِي مَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ○

۶۸۳۔ کہو کہ اے اللہ (اے) آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے (اور) پوشیدہ اور ظاہر کے جاتے والے تو

ہی اپنے بندوں میں اُن باتوں کا جن میں وہ اختلاف کرتے رہے ہیں فیصلہ کرے گا۔

۴۲ ۶۸۴ الشوریٰ ۱۰ وَ مَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ ○

۶۸۴۔ اور تم جس بات میں اختلاف کرتے ہو اُس کا فیصلہ اللہ کی طرف (سے ہو گا)۔

۸۲ ۶۸۵ الانفطار ۱۹ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِنَفْسٍ شَيْئًا ۚ وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِلَّهِ ○

۶۸۵۔ جس روز کوئی کسی کا کچھ بھلا نہ کر سکے گا۔ اور حکم اُس روز صرف اللہ ہی کا ہو گا۔

ارادۃ الہی اور ”کن فیکون“ کا قول الہی

۲۶۸۶ البقرة ۱۱۷ وَإِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ .

۶۸۶۔ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اس کو ارشاد فرما دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔

۲۶۸۷ البقرة ۱۸۵ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ

۶۸۷۔ اللہ تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور سختی نہیں چاہتا۔

۲۶۸۸ البقرة ۲۵۳ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَفْتَلَوْا ۚ وَلَكِنُّ اللَّهُ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ ۝

۶۸۸۔ اور اگر اللہ چاہتا تو یہ لوگ باہم جنگ و قتال نہ کرتے۔ لیکن اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

۴۶۸۹ النساء ۲۶ يُرِيدُ اللَّهُ لِيُبينَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوبَ

عَلَيْكُمْ ۖ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۚ ۲۷۰ وَاللَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْكُمْ ۚ

وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهْوَاتِ أَنْ تَمِيلُوا مَيْلًا عَظِيمًا ۚ ۲۸۰ يُرِيدُ

اللَّهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا ۝

۶۸۹۔ اللہ چاہتا ہے کہ (اپنی آیتیں) تم سے کھول کھول کر بیان فرمائے اور تم کو اگلے لوگوں کے طریقے بتائے اور تم

پر مہربانی کرے۔ اور اللہ جانتے والا (اور) حکمت والا ہے۔ اور اللہ تو چاہتا ہے کہ تم پر مہربانی کرے۔ اور جو

لوگ اپنی خواہشوں کے پیچھے چلتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم سیدھے رستے سے بھٹک کر دور جا پڑو۔ اللہ چاہتا

ہے کہ تم پر سے بوجھ ہلکا کرے اور انسان (طبعاً) کمزور پیدا ہوا ہے۔

۵۶۹۰ المائدة ۶ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ

وَلِيُبَيِّنَ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝

۶۹۰۔ اللہ تم پر کسی طرح کی تنگی نہیں کرنی چاہتا بلکہ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے اور اپنی نعمتیں تم پر پوری

کرے۔ تاکہ تم شکر کرو۔

۵۶۹۱ المائدة ۱۷ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَ

أُمَّهُ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ۚ

۶۹۱۔ (اُن سے) کہہ دو کہ اگر اللہ عیسیٰ بن مریم اور اُن کی والدہ کو اور جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کو ہلاک کرنا

چاہے تو اُس کے آگے کس کی پیش چل سکتی ہے۔

۵۶۹۲ المائدة ۴۹ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَأَعْلَمَنَّ أَنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُصِيبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ ۚ وَإِنْ كَثِيرًا

مِنْ النَّاسِ لَفَاسِقُونَ ۝

۶۹۲۔ اگر یہ نہ مانیں تو جان لو کہ اللہ چاہتا ہے کہ اُن کے بعض گناہوں کے سبب اُن پر مصیبت نازل کرے اور اکثر لوگ تو نافرمان ہیں۔

۶۹۳ الانعام ۷۳ وَیَوْمَ یَقُولُ کُنْ فِیْکُونُ ۝ قَوْلُهُ الْحَقُّ ط

۶۹۳۔ اور جس دن وہ فرمائے گا کہ ہو جا تو (حشر برپا) ہو جائے گا۔ اس کا ارشاد برحق ہے۔

۶۹۴ الانعام ۱۲۵ فَمَنْ یُرِیدِ اللّٰهُ اَنْ یَّهْدِیْهُ یُشْرِخْ صَدْرَهُ لِلسَّلَامِ ۚ وَمَنْ یُرِیدْ اَنْ یُّضِلَّهُ

یَجْعَلْ صَدْرَهُ ضِیقًا حَرًّا کَاَنَّمَا یَصْعَدُ فِی السَّمَاءِ ط

۶۹۴۔ تو جس شخص کو اللہ چاہتا ہے کہ ہدایت بخشے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے کہ گمراہ کرے اس کا سینہ تنگ اور گھٹا ہوا کر دیتا ہے گویا وہ آسمان پر چڑھ رہا ہے۔

۶۹۵ الانفال ۷ وَیُرِیدُ اللّٰهُ اَنْ یُّحِقَّ الْحَقَّ بِکَلِمَتِهِمْ وَیَقْطَعَ ذَابِرَ الْکَافِرِیْنَ ۝

۶۹۵۔ اور اللہ چاہتا تھا کہ اپنے فرمان سے حق کو قائم رکھے اور کافروں کی جڑ کاٹ کر (پھینک) دے۔

۶۹۶ الانفال ۶۷ تُرِیدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْیَا ۚ وَاللّٰهُ یُرِیدُ الْآخِرَةَ ۚ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ۝

۶۹۶۔ تم لوگ دنیا کے مال کے طالب ہو۔ اور اللہ آخرت (کی بھلائی) چاہتا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

۶۹۷ التوبة ۵۵ فَلَا تُعْجِبْکَ اَمْوَالُهُمْ وَلَا اَوْلَادُهُمْ ۚ اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِی الْحَیْوةِ

الدُّنْیَا وَتَرْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ کَافِرُوْنَ ۝

۶۹۷۔ تم اُن کے مال اور اولاد سے تعجب نہ کرنا۔ اللہ چاہتا ہے کہ ان چیزوں سے دنیا کی زندگی میں اُن کو عذاب دے اور (جب) اُن کی جان بچے تو (اُس وقت بھی) وہ کافر ہی ہوں۔

۶۹۸ التوبة ۸۵ وَلَا تُعْجِبْکَ اَمْوَالُهُمْ وَلَا اَوْلَادُهُمْ ۚ اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰهُ اَنْ یُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِی

الدُّنْیَا وَتَرْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ کَافِرُوْنَ ۝

۶۹۸۔ اور ان کے مال اور اولاد سے تعجب نہ کرنا۔ ان چیزوں سے اللہ یہ چاہتا ہے کہ اُن کو دنیا میں عذاب کرے۔ اور (جب) ان کی جان بچے تو (اس وقت بھی) یہ کافر ہی ہوں۔

۶۹۹ یونس ۱۰۷ وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَهُ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ یُرِیدْکَ بِخَیْرٍ فَلَا

رَآدَ لِفَضْلِهِ ط

۶۹۹۔ اور اگر اللہ تم کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اس کا کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر تم سے بھلائی کرنی چاہے تو اُس کے فضل کو کوئی روکنے والا نہیں۔

۱۱۷۰۰ ہود ۳۴ وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِي إِنْ أَرَدْتُ أَنْ أَنْصَحَ لَكُمْ إِنْ كَانَ اللَّهُ يُرِيدُ أَنْ يُغْوِيَكُمْ هُوَ رَبُّكُمْ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ○

۷۰۰۔ اور اگر میں یہ چاہوں کہ تمہاری خیر خواہی کروں اور اللہ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں گمراہ کرے تو میری خیر خواہی تم کو کچھ فائدہ نہیں دے سکتی۔ وہی تمہارا پروردگار ہے۔ اور تمہیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

۱۱۷۰۱ ہود ۱۰۷ إِنْ رَبُّكَ فَعَالٌ لَمَّا يُرِيدُ ○

۷۰۱۔ بیشک تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے کر دیتا ہے۔

۱۶۷۰۲ النحل ۴۰ إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَنْ نَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ○

۷۰۲۔ جب ہم کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو ہماری بات یہی ہے کہ اس کو کہہ دیتے ہیں کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔

۱۷۷۰۳ الاسراء ۱۶ وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ

فَدَمَّرْنَاهَا تَذْمِيرًا ○

۷۰۳۔ اور جب ہمارا ارادہ کسی بستی کے ہلاک کرنے کا ہوا تو وہاں کے آسودہ لوگوں کو (خواہش پر) مامور کر دیا تو وہ

نافرمایاں کرتے رہے۔ (پھر اُس پر عذاب کا) حکم ثابت ہو گیا اور ہم نے اُسے ہلاک کر ڈالا۔

۲۲۷۰۴ الحج ۱۴ إِنْ اللَّهُ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ ○

۷۰۴۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

۲۲۷۰۵ الحج ۱۶ وَأَنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يُرِيدُ ○

۷۰۵۔ اور یہ (یاد رکھو) کہ اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

۲۸۷۰۶ القصص ۵ وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضِعُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَ

نَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ ○

۷۰۶۔ اور ہم چاہتے تھے کہ جو لوگ ملک میں کمزور کر دیے گئے ہیں اُن پر احسان کریں اور اُن کو پیشوا بنائیں اور

انہیں (ملک کا) وارث کریں۔

۳۳۷۰۷ الاحزاب ۱۷ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِي يَعْصِمُكُمْ مِنَ اللَّهِ إِنْ أَرَادَ بِكُمْ سُوءًا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۚ

۷۰۷۔ کہہ دو کہ اگر اللہ تمہارے ساتھ برائی کا ارادہ کرے تو کون تم کو اُس سے بچا سکتا ہے یا اگر تم پر مہربانی کرنی

چاہے (تو کون اُس کو بٹا سکتا ہے)

۳۳۷۰۸ الاحزاب ۳۳ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ○

۷۰۸۔ (اے پیغمبرؐ کے) اہل بیت اللہ چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی (کا میل کچیل) دور کر دے اور تمہیں بالکل پاک

صاف کر دے۔

۳۶۷۰۹ یس ۸۲ اِنَّهَا اَمْرَةٌ اِذَا ارَادَ شَيْئًا اَنْ يَقُوْلَ لَهَا كُنْ فَيَكُوْنُ ۝

۷۰۹۔ اُس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اُس سے فرما دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔

۴۸۷۱۰ الفتح ۱۱ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا اِنْ ارَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ

نَفْعًا ۝

۷۱۰۔ کہہ دو کہ اگر اللہ تم (لوگوں) کو نقصان پہنچانا چاہے یا فائدہ پہنچانے کا ارادہ فرمائے تو کون ہے جو اُس کے سامنے تمہارے لئے کسی بات کا کچھ اختیار رکھے۔

۵۴۷۱۱ القمر ۵۰ وَمَا اَمْرُنَا اِلَّا وَاَحَدَةٌ كَلَمَحٍ ۚ بِالْبَصْرِ ۝

۷۱۱۔ اور ہمارا حکم تو آنکھ کے جھپکنے کی طرح ایک بات ہوتی ہے۔

انسانی اختلاف کی سنت الہی اور دفع مضرت

۲۷۱۲ البقرة ۲۵۱ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ

اللّٰهُ ذُو فَضْلٍ عَلٰی الْعٰلَمِيْنَ ۝

۷۱۲۔ اور اللہ لوگوں کو ایک دوسرے (پر چڑحائی اور حملہ کرنے) سے ہٹاتا نہ رہتا تو ملک تباہ ہو جاتا۔ لیکن اللہ اہل عالم پر بڑا مہربان ہے۔

۵۷۱۳ المائدة ۴۸ لِكُلِّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا ۚ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً

وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَا آتٰكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ .

۷۱۳۔ ہم نے تم میں سے ہر ایک (فرقے) کے لئے ایک دستور اور طریقہ مقرر کیا ہے۔ اور اگر اللہ چاہتا تو سب کو ایک ہی شریعت پر کر دیتا۔ مگر جو حکم اس نے تم کو دیے ہیں اُن میں وہ تمہاری آزمائش کرنی چاہتا ہے سو نیک کاموں میں جلدی کرو۔

۲۲۷۱۴ الحج ۳۴ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰی مَا رَزَقَهُمْ مِنْۢ بَهِيمَةٍ

الْاَنْعَامِ ۚ

۷۱۴۔ اور ہم نے ہر ایک امت کے لئے قربانی کا طریق مقرر کر دیا ہے۔ تاکہ جو مویشی چارپائے اللہ نے اُن کو دیے ہیں (اُن کے ذبح کرنے کے وقت) اُن پر اللہ کا نام لیں۔

۲۲۷۱۵ الحج ۴۰ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهَدَمْتُ صَوَامِعُ وَبِيْعُ

وَصَلَوٰتُ وَّمَسٰجِدُ يَذْكُرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۚ

۷۱۵۔ اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا رہتا تو (راہبوں کے) صومعے اور (عیسائیوں کے) گرجے اور

(یہودیوں کے) عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) مسجدیں جن میں اللہ کا بہت سا ذکر کیا جاتا ہے، ویران ہو چکی ہوتی ہیں۔

۲۲۷۱۶ الحج ۶۷ لِكُلِّ أُمَةٍ جَعَلْنَا مَنَسِكَاهُمْ نَاسِكُوهُ .

۱۶۔ ہم نے ہر ایک امت کے لئے ایک شریعت مقرر کر دی ہے جس پر وہ چلتے ہیں۔

۴۹۷۱۷ الحجر ۱۳ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ط

۱۷۔ لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے۔ تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرو۔

شفاعت دربار الہی میں

۲۷۱۸ البقرة ۲۵۵ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ ○

۱۸۔ کون ہے کہ اُس کی اجازت کے بغیر اس سے (کسی کی) سفارش کر سکے۔

۱۰۷۱۹ یونس ۳ مَا مِنْ شَفِيعٍ إِلَّا مِنْ بَعْدِ إِذْنِهِ ط

۱۹۔ اس کا اذن حاصل کئے بغیر (کسی کی) سفارش نہیں کر سکتا۔

۲۰۷۲۰ طه ۱۰۹ يَوْمَئِذٍ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا ○

۲۰۔ اس روز (کسی کی) سفارش کچھ فائدہ نہ دے گی مگر اس شخص کی جسے اللہ اجازت دے اور اس کی بات کو پسند فرمائے۔

۲۱۷۲۱ الانبياء ۲۸ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنْ ارْتَضَىٰ وَهُمْ

مِنْ خَشْيَتِهِ مُشْفِقُونَ ○

۲۱۔ جو کچھ اُن کے آگے ہو چکا ہے اور جو پیچھے ہو گا وہ سب سے واقف ہے اور وہ (اس کے پاس کسی کی)

سفارش نہیں کر سکتے مگر اُس شخص کی جس سے اللہ خوش ہو اور وہ اُس کی بیعت سے ڈرتے رہتے ہیں۔

۳۴۷۲۲ سبا ۲۳ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ ط حَتَّىٰ إِذَا فُزِعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا

مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ ط قَالُوا الْحَقُّ ۖ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ○

۲۲۔ اور اللہ کے پاس (کسی کے لئے) سفارش فائدہ نہ دے گی مگر اس کے لئے جس کے بارے میں وہ اجازت

بخشے۔ یہاں تک کہ جب اُن کے دلوں سے اضطراب دور کر دیا جائے گا تو کہیں گے کہ تمہارے پروردگار نے

کیا فرمایا ہے (فرشتے) کہیں گے حق (فرمایا ہے) اور وہ عالی رتبہ اور گرامی قدر ہے۔

۳۹۷۲۳ الزمر ۴۴۰ قُلْ لِلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا ۖ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۖ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝
 ۷۲۳۔ کہہ دو کہ سفارش تو سب اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ اُسی کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے۔ پھر
 تم اُسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔

۴۳۷۲۴ الزخرف ۸۶ وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝
 ۷۲۴۔ اور جن کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ سفارش کا کچھ اختیار نہیں رکھتے ہاں جو علم و یقین کے ساتھ حق کی
 گواہی دیں (وہ سفارش کر سکتے ہیں)۔

۵۳۷۲۵ النجم ۲۶ وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا اِلَّا مِّنْۢ بَعْدِ
 اَنْ يَّاذِنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى ۝
 ۷۲۵۔ اور آسمانوں میں بہت سے فرشتے ہیں جن کی سفارش کچھ بھی فائدہ نہیں دیتی مگر اُس وقت کہ اللہ جس کے
 لئے چاہے اجازت بخشے اور (سفارش) پسند کرے۔

۷۸۷۲۶ النبا ۳۸ يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۚ لَا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنۢ اٰذِنَ لَهُ
 الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ۝
 ۷۲۶۔ جس دن روح (الامین) اور (اور) فرشتے صف باندھ کر کھڑے ہوں گے۔ تو کوئی بول نہ سکے مگر جس کو
 (اللہ رحمن) اجازت بخشے اور اُس نے بات بھی درست کہی ہو۔

۸۲۷۲۷ الانفطار ۱۹ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا ۖ وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِلّٰهِ ۝
 ۷۲۷۔ جس روز کوئی کسی کا کچھ بھلا نہ کر سکے گا۔ اور حکم اس روز صرف اللہ ہی کا ہو گا۔

نصرت الہی اور حق مسلم

۲۷۲۸ البقرة ۲۴۹ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلتَقُوا اللّٰهَ كَم مِّنْ فِتْنَةٍ قَلِيْلَةٍ ۚ غَلَبَتْ فِتْنَةٌ كَثِيْرَةٌ
 بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝
 ۷۲۸۔ جو لوگ یقین رکھتے تھے کہ اُن کو اللہ کے روبرو حاضر ہونا ہے۔ وہ کہنے لگے کہ بسا اوقات تھوڑی سی جماعت
 نے اللہ کے حکم سے بڑی جماعت پر فتح حاصل کی ہے اور اللہ استقلال رکھنے والوں کے ساتھ ہے۔

۳۷۲۹ آل عمران ۱۳ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰیَةٌ فِی فِتْنَةِ النَّصِیْنِ ۖ فِتْنَةُ تُقَاتِلُ فِی سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاٰخِرٰی
 كَافِرَةً یَّرَوْنَهُمْ مِّثْلِهِمْ رَاٰی الْعِیْنُ ۚ وَاللّٰهُ یُوْیْدُ بِنَصْرِهِ مَنۢ یَّشَآءُ ۚ اِنْ
 فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةٌ لِّاُولٰٓئِی الْاَبْصَارِ ۝
 ۷۲۹۔ کہ جس وقت کہ ان کو اللہ کے روبرو حاضر ہونا ہے۔ وہ کہنے لگے کہ بسا اوقات تھوڑی سی جماعت
 نے اللہ کے حکم سے بڑی جماعت پر فتح حاصل کی ہے اور اللہ استقلال رکھنے والوں کے ساتھ ہے۔

۷۲۹۔ تمہارے لئے دو گروہوں میں جو (جنگ بدر کے دن) آپس میں بھڑکنے (قدرت اللہ کی عظیم الشان) نشانی تھی۔ ایک گروہ (مسلمانوں کا تھا وہ) اللہ کی راہ میں لڑ رہا تھا۔ اور دوسرا گروہ (کافروں کا تھا وہ) اُن کو اپنی آنکھوں سے اپنے سے دگنا مشاہدہ کر رہا تھا۔ اور اللہ اپنی نصرت سے جس کو چاہتا ہے مدد دیتا ہے جو اہل بصارت ہیں اُن کے لئے اس (واقعی) میں بڑی عبرت ہے۔

۳۷۳۰۔ آل عمران ۱۲۶ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ○

۷۳۰۔ ورنہ مدد تو اللہ ہی کی ہے۔ جو غالب (اور) حکمت والا ہے۔

۳۷۳۱۔ آل عمران ۱۶۰ إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ؕ وَإِنْ يَخْذُ لَكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي

يَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهِ ؕ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ○

۷۳۱۔ اگر اللہ تمہارا مددگار ہے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو پھر کون ہے کہ تمہاری مدد کرے اس کے بعد اور مومنوں کو چاہیے کہ اللہ ہی پر بھروسہ رکھیں۔

۸۷۳۲۔ الانفال ۱۰ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ○

۷۳۲۔ اور مدد تو اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے۔

۸۷۳۳۔ الانفال ۶۲ وَإِنْ يُرِيدُوا أَنْ يَخْدَعُوكَ فَإِنْ حَسِبَكَ اللَّهُ ؕ هُوَ الَّذِي آيَدَكَ بِنَصْرِهِ

وَبِالْمُؤْمِنِينَ ○ وَالْفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ ؕ لَوْ أَنفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا

مَا أَلْفَتْ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ أَلْفَ بَيْنَهُمْ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ○

۷۳۳۔ اور اگر یہ چاہیں کہ تم کو فریب دیں تو اللہ تمہیں کفایت کرے گا۔ وہی تو ہے جس نے تم کو اپنی مدد سے اور مسلمانوں (کی جمعیت) سے تقویت بخشی۔ اور اُن کے دلوں میں الفت پیدا کر دی۔ اگر تم دنیا بھر کی دولت خرچ کرتے تب بھی اُن کے دلوں میں الفت پیدا نہ کر سکتے۔ مگر اللہ ہی نے اُن میں الفت ڈال دی۔ بے شک وہ زبردست (اور) حکمت والا ہے۔

۹۷۳۴۔ التوبة ۲۵ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ ۖ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ ۖ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ

فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ مِّمَّنَّا ۖ وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ

مُذَبِّرِينَ ○ ۲۷ ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ

جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۖ وَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ○

۷۳۴۔ اللہ نے بہت سے موقعوں پر تم کو مدد دی ہے۔ اور (جنگ) حنین کے دن جب کہ تم کو اپنی (جماعت کی) کثرت پر غرہ تھا۔ تو وہ تمہارے کچھ بھی کام نہ آئی۔ اور زمین باوجود (اتنی بڑی) فراخی کے تم پر تنگ ہو

کئی۔ پھر تم پیٹھ پھیر کر پھر گئے۔ پھر اللہ نے اپنے پیغمبر پر اور مومنوں پر اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی (اور تمہاری مدد کو فرشتوں کے) لشکر جو تمہیں نظر نہیں آتے تھے (آسمان سے) اتارے اور کافروں کو عذاب دیا۔ اور کفر کرنے والوں کی یہی سزا ہے۔

۱۰۷۳۵ یونس ۱۰۳ ۱۰ تُم نُنَجِّیْ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کَذٰلِکَ ۚ حَقًّا عَلٰیْنَا نُنَجِّیْ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝
۴۵۔ اور ہم اپنے پیغمبروں کو اور مومنوں کو نجات دیتے رہتے ہیں۔ اسی طرح ہمارا ذمہ ہے کہ مسلمانوں کو نجات دیں۔

۳۰۷۳۶ الروم ۴ ۵ وَیَوْمَئِذٍ یُّفْرِحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ ۶ یَنْصُرِ اللّٰهُ ۚ یَنْصُرُ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ۝

۴۳۶۔ اور اُس روز مومن خوش ہو جائیں گے۔ (یعنی) اللہ کی مدد سے وہ جسے چاہتا ہے مدد دیتا ہے اور وہ غالب (اور) مہربان ہے۔

۳۰۷۳۷ الروم ۴۷ ۸ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰی قَوْمِهِمْ فَجَاءُوْهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنْ الَّذِیْنَ اٰجَرُمُوْا ۚ وَكَانَ حَقًّا عَلٰیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝

۴۳۷۔ اور ہم نے تم سے پہلے بھی پیغمبر اُن کی قوم کی طرف بھیجے تو وہ اُن کے پاس نشانیاں لے کر آئے۔ سو جو لوگ نافرمانی کرتے تھے ہم نے اُن سے بدلے کر چھوڑا اور مومنوں کی مدد ہم پر لازم تھی۔

تخلیق و ایجاد خیر و شر اللہ تعالیٰ کی جانب سے اور ان کا اکتساب عمل انسانی

۳۷۳۸ ال عمران ۱۶۵ ۱۰ اَوَّلَآ اَصَابَتْکُمْ مُّصِیْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلِهَا ۙ قُلْتُمْ اِنِّیْ هٰذَا ۚ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِکُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝

۴۳۸۔ (بھلا یہ) کیا (بات ہے کہ) جب (احد کے دن کفار کے ہاتھ سے) تم پر مصیبت واقع ہوئی حالانکہ (جنگ بدر میں) اس سے دو چند مصیبت تمہارے ہاتھ سے اُن پر پڑ چکی ہے تو تم چلا اُٹھے کہ (ہائے) آفت (ہم پر) کہاں سے آپڑی کہہ دو کہ یہ تمہاری ہی شامت اعمال ہے۔ (کہ تم نے پیغمبرؐ کے حکم کے خلاف کیا) بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

۴۷۳۹ النساء ۷۸ ۱۱ وَاِنْ تُصِیْبْهُمْ حَسَنَةٌ یَّقُولُوْا هٰذِهِ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِیْبْهُمْ سَیِّئَةٌ یَّقُولُوْا هٰذِهِ مِنْ عِنْدِکَ ۚ قُلْ کُلُّ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ قُلْ اِلَآءِ الْقَوْمِ لَا یَکَادُوْنَ

يَفْقَهُونَ حَدِيثًا ۷۹ مَا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللَّهِ وَمَا أَصَابَكَ مِنْ
سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ ۝

۷۹۔ اور اُن لوگوں کو اگر کوئی فائدہ پہنچتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اور اگر کوئی گزند پہنچتا ہے تو (اے محمد تم سے) کہتے ہیں کہ یہ (گزند) آپ کی وجہ سے (ہمیں پہنچا) ہے۔ کہہ دو کہ (رنج و راحت) سب اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے۔ کہ بات بھی نہیں سمجھ سکتے؟ (اے آدم زاد) تجھ کو جو فائدہ پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اور جو نقصان پہنچے وہ تیری ہی (شامت اعمال کی) وجہ سے ہے۔

۴۲۷۴۰ الشوری ۳۰ وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ ۝

۴۲۰۔ اور جو مصیبت تم پر واقع ہوتی ہے سو تمہارے اپنے فعلوں سے اور وہ بہت سے گناہ تو معاف ہی کر دیتا ہے۔

۵۷۷۴۱ الحديد ۲۲ مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِنْ

قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَهَا ۝ إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ۝ ۲۳ لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَى

مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ۝

۴۳۱۔ کوئی مصیبت ملک پر اور خود تم پر نہیں پڑتی مگر پیشتر اس کے کہ ہم اس کو پیدا کریں ایک کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے۔ (اور) یہ (کام) اللہ کو آسان ہے۔ تاکہ جو (مطلب) تم سے فوت ہو گیا ہے اُس کا غم نہ کھایا کرو اور جو تم کو اس نے دیا ہو اس پر اترایا نہ کرو۔ اور اللہ کسی اترانے اور شیخی بگھارنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔

۶۴۷۴۲ التغابن ۱۱ مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ يَهْدِ اللَّهُ قَلْبَهُ ۝ وَاللَّهُ

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝

۴۳۲۔ کوئی مصیبت نازل نہیں ہوتی مگر اللہ کے حکم سے۔ اور جو شخص اللہ پر ایمان لاتا ہے وہ اُس کے دل کو ہدایت دیتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز سے باخبر ہے۔

انسانی قبائل و طبقات کی تقسیم اور ہر ایک کی تعیین شریعت و منہاج

۵۷۴۳ المائدة ۴۸ لِكُلِّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا ۝ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً

وَلَكِنْ لَيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ ۝

۴۳۳۔ ہم نے تم میں سے ہر ایک (فرقے) کے لئے ایک دستور اور طریقہ مقرر کیا ہے۔ اور اگر اللہ چاہتا تو سب کو ایک ہی شریعت پر کر دیتا مگر جو حکم اُس نے تم کو دیے ان میں وہ تمہاری آزمائش کرنی چاہتا ہے۔

۲۲۷۴۴ الحج ۳۴ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ
۴۴۔ اور ہم نے ہر ایک امت کے لئے قربانی کا طریق مقرر کر دیا ہے۔ تاکہ جو مویشی چارپائے اللہ نے اُن کو دیے
ہیں (اُن کے ذبح کرنے کے وقت) اُن پر اللہ کا نام لیں۔

۲۲۷۴۵ الحج ۶۷ لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ فَلَا يُنَازِعُكَ فِي الْأَمْرِ فَاذْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ
إِنَّكَ لَعَلَىٰ هُدًى مُسْتَقِيمٍ ۝

۴۵۔ ہم نے ہر ایک امت کے لئے ایک شریعت مقرر کر دی ہے جس پر وہ چلتے ہیں تو یہ لوگ تم سے اس امر میں
جھگڑانہ کریں اور تم (لوگوں کو) اپنے پروردگار کی طرف بلا تے ہو۔ بے شک تم سیدھے رستے پر ہو۔

۴۹۷۴۶ الحجر ۱۳ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ
لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَىٰ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۝

۴۶۔ لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے۔ تاکہ ایک دوسرے
کو شناخت کرو۔ بیشک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ بے شک اللہ
سب کچھ جانتے والا (اور) سب سے خبردار ہے۔

طبقات انسانی کی تقسیم و تفصیل

۶۷۴۷ الانعام ۱۶۵ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ
دَرَجَاتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ ۚ

۴۷۔ اور وہی تو ہے جس نے زمین میں تم کو اپنا نائب بنایا۔ اور ایک دوسرے پر درجے بلند کئے تاکہ جو کچھ اس
نے تمہیں بخشا ہے اس میں تمہاری آزمائش ہے۔

۷۷۴۸ الاعراف ۶۹ وَاذْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوحٍ وَزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَضْطَةً ۚ
۴۸۔ اور یاد کرو جب اس نے تم کو قوم نوح کے بعد سردار بنایا اور بڑھادیا تمہیں جسمانی لحاظ سے قد و قامت میں۔
۷۷۴۹ الاعراف ۷۴ وَاذْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِنْ بَعْدِ عَادٍ وَبَوَّأَكُمْ فِي الْأَرْضِ ثَمَّخَذُونَ
مِنْ سُھُولِهَا قُصُورًا وَتَنْحِتُونَ الْجِبَالَ بُيُوتًا ۚ فَاذْكُرُوا الْآلَاءَ اللَّهِ وَلَا

تَعْتَوْنَ فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۝

۴۹۔ اور یاد تو کرو جب اس نے تم کو قوم عاد کے بعد سردار بنایا اور زمین پر آباد کیا کہ نرم زمین سے (مٹی لے لے

کر) محل تعمیر کرتے ہو اور پہاڑوں کو تراش تراش کر گھر بناتے ہیں۔ پس اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد نہ کرتے پھرو۔

۱۰۷۵۰ یونس ۱۴ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلِيفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ۝

۷۵۰۔ پھر ہم نے اُن کے بعد تم لوگوں کو ملک میں خلیفہ بنایا تاکہ دیکھیں کہ تم کیسے کام کرتے ہو۔

۱۰۷۵۱ یونس ۷۳ فَكَذَّبُوْهُ فَجَعَلْنٰهُ وَمِنْۢ مَّعَةٍ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنٰهُمْ خَلِيفَ ۝

۷۵۱۔ لیکن اُن لوگوں نے اُن کی تکذیب کی تو ہم نے اُن کو اور جو لوگ اُن کے ساتھ کشتی میں سوار تھے سب کو

(طوفان سے) بچالیا اور انہیں (زمین میں) خلیفہ بنادیا۔

۲۷۷۵۲ النمل ۶۲ اَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاۤهُ وَيُكْشِفُ السُّوْءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْاَرْضِ ۝

۷۵۲۔ بھلا کون بے قرار کی التجا قبول کرتا ہے جب وہ اُس سے دعا کرتا ہے اور (کون اُس کی) تکلیف کو دور کرتا ہے

اور (کون) تم کو زمین میں (اکلوں کا) جانشین بناتا ہے۔

۳۵۷۵۳ فاطر ۳۹ هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلِيفَ فِي الْاَرْضِ ۝

۷۵۳۔ وہی تو ہے جس نے تم کو زمین میں (پہلوں کا) جانشین بنایا۔

۴۳۷۵۴ الزخرف ۳۲ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ۝ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ

الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا

سُخْرٰی ۝ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مَّا يَجْمَعُوْنَ ۝

۷۵۴۔ کیا یہ لوگ تمہارے پروردگار کی رحمت کو بانٹتے ہیں۔ ہم نے ان میں ان کی معیشت کو دنیا کی زندگی میں

تقسیم کر دیا اور ایک کے دوسرے پر درجے بلند کئے تاکہ ایک دوسرے سے خدمت لے۔ اور جو کچھ یہ جمع

کرتے ہیں تمہارے پروردگار کی رحمت اس سے کہیں بہتر ہے۔

نفسِ واحدہ سے تخلیق انسان

۵۷۵۵ النساء ۱ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا

زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَنِسَاءً ۝

۷۵۵۔ لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا (یعنی اول) اس سے اس کا جوڑا بنایا۔ پھر

اُن دونوں سے کثرت سے مرد و عورت (پیدا کر کے روئے زمین پر) پھیلادیے۔

٦٧٥٦ الانعام ٩٨ وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَمُسْتَوْدَعٌ ۖ قَدْ فَضَّلْنَا

الْأَيِّتِ لِقَوْمٍ يُفْقَهُونَ ○

۷۶۔ اور وہی تو ہے جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا۔ پھر (تمہارے لئے) ایک ٹھیرنے کی جگہ ہے اور ایک سپرد ہونے کی۔ سمجھنے والوں کے لئے ہم نے (اپنی) آیتیں کھول کھول کر بیان کر دی ہیں۔

٧٧٥٧ الاعراف ١٨٩ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا ۚ

۷۷۔ وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا اور اُس سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ اس سے راحت حاصل کرے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّن تُرَابٍ ثُمَّ

مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُضْغَةٍ مُخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِنَبِّينَ

لَكُمْ ۖ وَنُقِرُّ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَىٰ آجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ

طِفْلًا ثُمَّ لَتَبَلُّغُوا أَشْدَّكُمْ ۚ وَمِنْكُمْ مَنْ يُتَوَفَّىٰ وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْدَلِ

الْعُمْرُ لِكَيْلًا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا ط

۷۵۸۔ لوگو اگر تم کو مرنے کے بعد جی اٹھنے میں کچھ شک ہو تو ہم نے تم کو (پہلی بار بھی تو) پیدا کیا تھا (یعنی ابتدا

(میں) مٹی سے پھر اُس سے نطفہ بنا کر۔ پھر اُس سے خون کا لوتھڑا بنا کر۔ پھر اُس سے بوٹی بنا کر جس کی

بناوٹ کامل بھی ہوتی ہے اور ناقص بھی تاکہ تم پر (اپنی خالقیت) ظاہر کر دیں اور ہم جس کو چاہتے ہیں ایک

معیار مقرر تک پیٹ میں ٹھیرائے رکھتے ہیں۔ پھر تم کو بچہ بنا کر نکالتے ہیں پھر تم جوانی کو پہنچتے ہو۔ اور

بعض (قبل از پیری) مر جاتے ہیں اور بعض (شیخ فانی ہو جاتے ہیں اور بڑھاپے کی) نہایت خراب عمر کی طرف

لوٹائے جاتے ہیں کہ بہت لچھ جاتے کے بعد بالکل بے علم ہو جاتے ہیں۔

المؤمنون ١٢ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِينٍ ١٣ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي

قَرَارٌ مُكَيِّنٌ ١٤ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا

الْمُضْغَةَ عِظًا فَكَسَوْنَا الْعِظَ لَحْمًا ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبَرَّكَ اللَّهُ

○ أَحْسَنُ الْخَلْقِينَ ○

۷۵۹۔ اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا۔ پھر اُس کو ایک مضبوط (اور محفوظ) جگہ میں نطفہ بنا کر رکھا۔

پھر نطفے کا لو تھرا! بنایا پھر لو تھرے کی بوٹی بنائی پھر بوٹی کی ہڈیاں بنائیں پھر ہڈیوں پر گوشت (پوست) چڑھایا

پھر اُس کو نئی صورت میں بنا دیا۔ تو اللہ جو سب سے بہتر بنانے والا بڑا بابرکت ہے۔

۳۰ ۷۶۰ الروم ۲۰ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ إِذَا أَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُونَ ۲۱

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا

۵۶۰۔ اور اسی کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے کہ اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔ پھر اب تم انسان ہو کر جا بجا پھیل رہے ہو۔ اور اُسی کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے کہ اُس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کی عورتیں پیدا کیں تاکہ اُن کی طرف (مائل ہو کر) آرام حاصل کرو۔

۳۰ ۷۶۱ الروم ۵۴ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ

جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً ۖ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيمُ

الْقَدِيرُ ۝

۷۶۱۔ اللہ ہی تو ہے جس نے تم کو (ابتداء میں) کمزور حالت میں پیدا کیا پھر کمزوری کے بعد طاقت عنایت کی پھر طاقت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دیا۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ اور وہ صاحب دانش اور صاحب قدرت ہے۔

۳۲ ۷۶۲ السجدة ۷ الَّذِي أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ ۝ ثُمَّ جَعَلَ

نَسْلَهُ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ مَاءٍ مَهِينٍ ۝ ۹ ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِنْ رُوحِهِ

وَجَعَلَ لَكُمْ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۖ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ۝

۷۶۲۔ جس نے ہر چیز کو بہت اچھی طرح بنایا (یعنی) اُس کو پیدا کیا۔ اور انسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا۔ پھر اُس کی نسل خلاصے سے (یعنی) حقیر پانی سے پیدا کی۔ پھر اُس کو درست کیا پھر اُس میں اپنی (طرف سے) روح پھونکی اور تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے۔ (مگر) تم بہت کم شکر کرتے ہو۔

۳۵ ۷۶۳ فاطر ۱۱ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ أَزْوَاجًا ۚ

۷۶۳۔ اور اللہ ہی نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر نطفے سے پھر تم کو جوڑا جوڑا بنادیا۔

۳۹ ۷۶۴ الزمر ۶ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَانزَلَ لَكُمْ مِنَ

الْأَنْعَامِ ثَمَنِيَةَ أَزْوَاجٍ ۖ يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ خَلْقًا مِّنْ بَعْدِ

خَلْقٍ فِي ظُلُمٍ ثَلَاثٍ ۚ

۷۶۴۔ اُسی نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا پھر اُس سے اس کا جوڑا بنایا اور اُسی نے تمہارے لئے چارپایوں میں سے آٹھ جوڑے بنائے۔ وہی تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ سے (پہلے) ایک طرح پھر دوسری طرح تین اندھیروں میں بناتا ہے۔

۴۰ ۷۶۵ المؤمن ۶۷ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ تَرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ
طِفْلًا ثُمَّ لِيَبْلُغُوا أَشَدَّكُمْ ثُمَّ لِيَکُونُوا شُيُوخًا وَمِنْكُمْ مَنْ يَتَوَفَّى مِنْ
قَبْلُ وَلِيَبْلُغُوا أَجَلَ مُّسَمًّى وَلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ○

۷۶۵۔ وہی تو ہے جس نے تم کو (پہلے) مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ بنا کر پھر لو تھڑا بنا کر پھر تم کو نکالتا ہے (کہ تم) بچے
(ہوتے ہو) پھر تم اپنی جوانی کو پہنچتے ہو پھر بوڑھے ہو جاتے ہو اور کوئی تو تم میں سے پہلے ہی مر جاتا ہے۔
اور تم (موت کے) وقت مقرر تک پہنچ جاتے ہو اور تاکہ تم سمجھو۔

۴۲ ۷۶۶ الشوریٰ ۱۱ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَمِنَ الْأَنْعَامِ أَزْوَاجًا يَذُرُّكُمْ فِيهِ
۷۶۶۔ اُسی نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کے جوڑے بنائے اور چار پایوں کے بھی جوڑے (بنائے اور) اسی
طریق پر تم کو پھیلاتا رہتا ہے۔

۵۳ ۷۶۷ النجم ۴۵ وَأَنَّهُ خَلَقَ الزُّوجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَى ○ ۴۶ مِنْ نُطْفَةٍ إِذَا تُمْنَى ○
۷۶۷۔ اور یہ کہ وہی نہر اور مادہ دو قسم (کے حیوان) پیدا کرتا ہے۔ (یعنی) نطفے سے جو (رحم میں) ڈالا جاتا ہے۔

۷۱ ۷۶۸ نوح ۱۴ وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا ○
۷۶۸۔ حالانکہ اس نے تم کو طرح طرح (کی حالتوں) کا پیدا کیا ہے۔
۷۵ ۷۶۹ القيامة ۳۶ أَيْحَسِبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يَتْرَكَ سُذًى ○ ۳۷ أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِنْ مَنًى
يُمْنَى ○ ۳۸ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوًى ○ ۳۹ فَجَعَلَ مِنْهُ الزُّوجَيْنِ
الذَّكَرَ وَالْأُنثَى ○

۷۶۹۔ کیا انسان خیال کرتا ہے کہ یونہی چھوڑ دیا جائے گا۔ کیا وہ منی کا جو رحم میں ڈالی جاتی ہے ایک قطرہ نہ تھا؟ پھر
لو تھڑا ہوا پھر (اللہ نے) اُس کو بنایا پھر (اس کے اعضا کو) درست کیا۔ پھر اُس کی دو قسمیں بنائیں (ایک)
مرد اور (ایک) عورت۔

۷۶ ۷۷۰ الدهر ۲ إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ ○ نَبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا ○
۷۷۰۔ ہم نے انسان کو نطفہ مخلوط سے پیدا کیا۔ تاکہ اُسے آزمائیں تو ہم نے اُس کو سنتا دیکھتا بنایا۔

۷۷ ۷۷۱ المرسلات ۲۰ أَلَمْ نَخْلُقْكُمْ مِنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ ○ ۲۱ فَجَعَلْنَاهُ فِي قَرَارٍ مَكِينٍ ○ ۲۲ إِلَى
قَدَرٍ مَعْلُومٍ ○ ۲۳ فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقَدِرُونَ ○

۷۷۱۔ کیا ہم نے تم کو حقیر پانی سے نہیں پیدا کیا؟ (پہلے) اس کو ایک محفوظ جگہ میں رکھا۔ ایک معین وقت تک۔
پھر اندازہ مقرر کیا اور ہم کیا ہی خوب اندازہ مقرر کرنے والے ہیں۔

۸۰ ۷۷۲ عبس ۱۸ مِنْ أَىِّ شَىْءٍ خَلَقَهُ ۝ ۱۹ مِنْ نُطْفَةٍ ۖ خَلَقَهُ فَقَدَّرَهُ ۝

۷۷۲۔ اے (اللہ نے) کس چیز سے اے بنایا؟ نطفے سے بنایا۔ پھر اس کا اندازہ مقرر کیا۔

۸۲ ۷۷۳ الانفطار ۷ الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ ۝ ۸ فِیْ أَىِّ صُوْرَةٍ مَّأْشَاءَ رَكَّبَكَ ۝

۷۷۳۔ (وہی تو ہے) جس نے تجھے بنایا اور (تیرے اعضا کو) ٹھیک کیا اور (تیرے قامت کو) معتدل رکھا اور جس صورت میں چاہا تجھے جوڑ دیا۔

۸۶ ۷۷۴ الطارق ۵ فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ ۶ خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ ۝ ۷ يَخْرُجُ مِنْ

بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ ۝

۷۷۴۔ تو انسان کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کہاں سے پیدا ہوا ہے۔ وہ اُچھلتے ہوئے پانی سے پیدا ہوا ہے۔ جو پیٹھ اور سینے کے بیچ میں سے نکلتا ہے۔

۹۵ ۷۷۵ التین ۴ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِیْ أَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۝ ۵ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِیْنَ ۝

۷۷۵۔ کہ ہم نے انسان کو بہت اچھی صورت میں پیدا کیا ہے۔ پھر (رفتہ رفتہ) اس (کی حالت) کو (بدل کر) پست سے پست کر دیا۔

۹۶ ۷۷۶ العلق ۲ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝

۷۷۶۔ جس نے انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا۔

عبادت و استعانت کی تخصیص برائے ذات الہی: صبر و اخلاص انسانی

۱ ۷۷۷ الفاتحة ۴ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ۝

۷۷۷۔ (اے پروردگار) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔

۲ ۷۸۸ البقرة ۲۱ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ

تَتَّقُوْنَ ۝

۷۸۸۔ اے لوگو! اپنے پروردگار کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تاکہ تم (اس کے عذاب سے) بچو۔

۷ ۷۷۹ الاعراف ۲۹ قُلْ أَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ ۖ وَأَقِمْوْا وُجُوْهَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَادْعُوْهُ

مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۚ

۷۷۹۔ کہہ دو کہ میرے پروردگار نے تو انصاف کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور یہ کہ ہر نماز کے وقت سیدھا (قبلے کی

طرف) رخ کیا کرو اور خاص اسی کی عبادت کرو اور اُسی کو پکارو۔

۷۹۸۰ الاعراف ۱۲۸ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوا ۝

۷۹۸۰۔ موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ سے مدد مانگو اور ثابت قدم رہو۔

۱۰۷۸۱ یونس ۱۰۴ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَا اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفَّكُمۡ ۚ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

۷۸۱۔ (اے پیغمبرؐ) کہہ دو کہ لوگو اگر تم کو میرے دین میں کسی طرح کا شک ہو تو (سن رکھو کہ) جن لوگوں کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو میں اُن کی عبادت نہیں کرتا۔ بلکہ میں اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو تمہاری روحیں قبض کر لیتا ہے اور مجھ کو بھی حکم ہوا ہے۔ کہ ایمان لانے والوں میں ہوں۔

۱۱۰۷۸۲ ہود ۲ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اللّٰهَ ۚ اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ ۝

۷۸۲۔ (وہ یہ) کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور میں اُس کی طرف سے تم کو ڈر سنانے والا اور خوش خبری دینے والا ہوں۔

۱۰۷۸۳ ہود ۱۲۳ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهُ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۚ

۷۸۳۔ اور آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزوں کا علم اللہ ہی کو ہے۔ اور تمام امور کا رجوع اُسی کی طرف ہے۔ تو اُسی کی عبادت کرو۔ اور اسی پر بھروسہ رکھو۔

۱۳۷۸۴ الرعد ۱۵ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّ ظِلَّلُهُم بِالْغُدُوِّ وَالْاَصَالِ ۝

۷۸۴۔ اور جتنی مخلوقات آسمانوں اور زمین میں ہے۔ خوشی سے یا زبردستی سے اللہ کے آگے سجدہ کرتی ہے۔ اور اُن کے سائے بھی صبح و شام (سجدے کرتے ہیں)۔

۱۵۷۸۵ الحجر ۹۹ وَاَعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰی يٰٓاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۝

۷۸۵۔ اور اپنے پروردگار کی عبادت کئے جاؤ یہاں تک کہ تمہاری موت (کا وقت) آجائے۔

۱۷۷۸۶ الاسراء ۲۳ وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ

۷۸۶۔ اور تمہارے پروردگار نے ارشاد فرمایا ہے کہ اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

۱۹۷۸۷ مریم ۳۶ وَإِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ۝

۷۸۷۔ اور بے شک اللہ ہی میرا اور تمہارا پروردگار ہے۔ تو اُسی کی عبادت کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔

۱۹۷۸۸ مریم ۶۵ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهِ ۚ هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا ۝

۷۸۸۔ (یعنی) آسمانوں اور زمین کا اور جو اُن دونوں کے درمیان ہے۔ سب کا پروردگار۔ تو اُس کی عبادت کرو۔ اور اُسی کی عبادت پر ثابت قدم رہو۔ بھلا تم کوئی اس کا ہمنام جانتے ہو۔

۲۰۷۸۹ طہ ۱۴ اِنِّى اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدْنِىْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ ۝

۷۸۹۔ بے شک میں ہی اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری عبادت کرو۔ اور میری یاد کے لئے نماز پڑھا کرو۔

۲۱۷۹۰ الانبیاء ۲۵ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ اِلَّا نُوْحِىْ اِلَيْهِ اَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ۝

۷۹۰۔ اور جو پیغمبر ہم نے تم سے پہلے بھیجے اُن کی طرف یہی وحی بھیجی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری ہی عبادت کرو۔

۳۱۷۹۱ الانبیاء ۹۲ اِنْ هٰذِهِ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۙ وَاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ۝

۷۹۱۔ یہ تمہاری جماعت ایک ہی جماعت ہے۔ اور میں تمہارا پروردگار ہوں تو میری ہی عبادت کیا کرو۔

۷۹۲ الانبیاء ۱۱۲ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعٰنُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ ۝

۷۹۲۔ اور ہمارا پروردگار بڑا مہربان ہے۔ اُس سے اُن باتوں میں جو تم بیان کرتے ہو مدد مانگی جاتی ہے۔

۲۲۷۹۳ الحج ۷۷ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِرْكَعُوْا وَاَسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوْا الْخَيْرَ

لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُوْنَ ۝

۷۹۳۔ مومنو! رکوع کرتے اور سجدے کرتے اور اپنے پروردگار کی عبادت کرتے رہو اور نیک کام کرو تاکہ فلاح پاؤ۔

۲۴۷۹۴ النور ۵۵ يٰۤعِبَادُوْٓنِىْ لَا يَشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْۤا ۝

۷۹۴۔ وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی اور کو شریک نہ بنائیں گے۔

۲۷۷۹۵ النمل ۹۱ اِنَّمَا اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلَدَةِ الَّذِىْ حَرَّمَهَا وَلَهُ كُلُّ شَيْۤءٍ ۚ اِنَّمَا اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝

۷۹۵۔ (کہہ دو) کہ مجھ کو یہی ارشاد ہوا ہے کہ اس شہر (مکہ) کے مالک کی عبادت کروں جس نے اُس کو محترم (اور

مقام ادب) بنایا ہے۔ اور سب چیز اُسی کی ہے۔ اور یہ بھی حکم ہوا ہے کہ اُس کا حکم بردار رہوں۔

۲۸ ۷۹۶ العنکبوت ۵۶ یَعْبَادِي الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ أَرْضِي وَاسِعَةً فَإِيَّايَ فَاعْبُدُونِ ○

۷۹۶۔ اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو میری زمین فراخ ہے۔ تو میری ہی عبادت کرو۔

۳۰ ۷۹۷ الروم ۳۰ فَاقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ۚ فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۚ

لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ ۚ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ○

۳۱ مُنِيبِينَ إِلَيْهِ وَاتَّقُوهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ○

۷۹۷۔ تو تم ایک طرف کے ہو کر دین (اللہ کے رستے) پر سیدھا منہ کئے چلے جاؤ۔ (اور) اللہ کی فطرت کو جس پر اُس

نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ (اختیار کئے رہو) اللہ کی بنائی ہوئی (فطرت) میں تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔ یہی

سیدھا دین ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (مومنو) اُسی (اللہ) کی طرف رجوع کئے رہو اور اُس سے

ڈرتے رہو اور نماز پڑھتے رہو اور مشرکوں میں نہ ہونا۔

۳۰ ۷۹۸ الروم ۴۳ فَاقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ الْقَيِّمِ ○

۷۹۸۔ دین (کے رستے) پر سیدھا منہ کئے چلے چلو۔

۳۱ ۷۹۹ لقمان ۲۲ وَمَنْ يُسَلِّمْ وَجْهَهُ إِلَى اللَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى ۚ

وَإِلَى اللَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ○

۷۹۹۔ اور جو شخص اپنے تئیں اللہ کا فرماں بردار کر دے اور نیکو کار بھی ہو تو اُس نے مضبوط دست آویز ہاتھ میں

لے لی۔ اور (سب) کاموں کا انجام اللہ ہی کی طرف ہے۔

۳۶ ۸۰۰ یس ۶۱ وَأَنِ اعْبُدُونِي ۚ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ○

۸۰۰۔ اور یہ کہ میری ہی عبادت کرنا۔ یہی سیدھا رستہ ہے۔

۳۹ ۸۰۱ الزمر ۲ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ ○ ۳ أَلَا لِلَّهِ

الدِّينُ الْخَالِصُ ○

۸۰۱۔ (اے پیغمبرؐ) ہم نے یہ کتاب تمہاری طرف سچائی کے ساتھ نازل کی ہے تو اللہ کی عبادت کرو (یعنی) اُس کی

عبادت کو (شرک سے) خالص کر کے۔ دیکھو خالص عبادت اللہ ہی کے لئے (زیبا ہے)۔

۳۹ ۸۰۲ الزمر ۱۱ قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ ○

۸۰۲۔ کہہ دو کہ مجھ سے ارشاد ہوا ہے کہ اللہ کی عبادت کو خالص کر کے اُس کی بندگی کروں۔

مقرر تک تم کو مہلت عطا کرے گا۔

۷۳۸۱۱ المزمّل ۸ وَاذْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِلًا ۝

۸۱۱۔ تو اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کرو اور ہر طرف سے بے تعلق ہو کر اُس کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔

۷۴۸۱۲ المدثر ۷ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝

۸۱۲۔ اور اپنے پروردگار کے لئے صبر کرو۔

۹۴۸۱۳ الانشراح ۷ فَإِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ ۝ ۸ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝

۸۱۳۔ تو جب فارغ ہوا کرو تو (عبادت میں) محنت کیا کرو۔ اور اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہو جایا کرو۔

۹۸۸۱۴ البینہ ۵ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۝

۸۱۴۔ اور اُن کو حکم تو یہی ہوا تھا کہ اخلاص کے ساتھ اللہ کی عبادت کریں۔

۱۰۶۸۱۵ قریش ۳ فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ ۝ ۴ الَّذِي أَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوعٍ ۝ ۵ وَأَمَنَهُمْ

مِنْ خَوْفٍ ۝

۸۱۵۔ لوگوں کو چاہیے کہ (اس نعمت کے شکر میں) اس گھر کے مالک کی عبادت کریں جس نے اُن کو بھوک میں کھانا کھلایا اور خوف سے امن بخشا۔

۱۰۹۸۱۶ الکافرون ۱ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ ۝ ۲ لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ ۝ وَلَا أَنْتُمْ عِبُدُونَ مَا أَعْبُدُ

۝ وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَا عَبَدْتُمْ ۝ وَلَا أَنْتُمْ عِبُدُونَ مَا أَعْبُدُ ۝ لَكُمْ دِينُكُمْ

وَلِيَ دِينٍ ۝

۸۱۶۔ (اے پیغمبرؐ ان منکرانِ اسلام سے) کہہ دو کہ اے کافرو۔ جن (بتوں) کو تم پوجتے ہو اُن کو میں نہیں پوجتا۔ اور جس (اللہ) کی میں عبادت کرتا ہوں اُس کی تم عبادت نہیں کرتے۔ اور (میں پھر کہتا ہوں کہ) جن کی تم پرستش کرتے ہو اُن کی میں پرستش کرنے والا نہیں ہوں اور نہ تم اُس کی بندگی کرنے والے (معلوم ہوتے) ہو جسکی میں بندگی کرتا ہوں تم اپنے دین پر میں اپنے دین پر۔

النعامتِ الہی اور ان کی تحدیثِ انسانی

۵۸۱۷ المائدہ ۴ الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ

الْإِسْلَامَ دِينًا ۝

۸۱۷۔ (اور) آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں۔ اور تمہارے لئے

اسلام کو دین پسند کیا۔

۵۸۱۸ المائدة ۶ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۷۰ وَادْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُمْ بِهِ ۷۱ إِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا

۸۱۸۔ اللہ تم پر کسی طرح کی تنگی نہیں کرنی چاہتا۔ بلکہ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کرے تاکہ تم شکر کرو اور اللہ نے جو تم پر احسان کئے ہیں ان کو یاد کرو اور اُس عہد کو بھی جس کا تم سے قول لیا تھا (یعنی) جب تم نے کہا تھا کہ ہم نے (اللہ کا حکم) سن لیا اور قبول کیا۔

۵۸۱۹ المائدة ۱۱ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هُمْ قَوْمٌ أَنْ يَسْطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۷

۸۱۹۔ اے ایمان والو! اللہ نے جو تم پر احسان کیا ہے۔ اس کو یاد کرو جب ایک جماعت نے ارادہ کیا کہ تم پر دست درازی کریں تو اس نے ان کے ہاتھ تم سے روک دیے۔

۶۸۲۰ الانعام ۱۴۱ وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَ جَنَّاتٍ مَعْرُوشَاتٍ وَغَيْرَ مَعْرُوشَاتٍ وَالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا أَكْلُهُ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۷ كُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ ۷ وَلَا تَسْرِفُوا ۷ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ۱۴۲ وَمِنَ الْإِنْعَامِ خُمُولٌ وَفَرَسًا ۷ كُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوتِ الشَّيْطَانِ ۷ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ۱۴۳ ۷ ثَمَنِيَّةٌ ۷ أَزْوَاجٌ ۷ مِنَ الضَّانِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعَرَاتَيْنِ ۷ قُلْ ۷ الذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ أُمُّ الْإِنثَيْنِ أَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْإِنثَيْنِ فَمَا يَكُنِي بَعْلُهُمْ ۷ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ ۷ ۱۴۴ وَمِنَ الْإِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ۷

۸۲۰۔ اور اللہ ہی تو ہے جس نے باغ پیدا کئے چھتریوں پر چڑھائے ہوئے بھی اور جو چھتریوں پر نہیں چڑھائے ہوئے وہ بھی اور کھجور اور کھیتی جن کے طرح طرح کے پھل ہوتے ہیں اور زیتون اور انار جو (بعض باتوں میں) ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اور (بعض) باتوں میں نہیں ملتے جب یہ چیزیں پھلیں تو اُن کے پھل کھاؤ اور جس دن (پھل توڑو اور کھیتی) کا تو تو اللہ کا حق بھی اس میں سے ادا کرو اور بیجانہ اڑاؤ کہ اللہ بے جا اڑانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ اور چارپایوں میں بوجھ اٹھانے والے (یعنی بڑے بڑے) بھی پیدا کئے اور زمین سے لگے ہوئے (یعنی چھوٹے چھوٹے) بھی (پس) اللہ کا دیا ہوا رزق کھاؤ اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو۔ وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔ (یہ بڑے چھوٹے چارپائے) آٹھ قسم کے (ہیں) دو (دو)

بھیروں میں سے اور دو (دو) بکریوں میں سے (یعنی ایک ایک نر اور ایک ایک مادہ) (اے پیغمبر! ان سے) پوچھو کہ (اللہ نے) دونوں (کے) نروں کو حرام کیا ہے یا دونوں (کی) مادیوں کو یا جو بچہ مادیوں کے پیٹ میں لپٹ رہا ہو اُسے۔ اگر سچے ہو تو مجھے سند سے بتاؤ اور دو (دو) اونٹوں میں سے اور دو (دو) کایوں میں سے (انکے بارے میں بھی اُن سے) پوچھو۔

۷۸۲۱ الاعراف ۹ وَلَقَدْ مَكَّنُّكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ ۚ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ○

۸۲۱۔ اور ہمیں نے زمین میں تمہارا ٹھکانا بنایا۔ اور اس میں تمہارے لئے سامان معیشت پیدا کئے۔ (مگر) تم کم ہی شکر کرتے ہو۔

۷۸۲۲ الاعراف ۲۶ يَبْنِيْ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِيْ سَوْآتِكُمْ وَرِيشًا ۚ وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِكَ خَيْرٌ ○

۸۲۲۔ اے بنی آدم! ہم نے تم پر پوشاک اتاری کہ تمہارا ستر ڈھانکے اور (تمہارے ہون کو) زینت (دے) اور (جو) پرہیزگاری کا لباس (ہے) وہ سب سے اچھا ہے۔

۸۸۲۳ الانفال ۲۶ وَاذْكُرُوْا اِذَا اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَفَتْكُمْ النَّاسُ فَاَوْنَكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهِ ۚ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○

۸۲۳۔ اور (اُس وقت کو) یاد کرو۔ جب تم زمین (مکہ) میں قلیل اور ضعیف سمجھے جاتے تھے اور ڈرتے رہتے تھے کہ لوگ تمہیں اُڑا (نہ) لے جائیں۔ (یعنی بے خان و ماں نہ کر دیں) تو اُس نے تم کو جگہ دی اور اپنی مدد سے تم کو تقویت بخشی اور پاکیزہ چیزیں کھانے کو دیں تاکہ تم (اس کا) شکر کرو۔

۸۸۲۴ الانفال ۶۲ وَاِنْ يُّرِيدُوْا اَنْ يَّخْذُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ۚ هُوَ الَّذِيْ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ ۚ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ○ وَالْفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ۚ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا مَّا اَلْفَتْ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَفَ بَيْنَهُمْ ۚ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ

۸۲۴۔ اور اگر یہ چاہیں کہ تم کو فریب دیں تو اللہ تمہیں کفایت کرے گا۔ وہی تو ہے جس نے تم کو اپنی مدد سے اور مسلمانوں (کی جمعیت) سے تقویت بخشی۔ اور اُن کے دلوں میں الفت پیدا کر دی۔ اگر تم دنیا بھر کی دولت خرچ کرتے تب بھی اُن کے دلوں میں الفت پیدا نہ کر سکتے۔ مگر اللہ ہی نے اُن میں الفت ڈال دی۔ بے شک وہ زبردست (اور) حکمت والا ہے۔

۱۷۸۲۵ الاسراء ۶۶ رَبُّكُمْ الَّذِي يُزْجِي لَكُمْ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِيَتَّبِعُوا مِنْ فَضْلِهِ ۖ إِنَّهُ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ۝

۸۲۵۔ تمہارا پروردگار وہ ہے جو تمہارے لئے دریا میں کشتیاں چلاتا ہے تاکہ تم اس کے فضل سے (روزی) تلاش کرو۔ بے شک وہ تم پر مہربان ہے۔

۱۷۸۲۶ الاسراء ۷۰ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَهُمْ فِي الْوَحْشِ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَهُمْ مِنَ الطَّيِّبِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا ۖ

۸۲۶۔ اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور ان کو جنگل اور دریا میں سواری دی اور پاکیزہ روزی عطا کی اور اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی۔

۲۱۸۲۷ الانبياء ۴۲ قُلْ مَنْ يَكْلُوْكُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمَنِ ۖ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُونَ ۝

۸۲۷۔ کہو کہ رات اور دن میں اللہ سے تمہاری کون حفاظت کر سکتا ہے۔ بات یہ ہے کہ یہ اپنے پروردگار کی یاد سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

۲۱۸۲۸ الانبياء ۸۰ وَ عَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَّكُمْ لِيُخْصِنَكُمْ مِنْ بَأْسِكُمْ ۚ فَهَلْ أَنْتُمْ شَاكِرُونَ ۝

۸۲۸۔ اور ہم نے تمہارے لئے اُن کو ایک (طرح کا) لباس بنانا بھی سکھا دیا تاکہ تم کو لڑائی (کے ضرر) سے بچائے۔ پس تم کو شکر گزار ہونا چاہیے۔

۲۷۸۲۹ النمل ۷۳ وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُونَ ۝

۸۲۹۔ اور تمہارا پروردگار تو لوگوں پر فضل کرنے والا ہے۔ لیکن اُن میں سے اکثر شکر نہیں کرتے۔

۳۱۸۳۰ لقمان ۲۰ أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً ۖ

۸۳۰۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو اللہ نے تمہارے قابو میں کر دیا ہے اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کر دی ہیں۔

۳۳۸۳۱ الاحزاب ۴۳ هُوَ الَّذِي يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۖ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ۝

۸۳۱۔ وہی تو ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اُس کے فرشتے بھی۔ تاکہ تمکو اندھیروں سے محال کر روشنی کی طرف لے جائے اور اللہ مومنوں پر مہربان ہے۔

۸۳۲ ۴۹ الحجرت ۷ وَأَعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ ۖ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ ۖ أُولَٰئِكَ هُمُ الرُّشِدُونَ ۚ ۸۰ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَنِعْمَةً ۖ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝

۸۳۲۔ اور جان رکھو کہ تم میں اللہ کے پیغمبر ہیں۔ اگر بہت سی باتوں میں وہ تمہارا کہا مان لیا کریں تو تم مشکل میں پڑ جاؤ۔ لیکن اللہ نے تم کو ایمان عزیز بنا دیا۔ اور اس کو تمہارے دلوں میں سجا دیا۔ اور کفر اور گناہ اور نافرمانی سے تم کو بیزار کر دیا۔ یہی لوگ راہِ ہدایت پر ہیں۔ (یعنی) اللہ کے فضل اور احسان سے۔ اور اللہ جانتے والا (اور) حکمت والا ہے۔

۸۳۳ ۴۹ الحجرت ۱۷ يٰمُنُونَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوا ۖ قُلْ لَا تَمْنُونَا عَلٰٓى اِسْلَامِكُمْ ؕ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُ عَلٰٓيْكُمْ اَنْ هٰذِكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

۸۳۳۔ یہ لوگ تم پر احسان رکھتے ہیں کہ مسلمان ہو گئے ہیں۔ کہہ دو کہ اپنے مسلمان ہونے کا مجھ پر احسان نہ رکھو۔ بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے۔ کہ اُس نے تمہیں ایمان کا راستہ دکھایا بشرطیکہ تم سچے (مسلمان) ہو۔

۸۳۴ ۸۰ عبس ۲۱ ثُمَّ اَمَاتَهُ فَاْقْبَرَهُ ۝

۸۳۴۔ پھر اُس کو موت دی پھر قبر میں دفن کرایا۔

۸۳۵ ۹۳ الضحٰی ۱۱ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝

۸۳۵۔ اور اپنے پروردگار کی نعمتوں کا بیان کرتے رہنا۔

۸۳۶ ۹۶ العلق ۴ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝

۸۳۶۔ جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جن کا اس کو علم نہ تھا۔

غیر فانی اور غیر مبدل کلماتِ الہی

۸۳۷ ۶ الانعام ۳۴ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلٰی مَا كُذِّبُوا وَاُوْذُوا حَتّٰی اٰتٰهُمْ نَصْرُنَا ؕ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ

۸۳۷۔ اور تم سے پہلے بھی پیغمبر جھٹلائے جاتے رہے تو وہ تکذیب اور ایذا پر صبر کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اُن کے پاس ہماری مدد پہنچتی رہی اور اللہ کی باتوں کو کوئی بھی بدلنے والا نہیں۔

۶۸۳۸ الانعام ۱۱۵۸ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا ط لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَتِهِ ء وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

۸۳۸۔ اور تمہارے پروردگار کی باتیں سچائی اور انصاف میں پوری ہیں۔ اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں اور وہ سنتا جاتا ہے۔

۱۰۸۳۹ یونس ۱۹ وَلَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيمَا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ○
۸۳۹۔ اور اگر ایک بات جو تمہارے پروردگار کی طرف سے پہلے ہو چکی ہے۔ نہ ہوتی تو جن باتوں میں وہ اختلاف کرتے ہیں اُن میں فیصلہ کر دیا جاتا۔

۱۰۸۴۰ یونس ۶۴ لَهُمُ الْبُشْرَى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ط لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَةِ اللَّهِ ط

۸۴۰۔ اُن کے لئے دنیا کی زندگی میں بھی بشارت ہے۔ اور آخرت میں بھی۔ اللہ کی باتیں بدلتی نہیں۔

۱۱۸۴۱ ہود ۱۱۹ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ○

۸۴۱۔ اور تمہارے پروردگار کا قول پورا ہو گیا کہ میں دوزخ کو جنوں اور انسانوں سب سے بھر دوں گا۔

۱۸۸۴۲ الکہف ۲۷ وَاتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ء لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَتِهِ ء وَلَنْ تَجِدَ مِنْ

دُونِهِ مُلْتَحِدًا ○

۸۴۲۔ اور اپنے پروردگار کی کتاب کو جو تمہارے پاس بھیجی جاتی ہے پڑھتے رہا کرو۔ اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں۔ اور اس کے سوا تم کہیں پناہ کی جگہ بھی نہیں پاؤ گے۔

۱۸۸۴۳ الکہف ۱۰۹ قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِذَاذًا لِكَلِمَتِ رَبِّي لَنَفَذَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَذَ كَلِمَتُ

رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَذْدَا ○

۸۴۳۔ کہہ دو کہ اگر سمندر میرے پروردگار کی باتوں کے (لکھنے کے) لئے سیاہی ہو تو قبل اس کے کہ میرے

پروردگار کی باتیں تمام ہوں سمندر ختم ہو جائے اگرچہ ہم و سیاہی اور (سمندر) اُس کی مدد کو لائیں۔

۲۰۸۴۴ طہ ۱۲۹ وَلَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَأَجَلٌ مُسَمًّى ○

۸۴۴۔ اور ایک بات تمہارے پروردگار کی طرف سے پہلے صادر اور (اجزائے اعمال کے لیے) ایک ميعاد مقرر نہ ہو چکی

ہوتی تو (نزول) عذاب لازم ہو جاتا۔

۳۰۸۴۵ الروم ۳۰ فَاقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ط فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ط

لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ط ذَلِكَ الدِّينُ الْقِيمُ ء وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ

لَا يَعْلَمُونَ ○

۸۴۵۔ تو تم ایک طرف کے ہو کر دین (اللہ کے رستے) پر سیدہ حامدہ کیے چلے جاؤ۔ (اور) اللہ کی فطرت کو جس پر اس نے لوگوں کو پیہہ کیا ہے (اختیار کئے رہو) اللہ کی بنائی ہوئی (فطرت) میں تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔ یہی سیدہ حامدہ بن ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

۳۱ ۸۴۶ لقمان ۲۷ وَلَوْ أَنَّ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَا نَفِذْتُ كَلِمَتُ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ○

۸۴۶۔ اور اگر یوں ہو کہ زمین میں جتنے درخت ہیں (سب کے سب) قلم ہوں اور سمندر (کا تمام پانی) سیاہی ہو (اور) اس کے بعد سات سمندر اور (سیاہی ہو جائیں) تو اللہ کی باتیں (یعنی اس کی صفتیں) ختم نہ ہوں۔ بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے۔

۳۳ ۸۴۷ الاحزاب ۶۲ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ○
۸۴۷۔ جو لوگ پہلے گزر چکے ہیں اُن کے بارے میں بھی اللہ کی یہی عادت رہی ہے۔ اور تم اللہ کی عادت میں تغیر و تبدل نہ پاؤ گے۔

۳۵ ۸۴۸ فاطر ۴۳ اِسْتِكْبَارًا فِي الْأَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ۚ وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ ۚ فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا سُنَّتَ الْأَوَّلِينَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ○
وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلًا ○

۸۴۸۔ یعنی (انہوں نے) ملک میں غرور کرنا اور بُری چال چلنا (اختیار کیا) اور بُری چال کا وبال اس کے چلنے والے ہی پر پڑتا ہے۔ یہ اگلے لوگوں کی روش کے سوا اور کسی چیز کے منتظر نہیں۔ سو تم اللہ کی عادت میں ہرگز تبدل نہ پاؤ گے۔ اور اللہ کے طریقے میں کبھی تغیر نہ دیکھو گے۔

۴۰ ۸۴۹ المؤمن ۸۵ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوُا بَاسَنَا ۚ سُنَّتَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكَافِرُونَ ○

۸۴۹۔ لیکن جب وہ ہمارا عذاب دیکھ چکے (اُس وقت) ان کے ایمان نے اُن کو کچھ بھی فائدہ نہ دیا۔ (یہ) اللہ کی عادت (ہے) جو اُس کے بندوں (کے بارے) میں چلی آتی ہے۔ اور وہاں کافر گمراہے میں پڑ گئے۔

۴۲ ۸۵۰ الشوریٰ ۱۴ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى لَفُضِّى بَيْنَهُمْ ○

۸۵۰۔ اور اگر تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک وقت مقرر تک کے لئے بات نہ ٹھہر چکی ہوتی تو اُن میں فیصلہ کر دیا جاتا۔

۴۲ ۸۵۱ الشوریٰ ۲۱ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَفُضِّى بَيْنَهُمْ ۚ

۸۶۰۔ کیا تم اُن سے (تبلیغ کے صلے میں) کچھ مال مانگتے ہو تو تمہارے پروردگار کا مال بہت اچھا ہے۔ اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

۸۶۱ ۲۴ النور ۳۸ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يُّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

۸۶۱۔ اور جس کو چاہتا ہے اللہ بے شمار رزق دیتا ہے۔

۸۶۲ ۲۵ الفرقان ۲ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَرَهُ تَقْدِيرًا ۝

۸۶۲۔ اور جس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اُس کا ایک اندازہ ٹھہرایا۔

۸۶۳ ۲۸ القصص ۸۲ وَيَكُنَّ اللّٰهُ يَسْطُرُ الرِّزْقَ لِمَنْ يُّشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ ۝

۸۶۳۔ ہائے شامت، اللہ ہی تو اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے۔ اور (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے۔

۸۶۴ ۲۹ العنکبوت ۱۷ فَابْتَغُوا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ .

۸۶۴۔ پس اللہ ہی کے ہاں سے رزق طلب کرو۔

۸۶۵ ۲۹ العنکبوت ۶۰ وَكَأَيِّنْ مِنْ ذَّابَّةٍ لَا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۚ اللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ وَهُوَ السَّمِيعُ

الْعَلِيمُ ۝

۸۶۵۔ اور بہت سے جانور ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے۔ اللہ ہی اُن کو رزق دیتا ہے اور تم کو بھی۔ اور وہ سننے والا اور جانتے والا ہے۔

۸۶۶ ۲۹ العنکبوت ۶۲ ۚ اللّٰهُ يَسْطُرُ الرِّزْقَ لِمَنْ يُّشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ ۚ

۸۶۶۔ اللہ ہی اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے روزی فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔

۸۶۷ ۳۰ الروم ۳۷ اَوْ لَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهُ يَسْطُرُ الرِّزْقَ لِمَنْ يُّشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ

يُّؤْمِنُوْنَ ۝

۸۶۷۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی جس کے لئے چاہتا ہے رزق فراخ کرتا ہے اور (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگ کرتا ہے۔ بے شک اس میں ایمان لانے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

۸۶۸ ۳۳ الاحزاب ۳۸ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا ۝

۸۶۸۔ اور اللہ کا حکم ٹھہر چکا ہے۔

۸۶۹ ۳۴ سبا ۲۴ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ قُلِ اللّٰهُ ۚ

۱۶۹۔ پوچھو کہ تم کو آسمانوں اور زمین سے کون رزق دیتا ہے۔ کہو کہ اللہ۔

۸۷۰ ۳۴ سبا ۳۶ قُلْ إِنَّ رَبِّي يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ

لَا يَعْلَمُونَ ○

۸۷۰۔ کہہ دو کہ میرا رب جس کے لئے چاہتا ہے۔ روزی فراخ کر دیتا ہے (اور جس کے لئے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

۸۷۱ ۳۴ سبا ۳۹ قُلْ إِنَّ رَبِّي يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ ۖ وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِّنْ

شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ○

۸۷۱۔ کہہ دو کہ میرا پروردگار اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے روزی فراخ کر دیتا ہے اور (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے اور تم جو چیز خرچ کرو گے۔ وہ اس کا (تمہیں) عوض دے گا۔ اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

۸۷۲ ۳۵ فاطر ۳ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ ۖ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللَّهِ

يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۖ

۸۷۲۔ لوگو! اللہ کے جو تم پر احسانات ہیں اُن کو یاد کرو۔ کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق (اور رازق) ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق دے۔

۸۷۳ ۳۶ یس ۳۸ وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ ۚ هَٰذَا ۖ ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۚ ۳۸ وَالْقَمَرَ

قَدَرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ

۸۷۳۔ اور سورج اپنے مقررستے پر چلتا رہتا ہے۔ یہ (اللہ) غالب اور دانا کا (مقرر کیا ہوا) اندازہ ہے۔ اور چاند کی بھی ہم نے منزلیں مقرر کر دیں۔ یہاں تک کہ (گھٹتے گھٹتے) کھجور کی پرانی شاخ کی طرح ہو جاتا ہے۔

۸۷۴ ۳۹ الزمر ۵۲ أَوَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۖ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ

لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ○

۸۷۴۔ کیا اُن کو معلوم نہیں کہ اللہ ہی جس کے لئے چاہتا ہے رزق کو فراخ کر دیتا ہے۔ اور (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے۔ جو لوگ ایمان لاتے ہیں اُن کے لیے اس میں (بہت سی) نشانیاں ہیں۔

۸۷۵ ۴۱ حَمَّ السَّجْدَةِ ۱۰ وَبَرَكَ فِيهَا وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَهَا ۚ

۸۷۵۔ اور زمین میں برکت رکھی اور اُس میں سب سلمانِ معیشت مقرر کیا۔

۸۷۶ ۴۱ حَمَّ السَّجْدَةِ ۱۲ ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۚ

۸۷۶۔ یہ زبردست (اور) خبردار کے (مقرر کیے ہوئے) اندازے ہیں۔

۴۲۸۷۷ الشوری ۱۲ یَسْطُرُ الرَّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۝

۸۷۷۔ وہ جس کے لئے چاہتا ہے۔ رزق فراخ کر دیتا ہے (اور جس کے لئے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے۔

۴۲۸۷۸ الشوری ۱۹ اللَّهُ لَطِيفٌ بِعِبَادِهِ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ ۝ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ ۝

۸۷۸۔ اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے رزق دیتا ہے اور وہ زور والا (اور) زبردست ہے۔

۴۲۸۷۹ الشوری ۲۷ وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرَّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ وَلَكِنْ يُنْزِلُ بِقَدَرٍ مَّا

يَشَاءُ ۝ إِنَّهُ بِعِبَادِهِ خَبِيرٌ بَصِيرٌ ۝

۸۷۹۔ اور اگر اللہ اپنے بندوں کے لئے رزق میں فراخی کر دیتا تو زمین میں فساد کرنے لگتے لیکن وہ جو چیز چاہتا ہے

اندازے کے ساتھ نازل کرتا ہے۔ بے شک وہ اپنے بندوں کو جانتا اور دیکھتا ہے۔

۴۳۸۸۰ الزخرف ۱۱ وَالَّذِي نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ

۸۸۰۔ اور جس نے ایک اندازے کے ساتھ آسمان سے پانی نازل کیا۔

۵۱۸۸۱ الذریت ۲۲ وَفِي السَّمَاءِ بِرُزْقِكُمْ وَمَا تَوْعَدُونَ ۝ ۲۳ فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ مِثْلَ مَا

أَنْتُمْ تَنْطَفُونَ ۝

۸۸۱۔ اور تمہارا رزق اور جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے آسمان میں ہے۔ تو آسمانوں اور زمین کے مالک کی قسم

! یہ (اسی طرح) قابلِ یقین ہے جس طرح تم بات کرتے ہو۔

۵۱۸۸۲ الذریت ۵۸ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ ۝

۸۸۲۔ اللہ ہی تو رزق دینے والا زور آور اور مضبوط ہے۔

۵۴۸۸۳ القمر ۱۲ وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلَى أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ۝

۸۸۳۔ اور زمین میں چشمے جاری کر دیے تو پانی ایک کام کے لئے جو مقدر ہو چکا تھا جمع ہو گیا۔

۵۴۸۸۴ القمر ۴۹ إِنَّا كُلُّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ۝

۸۸۴۔ ہم نے ہر چیز اندازہ مقرر کے ساتھ پیدا کی ہے۔

۵۶۸۸۵ الواقعة ۶۰ نَحْنُ قَدَرْنَا بَيْنَكُمْ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ۝

۸۸۵۔ ہم نے تم میں مرنا ٹھیرا دیا ہے۔ اور ہم اس بات سے عاجز نہیں۔

۶۲۸۸۶ الجمعة ۱۱ وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّزَاقِينَ ۝

۸۸۶۔ اور اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

۶۵۸۸۷ الطلاق ۳ وَيَرْزُقُهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۝ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ۝ إِنَّ

اللّٰهُ بَالِغُ أَمْرِهِ ۖ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝

۸۸۷۔ اور اُس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے (وہم و) گمان بھی نہ ہو۔ اور جو اللہ پر بھروسہ رکھے گا۔ تو وہ اس کو کفایت کرے گا۔ اللہ اپنے کام کو (جو وہ کرنا چاہتا ہے) پورا کر دیتا ہے۔ اللہ نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔

۶۷۸۸۸ الملک ۲۱ اَمَّنْ هَذَا الَّذِي يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهُ ۚ

۸۸۸۔ بھلا اگر وہ اپنا رزق بند کر لے تو کون ہے جو تم کو رزق دے؟

۷۳۸۸۹ المزل ۲۰ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ

۸۸۹۔ اور اللہ تورات اور دن کا اندازہ رکھتا ہے۔

۷۷۸۹۰ المرسلت ۲۲ اِلَىٰ قَدَرٍ مَّعْلُومٍ ۝ ۲۳ فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقَدِرُونَ ۝

۸۹۰۔ ایک معین وقت تک پھر اندازہ مقرر کیا اور ہم کیا ہی خوب اندازہ مقرر کرنے والے ہیں۔

۸۰۸۹۱ عبس ۱۹ مِنْ نُّطْفَةٍ ۖ خَلَقَهُ فَقَدَرَهُ ۝

۸۹۱۔ نطفے سے بنایا۔ پھر اُس کا اندازہ مقرر کیا۔

۸۷۸۹۲ الاعلیٰ ۳ وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَىٰ ۝

۸۹۲۔ اور جس نے (اُس کا) اندازہ ٹھیرایا (پھر اُس کو) رستہ بتایا۔

ذاتِ الہی سے عجز کی نفی

۲۸۹۳ البقرة ۲۵۵ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۖ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ

الْعَظِيمُ ۝

۸۹۳۔ اُس کی بادشاہی (اور علم) آسمان اور زمین سب پر حاوی ہے۔ اور اُسے ان کی حفاظت کچھ بھی دشوار نہیں اور وہ بڑا عالی رتبہ اور جلیل القدر ہے۔

۶۸۹۴ الانعام ۱۳۴ اِنْ مَاتُوْا عَدُوْنَ لَابٍ ۙ وَمَا اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝

۸۹۴۔ کچھ شک نہیں کہ جو وعدہ تم سے کیا جاتا ہے وہ (وقوع میں) آئیوا ہے۔ اور تم (اللہ کو) مغلوب نہیں کر سکتے۔

۸۸۹۵ الانفال ۵۹ وَلَا يَخْشَىٰ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبْتُوْا ۖ اِنَّهُمْ لَا يَفْعَلُوْنَ ۝

۸۹۵۔ اور کافر یہ نہ خیال کریں کہ وہ بھاگ نکلتے ہیں۔ وہ (اپنی چالوں سے ہم کو) ہرگز عاجز نہیں کر سکتے۔

۹۸۹۶ التوبہ ۲ وَأَعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ

۸۹۶۔ اور جان رکھو کہ تم اللہ کو عاجز نہ کر سکو گے۔

۹۸۹۷ التوبہ ۳ فَأَعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ

۸۹۷۔ تو جان رکھو کہ تم اللہ کو ہر انہیں سکو گے۔

۱۰۸۹۸ یونس ۵۳ وَيَسْتَنْبِئُونَكَ أَحَقُّ هُوَ قُلْ إِي وَرَبِّي إِنَّهُ لَخَقٌّ ؕ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ ۝

۸۹۸۔ اور تم سے دریافت کرتے ہیں کہ آیا یہ سچ ہے۔ کہہ دو ہاں اللہ کی قسم سچ ہے۔ اور تم (بھگ کر اللہ کو) عاجز نہیں کر سکو گے۔

۱۱۸۹۹ ہود ۲۰ أُولَٰئِكَ لَمْ يَكُونُوا مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ

۸۹۹۔ یہ لوگ زمین میں (کہیں بھگ کر اللہ کو) ہر انہیں سکتے۔

۱۶۹۰۰ النحل ۴۶ أَوْ يَأْخُذَهُمْ فِي تَقْلِبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِينَ ۝

۹۰۰۔ یا اُن کو چلتے پھرتے پکڑے وہ (اللہ کو) عاجز نہیں کر سکتے۔

۲۴۹۰۱ النور ۵۷ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ ؕ

۹۰۱۔ اور ایسا خیال نہ کرنا کہ تم پر کافر لوگ غالب آجائیں گے زمین میں (وہ جاہی کہاں سکتے ہیں)۔

۲۹۹۰۲ العنکبوت ۴ أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ أَنْ يَسْبِقُونَا ؕ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ۝

۹۰۲۔ کیا وہ لوگ جو بُرے کام کرتے ہیں یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ ہمارے قابو سے نکل جائیں گے جو خیال یہ کرتے ہیں بُرا ہے۔

۲۹۹۰۳ العنکبوت ۲۲ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ

۹۰۳۔ اور تم (اُس کو) نہ زمین میں عاجز کر سکتے ہو نہ آسمان میں۔

۳۵۹۰۴ فاطر ۴۴ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعْجِزَهُ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ؕ

۹۰۴۔ اور اللہ ایسا نہیں کہ آسمانوں اور زمین میں کوئی چیز اُس کو عاجز کر سکے۔

۴۲۹۰۵ الشوریٰ ۳۱ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ

۹۰۵۔ اور تم زمین میں (اللہ کو) عاجز نہیں کر سکتے۔

۵۶۹۰۶ الواقعة ۶۰ نَحْنُ قَدْ زَنَّا بَيْنَكُمْ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ۝ ۶۱ عَلَىٰ أَنْ تُبَدَّلَ

أَمْثَلَكُمْ وَنُنشِئُكُمْ فِي مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝

۹۰۶۔ ہم نے تم میں مرنا ٹھیرا دیا ہے۔ اور ہم اس بات سے عاجز نہیں کہ تمہاری طرح کے اور لوگ تمہاری جگہ لے آئیں اور ہم کو ایسے جہان میں جس کو تم نہیں جانتے پیدا کر دیں۔

۷۰۹۰۷ الماعراج ۴۰ فَلَا أُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ إِنَّا لَقَدِرُونَ ۝ ۱۰ عَلَىٰ أَنْ تُبَدَّلَ

خَيْرًا مِّنْهُمْ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ۝

۹۰۷۔ ہمیں مشرقوں اور مغربوں کے مالک کی قسم کہ ہم طاقت رکھتے ہیں۔ (یعنی) اس بات پر (قادر ہیں) کہ اُن سے بہتر لوگ بدل لائیں۔ اور ہم عاجز نہیں ہیں۔

۷۲۹۰۸ الجن ۱۲ وَأَنَا ظَنَّنَا أَنَّ لَنْ نُعْجِزَ اللَّهَ فِي الْأَرْضِ وَلَنْ نُعْجِزَهُ هَرَبًا ۝

۹۰۸۔ اور یہ کہ ہم نے یقین کر لیا ہے کہ ہم زمین میں (خواد کہیں ہوں) اللہ کو ہرا نہیں سکتے اور نہ بھاگ کر اُس کو تھکا سکتے ہیں۔

رحمتِ الہی کی وسعت اور مایوسی کی ممانعت

۶۹۰۹ الانعام ۱۴۷ فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ رَبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ ۝

۹۰۹۔ اور اگر یہ لوگ تمہاری تکذیب کریں تو کہہ دو تمہارا پروردگار صاحبِ رحمت وسیع ہے۔

۷۹۱۰ الاعراف ۱۵۶ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۝ فَسَاكُنْهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ

وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ ۝

۹۱۰۔ اور جو میری رحمت ہے۔ وہ ہر چیز کو شامل ہے۔ میں اُس کو اُن لوگوں کے لئے لکھ دوں گا جو پرہیزگاری کرتے اور زکوٰۃ دیتے اور ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔

۱۵۹۱۱ الحجر ۵۶ قَالَ وَمَنْ يَقْنَطُ مِنْ رَحْمَةِ رَبِّي إِلَّا الضَّالُّونَ ۝

۹۱۱۔ (ابراہیمؑ نے) کہا کہ اللہ کی رحمت سے (میں مایوس کیوں ہونے لگا اس سے) مایوس ہونا مگر اہوں کا کام ہے۔

۳۹۹۱۲ الزمر ۵۳ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ ۝ إِنَّ اللَّهَ

يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا ۝ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝

۹۱۲۔ (اے پیغمبرؐ میری طرف سے لوگوں سے) کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے۔ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا۔ اللہ تو سب گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ (اور) وہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔

۴۰۹۱۳ المؤمن ۷ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا .
۹۱۳۔ اور مومنوں کے لئے بخشش مانگتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار تیری رحمت اور تیرا علم ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔

تخلیق ارض و سماء

۷۹۱۴ الاعراف ۵۴ إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ .
۹۱۴۔ کچھ شک نہیں کہ تمہارا پروردگار اللہ ہی ہے۔ جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا۔
۱۱۹۱۵ ہود ۷ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ○
۹۱۵۔ اور وہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں بنایا۔
۱۵۹۱۶ الحجر ۸۵ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ ○
۹۱۶۔ اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو (مخلوقات) اُن دونوں کے درمیان میں ہے اُس کو تدبیر کے ساتھ پیدا کیا ہے۔
۲۱۹۱۷ الانبیاء ۱۶ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لِعِبَادٍ ○ ۱۷ لَوْ أَرَدْنَا أَنْ نَتَّخِذَ
لَهُوَآءَ نَحْنُذُنَاهُ مِنْ لَدُنَّا إِنْ كُنَّا مُعْلِنِينَ ○
۹۱۷۔ اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو (مخلوقات) ان دونوں کے درمیان ہے اس کو لہو و لعب کے لئے پیدا نہیں کیا۔ اگر ہم چاہتے کہ کھیل (کی چیزیں یعنی زن و فرزند) بنائیں تو اگر ہم کو کرنا ہی ہوتا تو ہم اپنے پاس سے بنا لیتے۔

۲۵۹۱۸ الفرقان ۵۹ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ○
۹۱۸۔ جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے چھ دن میں پیدا کیا۔
۲۹۹۱۹ العنکبوت ۴۴ خَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ ○
۹۱۹۔ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حکمت کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ کچھ شک نہیں کہ ایمان والوں کے لئے اس میں نشانی ہے۔

۳۰۹۲۰ الروم ۸ أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا فِي أَنفُسِهِمْ ۚ مَا خَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا
إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ
۹۲۰۔ کیا انہوں نے اپنے دل میں غور نہیں کیا۔ کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ اُن دونوں کے درمیان

ہے اُن کو حکمت سے اور ایک وقت مقرر تک کے لیے پیدا کیا ہے۔

۳۲۹۲۱ حَمَّ السَّجْدَةِ ۴ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمُوتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ۝

۹۲۱۔ اللہ ہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو چیزیں ان دونوں میں ہیں سب کو چھ دن میں پیدا کیا۔

۹۲۲ ص ۲۷ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۝

۹۲۲۔ اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کائنات اُن میں ہے اُس کو خالی از مصلحت نہیں پیدا کیا۔

۴۴۹۲۳ الدخان ۳۸ وَمَا خَلَقْنَا السَّمُوتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لِعَيْنٍ ۝ ۳۹ وَمَا خَلَقْنَاهَا إِلَّا

بِالْحَقِّ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝

۹۲۳۔ اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ اُن میں ہے اُن کو کھیلنے ہوئے نہیں بنایا۔ اُن کو ہم نے تدبیر سے

پیدا کیا ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

۴۵۹۲۴ الجاثیة ۲۲ وَخَلَقَ اللَّهُ السَّمُوتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۝

۹۲۴۔ اور اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حکمت سے پیدا کیا ہے۔

۴۶۹۲۵ الاحقاف ۳ مَا خَلَقْنَا السَّمُوتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَمًّى ۝

۹۲۵۔ ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں میں ہے مبنی بر حکمت اور ایک وقت مقرر تک کے لئے پیدا کیا ہے۔

۵۰۹۲۶ قی ۳۸ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمُوتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ۚ وَمَا مَسَّنَا

مِنْ لُّغُوبٍ ۝

۹۲۶۔ اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو (مخلوقات) اُن میں ہے سب کو چھ دن میں بنا دیا۔ اور ہم کو ذرا بھی

مکھن نہیں ہوئی۔

۵۷۹۲۷ الحديد ۴ هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمُوتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ۚ

۹۲۷۔ وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا۔

ربوبیت الہی پر اولادِ آدم کی شہادت

۷۹۲۸ الاعراف ۱۷۲ وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى

أَنْفُسِهِمْ ۖ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۖ قَالُوا بَلَىٰ ۖ شَهِدْنَا ۖ أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَمَةِ إِنَّا

كُنَّا عَنْ هَذَا غَفْلِينَ ۝ ۱۷۳ اَوْ تَقُولُوا اِنَّمَا اَشْرَكَ اَبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْ بَعْدِهِمْ ؕ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ ۝

۹۲۸۔ اور جب تمہارے پروردگار نے بنی آدم سے یعنی اُن کی پیٹھوں سے اُن کی اولاد نکالی تو اُن سے خود اُن کے مقابلے میں اقرار کرایا (یعنی اُن سے پوچھا کہ) کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں۔ وہ کہنے لگے کیوں نہیں۔ ہم گواہ ہیں (کہ تو ہمارا پروردگار ہے) (یہ اقرار اس لئے کرایا تھا) کہ قیامت کے دن (کہیں یوں نہ) کہنے لگو کہ ہم کو تو اس کی خبر ہی نہ تھی یا یہ (نہ) کہو کہ شرک تو پہلے ہمارے بڑوں نے کیا تھا۔ اور ہم تو اُن کی اولاد تھے (جو) اُن کے بعد (پیدا ہوئے) تو کیا جو کام اہل باطل کرتے رہے اس کے بدلے تو ہمیں ہلاک کرتا ہے۔

اسماءِ محسنی سے پکارنے کا وجوب اور الحاد سے ممانعت

۷۹۲۹ الاعراف ۱۸۰ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْهُ بِهَا ۖ وَذَرُوْا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْ اَسْمَائِهِ ۚ سَیُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝

۹۲۹۔ اور اللہ کے سب نام اچھے ہی اچھے ہیں تو اُس کو اس کے ناموں سے پکارا کرو۔ اور جو لوگ اُس کے ناموں میں کجی (اختیار) کرتے ہیں اُن کو چھوڑ دو۔ وہ جو کچھ کر رہے ہیں عنقریب اس کی سزا پائیں گے۔

۱۲۹۳۰ الاسراء ۱۱۰ قُلْ اِذْعُوا لِلّٰهِ اَوْ اِذْعُوا الرَّحْمٰنَ ۚ اٰیَا مَا تَدْعُوْنَ فَلَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی ؕ ۹۳۰۔ کہہ دو کہ تم (اللہ کو) اللہ (کے نام سے) پکارو یا رحمن (کے نام سے) جس نام سے پکارو اُس کے سب نام اچھے ہیں۔

۲۰۹۳۱ طہ ۸ اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ لَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی ۝

۹۳۱۔ (وہ معبود برحق ہے کہ) اُس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اُس کے (سب) نام اچھے ہیں۔

۵۹۹۳۲ الحشر ۲۴ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی ۝

۹۳۲۔ وہی اللہ (تمام مخلوقات کا) خالق، ایجاد و اختراع کرنے والا، صورتیں بنانے والا اس کے سب نام اچھے ہیں۔

تقدیر انسانی کی تبدیلی کا انحصار عمل پر

۸۹۳۳ الانفال ۵۳ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ یَكْ مُغٰیِرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰی قَوْمٍ حَتّٰی یُغٰیِرُوْا مَا

بِأَنْفُسِهِمْ ۚ وَأَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝

۹۳۳۔ یہ اس لئے کہ جو نعمت اللہ کسی قوم کو دیا کرتا ہے جب تک وہ خود اپنے دلوں کی حالت نہ بدل ڈالیں اللہ اسے نہیں بدلا کرتا اور اس لئے کہ اللہ سنتا جانتا ہے۔

۱۳۹۳۴ الرعد ۱۱ إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ ۚ

۹۳۴۔ اللہ اُس (نعمت) کو جو کسی قوم کو (حاصل) ہے نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنی حالت کو نہ بدلے۔

۱۶۹۳۵ النحل ۱۱۲ وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِنْ كُلِّ

مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللَّهِ فَأَذَاقَهَا اللَّهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوا

يَصْنَعُونَ ۝

۹۳۵۔ اور اللہ ایک بستی کی مثال بیان فرماتا ہے۔ کہ (ہر طرح) امن چین سے بستی تھی ہر طرف سے رزق با فراغت چلا آتا تھا۔ مگر اُن لوگوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ نے اُن کے اعمال کے سبب اُن کو بھوک اور خوف کا لباس پہنا کر (ناشکری کا) مزہ چکھا دیا۔

حلم الہی اور مواخذہ الہی

۱۰۹۳۶ یونس ۱۱ وَلَوْ يُعَجِّلُ اللَّهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقَضَىٰ إِلَيْهِمْ أَجْلَهُمْ ۚ

فَنَذَرُ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝

۹۳۶۔ اور اگر اللہ لوگوں کی برائی میں جلدی کرتا جس طرح وہ طلبِ خیر میں جلدی کرتے ہیں تو اُن کی (عمر کی) میعاد پوری ہو چکی ہوتی سو جن لوگوں کو ہم سے ملنے کی توقع نہیں اُنہیں ہم چھوڑے رکھتے ہیں کہ اپنی سرکشی میں بہکتے رہیں۔

۱۶۹۳۷ النحل ۶۱ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللَّهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَابَّةٍ وَلَكِنْ يُؤَخِّرُهُمْ

إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ

۹۳۷۔ اور اگر اللہ لوگوں کو اُن کے ظلم کے سبب پکڑنے لگے تو ایک جاندار کو زمین پر نہ چھوڑے لیکن اُن کو ایک وقت مقرر تک مہلت دیتے جاتا ہے۔

۱۸۹۳۸ الکہف ۵۸ وَرَبُّكَ الْغَفُورُ ذُو الرَّحْمَةِ ۚ لَوْ يُؤَاخِذُكُم بِمَا كَسَبْتُمْ لَعَجَلَ لَهُمُ الْعَذَابُ ۚ

بَلْ لَهُمْ مَوْعِدٌ لَّنْ يَجِدُوا مِنْ دُونِهِ مَوْثِلًا ۝

۹۳۸۔ اور تمہارا پروردگار بخشنے والا صاحبِ رحمت ہے۔ اور اگر وہ اُن کے کرتوتوں پر اُن کو پکڑنے لگے تو اُن پر جھٹ عذاب بھیج دے۔ مگر اُن کے لیے ایک وقت (مقرر کر رکھا) ہے۔ کہ اُس کے عذاب سے کوئی پناہ کی جگہ نہ پائیں گے۔

۳۵۹۳۹ فاطر ۴۵ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللَّهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوا مَا تَرَكَ عَلَى ظَهْرِهَا مِنْ دَابَّةٍ وَلَكِنْ يُؤَخِّرُهُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ

۹۳۹۔ اور اگر اللہ لوگوں کو اُن کے اعمال کے سبب پکڑنے لگتا۔ تو روئے زمین پر ایک چلنے پھرنے والے کو نہ چھوڑتا۔ لیکن وہ اُن کو ایک وقتِ مقرر تک مہلت دیتے جاتا ہے۔

۴۳۹۴۰ الزخرف ۵ أَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا أَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِينَ ○
۹۴۰۔ بھلا اس لئے کہ تم حد سے بھلے ہوئے لوگ ہو۔ ہم تم کو نصیحت کرنے سے باز رہیں گے۔

۸۹۹۴۱ الفجر ۱۴ إِنَّ رَبَّكَ لَبَالِرْصَادِ ○

۹۴۱۔ بے شک تمہارا پروردگار تاک میں ہے۔

عزت و بزرگی اللہ و رسول اور مسلم کا حق ہے

۱۰۹۴۲ یونس ۶۵ وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ إِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ۖ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ○
۹۴۲۔ اور (اے پیغمبرؐ) ان لوگوں کی باتوں سے آزرہ نہ ہونا (کیونکہ) عزت سب اللہ ہی کی ہے۔ وہ (سب کچھ) سنتا (اور) جانتا ہے۔

۱۷۹۴۳ الاسراء ۸۱ وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۖ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ○
۹۴۳۔ اور کہہ دو کہ حق آگیا اور باطل نابود ہو گیا۔ بے شک باطل نابود ہونے والا ہے۔

۲۱۹۴۴ الانبیاء ۱۸ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۖ
۹۴۴۔ (نہیں) بلکہ ہم سچ کو جھوٹ پر کھینچ مارتے ہیں تو وہ اُس کا سر توڑ دیتا ہے۔ اور جھوٹ اسی وقت نابود ہو جاتا ہے۔

۲۴۹۴۵ سباء ۴۸ قُلْ إِنَّ رَبِّي يَنْقِذُ بِالْحَقِّ ۖ عَلَٰمُ الْغُيُوبِ ○
۹۴۵۔ کہہ دو کہ میرا پروردگار اوپر سے حق اتارتا ہے۔ (اور وہ) غیب کی باتوں کا جانتے والا ہے۔

۳۵۹۴۶ فاطر ۱۰ مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعِزَّةَ فَلِلَّهِ الْعِزَّةُ جَمِيعًا ۖ إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ

وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ ۚ وَالَّذِينَ يَمْكُرُونَ السَّيِّئَاتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۚ
وَمَكْرُ أُولَئِكَ هُوَ يُبْزَرُ ۝

۹۳۶۔ جو شخص عزت کا طلبکار ہے تو عزت تو سب اللہ ہی کی ہے۔ اسی کی طرف پاکیزہ کلمات چڑھتے ہیں اور نیک عمل اُس کو بلند کرتے ہیں۔ اور جو لوگ بُرے بُرے مکر کرتے ہیں اُن کے لئے سخت عذاب ہے۔ اور اُن کا مکر نابود ہو جائے گا۔

۴۲۹۴۷ الشوری ۲۴ وَيَمْحُ اللَّهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ ۚ

۹۳۷۔ اور اللہ جھوٹ کو نابود کرتا اور اپنی باتوں سے حق کو ثابت کرتا ہے۔

۵۸۹۴۸ المجادلة ۲۱ كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝

۹۳۸۔ اللہ کا حکم ناطق ہے کہ میں اور میرے پیغمبر ضرور غالب رہیں گے۔ بے شک اللہ زور آور (اور) زبردست ہے۔

۶۱۹۴۹ الممتحنہ ۸ يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ

الْكَافِرُونَ ۙ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى

الَّذِينَ كُلَّهُم لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ۝

۹۳۹۔ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ (کے چراغ) کی روشنی کو منہ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں حالانکہ اللہ اپنی روشنی کو پورا کر کے رہے گا خواہ کافر ناخوش ہی ہوں۔ وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا۔ تاکہ اُسے اور سب دینوں پر غالب کرے۔ خواہ مشرکوں کو بُرا ہی لگے۔

۶۳۹۵۰ المنفقون ۸ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۝

۹۵۰۔ حالانکہ عزت اللہ کی ہے اور اُس کے رسول کی اور مومنوں کی لیکن منافق نہیں جانتے۔

اللہ تعالیٰ کی غناء اور انسانوں کی فقیری

۱۴۹۵۱ ابرہیم ۸ وَقَالَ مُوسَىٰ إِنَّ تَكْفُرُوا أَنْتُمْ وَمَن فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا لَا فَإِنَّ اللَّهَ

لَغَنِيٌّ حَمِيدٌ ۝

۹۵۱۔ اور موسیٰ نے (صاف صاف) کہہ دیا کہ اگر تم اور جتنے اور لوگ زمین میں ہیں سب کے سب ناشکری کرو تو اللہ بھی بے نیاز (اور) قابلِ تعریف ہے۔

۱۶۹۵۲ النحل ۹۶ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ ۖ وَلَنَجْزِيَنَ الَّذِينَ صَبَرُوا أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

۹۵۲۔ جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جاتا ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی ہے (کہ کبھی ختم نہیں ہو گا) اور جن لوگوں نے صبر کیا ہم ان کو ان کے اعمال کا نہایت اچھا بدلہ دیں گے۔

۲۹۹۵۳ العنکبوت ۶ وَمَنْ جَاهَدْ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ۝

۹۵۳۔ اور جو شخص محنت کرتا ہے تو اپنے ہی فائدے کے لئے محنت کرتا ہے۔ اور اللہ تو سارے جہان سے بے پروا ہے۔

۳۵۹۵۴ فاطر ۱۵ يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝

۹۵۴۔ لوگو تم (سب) اللہ کے محتاج ہو۔ اور اللہ بے پروا اور (حمد و ثنا) ہے۔

۳۹۹۵۵ الزمر ۷ إِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ ۖ وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ

۹۵۵۔ اگر ناشکری کرو گے تو اللہ تم سے بے پروا ہے۔ اور وہ اپنے بندوں کے لئے ناشکری پسند نہیں کرتا۔

۵۱۹۵۶ الذریت ۵۶ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝ ۵۷ مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعَمُوا ۝

۹۵۶۔ اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں۔ میں ان سے طالبِ رزق نہیں اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ مجھے (کھانا) کھلائیں۔

۵۵۹۵۷ الرحمن ۲۹ يَسْأَلُهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ كُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ۝

۹۵۷۔ آسمان اور زمین میں جتنے لوگ ہیں سب اُس سے مانگتے ہیں۔ وہ ہر روز کام میں مصروف رہتا ہے۔

وعدۃ الہی کی صداقت

۱۴۹۵۸ ابرہیم ۴۷ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ مُخْلِيفًا وَعْدِهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ ذُو انتِقَامٍ ۝

۹۵۸۔ تو ایسا خیال نہ کرنا کہ اللہ نے جو اپنے پیغمبروں سے وعدہ کیا ہے اس کے خلاف کرے گا بے شک اللہ زبردست (اور) بدلہ لینے والا ہے۔

۱۸۹۵۹ الکہف ۲۱ لِيَعْلَمُوا أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَأَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيهَا ۚ

۹۵۹۔ خبردار کر دیا تاکہ وہ جانیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور یہ کہ قیامت (جس کا وعدہ کیا جاتا ہے) اس میں کچھ بھی شک نہیں۔

۱۹۹۶۰ مریم ۶۱ جَنَّتِ عَذْنُ رَبِّكَ وَعَدَ الرَّحْمَنُ عِبَادَهُ بِالْغَيْبِ ۖ إِنَّهُ كَانَ وَعْدُهُ مَأْتِيًا ۝

۹۶۰۔ (یعنی) بہشت جاودانی (میں) جس کا اللہ نے اپنے بندوں سے وعدہ کیا ہے (اور جو اُن کی آنکھوں سے پوشیدہ ہے) بے شک اُس کا وعدہ (نیکو کاروں کے سامنے) آنے والا ہے۔

۲۱۹۶۱ الانبیاء ۹ ثُمَّ صَدَقْنَهُمُ الْوَعْدَ فَأَنْجَيْنَهُمْ وَمَنْ نَّشَاءُ وَاهْلَكْنَا الْمُسْرِفِينَ ۝

۹۶۱۔ پھر ہم نے اُن کے بارے میں (اپنا) وعدہ سچا کر دیا تو اُن کو اور جس کو چاہا نجات دی اور حد سے بھل جانے والوں کو ہلاک کر دیا۔

۲۲۹۶۲ الحج ۴۷ وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ وَعْدَهُ ۖ وَإِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ۝

۹۶۲۔ اور (یہ لوگ) تم سے عذاب کے لئے جلدی کر رہے ہیں اور اللہ اپنا وعدہ ہرگز خلاف نہیں کرے گا۔ اور بے شک تمہارے پروردگار کے نزدیک ایک روز تمہارے حساب کے رُو سے ہزار برس کے برابر ہے۔

۲۸۹۶۳ القصص ۱۳ فَرَدَّ ذُنْهُ إِلَىٰ أُمِّهِ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ۚ وَلِتَعْلَمَ أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ

۹۶۳۔ تو ہم نے (اس طریق سے) اُن کو اُن کی ماں کے پاس واپس پہنچا دیا تاکہ اُن کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غم نہ کھائیں۔ اور معلوم کریں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔

۲۸۹۶۴ القصص ۶۱ أَفَمَنْ وَعَدْنَاهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيهِ كَمَنْ مَتَّعْنَاهُ مَتَاعَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ

هُوَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِينَ ۝

۹۶۴۔ بھلا جس شخص سے ہم نے نیک وعدہ کیا۔ اور اُس نے اُسے حاصل کر لیا تو کیا وہ اس شخص کا سا ہے جس کو ہم نے دنیا کی زندگی کے فائدے سے بہرہ مند کیا پھر وہ قیامت کے روز ان لوگوں میں ہو جو (ہمارے روبرو) حاضر کیے جائیں گے۔

۳۰۹۶۵ الروم ۶ وَعَدَ اللَّهُ ۖ لَا يُخْلِفُ اللَّهُ وَعْدَهُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝

۹۶۵۔ (یہ) اللہ کا وعدہ (ہے) اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

۳۰۹۶۶ الروم ۶۰ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَا يَسْتَخِفُّكَ الَّذِينَ لَا يُوقِنُونَ ۝

۹۶۶۔ پس تم صبر کرو بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور (دیکھو) جو لوگ یقین نہیں رکھتے وہ تمہیں اوجھانہ بنا دیں۔

۳۱۹۶۷ لقمان ۳۳ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ۖ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللَّهِ

الْغُرُورُ ۝

۹۶۷۔ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے پس دنیا کی زندگی تم کو دھوکے میں نہ ڈال دے۔ اور نہ فریب دینے والا (شیطان) تمہیں اللہ کے بارے میں کسی طرح کافریب دے۔

۳۵۹۶۸ فاطر ۵ یَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ۖ وَلَا

يَغُرَّنَّكُم بِاللَّهِ الْغُرُورُ ۝

۹۶۸۔ اے لوگو! اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ تو تم کو دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈال دے۔ اور نہ (شیطان) فریب دینے والا تمہیں فریب دے، اللہ کے بارے میں۔

۳۹۹۶۹ الزمر ۲۰ لَكِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ لَا تَجْرِي مِنْ

تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ وَوَعْدَ اللَّهِ لَا يُخْلِفُ اللَّهُ الْمِيعَادَ ۝

۹۶۹۔ لیکن جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اُن کے لئے اونچے اونچے محل ہیں جن کے اوپر بالا خانے بنے ہوئے ہیں (اور) ان کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں (یہ) اللہ کا وعدہ ہے۔ اللہ وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

۳۹۹۷۰ الزمر ۷۴ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقْنَا وَوَعْدُهُ ۝

۹۷۰۔ وہ کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے اپنے وعدے کو ہم سے سچا کر دیا۔

۴۰۹۷۱ المؤمن ۵۵ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ .

۹۷۱۔ تو صبر کرو بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔

۴۰۹۷۲ المؤمن ۷۷ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ ۚ فَإِمَّا نُرَبِّيكَ بِعِصَ الْذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ

فَالْيَنَّا يُرَجِعُونَ ۝

۹۷۲۔ تو (اے پیغمبرؐ) صبر کرو اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ اگر ہم تم کو کچھ اس میں سے دکھا دیں جس کا ہم تم سے وعدہ کرتے ہیں (یعنی کافروں پر عذاب نازل کریں) یا تمہاری مدتِ حیات پوری کر دیں۔ تو ان کو ہماری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے۔

۴۶۹۷۳ الاحقاف ۱۶ أُولَئِكَ الَّذِينَ نَقَبَلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّئَاتِهِمْ فِي

أَصْحَابِ الْجَنَّةِ ۖ وَوَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ۝

۹۷۳۔ یہی لوگ ہیں جن کے اعمال نیک ہم قبول کریں گے اور اُن کے گناہوں سے درگزر فرمائیں گے۔ اور (یہی) اہل جنت میں (ہوں گے) (یہ) سچا وعدہ (ہے) جو ان سے کیا جاتا ہے۔

۵۱۹۷۴ الذریت ۵ إِنَّمَا تُوعَدُونَ لَصَادِقٍ ۝

۹۷۴۔ کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ سچا ہے۔

۷۳۹۷۵ المزمل ۱۸ السَّمَاءُ مُنْفِطِرَةٌ ۖ بِهِمْ ۖ كَانَ وَعْدُهُ مَفْعُولًا ۝

۹۷۵۔ (اور) جس سے آسمان پھٹ جائے گا۔ یہ اس کا وعدہ (پورا) ہو کر رہے گا۔

۷۷۹۷۶ المرسلت ۷ إِنَّمَا تُوعَدُونَ لَوَاقِعٌ .

۹۷۶۔ کہ جس بات کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ ہو کر رہے گی۔

آسمان دنیا کی ستاروں سے آراستگی اور شیاطین سے حفاظت

۱۵۹۷۷ الحجر ۱۶ وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَزَيَّنَّاهَا لِلنَّظِيرِينَ ۱۷۰ وَحَفِظْنَاهَا مِنْ كُلِّ

شَيْطَانٍ رَجِيمٍ ۱۸۰ إِلَّا مَنْ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاتَّبَعَهُ شِهَابٌ مُبِينٌ ۰

۹۷۷۔ اور ہم ہی نے آسمان میں بُرج بنائے اور دیکھنے والوں کے لئے اس کو سجایا۔ اور ہر شیطان راندہ درگاہ سے

اُسے محفوظ کر دیا۔ ہاں اگر کوئی چوری سے سننا چاہے تو چمکتا ہوا انکار اُس کے پیچھے لپکتا ہے۔

۲۶۹۷۸ الشعراء ۲۱۰ وَمَا تَنْزَلَتْ بِهِ الشَّيْطَانُ ۲۱۱ وَمَا يَنْبَغِي لَهُمْ وَمَا يَسْتَفِيعُونَ ۲۱۲ ۰

إِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَفْزُولُونَ ۰

۹۷۸۔ اور اس (قرآن) کو شیطان لے کر نازل نہیں ہوئے۔ یہ کام نہ تو اُن کو سزاوار ہے۔ اور نہ وہ اس کی طاقت

رکھتے ہیں۔ وہ (آسمانی باتوں کے) سننے (کے مقامات) سے الگ کر دیے گئے ہیں۔

۳۷۹۷۹ الصُّفَّت ۶ إِنَّا زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِزِينَةٍ الْكَوَاكِبِ ۷ وَحِفْظًا مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ

مَارِدٍ ۸ لَا يَسْمَعُونَ إِلَى الْمَلَأِ الْأَعْلَى وَيُقَذَّفُونَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۹ ۰

دُحُورًا وَلَهُمْ عَذَابٌ وَاصِبٌ ۱۰ إِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاتَّبَعَهُ شِهَابٌ

ثَاقِبٌ ۰

۹۷۹۔ بے شک ہم ہی نے آسمان دنیا کو ستاروں کی زینت سے مزین کیا۔ اور ہر شیطان سرکش سے اس کی حفاظت کی

کہ اوپر کی مجلس کی طرف کان نہ لگا سکیں اور ہر طرف سے (اُن پر انکارے) پھینکے جاتے ہیں۔ (یعنی وہاں

سے) نکال دینے کو اور اُن کے لئے دائمی عذاب ہے۔ ہاں جو کوئی (فرشتوں کی کسی بات کو) چوری سے

جھپٹ لینا چاہتا ہے۔ تو جلتا ہوا انکار ان کے پیچھے لگتا ہے۔

۶۷۹۸۰ الملك ۵ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحٍ وَجَعَلْنَاهَا رُجُومًا لِلشَّيْطَانِ وَاعْتَدْنَا

لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيرِ ۰

۹۸۰۔ اور ہم نے قریب کے آسمان کو (تاروں کے) چراغوں سے زینت دی اور اُن کو شیطان کے مارنے کا آلہ

بنایا۔ اور اُن کے لیے دہکتی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

۷۲۹۸۱ الجن ۸ وَأَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاءَ فَوَجدْنَاهَا مُلْتَثَّمَةً بِرِجَالِ شِدِيدَةٍ ۹ وَأَنَّا كُنَّا

نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۱۰ فَمَنْ يَسْمَعِ ۱۱ الْآنَ يَجِدْ لَهُ شِهَابًا رَصَدًا ۱۲ ۰

۹۸۱۔ اور یہ کہ ہم نے آسمان کو ٹٹولا تو اُس کو مضبوط چوکیداروں اور انکاروں سے بھرا ہوا پایا۔ اور یہ کہ پہلے ہم وہاں بہت سے مقامات میں (خبریں) سننے کے لئے بیٹھا کرتے تھے۔ اب کوئی سننا چاہے تو اپنے لئے انکارا تیار پائے۔

امتوں کی ہلاکت کی سنت الہی

۱۷۹۸۲ الاسراء ۱۶ وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا ○

۹۸۲۔ اور جب ہمارا ارادہ کسی بستی کے ہلاک کرنے کا ہوا تو وہاں کے آسودہ لوگوں کو (خواہش پر) مامور کر دیا۔ تو وہ نافرمانیاں کرتے رہے۔ پھر اُس پر (عذاب کا) حکم ثابت ہو گیا اور ہم نے اُسے ہلاک کر ڈالا۔

۳۴ سبا ۹۸۳ وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ ○

۹۸۳۔ اور ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوشحال لوگوں نے کہا کہ جو چیز تم دے کر بھیجے گئے ہو ہم اس کے قائل نہیں۔

شرفِ آدمیت

۱۷۹۸۴ الاسراء ۷۰ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَهُمْ فِي الْوَحْشِ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا ○

۹۸۴۔ اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور اُن کو جنگل اور دریا میں سواری دی۔ اور پاکیزہ روزی عطا کی اور اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی۔

امتوں کی وحدت دین اور احزاب و طبقات کی کثرت

۱۹۹۸۵ مریم ۳۶ وَإِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ۝۳۷ فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ ۝

۹۸۵۔ اور بے شک اللہ ہی میرا اور تمہارا پروردگار ہے تو اُسی کی عبادت کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔ پھر (اہل کتاب کے) فرقوں نے باہم اختلاف کیا۔

۲۱۹۸۶ الانبیاء ۹۲ اِنَّ هَذِهِ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ ۝ ۹۳ وَتَقَطُّعُوا
اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ۝ كُلُّ اِلٰنَا رَجْعُوْنَ ۝

۹۸۶۔ یہ تمہاری جماعت ایک ہی جماعت ہے۔ اور میں تمہارا پروردگار ہوں تو میری ہی عبادت کیا کرو اور یہ لوگ
اپنے معاملے میں باہم متفرق ہو گئے۔ (مکر) سب ہماری طرف رجوع کرنے والے ہیں۔

۲۳۹۸۷ المؤمنون ۵۳ وَاِنَّ هَذِهِ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ ۝ ۵۴ فَتَقَطُّعُوا اَمْرَهُمْ
بَيْنَهُمْ زُبُرًا ۝ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝

۹۸۷۔ اور یہ تمہاری جماعت (حقیقت میں) ایک ہی جماعت ہے اور میں تمہارا پروردگار ہوں تو مجھ سے ڈرو۔ تو پھر
آپس میں اپنے کام کو متفرق کر کے جُدا جُدا کر دیا جو چیز جس فرقے کے پاس ہے وہ اُس سے خوش ہو رہا
ہے۔

اللہ ہی زمین اور اہل زمین کا وارث ہے

۱۹۹۸۸ مریم ۴۰ اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَاِلَيْنَا يَرْجِعُوْنَ ۝

۹۸۸۔ ہم ہی زمین کے اور جو لوگ اس پر (بستے) ہیں اُن کے وارث ہیں اور ہماری طرف اُن کو لوٹنا ہو گا۔

۲۸۹۸۹ القصص ۵۸ وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ بَطَرَتْ مَعِيشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسْكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِنْ
بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ وَكُنَّا نَحْنُ الْوَارِثِيْنَ ۝

۹۸۹۔ اور ہم نے بہت سی بستیوں کو ہلاک کر ڈالا جو اپنی (فراخی) معیشت میں اترارہے تھے۔ سو یہ اُن کے
مقامات ہیں جو اُن کے بعد آباد ہی نہیں ہوئے مگر بہت کم اور اُن کے پیچھے ہم ہی اُن کے وارث ہوئے۔

۵۷۹۹۰ الحديد ۱۰ وَمَالَكُمْ اَلَّا تَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۝

۹۹۰۔ اور تم کو کیا ہوا ہے کہ اللہ کے رستے میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ آسمانوں اور زمین کی وراثت اللہ ہی کی ہے۔

کرسی الہی اور عرش پر استواء الہی

۲۹۹۱ البقرة ۲۵۵ وَبِيعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ

۹۹۱۔ اس کی بادشاہی (اور علم) آسمان اور زمین سب پر حاوی ہے۔

۷۹۹۲ الاعراف ۵۴ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلٰی الْعَرْشِ ۝ ۱۰ یونس ۳، ۱۳ الرعد ۷، ۲۵ الفرقان

۵۹، ۳۲ السجدة ۴، ۵۷ الحديد ۴۔

۹۹۲۔ پھر عرش پر جائیں۔

۱۱۹۹۳ ہود ۷ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ .

۹۹۳۔ اُس کا عرش پانی پر تھا۔

۲۰۹۹۴ طہ ۵ اَلرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰی ۝

۹۹۴۔ (یعنی اللہ) رحمن جس نے عرش پر قرار پکڑا۔

۳۹۹۹۵ الزمر ۷۵ وَتَرٰی الْمَلٰٓئِكَةَ حَافِّیْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ .

۹۹۵۔ اور تم فرشتوں کو دیکھو گے کہ عرش کے گرد گھیرا بندھے ہوئے ہیں۔

۴۰۹۹۶ المؤمن ۷ الَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَیُؤْمِنُوْنَ بِهِ

و یَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۝

۹۹۶۔ جو لوگ عرش کو اٹھائے ہوئے اور جو اس کے گردا گرد (حلقہ باندھے ہوئے) ہیں (یعنی فرشتے) وہ اپنے

پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہتے ہیں اور ایمان رکھتے ہیں اس پر اور مومنوں کے لئے بخشش مانگتے رہتے ہیں۔

۶۹۹۹۷ الحاقة ۱۷ وَالْمَلٰٓئِكُ عَلٰی اَرْجَائِهَا ۚ وَیَحْمِلُ عَرْشُ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ یَوْمَئِذٍ ثَمْنِیَّةٌ ۝

۹۹۷۔ اور فرشتے اُس کے کناروں پر (اُتر آئیں گے) اور تمہارے پروردگار کے عرش کو اُس روز آٹھ فرشتے اپنے سروں پر اٹھائے ہوں گے۔

زمان الہی و انسانی کا تفاوت

۲۲۹۹۸ الحج ۴۷ وَیَسْتَغْفِرُ لَکَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ یُّخْلِیَ اللّٰهُ وَعْدَهُ ۚ وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ

کَآلَ فِ سَنَةٍ یَّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝

۹۹۸۔ اور (یہ لوگ) تم سے عذاب کے لئے جلدی کر رہے ہیں اور اللہ اپنا وعدہ ہرگز خلاف نہیں کرے گا۔ اور بے شک تمہارے پروردگار کے نزدیک ایک روز تمہارے حساب کی رُو سے ہزار برس کے برابر ہے۔

۳۲۹۹۹ حم السجدة ۵ یَذْبُرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ ثُمَّ یُعْرَجُ اِلَیْهِ فِ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُهُ

اَلْفَ سَنَةٍ یَّمَّا تَعُدُّوْنَ .

۹۹۹۔ وہی آسمان سے زمین تک (کے) ہر کام کا انتظام کرتا ہے۔ پھر وہ ایک روز جس کی مقدار تمہارے شمار کے

مطابق ہزار برس ہوگی۔ اس کی طرف صعود (اور رجوع) کرے گا۔

۷۰۱۰۰۰ المعارج ۴ تَعْرَجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَیْهِ فِ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۝

۱۰۰۰۔ جس کی طرف روح (الامین) اور فرشتے چڑھتے ہیں (اور) اُس روز (نازل ہو گا) جس کا اندازہ پچاس ہزار برس کا ہو گا۔

تنگی اور آسانی میں اللہ کے حکم کی تعمیل

۱۲۱۰۰۱ یوسف ۱۱۰ حَتَّىٰ إِذَا اسْتَيْسَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوا جَاءَهُمْ نَصْرُنَا ۖ فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَاءُ ۝

۱۰۰۱۔ یہاں تک کہ جب پیغمبرؑ ناامید ہو گئے اور انہوں نے خیال کیا کہ (اپنی نصرت کے بارے میں جو بات انہوں نے کہی تھی اس میں) وہ سچے نہ تھے۔ تو ان کے پاس ہماری مدد آپہنچی۔ پھر جسے ہم نے چاہا بچا دیا۔

۱۰۰۲ ۶۵ الطلاق ۷ سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا ۝

۱۰۰۲۔ اور اللہ عنقریب تنگی کے بعد کشائش بخشنے کا۔

۱۰۰۳ ۹۴ الانشراح ۵ فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ ۶ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝

۱۰۰۳۔ ہاں ہاں مشکل کے ساتھ آسانی بھی ہے۔ (اور) بے شک مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔

لشکر الہی کی کثرت

۹۱۰۰۴ التوبہ ۲۶ وَأَنْزَلَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ

۱۰۰۴۔ لشکر جو تمہیں نظر نہیں آتے (آسمان سے) اتارے۔

۹۱۰۰۵ التوبہ ۴۰ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا ۚ

۱۰۰۵۔ اور اُن کو ایسے لشکروں سے مدد دی جو تم کو نظر نہیں آتے تھے۔

۳۳۱۰۰۶ الاحزاب ۹ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا

۱۰۰۶۔ جب فوجیں تم پر (حملہ کرنے) کو آئیں تو ہم نے اُن پر ہوا بھیجی اور ایسے لشکر (نازل کئے) جن کو تم دیکھ نہیں سکتے تھے۔

۴۸۱۰۰۷ الفتح ۷ وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

۱۰۰۷۔ اور آسمانوں اور زمین کے لشکر (سب) اللہ ہی کے ہیں۔

۷۴۱۰۰۸ المدثر ۳۱ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ۚ

۱۰۰۸۔ اور تمہارے پروردگار کے لشکروں کو اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

قریش پر فضل و انعام الہی

۱۰۶۱۰۰۹ قریش ۱ ۱۰ لَإِنْلَفِ قُرَيْشٍ ۝ ۲۰ لِفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ ۝ ۳ فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ

هَذَا الْبَيْتِ ۝ الَّذِي أَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوعٍ ۝ وَآمَنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ ۝

۱۰۰۹۔ قریش کے مانوس کرنے کے سبب۔ (یعنی) اُن کو جاڑے اور گرمی کے سفر سے مانوس کرنے کے سبب۔ لوگوں کو چاہیے کہ (اس نعمت کے شکر میں) اس گھر کے مالک کی عبادت کریں۔ جس نے اُن کو بھوک میں کھانا کھلایا۔ اور خوف سے امن بخشا۔

صرف اللہ غیر فانی اور باقی ہے

۲۵۱۰۱۰ الفرقان ۵۸ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ .

۱۰۱۰۔ اور اُس (اللہ) زندہ پر بھروسہ رکھو جو (کبھی) نہیں مرے گا۔

۲۸۱۰۱۱ القصص ۸۸۰ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهًا ۝

۱۰۱۱۔ اُس کی ذات (پاک) کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔

۵۵۱۰۱۲ الرحمن ۲۶ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ۝

۱۰۱۲۔ جو (مخلوق) زمین پر ہے۔ سب کو فنا ہونا ہے۔ اور تمہارے پروردگار ہی کی ذات (بابرکات) جو صاحبِ جلال و عظمت ہے باقی رہے گی۔

اللہ ہی ثواب دنیا و آخرت دیتا ہے

۱۰۱۳ ۱ آل عمران ۱۴۵ وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا ۖ وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الْآخِرَةِ نُؤْتِهِ مِنْهَا ۖ

وَسَنَجْزِي الشَّكْرِينَ ۝

۱۰۱۳۔ اور جو شخص دنیا میں (اپنے اعمال کا) بدلہ چاہے اُس کو ہم یہیں بدلہ دے دیں گے۔ اور جو آخرت میں طالبِ ثواب ہو اُس کو وہاں اجر عطا کریں گے۔ اور ہم شکر گزاروں کو عنقریب (بہت اچھا) صلہ دیں گے۔

۴۱۰۱۴ النساء ۱۳۴ مَنْ كَانَ يُرِيدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللَّهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ وَكَانَ

اللَّهُ سَمِيعًا بَصِيرًا ۝

۱۰۱۴۔ جو شخص دنیا (میں عملوں) کی جزا کا طالب ہو۔ تو اللہ کے پاس دنیا اور آخرت (دونوں) کے لئے اجر (موجود) ہیں۔ اور اللہ سنتادیکھتا ہے۔

۱۱۱۰۱۵ ہود ۱۵ مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُنْخَسِرُونَ ۝ ۱۶ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ ۚ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبِطُلَّ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

۱۰۱۵۔ جو لوگ دنیا کی زندگی اور اُس کی زیب و زینت کے طالب ہوں ہم اُن کے اعمال کا بدلہ انہیں دنیا ہی میں دے دیتے ہیں اور اس میں ان کی حق تلفی نہیں کی جاتی۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں آتش (جہنم) کے سوا اور کچھ نہیں اور جو عمل انہوں نے دنیا میں کئے سب برباد اور جو کچھ وہ کرتے رہے سب ضائع۔

۱۷۱۰۱۶ الاسراء ۱۸ مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ ۖ يَصْلَاهَا مَذْمُومًا مَّدْحُورًا ۝ ۱۹ وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُورًا ۝ ۲۰ كُلًّا نُمِدُّ هُوَآءًا وَهُوَآءٌ مِّنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ۖ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا ۝ ۲۱ أَنْظِرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۖ وَلِلْآخِرَةِ أَكْبَرُ دَرَجَاتٍ وَأَكْبَرُ تَفْضِيلًا ۝

۱۰۱۶۔ جو شخص دنیا (کی آسودگی) کا خواہشمند ہو تو ہم اُس میں سے جسے چاہتے ہیں اور جتنا چاہتے ہیں جلد دیتے ہیں۔ پھر اُس کے لئے جہنم کو (ٹھکانا) مقرر کر رکھا ہے جس میں وہ نفرین سن کر اور (درگاہ اللہ سے) راندہ ہو کر داخل ہو گا۔ اور جو شخص آخرت کا خواستکار ہو اور اس میں اتنی کوشش کرے جتنی اُسے لائق ہے اور وہ مومن بھی ہو تو ایسے ہی لوگوں کی کوشش ٹھکانے لگتی ہے۔ ہم اُن کو اور اُن سب کو تمہارے پروردگار کی بخشش سے مدد دیتے ہیں۔ اور تمہارے پروردگار کی بخشش (کسی سے) رُکے ہوئی نہیں۔ دیکھو ہم نے کس طرح بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے۔ اور آخرت درجوں میں (دنیا سے) بہت برتر اور برتری میں کہیں بڑھ کر ہے۔

۱۷۱۰۱۷ الشوریٰ ۲۰ مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ ۖ وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِن نَّصِيبٍ ۝

۱۰۱۷۔ جو شخص آخرت کی کھیتی کا خواستکار ہو، اُس کو ہم اُس میں سے دے دیں گے۔ اور جو دنیا کی کھیتی کا خواستکار ہو اُس کو ہم اس میں سے دے دیں گے۔ اور اس کا آخرت میں کچھ حصہ نہ ہو گا۔



اللہ اپنے کلام میں

ڈاکٹر محمد یسین مظهر صدیقی

حرفِ آغاز

علمی دنیا کا ایک مسلمہ قاعدہ یہ ہے کہ اولین و بنیادی مآخذ کی فراہم کردہ معلومات کو عموماً معتبر تسلیم کیا جاتا ہے بشرطیکہ وہ مآخذ شکِ شبہہ سے بالاتر اور کسی عادل و منصف مزاج کا تحریر کردہ ہو۔ قرآن مجید اس تعریف و قاعدہ سے تمام دنیاوی مآخذ و مصادر پر یک گونہ فضیلت یہ رکھتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلامِ ملفوظ ہے گویا کہ اس کی عظیم صفات میں سے ایک صفتِ ذاتی کلام کا مستند و پختہ اظہار ہے۔ لہذا جس طرح قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی ذاتِ علی اور صفاتِ حسنی کا تعارف و بیان مل سکتا ہے وہ کسی اور کے کلام و عبارت میں نہیں مل سکتا خواہ اس کا صاحب کیسا ہی ترجمانِ حقیقت اور مالکِ فصاحت و بلاغت کیوں نہ ہو۔

اس مقالہ میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا تعارف اسی کے کلامِ بلاغت نظام کے آئینہ میں پیش کیا جائے تاکہ یہ معلوم ہو کہ صاحبِ کلام خود اپنا تعارف کیسے کراتا ہے۔ اس سلسلہ میں دو اہم نکات کو ہر جگہ پیش نظر رکھا گیا ہے: اول یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی توضیح و تشریح صرف قرآن مجید کی آیاتِ کریمہ کی روشنی میں کی جائے اور علماء اسلام، فلاسفہ اور متکلمین کی بحثوں اور مفسرین و محدثین کی روایتوں سے اس کو خالص رکھا جائے تاکہ کلامِ الہی اور کلامِ انسانی خلط ملط نہ ہو، اگر متنِ بحث میں کہیں کلامِ انسانی کا حوالہ آگیا ہے تو وہ تائیدی نوعیت کا ہے لہذا اٹانوی ہے۔ اصل بحث کلامِ الہی کی فہم و تفہیم پر مبنی رکھی گئی ہے اور انسانی تشریحات کو حواشی و تعلیقات میں جگہ دی گئی ہے تاکہ نہ صرف ہمارے بزرگوں کی کوششوں اور تشریحوں کا علم ہو سکے بلکہ ہماری اپنی فہم و بصیرت قرآنی میں ان کا جو حصہ و تصرف ہے اس کا بھی سراغ لگ سکے اور دوم یہ کہ صفاتِ الہی کو ان کے قرآنی سیاق و سباق اور محلِ کلام کے پس منظر میں بیان کیا جائے۔ اس مقصد کی خاطر عموماً صفاتِ الہی کو ان کے قرآنی پس منظر سے جوڑنے کے علاوہ ان کے باہمی ارتباط و تعلق کو بھی واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو اس بحث میں ایک نئے طریقِ مطالعہ کا پتہ دیتی ہے۔

تعلیقات و حواشی میں جو طریقہ کار اختیار کیا گیا ہے اس کا مختصر تعارف یہ ہے کہ متن کے تمام اہم مباحث و نکات پر چیدہ مفسرین کرام کی آراء پیش کی گئی ہیں۔ ان میں حافظ ابن کثیر، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اور مولانا امین احسن اصلاحی کی تفسیروں پر اکتفا کرنا اس لیے مناسب سمجھا کہ یہ حضرات چار مختلف تفسیری مسالک کی نمائندگی کرتے ہیں اور آج کی علمی و تفسیری دنیا میں ان کے کام کو زیادہ مقبولیت حاصل ہے۔ زمخشری، بیضاوی، ابن جریر طبری اور دوسرے قدیم مفسرین کی کتابوں اور تشریحوں سے عداً اس لئے پہلو تہی کی گئی کہ ان بزرگانِ سلف کے مباحث سے ہمارے چاروں مفسرین کرام نے خوب کسبِ فیض کیا ہے لہذا ان کا حوالہ دینا مزید تحصیلِ حاصل ہوتا۔ زمخشری اور بعض قدیم و جدید مفسرین کی تشریحات سے اس لئے بھی اجتناب کیا

کیا کہ وہ صفاتِ الہی کے باب میں اور بعض دوسرے عقائد کے معاملہ میں اکثریت کے نقطہ نظر کے مخالف ہیں۔ پھر کہیں نہ کہیں تو انتخاب و چیدگی کو محدود ہونا بھی تھا۔ اس ضمن میں یہ کوشش ہر جگہ کی گئی ہے کہ تمام صفاتِ الہی اور تمام اہم قرآنی الفاظ کی لغوی تشریح بھی ضرور پیش کی جائے اور اس کے لیے عربی زبان کی سب سے بڑی اور اہم ترین لغت ”لسان العرب“ سے رجوع کرنا ناگزیر تھا مگر بایں ہمہ بعض دوسرے اہل لغت اور علماء و مفسرین کی لغوی تشریحات سے گریز نہیں کیا گیا ہے۔ آیاتِ قرآنی کے ترجمہ کے لئے شاد عبد القادر دہلوی کے ترجمہ پر گونا گوں اسباب سے انحصار کیا گیا ہے۔

ذاتِ الہی اور اس کے صفات و اسمائے حسنیٰ پر علماء و متکلمین اسلام کے اہم ترین مباحث کو بھی تعلیقات میں تقریباً ہر اہم مقام پر دیا گیا ہے اور اس ضمن میں امام غزالی، امام رازی، امام ابن تیمیہ، امام ابن رشد، امام ابن الہمام، امام نسفی، امام تفتازانی اور امام طحاوی کی اہم ترین تشریحات و مباحث کو بیان کیا گیا ہے تاکہ عقلی و منطقی طور سے جو کوششیں ہمارے بزرگوں نے کی ہیں ان سے تعارف ہونے کے ساتھ قرآن مجید کے بیان و طریق بیان کا مقابلہ و موازنہ بھی ہوتا رہے۔ بعض اہم مقامات پر احادیثِ نبویہ جو قرآن مجید کی شارح و مفسرین، سے بھی استشہاد کیا گیا ہے اور اس کے لیے اکثر و بیشتر حافظ ابن کثیر کی تفسیر پر اعتماد کیا گیا ہے۔ جدید علماء و مفسروں میں مولانا مودودی اور مولانا اصلاحی کے علاوہ مولانا جلال الدین انصر عمری کی اہم کتاب سے بھی بعض مقامات پر استفادہ کیا گیا ہے۔ افسوس کہ امام رازی کی ایک اہم کتاب ”لوامع البینات شرح اسماء اللہ تعالیٰ والصفات“ مجھے دیر سے ملی جس سے کما حقہ استفادہ نہ کر سکا۔

اس حقیر علمی کوشش کے تعارف کے بعد یہ اعتراف ضروری معلوم ہوتا ہے کہ نقوش لاہور کے مدیر اعظم حضرت محمد طفیل مرحوم نے اپنی آخری ملاقاتِ دنیاوی میں جو مارچ ۱۹۸۵ء میں اسلام آباد، راولپنڈی اور لاہور تک وسیع رہی اس پیچیدہ اس سے فرمایا کہ نقوش کے قرآن نمبر کی پہلی جلد صاحبِ قرآن کے لیے مختص ہوگی۔ مجھے ان کی تجویز بہت پسند آئی مگر اس کا انعام یہ ملا کہ صاحبِ کلام کا اس کے کلام کے آئینہ میں تعارف کرانے کی ذمہ داری میری ٹھہری جس کام میں بہت زیادہ اہل نہ تھا اور نہ ہوں۔ مگر ایک صاحبِ دل، صاحبِ خیر اور عظیم انسان کی فرمائش کو اپنی خواہش سمجھا اور اس کی تکمیل کا سلمان کرنے لگا۔ اسی دوران وہ بائی خیر اول تو اپنے رب کے حضور جا پہنچا اور اس کے ہونہار فرزند و قابل جانشین موجودہ مدیر نقوش عزیزِ جاوید طفیل سلمہ نے مجھے میرا وعدہ یاد دلادیا۔ موجودہ مقالہ ان دونوں محبت کرنے والی روحوں اور علم و علماء کے قدر دانوں کے پیہم مطالبہ و اصرار کا نتیجہ ہے اور ظاہر ہے کہ تحریک کا ثواب انھیں دونوں پدر و فرزند کو جاتا ہے۔ اگر اس میں کوئی حسن و سلیقہ اور کلام کی بات ہے تو اس کا شرف فضلِ خداوندی کے بعد مدیرانِ نقوش کے پیہم اصرار و تقاضے کو جاتا ہے اور اس میں پائی جانے والی تمام خامیوں اور خرابیوں کے لیے خاکسار کا عاجز قلم اور محدود علم ذمہ دار ہے۔

جس ذاتِ کرامی کی صفاتِ حمیدہ اور اوصافِ ستودہ کا ، یہ ناقص بیان ہے اس سے بس اتنی التجا ہے کہ اس سے
قارئین کرام کو نفع پہنچائے ، سامعین کو فیض عطا کرے ، اس کے اجر و ثواب سے مرحوم طفیل صاحب کو نوازے کہ
ان کے نام یہ 'مُعَنُّون' ہے ، عزیزِ کرامی جاوید طفیل سلمہ کے لیے پیغامِ حیات و سعادت بنائے اور راقمِ آثم کے لیے
توشہٴ آخرت ۔

محمد یسین مظہر صدیقی

شعبہٴ علومِ اسلامیہ

مسلم یونیورسٹی ۔ علی گڑھ

اللہ اپنے کلام میں

ڈاکٹر محمد یسین مظہر صدیقی

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور اس کا مقصد نزول تحصیل معرفت الہی ہے (۱)۔ لہذا یہ فطری بات ہے کہ اس کی ہر سورت، ہر آیت اور ہر کلمہ و فقرہ اس کا تعارف کراتا، اس سے روشناس پاتا اور اس کی معرفت کی طرف لے جاتا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکرِ خیر سے، اس کی تعریف و تسبیح سے، اس کی حمد و توصیف سے، اس کے اسمائے حسنیٰ اور اس کی صفاتِ عالیہ سے پوری کتاب بھری پڑی ہے تو یہ ذرا بھی مبالغہ نہ ہوگا۔ حقیقت یہی ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی کتاب ہے جو صاحب کتاب نے خود کی ہے۔ کسی مخلوق کے بس کی بات بھی نہ تھی کہ وہ اپنے بزرگ و برتر، غیر مجسم و لامکاں اور عقل و فہم سے ماوراء خالق و مالک کی تعریف و توصیف اور حمد و ثنائیاں کر سکے۔ قرآن مجید نے اسی حقیقت کو ان الفاظ میں واضح کیا ہے:

قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِذَاذًا لِّكَلِمَتِ رَبِّي لَنَفَذَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَذَ كَلِمَتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مِذَاذًا ○
(الکھف ۱۰۹)

(تو کہہ: اگر دریا سیاہی ہو کہ لکھے میرے رب کی باتیں، بے شک دریا نہر چکے، ابھی نہ نہر میں میرے رب کی باتیں، اور اگر دوسرا بھی لاویں، ہم ویسا اس کی مدد کو) (۲)۔ دوسری جگہ اس حقیقت کی اور وضاحت فرمائی:

وَلَوْ أَنَّ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمْدُءُ مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَانَفِذَتْ كَلِمَتُ اللَّهِ إِنْ أَرَادَ اللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (لقمان ۲۷)

(اور اگر جتنے درخت ہیں زمین میں قلم ہوں، اور سمندر ہو اس کی سیاہی، اس کے پیچھے سات سمندر، نہ نہر میں باتیں اللہ کی۔ بے شک اللہ زبردست ہے حکمتوں والا) (۳)۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی باتوں سے مراد اس کی تعریف و تعارف، تسبیح و ثنا اور حمد و توصیف ہے خواہ اس کی حکمتوں اور قدرتوں کا بیان ہو، خواہ اس کے کارناموں اور کمالوں کا ذکر ہو۔ تخلیقِ انسان و کائنات کا بیان ہو یا تخلیقِ جن و ملائکہ کا ذکر، آسمانوں، زمینوں اور خلاؤں کا حوالہ ہو یا دوسرے عالموں، جہانوں اور دنیاؤں کا اشارہ، دنیا کے عجائبات کی تفصیل و تشریح ہو یا عقبیٰ کی بشارتوں اور سزاؤں کی تبخیر و تذکیر، غرض کہ بات کسی چیز یا کسی شے کے حوالے سے کی گئی ہو، وہ گھوم پھر کر اللہ تعالیٰ

کی تعریف و تحمید پر منتہی ہوتی ہے (۴) -

اللہ : ذاتِ الہی کا اسمِ اعظم

کتابِ الہی کھولتے ہی انسان کا پہلا تعارف اللہ سے ہوتا ہے (۵) - یہ محض ایک لفظ نہیں بلکہ ذاتِ الہی کا اسمِ خاص ہے۔ یہی وہ اسمِ اعظم ہے جس کے ذریعہ قرآن مجید اپنے متکلم کا تعارف شروع کراتا ہے - اسی ایک لفظ میں تمام صفاتِ الہی کو جمع کر دیا گیا ہے - وہ اس کی ذاتِ والا صفات کی معرفت کی کلید ہے اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنی ذاتِ اقدس کے لئے اسی کو اپنا خاص الخاص نام چنا اور اپنی مخلوق سے اپنے تعارف کا ذریعہ بنایا (۶) - کلامِ الہی میں اس کا یہ نام سب سے زیادہ آیا ہے اور ایک مطالعہ کے مطابق وہ دو ہزار چھ سو ستانوے بار قرآن مجید کے مختلف مقامات پر مذکور ہوا ہے (۷) - اس کے دوسرے اسمائے حسنیٰ اور صفاتِ عالیہ (۸) - اس کے علاوہ ہیں جو اس کی ذاتِ والا جاد کی طرح طرح سے تعریف و توصیف کرتی اور اس کو روشناسِ خلق کرتی ہیں - آئیے دیکھیں کہ کلامِ الہی نے اللہ تعالیٰ کو کس کس رنگ اور کس کس انداز میں اس کی مخلوق کے سامنے پیش کیا ہے :

اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس کو اس کے اسمائے حسنیٰ اور صفاتِ عالیہ کے بغیر سمجھنا ناممکن ہے کیونکہ وہ بیکران و لامکاں اور عقلِ انسانی کی فہم سے ماورا ہے - ظاہر ہے کہ عقلِ انسانی محدود و محصور ہے اور وہ ذاتِ ارفع و اعلیٰ ہر سرحدِ گمان و تصور سے پرے ہے - علماءِ فلسفہ و کلام اور ماہرینِ منطق و عقل نے اس کی ذات کو سمجھنے اور سمجھانے کی اپنے اپنے انداز میں کوشش ضرور کی ہے (۹) ، مگر وہ معاملہ سلجھانے سے زیادہ الجھا گئے (۱۰) - اور پھر عام انسان جس کا علم محدود ، بصیرت معمولی اور عقل سادہ ہوتی ہے ان کے پیچیدہ مباحث کو سمجھنے سے قاصر رہتا ہے - لیکن اللہ تعالیٰ نے عقلِ انسانی کی نارسائی اور اس کی علمی کمزوری کو مد نظر رکھ کر سیدھے سادے مگر دلنشیں انداز میں اپنی ذات کا تعارف اس طرح پیش کیا ہے کہ وہ گوشِ نیوش سے یا محاذِ بینا سے گذر کر قلب کی گہرائیوں میں متمکن ہو جاتا ہے - سورۃ اخلاص میں وہ اپنا تعارف یوں کراتا ہے :

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝ اللَّهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۝ وَلَمْ يُولَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۝ (اخلاص ۱-۴)

(تو کہہ : وہ اللہ ایک ہے - اللہ زرادہار (بے نیاز) ہے

نہ کسی کو جنما ، نہ کسی سے جنما ، اور نہیں اس کے جوڑ کا کوئی -

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس تعارف میں واضح کر دیا کہ اس کی ذات بے ہمتا ہے ، وہ ایک اور صرف ایک ہے اور وہ اپنی ہستی کے لئے کسی اور وجود (۱۲) ، ہستی یا شے کا محتاج نہیں - وہ تنہا قائم بالذات ہے - مخلوقات میں سے کوئی دوسری ہستی یا وجود نہ تو تنہا ، واحد ، اور اکیلی ہے اور نہ تنہا قائم بالذات ہے - سارے انسان و جن اور ملائک اور تمام دوسری جاندار چیزیں نہ تو اکیلی ہیں اور نہ کسی دوسری ہستی سے بے نیاز ہیں - اس کی بے نیازی اور صمدیت و

احدیت کی مزید تعریف یہ بیان کی کہ وہ نہ تو کسی کا زائیدہ و اولاد ہے اور نہ کسی کا پیداکرنے والا باپ و والد ہے اور آخر میں ایک جامع تعریف یہ بیان کر دی کہ اس کے جوڑ کا، برابر کا اور اس کا کوئی ہم پڑہ و ہمسر بھی نہیں ہے جبکہ مخلوقات کسی نہ کسی کے زائیدہ بھی ہوتے ہیں اور ان کے جوڑ اور ہم سر بھی پائے جاتے ہیں۔ یہ دو ایسی ظاہر حقیقتیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذاتِ اقدس کے لئے ”احد“ اور ”صمد“ کی تعریفات پورے قرآن مجید میں پھر کہیں استعمال نہیں فرمائیں۔ انسان کی فطرت، کائنات کی ہر شے اور عقل کی ہر دلیل یہ تقاضا بھی کرتی ہے اور صراحت بھی کہ اللہ یکہ و تنہا اور بے نیاز اور قائم بالذات ہو جیسا کہ فی الحقیقت وہ ہے۔ سورہ ص ۶۵، سورہ زمر ۴ اور سورہ غافر ۱۶ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے ”اللہ الواحد“ (اللہ اکیلا) استعمال فرمایا ہے (۱۳) اور اسی حقیقت کو دوسرے الفاظ میں واضح کیا ہے۔

اپنی ذاتِ اقدس کے بارے میں اللہ تعالیٰ ایک دوسری جگہ بندوں کو مطلع فرماتا ہے:

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۖ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ۚ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ ۚ لَهُ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۚ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمُوتِ وَالْأَرْضَ ۚ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ۝ (البقرة ۲۵۵)

(اللہ، اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں، جیتا ہے سب کا تھامنے والا، نہیں پکڑتی اس کو اونگھ، اور نہ نیند۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمان میں ہے اور زمین میں ہے۔ کون ایسا ہے کہ سفارش کرے اس کے پاس، مگر اس کے اذن سے؟ جانتا ہے جو خلق کے روبرو ہے، اور پیٹھ پیچھے۔ اور یہ نہیں گھیر سکتے، اس کے علم میں سے کچھ، مگر جو وہ چاہے، گنجائش ہے اس کی کرسی میں آسمان اور زمین کو، اور تھکتا نہیں ان کے تھامنے سے۔ اور وہی ہے اوپر سب سے بڑا)

اس آیتِ مبارکہ میں جو آیۃ الکرسی (۱۴) کے نام سے خلق میں مشہور ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض ایسی صفات بیان کی ہیں جو کسی دوسری جگہ نہیں بیان کیں اور بعض ایسی ہیں جو اس کی ذاتِ بزرگ و برتر کے بارے میں ہمارے علم میں اضافہ کرتی ہیں۔ اول یہ کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ یہ صفت قرآن مجید میں صدہا مقلدات پر بیان ہوئی ہے اور ہم اس کی تشریح و تعبیر ذرا بعد میں کریں گے۔ دوم اس نے اپنے کو ”حی“ اور ”قیوم“ قرار دیا ہے بعض دوسری آیات میں اللہ تعالیٰ کی یہ دونوں صفات بیان ہوئی ہیں (مثلاً آل عمران ۲، طہ ۱۱۱، الفرقان ۸، غافر ۶۵) ان آیاتِ کریمہ پر تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ”حی“ اپنی زندہ جاوید ہستی کے لئے استعمال کیا ہے جس کو نہ کبھی عدم کا عارضہ لاحق تھا اور نہ کبھی موت آئے گی۔ یعنی وہ ازل سے تابد رہے گا، وہ نہ کبھی فنا ہوا تھا اور نہ کبھی فنا ہو گا۔ وہ بقا ہی بقا ہے۔ اپنی حیاتِ دوام اور بقائے عام کا اظہار و اعلان اس نے دوسری متعدد آیات میں

کیا۔ سورہ القصص ۸۸ میں فرماتا ہے :

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ (القصص ۸۸)

(کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا، ہر چیز فنا ہے مگر اس کا منہ) سورہ رحمان ۲۷ میں ارشاد ہے :

وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَلِ وَالْإِكْرَامِ (رحمن ۲۷)

(اور رہے گا منہ تیرے رب کا، بزرگی اور تعظیم والا) سورہ طہ ۷۳ میں فرماتا ہے :

وَاللَّهُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ (طہ ۲۷)

(اور اللہ بہتر ہے اور دیر رہنے والا) ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی زندہ جاوید ہستی کے بارے میں تصریح کی ہے کہ اس کو کبھی فنا سے واسطہ نہیں ہو سکتا جیسا کہ ہر نفس کا مقدر رہے۔ قیوم کی صفت سے اس پر مزید یہ صراحت کی کہ وہ نہ صرف اپنی ذات سے قائم اور زندہ ہے بلکہ وہ اپنی مخلوقات کی زندگی، بقا اور قیام کا بھی ذمہ دار ہے اور ان کی ہستی اور وجود کو باقی رکھنے والا ہے۔ سوم اس نے

لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ

کہہ کر یہ بھی اعلان کر دیا کہ اسے نہ صرف مستقل اور دوامی فنا سے تحفظ حاصل ہے بلکہ اونگھ اور نیند کے عارضی عارضہ سے بھی جو فنا، غفلت اور موت کی فرو تر صورتیں ہیں بالکلیہ نجات اور تحفظ حاصل ہے۔ پورے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے یا اپنی ذاتِ عالی کے لئے یہ دونوں صفتیں استعمال نہیں کی ہیں۔ آخری بات یہ کہ اس آیت کریمہ میں مذکورہ بالا دوسری صفات میں اس کی حاکمیت، ہمہ دانی اور قدرتِ کاملہ کے علاوہ اس کی ذاتِ گرامی کے کائنات میں نہ سما سکنے کا خوبصورت پیرایہ میں اظہار کیا گیا ہے۔

تشکیل کے پیرائے میں ذاتِ الہی کو آسمانوں اور زمین کے نور سے تعبیر کیا گیا ہے اور پھر اس نور کی جو تشریح و تفسیر کی گئی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے الفاظِ عالیہ ہی میں سننے کے لائق ہے :

اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ مِثْلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ ۚ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ ۚ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبَرَّكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ ۚ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ۚ نُورٌ عَلَىٰ نُورٍ ۚ (النور ۳۵)

(اللہ روشنی ہے آسمانوں کی اور زمین کی، کہاوت اس کی روشنی کی، جیسے ایک طاق اس میں ایک چراغ، چراغ دھرا ایک شیشہ میں، شیشہ جیسے ایک تارا ہے جھمکتا۔ تیل جلتا ہے اس میں ایک درخت برکت کے سے، وہ زیتون ہے، نہ سورج نکلنے کی طرف نہ ڈوبنے کی طرف، لگتا ہے اس کا تیل سلگ اٹھے، ابھی نہ لگی ہو اس کو آگ، روشنی پر روشنی۔)

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو نورِ آسمان و زمین سے تعبیر کیا اور اس کی تشریح میں ایسی تشبیہات استعمال کیں جن سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ وہ کوئی معمولی نور نہیں ہے اور غیر معمولی ہونے کے علاوہ وہ سارے جہان کو اپنے نور سے معمور کر دیتا ہے۔ ارشادِ باری ہے :

وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا (الزمر ۶۹)

(اور چمکی زمین اپنے رب کے نور سے)۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذاتِ والا کے لئے نور کی تعبیر کہیں اور استعمال نہیں کی ہے اور جہاں اللہ کا نور اور اس کا نور کی ترکیبیں استعمال کی گئی ہیں ان سے دوسری چیزیں مراد ہیں۔

غیر مجسم ذاتِ بیکراں

ذاتِ باری تعالیٰ کے لئے بعض اعضائے جسمانی جیسے وجہ (چہرہ) ید / ایدی (ہاتھ) استعمال ہوئے ہیں (مثلاً سورہ رحمن ۲۷، سورۃ القصص ۸۸ وغیرہ اور سورہ مائدہ ۶۴، سورۃ الفتح ۱۰، الحدید ۲۹، آل عمران ۳۶، المؤمنون ۸۸ یس ۷۱، ۸۳، الملک ۱، الحجرات ۱، التوبہ ۵۲ وغیرہ)۔ ظاہر ہے کہ معمولی عقلِ سلیم کا مالک بھی جانتا ہے کہ ذاتِ خداوندی مجسم یا جسم والی نہیں ہے اور یہ تعبیرات ہمارے فہمِ نارسا کے لئے ہیں نہ کہ اس کی ذات کے اعضائے جسمانی۔ علمائے کرام کا اس مسئلہ پر اختلاف ہے کہ ان اعضائے جسمانی سے کیا مراد ہے لیکن جمہور علماء کا مسلک ہے کہ یہ تعبیرات الہی ظاہری ہیں اور ان کی حقیقت سے ہم واقف نہیں لہذا ان کی کیفیت و ماہیت و حقیقت کو اسی ذاتِ گرامی پر چھوڑ دینا چاہیے۔ یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعض علمائے کرام اور مفسرین کرام کی آراء اور تشریحات بھی بیان کر دی جائیں۔ علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ ”عقل کے ساتھ ساتھ شریعت سے بھی یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جیسی کوئی شے نہیں ہے نہ تو اس کی ذات میں، نہ اس کی صفات میں اور نہ ہی اس کے افعال میں۔ فرمانِ الہی ہے :

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ

سورۃ الشوریٰ ۱۱: نہیں اس کی طرح کا سا کوئی) دوسری جگہ فرماتا ہے :

هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا

(سورۃ مریم ۶۵: کوئی پہچانتا ہے تُو اس کے نام کا)۔ ایک اور مقام پر ارشاد ہے :

فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝

(سورہ بقرہ ۲۲: سو نہ ٹھہراؤ اللہ کے برابر کوئی اور تم جانتے ہو) اور فرمایا :

وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ

(الاخلاص ۴: اور نہیں اس کے جوڑ کا کوئی) - عقل سے معلوم ہوتا ہے کہ دو ایک جیسی چیزوں میں ایک کے لئے جو کچھ جائز، واجب اور ممنوع ہوتا ہے وہ دوسرے کے لئے بھی اسی طرح جائز، واجب اور ممنوع ہو گا۔ اگر مخلوق خالق کے مشابہ ہو تو ان دونوں کا جائز، واجب اور ممنوع چیزوں میں اشتراک لازم آئے گا۔ خالق کا وجود اور قدیم ہونا واجب و لازمی ہے جب کہ مخلوق کے لئے یہ دونوں چیزیں محال و ناممکن ہیں بلکہ مخلوق کے لئے حادث (فانی) اور ممکن ہونا لازمی ہے۔ اگر وہ دونوں مشابہ ہوتے تو دونوں اس باب میں مشترک ہوتے۔ علامہ ابن تیمیہ نے اس کے بعد بھی کافی بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ مخلوق و خالق میں کوئی مشابہت نہیں لہذا خدائی اعضا کی دوسری تشریح و تعبیر کرنی ہوگی اور یہ واضح ہے کہ اس کا کوئی مادی وجود نہیں ہے (۱۶)۔

مشہور مفسر اور فلسفی امام رازی کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے کسی مادی جسم کا ہونا ناممکن ہے کیونکہ اجسام ایک دوسرے کے مشابہ اور مماثل ہوتے ہیں اور قرآن مجید کا فیصلہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مشابہ کوئی شے نہیں ہو سکتی۔ اس لئے یہ عقیدہ و خیال قرآن مجید کی نص صریح کے بالکل منافی ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی مادی جسم مانا جائے۔ کیونکہ اس نے واضح طور پر فرمایا ہے:

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ

(شوری ۱۱: نہیں اس کی طرح کا سا کوئی) اگر یہ مان لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی جسم ہے تو یہ بھی مانتا لازم آئے گا کہ اس کا جسم جائز اشیا میں سے اپنی مخصوص صفات کا بھی حامل ہو گا۔ اور اس سے اس کا کسی مدبر (تدبیر کرنے والے) اور مختص (تخصیص کرنے والے) پر احتیاج و انحصار بھی لازم آئے گا اور ایسی صورت میں اس کا عالم کالہ ہونے کا قول باطل ہو جائے گا دوم یہ کہ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ جسمیت میں تو سارے اجسام کے ساتھ اشتراک رکھتا ہے لیکن وہ اپنی مخصوص ماہیت میں ان سب سے الگ اور مخالف ہے تو ذات الہی میں کثرت لازم آئے گی کیونکہ جسمیت تو اللہ کی ذات اور غیر اللہ کی ذات میں مشترک ہوگی اور اس کی ذات کی خصوصیت ذات الہی اور غیر ذات الہی میں غیر مشترک ہوگی لہذا اس کی ذات میں کثرت پیدا ہو جائے گی جو محال ہے۔ لہذا یہ واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی جسمانی ہیئت نہیں ہے۔ کیونکہ وہ غیر محدود ہے (۱۷)۔

ذات الہی کے غیر جسمانی اور غیر محدود ہونے کی وجہ سے انسان جو اپنے ادراک و فہم کے لئے اپنے مخصوص حواس کا محتاج ہے ذات الہی کا مشاہدہ نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے خود واضح کر دیا ہے:

لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ○ (الانعام ۱۰۳)

اس کو نہیں پاسکتی آنکھیں، اور وہ پاسکتا ہے آنکھوں کو، اور وہ بحید جانتا ہے خبردار) چونکہ انسانی

عقل، حاسہ اور محاذ وغیرہ کی پابند و محتاج ہے اس لئے انسانی محاکبیں اس ذاتِ باری تعالیٰ کا نہ مشاہدہ کر سکتی ہیں اور نہ ادراک کر سکتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا کوئی جسم نہیں، مادی وجود نہیں جو کسی خاص مکان و زمان میں ہو اور اس کا کوئی طول و عرض، اونچائی نچائی ہو لہذا اس کی ذات تک ہماری محاکبوں کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ یہی حال انسانی عقل کا ہے کہ وہ محدود اور بعض چیزوں اور لوازم کی محتاج ہے لہذا وہ بھی اس کی ذات کا ادراک کرنے سے قاصر رہتی ہے۔ پھر یہ واضح ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی مکان و زمان، جسم و مادہ اور ہر حدِ ادراک و فہم سے ماورا ہے تو وہ انسانی عقل و فہم اور حواس کی گرفت میں کیسے آسکتی ہے (۱۸)۔

بایں ہمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اور وجود پر طبیعت و فطرتِ انسانی کے جوہر اور کائنات کے ذرے ذرے سے دلائل قائم کئے ہیں اور عقلی اور وجدانی دونوں طور سے ثابت کر دیا ہے کہ اس کی ذات والا صفات ہر مکان و زمان میں موجود ہے۔ اسی کو قرآن مجید نے انفس و آفاق کے دلائل قرار دیا ہے۔ ارشاد فرماتا ہے :

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ۚ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّ كُلَّ شَيْءٍ شَهِيدٌ (خَمَ السَّجْدہ ۵۳)

(اب ہم دکھائیں گے ان کو اپنے نمونے دنیا میں، اور آپ ان کی جان میں، جب تک کہ کھل جاوے ان پر، کہ یہ ٹھیک ہے۔ کیا تیرا رب تھوڑا ہے ہر چیز پر گواہ؟ سنتا ہے!)۔ انسانی فطرت کا داعیہ اور کائنات کی تمام اشیا اس کی ذات اور وجود پر گواہی دیتی ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ان کی شہادت کا ذکر متعدد مقامات پر کیا ہے (آل عمران ۹۰، مائدہ ۷۵، انعام ۲۷، اعراف ۲۲، توبہ ۱۱، یونس ۵-۶، رعد ۳-۴، کہف ۱۷، طہ ۵۴، حج ۱۶، نور ۳۶، نمل ۸۶، عنکبوت ۴۹، روم ۳۷-۲۱، لقمان ۳۱، جاثیہ ۳ اور متعدد دوسری) اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات و وجود پر خود اپنی شہادت بھی دی ہے اور ان گنت آیات میں اس کا ذکر موجود ہے (سورہ آل عمران ۱۸) میں ارشاد الہی ہے :

شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُوا الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ ۚ (۱۸: ۳)

(اللہ نے گواہی دی کہ کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا اور فرشتوں نے اور علم والوں نے، وہی حاکم انصاف کا)۔ سورہ نساء ۴۱ میں فرماتا ہے :

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَؤُلَاءِ شَهِيدًا ۚ (۴ : ۴۱)

(پھر کیا حال ہو گا، جب بلاویں کے ہم، ہر امت میں سے احوال کہنے والا اور بلاویں کے تجھ کو، ان لوگوں پر احوال بتانے والا) سورہ آل عمران ۹۸، مائدہ ۱۱۷، انعام ۱۹، یونس ۴۶، حج ۱۷، سبا ۴، مجادلہ ۶، بروج ۹ میں نہ صرف ذاتِ الہی کے وجود پر شہادتِ حق دی گئی ہے بلکہ اس کے حاضر و ناظر ہونے کا اثبات کیا گیا ہے (۱۹)۔

اللہ تعالیٰ کی ذات کے غیر محدود ہونے کا عقلی تقاضا بھی ہے اور قرآن مجید کی صاف تصریح بھی کہ وہ ازل وابد ، زمان و مکان اور وقت و مقام کی حد بندیوں سے آزاد اور ہر جگہ موجود اور حاضر و ناظر ہو ۔ متعدد آیات میں اوپر حوالہ گذر چکا ہے کہ اسنے اپنے آپ کو ہر شے پر گواہ و شہید ، انسانی اعمال کا ناظر و نگر اور کائنات کی ہر ڈھکی چھپی چیز کا واقف کہا ہے ۔ وہ اپنی باخبر و عالم ذات کے لئے سورہ حدید ۳ میں فرماتا ہے :

هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (۵۷: ۳)

(وہ ہے پہلا اور پچھلا ، اور باہر اور اندر ، اور وہ سب چیز جانتا ہے) ۔ اس آیت میں اس کے ازلی و ابدی اور ظاہری اور باطنی ہونے کی وضاحت کر دی گئی ہے اور بتا دیا گیا کہ وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے (۲۰) ۔

حاضر و ناظر اور عالم الغیب

اللہ تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے کا بڑا قریبی تعلق اس کی صفات سماعت و بصارت اور علم غیب و شہادت سے ہے (۲۱) ۔ قرآن مجید میں بیشمار مقامات پر اور بہت سے سیاق و سباق میں اس کی ان صفات لازمی اور ذاتی کا ذکر کیا گیا ہے ۔ ایک مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنی ذات اقدس کے لئے کم از کم تینتالیس مقامات پر لفظ سمیع (سننے والا) استعمال کیا ہے اور ان میں سے صفت علیم (خبردار / جانتے والا) اس کے ساتھ اکتیس بار جوڑی گئی ہے جب کہ متعدد جگہ صفت بصیر (دیکھنے والا) لکائی گئی ہے اور خال خال صرف صفت سمیع استعمال ہوئی ہے یا اس کی کسی اور شے کی طرف اضافت کی گئی ہے (۲۲) ۔ سورہ بقرہ ۱۳۷ میں غیر مسلموں کی کرتوتوں کے حوالہ سے سمیع علیم کی صفت استعمال کی گئی ہے جبکہ آیت ۲۴۴ میں جہاد فی سبیل اللہ میں مسلموں کے اعمال کے حوالہ سے اور آیت ۲۵۶ میں اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی کو قوت کے ساتھ تھامنے والوں کے حوالہ سے ۔ سورہ آل عمران ۳۴ میں گزشتہ قوموں کی ذریت اور ان کے آپس میں رشتہ سے صفت کا استعمال ہوا ہے جبکہ سورہ مائدہ ۷۶ میں ایسے غیر اللہ کی عبادت کے سلسلہ میں بیان ہوئی ہیں جو انسانوں یا اپنے عابدوں کے لئے کسی نفع و ضرر کے مالک نہیں ۔ سورہ انعام ۱۳ میں اس کا استعمال رات اور دن میں ہر اس چیز کے حوالہ سے کیا گیا ہے جو اس میں سکون پذیر ہوتی ہے ۔ سورہ انفال ۱۷ میں مسلمانوں کی اللہ تعالیٰ کی جانب سے آزمائش کے ضمیمہ میں ، آیت ۴۲ میں مرنے اور جینے والوں کی دلیل و حجت کے حوالہ سے اور آیت ۵۳ میں قوموں کے عروج و زوال ، انعامات الہی اور اپنی تقدیر کے بدلنے کے حوالہ سے استعمال ہوئی ہے ۔ سورہ انبیاء ۴ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

قُلْ رَبِّي يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝

(اس نے کہا میرے رب کو خبر ہے بات کی ، یا آسمان میں ہو یا زمین میں ، وہ ہے سنتا جانتا) اور سورہ لقمان ۲۸ میں

ارشاد ہے :

مَا خَلَقُكُمْ وَلَا نَبْعُثُكُمْ إِلَّا نَفْسٍ وَاحِدَةً إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ۝

(تم سب کا بنانا اور مرے پر جلانا، وہی جیسا ایک جی کا، بے شک اللہ سنتا ہے دیکھتا ہے)۔ اسی طرح دوسری آیات میں اللہ تعالیٰ نے موت، خیر، تزکیہ، رسولوں کے انتخاب، شیطان کے فریب اور اپنی رحمت عام کے حوالہ سے اپنے حاضر و ناظر ہونے کا اعلان کیا ہے (۲۳)۔

مذکورہ بالا آیات کریمہ میں صفت بصیر کے استعمال کے علاوہ دوسری جگہوں پر بھی وہ استعمال ہوئی ہے اور فواد محمد عبد الباقی کے مطابق ایسی تمام آیات کریمہ کی تعداد چھتیس ہے (۲۴)۔ سورہ بقرہ کی آیات ۹۶ اور ۱۱۰ میں بالترتیب اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو غائب و حاضر اشخاص کے اعمال کا بصیر (دیکھنے والا) قرار دیا ہے۔ اسی طرح اپنے مخاطبوں کے اعمال کا بصیر متعدد دوسری آیات میں بتایا ہے (سورہ بقرہ ۲۳۳، ۲۳۷، ۲۶۵، آل عمران ۱۵۶، انفال ۷۲، حود ۱۱۲، سبا ۱۱، فصلت ۴۰، حجرات ۱۸، حدید ۴، ممتحنہ ۳، تغابن ۲) بعض دوسری آیات میں غائب لوگوں کے اعمال کا نگران اسی طرح قرار دیا ہے (آل عمران ۱۶۳، مائدہ ۷۱، انفال ۳۹)۔ پھر کئی آیات میں اپنے بندوں پر بصیر (بصیر بالعباد) ہونے کا اعلان کیا ہے (سورہ آل عمران ۱۵، ۲۰، فاطر ۳۱، غافر ۴۴، شوریٰ ۲۷) ان کے علاوہ کئی اور آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت بصارت کو مطلق بیان کیا ہے مگر اس کا تعلق کسی نہ کسی حقیقت یا انعام الہی سے جوڑا ہے۔ مثلاً سورہ اسراء میں ارشاد ہے :

لِنُرِّيْهِ مِنْ اٰیٰتِنَا ۚ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ

(کہ دکھادیں اس کو کچھ اپنی قدرت کے نمونے، وہی ہے سنتا دیکھتا) اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دوران معراج بیت المقدس (المسجد الاقصیٰ) لے جانے کا مقصد و انعام کا حوالہ دے کر اپنے سمیع و بصیر ہونے کا ذکر کیا ہے۔ اسی طرح سورہ حج ۶۱ میں ارشاد ہے :

يُوَلِّجُ اللَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَاَنَّ اللَّهَ سَمِیْعٌ بَصِیْرٌ

(اللہ پیٹھاتا (داخل کرتا) ہے رات کو دن میں اور دن کو رات میں، اور اللہ سنتا ہے دیکھتا ہے)۔ اسی سورہ کی آیت ۷۵ میں اپنی صفت کا تعلق ملائکہ اور انسانوں میں سے اپنے فرستادوں کے انتخاب و چیدگی سے جوڑا ہے۔ سورہ لقمان نمبر ۲۸ کا حوالہ اوپر گزر چکا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی تخلیق اول اور بعث آخر کو پلک مارنے کی مدت سے جوڑا ہے۔ آخر میں سورہ شوریٰ ۱۱ میں فرماتا ہے :

لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ

(نہیں اس کی طرح کا سا کوئی، اور وہی ہے سنتا دیکھتا) اس آیت میں گویا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بے ہمتا کے ہم گیر حاضر و ناظر اور ہر جگہ موجود و قائم ہونے کی صراحت کو عروج پر پہنچا دیا گیا ہے (۲۵)۔

ذاتِ الہی کے علیم (جاتے والا/ جانتا) ہونے کی صفت کو مذکورہ بالا صفات سے نہ صرف تعداد کے لحاظ سے زیادہ مقامات پر (۱۴۰) بیان کیا ہے بلکہ اس کی مختلف لفظی صورتوں کو بھی بہت سی جگہوں پر استعمال کیا ہے:

أَعْلَمُ (۴۹ مقامات) ، عَلَامٌ (۴ آیات) عَالِمٌ (۱۳ مرتبہ) عَالِمِينَ (۲ جگہ)

اس کے علاوہ فعل و مصدر علم کے مختلف مشتقات کو بھی متعدد جگہ استعمال کیا ہے :

الْعِلْمُ ، عَلِمَ ، عَلِمَ يَعْلَمُ وغیرہ ۔ یہ تمام آیات کریمہ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کے عالمِ کل ،

حاضر و ناظر ، ہم داں اور ہر جا موجود ہونے کا اظہار کرتی ہیں۔ (۲۷) متعدد آیات میں اس کے عالمِ غیب و شہادت کی صراحت کی گئی ہے ۔ سورہ انعام ۱۳ میں اس کی دنیاوی و اخروی ملکیت اور صور کے پھونکنے جانے کے حوالہ سے اس کو عالمِ الغیب و الشہادۃ کہا ہے ۔ سورہ توبہ ۹۴ اور ۱۰۵ اور سورہ جمعہ ۸ وغیرہ میں مخاطبوں کو یاد دلایا ہے کہ جو کچھ وہ کرتے ہیں ان کو ایک دن عالمِ الغیب و الشہادۃ ان کے تمام ڈھکے چھپے اور ظاہر اعمال سے آگاہ کرے گا ۔ بعض دوسری آیات میں بھی بندوں کے اعمال سے آگاہی اور خبرداری کے ضمن میں اللہ تعالیٰ کے غیب و حاضر کے عالم ہونے کا ذکر آیا ہے ۔ سورہ فاطر ۳۸ میں ارشاد فرماتا ہے :

إِنَّ اللَّهَ عَلِيمُ غَيْبِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝

(اللہ بھید جاتے والا ہے آسمانوں کا، اور زمین کا، اس کو خوب معلوم ہے، جو بات ہے دلوں میں) دلوں میں چھپے رازوں (ذات الصدور) اور ان سے اللہ تعالیٰ کی واقفیت کا ذکر کم از کم پچیس ۲۵ آیات قرآنی میں مختلف سیاق میں آیا ہے۔ اسی حقیقت کا اظہار بتکرار سورہ زمر ۴۶، سورہ حشر ۲۲، تغابن ۱۸ میں ہے اور پوشیدہ چیزوں (غیوب) کا سب سے بڑا جانتے والا (علام) ہونے کا اعلان سورہ مائدہ ۱۰۹، ۱۱۶، توبہ ۷۸ اور سب ۴۸ میں کیا ہے اور واضح کیا ہے کہ وہ نہ صرف آسمانوں اور زمین کے غیب و شہادت کو جانتا ہے بلکہ انسانوں، فرشتوں، جنوں اور تمام دوسری ذوحس مخلوقات کے دلوں اور اس کی پہنائیوں میں چھپی ہوئی باتوں اور خیالات سے بھی آگاہ ہے ۔ وہ انسانوں کی سرگوشیوں اور رازوں کو بھی جانتا ہے اور ان کے مظاہروں اور اعلانات کو بھی ۔ وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا سوائے اس کے جسے وہ ذاتِ علیم وخبیر چاہے

عَلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا ۝ إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ (الجن ۲۶، ۲۷)

(جاتے والا بھید کا، سو نہیں خبر دیتا اپنے بھید کی کسی کو، مگر جو پسند کر لیا کوئی رسول) حتیٰ کہ اس کے عرشِ بریں کے ارد گرد رہنے والے اور ہمہ وقت حاضر باش فرشتے بھی اس کو نہیں جانتے :

قَالُوا سُبْحَنَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۖ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ (البقرہ ۳۲)

(بولے تُو سب سے نرا لا ہے، ہم کو معلوم نہیں مگر جتنا تُو نے سکھایا، تُو ہے اصل داناپختہ کار)۔ اصل بات یہ ہے

کہ مخلوق کا علم اللہ تعالیٰ کا بخشا ہوا ہے وہ جتنا ہے چاہتا ہے علم بخش دیتا ہے اور چاہے جتنا وہ بخش دے وہ علم الہی کے مقابلے میں انتہائی قلیل ہوتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے :

وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا (اسراء ۸۵) (اور تم کو خبر دی ہے تھوڑی سی) (۲۸) -

متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے علمِ اصلی اور بندوں کے علمِ مستعار کا موازنہ کیا ہے اور بہت سے حقائق کا اثبات کر کے اپنی ذات کو زیادہ جانتے والا (اعلم) قرار دیا ہے۔ سورہ بقرہ ۱۲۰، آل عمران ۱۶۷، مائدہ ۶۱ اور سورہ ممتحنہ میں اللہ تعالیٰ نے حق کو چھپانے، رازوں کو پوشیدہ رکھنے، ظاہر و باطن میں فرق روا رکھنے یا محض کسی شے کو چھپانے کی حقیقت یا فطرتِ انسانی کا ذکر کر کے واضح کیا ہے کہ وہ بندوں کے پوشیدہ کاموں، رازوں اور باتوں کو ان سے بھی زیادہ جانتا ہے۔ کئی آیات میں یہ بتایا ہے کہ وہ ایمان و ہدایت والوں اور گمراہی و ضلالت اور کفر والوں کو سب سے زیادہ جانتا ہے (سورہ مائدہ ۶۱، انعام ۱۱۷، ۱۱۹، نحل ۱۲۵، اسراء ۸۳، قصص ۳۷، ۵۶، ۸۵، نجم ۳۰، ۳۲، ممتحنہ ۱۰، قلم ۷، انشقاق ۲۳)۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ شکر گزاروں، ظالموں، حد سے تجاوز کرنے والوں، فساد کرنے والوں اور تقوائے الہی رکھنے والوں سے بھی سب سے زیادہ واقف ہے (سورہ انعام ۵۳، ۵۸، ۱۱۹، یونس ۴۰، نجم ۳۲)۔ وحی الہی اور اس کے برگزیدہ نازل کرنے والے فرشتوں، اس کو بندوں کی ہدایت کے لئے وصول کرنے والے رسول اور کلامِ الہی کے عظیم متکلم کے بارے میں جو کچھ دشمنانِ دین اور حریفانِ دانش و آگہی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے بھی خوب بلکہ سب سے زیادہ آگاہ ہے (سورہ یوسف ۷۷، نحل ۱۰۱، اسراء ۴۷، مومنون ۹۶، ق ۴۵، انشقاق ۲۳)۔ انسانوں کے اعمال سے وہ سب سے واقف ہے (حج ۶۸، شعراء ۱۸۸، زمر ۷۰، احقاف ۸، نجم ۳۲) اللہ تعالیٰ انسانوں کو ان کے اعمال و افعال کو، ان کی تقدیر کو، ان کے جنتی اور جہنمی ہونے کو اسی دن سے سب سے زیادہ جانتا ہے جس دن ان کو پیدا کیا گیا ہے (اسراء ۵۴، ۸۴، مریم ۷۰، طہ ۱۰۴)۔ وہ گزشتہ قوموں کے واقعات اور ان کے حقائق کو بھی خوب جانتا ہے۔ اس ضمن میں قرآن مجید نے حضرت مریم کی پیدائش پر ان کی ماں کے بیٹانہ پیدا ہونے پر افسوس و رنج کا حوالہ دیا ہے (آل عمران ۳۶)، اصحابِ کہف کی تعداد، غار میں ان کی مدتِ قیام اور دوسرے کوائف کو بطور نمونہ بیان کیا ہے (کہف ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۳۶)۔ غرض کہ اللہ تعالیٰ دلوں کی بات جانتا ہے

اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا فِي أَنْفُسِهِمْ (ہود ۳۱) (اللہ بہتر جانتا ہے جو ان کے جی میں ہے)

رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا فِي نُفُوسِكُمْ (الاسراء ۲۵) (تمہارا رب خوب جانتا ہے جو تمہارے جی میں ہے)

أَوَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِمَا فِي صُدُورِ الْعَالَمِينَ (العنکبوت ۱۰)

(کیا یوں نہیں کہ اللہ خوب خبردار ہے جو کچھ جیوں میں ہے جہان والوں کے)

وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَمْتُمْ (ممتحنہ ۱)

(اور مجھ کو خوب معلوم ہے جو چھپایا تم نے اور جو کھولا تم نے) اور آسمانوں اور زمین کی ہر شے کو سب سے زیادہ جانتا ہے (سورہ الاسراء ۵۵، کہف ۲۶ اور سورہ النجم ۳۲)۔ کائنات کی ہر شے کا علم الہی میں ہونے کا صریح ذکر مختلف آیات میں موجود ہے۔

وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (البقرہ ۲۹) (اللہ کو معلوم ہے ہر چیز) مزید ملاحظہ ہو:

سورہ بقرہ ۲۳۱، ۲۸۲، النساء ۳۲، ۱۴۶، مائدہ ۹۷، انعام ۱۰۱، انفال ۷۵، توبہ ۱۱۵، نور ۳۵، ۶۳، عنکبوت ۶۲، احزاب ۴۰، ۵۴، یس ۷۹، شوریٰ ۱۲، حجرات ۱۶، فتح ۲۶، حدید ۳، مجادلہ ۷، تغابن ۱۱)۔ متعدد آیات میں علم الہی کو حکمت الہی کے ساتھ جوڑا گیا ہے اور یہ واضح کیا گیا ہے کہ اللہ کا علم حکمت اور مصلحت پر مبنی ہے (سورہ بقرہ ۳۲، نساء ۱۱، ۱۴، ۲۳، ۲۶، ۹۲، ۱۰۴، ۱۱۱، ۱۴۰، الاحزاب ۱، الفتح ۱، الدھر ۳۰، انعام ۸۳، ۱۲۸، ۱۳۹، انفال ۷۱، توبہ ۱۵، ۲۸، ۶۰، ۹۷، ۱۰۶، ۱۱۰، یوسف ۶، ۸۳، ۱۰۰، الحجر ۲۵، الحج ۵۲، النور ۱۸، ۵۸، نمل ۶، زخرف ۸۴، الحجرات ۸، ذاریات ۳۰، ممتحنہ ۱۰، تحریم ۲) اس لئے وہ اپنی حکمت کے مطابق انسانوں اور فرشتوں میں سے اپنے رسول و فرستادے منتخب کرتا ہے (سورہ الانعام ۲۴)

اور انسانوں کی تقدیر بناتا ہے (سورہ الاسراء ۵۴، ۸۴، سورہ النجم ۳۲، نیز ملاحظہ ہو بقرہ ۲۴۷، ۲۶۱، آل عمران ۷۳، مائدہ ۵۴، انعام ۸۳، ۹۶، توبہ ۲۸، یونس ۶۵، یوسف ۷۶، نمل ۷۰، حج ۵۹، نور ۳۲، عنکبوت ۶۰، شوریٰ ۱۲، ۵۰، ممتحنہ ۱۰ وغیرہ) وہ جانتا ہے کہ کون سی چیز کس کے لئے بہتر ہے اور کس کے لئے بدتر خواہ وہ انسانوں کو پسند ہو یا ناپسند (سورہ البقرہ ۲۱۶) وہ صاف اعلان کرتا ہے:

وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَبِّكَ مِنْ مِثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَلَا أَصْغَرَ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ (یونس ۶۱)

اور غائب نہیں رہتا تیرے رب سے، ایک ذرہ بحر زمین میں، نہ آسمان میں، نہ اس سے چھوٹا نہ اس سے بڑا، جو نہیں کھلی کتاب میں (نیز سبأ ۲) (۲۹)

قرآن مجید نے بہت سی آیات میں اللہ تعالیٰ کی صفتِ علم کے ساتھ بعض دوسری صفات کو بھی موقع و محل کی مناسبت سے جوڑا ہے جیسا کہ ہم اوپر حکیم، سمیع، بصیر اور خبیر کی صفات الہی کے جمع کرنے کے ضمن میں ملاحظہ کر چکے ہیں۔ علم الہی کو اس کی حکمت کے ساتھ چھتیس آیات میں جمع کیا گیا ہے (۳۰)۔ اور ان کے تجزیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سورہ بقرہ ۳۲ میں علم الہی کی میکرانی اور فرشتوں کی علمی حد بندی بلکہ عاجزی کا موازنہ کیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ حکمت الہی کا تقاضا ہے کہ مخلوق کو خواہ وہ فرشتے ہوں یا کوئی اور کتنا علم دیا جائے۔ سورہ نساء ۲۶، سورہ توبہ ۱۵، ۱۰۶ میں توبہ کی قبولیت اور انابت خداوندی کو جوڑا گیا ہے اور واضح کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں پر انابت کرنے کی حکمت کو جانتا ہے۔ اسی طرح مخلوقات میں درجاتی بلندی و پستی اور طبقاتی اونچ نیچ کا تعلق بھی علم و

حکمتِ الہی سے ہے (انعام ۸۳) - یہ درجاتی اونچ نیچ اور تقسیم دنیاوی بھی ہو سکتی ہے اور اخروی بھی، جنتی بھی ہو سکتی ہے اور جہنمی بھی (انعام ۱۲۸) - فضلِ خداوندی کی بدولت مالداری اور غنا سے بہرہ مندی بھی علم و حکمتِ الہی پر مبنی ہے (سورہ توبہ ۲۸، حجرات ۸) اور وہ دنیاوی طبقاتی بلندی کی ایک علامت ہے اور ساتھ ہی ایمان و عمل کے آزمائش کی ایک کسوٹی سورہ توبہ کی متعدد آیات (۶۰، ۹۷، ۱۱۰ وغیرہ) میں واضح کیا گیا ہے کہ فرائضِ الہی کی تنزیل اور ان سے مختلف انسانی طبقات کی واقفیت اور پابندی بھی علم و حکمتِ الہی سے قریبی تعلق رکھتی ہے - سورہ یوسف کی کئی آیات (۶، ۸۳، ۱۰۰) میں حضرت یوسف کے خواب، برادرانِ یوسف کی باپ سے دوری اور اس پر حضرت یعقوب کی دعائے خیر اور امید وصال، اور خاندانِ یعقوب کے دربارِ یوسفی میں اجتماع اور ملاپ کے اسباب و عوامل کو علم و حکمتِ الہی سے جوڑا گیا ہے - آیاتِ الہی کی تنزیل و تفصیل، حکیم و تبیین اور تشریح و توضیح ظاہر ہے علم و حکمتِ الہی پر مبنی ہے (حج ۵۲، نور ۱۸، ۹-۵۸، نمل ۶، ذاریات ۳۰، ممتحنہ ۱۰) - اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین میں اپنے معبود کل والا واحد ہونے، مسلمانوں کے مولیٰ، دوست و آقا ہونے کو بھی اپنی حکمت و علم سے متصل کیا ہے - (سورہ زخرف ۸۴، سورہ تحریم ۲) ظاہر ہے قیامت کے دن کے تمام معاملات کا تعلق بھی علم و حکمتِ الہی سے ہے (انعام ۱۲۸، حجر ۲۵، اور دوسری متعلقہ آیات) (۳۱) -

علیم حکیم کے بعد سمیع علیم کے قرآن السعدین کی باری ہے جو کم از کم قرآن مجید میں بتیس بار ایک دوسرے کے ساتھ جمع کئے گئے ہیں (۳۲) - (بقرہ ۱۲۷، ۱۳۷، ۱۸۱، ۲۲۳، ۲۲۷، ۲۴۲، ۲۵۶، آل عمران ۵-۳۴، ۱۲۱ نساء ۱۲۸، مائدہ ۷۶، انعام ۱۳، ۱۱۵، اعراف ۲۰۰، انفال ۱۷، ۴۲، ۵۳، ۶۱، توبہ ۹۸، ۱۰۳، یونس ۶۵، یوسف ۳۴، انبیاء ۴، نور ۲۱، ۶۰، شعراء ۲۲، عنکبوت ۵، ۶۰، فصلت ۳۶، دخان ۶، حجرات ۱) دوسری جن صفاتِ الہی کا علمِ الہی کے ساتھ قرآن کیا گیا ہے وہ ہیں: واسع (سات آیات) حلیم (تین آیات) عزیز (چھ آیات) خلاق (صرف دو آیات) قدیر (چار آیات) خبیر (چار آیات) اور فتاح (صرف ایک آیت) شاکر (دو آیات) - ان آیات کے تجزیاتی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفتِ علم کو اس کی دوسری صفاتِ حسنہ کے ساتھ سیاق و سباقِ کلام کی مناسبت کے علاوہ بعض افعالِ الہی اور احکامِ خداوندی سے قریبی تعلق (خواد وہ اندرونی ہو یا بیرونی) کی وجہ سے جمع کیا ہے - مثلاً واسع کے ساتھ علمِ الہی کو جہاں جمع کیا گیا ہے وہاں ذاتِ خداوندی کی ہمہ گیری و ہمہ جہتی (سورہ بقرہ ۱۱۵) ملک و حکومت کا عطیہ خداوندی (سورہ بقرہ ۲۴۷)، فضل و نعمت اور مغفرتِ الہی (بقرہ ۲۶۱، ۲۶۸، آل عمران ۷۳، مائدہ ۵۴، نور ۳۲) کا ذکر کیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ ان احسانات و عطایائے الہی کا علمِ الہی سے گہرا تعلق ہے - اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفتِ حلم کو اس کے علم کے ساتھ وصیت، رحمت و شفقت کے باب میں مربوط کیا گیا ہے (سورہ نساء ۱۲، سورہ حج ۵۹ اور سورہ احزاب ۵۱) - جب کہ اللہ تعالیٰ کے قدیر (قدرت والے) اور عزیز (طاقت و شوکت والے) ہونے کی صفت کو اس کے علم کے ساتھ جن آیات میں جمع کیا گیا ہے وہاں قدرت، کاریگری، عظمت اور شان و شوکتِ الہی کا ذکر ہے

(انعام ۹۶، نحل ۷۰، نمل ۷۸، روم ۵۴، یس ۳۸، غافر ۲، فصلت ۱۲، یہی معاملہ خلاق (زبردست پیدا کرنے والے) کی صفت کا ہے۔ بندوں کی اطاعت گزاری کے مقام پر شاکر (قبول کرنے والا) کی صفت آئی ہے۔ غرضکہ علم الہی کو نہ صرف مختلف افعال الہی، اشیائے دنیوی و اخروی اور دوسرے مفعولوں کے ساتھ ربط دیا گیا ہے بلکہ اس کی بعض دوسری صفاتِ حسنہ کے ساتھ بھی تاکہ اس کے علم کی ہم جہتی، ہم گیری اور آفاقیت کو واضح کیا جائے (۳۳)۔

لامکاں ذات مطلق

ذاتِ الہی کے بارے میں ایک مشکل مقام ”استوا علی العرش“ کا ہے۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ کے مستوی ہونے کا ذکر مختلف انداز اور مختلف سیاق میں کیا گیا ہے۔ ان میں سے دو مقامات پر

اِسْتَوٰی اِلٰی السَّمٰوٰتِ

کی ترکیب استعمال ہوئی ہے چنانچہ سورہ بقرہ ۲۹ میں ارشاد ہے :

ثُمَّ اِسْتَوٰی اِلٰی السَّمٰوٰتِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ

(پھر چڑھ گیا آسمان کو تو ٹھیک کیا ان کو سات آسمان) جبکہ سورہ فصلت ۱۱ میں یہی بات دوسرے انداز میں کہی گئی ہے :

ثُمَّ اِسْتَوٰی اِلٰی السَّمٰوٰتِ وَهِيَ دُخَانٌ

(پھر چڑھ گیا آسمان کو، اور وہ دھواں ہو رہا تھا)۔ باقی سات مقامات پر

اِسْتَوٰی عَلٰی الْعَرْشِ

کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔ سورہ اعراف ۵۴ میں ارشاد ہے :

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اِسْتَوٰی عَلٰی الْعَرْشِ ۚ یَغْشٰی الْبَلَدَ النَّهَارَ یَطْلُبُهُ حَبِیطٌ ۚ

(تمہارا رب اللہ ہے، جس نے بنائے آسمان و زمین، چھ دن میں، پھر بیٹھا تخت پر، اوڑھاتا ہے رات پر دن اس کے پیچھے لگا آتا ہے دوڑتا) سورہ یونس ۳ میں سورہ اعراف کی مانند فرمایا گیا ہے صرف اس فرق کے ساتھ کہ

اِسْتَوٰی عَلٰی الْعَرْشِ

کے ”وہ تدبیر کرتا کلام کی“ (یدبرا الامر) بجائے رات دن کی تخلیق کے ذکر کے۔ سورہ رعد ۲ میں البتہ کافی فرق پایا جاتا ہے :

اللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَّرَوْنَهَا ثُمَّ اِسْتَوٰی عَلٰی الْعَرْشِ ۚ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۚ

(اللہ وہ ہے جس نے اونچے بنائے آسمان بن ستون، دیکھتے ہو، پھر قائم ہوا عرش پر، اور کلام لکھایا سورج اور

چاند) - سورہ طہ ۵-۴ میں آسمان و زمین کی تخلیق کرنے والے رحمن کے عرش پر قائم ہونے کا ذکر ہے :

تَنْزِيلًا يَّمْنُ خَلَقَ الْأَرْضَ وَالسَّمَوَاتِ الْعُلَى ○ الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى ○

(اتنا ہے اس شخص کا، جس نے بنائی زمین اور آسمان اونچے، وہ بڑی مہر والا تخت کے اوپر قائم ہوا) - سورہ فرقان ۵۹ میں اور سورہ سجدہ ۴ میں یکساں الفاظ و عبارت میں آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی دنیا چھ دنوں میں پیدا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کا ذکر ہے - جبکہ سورہ حدید ۴ میں یہی بات اس فرق کے ساتھ کہی گئی ہے کہ اس میں چھ دنوں میں تخلیق آسمان و زمین کے بعد عرش پر مستوی ہونے کا ذکر تو ہے مگر ان دونوں کے درمیان والا فقرہ (وما بینہما) نہیں ہے - آیات کریمہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان کی طرف استواء کرنے والی پہلی دو آیات کے علاوہ بقیہ تمام آیات میں اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کا ذکر اس کے آسمان و زمین کی تخلیق کرنے کے بعد ہی کیا گیا ہے خواہ اس تخلیق کی مدت کا ذکر ہو یا نہ ہو یا آسمان و زمین کے درمیان کی دنیا کی تخلیق کا حوالہ ہو یا نہ ہو - بعض آیات کریمہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تخلیق آسمان و زمین کے بعد اللہ تعالیٰ جب عرش پر مستوی ہوا تو اس نے تعمیر امر کی یا دوسرے معنوں میں سورج چاند، رات دن وغیرہ کی تسخیر کا کام انجام دیا - قرآن مجید کی ان تصریحات کو جب دوسری آیات کریمہ کے ضمن میں ملا کر مطالعہ کیا جاتا ہے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ استواء علی العرش عمل تخلیق سے کسی تمحکان کے لاحق ہونے کے سبب نہ تھا جیسا کہ انجیل و تورات وغیرہ کے شارحوں اور محرف کرنے والوں نے سمجھانے کی کوشش کی ہے بلکہ وہ تدبیر امور خلق یا تسخیر اجرام کائنات کی منزل تھی جو پروردگار عالم نے اپنے عرش پر مستوی ہو کر انجام دی - استواء علی العرش کی پوری کیفیت قرآن مجید کی ان آیات سے نہیں معلوم ہوتی (۲۴) البتہ عرش الہی کے بارے میں بعض اہم تفصیلات ضرور ملتی ہیں - کم از کم بائیس آیات میں عرش کا ذکر آیا ہے جن میں سے غالب اکثریت کا تعلق عرش الہی سے ہے - ان میں سے کئی جگہ اس کو عرش عظیم (توبہ ۱۲۹، مومنون ۸۶، نمل ۲۶) کہا گیا ہے اور کسی جگہ عرش کریم (مومنون ۱۱۶) اور بیشتر جگہ بلاصفت ذکر آیا ہے - بعض آیات میں اللہ تعالیٰ کو عرش کا رب کہا گیا ہے جن کا ذکر بعد میں رب پر بحث میں آئے گا - کہیں اس کو ذوالعرش (غافر ۱۵) کہا ہے جس سے مراد اس کی بادشاہی ہے - سورہ زمر ۵۵ میں عرش کے مقام کے بارے میں مزید انکشاف یہ ہے :

وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِّينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۝

(اور تو دیکھے فرشتے، گھر رہے ہیں عرش کے گرد، پکی بولتے ہیں اپنے رب کی خوبیاں) جبکہ سورہ غافر ۱۷ میں فرشتوں کے عرش اٹھانے اور اس کے گرد تسبیح پڑھنے کا ذکر ہے :

الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ

(جو لوگ اٹھا رہے ہیں عرش، اور جو اس کے گرد ہیں پکی بولتے ہیں اپنے رب کی خوبیاں) ان حامل عرش فرشتوں

کے بارے میں مزید ذکر سورہ حاقہ ۱۷ میں ہے :

وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ

(اور اٹھارہ ہیں تخت تیرے رب کا اپنے اوپر اس دن آٹھ شخص) لیکن سب سے اہم آیت ہے سورہ ہود، جس میں اس کے عرش کو پانی پر بتایا گیا ہے :

وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ

(اور تھا تخت اس کا پانی پر) جس طرح استواء علی العرش کی کیفیت کو ہم سمجھنے سے قاصر ہیں اسی طرح اس کے عرش کے بارے میں ان تفصیلات کو جانتے سے قاصر ہیں۔ البتہ آیات سے یہ واضح ہے کہ وہ بادشاہ مطلق اپنے عرش سے تدبیر مملکت کرتا ہے اور ہم کو اسی پر ایمان رکھنا چاہئے۔ علماء و مفسرین نے اس مشکل مقام الہی کو واضح کرنے کی اپنی اپنی کوششیں کی ہیں اور ان سے اس کا صحیح مفہوم متعین کرنے میں آسانی ہوئی ہے خاص کر علامہ ابن تیمیہ کی تشریحات ملاحظہ کرنی چاہئیں (۳۵)۔

الہ : الہ واحد

ذات الہی کو اس کی صفات کے بغیر سمجھنا ناممکن ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنی بیشمار صفات بیان کی ہیں۔ ان میں سب سے اہم صفت الہ (بندگی، معبود، رب) ہے جسکی تعبیر و تشریح مختلف طریقے سے کی گئی ہے۔ مگر ایک مفہوم سب میں مشترک ہے اور وہ ہے معبود، قابلِ پرستش اور پوجے جانے کے لائق ہونے کا تصور (۳۱) قرآن مجید کی بہت سی آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ کو الہ اور الہ واحد کہا گیا ہے۔ سورہ بقرہ ۱۶۳ میں انسانوں کو خطاب کر کے اعلان کیا ہے :

وَالْهٰكُمُ الْاِلٰهَ وَاحِدٌ

(اور تمہارا رب اکیلا رب ہے)۔ اسی سورہ کی دو مزید آیات ۱۶۳ اور ۲۵۵ میں اسی کو الہ قرار دیا ہے۔ سورہ آل عمران کی چار آیات (۲، ۶، ۱۸، ۶۲) میں اسی امر حقیقی کا اعادہ کیا ہے جن میں دوسری اور آخری آیات بالترتیب واضح کرتی ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی اپنی گواہی ہے کہ اس کے سوا اور کوئی الہ (معبود) نہیں اور یہ کہ اللہ کے سوا اور کوئی دوسرا الہ نہیں سورہ نساء کی آیت ۸۷ میں صرف اس کے الہ ہونے کا ذکر ہے تو آیت ۱۷۱ میں ارشاد ہے :

اِنَّمَا اللّٰهُ الْاِلٰهَ وَاحِدٌ سُبْحٰنَہٗ اَنْ يَّکُوْنَ لَہٗ وَلَدٌ

(اللہ جو ہے، سوا ایک معبود ہے، اس لائق نہیں کہ اس کے اولاد ہو)۔ سورہ مائدہ ۷۳ میں عیسائیوں کے عقیدہ تثلیث کی تردید کر کے صراحت کی گئی ہے کہ ایک الہ کے سوا اور کوئی دوسرا الہ نہیں

لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ ثَلٰثٌ ثَلٰثَةٌ ، وَمَا مِنْ اِلٰہِ اِلَّا اِلٰہٌ وَاحِدٌ ۝

(بے شک کافر ہوئے جنہوں نے کہا، اللہ ہے تین میں کا ایک اور بندگی کسی کو نہیں مگر ایک معبود کو) سورہ انعام کی

چار آیات (۱۹، ۴۶، ۱۰۲، ۱۰۶) میں اسی کو الہ واحد قرار دیا گیا ہے اور غیر اللہ کے الہ ہونے کی نفی کی گئی ہے۔ اسی طرح سورہ اعراف کی پانچ آیات (۵۹، ۶۵، ۷۳، ۸۵، ۱۵۸) میں اللہ تعالیٰ کے الہ ہونے کا اثبات اور غیر اللہ کی الوہیت کی نفی کی گئی ہے۔ آخری آیت کریمہ میں ارشاد ہے :

الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ

(جس کی حکومت ہے آسمان اور زمین میں، کسی کی بندگی نہیں سوائے اس کے، چلاتا ہے اور مارتا ہے)۔ سورہ توبہ ۳۱ سورہ ہود ۵۰، ۶۱، ۸۴، سورہ انبیاء ۲۹، سورہ مومنون ۲۳، ۳۲، ۹۱، سورہ نمل ۴-۶، سورہ قصص ۲-۴۱، ۷۸، سورہ فاطر ۳، سورہ طور ۴۳، اور دوسری متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ کے الہ ہونے اور ماسویٰ اللہ کے الہ نہ ہونے کا اعلان و اظہار کیا گیا ہے اور انسانوں کو اللہ کے ساتھ کسی غیر کو شریک کرنے سے روکا گیا ہے۔ (۳۷) جبکہ سورہ توبہ ۱۲۹، ہود ۱۴، رعد ۳۰، ابراہیم ۵۲، نمل ۲، ۲۲، ۵۱، کہف ۱۱۰، طہ ۸، ۱۴، ۹۸، انبیاء ۲۵، ۸۷، ۱۰۸، حج ۳۳، مومنون ۱۱۶، نمل ۲۶، قصص ۷، صافات ۳۵، ص ۶۵، زمر ۶، غافر ۳، ۶۲، ۶۵، فصلت ۶، زخرف ۸۴، دخان ۸، محمد ۱۹، حشر ۳-۲۲، تغابن ۱۳ اور متعدد دوسری آیات میں اس کی الوہیت یا اس کی وحدانیت کا اثبات کیا گیا ہے۔ ان آیات کریمہ میں بعض اپنے معنی و مفہوم اور اثرات کے لحاظ سے بہت اہم ہیں مثلاً:

سورہ انعام ۳ میں ارشاد ہے :

وَهُوَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

(اور وہی ہے اللہ آسمان و زمین میں) سورہ زخرف ۸۴ میں اس کی مزید تائید یوں فرمائی :

وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَهٌ وَفِي الْأَرْضِ إِلَهٌ

(اور وہی ہے جس کی بندگی ہے آسمان میں، اور اس کی بندگی ہے زمین میں)۔ ان دونوں آیات میں عالم علوی اور عالم سفلی دونوں میں اس کی الوہیت ثابت کی ہے۔ متعدد آیات کریمہ میں اس کی وحدانیت ثابت کرنے کے علاوہ اس نے دو یا تین یا زیادہ خداؤں کے وجود کی تردید کی ہے۔ سورہ انبیاء ۲۲ میں ارشاد فرماتا ہے :

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا ۖ فَسُبْحَنَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ○

(اگر ہوتے ان دونوں میں اور حاکم، سوا اللہ کے، دونوں خراب ہوتے، سو پاک ہے اللہ، تحت کا صاحب، ان باتوں سے جو بتاتے ہیں) اسی حقیقت کی گونج سورہ بنی اسرائیل ۳-۴۲ میں سنائی دیتی ہے :

قُلْ لَوْ كَانَ مَعَهُ آلِهَةٌ كَمَا يَقُولُونَ إِذَا لَأَبْتَغُوا إِلَيَّ الْعَرْشِ سَبِيلًا ○ سُبْحَنَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يَقُولُونَ عُلُوًّا

كَبِيرًا ○

(کہہ ، اگر ہوتے اس کے ساتھ اور حاکم ، جیسا یہ بتاتے ہیں تو نکالتے تخت کے صاحب کی طرف راہ ۔ وہ پاک ہے ، اوپر ہے ان کی باتوں سے بہت دور) سورہ مومنون ۹۱ میں اللہ تعالیٰ اپنی وحدانیت اور غیر اللہ کی نفی الوہیت کی دلیل یوں دیتا ہے :

مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِنْ وَلَدٍ وَمَا كَانَ مَعَهُ مِنْ إِلَهٍ إِذَا لَذَهَبَ كُلُّ إِلَهٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَّ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۖ
(اللہ نے کوئی بیٹا نہیں کیا ۔ اور نہ اس کے ساتھ کسی کا حکم چلے ، یوں ہوتا تو لے جاتا ہر حکم والا اپنے بنائے کو اور چڑھ جاتا ایک پر ایک) ۔ اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ کی الوہیت کی نفی اور اپنی الوہیت و وحدانیت کے لئے مختلف تعبیرات مختلف دوسری سورتوں میں اختیار کی ہیں (مثلاً سورہ انعام ۱۹)

أَتُنْكُمُ اللَّسَّاهِدُونَ أَنَّ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا أُخْرَىٰ ۖ قُلْ لَا أَشْهَدُ ۚ قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلَهُ وَاحِدٌ وَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ۝

(کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ معبود اور بھی ہیں ۔ تو کہہ ، میں نہ گواہی دوں گا ۔ تو کہہ ، وہی ہے معبود ایک ، اور میں قبول نہیں رکھتا جو تم شریک کرتے ہو) نیز ۴، جس میں حضرت ابراہیم نے اپنے باپ آزر کو اصنام کے خدا بنالینے پر سرزنش کی تھی یا سورہ اعراف ۱۳۸، کہف ۱۵، مریم ۸۱، انبیاء ۲۱، ۲۲، ۴۳، ۹۹، فرقان ۳، یس ۲۳، صافات ۸۶، ص ۵، زخرف ۲۵ اور متعدد دوسری آیات الہی میں ہے (۳۸) ۔

اللہ کا عتات :

اللہ تعالیٰ نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا کہ اپنے آپ کو یکہ و تنہا ، واحد و غیر مشترک ، تثلیث و تثنیہ سے بری ، زمین و آسمانوں کا اللہ اور معبود قرار دیا بلکہ تمام انسانوں کا الہ قرار دیا (إِلَهِ النَّاسِ نَاسٍ ۵) پھر انسانوں کو مختلف انداز میں مخاطب کر کے تیرا الہ (إِلَهِكَ) اور تم سب کا الہ (إِلَهُكُمْ) بیان کیا (ملاحظہ ہو سورہ بقرہ ۱۳۳، سورہ کہف ۱۱۰، طہ ۸۸، ۹۸، انبیاء ۱۰۸، حج ۳۶، عنکبوت ۲۶، صافات ۴ اور فصلت ۶) پھر کہیں ان کی نسبت انبیاء کرام کی طرف کی جیسے سورہ بقرہ ۱۳۳ میں حضرات یعقوب ، اسماعیل و ابراہیم اور (حضرت اسحاق) کی طرف کی ہے ۔ کبھی ان کو مومن بنو اسرائیل کا الہ کہا (سورہ یونس ۹۰) حضرت یونس کی زبان سے اس کے الہ ہونے کا اقرار کرایا (انبیاء ۸۷) اور موسیٰ کا الہ (طہ ۸۸، قصص ۲۸، غافر ۲۷) بتایا ۔ انبیاء سابقین اور گذشتہ مومنین کی طرف اپنی الوہیت کی نسبت کر کے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر تا قیام قیامت اس کے تاریخی تسلسل اور بندوں کے دواہی اقرار کی طرف توجہ دلائی ہے اور اسکی حقیقت ثابتہ کو واضح کیا ہے ۔ ظاہر ہے کہ تخلیق آدم بلکہ تخلیق کائنات سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا اقرار ہر زمانہ ہر آن اور ہر لمحہ ہوتا چلا آیا ہے اور اسی طرح اللہ کے بندے اور دوسری مخلوقات خداوندی اس کا اقرار و اعتراف ہر آن ، ہر مکان اور ہر زمان میں تا قیامت کرتے رہیں گے اور قیامت کے دن تو منکر بن حق

بھی اس کی الوہیت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوں گے کہ اس دن وہ حقیقت ظاہر ہو کر ان کی ٹکاپوں کے سامنے جلوہ گر ہوگی دنیا میں اگر کافر و مشرک اور منکر حق اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا انکار کر بھی دیں تو اس پر کوئی اثر یا فرق نہیں پڑتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو انکار حق سے روکنے اور اپنی الوہیت کا اعتراف کرانے کے لئے آسمان و زمین، شجر و حجر، بارش و بجلی، سبز و سبزی غرضکہ کائنات کی ہر شے کی شہادت دلوائی اور خود بھی شہادت دی جس سے بڑھ کر اور کوئی دوسری شہادت نہیں ہو سکتی اور پھر انھیں جیسے انسانوں اور ان سے افضل فرشتوں اور رسولوں کی شہادت بھی پیش کی تاکہ وہ انکار، کفر اور شرک سے باز آجائیں۔ اور اگر وہ باز نہ بھی آئیں تو یہ واضح ہو جائے کہ مومنین اور اہل عقل اور صاحبانِ دل تو اس کی الوہیت کے قائل ہیں۔ بالفرض اگر ساری دنیائے انسانی اس کی الوہیت کی منکر ہو جائے تو بھی اس کی الوہیت پر ذرا فرق نہیں پڑتا کہ کائنات اور فرشتوں کی جماعت اس کی الوہیت کی قائل ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ اس نے یہ بھی واضح کر دیا کہ اسے اپنی الوہیت ثابت کرنے کے لئے کسی کے اقرار و ایمان، اعتراف و تسلیم کی ضرورت و حاجت نہیں ہے۔ وہ جس طرح اپنی ذاتِ عالی میں زندہ اور قیوم، صمد و بے نیاز اور غیر محتاج ہے اسی طرح وہ اپنی ذات سے الہ ہے اور کسی مخلوق کی موجودگی یا اعتراف سے اسکی الوہیت وابستہ نہیں ہے۔ یہاں تک کہ تخلیق کائنات سے قبل بھی وہ الہ تھا اور اس کے بعد بھی وہ الہ ہے اور اس تخلیق کے خاتمہ کے بعد بھی وہ الہ رہے گا۔ اس کی الوہیت ازلی اور ابدی اور استمراری ہے اور اس کی ذات کی طرح قائم بالذات اور دوامی ہے (۳۹)۔

اللہ ہی خالق ہے

اپنی الوہیت پر آفاق و انفس اور کائنات سے اللہ تعالیٰ نے طرح طرح سے شہادت دلوائی اور اپنے بندوں کو اس کے اعتراف و قبول کے لئے آمادہ کیا ہے۔ بہت سی آیاتِ کریمہ میں اس کے خالق (۴۰) ہونے کا ذکر کر کے اس کے الہ ہونے پر دلیل قائم کی گئی ہے۔ مثلاً سورہ انعام ۱۰۲ میں ارشاد باری ہے :

ذَلِكُمْ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ؕ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۖ فَاعْبُدُوْهُ ۚ

(یہ اللہ ہے رب تمہارا، اس کے سوا کسی کو بندگی نہیں، بنانے والا ہر چیز کا، سو تم اس کی بندگی کرو)۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کو رب، الہ اور خالق کی تین صفات سے متصف کرنے کے علاوہ اس کی الوہیت مطلق اور غیر مشترک کا اعلان کر کے اسی کی عبادت کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ آگے چل کر ہم وضاحت کریں گے کہ ان تینوں صفاتِ الہی میں بڑا منطقی رشتہ ہے اور پھر مطالبہ عبادتِ الہی سے بھی اس کا تعلق بڑا منطقی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے الہ اور خالق ہونے کی حقیقت کا اظہار متعدد آیات کریمہ میں کیا گیا ہے۔ سورہ فاطر ۳، سورہ زمر ۶۲ اور سورہ غافر ۶۲ میں اسی حقیقت کو کم و بیش انہیں الفاظ میں بیان کیا گیا ہے جن میں مذکورہ بالا سورہ انعام کی آیات میں کیا گیا ہے کہ اللہ، خالق اور رب کی صفات کو ان میں جمع کر دیا گیا ہے۔ ان کے علاوہ چار مزید آیات (رعد ۱۶، الحجر ۲۸، ص ۷۱ اور حشر ۲۲) میں اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے کی صراحت کی گئی ہے۔

خالقِ انسان :

اللہ تعالیٰ کی مطلق صفتِ خالقیت کے علاوہ بہت سی قرآنی آیات میں کائنات کی مختلف اور گونا گوں چیزوں کی تخلیق الہی کی حقیقت کا اظہار کر کے اس کے الٰہ ہونے پر شہادت قائم کی گئی ہے۔ اگرچہ تخلیق کائنات کا عمل انسان کی تخلیق سے زیادہ اہم اور بڑا ہے اور زمانی لحاظ سے پہلے کا ہے تاہم انسان کی تخلیق بجائے خود ایک اہم ترین واقعہ ہے اور ایک لحاظ سے تخلیق الہی کا شاہکار ہے کہ وہ خدا کا مخاطب و خلیفہ بھی ہے۔ (۴۱) چنانچہ پہلی وحی الہی میں جو اللہ تعالیٰ نے غارِ حرا میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی اللہ تعالیٰ کی مطلق صفتِ خالقیت سے کلام کا آغاز کیا اور پھر انسان کی تخلیق سے اس کو خاص کیا (۴۲) :

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ○ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ○ (علق ۱-۲)

(پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے بنایا، بنایا آدمی لہو کی پھسکی سے)۔ قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تخلیقِ انسان کو مختلف مراحل سے گزارا ہے۔ اور ان میں سے ہر مرحلہ کو اپنی صفتِ خالقیت پر دلیل بنایا ہے۔ ان مرحلوں کے ذکر کے سلسلہ میں یہ حقیقت ذہن نشین رکھنی ضروری ہے کہ تخلیقِ انسان کے مختلف مراحل کا ذکر ترتیب وار نہیں کیا ہے۔ بلکہ کلام کا سیاق و سباق، مخاطبین کی ذہنی اور نفسیاتی ضرورت، حالات و واقعات کا تقاضا اور اللہ تعالیٰ کی اپنی حکمتِ نزول کے مطابق جس مرحلہ کا ذکر جب اور جہاں ضروری سمجھا اسی کا ذکر کیا ہے۔ لیکن موجودہ مصاحف میں محفوظ کلامِ الہی کے تجزیاتی مطالعہ سے ہم انسانی تخلیق کے مختلف مراحل کو متعین اور اس سے متعلق اللہ تعالیٰ کی صفتِ خالقیت کو اس کے صحیح تناظر میں مطالعہ کر سکتے ہیں۔

تخلیقِ انسانی کا اولین مرحلہ : تخلیقِ آدم

تخلیقِ انسان کا اولین مرحلہ تخلیقِ آدم ہے جیسا کہ قرآن مجید کا صریح اعلان ہے :

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ (الاعراف ۱۸۹)

(وہی ہے جس نے تم کو بنایا ایک جان سے)۔ اس اعلان کو قرآن مجید نے کئی اور جگہ دہرایا ہے جیسا کہ ہم ذرا بعد میں ملاحظہ کریں گے۔ تخلیقِ آدم بھی مختلف مراحل سے گذری ہے جیسے کہ بعد میں ذریتِ آدم کو مختلف مراحلِ تخلیق سے گذرنا پڑا۔ حضرت آدم کی تخلیق سے قبل اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے جب تخلیقِ انسان کے اپنے ارادہ کا ذکر فرمایا تو ارشاد کیا :

إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِينٍ (ص ۷۱)

(جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو، میں بناتا ہوں ایک انسان مٹی کا) اور سورہ سجدہ، میں اسکی مزید توثیق کی کہ اس نے انسان کی تخلیق مٹی (طین) سے ہی شروع کی :

وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ

(اور شروع کی انسان کی پیدائش ایک کارے سے)۔ ابلیس نے جب اپنی ناری فطرت کے سبب حضرت آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا تو اسی سبب سے کہ حضرت انسان کی تخلیق طین (مٹی) سے کی گئی ہے (سورہ الاعراف ۲۲ - قصہ ۷۶)۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی مٹی سے تخلیق کا ذکر سورہ انعام ۲ میں بھی کیا ہے۔ پھر سورہ صافات ۱۱ میں اس مٹی کی مزید تشریح یوں فرمائی :

إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِنْ طِينٍ لَازِبٍ

(ہم ہی نے ان کو بنایا ہے ایک کارے چپکتے سے) اس مٹی کی تخلیق آدم کے ایک اور مرحلہ کا ذکر سورہ مومنون ۱۲ میں اس طرح کیا :

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِينٍ

(اور ہم نے بنایا ہے آدمی چن لی مٹی سے) طین کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے تخلیق آدم کے لئے تراب (مٹی) یعنی ایک اور مترادف لفظ یا مادہ کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ حضرت آدم کے لئے سورہ آل عمران ۵۹ میں فرمایا :

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ

(عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک جیسے مثال آدم کی۔ بنایا اس کو مٹی سے)۔ پھر بنی نوع انسان کو مٹی سے تخلیق کرنے کا ذکر متعدد آیات میں کیا ہے جیسے سورہ اسراء ۶۱، کہف ۳۷، حج ۵، روم ۲۰، فاطر ۱۱، غافر ۶۷۔ موخر الذکر آیت کریمہ کے الفاظ ہیں :

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ

(وہی ہے جس نے بنایا تم کو خاک سے) اس ضمن میں یہ بات قابل غور ہے کہ ”تراب“ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کوئی اور صفت استعمال نہیں کی ہے جس طرح ”طین“ کے لئے کی ہے۔ تخلیق آدم سے قبل فرشتوں سے جب اللہ تعالیٰ نے اپنے ارادہ کا ذکر کیا تھا تو فرمایا تھا:

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ (الحجر ۲۶)

(اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو میں بناؤں گا، ایک بشر، کھنکھاتے سے کارے سے) اور ابلیس نے بھی انسان کی تخلیق کے اسی مادہ کا ذکر کر کے سجدہ آدم سے انکار کیا تھا (سورہ الحجر ۲۳)۔ اور خود اللہ تعالیٰ نے واضح طور سے فرمایا کہ ہم نے انسان کو کھنکھاتے کارے سے پیدا کیا ہے (سورہ الحجر ۲۶)۔ جبکہ سورہ رحمن ۱۴ میں اس مٹی کے ایک اور بلند مرحلے کا ذکر یوں فرمایا :

خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ

(بنایا آدمی کھنکھاتی مٹی سے جیسے ٹھیکرا)۔

قرآن مجید کے ان بیانات میں تضاد نہیں ہے بلکہ مٹی — مادہ تخلیقِ آدم — کے مختلف مرحلوں سے گزرنے کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے (ص ۵) مٹی سے خاکی آدم کا پتلا بنانا چاہا تو ظاہر ہے کہ پہلے خشک خاک کو پانی سے گیلایا گیا تو تراب کو طین کے مرحلہ میں پہونچایا اور پھر اس مٹی کو کارا بنایا جو نرمی سے سختی کے مرحلہ میں پہونچا اور آخر میں وہ پتھر و کنکر کی طرح سخت ہو گیا۔ اور جب وہ پتلا بن کر تیار ہو گیا تو اس میں روح کا ایک حصہ پھونک کر جیتا جاگتا انسان بنا دیا۔ (سورہ حجر ۲۹، سورہ ص ۷۲ اور سورہ سجدہ ۹) (۴۳)۔

تخلیقِ انسانی کا دوسرا مرحلہ : تخلیقِ زوجِ آدم

اوپر بعض آیات میں یہ حوالہ گزر چکا ہے کہ نہ صرف حضرت آدم کو مٹی سے تخلیق کرنے کا اعلان اللہ تعالیٰ نے کیا بلکہ بنی نوع انسان کے بارے میں بھی واضح طور سے فرمایا کہ اس کی تخلیق مٹی (تراب، طین) سے کی۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ خاکی فطرت انسانی حضرت ابوالبشر کی نسبت و حوالہ سے بتائی گئی ہے (۴۴)۔ ورنہ تخلیق کے ارتقائی مرحلہ میں بنی نوع آدم کی تخلیق حضرت آدم کے جسم سے شروع ہوئی جس کو قرآن مجید میں نفس واحدہ (ایک ذاتِ واحد) کہا گیا ہے۔ ارشاد الہی ہے :

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ

(لوگو ڈرتے رہو اپنے رب سے، جس نے بنایا تم کو ایک جان سے)۔ پھر اسی حقیقت کا اظہار متعدد دوسری آیات میں کیا (مثلاً سورہ انعام ۹۸، اعراف ۱۸۹، زمر ۶) ظاہر ہے کہ اس نفس واحدہ سے حضرت آدم علیہ السلام مراد ہیں جو ابوالبشر ہیں۔ مذکورہ بالا سورہ نساء کی آیت ہی میں ان کے جسم سے پہلے ان کے جوڑے اور ان دونوں سے نسلِ انسانی کے انتشار کا ذکر یوں فرمایا ہے :

وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۖ

(اور اسی سے بنایا اس کا جوڑا، اور بکھیرے ان دونوں سے بہت مرد اور عورتیں)۔ اگرچہ قرآن مجید میں حضرت آدم کے جوڑے کا نام نہیں لیا گیا ہے تاہم اس سے مراد بی بی حوا ہیں اور یہ بھی واضح ہے کہ پوری نسلِ آدمی انہیں دونوں کی اولاد ہے۔ بی بی حوا یا حضرت آدم کے جوڑے (زوج) کا ذکر بعض دوسری آیات میں بھی کیا ہے (مثلاً سورہ الاعراف ۱۸۹، زمر ۶)۔ نیز ملاحظہ ہو (بقرہ ۳۵، اعراف ۱۹، ۱۱۷) اور ان میں سے بعض میں جسمِ آدم ہی سے بی بی حوا کے پیدا کرنے کا حوالہ بھی دیا ہے۔ بنی نوع انسان کی تخلیق کا یہ دوسرا عظیم مرحلہ ہے جب حضرت آدم یعنی نفس واحدہ سے اس کا جوڑا پیدا کیا (۴۵)۔

تخلیق انسانی کا تیسرا مرحلہ : تخلیق زوجین :

آدمی اور انسان کی تخلیق کا تیسرا عظیم مرحلہ وہاں سے شروع ہوتا ہے جہاں سے ان دونوں پہلے انسانوں کے اتصال و ملاپ کا آغاز ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تخلیق کائنات و پیدائش اشیا کے سلسلہ میں اپنا یہ اصول مسلمہ بیان فرمایا ہے کہ اس نے ہر شے کا جوڑا پیدا کیا :

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ (سورۃ ذریات ۴۹)

(اور ہر چیز کے بنائے ہم نے جوڑے، شاید تم دھیان کرو)۔ یہاں تک پھلوں میں، پیدوار میں ہر چیز کے جوڑے بنائے :

وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ جَعَلْنَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ (الرعد ۳)

(اور ہر میوے کے رکھے اس میں جوڑے دہرے)۔ سورہ رحمن ۵۲ میں بھی اسی حقیقت کا اظہار کیا ہے۔ کائنات کے بعض اور مظاہر اور اشیا کے جوڑوں کا ذکر یا حوالہ آگے آئے گا۔ ظاہر ہے کہ تخلیق زوجین کے اسی مسلمہ اصول کے تحت اللہ تعالیٰ نے آدم و حوا کی تخلیق کی اور ان کا باہمی رشتہ یوں واضح فرمایا کہ وہ دونوں ایک دوسرے کے لئے وجہ سکون، باعث آرام جان و دل ہیں اور ایک طرح سے ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں اور ان کا مقصد تخلیق یہ بیان کیا کہ انسانوں کو چاہیے اپنے الہ و خالق اور رب کی تذکیر کریں اور وہ اس کے احسانات کو یاد کر کے اسی کی عبادت بجالائیں۔

تخلیق ذریت آدم : تین مراحل

اپنی خلافت، نسل انسانی پر اپنے احسانات اور ان احسانات الہی کے عوض میں ان سے عبادت رب کرنے کے مطالبہ کے ضمن میں انسان کی تخلیق کے مختلف مراحل کا ذکر فرمایا۔ حضرت آدم کی خاکی فطرت سازی کے مختلف مراحل کا ذکر کرنے کے بعد انسان کو یاد دلایا کہ اسی تمہارے الہ و رب نے حضرت آدم کا جوڑا انہیں کے جسم سے پیدا کیا اور پھر ان دونوں کے اتصال سے تمام بنی نوع انسان کی تخلیق کی۔ اس نے واضح فرمایا کہ جس جوڑے کو اس نے حضرت آدم کے لئے وجہ تسکین اور باعث سکون بنایا اسی کو ذریعہ انتشار نسل آدم بنایا۔ مرد و عورت کے اتصال کے سبب تخلیق انسان کا پہلا مرحلہ اس اچھلتے پانی کو قرار دیا جو پسلیوں اور سینہ کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے :

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ ۝ يُخْرَجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ ۝

(۴۱) سورۃ الطارق ۵۔

(اب دیکھ لے آدمی، کاہے سے بنا، بنا ایک اچھلتے پانی سے، جو نکلتا ہے پیٹھ اور چھاتی کے بیچ سے)۔ قرآن مجید

میں اس حقیقت کو تذکیر کی غرض سے اور قدرت و خلاقیت الہی کے مظاہرہ کے طور پر مختلف انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ کہیں اسے صرف پانی (ماء) کہا ہے اور اس کے ساتھ کوئی صفت نہیں لکائی مثلاً سورہ فرقان ۵۴ میں ارشاد ہے :

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا

(اور وہی ہے جس نے بنایا ہے پانی سے آدمی، پھر ٹھہرایا اس کا جہد اور سسرال) اس کو بعض دوسری آیات میں بھی دُبرایا ہے لیکن وہاں اسے کسی نہ کسی صفت سے متصف کر دیا ہے مثلاً اوپر سورہ طارق کی مذکورہ بالا آیت میں دافق کی صفت لکادی ہے جب کہ سورہ سجدہ ۸ میں فرمایا :

ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ

(پھر بنائی اس کی اولاد نچڑے پانی بے قدرت سے) اور سورہ مرسلات ۲۰ میں ارشاد کیا:

أَلَمْ نَخْلُقْكُمْ مِّنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ

(کیا ہم نے نہیں بنایا تم کو ایک بے قدر پانی سے)۔ اسی کے آگے تخلیقِ انسانی کے دوسرے مرحلہ یعنی رحمِ مادر میں اس کے قرار کو یوں بیان کیا ہے :

فَجَعَلْنَاهُ فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ إِلَىٰ قَدَرٍ مَّعْلُومٍ

(پھر رکھا اس کو اک جے ٹھہراؤ میں ایک وعدہ مقرر تک : سورہ مرسلات ۲-۲۱)۔ بعض دوسری آیات میں انسان کی تخلیق کے باعث مادہ کو منی سے تعبیر کیا ہے اور کہیں نطفہ سے۔ ارشاد ہے :

أَفَرَأَيْتُمْ مَا تُمْنُونَ ۚ أَأَنْتُمْ تَخْلُقُونَهُ أَمْ نَحْنُ الْخَالِقُونَ ۚ (الواقعه ۵۸-۵۹)

(بھلا دیکھو جو پانی ڈپکاتے ہو، اب تم اس کو بناتے ہو، یا ہم ہیں بنانے والے ؟)۔ یہاں یہ واضح کیا کہ انسان صرف مادہ منویہ کا قطرہ ڈپکاتا ہے اور وہ بھی خدا کے حکم و اذن سے اور تخلیق کا عمل اللہ تعالیٰ انجام دیتا ہے۔ اسی واقعہ اور حقیقت کو دو اور مقامات پر یوں واضح کیا ہے :

وَأَنَّهُ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ ۚ مِن نُّطْفَةٍ إِذَا تُمْنَىٰ ۚ (النجم ۴۶)

(اور یہ کہ اس نے بنایا جوڑا، نر اور مادہ، ایک بوند سے جب ڈپکائے)

أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّن مَّنِيٍّ يُمْنَىٰ ۚ سورہ قیامہ ۳۷

(بھلا نہ تھا ایک بوند منی کی)۔ قرآن مجید میں انسان کے تخلیقی مادہ منویہ کو بارہ مقامات پر نطفہ سے تعبیر کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو نطفہ سے پیدا کیا :

خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ (النحل ۴)

(بنایا آدمی ایک بوند سے) - نطفہ کے ذکر اور اس کے بعد کے مراحل کا ذکر متعدد دوسری آیات میں کیا گیا ہے (سورہ کہف ۳۷، حج ۵، مومنون ۳-۱۳، فاطر ۱۱، یس ۷۷، غافر ۶۷، نجم ۳۶، قیامہ ۳۷، الدھر ۲، عبس ۱۹) مذکورہ بالا آیات میں سے سورہ کہف، سورہ حج، سورہ فاطر اور سورہ غافر کی آیات مذکورہ میں پہلے مرحلہ تخلیق یعنی مٹی (تراب) اور دوسرے مرحلہ پیدوار یعنی نطفہ کی مرحلہ واریت کا حوالہ دیا گیا ہے کہ انسان کی تخلیق اول اصلاً خاکی ہے اور تخلیق دوم نطفہ سے ہے۔ گیارہ مقامات پر نطفہ کی کوئی صفت نہیں بیان کی گئی مگر سورہ دھر کی مذکورہ بالا آیت میں انسان کی تخلیق کو نطفہ امشاج (ایک بوند کے لچھے سے) قرار دیا گیا ہے جو اس کی حقیقت کو مزید واضح کرتا ہے۔

مرد کے مادہ منویہ کے رحم مادر میں قرار پانے کا مرحلہ دراصل تخلیق انسان کے آغاز کا مرحلہ ہوتا ہے اور قرآن مجید میں اس کا ذکر متعدد آیات میں بطور قدرت الہی اور خلاقیت ربانی کے اظہار و اعلان کے کیا گیا ہے۔ اوپر سورہ رسالت ۲-۲۱ میں اس کا ایک حوالہ گزر چکا ہے۔ بعض دوسری آیات میں اس کا ذکر زیادہ صراحت کے ساتھ کیا گیا ہے۔ سورہ مومنون ۱۳ میں تو وہی تعبیر استعمال کی گئی ہے جو سورہ رسالت میں ہے۔ لیکن بقرہ ۲۲۸، سورہ آل عمران ۶، سورہ انعام ۴۰-۱۲۳، رعد ۸، حج ۵، لقمان ۳۲ میں اس قرار مکین کی وضاحت رحم مادر سے کی گئی ہے۔ سورہ حج کی آیت میں ارشاد ہے:

وَنُقِرُّ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى

(اور ٹھہرا رکھتے ہیں ہم پیٹ میں جو کچھ چاہیں ایک ٹھہرے ہوئے وعدے تک) رحم مادر میں مادہ منویہ جن مراحل سے گذرتا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو پوری صراحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے تاکہ اس کی خالقیت والوہیت و ربوبیت کی صفات کا انسان کو علم و ایمان ہو سکے۔ سورہ زمر ۶ میں ارشاد ہے:

يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ خَلْقًا مِّنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِي ظُلُمٍ ثَلَاثٍ ۖ ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ فَآَنِي تُصِرُّوْنَ ۝

(بناتا ہے تم کو ماں کے پیٹ میں، پہلے ایک طرح پھر دوسری طرح، تین اندھیروں کے بیچ وہ اللہ ہے رب تمہارا اور اسی کا راج ہے، کسی کی بندگی نہیں سوا اس کے پھر کہاں سے پھرے جاتے ہو) اس آیت کریمہ کا اولین حصہ انسان کے نفس واحد سے تخلیق اور اس کے جوڑے کی پیدائش سے متعلق ہے جس کا اوپر ذکر آچکا ہے اور بقیہ حصہ میں واضح کر دیا کہ رحم مادر میں انسان کا تخلیقی عمل تین اندھیروں یا مرحلوں سے گذرتا ہے جو اسکی خلاقیت کی نشانی ہے۔

جن تین اندھیروں کا ذکر مذکورہ بالا آیت میں کیا گیا ہے ان کی تشریح و تفصیل سورہ مومنون ۱۴ میں بیان کی ہے مگر اس آیت کو پہلی دو آیتوں کے ساتھ پڑھنے سے انسان کی تخلیق کے مختلف مراحل کا پورا علم ہوتا ہے۔
ارشاد الہی ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ طِينٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظًا فَكَسَوْنَا الْعِظَ لَحْمًا ۝ ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ ۖ فَتَبَرَّكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ۝

اور ہم نے بنایا ہے آدمی، چُن لی مٹی سے، پھر رکھا اسکو بوند کر کر (۴۹) ایک جے ٹھہراؤ میں، پھر بنائی اس بوند سے پھٹکی، پھر بنائی اس پھٹکی سے بوٹی، پھر اس بوٹی سے ہڈیاں، پھر پہنایا ان ہڈیوں پر گوشت، پھر اٹھا کھڑا کیا اس کو ایک نئی صورت میں، سو بڑی برکت اللہ کی جو سب سے بہتر بنانے والا۔

ان میں سے بعض مراحل کا ذکر سیاق و سباق کلام اور حالات و زمانہ کی ضرورت کے مطابق بعض دوسری آیات میں کیا ہے جیسے سورہ غافر ۶۷ میں انسان کی تخلیق کے دو مرحلوں نطفہ اور علقہ کا ذکر کیا ہے اور بعض دوسرے مراحل کو بیان کیا ہے جن کا ذکر آگے آئے گا۔ بعض دوسری آیات میں محض علق / علقہ (پھٹکی) سے تخلیق انسان کا ذکر کیا ہے (سورہ علق ۲ وغیرہ)۔ یہ ایک درمیانی مرحلہ کا ذکر ہے اور اسے نقطہ آغاز تخلیق انسانی نہیں سمجھنا چاہئے۔ ترتیب وار مراحل تخلیق کا ذکر اوپر کافی وضاحت سے ہو چکا ہے۔

مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات مبارکہ میں تخلیق انسانی کے جن مراحل کا ذکر کیا ہے وہ اس میں روح زندگی بخش کے پھونکنے جانے کے مراحل ہیں۔ پھر ان مرحلوں میں سے ایک مرحلہ انسان کی رحم مادر میں جنس کے تعین کا ہے اور اسے بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت خالقیت کے ایک مظہر کے طور پر بیان فرمایا ہے۔ اوپر جن آیات کا ذکر آیا ہے ان میں انسانوں کے جوڑے / جوڑوں (زوجین / ازواج) کا بھی حوالہ ہے۔ بعض دوسری آیات میں بھی انسانی جوڑوں کا مزید بیان ملتا ہے مثلاً سورہ شعراء ۱۶۶، سورہ روم ۲۱، سورہ یس ۳۶، زخرف ۱۲ اور نباہ ۸ وغیرہ میں۔ بعض اور آیات میں ان جوڑوں کی تفصیل مرد و عورت کے صریحی ذکر سے کی ہے۔ مثلاً سورہ نساء ۱، نجم ۴۵، اعلیٰ ۲ وغیرہ میں۔ سورہ قیلہ ۳۹ میں ارشاد ہے:

فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَىٰ

(پھر کیا اس میں جوڑا، نر اور مادہ) یہی بات تھوڑے سے فرق کے ساتھ سورہ حجرات ۱۳، سورہ نجم ۴۵ میں کہی گئی ہے۔ رحم مادر میں جنس جنین کی تعیین بھی خالقیت الہی کی نشانی ہے اور وہ اللہ کے امور خاص میں سے ہے حتیٰ کہ ان کے جنس کا علم بھی ان امور غیب میں سے ہے جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ ۖ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۖ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ ۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۖ
وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ۖ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ (لقمان ۳۴)

(اللہ جو ہے، اس کے پاس ہے قیامت کی خبر، اور اُتارتا ہے مینہ، اور جانتا ہے جو ہے ماں کے پیٹ میں، اور کوئی جی نہیں جانتا کیا کرے گا کل، اور کوئی جی نہیں جانتا، کس زمین میں مرے گا۔ تحقیق اللہ ہی سب جانتا ہے خبردار)۔ چنانچہ سورہ شوریٰ ۵۰-۴۹ میں واضح اعلان کیا:

يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۖ يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَاثًا وَيَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ الذُّكُورَ ۖ أَوْ يَزْوِجُهُمْ ذُكْرَانًا وَ إِنَاثًا ۖ وَيَجْعَلُ
مَنْ يَشَاءُ عَاقِبَتَهُمَا ۖ إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيرٌ

(پیدا کرتا ہے جو چاہے، بختتا ہے جس کو چاہے بیٹیاں، اور بختتا ہے جس کو چاہے بیٹے، یا ان کو دیتا ہے جوڑے بیٹے اور بیٹیاں، اور کرتا ہے جس کو چاہے بانجھ، وہ ہے سب جانتا، کر سکتا) مذکورہ بالا آیت کریمہ میں اس غلط فہمی کا بھی ازالہ کر دیا کہ مادہ منویہ ہی صرف تخلیقی عمل کا باعث ہے۔ جن کو اللہ تعالیٰ بانجھ یا ناقابلِ تولید بنا دیتا ہے ان کے یہاں اس مادہ کا کوئی تصرف و عمل نہیں ہوتا اور تمام کوششوں کے باوجود ان کی کھیتی سرسبز اور بار آور نہیں ہوتی البتہ جن کی صلاحیت تولید ہوتی ہے ان کے ہاں اولاد ہوتی ہے۔ اور پھر اس اولاد کا مذکر یا مؤنث ہونا محض اللہ کی حکمتِ خالقیت پر مبنی ہے۔ یعنی اولاد ہونا یا نہ ہونا اور ہونے کی صورت میں اولاد کا مذکر یا مؤنث یا دونوں ہونا محض اللہ تعالیٰ کی صفتِ خلق کا مظہر ہے۔

انسان کی مطلق تخلیق کا حوالہ اور ذکر اور دوسری آیات میں بھی آیا ہے (سورہ بقرہ ۲۱، انعام ۵۴، صافات ۹۶، فصلت ۲۱، تغابن ۲، ق ۱۶، واقعہ ۵۷، معارج ۱۹، نوح ۱۴، حجر ۲۸، وغیرہ دوسری آیات کریمہ) اسی طرح اللہ تعالیٰ نے رحمِ مادر میں جنین کے نہر اور مادہ ہونے کا ذکر بھی بعض دوسری آیات میں مختلف انداز سے کیا ہے (سورہ آل عمران ۶، انعام ۴-۱۴۳، رعد ۸، حج ۵، لقمان ۳۳: نیز ملاحظہ ہوں ذکر اور انثیٰ سے متعلق دوسری آیات کریمہ) اور ان دونوں سے اپنی صفتِ خلق، کمالِ خلاقیت پر استدلال کر کے اس کو اپنی الوہیت و ربوبیت سے مربوط کیا ہے۔ اور نہ صرف رحمِ مادر میں انسان کے تخلیق کے مختلف مراحل سے گزرنے کو اپنی خلاقیت کا ثبوت بنایا ہے بلکہ دنیائے دنی میں انسان کے پیدا ہونے اور پھر عروج و کمال اور انحطاط و زوال کے مختلف ادوار سے گزرنے کو بھی اپنی خلاقیت، الوہیت اور ربوبیت کا مظہر بتایا ہے۔ سورہ روم ۵۴ میں ارشاد فرماتا ہے:

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَ شَيْبَةً ۖ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۖ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْقَدِيرُ (۵۱)

اللہ ہے جس نے بنایا تم کو کمزوری سے، پھر دیا کمزوری پیچھے زور، پھر دے گا زور پیچھے کمزوری اور سفید بال،

بناتا ہے جو چاہے اور وہ ہے سب جانتا، کر سکتا۔

جو حقیقت اس آیت میں اصول الہی کے پس منظر میں بیان کی گئی ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے سورہ حج ۵ میں بالکل واضح کر دیا ہے اور نہ صرف رحم مادر سے نکلنے کے بعد کے مراحل حیات اور ادوار ارتقا و زوال کا ذکر کیا ہے بلکہ اس سے پہلے تخلیق انسانی کے تمام مراحل و ادوار کا احاطہ کر لیا ہے۔ ارشاد فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّن تَرَابٍ ثُمَّ مِّن نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِّن عَلَقَةٍ ثُمَّ مِّن مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنَبِّئَنَّ لَكُمْ ۖ وَنُقَرُّ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لَتَبَلُّغُوا أَشْدَّكُمْ ۖ وَمِنْكُمْ مَّن يُّتَوَفَّىٰ وَمِنْكُمْ مَّن يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْدَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مَنۢ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا ۖ

لوگو! اگر تم کو دھوکا (شک) ہے جی اٹھنے میں، تو ہم نے تم کو بنایا مٹی سے، پھر بوند سے، پھر پھٹکی سے، پھر بوٹی سے نقشہ بنی اور بن نقشہ بنی، اس واسطے کہ تم کو کھول سناویں، اور ٹھہرا رکھتے ہیں ہم پیٹ میں جو کچھ چاہیں، ایک ٹھہرے ہوئے وعدہ تک، پھر تم کو نکالتے ہیں لڑکا، پھر جب تک کہ پہونچو اپنی جوانی کے زور کو۔ اور کوئی تم میں پورا بھر لیا، اور کوئی تم میں پھر چلایا نلکی عمر تک، تا سمجھ کے پیچھے کچھ نہ سمجھنے لگے۔

بعض الفاظ و تعبیرات کے اختلاف کے ساتھ حیات و تخلیق انسانی کے انہیں ادوار و مراحل کا ذکر سورہ غافر ۶۷ میں کیا ہے۔ اسی طرح متعدد دوسری آیات میں کہیں انبیاء، صالحین اور اقوام و افراد گزشتہ کے حوالہ سے اور کہیں مطلقاً انسانی حیات کے مدارج کا ذکر کیا ہے اور ان سے اپنی قدرت خلق، الوہیت اور ربوبیت پر استدلال کیا ہے (سورہ الانعام ۱۵۲، یوسف ۲۲، اسراء ۳۴، نحل ۷۰، انبیاء ۴۴، حج ۵، قصص ۱۴، کہف ۸۲ اور احقاف ۱۵) (۵۲)۔ اگرچہ موت کے بعد کی زندگی کا تسلسل انسان کی خاکی فطرت اور اولین تخلیق کے ساتھ جڑا ہوا ہے اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کی صفتِ خلاقیت کا ایک مظہر، ثبوت اور استدلال ہے تاہم اس موضوع پر ہم بحث بعد میں آخرت کے باب میں کریں گے۔ تخلیق انسان سے متعلق مذکورہ بالا آیات کریمہ پر جب ہم تدبر کی نگاہ ڈالتے ہیں تو واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی خاکی تخلیق میں ان کے مادہ تخلیق یا جسم آدم کو مختلف مراحل سے گزارا اور پھر یہ اسی کی خالقیت تھی کہ اس نے جسم آدم یا نفس واحدہ سے اس کا جوڑا تخلیق کیا۔ اور ان دونوں ”آدمیوں“ کے ملاپ و اتصال سے ذریت آدم کو دنیا میں بھیجا۔ پہلے دو انسانوں کی تخلیق کے عمل کو پورا کرنے کے بعد بنی نوع انسان کا توالد و تناسل کا ایک ضابطہ مقرر کر دیا کہ ان کے باہمی اتصال اور مردانہ مادہ تولید کے رحم مادر میں انتقال سے تخلیق انسانی کا عمل جاری کر دیا۔ لیکن اس میکانیکی عمل میں بھی اپنی خلاقیت کا مظاہرہ اور اپنی الوہیت و ربوبیت پر استدلال کرتا رہا کہ رحم مادر میں مادہ منویہ کے بار آور ہونے یا نہ ہونے۔ جنین کی جنس کی تعیین اور مختلف مراحل سے اس کے گذرنے اور پیدائش کے بعد حیات مستعار کے مختلف مراحل و ادوار سے اس کے سرخرو ہونے کو اپنی خلاقیت

کے مکمل تابع رکھا۔

بہترین تخلیق انسانی

پھر تخلیق انسانی کے ضمن میں اپنی صفتِ خلافت کا ایک اور شاندار مظاہرہ یہ کیا کہ انسانوں کو بہترین شکل و صورت اور عمدہ ترین خمیر سے اٹھایا اور جاندار اشیاء یا مخلوقات میں خلقتی اور صوری لحاظ سے اسکو سب سے افضل بنایا۔ سورہ تین ۵ میں ارشاد فرمایا:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ (۵۳)

(ہم نے بنایا آدمی خوب سے خوب اندازہ پر) قرآن مجید کی دوسری آیات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے بہترین تقویم و ساخت و اندازہ پر پیدا کئے جانے کا مفہوم یہ ہے کہ اسکو بہترین شکل و صورت عطا فرمائی، اس کے اعضا و جوارح میں اعتدال و تسویہ پیدا کیا اور اس میں اپنی روح پھونک کر اسے خیر و شر میں تمیز کرنے کی صلاحیت سے نوازا۔ تخلیق انسانی اور رحم مادر میں اسکی شکل و صورت گری کے بعض حوالے اوپر بیان کردہ آیات میں آچکے ہیں جن سے انسان کے بہترین ساخت (احسن تقویم) پر پیدا کئے جانے کا مفہوم واضح ہوتا ہے۔ قرآن مجید کی بعض دوسری آیات میں اسکی مزید توضیح کی گئی ہے۔ رحم مادر میں انسانی ساخت و صورت گری سراسر اللہ تعالیٰ کی مرضی و منشا اور حکمت و علم پر منحصر ہے۔ چنانچہ سورہ آل عمران ۶ میں صراحت کی:

هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

(وہی تمہارا نقشہ بناتا ہے۔ ماں کے پیٹ میں جس طرح چاہے، کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا، زبردست ہے حکمت والا)۔ اسی حقیقت کا اظہار سورہ انفطار ۸ میں ایک دوسرے انداز سے کیا:

فِي أَيِّ صُورَةٍ مَّا شَاءَ رَكَّبَكَ

(جس صورت میں چاہا تجھ کو جوڑ دیا)۔ سورہ اعراف ۱۱ میں ارشاد فرمایا:

وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ

(اور ہم نے تم کو پیدا کیا پھر صورت دی)۔ آیت کریمہ میں لفظ ثم (پھر) کے استعمال سے تدریجی عمل کا اظہار ہوتا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تخلیقِ اولین عملِ خداوندی ہے اور صورت گری انسان اس کے بعد کا عمل۔ ظاہر ہے کہ یہ تدریجی ارتقاء انسان سازی میں حکمتِ الہی کے مطابق ہونے کے علاوہ واقعاتی مطابقت بھی رکھتا ہے کہ تخلیق کا عمل تو مادہ منویہ کے رحم مادر میں پہنچنے اور بار آور ہونے کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے جبکہ صورت گری کی نوبت کافی مدت کے بعد آتی ہے۔ کم از کم دو آیات کریمہ (غافر ۶۴، تغابن ۳) میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی صورت کے بارے میں فرمایا:

وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ

(اور تم کو صورت بنائی پھر اچھی بنائیں صورتیں تمہاری) - یعنی شکل و صورت کے اعتبار سے انسان کو بہترین صورت عطا کی ہے اور وہ شکلاً تمام دوسری مخلوقات سے بہتر ہے - اسی بہترین صورت گری اور احسن تقویم (بہترین ساخت) کی تشریح بعض دوسری آیات کریمہ میں تسویم و تعدیل سے تعبیر فرمائی ہے۔ حضرت آدم کی تخلیق سے قبل اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو ہدایت فرمائی تھی :

فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ ○ (الحجر ۲۹ ص ۷۲)

(پھر جب ٹھیک کروں اس کو، اور پھونک دوں اس میں اپنی جان سے، تو گر پڑو اس کیلئے سجدے میں)۔ اسی طرح انسان کے بے قیمت پانی سے تخلیق کرنے کے بعد اس کے جسم میں تسویم پیدا کرنے کا ذکر فرمایا ہے:

ثُمَّ سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي وَجَعَلْ لَكُمْ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ (السجده ۹)

(پھر اسکو برابر کیا، اور پھونکی اس میں اپنی جان میں سے، اور بنا دیے تم کو کان اور آنکھیں اور دل، تم تھوڑا شکر کرتے ہو) - آیت کریمہ میں تسویم کی تشریح اعضائے جسمانی کی تخلیق سے کی گئی ہے - سورہ قیامہ ۳۸ اور سورہ اعلیٰ ۲ میں انسان کی تخلیق اور تسویم کا درجہ بدرجہ ذکر فرمایا ہے اور دوسرے درجہ تخلیق کو اول درجہ کے بعد کا ارتقائی عمل قرار دے کر اپنی خلافت والوہیت پر استدلال کیا ہے - اس کی مزید توضیح سورہ انفطار ۷-۶ میں کی ہے :

يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ ○ الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ

(اے آدمی! کاشے سے بہکا تو اپنے رب کریم پر؟ جس نے تجھ کو بنایا، پھر تجھ کو ٹھیک کیا، پھر تجھ کو برابر کیا) آیت کریمہ میں تخلیق انسانی کی تین طرح سے درجہ بندی کی جو تخلیق، تسویم اور تعدیل کے مرحلوں سے گذری - اسی طرح تخلیق و تسویم کا ذکر سورہ کہف ۲۷ میں بھی کیا ہے :

اَكْفَرْتَ بِالَّذِي خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ سَوَّاكَ رَجُلًا ○

(کیا تو منکر ہو گیا اس شخص سے جس نے بنایا تجھ کو مٹی سے، پھر بوند سے، پھر پورا کر دیا تجھ کو مرد) - قرآن مجید میں عدل کرنے (برابر کرنے) کا ذکر ایک ہی مرتبہ آیا ہے مگر تسویم جسم انسانی کا ذکر کئی بار آیا ہے (۵۴) اور آخر میں سورہ شمس، کا حوالہ :

وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا ○ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا ○

(اور جی کی [قسم ہے] اور جیسا اسکو ٹھیک بنایا، پھر سمجھ دی اسکو ڈھٹائی کی اور بیچ چلنے کی) - مذکورہ بالا آیات کریمہ میں انسان کی بہترین ساخت، بہترین صورت اور بہترین صلاحیت کے ساتھ تخلیق کا حوالہ دیا اور اسکو خیر و شر، تقویٰ اور فجور میں تمیز کرنے کی صلاحیت بخشنے کا ذکر فرمایا اور واضح کیا کہ انسان اس سب کے باوجود اپنے خالق و

مصور، باری اور بادی کا شکر گزار نہیں ہوتا۔ وہ اس کے وجود کا اعتراف، اپنی بندگی کا اقرار اور اسی کے نتیجہ میں اسکی عبادت و پرستش کا فریضہ انجام نہیں دیتا اور اپنی صلاحیت تقویٰ اور خیر کے بجائے اپنی قوتِ شر و فجور کے کام میں لاتا اور خدا کے احکام و فرائض سے روگردانی کرتا ہے۔ حالانکہ اس کی فطرت کا تقاضا ہے کہ وہ اس کی شکر گزاری اور عبادت کرے۔

خیر و شر، تقویٰ و فجور اور نیک و بد میں امتیاز کرنے کی صلاحیت اور ان میں اول الذکر اختیار کرنے اور آخر الذکر کو ترک کرنے کی قوت و دیعت کرنے کا جو حوالہ اوپر سورہ شمس کی آیت میں آیا ہے اس کا دوسرے الفاظ اور انداز میں دوسری آیات میں وضاحت و صراحت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ سورہ البلد (آیات ۱۰-۴) میں اللہ تعالیٰ نے اپنی تخلیقِ انسانی، تسویہ، اعضا و جوارح کا عطیہ دینے پر احسان جتا کر واضح کیا ہے کہ صرف اسے جسم مادی ہی نہیں دیا گیا بلکہ اسکو دونوں راستے بھی سمجھا دئے ہیں (وہدینہ النجدین: ۱۰: اور سو جہادیں اسکو دو گھاٹیاں)۔ اسی طرح سورۃ الدھر میں انسان پر اسکو نطفہ سے پیدا کرنے اور آلاتِ سماعت و بصارت سے نوازنے کے ذکر کے بعد یہ احسان بھی بتایا ہے:

إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا

(ہم نے اسکو سو جھائی راہ، یا حق مانتا یا ناشکر)۔ قرآن مجید میں ہدایتِ الہی کو مختلف انداز و الفاظ سے بیان کیا ہے جن میں لفظ سبیل، سواء السبیل، صراط اور صراطِ مستقیم یا ان کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت (جیسے سبیلی یا صراطی) زیادہ اہم ہیں (سورہ بقرہ ۱۰۸، نساء ۴۴، مائدہ ۱۲، ۶۰، ۷۷، انعام ۷-۱۱۶، ۱۵۳، رد ۳۳، نحل ۹، فرقان ۱۷، نمل ۲۴، قصص ۲۲، احزاب ۴، غافر ۲۹، ۳۷، عبس ۲۰، صراط: سورہ الفاتحہ ۷-۶، بقرہ ۱۴۲، ۲۱۳، آل عمران ۵۱، ۱۰۱، مائدہ ۱۶، انعام ۱۵۲ اور متعدد دوسری آیات) ان تمام آیات میں یہ حقیقت واضح فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین جسمانی اور روحانی صلاحیتوں سے نوازا ہے اور اس کو بہترین شکل و صورت اور ساخت پر پیدا کر کے اپنی ہدایت و نور سے بھی سرفراز کیا ہے تاکہ وہ خیر و شر میں تمیز کر سکے اور اپنے خالق و الٰہ کی عبادت کر سکے (۵۶)۔

انسان کی بہترین صورت گری کا تعلق اس کا مادی جسم ہے اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں انسان کی جسمانی ترکیب اور اعضا و جوارح کے عطیہ کا ذکر فرمایا ہے اور جن میں سے بعض کا اوپر ذکر آچکا ہے (مزید حوالوں کے لئے ملاحظہ کیجیے: سورہ اعراف ۱۷۹، ۱۹۵، اسراء ۳۸، حج ۴۶، نیز ملاحظہ ہو سورہ مائدہ ۴۵ وغیرہ دوسری آیات کریمہ جن میں انسانی اعضا و جوارح جیسے ہاتھ پیر، آنکھ، کان، ناک، دل و دماغ وغیرہ کا ذکر مختلف انداز سے کیا گیا ہے۔) لیکن جس شے کو احسن تقویم کہا ہے اور انسان اپنی زبان میں جسے فطرت، طبیعت وغیرہ کہتا ہے اس کا تعلق انسان کی روح سے ہے۔ اور متعدد آیات قرآنی سے واضح ہوتا ہے کہ انسان کی روح، روح الہی سے ہے۔ اوپر سورہ حجر اور سورہ ص کی آیات کے حوالہ سے گذر چکا ہے کہ آدم کے خلک پتلے میں زندگی روح الہی سے آئی تھی: نَفَخْتُ فِيْهِ

مِنْ رُّوحِي۔ یہی بات انسان کی جسمانی تخلیق کے ضمن میں بھی کہی ہے۔ (سورہ سجدہ ۹) حضرت مریم کے بطن میں حضرت عیسیٰ کی تخلیق روح الہی ہی کا کرشمہ تھا (سورہ انبیاء ۹۱، تحریم ۱۲)۔ روح الہی کے بارے میں جب لوگوں نے سوال کیا تو ارشاد الہی ہوا :

الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي

(سورہ اسراء ۸۵ : روح ہے، میرے رب کے حکم سے)۔ یہ روح ربانی دراصل ایک معاملہ حق ہے اور انسان میں روح الہی کی پھونک نہ صرف اسکو زندگی سے سرفراز کرتی ہے بلکہ اس پیکرِ خاکی اور تودہ مٹی کو خیر و شر، نیک و بد، ہدایت و گمراہی، تقویٰ و فجور اور اللہ و ابلیس کے درمیان امتیاز کرنے کی صلاحیت بخشتی ہے اور صرف صلاحیت و لیاقت تمیزی عطا کرنے کے بعد وہ بے عمل نہیں ہو جاتی بلکہ خیر و نیکی، ہدایت و تقویٰ اور اللہ کو اختیار کرنے اور شر و بد، گمراہی و فجور اور ابلیس و شیطان کو ترک کرنے پر بھی اکساتی ہے اور نفسانی قوتوں اور شرکی پسندوں سے عارضی طور سے مغلوب ہو جانے کے بعد بھی حق و خیر کی طرف بلاتی اور شر و گمراہی سے روکتی رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گمراہ سے گمراہ انسان جو خالص بدی کا پیکر بن چکا ہو وہ بھی حق کو حق، خیر کو خیر سمجھتا ہے اگرچہ اس کا عمل اس کے برعکس ہوتا ہے۔ قرآن مجید کی متعدد آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ پیکرِ شر ابلیس و شیطان بھی اس سے تہی دامن نہیں ہے لہذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ فطرتِ انسانی میں جو خیر کا رجحان اور شر سے انحراف پایا جاتا ہے وہ روح الہی کی کارسازی کا کرشمہ ہے اور اسی کے نتیجہ و اثر میں انسانی جسم اسکی چاکری کرتا ہے کہ سلیم الفطرتی کے سبب اس کے اعضا و جوارح گناہ سے گریزاں اور ثواب کے لئے کوشاں رہتے ہیں (۵۷)۔

مقصدِ تخلیق: عبادتِ الہی

تخلیقِ انسانی کا مقصد اللہ تعالیٰ نے بالکل واضح و آشکاف انداز میں اپنی عبادت کو قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرماتا ہے :

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (الذّٰریت ۵۶)

(اور میں نے جو بنائے ہیں جن اور آدمی، سو اپنی بندگی کو) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بطورِ خالق اپنی مخلوقات میں سے دو صاحبِ ارادہ و اختیار طبقات سے اپنی عبادت کا مطالبہ کیا ہے۔ اس سے یہ اصول واضح ہوا کہ خالق کا حق مخلوق پر یہ ہے کہ وہ اپنی تخلیق کے شکریہ میں اپنے خالق کی عبادت کرے اور مخلوق پر یہ خالق کا فریضہ ہے۔ عبادت کے مفہوم پر مفصل بحث وقت طلب ہے مگر یہاں اتنا کہنا کافی ہے کہ اس سے محض بندگی، پوجا، پرستش یا اس کی بعض مخصوص رسمیں مراد نہیں ہیں بلکہ عبادت یہاں بہت و وسیع معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ ان کا احاطہ مختصراً یوں کیا جاسکتا ہے کہ انسان و جن بالخصوص اللہ کے مخلوق ہونے کی بنا پر اس کو اپنا معبود و خالق اور مالکِ کل سمجھیں اور اپنے کو اسکا بندہ محض۔ اور وہ اس کے احکام و اوامر سے تجاوز نہ کریں۔ نواہی اور مشتبہات کے قریب نہ

پھٹکیں، اس کی مرضی اور خوشی کے مطابق چلیں اور بطور شکر گزاری اس کی عبادت اور پرستش کریں۔ خالق کی رضا اور حکم کے لئے مکمل سپردگی بن جائیں اور اس سپردگی کا اظہار اپنی عبادت کے ذریعہ کریں۔ یہاں یہ بات واضح کرنی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں سے اپنی عبادت کا مطالبہ بطور خالق، بطور اللہ، الہ اور بطور رب کیا ہے۔ سورہ بقرہ ۲۱ میں ارشاد عام ہے :

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ

(لوگو بندگی کرو اپنے رب کی جس نے بنایا تم کو اور تم سے اگلوں کو)۔ یہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر بطور اس رب کے کیا ہے جو مخاطبوں اور ان کے پیشروؤں کا خالق ہے اور اس اعتبار سے اس کی عبادت کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ بطور رب عبادت کرنے کے مطالبہ کا ذکر بعد میں آئے گا۔ لیکن جن آیات میں بطور اللہ اور بطور خالق مخلوق سے عبادت کا مطالبہ کیا گیا ہے ان کا مختصر تجزیہ یہاں پیش ہے۔ سورہ توبہ ۳۱ میں ارشاد الہی ہے :

وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا

(اور حکم یہی ہوا تھا کہ بندگی کریں ایک صاحب کی) اور اسی کے متصل مزید فرمایا :

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ سُبْحَنَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ

(کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا وہ پاک ہے ان کے شریک بنانے سے) اسی حکم الہی کی مزید وضاحت سورہ البینہ ۵ میں کی گئی ہے :

وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ○ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقِيَمَةِ ○

(اور ان کو حکم یہی ہوا کہ عبادت کریں اللہ کی، نری کر کر اس کے واسطے بندگی ابراہیم کی راہ پر اور کھڑی کریں نماز، اور دیں زکوٰۃ اور یہ ہے راہ مضبوط لوگوں کی)۔ سورہ بقرہ کی مذکورہ بالا آیت کی طرح عام لوگوں کو حکم اللہ تعالیٰ نے واضح طور سے دیا ہے :

وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا

(سورہ النساء ۳۱ : اور بندگی کرو اللہ کی اور ملاؤ مت اس کے ساتھ کسی کو) انبیاء کرام نے بھی اپنی اپنی قوموں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیا تھا۔ حضرت عیسیٰ مسیح (مائدہ ۷۲، ۱۱۷) حضرت نوح (اعراف ۵۹، مومنون ۲۳، نوح ۳) حضرت ہود (اعراف ۶۵، ہود ۵۰) حضرت صالح (اعراف ۷۳، ہود ۶۱، نمل ۱۵) حضرت شعیب (اعراف ۵۸، ہود ۸۳، عنکبوت ۳۱ وغیرہ) حضرت ابراہیم (سورہ ابراہیم ۱۶) کے واضح ذکر کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے سورہ انبیاء ۲۵ میں صراحت کی کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک رسول کو وحی کی تھی کہ چونکہ وہی الہ ہے لہذا اسی کی عبادت کرو :

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ ۝

(اور ہمیں بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول مگر اس کو یہی حکم بھیجا کہ بات یوں ہے کسی کی بندگی نہیں سوا میرے سو میری بندگی کرو)

ان آیات کے علاوہ بہت سی دوسری آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے الہ ہونے کی حیثیت سے اپنی عبادت کے حق کی ادائیگی کا اپنے بندوں سے مطالبہ کیا ہے (مثلاً مومنون ۳۲، نجم ۶۲، نوح ۲، یس ۶۱، نیز ملاحظہ ہو: آل عمران ۵۱، یونس ۳ وغیرہ) بطور خالق جن آیات میں اپنی عبادت کا مطالبہ انسانوں سے کیا گیا ہے ان میں سورہ انعام ۱۰۲ کی آیت بہت اہم ہے :

ذَلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمْ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوهُ ۚ

(یہ اللہ ہے رب تمہارا، اس کے سوا کسی کو بندگی نہیں، بنانے والا ہر چیز کا سو تم اسکی بندگی کرو) متعدد دوسری آیات میں بطور خالق اپنی عبادت کا مطالبہ موجود ہے (سورہ زمر ۴-۶۲، سورہ غافر (المومن) ۶۲، اور متعدد دوسری) اگرچہ ضمناً اوپر یہ بات آچکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بطور الہ، بطور خالق اور بطور رب اپنی عبادت کا مطالبہ اپنے بندوں سے اس لئے کیا ہے کہ یہ اس کا ان پر حق ہے اور بندوں کا اس کے لئے فریضہ ہے (۵۹)۔

خالق کائنات : آسمان و زمین کا خالق

قرآن مجید کی بہت سی دوسری آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو انسان و جن کے علاوہ کائنات کی دوسری بہت سی چیزوں کا خالق قرار دیا ہے۔ اس کے خالق کل اور خالق ہر شے اور خالق مطلق کے حوالے اوپر آچکے ہیں۔ تخلیق انسانی کے علاوہ جو اللہ تعالیٰ کی قدرتِ خلق کا بہترین اور افضل نمونہ ہے اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ غالباً آسمان و زمین کی تخلیق کا ذکر کیا ہے جو انسانوں کی تخلیق سے زیادہ مشکل اور سخت کام تھا۔ ظاہر ہے کہ آسمان و زمین کی تخلیق ہو یا انسانوں کی یا ان سے بھی کمتر چیزوں/جانداروں کی خدا کے لئے کوئی مشکل کام نہیں بلکہ وہ اس کے حکم کن کے بعد فوراً وقوع پذیر ہو جاتی ہے۔ تخلیق کائنات اور مظاہر کائنات کے ضمن میں جو تقابل کیا گیا ہے وہ مخلوقات کی تخلیق اور فہم کے اعتبار سے کیا گیا ہے۔ خالق کی قدرتِ خلق کے اعتبار سے زمان و مکان یا وقت کی محدودیت کے لحاظ سے نہیں کیا گیا۔ بیشتر آیات میں آسمان و زمین دونوں کی تخلیق کا ایک ساتھ ذکر کیا گیا ہے کہ وہ جوڑے جوڑے پیدا کرنے کے اصولِ الہی کا ایک شاندار مظہر ہے۔ سورہ انعام کا آغاز اللہ تعالیٰ نے اسی حقیقت کے اظہار سے کیا ہے :

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ ۝ ثُمَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ ۝

(سب تعریف اللہ کو جس نے بنائے آسمان و زمین اور ٹھہرایا اندھیرا اور اُجالا پھر یہ منکر اپنے رب کے ساتھ کسی کو برابر کرتے ہیں) اسی سورہ کی آیت ۳، میں ان کی پیدائش کا مقصد بھی بیان فرما دیا ہے :

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ

(اور وہی ہے جس نے ٹھیک بنائے آسمان و زمین) - سورہ اعراف ۵۴ میں اس مدت کا ذکر فرمایا جو آسمان و زمین کی تخلیق میں لگی :

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ۚ

(تمہارا رب اللہ ہے جس نے بنائے آسمان و زمین، چھ دن میں پھر بیٹھا تخت پر) آسمانوں اور زمین کی چھ دن میں تخلیق کا ذکر بعض دوسری آیات میں بھی کیا ہے (سورہ یونس ۳، حود ۷، حدید ۴ اور کئی دوسری) بعض آیات میں آسمان و زمین کے ساتھ ان کے درمیان کی دنیا (بینہما) کی تخلیق کو بھی اسی مدت میں واقع ہونا بتایا ہے - سورہ فرقان ۵۹ میں ارشاد ہے :

الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ

(جس نے بنائے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے بیچ ہے چھ دن میں) اس حقیقت کو اور کئی سورتوں میں دہرایا گیا ہے (سورہ الروم ۸، السجدہ ۴، الحجر ۸۵، انبیاء ۱۶، ص ۲۷، احقاف ۳، ۳۸ وغیرہ) - بعض آیات کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تخلیق آسمان اور تخلیق زمین میں کتنی مدت لگی اگرچہ آسمان کے ضمن میں اس کا صریح ذکر نہیں کیا ہے تاہم تخلیق زمین میں لگنے والی مدت کا واضح ذکر موجود ہے اور اس سے آسمان اور زمین و آسمان کی بیچ کی دنیا کی مدت تخلیق کا استنباط کیا جاسکتا ہے - سورہ فصلت ۹ میں ارشاد فرماتا ہے :

قُلْ إِنِّكُمْ لَتَكْفُرُونَ بِالَّذِي خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُونَ لَهُ أَندَادًا ۚ ذَٰلِكَ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝

(تو کہہ، کیا تم منکر ہو اس سے، جس نے بنائی زمین دو دن میں اور برابر کرتے ہو اس کے ساتھ اوروں کو؟ وہ ہے رب جہان کا)۔ اس کی اگلی آیت میں مزید توضیح ملتی ہے :

وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبَرَكَ فِيهَا وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَهَا فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ ۚ سَوَاءٌ لِّلسَّائِلِينَ ۝

(اور رکھے اس میں بوجھ اوپر سے، اور برکت رکھی اس کے اندر اور ٹھہرائیں اس میں خوراکیں اس کی، چار دن میں، پوری پوچھنے والوں کو) - اس سے اگلی دو آیتوں میں تخلیق آسمان و زمین کی مدت کی مزید توضیح کی گئی ہے۔

ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا ۚ قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ ۝ فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمَوَاتٍ فِي يَوْمَيْنِ وَأَوْحَىٰ فِي كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرَهَا ۚ وَزَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ وَحِفْظًا ۚ ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۝

(پھر چڑھا آسمان کو، اور وہ دھواں ہو رہا تھا، پھر کہا اس کو اور زمین کو، آؤ دونوں خوشی سے یا زور سے، وہ بولے ہم آئے خوشی سے پھر ٹھہرائے وہ سات آسمان دو دن میں، اور اتارا ہر آسمان میں حکم اس کا اور رونق دی ہم نے ورلے آسمان کو چراغوں سے اور نگہبانی - یہ سادھا ہے زبردست خبردار کا)۔ بظاہر ان آیات کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین و آسمان اور ان کی دنیاؤں کی تخلیق میں کل مدت آٹھ دن (۲+۲+۲) لگی مگر اصلاً ایسا نہیں ہے۔ مجموعی طور سے مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین کی تخلیق کی مدت جو دو دن ہے وہ بعد کے چار دنوں میں شامل ہے۔ گویا کہ زمین کی تخلیق اور اس میں تمام رزق و برکت کے انتظام میں کل چار دن کی مدت لگی اور باقی دو دن آسمان کی تخلیق میں لگے۔ قرآن مجید کی دوسری آیات سے بہر حال یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ زمین و آسمان اور ان دونوں کی بیچ کی دنیاؤں کی تخلیق میں کل چھ دن کی مدت لگی تھی (۶۲)۔

دن کی مدت کی تعریف کیا ہے اس پر مفسرین نے مختلف رایوں کا اظہار کیا ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ وہ خدائی دن ہے جس کی لمبائی پچاس ہزار انسانی دنوں کے برابر ہوتی ہے جیسا کہ بعض دوسری قرآنی آیات سے معلوم ہوتا ہے (سورہ معارج ۴) مگر ظاہر ہے کہ یہ تعریف بھی ہمارے سمجھانے کے لئے ہے۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے زمان و مکان کی بندش نہیں اور اس کو کسی کام کے کرنے میں کوئی وقت و عرصہ نہیں لگتا کہ وہ ماورائے تحدید ہے (۶۳)۔ قرآن مجید کی بعض آیات سے بھی یہ واضح ہوتا ہے کہ تخلیق کے لئے خواہ وہ انسان کی ہو یا جن کی، آسمان کی ہو یا زمین کی یا کائنات کی کسی چیز کی اس کا حکم ہی کافی ہوتا ہے۔ چنانچہ ادھر لفظ کُن (ہو جا) نکلا اور ادھر وہ شے موجود ہو جاتی ہے (فیکون)۔ اس حقیقت کا اظہار اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض دوسری آیات میں کیا ہے (سورہ انعام ۷۳، نحل ۴۰، مریم ۳۵، یس ۸۲، غافر ۶۸، نیز بقرہ ۱۱۷، آل عمران ۴۷ اور ۵۹) (۶۴) اصل بات یہ ہے کہ آسمان و زمین اور کائنات کی تخلیق میں جس مدت کا حوالہ دیا گیا ہے اس کا مقصود یہ بتانا ہے کہ اس کارخانہ قدرت کی تخلیق ایک مہتمم بالشان واقعہ ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی خالقیت اور قدرتِ کاملہ کا ایک ناقابلِ تردید ثبوت ہے۔ اور پھر وہ اپنی ان عظیم تخلیقات کے ذریعہ اپنی خالقیت، الوہیت اور ربوبیت پر استدلال کرتا ہے اور انسانوں سے صرف اپنی عبادت و بندگی کا مطالبہ کرتا ہے۔ بنیادی طور سے انسانوں کو یہ سمجھانا ہے کہ اس عظیم الشان تخلیق کے خالق کا حق ہے کہ انسان اس کی بلاچون و چرا عبادت و اطاعت کریں جیسا کہ آسمان و زمین اور پوری کائنات کرتی ہے۔ ان آیات میں واضح کیا گیا ہے کہ وہ اپنی تخلیق کے وقت سے اطاعتِ الہی میں مصروف ہیں اور انحراف و سرکشی کا خیال بھی نہیں لاسکتیں۔ جب اتنی بڑی تخلیق اس طرح اپنے خالق و مالک کی چاکری میں بخوشی لگی ہوئی ہے تو انسان کو بدرجہ اولیٰ اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرنی چاہئے کہ وہ ان کے مقابلہ میں ذرہ بے مقدار اور تخلیق کے لحاظ سے رائی کا دانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود اس حقیقت کو یوں بیان کیا ہے :

لَخَلْقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (غافر ۵۷)

(سورہ غافر ۵۷ : البتہ پیدا کرنا آسمانوں کا اور زمین کا ، بڑا ہے لوگوں کے بنانے سے ، لیکن بہت لوگ نہیں سمجھتے)۔ اسی حقیقت کا اعادہ انسانوں کو مخاطب کر کے سورہ نازعات ۲۷ میں کیا ہے :

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ السَّمٰوٰتُ ۙ بَنٰہَا ۝ ۲۷

(کیا تم ہو مشکل بنانے یا آسمان ، اس نے وہ بنایا ؟) تخلیقِ انسانی اور تخلیقِ آسمان و زمین کا یہ موازنہ بھی محض اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ اور خالقیتِ مطلقہ کی حقیقت کا اظہار اور انسانوں کو اپنے خالق و مالک کی اطاعت کی تذکیر کے لئے ہے۔

اسی مقصدِ تذکیر اور مطمحِ تعلیم کے لئے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کی تعداد ، زمین کی تعداد اور ان کے متعلقات کا ذکر کیا ہے ۔ اوپر ایک آیت کریمہ میں سات آسمانوں کا ذکر آچکا ہے ۔ متعدد دوسری آیات میں سات آسمانوں کا ذکر بڑی صراحت سے کیا ہے (سورہ مومنون ۱۲ طلاق ۱۲، ملک ۳، ۱۲، نوح ۱۵، نیز ملاحظہ ہو بقرہ ۲۹، ۳۶۱، اسراء ۴۴، ۸۶ فصلت ۱۲) ۔ اگرچہ زمین کی تعداد کا صریح ذکر نہیں کیا ہے تاہم سورہ طلاق ۱۲ میں ان کی تعداد بھی سات بتائی گئی ہے ۔ ارشاد ہے :

اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِنْ اَلْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ط یَنْزِلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا ۝

(اللہ وہ ہے جس نے بنائے سات آسمان اور زمینیں بھی اتنی ، اترتا ہے حکم ان کے نیچے ، تا تم جانو کہ اللہ ہر چیز کر سکتا ہے اور اللہ کی خبر میں سمائی ہے ہر چیز کی) آیت کریمہ میں خود اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا کہ اس سے مقصود اظہارِ قدرت و علم اور انسانوں کی تذکیر ہے (۶۵) ۔ بہت سی دوسری آیات مقدسہ میں آسمان و زمین کی تخلیق کا حوالہ اسی غرض سے دیا گیا ہے ۔ بعض آیات کریمہ میں اس غلط فہمی یا خدشہ کی تردید کی گئی ہے کہ اتنی عظیم الشان تخلیق کے بعد خالقِ کل کو تھکن یا تھکاوٹ لاحق ہو گئی تھی :

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِی سِتَّةِ اَیَّامٍ ۚ وَمَا مَسَّنَا مِنْ لَّغْوٍ ۙ ۝ (ق ۳۸)

(اور ہم نے بنائے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے نیچے ہے ، چھ دن میں ، اور ہم کو نہ آئی کچھ ماندگی) اسی حقیقت کو مزید وضاحت کے ساتھ سورہ احقاف ۳۳ میں بیان کیا ہے :

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ یَغْنَ بِخَلْقِهِنَّ بِقَدْرِ عَلٰی اَنْ یُّخْرِیَ الْمَوْتٰی ۙ بَلٰی اِنَّہٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

(کیا نہیں دیکھتے کہ وہ اللہ جس نے بنائے آسمان و زمین ، اور نہ تھکا ان کے بنانے میں ، وہ کر سکتا ہے کہ جلادے مردے ، کیوں نہیں ؟ وہ ہر چیز کر سکتا ہے)۔ اس آیت مقدسہ میں آسمان و زمین کی تخلیق سے قیامت کی اقامت پر

بھی استدلال کیا ہے کہ وہ کامل و قادر اللہ جو آسمان و زمین جیسی عظیم الشان تخلیق کر سکتا ہے اور بلا کسی تھکان و تھکاوٹ کر سکتا ہے وہ انسانوں کو پھر سے چلا کر اٹھا سکنے پر بھی قادر ہے (۶۶)۔

اللہ تعالیٰ نے کئی آیات میں آسمان و زمین کے حق کے ساتھ پیدا کرنے کا صاف و صریح اعلان کیا ہے جیسا کہ اوپر ایک حوالہ گذر چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ اتنی اہم حقیقت ہے اور فی الواقع وہ ہے بھی ایسی کہ بار بار مختلف پیرایوں اور صورتوں میں اس کا اظہار و اعادہ فرمایا جائے سورہ ابراہیم ۱۹ میں ارشاد ہے :

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ

(کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے بنائے آسمان و زمین جیسے چاہے)۔ سورہ الحجۃ ۸۵ میں فرمان ہے :

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ

(اور ہم نے بنائے نہیں ! آسمان و زمین ، اور جو ان کے بیچ ہے بغیر تدبیر)۔ اسی طرح بعض اور آیات کریمہ میں اس حقیقت کا اظہار فرمایا ہے (سورہ عنکبوت ۴۴، روم ۸، زمر ۵، دخان ۲۹، جاثیہ ۲۲، احقاف ۳، تغابن ۳، وغیرہ)۔ تخلیق آسمان و زمین کو ان آیات کریمہ میں محض قدرتِ خلق کے اظہار کے لئے نہیں بیان فرمایا بلکہ ان کے ذریعہ حق کے اثبات کا کام مقصود ہے ، چنانچہ اسی چیز کو بعض دوسری آیات میں اس طرح تعبیر فرمایا کہ ان کی تخلیق خالق کا کھلونا نہیں ہے جس کو بنا کر وہ اپنی تخلیق پر ناز کرتا اور اپنی خالقیت پر خوش ہوتا ہے۔ چنانچہ سورہ انبیاء ۱۶ میں فرماتا ہے :

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لْعِبَسٍ

(اور ہم نے نہیں بنایا ! آسمان و زمین اور جو ان کے بیچ ہے کھیلنے کے) سورہ دخان ۲۸ میں انہیں الفاظ میں تھوڑے سے فرق کے ساتھ اس حقیقت کا اعادہ کیا ہے۔ ان واضح بیانات کے علاوہ مضمحل طور سے اللہ تعالیٰ نے بہت سی دوسری آیات میں آسمان و زمین اور ان کے بیچ کی دنیاؤں کی تخلیق کو با مقصد ، اپنی قدرتِ خالقیت پر دلیل اور اس کے نتیجہ میں انسانوں کو اس کو بطورِ خالق و مالک تسلیم کرنے اور اس کی عبادت و اطاعت کرنے کا لازمی ستم بتایا ہے۔

یہی سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کہیں واضح طور سے فرمایا کہ آسمان و زمین وغیرہ کی تخلیق میں واضح اور روشن نشانیاں ہیں جو اس کی قدرت و خالقیت کا اعلان اور اس کے نتیجہ میں انسانوں اور دوسری مخلوقات سے عبادت و بندگی کا اعتراف کراتی ہیں۔ کہیں ان نشانیوں پر غور و تدبیر کرنے کا حکم دیا ہے یا براہِ نگینہ کیا ہے اور کہیں صلح بندوں کی زبان سے ان کی تخلیق کے با مقصد اور آیتِ الہی ہونے اور باطل و کھلونا نہ ہونے کا اقرار و اعلان کرایا ہے۔ پہلی قسم کی آیات میں سورہ عنکبوت ۴۴ شامل ہے جس میں ارشاد ہے :

خَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ

(اللہ نے بنائے آسمان و زمین جیسے چاہیں، اس میں پتا ہے یقین لانے والوں کو) دوسری قسم کی نامتدہ آیات ہیں : سورہ اعراف ۱۸۵ :

أَوَلَمْ يَنْظُرُوا فِي مَلَكُوتِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ

(کیا نگاہ نہیں کی سلطنت میں آسمان اور زمین کے اور جو اللہ نے بنائی ہے کوئی چیز) - سورہ ابراہیم ۱۹ مذکورہ بالا، سورہ اسراء ۹۹، سورہ احقاف ۲۳ مذکورہ بالا اور متعدد دوسری آیات کریمہ - اصل بات ہے کہ جہاں جہاں تخلیق آسمان و زمین کا ذکر آیا ہے وہاں ان کا آیات الہی، تذکرہ ربانی اور تذکرہ خدائی کا ذکر صریحی یا مضمر طور سے موجود ہے - ان کے علاوہ آسمان و زمین کی عام مخلوقات کے ضمن میں بھی ان کی تخلیق میں مضمر تذکرہ ربانی کا حوالہ اور غور و تدبر کی دعوت موجود ہے - سورہ یونس ۶ میں ارشاد ہے :

إِنَّ فِي اخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَّقُونَ

(البتہ بدلنے میں رات اور دن کے اور جو بنایا اللہ نے آسمان و زمین میں پتے ہیں ایک لوگوں کو جو ڈر رکھتے ہیں)۔ اسی آیات الہی کی تعداد بہت زیادہ ہے (ابراہیم ۱۹، اسراء ۹۹، احقاف ۲۳ نیز ملاحظہ ہو بقرہ ۱۶۳، آل عمران ۱۹۰، روم ۳۲) اسی میں سورہ لقمان کی آیت ۱۰ بھی شامل ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو بلاستون پیدا کرنے کی قدرت کا اظہار کیا ہے: خَلَقَ السَّمَوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا (۱۰: ۳۱) بنائے آسمان بن ٹیکے، اسے دیکھتے ہو تیسری قسم کی آیات کو دو مزید ذیلی قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے: مومنین اور صالحین کی شہادت پر مشتمل آیات اور کافروں اور مشرکوں کے اقرار و اعتراف پر مبنی آیات - سورہ آل عمران ۱۹۱ میں اعلان مومنین ہے:

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا

(اے رب ہمارے تُو نے یہ عبث نہیں بنایا، جبکہ کافروں کی زبان سے اس حقیقت کا اعتراف کئی سورتوں میں مذکور ہے - سورہ عنکبوت ۶۱ میں ہے :

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ

(اور جو تُو لوگوں سے پوچھے کس نے بنائے آسمان و زمین اور کام لکائے سورج اور چاند تو کہیں اللہ تعالیٰ نے) پھر اسی حقیقت کا اعادہ سورہ لقمان ۲۵، زمر ۳۸، زخرف ۹ میں کیا گیا ہے (۶۷) -

تخلیقِ اجرامِ فلکی

اگرچہ آسمانوں اور زمین کی تمام اشیاء کے خالق ہونے کا ذکر اوپر بیان کردہ آیات میں آچکا ہے تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان اشیاء و اجرام کا مختصر ذکر ضرور کیا جائے جن کا ذکر صراحت سے قرآن مجید میں کیا گیا ہے -

آسمان کی نسبت سے ایسے اہم ترین اجرام شمس و قمر اور نجوم بینیں۔ شمس (سورج) کا ذکر کم از کم بتیس آیات میں صراحت کے ساتھ آیا ہے۔ ان میں سے بعض میں انکے طلوع و غروب کے قبل اور بعد عبادت و نماز کے اوقات کی تعیین ایک خاص راستہ اور مستقر پر اس کے چلنے، روزِ قیامت اس کے گہنا جانے اور بے نور ہو جانے وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ لیکن جن مقامات پر ان کی تسخیر کا ذکر آیا ہے وہاں اللہ تعالیٰ کی خالقیت اور قدرت کا اظہار مقصود ہے۔ ایک اہم نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند وغیرہ کے پیدا (خلق) کرنے کا ذکر کم کیا ہے اور تسخیر کا زیادہ اور بطور مسخر جس میں خالق کا مفہوم بھی مضمّن ہے اپنی خالقیت، الوہیت اور ربوبیت پر استدلال کیا ہے۔ سورہ اعراف ۵۴ میں ارشاد ہے :

وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَ النُّجُومُ مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِ ۙ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ ۚ تَبَرَّكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ

(اور سورج اور چاند اور تارے کام لگے اس کے حکم پر، سن لو اسی کا کام ہے بنانا اور حکم فرمانا۔ بڑی برکت اللہ کی جو صاحب سارے جہان کا) آیت کریمہ کے دوسرے فقرہ :

أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ

سے واضح ہوتا ہے کہ تسخیر میں خلق اور تدبیر امور دونوں کا مفہوم شامل ہے۔ اسی حقیقت کا اظہار بعض دوسری آیات میں کیا ہے (سورہ نحل ۱۲ وغیرہ) لیکن سورج اور چاند کا ایک ساتھ ذکر زیادہ کیا ہے (انعام ۹۶، یونس ۵، رعد ۲، ابراہیم ۳۳، انبیاء ۳۳، حج ۱۸، عنکبوت ۶۱، لقمان ۲۹، فاطر ۱۳، یس ۴۰، زمر ۵، فصلت ۳۷، رحمن ۵، نوح ۱۶، قیامہ ۹)، ان تمام آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے امر الہی کے تابع و مسخر ہونے، منارۃ نور اور منبع روشنی ہونے، ایک مقررہ مدت تک جاری رہنے، تخلیق الہی سورج و چاند کے ایک وقت میں یکجا نہ ہونے اور اُن کے آیات الہی ہونے کا ذکر کیا ہے۔ جن آیات کریمہ میں سورج کا تہا ذکر کیا ہے ان میں زیادہ تر اس کے آیت الہی، منارۃ نور طلوع و غروب، حرارت و تمازت، سایہ کے وجود پر دلیل ہونے کے علاوہ بعض کافر اقوام کے معبود طاغوت ہونے کا ذکر کیا ہے (بقرہ ۲۵۸، انعام ۸۷، اسراء ۸۷، کہف ۱۷، ۸۶، ۹۰، طہ ۱۳۰، فرقان ۴۵، نمل ۲۴ وغیرہ)۔ قمر (چاند) کا ذکر چھتیس آیات میں اور بیشتر سورج کے ساتھ کیا ہے اور یہی موضوعات پیش کئے ہیں۔ یہی حال نجوم و کواکب وغیرہ کا ہے کہ موضوعات ان کے بھی یہی ہیں اگرچہ تذکرہ کم کیا ہے۔ مجموعی طور سے اللہ تعالیٰ نے ان اجرامِ فلکی و سماوی کا خالق و مالک الہ و رب ہونے کا ذکر فرما کر اپنی عبادت و الوہیت اور ربوبیت پر استدلال کیا ہے (۶۸)۔

شب و روز کی تخلیق

ان اجرامِ فلکی اور کرذارض کی نسبت سے اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات کریمہ میں رات دن (لیل و نہار) کی تخلیق و تعلق، اختلاط و اختلاف اور آمد و رفت پر اپنی خالقیت، الوہیت اور ربوبیت کے استدلال کی عمارت اٹھائی ہے

(۶۹) - اوپر بعض آیات کریمہ میں اس دعوائے الہی کا حوالہ آچکا ہے - پورے قرآن مجید میں چھ مقلّمات پر رات دن کے اختلاف کا ذکر کیا ہے اور ان میں اکثر جگہ اس کو آیت الہی سے تعبیر کیا ہے جو عاقلوں ، سمجھ والوں ، تقویٰ والوں کے لئے وجودِ خالقِ کل ، المطلق اور رب العالمین کے لئے دلیلِ راہ ہے - مثلاً آل عمران ۱۹۰ میں ارشادِ باری ہے :

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ○

(آسمان اور زمین کا بنانا ، رات اور دن کا بدلتے آنا ، اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کو) - جبکہ بعض آیات کریمہ میں اس اختلافِ شب و روز کو قدرتِ الہی اور خلقِ خداوندی قرار دیا ہے مثلاً

وَهُوَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (المومنون ۸۰)

(اور وہی ہے جلاتا اور مارتا - اور اسی کا کام ہے بدلتا رات اور دن کا ، سو کیا تم کو بوجھ نہیں آتی ؟) - شب و روز کے ایک دوسرے کے بعد آنے جانے کو مذکورہ بالا آیات میں اختلاف سے تعبیر کیا ہے تو بعض اور آیات مقدسہ میں رات کو دن اور دن کو رات میں داخل کرنے اور نکالنے سے عبارت کیا ہے - سورہ آل عمران ۲۷ میں ارشاد ہے :

تُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُؤَلِّجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ

(تو لے آوے رات کو دن میں ، تو لے آوے دن کو رات میں) - اس طرزِ تعبیر کو بکثرت اللہ نے اپنی خالقیت و ربوبیت پر دلیل بنایا ہے (ملاحظہ ہو سورہ اعراف ۵۴ ، رد ۳ ، حج ۶۱ ، نور ۴۴ ، فرقان ۶۲ ، لقمان ۲۹ ، فاطر ۱۳ ، یس ۴۷ ، زمر ۵ ، حدید ۶ ، مزمل ۲۰ وغیرہ) - رات دن کو آیت الہی (سورہ فصلت ۳۷) اور مخلوقِ الہی (سورہ انبیاء ۳۳) قرار دینے کے ساتھ کئی آیات میں ان کے انسانوں کے لئے مسخر کرنے کا احسان جنایا ہے (ابراہیم ۳۳ ، نحل ۱۲ ، یس ۴۰) اور دن کی روشنی کو ان کی روزی روٹی یعنی فضلِ خداوندی حاصل کرنے کا ذریعہ اور رات میں سکون و نیند و راحت پانے کا وسیلہ بتایا ہے (انعام ۱۳ ، ۶۰ ، ۹۶ ، یونس ۶۷ ، رد ۱۰ ، اسراء ۱۲ ، انبیاء ۴۲ ، فرقان ۴۷ ، نحل ۸۶ ، قصص ۳-۷۱ ، روم ۲۳ ، غافر ۶۱ وغیرہ بعض دوسری آیات) ان میں نمائندہ آیات سورہ قصص کی ہیں :

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ اللَّيْلَ سَرْمَدًا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ مَنْ إِلَهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُمْ بِضِيَاءٍ ۚ أَفَلَا تَسْمَعُونَ ○ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ مَنْ إِلَهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُمْ بِلَيْلٍ ۚ تَسْكُنُونَ فِيهِ ۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ○ وَمَنْ رَّحِمَتْهُ جَعَلَ لَكُمْ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلِعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ○ (۷۱-۷۳)

(تو کہہ ! دیکھ تو اگر اللہ رکھ دے تم پر رات ہمیشہ کو قیامت کے دن تک ، کون حاکم ہے اللہ کے سوا ، کہ لاوے تم کو کہیں روشنی ؟ پھر کیا تم سنتے نہیں ؟ تو کہہ دیکھو تو ! اگر رکھ دے اللہ تم پر دن ہمیشہ کو قیامت کے دن تک ، کون حاکم ہے اللہ کے سوا ؟ کہ لاوے تم کو رات جس میں چین پکڑو ، کیا تم نہیں دیکھتے ؟ اور اپنی مہر سے بنا دیا تم کو رات

اور دن، کہ اس میں چین بھی پکڑو اور تلاش بھی کرو، کچھ اس کا فضل، اور شاید تم شکر کرو) ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے رات دن کی تخلیق اور ان میں حاصل ہونے والے فوائد کو گنا کر اپنی خالقیت والوہیت اور ربوبیت پر زور دیا ہے۔ دوسری آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح آسمان و زمین کو اس نے اپنی خالقیت والوہیت پر گواہ بنا کر پیش کیا ہے اور ان کی قسم کھا کر اپنی ذات والا صفات اور صفات عالیہ کی طرف توجہ دلائی ہے اسی طرح رات دن کو آیت الہی بتا کر، ان کے فوائد و انعامات گنا کر متعدد آیات میں ان کی قسم کھائی ہے (مشر ۳۳، تکویر ۱۷، انشقاق ۴، شمس ۴، لیل ۱، ضحیٰ ۲-۱ وغیرہ)۔ اپنی اشیائے مخلوقات کی قسم کھانا دراصل اپنی قدرت خلق، رحمت اللہ اور ربوبیت عام کی طرف انسانوں کو متوجہ کرنا ہے۔ اگرچہ سیاق و سباق کلام میں مختلف اقسام سے مختلف دعویٰ، وعدوں، وعیدوں اور حقیقتوں پر استدلال کرنا مقصود ہوتا ہے۔ مگر ان سب کا منتہائے مقصود صرف ایک ذات الہی کی طرف انابت و رجوع اور اسکی صفات عالیہ کی طرف بھاؤ و توجہ مبذول کرنا ہے تاکہ انسان اپنے خالق و مالک، آقا و رب، اللہ و معبود کی معرفت حاصل کر سکے اور اس کے احسانات و انعامات کے بدلے اس کا شکر کرے اور اس شکر کی خالص صورت عبادت الہی ہے۔ مذکورہ بالا آیات میں یہ واضح کیا ہے اور اسی طرح دوسری آیات کریمہ کا معاملہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ خالق و مخلوق کے تعلق، خالق کے احسان، مخلوق کی احسان مندی، اللہ کل کے حق بندگی اور اطاعت اور مخلوق کا فریضہ اطاعت و عبادت اور رب کی نعمت و پرورش اور مرہوب کی شکرگزاری کی طرف متوجہ کرے اور مخلوق کو اپنے خالق و مالک معبود و اللہ کے حقوق ادا کرنے پر ابھارے۔

تخلیق کائناتِ ارضی

زمین اور اس کی متعلقات سے انسان کا رشتہ اتنا ہی پختہ ہے جتنا آسمان اور اس سے متعلق اجرام و اشیاء، بلکہ آسمان کی بہ نسبت کچھ زیادہ ہی تعلق و رشتہ ہے کہ وہ زیادہ تر پایہ کل اور وابستہ خاک ہے۔ متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے زمین اور اس میں پائی جانے والی تمام اشیاء جاندار و بے جان کو انسان کے لیے مسخر کرنے کا اعلان کیا ہے سورہ لقمان ۲۰ میں ارشاد ہے:

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً ۚ

(کیا تم نے نہیں دیکھا؟ اللہ نے کام لگائے تمہارے جو کچھ ہیں آسمان و زمین میں، اور بھر دیں تم کو اپنی نعمتیں کھلی اور چھپی)۔ تسخیر زمین و مافیہا کا ذکر و حوالہ اوپر کئی آیات میں گذر چکا ہے۔ زمین اور اس کی تمام چیزوں کو مسخر کرنے والے خالق والہ اور رب کی حیثیت کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض بہت اہم چیزوں کے خالق و مالک اور تسخیر کرنے والے کی حیثیت سے بھی اپنا تعارف کرایا ہے۔ یہ تعارف کافی تفصیل کا متقاضی ہے کہ کم از کم چار سو ساٹھ آیات کریمہ میں زمین کی نسبت و تعلق سے اللہ تعالیٰ نے اپنا اور اپنی صفات خالقیت، الوہیت اور ربوبیت کا ذکر کیا

ہے۔ ذیل میں مختصر اس بحث کو پیش کیا جا رہا ہے کہ تفصیل کے لیے دفاتر چاہیٹس جو ہمیں دستیاب نہیں۔
 متعدد آیات میں زمین کی چوڑائی، وسعت اور کشادگی کا حوالہ دیا ہے (آل عمران ۳۳، نساء ۹۷، توبہ ۲۵، ۱۱۸،
 زمر ۱۰ وغیرہ) اور اس سے اپنی ذات و صفات پر استدلال کیا ہے۔ کئی آیات میں سطح ارض کو فرش خرام و سکون
 بنانے اور اس کی ساخت کو انسان کے لیے کارآمد و قابل آسائش بنانے کے انعام کا ذکر کر کے اپنی ذات و صفات کی
 طرف متوجہ کیا ہے (بقرہ ۲۲، رعد ۳، ابراہیم ۱۴، حجر ۱۹، اسراء ۳۷)

الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ مَهْدًا وَ سَلَّكَ لَكُمْ فِيهَا سُبُلًا ، طہ ۵۳ ،
 (جس نے بنادی تم کو زمین بچھونا ، اور چلا دیس تم کو اس میں راہیں)

أَمْ نَجْعَلُ الْأَرْضَ قَرَارًا وَ جَعَلْ خِلَلَهَا أَنْهَارًا نَّال ۶۱ :

(بھلا کس نے بنا دیا زمین کو ٹھہراؤ ، اور بنائیں اس کے بیچ ندیاں)

إِنَّ اللَّهَ يُمَسِّكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ أَنْ تَزُولَا ، سورہ فاطر ۴۱ :

(تحقیق اللہ تمام رہا ہے آسمانوں کو اور زمین کو اور ٹل نہ جاویں)

وَالْأَرْضَ فَرَشْنَاهَا فَنِعْمَ الْمَاهِدُونَ زخرف ۱۰، ق ، ذاریات ۴۸ ،

(اور زمین کو بچھایا ہم نے سو کیا خوب بچھانا جاتے ہیں)

وَالْأَرْضَ وَضَعَهَا لِلْأَنَامِ رَحْمٰن ۱۰ :

(اور زمین کو رکھا واسطے خلق کے)

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذُلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا مَلِك ۱۵ :

(وہی ہے جس نے کیا تمہارے آگے زمین کو پست اب پھرو اس کے کندھوں پر)۔

وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ بِسَاطًا لَّتَسْلُكُوا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ۝ سورہ نوح ۲۰-۱۹ :

(اور اللہ نے بنادی تم کو زمین بچھونا تاکہ چلو اس میں کشادہ رستے) ، سورہ مرسلت ۲۵ :

أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ كِفَاتًا (سورہ مرسلت ۲۵ :

کیا ہم نے نہیں بنائی زمین سمیٹنے والی)

أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ مِهْدًا ، سورہ نبا ۶ :

(کیا ہم نے نہیں بنائی زمین بچھونا) سورہ نازعات ۳ اور بہت سی دوسری آیات)

زمین کی عام ساخت اور انسان کے لیے اسے لائق رہائش بنانے کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بعض اہم طبعی
 مظاہر کا خصوصی تذکرہ کیا ہے۔ ان میں سے ایک اہم طبعی مظہر پہاڑوں کی ساخت ، مقصد اور فوائد کا ذکر ہے۔ اللہ
 تعالیٰ نے کئی آیات میں پہاڑوں کا مختلف انداز اور پیرایہ میں ذکر کیا ہے لفظ ”رواسی“ کا ذکر کم از کم نو آیات میں آیا

ہے۔ سورہ رعد ۳ میں ارشاد ہے :

وَهُوَ الَّذِي مَدَّ الْأَرْضَ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ

(اور وہی ہے جس نے پھیلائی زمین اور رکھے اس میں بوجھ) اسی حقیقت کا اعادہ و تذکرہ سورہ حجر ۱۹، نمل ۶۱، فصلت ۱۰، ق ۳، مرسلات ۲۷ میں کیا ہے۔ اس میں بعض میں اس کی صفات شامحات (اونچے) اور بلند (من فوقها) کا ذکر بھی کیا ہے۔ بعض دوسری آیات میں ان کے بنانے کا مقصد اور زمین سے ان کے تعلق اور ان دونوں کے ذریعہ اپنے انعام و رحمت کا حوالہ دیا ہے۔

سورہ نمل ۱۵ میں ارشاد فرمایا :

وَالْقَىٰ فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ

(اور ڈالے زمین میں بوجھ، کہ کبھی جھک پڑے تم کو لے کر)۔ اسی بات کو سورہ انبیاء ۳۱ اور لقمان ۱۰ میں بھی دہرایا ہے۔ اسی طرح یہ واضح کیا ہے کہ پہاڑوں کی موجودگی زمین کے قائم رہنے کا ایک باعث ہے اور وہ انسانوں پر ان کے خالق و الہ اور رب کی ایک نعمت عظمیٰ ہے جس کا شکر انہیں بجا لانا چاہیئے۔ پہاڑوں کے لیے دوسرا لفظ جبل/جبال قرآن مجید میں مختلف سیاق میں کم و بیش استالیس مقامات پر استعمال کیا ہے جن میں سے سورہ نمل ۸۱ میں ارشاد فرماتا ہے:

وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمْ مِمَّا خَلَقَ ظِلَالًا وَجَعَلَ لَكُمْ مِنَ الْجِبَالِ أَكْنَانًا

(اور اللہ نے بنادیں تم کو اپنی بنائی چیزوں کی چھاویں اور بنادیں تم کو پہاڑوں میں چھپنے کی جائیں) سورہ نباۃ ۶۔ میں کہا:

أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ مِهْدًا ۝ وَالْجِبَالَ أَوْتَادًا ۝

(کیا ہم نے نہیں بنائی زمین بچھونا اور پہاڑ میخیں) سورہ نازعات ۳۲-۳۳ میں فرمایا:

وَالْجِبَالَ أَرْسَاهَا ۝ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِإِنْعَامِكُمْ ۝

(اور پہاڑوں کو بوجھ رکھا، کام چلانے کو تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے) اور سورہ غاشیہ ۱۹ میں ہے،

وَالِی الْجِبَالِ کَیْفَ نُصَبَتْ

(اور پہاڑوں پر کیسے کھڑے کئے ہیں؟) ان تمام آیات میں پہاڑوں کے زمین سے تعلق کو واضح کیا اور ان کی تخلیق کو ایک آیت الہی اور نشان خداوندی قرار دے کر اپنی ربوبیت اور خالقیت کا اظہار کیا۔ سورہ فاطر ۲۷ میں ان کی مزید تقسیم و تشریح یوں فرمائی :

وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بَيَضٌ وَحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ سُودٌ ۝

(اور پہاڑوں میں گھاٹیاں ہیں سفید اور سرخ طرح طرح کے ان کے رنگ اور بھنگ کالے) جبکہ سورہ نور ۴۳ میں آسمان، پہاڑوں اور زمین کے باہمی تعلق و رشتہ سے جنم لینے والی ایک اہم حقیقت کا ذکر اس طرح فرمایا ہے:

وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ جِبَالٍ فِيهَا مِنْ مَّزِيدٍ فَيُصِيبُ بِهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَصْرِفُهُ عَنْ مَنْ يَشَاءُ

(اور اتارتا ہے آسمان سے اس میں جو پہاڑ ہیں اولوں کے پھر وہ ڈالتا ہے جس پر چاہے اور بچا دیتا ہے جس سے چاہے)۔

قدرتِ الہی اور اس کی خالقیت و الوہیت کا ایک مظاہرہ قیامت کے دن ہو گا جب یہ اونچے اونچے جھے ہوئے پہاڑ اُون و روئی کے کالوں کی طرح اڑتے پھریں گے اور ریزہ ریزہ ہو کر بکھر جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی اس قدرت و خالقیت کا ذکر بھی کئی آیات میں کیا ہے (سورہ کہف ۴۷، طہ ۱۰۵، نمل ۸۸، طور ۱۰، واقعہ ۵، حاقہ ۱۴، معارج ۹، مزمل ۱۴، مرسلات ۱۰، نبا ۲۰، تکویر ۳، اور قارعہ ۵)۔ اس دنیا میں بعض انبیاء و گذشتہ اقوام اور دوسری مخلوقات کے لیے پہاڑوں کے تسخیر کرنے کا احسان بھی اسکی خالقیت کی طرف اشارہ کرتا ہے (اعراف ۷۴، حجر ۸۲، نمل ۶۸، شعراء ۱۴۹، سبا ۱۰، قصص ۱۸) جبکہ حضرت موسیٰ اور ان کی قوم کے حوالے سے اس کو ایک آیتِ الہی اور نشانِ راہ قرار دیا ہے (اعراف ۱۴۳، ۱۷۱ وغیرہ) اور قدرت و کلامِ الہی کے سامنے اسے ذرہ بے مقدار اور کمتر و ہتھیچ چیز بتایا ہے (سورہ نمبر ۴۳، حشر ۲۱، رعد ۳۱، طہ ۱۰۵، احزاب ۷۲ اور قیامت کے ضمن میں مذکورہ بالا آیات کریمہ) جس طرح تجلی الہی کے سامنے کوہ طور تاب نہ لاکر ریزہ ریزہ ہو گیا تھا اسی طرح تمام پہاڑ امانتِ الہی کا بار اٹھانے سے عاجز رہ گئے:

فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَىٰ صَعِقًا

(پھر جب نمود ہوا رب اس کا پہاڑ کی طرف کیا، اس کو ڈھا کر برابر اور گر پڑا موسیٰ بیہوش)

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا

(ہم نے رکھائی امانت آسمان کو، اور زمین کو، اور پہاڑوں کو، پھر سب نے قبول نہ کیا کہ اس کو اٹھاویں) وہ نہ

صرف قدرتِ الہی کے آگے عاجز ہیں بلکہ اپنے خالق و مالک اور الہ و رب کے لئے سجدہ شکر بھی بجالاتے ہیں:

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ
وَالْدَوَابُّ وَكَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ ط (حج ۱۸)

(کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ کو سجدہ کرتے ہیں، جو کوئی آسمان میں ہے، اور جو کوئی زمین میں ہے اور سورج اور چاند

اور تارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت آدمی)۔ (۷۰)

تخلیقِ ماء و تسخیر وسائلِ آب

زمین میں پائی جانے والی جن چیزوں کا خصوصی ذکر بطور انعام الہی اور مظاہرہ قدرت و خالقیت کے کیا ہے اس میں پانی بہت اہم ہے۔ قرآن مجید میں پانی اور اس کے مختلف سرچشموں کا ذکر متعدد آیات میں کیا گیا ہے۔ ان میں عام پانی کے علاوہ نہروں، دریاؤں، چشموں اور سمندروں اور ان سب سے بڑھ کر بارش کے خالق کے طور سے ذکر کو اور بھی خصوصی اہمیت دی گئی ہے۔ لفظ ماء (پانی) کو کم از کم اُنسٹھ آیات کریمہ میں بیان کیا گیا ہے اگرچہ ان کا سیاق و سباق کافی مختلف ہے (۱)۔ زمین میں پانی جیسی زندگی بخش چیز کا ذکر سورہ بقرہ ۷۴ میں ہے:

وَإِنْ مِنْهَا لَمَا يَشْقُقُ فَيُخْرِجُ مِنْهُ الْمَاءَ ط

(اور ان میں تو وہ بھی ہیں، جو پھٹتے ہیں اور نکلتا ہے ان سے پانی) حضرت نوح علیہ السلام کے عہد میں آنے والے سیلاب کا آغاز تنور سے پانی کے ابلنے سے ہوا تھا۔ اس حقیقت کا اور سیلاب کے دوران اور بعد میں زمین کے پانی کا ذکر بھی خالق ماء نے کئی آیات میں کیا ہے (سورہ ہود ۴۰، ۴۴ مومنون ۲۷)۔ اسی طرح سورہ نازعات ۳۱ میں فرمایا:

أَخْرَجَ مِنْهَا مَاءَهَا وَمَرْغَهَا

(نکالا اس سے اسکا پانی اور چارا) سورہ کہف ۴۱ میں ایک تھیل کے پیرایے میں اور سورہ ملک ۳۰ میں ایک حقیقت بدیہی کے طور پر انسانوں پر واضح کیا کہ اگر ان کا خالق و پروردگار ان کے استعمال کے پانی کو تہ نشین کر دے تو کون ایسی ذات ہے جو ان کو ٹھنڈے میٹھے پانی سے سیراب کرے گی:

أَوْ يُصْبِحَ مَاوُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيعَ لَهُ طَلْبًا

(یا صبح کو ہووے، اس کا پانی خشک، پھر نہ سکے تو کہ اس کو ڈھونڈ لاوے)

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَصْبَحَ مَاؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَأْتِيكُمْ بِمَاءٍ مَعِينٍ ○ (۶۷: ۳۰)

(تو کہہ، بھلا دیکھو تو! اگر ہووے صبح کو پانی تمہارا خشک، پھر کون ہے جو لاوے تم کو پانی تمہارا؟ خالق کائنات اور پروردگار عالم نے زمین میں موجود پانی کے ذخیروں کو انسانوں کی پرورش و زندگی کے لئے ایک اہم سرچشمہ قرار دے کر اپنی خالقیت و الوہیت اور ربوبیت کا ناقابل انکار ثبوت فراہم کیا ہے۔

اسی ضمن میں اللہ تعالیٰ نے سمندروں، نہروں اور پانی کے دوسرے زمینی ذخیروں اور سرچشموں کے خالق کی حیثیت سے اپنی الوہیت اور ربوبیت پر استدلال کیا ہے۔ قرآن مجید میں کم از کم اکتالیس مقلات پر لفظ بحر (سمندر) یا اس کی تشبیہ اور جمع گوناگوں سیاق میں استعمال ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں سمندر کو انسانوں کے مختلف فوائد کے حصول کے لئے مسخر کرنے کی قدرت کا اظہار کیا ہے۔ سورہ جاثیہ ۱۲ میں فرماتا ہے:

اللَّهُ الَّذِي سَخَّرَ لَكُمْ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلُكُ فِيهِ بِأَمْرِهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلِعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ

(اللہ وہ ہے جس نے بس میں دیا تمہارے دریا، کہ چلیں اس میں جہاز اس کے حکم سے اور تلاش کرو اس کے فضل سے، اور شاید تم حق مانو)۔ تسخیر سمندر و جہاز کا ذکر اور کئی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و انعام کے طور پر

کیا ہے (سورہ بقرہ ۱۶۴، ابراہیم ۲۳) :

وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ ۚ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الْأَنْهَارَ ۝

(اور کام میں دی تمہارے کشتی، کہ چلے دریا میں اس کے حکم سے اور کام میں دیں تمہارے ندیاں) اسراء نمبر ۶۶،

رَبُّكُمُ الَّذِي يُزْجِي لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ إِنَّهُ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا

(تمہارا رب وہ ہے جو ہانکتا ہے تمہارے واسطے کشتی دریا میں، کہ تلاش کرو اس کا فضل، وہ ہے تم پر مہربان)۔

سورہ حج ۶۵:

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ

(تو نے نہ دیکھا؟ کہ اللہ نے بس میں دیا تمہارے، جو کچھ ہے زمین میں، اور کشتی چلتی دریا میں اس کے حکم سے)

اسی کو سورہ لقمان ۳۱، رحمن ۲۳، شوریٰ ۲۲ اور جاثیہ ۱۲ میں واضح فرمایا) ان آیات کریمہ میں تین اہم حقیقتوں کو جو

ایک دوسرے سے وابستہ و پیوستہ ہیں بطور اپنی آیات و انعامات انسانوں کے آگے پیش فرمایا ہے۔ اول یہ کہ اس

نے سمندروں، دریاؤں اور نہروں کو انسانوں کے لئے مسخر کر دیا کہ وہ ان میں آرام و سکون سے گھومتے پھریں،

سفر کریں، سورہ یونس ۲۲ اور سورہ اسراء ۷۰ میں اللہ تعالیٰ نے مزید صراحت کی ہے کہ ہم نے انسان کو عزت و

فضیلت بخشی کہ وہ بحریں، خشکی و تری میں آرام سے سیر و سفر کر سکے۔ تو یہ تسخیر بحر و بر اول مظاہرہ ربوبیت ہے

اور دوم یہ کہ اس نے کشتیوں اور جہازوں کو بھی ان کے آرام و آسائش اور فوائد کے لئے مسخر کیا ہے۔ انسان یہ نہ

سمجھ لے کہ اس نے خود جہازوں اور کشتیوں کے ذریعہ ان گھور سمندروں اور گہرے دریاؤں کو مسخر کیا ہے۔ اور

سوم یہ کہ یہ تسخیر بحر و جہاز انسان کے گوناگوں فوائد کے لئے ہے جو دراصل انعامات الہی اور اس کی ربوبیت و الوہیت

کی دلیل ہیں۔ ان انعامات الہی میں سمندروں کا کھانا، مچھلی وغیرہ، قیمتی اشیاء جیسے موتی وغیرہ، تجارتی، علمی اور

دینی اور تفریحی سفر وغیرہ سبھی شامل ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ نے کئی آیات میں اشارہ کیا ہے (سورہ مائدہ ۹۹:

شکار و کھانا، اعراف ۶۳: مچھلی، نخل ۱۴: طریاً (گوشت تازہ) کہف نمبر ۳-۶۱: مچھلی، ۷۶: کشتی رانی برائے حصول

منفعت، وغیرہ)۔ (۷۲)

تسخیر سمندر و جہاز کے رحم لاء قانون کو جب اللہ تعالیٰ عارضی طور سے معطل کر دیتا ہے تاکہ وہ انسانوں کو

آزمائے اور ان پر اپنی الوہیت و ربوبیت کا واضح اظہار کرے تو وہ سمندروں کے تلاطم و سرکشی اور جہازوں اور

کشتیوں کی بے مقداری سے خوفزدہ ہو کر اپنے مالک و خالق اور پروردگار کی طرف فوراً رجوع کرتے اور اس سے اپنی

عافیت کی دعائیں، التجائیں اور درخواستیں کرتے ہیں، حالانکہ وہ اپنی پہلی زندگی میں اس سے بغاوت پر کمر باندھے

رہتے ہیں اور اس عارضی تلاطم سے بسلامت گزرنے کے بعد پھر خود غرضی اور خدا فراموشی پر اتر آتے ہیں۔ اللہ

تعالیٰ نے متعدد آیات کریمہ میں انسانوں کی اس ناشکری اور اپنی بیکراں رحمت و رافت کا ذکر اس ضمن میں کیا ہے۔
سورہ انعام ۴-۶۳ میں فرماتا ہے:

قُلْ مَنْ يُنَجِّيكُمْ مِنَ ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُونَهُ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۚ لَئِنْ أَنْجَيْنَا مِنْ هَذِهِ لَنُكَوِّنَنَّ مِنَ الشَّكِرِينَ ۝ قُلِ اللَّهُ يُنَجِّيكُمْ مِنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ أَنْتُمْ تُشْرِكُونَ

تو کہنے، کون تم کو بچا لاتا ہے جنگل کے اندھیروں سے اور دریا کے، جس کو پکارتے ہو گڑ گڑاتے اور چپکے، اور اگر ہم کو بچا لیں اس بلا سے، تو البتہ ہم احسان مانیں تو کہہ اللہ تم کو بچاتا ہے ان سے اور ہر گھبراہٹ سے، پھر تم شریک ٹھہراتے ہو۔

اس آیت کریمہ میں بحروں میں قانون الہی کے عارضی تعطل کے زمانے میں انسانوں کی گھبراہٹ اور دعا کا ذکر ہے۔ سورہ اسراء - ۶۷ میں بطور خاص بحروں میں لاحق ہونے والی پریشانیوں کا ذکر ہے:

وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُونَ إِلَّا إِلَٰهًا جَ فَلَمَّا نَجَّيْكُمْ إِلَى الْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ وَكَانَ الْإِنْسَانُ كَفُورًا

(اور جب تم پر تکلیف پڑے دریا میں بھولتے ہو جن کو پکارتے تھے اس کے سوا، پھر جب بچا لیا تم کو جنگل کی طرف، ٹلا گئے، اور ہے انسان بڑا ناشکرا) سورہ یونس ۲۲ میں اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کی بڑی خوبصورت تصویر کشی کی ہے:

هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۚ حَتَّىٰ إِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلِكِ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ وَفَرِحُوا بِهَا جَاءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُّوْا أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ لَئِنْ أَنْجَيْنَا مِنْ هَذِهِ لَنُكَوِّنَنَّ مِنَ الشَّكِرِينَ ۝ فَلَمَّا أَنْجَاهُمْ إِذَا هُمْ يَنْفُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ...

(وہی تم کو پھراتا ہے جنگل اور دریا میں، یہاں تک کہ جب تم ہوئے کشتی میں، اور لے چلیاں لوگوں کو اچھی باؤ سے، اور خوش ہوئے اس سے آئی ان پر باؤ جھو کے کی، اور آئی ان پر لہر ہر جگہ سے، اور انکے (گمان کرنے لگے) کہ وہ گھرے، پکارنے لگے اللہ کو، نہرے ہو کر، اس کی بندگی میں اگر تو پچاوے ہم کو اس سے تو بے شک ہم ہیں شکر گزار، پھر جب بچا دیا ان کو اللہ نے، اسی وقت شرارت کرنے لگے زمین میں ناحق کی...)۔

اس حقیقت کو کہ اللہ تعالیٰ ہی سمندروں کی گہرائیوں میں، تلاطم و طوفان کے عالم میں، موجوں کی سرکشی اور طغیانی کے وقت، ہواؤں اور طوفانوں کی مشکل گھڑی میں بچاتا اور تیتا پار لکھتا ہے انسان نہ صرف اسے تسلیم کرتا ہے بلکہ اس کے دل و دماغ سے شرک کا تصور ہی ختم ہو جاتا ہے اور اس کی فطرت و طبیعت اسے صرف اپنے خالق و مالک

اور اللہ و معبود سے دعا ئے نجات مانگنے پر مجبور کرتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے بعض دوسری آیات میں بھی اسی حقیقت کو اُجاگر کر کے اپنی صفات ربوبیت و الوہیت اور خالقیت کو انسانوں کے سامنے پیش کیا ہے۔ (۷۳)

سمندر و دریا کے حوالہ سے اللہ تعالیٰ نے بعض گزشتہ انبیاء اور اقوام کا ذکر کیا ہے اور اپنی صفات ربوبیت و الوہیت و خالقیت کو تمثیل و تلمیح کے پیرایے میں بھی واضح کیا ہے ۔ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے صالح پیروؤں کی کشتی کا محفوظ رہنا ، ان کے منکروں ، خدا کے باغیوں کا جن میں خود فرزند نوح بھی شامل تھا ڈوب جانا ، کشتی نوح کا صحیح و سالم کوہِ جودی پر سیلاب کے بعد ٹک جانا اللہ تعالیٰ کی انہیں صفات حمیدہ کا اعلان و اظہار تھا۔ اسی طرح حضرت یونس کا سمندر کی گہرائی میں پھنسی کے پیٹ میں محفوظ رہنا اور وہاں گھورانہ حیرے میں اپنی غلطی کا اعتراف کر کے اپنی نجات و توبہ کے لئے دعا کرنا اور خدا کا ان کو معاف کر دینا بھی اللہ تعالیٰ کی خالقیت و ربوبیت کا مظاہرہ تھا ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے مومن بنی اسرائیل کے لئے ضربِ کلیم سے دریا پھاڑ دینا اور پہاڑوں جیسی موجوں کے درمیان محفوظ شاہراہ سے گزار دینا اور بعد میں فرعون کو اس کے لشکر سمیت ڈبو دینا تسخیرِ سمندر اور قدرت و الوہیت خداوندی کا ایک عظیم ثبوت ہے (۷۴) (حضرت نوح: اعراف ۶۲، یونس ۷۳، شعراء ۱۱۹، حضرت یونس: سورہ انبیاء ۸۷، صافات ۶۰، حضرت موسیٰ: سورہ بقرہ ۵۰، یونس ۹۱-۹۰ شعراء ۶۳، دخان ۲۴) اللہ تعالیٰ اپنی صفتِ خالقیت و الوہیت کا ایک اور مظاہرہ دو سمندروں / دریاؤں کے میٹھے اور کھاری پانی اور ان دونوں کے ملنے کے باوجود الگ الگ اپنے دھاروں میں بہنے اور اللہ کی قائم کردہ حدِ فاصل کو نہ توڑنے کی صورت میں کرتا ہے ۔ سورہ فرقان ۵۳ میں فرماتا ہے:

وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هَذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَهَذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ ۖ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَحِجْرًا مَّحْجُورًا ۝

(اور وہی ہے جس نے ملے چلائے دو دریا ، میٹھا ہے پیاس بجھاتا ، اور یہ کھاری ہے کڑوا ، اور رکھان دونوں کے بیچ پردہ اور اوٹ روکی) سورہ نمل ۶۱ میں بھی دو دریاؤں کے درمیان روک قائم کرنے کا ذکر ہے ۔ جبکہ سورہ فاطر ۱۲ میں میٹھے اور کھاری پانی کے دریاؤں کا اور ان سے حاصل ہونے والے گوناگوں فوائد کا تذکرہ کیا ہے ۔ سورہ رحمن ۲۰-۱۹ میں ارشاد ہے:

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيْنَ ۝ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَا يَبْغِيْنَ ۝

(چلائے دو دریا بھڑچلتے ، ان میں ہے ایک پردہ ، زیادتی نہیں کرتے) ۔ اوپر آفاق و انفس کی جن دلیلوں کا حوالہ آیا ہے ان میں سے دو دریاؤں کا مل کر بہنا اور پھر بھی ان کے پانیوں کا الگ الگ رہنا الوہیت و ربوبیت کی ایک واضح ترین دلیل ہے ۔ (۷۵)

تخلیق و تسخیر حیوانات:

بحرور کے ذرائع نقل و حمل کو اللہ تعالیٰ نے اپنی الوہیت و ربوبیت پر جس طرح دلیل بنا کر پیش کیا ہے اسی طرح زمین کے جانوروں کی انسانوں کے لئے تسخیر اور ان کے فوائد کو بھی بطور دلیل الوہیت و ربوبیت پیش کیا ہے۔ سورہ نحل ۸-۵ میں ان کی تخلیق کا مقصد یوں بیان کیا ہے:

وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَمَنْفَعٌ وَمِنْهَا تَكْلُونَ ۝ وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ ۝ وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ إِلَىٰ بَلَدٍ لَّمْ تَكُونُوا بَلِغِيهِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنْفُسِ ۝ إِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝ وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً ۝ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ

(اور چوپائے بنادئے، تم کو ان میں جڑاؤل (پوشاک اور زینت) ہے اور کتنے فائدے، اور بعضوں کو کھاتے ہو، اور تم کو ان سے رونق ہے جب شام کو پھیر لاتے ہو اور جب چراتے ہو۔ اور اٹھالے چلتے ہیں بوجھ تمہارے، ان شہروں تک کہ تم نہ پہونچتے وہاں مگر جان توڑ کر۔ بے شک تمہارا رب بڑا شفقت والا مہربان ہے۔ اور گھوڑے بنائے اور پھریں اور گدھے، کہ ان پر سوار ہو اور رونق، اور بناتا ہے جو تم نہیں جانتے۔)

اسی سورہ کی آیت ۶۶ میں ان سے حاصل ہونے والے فائدوں کو بھی اپنی خالقیت و الوہیت اور ربوبیت پر

دلیل بنایا ہے:

وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۚ نُسْقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهِ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَ دَمٍ لَبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِلشَّرْبِ ۖ وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۚ نُسْقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهِ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَ دَمٍ لَبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِلشَّرْبِ ۖ وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۚ نُسْقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهِ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَ دَمٍ لَبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِلشَّرْبِ ۖ

(اور تم کو چوپایوں میں بوجھ کی جگہ ہے۔ پلاتے ہیں تم کو اس کے پیٹ کی چیزوں میں سے، گوبر اور لہو کے بیچ میں سے دودھ ستھرا چٹاپنے والوں کو)۔ آگے چل کر آیت ۸۰ میں جانوروں سے حاصل ہونے والے بعض اور فوائد کو بھی دلیل الوہیت بنایا ہے:

وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ سَكَنًا وَ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ جُلُودِ الْأَنْعَامِ بُيُوتًا تَسْتَخِفُّونَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَ يَوْمَ إِقَامَتِكُمْ ۖ وَمِنْ أَصْوَابِهَا وَأَوْبَارِهَا وَأَشْعَارِهَا أَثَاثًا وَ مَتَاعًا إِلَىٰ حِينٍ ۝

(اور اللہ نے بنادئے تم کو تمہارے گھر بسنے کی جگہ، اور بنادیئے تم کو چوپایوں کی کھال سے ڈیرے جو ہلکے لگتے ہیں تم کو، جس دن سفر میں ہو اور جس دن گھر میں، اور ان کے اون سے اور بیڑیوں سے اور بالوں سے کتے اسباب اور برستے کی چیزیں ایک وقت تک)۔ اسی طرح بعض اور آیات میں ان کے دودھ اور سواری وغیرہ کے فوائد کا ذکر کر

کے ان کو انسانوں کے لئے سلمان عبرت قرار دیا ہے (انعام ۱۴۲، مومنون ۲۱، شعراء ۱۳۳، فاطر ۲۸، زمر ۶، غافر ۹، شوریٰ ۱۱، زخرف ۱۲) سورہ یس ۱، میں ایک بہت اہم حقیقت کا اظہار کیا ہے:

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِمَّا عَمِلَتْ أَيْدِينَا أَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مَالِكُونَ ۝

(اور کیا نہیں دیکھتے؟ کہ ہم نے بنا دیئے ان کو، اپنے ہاتھوں بنائے سے چوپائے۔ پھر وہ ان کا مال ہیں)۔ اپنی صفتِ تخلیق پر سورہ زمر ۶ سے یہ استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چوپایوں سے آٹھ نر و مادہ انسانوں کے لئے اتارے ہیں۔ اور سورہ نحل ۹-۶۸ میں شہد کی ساخت کو بھی اپنی الوہیت و ربوبیت پر دلیل بنا کر پیش کیا ہے۔ غرض کہ چوپایوں، جانوروں اور چڑیوں کی دنیا اللہ تعالیٰ کی خالقیت و ربوبیت کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ (۷۶)

بارش کا خالق (۷۷)

بطور خالق و الہ اور رب اللہ تعالیٰ نے آسمان سے بارش نازل کرنے، اس کے ذریعہ زمین میں سرسبزی و شادابی پیدا کرنے، انسانوں کو رزق فراہم کرنے اور اسی سے موت کے بعد حیات پر قادر ہونے سے استدلال کیا ہے اور انسانوں کو اپنی ان صفاتِ رحمت کی تذکیر کر کے اپنی عبادت و اطاعت کرنے پر آمادہ کیا ہے۔ بارش کو اپنی آیتِ خلق و ربوبیت بتا کر بہت سے مقامات پر بیان کیا ہے اور اس کو اپنی ربوبیت و الوہیت کی ایک بڑی نشانی قرار دیا ہے۔ سورہ بقرہ ۲۲ میں ارشاد فرمایا:

وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۖ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ○
(اور اتارا آسمان سے پانی، پھر نکالے اس سے میوے، کھانا تمہارا، سو نہ ٹھہراؤ اللہ کے برابر کوئی، اور تم جانتے ہو)۔
سورہ انعام ۱۰۰-۱۰۱ میں اسی حقیقت کو دوسری طرح بیان کیا ہے:

وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً ۖ فَأَخْرَجْنَا بِهِ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُتَرَاكِبًا وَمِنَ النَّخْلِ مَنَّانٍ ۖ فَتَنَادَىٰ ذَاتِ النَّعْتِ ۖ وَأَعْنَابٍ ۖ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۚ انْظُرُوا إِلَىٰ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَيَنْعِهِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكُمْ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ○

(اور اسی نے اتارا آسمان سے پانی، پھر نکالی ہم نے اس سے اُگنے والی ہر چیز، پھر اس میں سے نکالا سبزہ، جس سے نکالتے ہیں دانے جڑے ہوئے، اور کھجور کے کاجھے میں سے کچھے لٹکتے ہیں، اور باغ انگور کے اور زیتون اور انار، آپس میں ملتے اور جڑے، دیکھو اس کا پھل جب پھل لاتا ہے، اور اس کا پکنا، ان سب چیزوں میں سب پتے ہیں یقین لانے والوں کو)۔ آسمان سے بارش برسانا اور اس کے پانی سے زمین میں سبزہ پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی صفتِ خلق، الوہیت و ربوبیت کی عظیم نشانی ہے اور اس کا ذکر متعدد دوسری آیات میں مختلف انداز و اسالیب میں کیا گیا ہے۔ کہیں یہ بیان کیا کہ مختلف النوع کھیت، پھل اور اناج ہیں مگر وہ سب ایک ہی پانی سے نوپاتے ہیں اور یہ اس کے حکم و صفت کی ایک بڑی نشانی ہے۔ سورہ یونس ۴ میں فرماتا ہے:

وَفِي الْأَرْضِ قِطْعٌ مُّتَجَوِّرَتٌ وَجَنَّتْ مِّنْ أَعْنَابٍ وَزَرْعٌ وَنَخِيلٌ صِنَوَانٌ وَغَيْرُ صِنَوَانٍ يُسْقَىٰ بِمَاءٍ وَاحِدٍ ۖ وَنُفِضَلُ بَعْضُهَا عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الْتَأْكُلِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ

(اور زمین میں کئی کھیت ہیں ملے ہوئے۔ اور باغ ہیں انگور کے، اور کھیتی، اور کھجوریں جڑ ملی اور بن ملی، پاتے ہیں ایک پانی۔ اور ہم زیادہ کرتے ہیں ایک کو ایک سے میوے میں اس میں نشانیاں ہیں ان کو جو بوجھتے ہیں) صرف یہی نہیں کہ گوناگوں پید اوار، پھل، سبزی اور اناج ایک ہی پانی سے وجود میں آتے ہیں بلکہ وہ کھانے اور مزے میں ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی خالقیت و الوہیت کی ایک مزید زبردست شہادت ہے۔ کہیں طرح طرح کی پید اوار جو انسانوں کے لئے رزق ہے اسی بارش کے پانی سے پید اکر نے کا اعلان ہے (سورہ ابراہیم ۳۲) کہیں یہ بتایا ہے کہ بارش کا پانی انسانوں کے لئے پینے کا پانی بھی ہے اور اس سے درخت و سبزہ پید اہوتا ہے جن کے چارے پر ان کے جانور پلتے ہیں اور اس سے کھیتی، زیتون، کھجور، انگور اور دوسری ہر طرح کی پید اوار نکلتی ہے (سورہ نحل ۱۱-۱۰)۔

کہیں ہواؤں کو بارش کا سبب بتایا ہے کہ وہ پانی کے ابخرات کو اٹھائے پھرتی ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے پانی برساتی ہیں جو انسانوں کی پیاس بجھاتا ہے (سورہ حجر ۲۲) کہیں یہ صراحت ہے کہ آسمان سے ہم بارش برساتے ہیں اور اس کے ذریعہ گوناگوں سبزہ کے جوڑے جوڑے پید ا کرتے ہیں (سورہ طہ ۵۳)۔ اسی طرح کہیں بارش کے پانی کو زمین کی ہریلی کا باعث کہا ہے (سورہ حج ۶۳)۔ سورہ نحل ۶۰ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی خالقیت و الوہیت و ربوبیت کا واضح اعلان اور انسانوں کی مجبوری اور انحصار کا صریح اظہار یوں کیا ہے :

أَمَّنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً ۖ فَأَنْبَتْنَا بِهِ حَبًّا وَنَبَاتًا ۚ وَأَخْرَجْنَا مِنْهُ شَجَرًا ۚ إِنَّ تَنْبُتُوا شَجَرَهَا ۚ إِنَّ اللَّهَ بَلِّ هُمْ قَوْمٌ يَعْدِلُونَ ۝

(بھلا کس نے بنائے آسمان اور زمین؟ اور اتار دیا تم کو آسمان سے پانی؟ پھر اُکائے ہم نے اس سے باغ رونق کے، تمہارا کام نہ تھا کہ اُکاتے ان کے درخت، اب کوئی اور حاکم ہے اللہ کے ساتھ؟ کوئی نہیں، وہ لوگ رادے مڑتے ہیں)۔ کہیں آسمان سے بارش برسانے اور اس کے پانی سے مختلف رنگوں کی پید اوار اور پھل پید ا کرنے کی قدرت بیان کی ہے (سورہ فاطر ۲۷)۔ کہیں بارش کے پانی سے زمین کے سرسبز ہونے، ہریلی سے لہلہا اٹھنے اور پید اوار سے بھر جانے کا ذکر کیا ہے (سورہ فصلت ۳۹) اسی حقیقت کو دوسرے پیرایے میں بعض اور آیات میں بیان کیا ہے (سورہ ق ۹، عبس ۲۵، نازعات ۳۱ وغیرہ)

پانی انسان کی زندگی کو قائم رکھنے کے لئے کتنا ضروری بلکہ ناگزیر ہے اس سے ہر خاص و عام واقف ہے۔ قرآن مجید کی متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی اس ناگزیر ضرورت کے حوالے سے اپنے کریم الہی کا اظہار کیا ہے۔ اوپر سورہ نحل کی ایک آیت میں حوالہ گزر چکا ہے کہ اللہ نے انسانوں کے پینے کے لئے آسمان سے پانی اتارا۔ سورہ زمر ۲۱ میں اسی پانی کو چشموں کی صورت میں زمین میں جاری کرنے کا اعلان ہے جن سے انسان اپنی پیاس بجھاتا ہے اور دھرتی لہلہاتی ہے۔ سورہ قمر ۱۲ میں ارشاد ہے :

وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلَى أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ

(اور بہا دیے زمین سے چشمے، پھر مل گیا پانی، ایک کام پر جو ٹھہر رہا تھا) اسی سورہ کی آیت ۲۸ میں مزید تشریح فرمائی :

وَنَبِّئُهُمْ أَنَّ الْمَاءَ قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ كُلٌّ شَرْبٌ مُمْتَضِرٌ

(اور سنادے ان کو، کہ پانی کا بانٹا ہی ان میں، ہر باری پر پہنچتا ہے)۔

سورہ مومنوں ۱۸ میں اس پانی کا زمین پر بارش کے ذریعہ نازل ہونے اور اس کی مقدار کی تعیین نیز زمین میں اس کے ٹھہرنے اور اس کو ختم کرنے کی قدرت الہی کا واضح ذکر موجود ہے۔

وَ أَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ فَأَسْكَنَتْهُ فِي الْأَرْضِ وَ إِنَّا عَلَى ذَهَابٍ بِهِ لَقَادِرُونَ ○

(اور اتارا ہم نے آسمان سے پانی ماپ کر، پھر اس کو ٹھہرا دیا زمین میں، اور ہم اس کو لے جاویں تو سکتے ہیں) سورہ واقعہ ۳۱ میں اسے مَاءٌ مُسْكُوبٌ (بہایا ہوا پانی) قرار دیا اور آیت نمبر ۷۰-۶۸ میں اپنی خالقیت، الوہیت اور ربوبیت پر مزید استدلال یوں کیا :

أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ ○ ءَأَنْتُمْ أَنْزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُونَ ○ لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ أُجَاجًا فَلَوْ لَا تَشْكُرُونَ ○

(بھلا دیکھو تو! پانی جو تم پیتے ہو! کیا تم نے اتارا اس کو بادل سے یا ہم ہیں اتارنے والے؟ اگر ہم چاہیں اس کو کر دیں کھارا، پھر کیوں نہیں حق مانتے؟) مذکورہ بالا آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان و بادل سے پانی کا برساتنا، اس کو ایک مقررہ مقدار کے مطابق زمین میں برقرار رکھنا، اس کو چشموں، نہروں وغیرہ کی شکل میں بہانا، اور اس کو انسانوں کی پیاس بجھانے کے لئے میٹھا اور ٹھنڈا بنانا اللہ تعالیٰ کی صفات الوہیت و ربوبیت پر دلالت کرتا ہے اور اسی طرح یہ بھی معلوم ہے کہ اگر وہ چاہے تو اسی میٹھے پانی کو کھارا بنا دے تاکہ انسان اسے پی نہ سکے۔ بعض دوسری آیات میں اللہ تعالیٰ نے واضح کیا کہ یہ اسی کی رحمت و انعام اور شان ربوبیت ہے کہ وہ پانی کو انسانوں کی دسترس میں رکھتا ہے اور اگر چاہے تو اس کو تہ نشین کر کے ان کی پہونچ سے باہر کر دے اور ان کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے (سورہ ملک ۲۰ اور کہف ۴۱) مگر وہ ان کی زندگی کی بقا کے لئے اسے فراہم کرتا رہتا ہے (سورہ جن ۱۶، مرسلات ۲۷ اور نبا ۱۴ وغیرہ) تاکہ وہ اس کا احسان مانیں۔ پانی کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے دو بڑی اہم حقیقتوں کا ذکر دوسری جگہ کیا ہے۔ سورہ انبیاء - ۳۰ میں فرمایا کہ وہ زندہ شے کا منبع حیات ہے۔

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ؕ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ ○

(اور بنائی ہم نے پانی سے، جس چیز میں جی ہے، پھر کیا یقین نہیں کرتے)۔ سورہ نور ۴۵ میں اسی حقیقت کو یوں بیان کیا :

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَابَّةٍ مِّنْ مَّاءٍ ۖ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلَى بَطْنِهِ ۖ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلَى رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلَى اَرْبَعٍ ۗ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

(اور اللہ نے بنایا ہر پھر نے والا ایک پانی سے، پھر کوئی ہے کہ چلتا ہے اپنے پیٹ پر، اور کوئی ہے کہ چلتا ہے دو پاؤں پر، اور کوئی ہے کہ چلتا ہے چار پر، بناتا ہے اللہ جو چاہتا ہے بے شک اللہ ہر چیز کر سکتا ہے)۔ ان دونوں آیات میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ اس نے پانی ہی سے ہر زندہ چیز تخلیق کی ہے خواہ وہ انسان ہو، جانور ہو یا نباتات۔ پھر یہ پانی زندگی بخش ہی نہیں بلکہ نجاست سے پاکی کا ذریعہ بھی بنایا ہے۔ فقہی اصطلاح میں وہ طاہر بھی ہے اور مطہر بھی۔ سورہ انفال - ۱۱ میں ارشاد فرمایا :

وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَ كُمْ بِهِ وَيُذْهِبَ عَنْكُم رِجْسَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَى قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ ۝

(اور اتارا تم پر آسمان سے پانی، کہ اس سے تم کو پاک کرے، اور دور کرے تم سے شیطان کی نجاست اور محکم کر دے، تمہارے دل پر، اور ثابت کرے تمہارے قدم) اگرچہ اس آیت کریمہ میں اس احسان الہی کا ذکر اور تسلیج ہے جو غزوہ بدر سنہ ۲ھ کے موقع پر آسمان سے بارش کے نزول کے سبب مسلمان مجاہدین کو مشرکین مکہ کے مقابلہ میں آسانی، ثبات قدمی اور سکون قلب فراہم کرنے اور پاکی عطا کرنے کا باعث ہوا تھا تاہم اس سے پانی کے لمحاتی اور عارضی فوائد مراد نہیں بلکہ وہ ہر جگہ تمام مومنوں اور انسانوں کے لئے یکساں انہیں فوائد کا حامل رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ وضو اور غسل دونوں کے ذریعہ انسان کی حقیقی، بدنی اور شرعی نجاست دور کرتا ہے (سورہ مائدہ ۶) اور اسی حقیقت کا ذکر سورہ فرقان ۴۸-۴۹ میں یوں کیا:

وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُوْرًا لِّنُخْرِجَ بِهِ بَلْدَةً مَّيْتًا وَ نُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَا اَنْعَامًا وَ اَنَابِسٰی كَثِيْرًا (اور اتارا ہم نے آسمان سے پانی، ستھرائی کرنے کا کہ جلادیں اس سے مر گئے دیس کو، اور پلادیں اس کو اپنے بنائے بہت چوپایوں اور آدمیوں کو)۔

اللہ تعالیٰ نے جس طرح آیت کریمہ بالا میں پانی کے ذریعہ مردہ زمین کو زندہ کرنے کی اپنی قدرت والوہیت پر استدلال کیا ہے وہ قرآن مجید اور کلام الہی کا ایک اہم استدلال ہے۔ اس کے ذریعہ وہ موت کے بعد کی زندگی اور قیامت میں جی اٹھنے پر دلیل لاتا ہے۔ (۷۸) چنانچہ پانی کے ذریعہ مردہ زمین کو جلانے کا ذکر اور اس سے حیات بعد الممات پر استدلال قرآن مجید کی متعدد آیات کریمہ میں کیا گیا ہے۔ سورہ بقرہ - ۱۶۴ میں ارشاد ہے :

وَمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ فَاحْيَا بِهٖ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا (اور وہ جو اللہ نے اتارا آسمان سے پانی، پھر جلایا اس سے زمین کو مر گئے پیچھے)۔ سورہ اعراف ۵۷ میں اسی بات کو

دوسرے پیر ایے میں بیان کیا ہے :

وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيحَ بُشْرًا ۖ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا أَقْلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنَهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَأَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاءَ فَأَخْرَجْنَا بِهِ مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ ۚ كَذَٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ

(اور وہی ہے کہ چلاتا ہے باویں (ہوائیں) خوشخبری لاتیں، آگے اس کی مہر سے، یہاں تک کہ جب اٹھا لائیں بہ لیاں بحاری، بانکا ہم نے اس کو ایک شہر مردے کی طرف، پھر اس میں اتارا پانی، پھر اس سے نکالے سب طرح کے پھل۔ اسی طرح نکالیں گے مردوں کو، شاید تم دھیان کرو)۔ سورہ یونس ۲۴ میں اللہ تعالیٰ نے یہ حقیقت واضح کی ہے کہ جس طرح وہ آسمان سے پانی برساتا ہے اور اس کے ذریعہ زمین میں طرح طرح کی روئیدگی سبزہ اور اناج پیدا کرتا ہے اسی طرح وہ اس کو مٹانے پر بھی قادر ہے چنانچہ جب چاہتا ہے (اور اس میں اس کی ایک مصلحت مضمحل ہوتی ہے) وہ کھڑی لہلہاتی کھیتی کو جب لوگ اس کے پکنے کا یقین کر چکے ہوتے ہیں رات یا دن کے کسی لمحہ میں اس طرح برباد کر دیتا ہے کہ اس کا نام و نشان مٹ جاتا ہے اور اپنی اس قدرت کے مظاہرہ سے وہ انسانوں کو یاد دہانی کراتا ہے کہ خالق و الٰہ خدا کی ذات ہے نہ کہ آسمان کی بارش اور زمین کا پانی، وہ تو محض ایک ذریعہ ہیں اور اصل کارساز اللہ تعالیٰ ہے۔ مردہ زمین کو پانی نہیں چلاتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ چلاتا ہے اور اسی طرح وہ انسانوں کو موت کے بعد ایک دن جلانے کا۔ اس حقیقت کا اظہار متعدد دوسری آیات میں اور واضح انداز سے کیا گیا ہے (سورہ نحل ۶۵، کہف ۴۵، حج ۵-۶):

وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَأَنْبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍ ۖ بَهِجٍ ۝ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّهُ يُخَيِّ الْمَوْتَىٰ وَأَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

(اور تو دیکھتا ہے زمین دبی پڑی، پھر جہاں ہم نے اتارا اس پر پانی، تازی ہوئی اور ابھری، اور اٹھائیں ہر بھانت بھانت رونق کی چیزیں، یہ اس واسطے کہ اللہ وہی ہے تحقیق، اور وہ چلاتا ہے مردے، اور وہ ہر چیز کر سکتا ہے،) سورہ عنکبوت ۶۳ میں کافروں کا اقرار بھی مذکور ہے کہ وہ مردہ زمین کے پانی سے جی اٹھنے کے بعد اعتراف کرتے ہیں کہ ایسا کرنے والا اللہ ہے :

وَلَمَّا سَأَلْتَهُمْ مَنْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ فِيهَا ثَمَرٌ ۖ قَالُوا لَا يَعْقِلُونَ ۝

(اور جو تو پوچھے ان سے کس نے اتارا آسمان سے پانی پھر چلا دیا اس سے زمین کو، اس کے مرے پیچھے؟ تو کہیں اللہ نے، تو کہہ، سب خوبی اللہ کو ہے، پر بہت لوگ نہیں بوجھتے)۔ اللہ تعالیٰ نے اسی حقیقت کو سورہ روم ۲۴ اور سورہ زخرف ۱۱ میں زیادہ واضح انداز میں بیان کیا ہے۔

موت و حیات کا خالق

انسان و جن، آسمان و زمین، رات و دن، سورج و چاند ستارہ و نجوم، بارش و پانی وغیرہ کے خالق ہونے کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی متعدد آیات میں اپنے آپ کو موت و حیات کا خالق بھی قرار دیا ہے (۷۹) گزشتہ مباحث میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ اس ذاتِ قادر و مطلق نے عدم سے اس کائنات کو وجود بخشا اور اس کی تمام چیزوں کی تخلیق کی، وہ ایک خاص مدت تک ان کو قائم و برقرار رکھتا ہے کیونکہ یہاں ہر شے فانی ہے جس کا ایک وقت معین اور ایک اجل مقرر ہے۔ اس کے بعد اس کو قیامت سے پہلے یا اس خاص دن فنا کر دے گا اور پھر قیامت کے دن وہ ان میں سے مکلف مخلوقات کو دوبارہ پیدا کرے گا۔ موت و حیات سے اللہ تعالیٰ کی صفتِ خلق کا ارتباط ایک اہم واقعہ ہے جس کا روز مشاہدہ ہوتا ہے اور جس کا انکار کوئی عاقل و سمجھ دار نہیں کر سکتا۔ اس حقیقتِ مسلمہ کو بہت وضاحت و صراحت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی متعدد سورتوں اور آیتوں میں بیان کیا ہے۔ سورہ ملک ۲ میں ارشاد فرماتا ہے:

الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيْكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُوْرُ ○

(جس نے بنایا مرنا اور جینا، کہ تم کو جانچے، کون تم میں اچھا کرتا ہے کام اور وہ زبردست ہے بخشنے والا)۔ انسانوں کی تخلیق کا مقصد بھی اس آیتِ کریمہ میں واضح کر دیا کہ ان کی اس حیاتِ مستعار میں دراصل آزمائش ہے کہ کون اچھے کام کرتا ہے اور اس کی مغفرت کا مستحق بنتا ہے اور کون بُرے کام کر کے اس کی پکڑ میں آتا ہے۔ سورہ نحل ۷۰، میں انسانوں کو پیدا کرنے اور وفات دینے کی اپنی قدرت و صفت کا ذکر کیا ہے اور سورہ مومنون ۱۱۵ میں فرمایا کہ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تم کو عبث پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف نہ لوٹو گے۔ اس حقیقت کو مختلف انداز میں بہت سی آیات میں بیان کیا ہے (سورہ بقرہ ۲۸، ۲۴۵، ۲۸۱، یونس ۵۶، ہود ۳۲، انبیاء ۳۵، قصص ۷۰، ۸۸، عنکبوت ۱۷، ۵۷، روم ۱۱، سجدہ ۱۱، یس ۲۲، ۸۳، زمر ۴۴، فصلت ۲۱، زخرف ۵۸، جاثیہ ۱۵ اور متعدد آیاتِ کریمہ) انسان کے عدم سے وجود میں آنے، وجود سے پھر ملکِ عدم سدھارنے اور پھر اس کے پردہ سے نکال باہر کئے جانے کا خوبصورت ذکر سورہ طہ ۵۵ میں یوں کیا ہے:

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اٰخَرٰی ○

(اسی زمین سے ہم نے تم کو بنایا، اور اسی میں پھر تم کو ڈالتے ہیں اور اسی سے نکالیں گے تم کو دوسری بار)۔ اوپر بہت سی آیات میں اللہ تعالیٰ کے خالقِ حیات و موت ہونے کا ضمناً یا صراحتاً ذکر آچکا ہے۔ مزید آیات کے لئے ملاحظہ ہوں (سورہ بقرہ ۲۸، ۲۵۸، آل عمران ۱۵۶، اعراف ۱۵۸، توبہ ۱۱۶، یونس ۵۶، حجر ۲۳، حج ۶۶، مومنون ۸۰، روم ۴۰، غافر ۶۸، دخان ۸، جاثیہ ۲۶، حدید ۲ اور متعدد دوسری آیات)

حیاتِ اخروی کا خالق

حیات و موت کا عارضی وقفہ اس دنیائے فانی میں جس طرح اللہ تعالیٰ کی صفتِ خلق و قدرت و الوہیت کا نمونہ ہے اس سے کہیں زیادہ بڑا اور مہتمم بالشان نمونہ آخرت کی دوامی زندگی کا ہے جب وہ تمام مخلوقات جن کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا فنا سے محفوظ رہیں گی اور ہمیشہ ہمیش کی پائیں گی۔ قیامت دراصل زندگی کے دو مرحلوں - عارضی اور دوامی کے درمیان ایک عبوری مرحلہ ہے کہ عارضی حیات کے بعد دوامی حیات کا آغاز ہوتا ہے (۸۰) اور اللہ تعالیٰ نے اپنی یہ صفت بھی بیان فرمائی ہے کہ وہ قیامت کے دن کا مالک ہے اور آخرت کی دوامی زندگی کا اسی طرح خالق ہے جس طرح وہ دنیائے فانی کی عارضی زندگی کا خالق ہے۔ گزشتہ آیاتِ کریمہ میں اس دوامی زندگی اور آخرت و قیامت کے خالق و مالک ہونے کے کئی حوالے گزر چکے ہیں۔ بحث کو مزید منقح اور مدلل کرنے کے لئے خاص اس پہلو سے قرآن مجید کی ان آیاتِ کریمہ کو پیش کیا جاتا ہے جن میں آخرت و قیامت اور دوامی زندگی کے خالق کا ذکر موجود ہے۔ کم و بیش اڑتالیس آیاتِ کریمہ میں قیامت (ساعت) کے آنے، اس میں کسی شک و شبہ کے نہ ہونے، اس کے علم کو صرف اللہ تعالیٰ کے جانتے وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ جبکہ ستر آیات میں لفظ قیامت کا استعمال ہوا اور ان میں قیامت کے برپا ہونے، مومنین کے اس دن سرخرو ہونے اور کافرین کے رسوا ہونے، اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کرنے اور جنت و جہنم میں داخلہ کے پروانے جاری کرنے وغیرہ متعدد دوسرے امور کا ذکر کیا ہے۔ ان دونوں اصطلاحات کے استعمال میں اس کی بھرپور وضاحت کر دی گئی ہے کہ وہی ایک اللہ اس کو برپا کرنے والا اور ان کا خالق ہے۔ اسی طرح آخرت کا ذکر اور اس کی زندگی کا بیان کم و بیش ایک سو پندرہ آیات میں آیا ہے اور وہاں بھی صراحت موجود ہے کہ وہی اللہ تعالیٰ ان کا خالق و مالک اور رب والا ہے۔ آخرت کی زندگی کے حوالہ سے جنت اور جہنم کی تخلیق کا معاملہ بھی اہم ہے اور کم از کم ایک سو بیالیس آیات میں جنت کا اور کم و بیش ستر آیات میں جہنم کا ذکر ہے اور ان میں سے اکثر میں اس کی صراحت موجود ہے کہ ان کا خالق و پروردگار بھی اللہ تعالیٰ ہے۔ پھر جنت و جہنم کے مقامات میں پائی جانے والی ان گنت چیزوں کے خالق ہونے کا ذکر بھی اللہ تعالیٰ نے پوری صراحت و وضاحت کے ساتھ کیا ہے۔ مختصر آ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات کو خواہ وہ عارضی ہو یا دوامی پیدا کیا ہے اور اس کی تخلیق کو اپنی ربوبیت و خالقیت اور الوہیت پر بطور دلیل و ثبوت پیش کیا ہے۔

موت کے بعد کی زندگی کو اللہ تعالیٰ نے خلقِ جدید، اعادۂ خلق، دوسری بار کی تخلیق وغیرہ کئی ناموں سے یاد کیا ہے اور خلقِ اول، ابداءِ خلق اور پہلی زندگی سے جو اس عارضی دنیا کی بے ثبات زندگی ہے اس پر استدلال کیا ہے۔ متعدد آیات میں خالقِ کل نے یہ وضاحت کی ہے کہ وہ ذاتِ قادر و مطلق جو عدم سے انسان اور اس کائنات کو وجود بخش سکتی ہے وہ دوسری بار ان کی تخلیق بدرجہ اولیٰ کر سکتی ہے۔ اور منکروں، کافروں اور مشرکوں کو اگر اس دوسری زندگی کے بارے میں کوئی شک ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی طرح طرح سے تردید کرتا ہے۔ سورہ یونس ۴ میں ارشاد ہے:

إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا ۖ وَعَدَ اللَّهُ حَقًّا ۖ إِنَّهُ يَبْذُرُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ بِالْقِسْطِ ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ خَمِيمٍ ۖ وَعَذَابُ أَلِيمٌ ۖ بَمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ۝

(اسی کی طرف پھر جانا تم سب کو، وعدہ ہے اللہ کا سچا، وہی بناوے پہلے، پھر اس کو دہراوے گا، تاہلہ دے ان کو جو یقین لائے تھے، اور کئے تھے کام نیک انصاف سے، اور جو منکر ہوئے، ان کو پینا ہے کھولتا پانی اور دھک کی مار، اس پر کہ منکر ہوئے تھے)۔ خلق کی ابتدا و انتہا یا اعادہ کا ذکر اسی طرح بعض دوسری آیات میں پایا جاتا ہے (سورہ یونس ۲۴، انبیاء ۱۰۴)

كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ ۖ وَعَدًا عَلَيْنَا ۚ إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ ۝

جیسا سرے سے بنایا پہلی بار، پھر اس کو دہراوینگے، وعدہ ضرور ہو چکا ہم پر، ہم کو کرنا۔ نمل ۶۴، عنکبوت ۲۰-۱۹، روم ۱۱، ۲۷ وغیرہ) سورہ وعدہ ۵ میں منکرینِ آخرت و حیاتِ نو کی دلیل کی یوں تردید فرمائی :

وَإِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ۖ إِذَا كُنَّا تُرَابًا ۖ إِنَّا لَنَبْرِئُ خَلْقٍ جَدِيدٍ ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ

(اور اگر تو اچنبھے کی بات چاہے تو اچنبھا ہے ان کا کہنا، کیا جب ہو گئے ہم مٹی؟ کیا ہم نئے بنیں گے؟ وہی ہیں جو منکر ہوئے اپنے رب کے)۔ منکرین کے اسی شبہ کی تردید اور خلقِ جدید کے پکے وعدہ کا ذکر بعض اور آیات میں کیا ہے (سورہ سجدہ ۱۰، سبا، ق ۱۵) :

أَفَعِثْنَا بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ ۚ بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ ۝

کیا ہم تھک گئے پہلی بار بنا کر؟ کوئی نہیں! ان کو دھوکا ہے ایک نئے بننے میں)۔ مذکورہ بالا آیاتِ کریمہ میں اوپر بھی متعدد حوالے اس حقیقتِ مسلمہ کے گزر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ موت و حیات بعد الممات کا اسی طرح خالق اور اس پر اسی طرح قادر ہے جس طرح وہ خلقِ اول پر قادر اور تمام مخلوقات کا اولین خالق ہے اور اپنے اس دعوے پر اس نے آفاق و انفس کے دلائل پیش کر کے ثابت کیا ہے کہ آخرت و حیاتِ اخروی کا عقیدہ و واقعہ منطقی اور عقلی ہے اور جہانِ دیگر اس جہانِ عارضی کا لازمی انجام ہے۔

اللہ ہی رب ہے :

اگرچہ الہ اور خالق کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کے رب ہونے کا ذکر مسلسل ہوتا رہا ہے اور اس کے ضمن میں بار بار اس حقیقت کا اعادہ بھی کیا جاتا رہا ہے کہ اس کی الوہیت، خالقیت کو اس کی ربوبیت سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔ اور یہ تینوں صفاتِ الہی لازم و ملزوم ہیں، تاہم اس کی ربوبیت کو سمجھنے کے لئے اس پر الگ سے ایک مفصل بحث ضروری معلوم ہوتی ہے۔ صفاتِ الہی کا معاملہ دراصل اس کی ذاتِ عالی سے جڑا ہوا ہے اور اس کی تمام صفات اس کی ذات سے لازمی طور سے وابستہ ہیں اور ان صفاتِ الہی میں بھی باہمی تعلق و ارتباط ہے مگر ان میں سے بعض صفات کا

بعض دوسری صفات سے جتنا گہرا تعلق و ربط ہے اتنا دوسری صفات سے نہیں ہے۔ پھر ان میں سے بعض صفاتِ حسنہ مرکزی حیثیت کی حامل ہیں اور بعض ثانوی حیثیت کی اور وہ یوں کہ وہ بعض مرکزی صفات سے ماخوذ اور ان کا نتیجہ ہیں۔ اسی طرح بعض صفاتِ الہی جن کو عام طور سے جلالی کہا جاتا ہے اس کی ذات کے لحاظ سے تو دوامی اور مستقل ہیں کہ وہ اس سے کبھی الگ نہیں ہوتیں مگر ان کا ظہور و اظہار مستقل اور مسلسل نہیں ہوتا کہ وہ بعض افعالِ مخلوقات کے نتیجہ میں حرکت میں آتی ہیں۔ جبکہ اس کی صفاتِ جمالی مستقل و دوامی ہیں اور ان کا ظہور و وجود ہر وقت و ہر آن اس کی ذاتِ مطلق کے ساتھ وابستہ رہتا ہے اور جو اس سے کسی وقت جدا نہیں ہوتیں اور پھر وہ یک وقت موجود ہوتی ہیں اور اکثر و بیشتر بلکہ ہمیشہ ساتھ ساتھ ظہور میں آتی ہیں۔ تمام خدائی صفات میں اللہ، خالق اور رب کی یہی صورت ہے کہ وہ تین مرکزی صفات ہیں جو ذاتِ واحد و مطلق کے ساتھ مستقل وابستگی کے علاوہ باہمی طور سے بھی ایک گہرا اور لازمی ارتباط رکھتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی صفتِ رب (۸۱) کی اہمیت اور صفاتِ الوہیت، خالقیت اور ربوبیت کے باہمی مربوط و غیر ینفک ہونے کا اندازہ اس حقیقت سے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ ترین پیغمبر و بندے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو پہلی وحی حضرت جبریل امین علیہ السلام کے روحانی واسطے سے غارِ حرا میں نازل فرمائی اس میں انہیں تینوں صفات کے ذریعہ اپنا اولین تعارف اپنی زبان میں کرایا تھا :

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ

(پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے بنایا : سورہ العلق ۱)۔ اس آیتِ کریمہ میں اگرچہ لفظ اللہ موجود نہیں ہے تاہم واضح ہے کہ ”اسم“ سے وہی اور صرف وہی مراد ہے کہ اس کے سوا اس کا اور کوئی دوسرا نام اسمِ خاص نہیں جس سے وہ عربوں میں یا دوسری اقوام میں معروف ہوتا اور آج بھی اس کی ذات کا تعارف کرانے والا یہی نام ہے۔ پھر دوسری دو صفات رب اور خالق کی وضاحت سے صراحت موجود ہے۔ قرآن مجید کی اولین سورہ کا آغاز بھی اللہ کے نام نامی اسمِ گرامی اور اس کی صفتِ رب سے ہوتا ہے :

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

(سب تعریف اللہ کو ہے جو صاحب سارے جہان کا : سورہ الفاتحہ - ۱) یہاں اگرچہ لفظ خالق یا اس کی صفتِ خلق کا صریح ذکر موجود نہیں تاہم خالق کا مفہوم اس کی صفتِ رب میں مضمر ہے جیسا کہ ہم آگے چل کر واضح کریں گے۔ سر دست اتنا کہنا کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفتِ خلق پر جو بحث گذشتہ اوراق میں ہو چکی ہے اس سے واضح ہو چکا ہے اور ایک اور نظر ڈال لینے سے مزید صراحت ہوگی کہ بعض آیات میں صفتِ خلقِ الہی کو اس کی ربوبیت کا ابتدائی حصہ قرار دیا گیا ہے اور وہ رب ہونے کے ساتھ ساتھ خالق بھی ہوتا ہے خواہ صفتِ خلق کا ذکر صراحت کے ساتھ موجود ہو یا مضمر ہو یا سرے سے موجود نہ ہو (جیسا کہ سورہ فاتحہ کے آغاز میں موجود ہے۔ تمام صفاتِ الہی میں ربوبیت کا ذکر

اللہ تعالیٰ نے اس لئے سب سے پہلے کیا کہ وہ اس کی سب سے بڑی، سب سے اہم اور مستقل ترین صفت ہے اور اس کی دوسری صفات سے پہلے اور بعد میں بھی ظہور پذیر ہوتی رہتی ہے اور اس کی تمام مخلوقات کی زندگی کی ضمانت فراہم کرتی ہے۔ (۸۲)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت رب کو مختلف سیاق و سباق، گوناگوں معانی اور طرح طرح کے انداز میں استعمال کیا ہے۔ اولین وحی میں چونکہ خطاب براہ راست حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا اس لئے وہاں رَبُّكَ (تیرا رب) فرمایا جو محبت و تعلق کا خطاب ہے اور آپ کے ذاتی رب ہونے کا مفہوم بیان کرتا ہے۔ اس میں کتنی خوبصورتی، محبت اور عنایت کو بھر دیا گیا ہے جو انسانوں اور مخاطبوں میں اپنے رب کے تئیں جذبات محبت و تعلق پیدا کرتا ہے۔ اس ترکیب کا استعمال قرآن مجید کے دو سو بیالیس مقامات پر کیا گیا ہے (۸۳) جن میں سے بیشتر خطاب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ ترین بندے، رسول اعظم اور قرآن مجید کا مخاطب اول تھے (سورہ بقرہ ۳۰، ۱۴۷، ۱۴۹، آل عمران ۶۰، نساء ۶۵، مائدہ ۶۷، انعام ۸۳، ۱۰۶، ۱۱۲ اور اس سورہ کی متعدد آیات، اعراف ۱۳۷ وغیرہ، انفال ۵ وغیرہ، یونس ۱۹ وغیرہ، ہود ۱۷ وغیرہ، یوسف ۶ وغیرہ اور اسی طرح متعدد سورتیں) مگر کہیں کہیں دوسرے انبیائے کرام کی طرف نسبت و خطاب ہے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے اور رسول تھے۔ جیسے حضرت موسیٰ (بقرہ ۶۱، ۹-۶۸، مائدہ ۲۴، اعراف ۱۳۴، کہف ۸۲، طہ ۱۲، ۴۷، قصص ۳۲، زخرف ۴۹، نازعات ۱۹ وغیرہ)، حضرت زکریا (آل عمران ۴۱، مریم ۹)، حضرت عیسیٰ (مائدہ ۱۱۲) ان کی والدہ ماجدہ حضرت مریم (آل عمران ۴۲، مریم ۱۹، ۲۱، ۲۴) حضرت ابراہیم (ہود ۶۱ وغیرہ)، حضرت لوط (ہود ۸۱ وغیرہ) اور حضرت یوسف (یوسف ۶، ۴۲ وغیرہ) انبیاء کرام کے علاوہ بعض برگزیدہ شخصیات کے لئے بھی اس ترکیب کا استعمال ہوا ہے جیسا کہ انبیاء کرام کے ضمن میں حضرت مریم کا حوالہ آیا ہے۔ سورہ یوسف ۵۰ میں ملک مصر کے لئے سورہ زخرف ۷۷ میں داروغہ جہنم مالک کے لئے اور سورہ فجر ۲۸ میں نفیس مطمئنہ کے لئے استعمال ہوا ہے۔ غرض کہ اس ترکیب کا استعمال خصوصی تعلق و ربط اور محبت کے اظہار کے لئے ہوتا ہے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ کو اپنی دوسری مخلوقات عام طور سے اور انسان خاص کر محبوب ہے اور وہ ان سے بھی ایک خصوصی تعلق و ربط رکھتا ہے اس لئے اس نے انسانوں کو بھی مخاطب کر کے یا ان کی طرف اپنی صفت ربوبیت کی نسبت ضمیر جمع مخاطب کے ساتھ کی ہے چنانچہ قرآن مجید میں رَبُّكُمْ (تمہارا رب) کی ترکیب کل ایک سو اٹھارہ مقامات پر استعمال کی گئی ہے۔ (۸۴) ان میں عام بنی نوع انسان کو بھی خطاب ہے اور قرآن مجید کے اولین مخاطبین کو بھی۔ ان اولین مخاطبین کے ذریعہ ان کے معاصر انسانوں کو اور پھر ان کی نسلوں کو بھی خطاب کیا گیا ہے کہ وہ تمام انسانوں کا رب ذاتی ہے۔ (بقرہ ۲۱، ۷۶، ۱۳۹ وغیرہ، آل عمران ۵۱، ۵-۱۲۳ وغیرہ، نساء ۱، ۱۷۰، ۱۷۴

وغیرہ، انعام ۵۴، ۱۰۲ وغیرہ، اعراف ۳ وغیرہ، انفال ۹، یونس ۳ وغیرہ؛ ہود ۳ وغیرہ رعد ۲ وغیرہ متعدد سورتیں) عام انسانوں کے علاوہ بعض طبقات مومنین جیسے مسلمانانِ مکہ و مدینہ اور بنو اسرائیل وغیرہ گذشتہ اقوام جیسے عاد و ثمود وغیرہ کو بھی خطاب ہے۔ ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا ہے کہ وہ تمام انسانی طبقات کا رب ہے۔ اسی طرح قرآن مجید میں کئی مقامات پر تثنیہ رَبُّکُمَا (تم دونوں کا رب) استعمال کیا گیا ہے جو ایک مخصوص خطاب ہے اور ایک مطالعہ کے مطابق وہ تینتیس آیات میں مذکور ہوا ہے۔ یہ نسبت عام طور سے انسان و جن کی دو اصنافِ مخلوقات سے دی جاتی ہے یا حضرات آدم و حوا، حضرات موسیٰ و ہارون جیسے مخصوص و چیدہ بندوں سے۔ اسی طرح قرآن مجید میں بعض دوسری ضمیروں کی طرف بھی لفظ رب کی نسبت کی گئی ہے۔ چنانچہ رَبِّہ (اس مرد کا رب) اگر ۴، مقامات پر آیا ہے تو رَبَّہما (اس عورت کا رب) صرف نو مقامات پر۔ رَبَّہما (ان دونوں مردوں / عورتوں کا رب) کا لفظ صرف تین آیات میں وارد ہوا ہے تو ربِّہم (ان سب کا رب) کی ترکیب کا ذکر ایک سو پچیس بار آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مخصوص بندوں کی زبان سے ربی (میرا رب) ایک سو دس بار کہلوا کر اپنی ربوبیت کا خصوصی اعتراف کرایا ہے جبکہ ہمارا رب : ربنا ایک سو دس بار کہلوا کر اپنی ربوبیت کا عام و شامل اقرار کرایا ہے۔ یہاں اس حقیقت کا ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفتِ ربوبیت کی نسبت و اضافت کسی نہ کسی کی طرف ضرور کی ہے۔ صرف دو آیات ایسی ہیں جن میں لفظ رب ایک طرح سے بلا اضافت و نسبت استعمال ہوا ہے مگر وہاں اس کو کسی نہ کسی صفت سے مزید متصف کر دیا ہے مثلاً سورہ سبا ۱۵ میں ارشاد ہے :

كُلُوا مِنْ رِزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ ۖ طَائِفَةٌ طَيِّبَةٌ وَرَبُّ غَفُورٌ ۝

(کھاؤ روزی اپنے رب کی، اور اس کا شکر کرو، دیس ہے پاکیزہ اور رب ہے گناہ بخشتا) یہاں اگرچہ وہ آخر میں بلا نسبت و اضافت آیا ہے تاہم پہلے فقرہ میں اپنی اضافتِ عمومی کے ساتھ موجود ہے۔ دوسری سورت یس ۵۸ ہے :

سَلِّمْ قَوْلًا مِّن رَّبِّ رَّحِيمٍ

(سلام بولنا ہے رب مہربان سے) اللہ کی دوسری صفات اکثر و بیشتر بلا نسبت و اضافت استعمال ہوئی ہیں حتیٰ کہ اللہ اور خالق جو دوسری دو اہم ترین صفات ہیں وہ بھی کسی نہ کسی مقام پر بلکہ کئی جگہ بلا اضافت آئی ہیں جیسا کہ اوپر کے مباحث سے معلوم ہوتا ہے اور آئندہ بھی اس کا ثبوت ملے گا۔ رب کی مخلوق کی طرف نسبت و اضافت سے اللہ تعالیٰ ایک طرف تو اپنے تعلق و عنایتِ ربانی کا اظہار کرنا چاہتا ہے اور دوسری طرف اپنی اس صفتِ خاص کی عظمت و تسلسل اور اہمیت کو اُجاگر کرنا چاہتا ہے اور ساتھ ہی یہ وضاحت بھی کہ حقیقی رب صرف وہی اللہ تعالیٰ ہے اور باقی اربابِ جھوٹے ہیں :

وَلَا يَتَّخِذُ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللّٰهِ

(اور نہ پکڑیں آپس میں ایک ایک کو رب۔ سوا اللہ کے : آل عمران نمبر ۶۴)

اللہ رب العالمین ہے :

آغازِ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو رب العالمین (سارے جہانوں کا رب ، پالنے والا/پروردگار ، مالک اور صاحب) کہا ہے :

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

(سب تعریف اللہ کو ہے ، جو صاحب سارے جہان کا) اور اصلاً یہی اللہ تعالیٰ کی تعریف ہے کہ وہ سارے جہانوں کا رب ہے : وہ کسی ایک فرد ، مجموعہ افراد ، مخصوص طبقہ یا مجموعہ طبقات یا ایک عالم و جہان کا رب نہیں بلکہ وہ ان تمام جہانوں کا رب ہے جن کو اس نے تخلیق کیا یا جو ابھی عالمِ عدم میں ہیں یا جن کا علم صرف اسی کی ذات والاصفات کو ہے ۔ یہاں اور دوسرے متعدد مقامات پر جو لفظ رب اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال ہوا ہے اس میں خالق و مالک اور الہ و معبود کے معانی بھی شامل ہیں ۔ ان معانی کی کہیں قرآن مجید میں صراحت ملتی ہیں کہیں وہ مضمر ہے ظاہری معانی کے اندر ۔ وہ ذاتِ کامل و مطلق جو تخلیق کائنات کرتی ہے وہ اس کی پرورش اس کی تخلیق سے قبل بھی کرتی ہے اور اس کے بعد بھی اس کی پرورش کا عمل جاری رہتا ہے ۔ پھر وہ خالق و پروردگار کی حیثیت سے ان کا مالک و آقا بھی ہے اور یوں اس کو اپنی معبودیت کا حق حاصل ہے ۔ الہ و خالق کے گزشتہ مباحث میں گذر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی انہیں جامع الحیثیات صفات کے سبب اپنی الوہیت و معبودیت پر دعویٰ پیش کیا ہے اور انسانوں سے بالخصوص اور دوسری مخلوقاتِ عالم سے بالعموم اپنی الوہیت تسلیم کرنے اور اپنی عبادت و بندگی کرانے پر استدلال کیا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے دوسری جن آیاتِ کریمہ میں اپنے آپ کو رب العالمین قرار دیا ہے ان کے مطالعاتی تجزیہ سے بات مزید منبج ہوگی ۔

سورہ اعراف ۵۴ میں ارشاد فرماتا ہے :

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبَرَّكَ اللهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ○

(سن لو ، اسی کا کام ہے بنانا اور حکم فرمانا ، بڑی برکت اللہ کی ، جو صاحب سارے جہان کا۔) یہ اعلانِ خداوندی دراصل اللہ رب العالمین کے چھ دن میں آسمانوں اور زمین کے تخلیق کرنے ، عرش الہی پر متمکن ہونے ، رات و دن کو پے درپے لانے ، سورج ، چاند اور تاروں کو اپنے حکم و امر سے مسخر کرنے جیسے حقائق واضح کرنے کے بعد کیا گیا ہے ۔ ظاہر ہے کہ یہاں رب میں خالق ، پروردگار اور مالک و حاکم کے تمام معانی شامل ہیں کہ وہ خلق کے بعد اپنی مخلوق کائنات کی طرف سے غافل نہیں ہو جاتا بلکہ ان کی پرورش کرتا ، ان پر حکم چلاتا اور ان سے اپنا حکم منواتا اور اپنی عبادت کرواتا ہے ۔ اسی طرح سورہ غافر کی آیات ۶۱-۶۲ میں اللہ تعالیٰ نے کئی مقلدات پر اپنے آپ کو رب العالمین کہا ہے اور اپنی اس آفاقی اور عالمی ربوبیت کو اپنی خالقیت ، مالکیت ، صاجیت ، آقائی اور پروردگاری سے جوڑا ہے ۔ چنانچہ پہلے یہ واضح کیا کہ اللہ ہی جس نے تمہارے لئے رات وید سکون اور دن باعثِ روشنی بنایا اور وہ اکثر

لوگوں کے ناشکر گزار ہونے کے باوجود ان پر فضل کرتا رہتا ہے ۔ یہی تمہارا رب اللہ ہے جو ہر چیز کا خالق ہے اور اس کے سوا اور کوئی الہ نہیں پھر کہاں بھگتتے پھرتے ہو ۔ اسی نے تو زمین کو وجہ قرار اور آسمان کو چھت بنایا اور انسانوں کو بہترین صورت پر تخلیق فرمایا اور انہیں عمدہ عمدہ چیزیں رزق میں عطا کیں اور اس پوری تمہید حقائق کے بعد فرمایا :

ذَلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمُ فَتَبَرَّكُ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ

(وہ اللہ ہے رب تمہارا ، سو بڑی برکت ہے اللہ کی : جو رب ہے سارے جہان کا) ۔ اس آیت میں خالق و مالک ، پروردگار و آقا ، رازق و داتا ، الہ و معبود اور ملجا و ماویٰ ہونے کا پورا تصور موجود ہے ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب کوہ طور پر اپنی نبوت و رسالت سے سرفراز کیا تو ارشاد فرمایا :

يُمُوسَىٰ إِنِّي أَنَا اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ (القصص ۳۰)

(اے موسیٰ ! میں ہوں ، میں اللہ ، جہان کا رب) یہ ان سے اولین خطاب تھا اور اس کے بعد ان کو اپنی بعض مخصوص نشانیاں عطا فرمائی تھیں اور فرعون اور اس کی قوم کو ہدایت و ارشاد کرنے پر مامور فرمایا تھا۔ بعض دوسری آیات متعلقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنی الوہیت اور ربوبیت کا اظہار فرما کر اپنی مکمل اطاعت و بندگی کا حکم دیا تھا (ملاحظہ ہو سورہ طہ ۱۴، ۹۸، اور اس موضوع سے متعلق دوسری آیات کریمہ) اوپر سورہ غافر کی جن آیات کا حوالہ گذرا ہے ان میں بھی رب العالمین کو الہ واحد مان کر اس کی عبادت اور اس کی مکمل اطاعت کا حکم موجود ہے ۔ سورہ فصلت (طہ السجدہ) ۹ میں منکرین حق اور مشرکین کو سرزنش کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ تم اس ذات اقدس کا انکار و کفر کرتے ہو جس نے دو دنوں میں زمین کو پیدا کیا اور پھر اس کے لئے دوسروں کو شریکِ خدائی کرتے ہو۔

وَتَجْعَلُونَ لَهُٗٓ أَنْذَادًا ۚ ذَٰلِكَ رَبُّ الْعَالَمِينَ

(اور برابر کرتے ہو اس کے ساتھ اوروں کو؟ وہ ہے رب جہان کا) یہاں بھی خالق و مالک اور الہ کا تصور رب العالمین کے ساتھ لازم و ملزوم کی طرح وابستہ ہے ۔

متعدد دوسری آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے رب العالمین اسی و سمیع تر مفہوم میں استعمال کیا ہے ۔

سورہ جاثیہ ۷۷-۳۶ میں ارشاد فرمایا :

فَلِلَّهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ رَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

(سو اللہ کو ہے سب خوبی ، جو رب ہے آسمانوں کا ، اور رب ہے زمین کا، رب سارے جہان کا ۔ اور اسی کو بڑائی ہے آسمانوں میں اور زمین میں ، اور وہی ہے زبردست حکمت والا) ۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے پوری

صراحت کے ساتھ اپنے آپ کو آسمانوں اور زمین اور سارے جہانوں کا رب قرار دیا اور آسمانوں و زمینوں میں اپنی عظمت و بڑائی، حاکمیت و قدرت اور سلطنت کا اعلان کیا۔ ظاہر ہے کہ آسمان و زمین کی مملکت میں ہر کام، ہر واقعہ اور ہر شے اللہ تعالیٰ کے حکم و اذن سے رونما ہوتی ہے کہ وہی ان کا خالق و مالک، حاکم و مدبر اور پروردگار و قیّم ہے۔ یہاں تک کہ خواہش و ارادۂ انسانی بھی اسی کی اذن و منشا کا ماتحت و تابع ہے جیسا کہ سورہ تکویر ۲۹ میں فرمایا:

وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ○

(اور تم جیسی چاہو، کہ چاہے اللہ جہان کا صاحب)۔ قرآن مجید کی ان گنت آیات میں اللہ تعالیٰ نے قیامت و آخرت کے مالک ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ انہیں میں سے سورہ تطفیف ۶ بھی شامل ہے جس میں ارشاد فرمایا:

يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ○

(جس دن کھڑے رہیں لوگ، راہ دیکھتے جہان کے صاحب کی) قیامت کے دن کے ضمن میں رب العالمین کی صفت کا استعمال بڑا اہم اور معنی خیز ہے۔ قیام قیامت کا آغاز دنیائے فانی کی تباہی اور از سر نو دنیائے آخرت کی تعمیر سے ہو گا جب تمام باشعور و مکلف مخلوقات کو حساب کتاب کے لئے زندہ کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس دن خالق حیات دوائی ہو گا اور پھر لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کا حاکم ہو گا اور اس دن ظاہری اور باطنی ہر طرح کا اقتدار اللہ کے ہاتھ میں ہو گا کہ تمام مخلوقات اس کو مشاہدہ کی آنکھ سے دیکھ رہے ہوں گے، وہ اللہ بھی ہو گا کہ ہر ایک کا مرجع و ماویٰ اور معبود کل ہو گا اور جنت و جہنم کا فیصلہ کر کے ان کے رب ہونے کا ثبوت بھی فراہم کرے گا۔ رب العالمین کا یہ وسیع تر مفہوم بعض اور آیات قرآنی میں بھی پایا جاتا ہے جن کا ذکر اب آتا ہے۔

کئی آیات کتاب الہی میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید اور دوسری وحی الہی کو رب العالمین کی طرف منسوب کر کے تنزیل رب العالمین قرار دیا ہے۔ سورہ سجدہ ۲ میں ارشاد ہے:

تَنْزِيلُ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ

(اتار کتاب کا ہے، اس میں کچھ دھوکا نہیں، جہان کے صاحب کے)۔ سورہ واقعہ ۸۰-۷۷ میں فرمایا:

إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ ○ فِي كِتَابٍ مُكْنُونٍ ○ لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ○ تَنْزِيلٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ

(بے شک یہ قرآن ہی عزت والا، لکھا چھپی کتاب میں، اس کو وہی چھوتے ہیں جو پاک بنے ہیں، اتارا ہے جہان کے صاحب سے) اسی کی مزید تصدیق سورہ حاقہ ۴۰-۴۳ میں یوں کی:

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ○ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ○ قَلِيلًا مَّا تُوْمِنُونَ ○ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ○ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ○ تَنْزِيلٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○

(یہ کہا ہے ایک پیغام لانے والے سردار کا، اور نہیں یہ کہا کسی شاعر کا، تم تھوڑا یقین کرتے ہو، اور نہ کہا پریوں

والے کا، تم تھوڑا دھیان کرتے ہو، یہ اتارا ہے جہان کے رب کا)۔ آخری آیت کریمہ میں مشرکین عرب اور بالخصوص سردارانِ مکہ کے اس الزام کی پہلے تردید کی کہ یہ کلام کسی شاعر یا کاہن کا ہے اور پھر حتمی طور سے فرمایا کہ وہ رب العالمین کا کلام ہے۔ وحی الہی کو خواہ وہ قرآن مجید کی صورت میں ہو یا تورات و انجیل و زبور اور دوسرے صحف سماوی کی صورت میں اسی طرح تنزیل رب العالمین قرار دیا ہے خواہ الفاظ اتنے صریح نہ ہوں۔ چنانچہ متعدد آیات کریمہ سے جن میں انبیائے سابقین کا ذکرِ خیر اور ان کی دعوت و تبلیغ کا تذکرہ جمیل موجود ہے نسبت اسی رب العالمین کی طرف کی گئی ہے جو قرآن کریم کا اتارنے والا سارے جہانوں کا رب ہے۔ تنزیل کلام الہی کی نسبت رب العالمین کی طرف کرنے میں یہ مصلحت معلوم ہوتی ہے کہ وہ رب العالمین جو سارے جہانوں کی تخلیق، پرورش و پرداخت کا ذمہ دار ہے اور ان کا حاکم و مالک، آقا و مولیٰ ہے اور وہ جس طرح ان کی مادی ضروریات کی تکمیل، رزق کی فراہمی کے انتظامات کرتا ہے اسی طرح وہ ان کی روحانی ضروریات و مطالبات کا خیال کرتا ہے۔ اور چونکہ اس کی ہدایت کے بغیر ان کو صحیح راہ نہیں مل سکتی اس لئے وہ ان پر اپنی پروردگاری اور آقائی کے سبب اپنا کلام نازل کرتا ہے: سورہ شعراء نمبر ۲-۱۹۱

وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ○ وَإِنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعَلَمِينَ ○

(اور تیرا رب وہی ہے، زبردست رحم والا اور یہ قرآن ہے اتارا جہان کے صاحب کا) مزید ملاحظہ ہوں سورہ یونس نمبر ۳۷ وغیرہ۔

جس طرح رب العالمین کی حکمت و قدرت، الوہیت و ربوبیت اور حاکمیت کا تقاضا تھا کہ وہ انسانوں کی ہدایت کے لئے اپنے پاس کلام و کتاب اور وحی نازل کرے اسی طرح اس کا یہ بھی تقاضا تھا کہ وہ اس وحی ربانی اور کلام الہی کی افہام و تفہیم اور تشریح و تبیین اور تعمیل کے لئے رسولوں کو بھیجے تاکہ وہ اس پر عمل کر کے اپنی زندگی سے انسانوں کے لئے ایک قابلِ عمل ٹھوس نمونہ پیش کریں اور کسی کے لئے یہ مجالِ انکار نہ رہے کہ اس پر عمل اس کی طاقتِ بشری سے ماوراء ہے یا اس کا مقصود و مفہوم ان کی سمجھ اور عقل سے پرے ہے۔ قرآن مجید کی متعدد آیات کریمہ میں مختلف انبیائے کرام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ان کو رب العالمین کا رسول قرار دیا ہے یا ان کی اپنی زبان سے اس اہم حقیقت کا اظہار کرایا ہے۔ (۸۷) سورہ اعراف ۶۱، ۶۷ اور ۱۰۴ میں بالترتیب حضرت نوح، حضرت ہود اور حضرت موسیٰ کی زبان سے ان کی قوم کے سامنے اعلان کرایا:

إِنِّي رَسُولٌ مِّنْ رَبِّ الْعَلَمِينَ

(لیکن میں بھیجا ہوں جہان کے صاحب کا)۔ حضرت موسیٰ کے معجزاتِ ربانی دیکھ کر جب جادوگر ان قوم ایمان لے آئے تو انہوں نے بھی کہا تھا:

أَمَّا بِرَبِّ الْعَلَمِينَ (اعراف ۱۲۱)

(ہم نے مانا جہان کے صاحب کو) سورہ شعراء ۱۶ میں حضرات موسیٰ و ہارون دونوں نے اپنے آپ کو رب العالمین کا رسول کہا تھا۔ اور جب فرعون نے تجاہلِ عارفانہ سے کام لے کر رب العالمین کے بارے میں سوال کیا کہ وہ کیا ہے تو ان دونوں برگزیدہ رسولوں نے بتایا تھا کہ وہ ذاتِ مطلق ہے جو نہ صرف آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے بیچ کی دنیا کا رب ہے بلکہ وہ تمہارا اور تمہارے آباء و اجداد کا رب ہے اور وہ مشرق و مغرب کا بھی رب ہے چنانچہ ساحرانِ قوم اس رب العالمین پر ایمان لے آئے تھے (سورہ شعراء نمبر ۴-۲۳، ۲۶، ۲۸، ۴۷) حضرات نوح، ہود، صالح اور شعیب علیہم السلام نے اپنی قوم کو دعوت و تبلیغ کی اور کسی بد لے اور معاوضہ کا مطالبہ نہیں کیا کہ ان کے اجر کا معاملہ رب العالمین کے ہاتھ میں تھا :

وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ (شعراء ۸-۱۰۹)

(اور مانگتا نہیں میں تم سے اس پر کچھ نیک، میرا نیک ہے اسی جہان کے صاحب پر)۔ حضرت ابراہیم نے رب العالمین کے سوا جھوٹے معبودوں کو اپنا دشمن قرار دے دیا تھا (شعراء نمبر ۷۷)۔ غرضکہ متعدد آیات قرآنی میں رسولوں، نبیوں، صالحوں اور نیک بختوں کی زبان سے رب العالمین کی صفاتِ ستودہ کا اقرار موجود ہے (سورہ یونس ۱۰، شعراء ۹۸، نمل ۴۴، صافات ۸۷، غافر ۶۶، زخرف ۴۶، اور متعدد دوسری آیات)۔ ان تمام آیاتِ کریمہ میں اس امر کی وضاحت از خود ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت آفاقی اور لازمی ہے۔ وہ اس کی ذاتِ عالی کی ایک لازمی صفت ہے جس کا کسی دوسری شے سے یا مخلوقات کے ردِ عمل سے کوئی واسطہ نہیں۔ وہ اپنی ذات سے اپنی مخلوقات کا خالق و مالک و پروردگار و پالنے والا، ہادی و منزل، مُرسِل و منعم ہے۔ سارے جہانوں کا رب قرار دینے میں یہ حقیقت بھی پوشیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس طرح انسانوں، جانوروں اور جنوں کی اس کائنات کا رب ہے اسی طرح وہ عالم ملکوت کا رب ہے اور وہ ان تمام کائناتوں کا بھی رب ہے جن کو ہمارا علم محیط نہیں۔ اور اس معلوم کائنات اور غیر معلوم کائناتوں کی مخلوقات سے خواہ وہ باشعور و مکلف ہوں یا بے شعور و غیر مکلف اس کی صفت ”رب العالمینی“ کا ان کے کسی ردِ عمل سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کی تمام غیر مکلف مخلوقات اس کے احکام کی تعمیل سے سرتابی نہیں کر سکتی مگر مکلف مخلوقات کو تو دونوں طرح کا اختیار حاصل ہے اور قرآن مجید کے الفاظ ہی میں انسانوں میں سے اکثر ناشکر گزار و خطاء کار ہیں جو نہ صرف اس کی نعمتوں کا شکر نہیں کرتے بلکہ ان کو دوسروں کی طرف منسوب کرتے، شرک کرتے ہیں اور بہت سے ایسے ہیں جو اس کی ذات ہی کے منکر ہیں جبکہ اللہ رب العالمین کا حال یہ ہے کہ وہ انکی ایک خاص مدت تک پرورش کرتا جا رہا ہے کہ وہ اس کی رب العالمینی کا تقاضا ہے اور منکروں، کافروں اور مشرکوں کی سرکشی و سرتابی سے اس کی ربوبیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس حقیقت کی مزید وضاحت بعد میں رب کے مخلوقات سے مطالبات کے ضمن میں ملے گی۔ البتہ مومنین و شاکرین کے ضمن میں یہ بات یہیں سلسلہ کلام کے تعلق سے کہہ دینی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ پروردگارِ عالم ان کی پرورش و پرداخت ان کی اطاعت و فرمانبرداری اور

عبادت کے تناسب سے نہیں کرتا۔ اگر ایسا ہوتا تو نیک و متقی یا مومنوں و صالحوں کے لئے یہ دنیا قید خانہ اور بدکاروں اور کافروں کے لئے جنت نہ ہوتی۔ رب العالمین کی پرورش مخلوقات اس کی حکمت بالغہ اور علم لامتناہی پر مبنی ہے اور وہ جیسا کچھ جس کے لئے مناسب سمجھتا ہے انتظام کرتا ہے اور ہمارا محدود علم و حکمت اس کی مصالحت و حکم کو سمجھنے سے قاصر ہے۔

اپنی آفاقی ربوبیت کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح رب العالمین کہہ کر اُجا کر کیا ہے اسی طرح بعض آیات میں اس کو ایک دوسرے انداز میں واضح کیا۔ سورہ انعام ۱۶۴ میں ارشاد ہے :

وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ

(وہی ہے رب ہر چیز کا) اور یہ اس کی آفاقی اور عمومی صفت ہے اس کے علاوہ متعدد آیات میں رب کی نسبت و اضافت بعض مخصوص مخلوقات، ظروف اور اشیاء کی طرف بھی کی گئی ہے۔ سورہ اعراف ۱۲۲ میں خاص کر حضرات موسیٰ و ہارون کا رب کہا کہ فرعون کے سامنے جادوگروں کے اسلام لانے کے موقع پر اسی ترکیب کا تقاضا سیاق و سباق کلام کرتا ہے۔ کئی آیات میں اللہ تعالیٰ کو عرش الہی یا عرش عظیم کا رب کہا گیا ہے کہ کلام کا خاص تقاضا وہاں اسی کا ہے (سورہ توبہ ۱۲۹، انبیاء ۲۲، المومنون ۸۶، ۱۱۶، نمل ۲۶، زخرف ۸۲)، متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو آسمانوں اور زمین کا رب کہا ہے (سورہ رعد ۱۶، اسراء ۱۰۲، کہف ۱۴، مریم ۶۵، انبیاء ۵۶، شعراء ۲۴، صافات ۵، ص ۶۶، زخرف ۸۲، دخان ۷، جاثیہ ۳۶، ذاریات ۲۳، نبا ۲۷) کہیں کہیں ان دونوں کے درمیان (وَمَا بَيْنَهُمَا) کا اضافہ کر کے آسمانوں اور زمینوں کے درمیان کی تمام مخلوقات کو بھی شامل کر لیا ہے (جیسے سورہ مریم ۶۵، شعراء ۲۴ وغیرہ) کلام کے تقاضے اور مخاطبوں کی ذہنی ضرورت کے مطابق کہیں سات آسمانوں / آسمان کا رب کہا ہے (سورہ المومنون ۸۶، جاثیہ ۳۶) اور کہیں صرف زمین کا رب (رب الارض) کہنے پر اکتفا کیا ہے (سورہ جاثیہ ۳۶)۔ اللہ تعالیٰ نے ٹھوس مادی اجرام کے علاوہ بہت سی غیر مادی اشیاء کو بھی ربوبیت کا مصداق قرار دیا ہے۔ ان میں سے ایک جہات یا سمتوں کا معاملہ ہے چنانچہ متعدد آیات میں جہات مختلفہ کا رب بھی قرار دیا ہے جیسے رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ مشرق و مغرب کا رب (سورہ شعراء ۲۸، مزمل ۹)، رَبُّ الْمَشَارِقِ : رب مشرقوں کا (سورہ صافات ۵)،

رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ

مالک دو مشرقوں کا اور مالک دو مغربوں کا (سورہ رحمن ۱۷) اور کہیں رَبُّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ : مشرقوں اور مغربوں کا مالک (سورہ المعارج ۴۰) کہا ہے۔ ان کے علاوہ سورہ صافات ۱۸ میں اللہ تعالیٰ نے ایک اور غیر مادی شے کا رب اپنے آپ کو قرار دیا ہے اور وہ ہے رَبُّ الْعَرْشِ عِزَّتِ کا)۔ جبکہ سورہ نمل ۹۱ میں مکہ مکرمہ کا رب کہا ہے اور سورہ قریش ۳ میں اسے خانہ کعبہ کا رب (رَبِّ هَذَا الْبَيْتِ) اور سورہ الفلق ۱ میں رَبِّ الْفَلَقِ (صبح کا رب) کہا ہے اور سورہ ناس ۱ میں رَبِّ النَّاسِ (لوگوں کا رب) کہا ہے۔ (۸)

صفات و افعالِ رب العالمین:

یہ ایک ظاہر و باہر حقیقت ہے کہ مختلف آیاتِ قرآنی میں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفاتِ ربوبیت کو جو مختلف انداز میں اور مختلف اضافتوں اور نسبتوں کے ساتھ بیان کیا ہے وہ اس کی حکمتِ بالغہ، علمِ لامتناہی کے علاوہ مخاطبوں کی ذہنی کیفیات و نفسیاتی حالات اور اس کے مطابق کلامِ الہی کے سیاق و سباق میں بیان کیا ہے۔ اس سلسلہ میں اگر مذکورہ بالا آیاتِ مقدسہ میں مذکورہ صفاتِ ربوبیتِ الہی کے مختلف و گوناگوں استعمالات کا تجزیہ کیا جائے تو وہ ایک طرف تو کلامِ الہی کی حکمت اور بلاغت و فصاحت سے پردے اٹھائے گا اور دوسری طرف اس کے سامعین و قارئین کے دل و دماغ پر اس کی اثر انگیزی کی پر تیں کھولے گا۔ قرآن مجید میں جہاں کہیں اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیائے کرام یا صالحین و صالحات کے ضمن میں تیرا رب، تم دونوں کا رب، تم سب کا رب کہا ہے ظاہر ہے کہ وہ ان کے ساتھ ان کے رب کے خصوصی تعلق و کرم، عنایت و محبت اور لگاؤ کو ظاہر کرتا ہے۔ اسی طرح انسانوں، جنوں، اور دوسری مخلوقات کو جہاں مخاطب کیا ہے یا ان کے ضمن میں غائب کی ضمیر استعمال کی ہے وہاں بھی اسی تعلق کا جو ایک رب کو اپنے مربوب کے ساتھ ہوتا ہے اظہار کیا ہے۔ رب العالمین کی ترکیب استعمال کرنے میں اسکی عالمگیر ربوبیت کے اظہار کا مقصود مضمحل ہے۔ سورہ فاتحہ میں اللہ رب العالمین کو مطلق حمد کا سزاوار قرار دیا ہے کہ اس کے سوا کسی اور کو تعریف کا اصلاً حق نہیں کہ اسکی تمام صفات و کارناموں کا منبع و سرچشمہ وہ خود نہیں بلکہ اس کا رب ہے جو رب العالمین ہے لہذا تعریف و حمد اصلاً اسی کی ہے۔ سورہ انعام ۴۵ میں ظالموں کی جڑ کاٹنے اور انہیں تباہ و برباد کرنے کے بعد قرآن مجید نے اللہ رب العالمین کو تمام حمد و تعریف کا سزاوار قرار دے کر یہ واضح کیا کہ اصل مالک و مختار اور حاکم وہ ہے۔ اگر وہ چاہے تو ظالموں اور منکروں کو اس تباہ و برباد شدہ قوم کی مانند ہلاک و برباد کر دے اور اگر اس کی حکمت ان کو ڈھیل دینے کی مقتضی ہو جیسی کہ وہ مخاطب منکروں کے حق میں بظاہر اس وقت معلوم ہوتی ہے تو وہ ان کی رسی دراز کر سکتا ہے اور ان کے عذاب کو مؤخر کر سکتا ہے۔ سورہ یونس ۱۰ میں مومنوں کی دعا و دعویٰ کا خاتمہ اللہ رب العالمین کی حمد پر ہونا بتایا ہے کہ تمام حمد و تعریف کا سزاوار اصلاً وہی ہے اور ان کی کوششیں، آرزوئیں اور کامیابیاں اسی کی توفیق سے ارزانی ہوئی ہیں۔ اسی طرح سورہ زمر ۵۷ میں انسانوں اور ظالموں کے درمیان حق و انصاف کے ساتھ وہ فیصلہ کرتا ہے اور اپنے آپ کو رب العالمین قرار دے کر تمام تعریضات و حمد کا مستحق قرار دیتا ہے کہ ظاہر ہے کہ وہی فیصلہ کرنے والا ہے اور اس کا فیصلہ حق و انصاف پر مبنی ہوتا ہے اور چونکہ وہ انصاف کرتا ہے، کسی کے ساتھ ظلم نہیں کرتا اس لئے وہ تمام تعریف کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ سورہ غافر ۶۵ میں وہ انسانوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اللہ رب العالمین کی عبادت کریں اور اسی کو پورے اخلاص سے بلا شرکتِ غیر سے پکاریں کہ وہی تمام حمد کا سزاوار ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے انسانوں سے اپنی عبادتِ خالص، دوسروں سے اجتناب، شرک سے احتراز اور دین کو اس کے لئے، صرف اسی کے لئے خالص کرنے کا جو مطالبہ کیا

ہے وہ ان کے خالق و مالک، آقا و مربی، پروردگار و پالنے والا، حاکم و فیصل کی حیثیت سے کیا ہے۔ اس پر مزید گفتگو ذرا بعد میں آئے گی۔ سورہ جاثیہ ۳۶ میں اس رب العالمین کے لئے حمد و تعریف کو مخصوص کیا گیا جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ ان کا صرف خالق و صانع ہی نہیں بلکہ ان کو قائم رکھنے والا، ان کے نظام کو درست رکھنے والا، ان کو انسانوں کے لئے مسخر کرنے والا اور ان کی پرورش و پرداخت کرنے والا ہے اور اس لحاظ سے وہ ہر تعریف و حمد کا مستحق ہے۔ کئی آیات مثلاً سورہ زمر ۵۷، سورہ غافر ۷ اور سورہ شوریٰ ۵ میں عرش الہی اٹھانے والے اور اس کے گرد جمع ہوئے فرشتوں کو رب العالمین کی تسبیح و تحمید کرتے ہوئے بتایا ہے کہ اولاً تو ان کا کام ہی یہی ہے اور ثانیاً تقرب الہی کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنے رب کی حمد کرتے رہیں کہ ان کو اتنا عظیم مقام بخشا اور اپنی قربت کی سعادت سے نوازا۔ ظاہر ہے کہ فرشتہ خصلت مومنوں کو جب آیات الہی کی تذکیر کی جاتی ہے تو وہ سجدہ ریز ہو جاتے ہیں اور اپنے رب کی حمد بیان کرتے، اس کی تسبیح پڑھتے ہیں اور کسی طرح کا گھمنڈ نہیں کرتے کہ ان کی بندگی کا یہی تقاضا ہے جو تقاضائے دل و جان ہے (سورہ سجدہ ۱۵)۔ اسی بنا پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی سنت کی متابعت میں مسلمانوں کو متعدد آیات میں اللہ رب العالمین نے حکم دیا ہے کہ وہ اس کی تسبیح و تحمید کریں (سورہ الحجر ۹۸)، طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے قبل تسبیح و تحمید کریں (سورہ طہ ۱۳۰، ق ۲۹)، صبح و شام اپنے رب کے حمد کی تسبیح پڑھیں (سورہ غافر ۵۵)، کھڑے ہوں تو اس کی تسبیح پڑھیں (سورہ طور ۲۸) اور جب آخری فتح ہو جائے اور زندگی کا اصل کام پورا اور مقصد حیات مکمل ہو جائے تو تسبیح و تحمید کریں کہ یہی آخری فرض باقی رہ جاتا ہے جسے موت سے پہلے پورا کر دیں (سورہ نصر ۲)۔ (۸۹)

رب العالمین رحمن و رحیم ہے :

اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت ربوبیت کو اپنی بعض اور صفات کے ساتھ جوڑا ہے اور رب کے اس طرح بعض اور معانی کی تشریح کی ہے۔ اگرچہ اوپر کے مباحث میں اس کا ذکر آچکا ہے مگر یہاں رب کی مناسبت سے ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ ایک اہم نکتہ اس ضمن میں یہ ذہن نشین رہنا ضروری ہے کہ کہیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض صفات کو رب کے ساتھ مربوط کیا ہے اور کہیں اپنے افعال کو جو بعض حالات میں اس کی صفات ہی کے دائرے میں آتے ہیں۔ پہلے ہم ان لازمی صفات کا ذکر کریں گے جن کا بطور افعال صفت ربوبیت کے ساتھ امتزاج نہیں کیا ہے۔ ان میں سب سے اہم صفت رحیم ہے (۹۰) جس کا حوالہ اوپر سورہ یس ۵۸ میں گزرا ہے۔ اور اسی رحمت الہی کا ایک شاندار مظاہرہ اس کی مغفرت ہے جس کا ذکر سورہ سبا ۱۵ کے حوالہ سے ہو چکا ہے۔ دراصل یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین صفات ہیں جن پر بحث مفصل ذرا بعد میں آئے گی۔ متعدد آیات میں رب کی صفت خلق کے ساتھ آمیزش کی گئی ہے اور اس کا بھی ذکر اوپر گزر چکا ہے۔ لیکن متعدد آیات میں رب کو رحمت والا اور خالق جس طرح بتایا گیا ہے ان کی تھوڑی سی تفصیل یہاں بھی ضروری معلوم ہوتی ہے۔ سورہ انعام ۱۳۳ میں ارشاد ہے :

وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ (اور تیرا رب بے پروا ہے، رحم والا)۔ رب کریم کی صفتِ غنا اور رحمت سے یہاں اس سیاق میں جوڑا ہے کہ وہ انسانوں کے افعال و اعمال سے غافل نہیں اور اگر وہ انسانوں کے کسی طبقہ کے افعال سے کُلی طور پر ناخوش ہو جائے تو وہ ان کی جگہ دوسرے انسانوں کو پیدا کر سکتا ہے۔ کیونکہ وہ گناہکاروں، منکروں اور مشرکوں کو ان کی بغاوت کے سبب زبردست عذاب دینے والا اور جلد عتاب کرنے والا ہے مگر اس کے ساتھ مومنوں اور توبہ کرنے والوں کے لئے سراپا رحم و مغفرت بھی ہے: إِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ (انعام ۱۶۵) تیرا رب شتاب کرتا ہے عذاب، اور وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

لیکن شرط یہی ہے کہ وہ مجبور ہو اور وہ خدا کا باغی اور اس کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرنے والا نہ ہو تو پھر وہ معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (انعام ۱۴۵)

پھر جو کوئی عاجز ہو، نہ زور کرتا، نہ زیادتی، تو تیرا رب معاف کرتا ہے مہربان۔

اللہ تعالیٰ نے بطور رب اپنے غفور رحیم ہونے، مہربان و رحمت والے ہونے کا ذکر متعدد دوسری آیات میں کیا ہے (بقرہ ۲، ۵۴، ۱۲۸ میں بالترتیب التَّوَّابُ الرَّحِيمُ) (معاف کرنے والا مہربان) رب کے لئے حضرت آدم، حضرت موسیٰ کے مشرک پیروؤں اور حضرات ابراہیم و اسمعیل کی توبہ و انابت کے ضمن میں استعمال کیا گیا ہے۔ جبکہ آیت ۱۶۰ میں عام توبہ کرنے والوں کے ضمن میں اسی رب کو تَوَّابُ رَّحِيمٌ کہا ہے۔ اسی مفہوم میں سورہ توبہ ۱۰۴، ۱۱۸ وغیرہ میں ان دونوں صفات کا استعمال ہوا ہے) جن آیات کریمہ میں رب کے ساتھ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (بخشنے والا مہربان) کی صفات استعمال ہوئی ہیں ان کی تعداد بھی کافی ہے (سورہ انعام ۱۴۵، ۱۶۵، اعراف ۱۵۳، ۱۶۷، ہود ۴۱، یوسف ۵۳، ۹۸، ابراہیم ۳۶، نحل ۱۱۰، ۱۱۹، قصص ۱۶، یس ۵۸، حشر ۱۰ وغیرہ)۔ یہاں ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ سورہ سبا ۲ میں ان دونوں صفات کی ترتیب الٹ کر خاص مقصد سے الرَّحِيمُ الْغَفُورُ کہا ہے جو نادربات ہے۔ متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے بطور رب اپنے لئے رُؤُفٌ رَّحِيمٌ (بڑا شفقت والا مہربان) کی صفات استعمال کی ہیں (سورہ نحل ۷، ۴۷، حدید ۹، حشر ۱۰)۔ جبکہ سورہ ہود ۹۰ کی ایک آیت میں رب کے ساتھ رَّحِيمٌ رُؤُفٌ (مہربان ہے محبت والا) کی صفات بیان کی ہیں اور سورہ بروج ۱۴ میں رب کے لئے اور دوسری صفات و افعال کے علاوہ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (بخشتا محبت کرتا) استعمال ہوا ہے۔ رب العالمین کے لئے صفتِ رحیم کے ساتھ بعض اور دوسری صفات کا ارتبط بھی کیا ہے ان میں سے متعدد آیات میں الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (زبردست رحم والا) کا امتزاج ملتا ہے (سورہ شعراء ۹، ۶۸، ۱۰۴، ۱۲۲، ۱۴۰، ۱۵۹، ۱۷۵، ۱۹۱) ان تمام آیات کریمہ میں بالترتیب جلیل القدر انبیائے کرام حضرات موسیٰ، ابراہیم، نوح، ہود، صالح، لوط، شعیب اور محمد علیہم السلام کی نافرمان قوم کی تباہی اور فرما تیردار پیروؤں کی نجات کے حوالے سے یہ اوصاف حمیدہ استعمال کی گئی ہیں۔ (۹۱) اللہ تعالیٰ نے بطور رب اپنے لئے کئی مقامات پر اَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ (سب سے زیادہ رحم کرنے

والا) کی صفت بھی استعمال کی ہے۔ چنانچہ سورہ اعراف ۱۵۱ میں کوہ طور سے حضرت موسیٰ کی واپسی اور ان کی عدم موجودگی میں قوم کے شرک میں مبتلا ہونے پر حضرت ہارون سے مواخذہ کرنے کے بعد بارگاہ ایزدی میں جو دعا کی تھی اس کے الفاظ ہیں:

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِإِخِيْ وَأَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ ۖ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّحِيْمِيْنَ ۝

(اے رب! معاف کر مجھ کو، اور میرے بھائی کو، اور ہم کو داخل کر اپنی رحمت میں، اور تو ہے سب سے زیادہ رحم کرنے والا)۔ یہی دعا حضرت ایوب نے اپنی مصیبت میں اس طرح کی تھی:

وَإِيُّوبَ إِذْ نَادَى رَبَّهُ أَنِّىْ مَسَّنَى الضُّرُّ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّحِيْمِيْنَ ۝

(اور ایوب نے جس وقت پکارا اپنے رب کو، کہ مجھ کو پڑی ہے تکلیف، اور تو ہے سب رحم والوں سے رحم والا: سورہ انبیاء ۸۳)۔ رحم و مغفرت کی مزید مثالوں کے لئے ملاحظہ ہوں سورہ انعام ۱۴۷، رد ۶، کہف ۵۸، فصلت ۷۳ وغیرہ۔

پروردگارِ عالم کی رحمت کا باب بہت وسیع ہے اور اسی کے تناسب سے اس کا ذکر قرآن مجید کی بہت سی آیات میں آیا ہے۔ یہاں صرف ان آیات کریمہ کا جائزہ پیش کیا جا رہا ہے جہاں رحمت کی نسبت اسمِ اعظم اللہ کے بجائے صفتِ رب کی طرف کی گئی ہے۔ سورہ بقرہ کی آیات ۱۵۷، ۱۷۸ اور ۲۱۸ میں رحمتِ ربانی کی بارش کا ذکر ان لوگوں کے ضمن میں کیا گیا ہے جو مصیبت میں استقامت پر رہتے ہیں اور اس کی رحمت کی آرزو کرتے ہیں۔ سورہ آل عمران ۸ میں دلوں کی کجی دور کرنے اور ہدایت کے بعد گمراہی کرنے کے ضمن میں رحمتِ رب کا ذکر ہے۔ سورہ انعام ۵۴ میں ایک انتہائی اہم اعلان اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا:

وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا فَقُلْ سَلَمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۚ أَنَّهُ مَن عَمِلَ مِنكُمْ سُوءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنۢ بَعْدِهِ وَأَصْلَحَ فَإِنَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ

(اور جب آویس تیرے پاس ہماری آیتیں مانتے والے، تو کہہ، سلام ہے تم پر، لکھی ہے تمہارے رب نے اپنے اوپر مہر کرنی، کہ جو کوئی کرے تم میں برائی نادانی سے، پھر اس کے بعد توبہ کی اور سنوار پکڑی، تو یوں ہے کہ وہ ہے بخشنے والا مہربان) اسی سورہ کی بعض اور آیات میں بھی اس کی رحمت وسیع کا ذکر آیا ہے۔ سورہ اعراف ۵۶ میں وعدہ فرمایا:

إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ

(بے شک مہر اللہ کی نزدیک ہے، نیکی والوں سے)۔ متعدد آیات میں رسولوں پر رب کریم نے اپنے فضل و کرم اور رحمت کرنے کا اعلان کیا ہے (سورہ اعراف ۷۲، اسراء ۲۸، ۷۷، مریم ۲، قصص ۴۶، ۸۶)۔ ان آیات میں انبیاء کرام

کے کافروں کے ظلم سے نجات پانے یا عذاب سے بچنے، یا مثبت انداز میں دوسرے انعاماتِ الہی سے جن میں فضلِ خاص، نبوت و رسالت اور آیات سے سرفرازی بھی شامل ہے فیضیاب ہونے کا حوالہ دیا گیا ہے۔ (اسی طرح ربِ کریم نے کتابوں اور صحیفوں کو نازل کرنے کو یا ان کی آیاتِ کریمہ کو نسخہٴ رحمت قرار دیا ہے) (سورہ اعراف ۱۵۴، ۲۰۳، ہود ۲۸، ۶۳ وغیرہ۔ متعدد آیات میں قرآن مجید، تورات و انجیل اور دوسرے صحیفِ سماوی میں رحمتِ ربانی کے مندرج ہونے کا واضح یا مضمحل ذکر کیا ہے) اپنے نیک بندوں کو اپنی رحمت کی بشارت دی ہے (سورہ توبہ ۲۱، کہف ۱، ۸۲، ۹۹ نیز ملاحظہ ہو۔ اعراف ۱۵۱، یونس ۸۶، نمل ۱۹، اسراء ۵۷، کہف ۱۶، جاثیہ ۳۰) سورہ مومنون ۱۰۹، ۱۱۸ میں ربِ کریم کے لئے، خیر الراحمین (بہترین رحم کرنے والا) استعمال ہوا ہے۔ بہت سے ایسے ناشکر گزار بندے ہیں کہ ان کا رب ان کو تکالیف سے اپنی میکراں رحمت کے سبب نجات دیتا ہے تو وہ پھر سرکشی پر تل جاتے ہیں۔ (سورہ یونس ۲۱، روم ۳۳، احزاب ۱۷، زخرف ۳۲) اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی نجات ان کی اپنی ترکیبوں کی بدولت حاصل ہوئی ہے۔ اور اس کی رحمت سے صرف گمراہ ہی مایوس ہوتے ہیں (سورہ حجر ۵۶)۔ (۹۲)

بعض اہم صفاتِ الہی و ربانی :

دوسری صفات جو ربِ کریم کے لئے قرآن مجید میں استعمال ہوئی ہیں وہ کم و بیش وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے لئے آتی ہیں۔ چنانچہ مختلف مقامات پر کہا گیا ہے کہ تمہارا رب اللہ و معبود ہے (حود ۱۱۹ اور متعدد آیات)، خالق و صانع ہے (اعراف ۵۴، حجر ۲۸، کہف ۴۸، انبیاء ۵۶، قصص ۶۸، ص ۷۱ اور متعدد دوسری)، وہ مالک و آقا و معبود ہے (انعام ۱۶۲) عالم و سمیع و بصیر اور حاضر و ناظر ہے (انعام ۸۳، ۱۱۷، ۱۱۹، ۱۲۸، یونس ۴۰، ۶۱، نمل ۱۲۵، اسراء ۱۷، ۵۵، نمل ۷۲، ۷۸، قصص ۶۹، احزاب ۲، سبا ۲۱، فصلت ۵۳، وغیرہ) عزیز و غفار ہے (نمل ۷۸، ص ۶۶، نوح ۲۸ اور مائدہ ۲۵ وغیرہ)، وکیل و قادر ہے (اسراء ۶۵، مزمل ۹/ معارج ۴۰، فرقان ۴۵، ۵۴ وغیرہ) زندگی اور موت کا مالک ہے (بقرہ ۲۶۰ وغیرہ)، بادی اور موفق ہے (بقرہ ۹-۶۸، انعام ۷۱، ابراہیم ۴۰، طہ ۲۵، مومنون ۲۹، نمل ۱۹، فرقان ۳۱، سبا ۸۰، احقاف ۱۵ وغیرہ) نجات دہندہ ہے (حود ۴۵، یوسف ۳۳، مومنون ۹۴، شعراء ۱۶۲، قصص ۲۱، تحریم ۱۱ وغیرہ) وہ پناہ گاہ اور لمجا و ماویٰ ہے (حود ۴، وغیرہ)، ناصر و مددگار ہے (مومنون ۲۶، ۳۹، عنکبوت ۱۰، ۳۰، نجم ۲۲ وغیرہ)، حاکم و قاضی اور فیصلہ کرنے والا ہے (حود ۱۱۰، انبیاء ۱۲، یونس ۹۳، نمل ۱۲۴، اسراء ۲۳، سجدہ ۲۵ وغیرہ)، فعال اور جو چاہے سو کرنے والا ہے (انعام ۱۱۲، انفال ۵، یونس ۹۹، حود ۸-۱۰، ۱۱۸ وغیرہ) دعا سننے والا ہے (مریم ۴ وغیرہ) اولاد دینے والا ہے (آل عمران ۳۵، ۳۸، ۴۰، مریم ۶، ۸، انبیاء ۸۹ وغیرہ) منعم و معطی اور مہذب فیض ہے (اسراء ۲۰، ۷۷، قصص ۱۷، دخان ۵۷ وغیرہ)۔ جزا و سزا، حساب کتاب کا مالک ہے (انعام ۱۶۸، اعراف ۱۶۷، حود ۱۱۱، ۱۱۹، شعراء ۱۰۹، رعد ۶، حجر ۹۲، کہف ۳۶ وغیرہ) بادشاہت دینے والا ہے (یوسف ۱۰۱، ص ۳۵ وغیرہ) گمراہ کرنے والا (مائدہ ۶۴،

۶۸ وغیرہ) اور ہلاک کرنے والا ہے (انعام ۱۳۱، اعراف ۵۵، حود ۸۳، ۲-۱۰۱، ۱۱۷، قصص ۵۹، نوح ۲۶ وغیرہ) وہ نظروں سے اوجھل، ادراک سے ماوراء (اعراف ۱۳۳) اور پاک ہے (صفہ ۱۸۰، زخرف ۸۲)۔ غرضیکہ وہ مجموعہ صفاتِ حسنہ مطاقہ ہے اور اس کی صفات بقول اسی کے حد و شمار سے پرے اور انسانی علم و فہم سے ماوراء ہیں۔ (۹۳)

اللہ تعالیٰ ہی رازق ہے :

رب کا لغوی اور بنیادی مفہوم و معنی پرورش کرنے والے اور پروردگار کے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس بنیادی مفہوم پر بہت زور دیا ہے اور اسی سے اپنی بہت سی دوسری صفات پر استدلال کیا ہے۔ رب کے دوسرے تمام معانی دراصل اسی بنیادی مفہوم کی توسیع و استنباط ہیں۔ چنانچہ وہ ذاتِ مطلق جو پرورش و پرداخت کرتی ہے وہ خالق بھی ہے اور مالک بھی، وہی آقا و مولیٰ اور ماویٰ و مرجع بن جاتی ہے کہ وہ رزق رساں اور حیات بخش ہے۔ وہ رب کریم اپنی انہیں عنایاتِ منعمانہ سے الہ و معبود بھی ہے اور ہادی و مہدی بھی۔ غرضیکہ بہت سی صفات اسی پروردگار کے لغوی اور بنیادی معنی سے مستنبط ہوتی ہیں۔ لہذا رب اور اس کی ربوبیت کا تعلق رزق رسانی اور رزق سے بہت قریبی حد تک جڑا ہوا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے بطور رب اپنے رازق ہونے کا ذکر بہت تفصیل و صراحت کے ساتھ کیا ہے۔ (۹۴) اوپر کے مباحث میں بھی ہم نے متعدد بار کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تین صفات خالقیت، ربوبیت اور الوہیت ایسی ایک دوسرے کے ساتھ مربوط و منسلک اور ہم آہنگ ہیں کہ ان کو ایک دوسرے سے جدا کرنا ممکن نہیں۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے رازق ہونے کا ذکر کیا ہے وہاں یہ تینوں صفات کمالیہ اکثر و بیشتر ساتھ ساتھ پائی جاتی ہیں ورنہ رزق رسانی کو اللہ یا خالق کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ لہذا یہاں تکرار سے بچنے کی خاطر ان تینوں بنیادی صفاتِ الہی کے حوالے سے رزق رسائی رب پر بحث کی جا رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں صیغہ واحد غائب یا جمع متکلم میں مطلقاً رزق عطا کرنے کا ذکر کیا ہے (بقرہ ۲۵۴، انعام ۴۲، روم ۱۰، ۲۸، منافقون ۱۰، نیز ملاحظہ ہو سورہ نساء ۲۹، انعام ۱۴۰، ۱۵۱، انفال ۳، رعد ۲۲، ابراہیم ۳۱، نحل ۵۶، اسراء ۳۱، حج ۳۵، قصص ۵۴، سجدہ ۱۶، فاطر ۲۹ وغیرہ)

ان آیات کریمہ میں صرف انسانوں کو رزق عطا کرنے کا ذکر ہے اور اس کی مزید تفصیل نہیں کی ہے۔ مگر بہت سی دوسری آیات میں رزق حلال و طیب اور پاکیزہ و صاف روزی کی صفت سے اس کو متصف کیا ہے (سورہ بقرہ ۱۶۸، مائدہ ۸۸، نحل ۱۱۴ / طَبِیَّاتٍ مَّا رَزَقْنَاکُمْ = ستھری چیزیں جو دیں ہم نے تم کو، بقرہ ۵۷، ۱۷۲، نساء ۱۶۰، مائدہ ۴، ۷۷، اعراف ۳۲، ۱۵۷، ۱۶۰، انفال ۲۶، یونس ۹۳، نحل ۷۲، اسراء ۷۰، طہ ۸۱، مومنون ۵۱، غافر ۶۴، جاثیہ ۱۶، وغیرہ وغیرہ) ان آیات کریمہ میں کہیں تو رزق کے ساتھ لفظ طبیات لکایا ہے اور کہیں صرف صفت پر اکتفا کی ہے کہ اس سے رزق کا مفہوم خود بخود سمجھ میں آ جاتا ہے۔ اسی طرح مختلف تعبیرات بھی استعمال کی ہیں جن کا مطلب و

مفہوم ایک ہی ہے۔ مثلاً رَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ (روزی دی تم کو ستھری چیزیں) کَلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ (کھاؤ ستھری چیزیں، جو دیں ہم نے تم کو رَزَقْنَاكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ) اور کھانے کو دیں (ان کو) ستھری چیزیں) اور

رَزَقَكُمْ اللّٰهُ مُحَلَّالًا طَيِّبًا

(جو اللہ نے دیا حلال ستھرا)۔ ظاہر ہے کہ ان مختلف آیات میں تعبیرات لفظی کا فرق ضرور ہے مگر ان کا مفہوم و مطلب یکساں ہے۔ اسی طرح کہیں رزق کے ساتھ کوئی دوسری صفت بھی استعمال کی ہے جیسے سورہ حود ۸۸ میں فرمایا:

وَرَزَقْنِي مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا

(اور اس نے روزی دی مجھ کو نیک روزی) اسی صفت کو دوسری جگہ بھی استعمال کیا ہے (سورہ حج ۵۸، نحل ۷۵) رزق کریم کے لئے ملاحظہ ہو: انفال ۴، ۴، حج ۵۰، نور ۲۶، سبا ۴، احزاب ۳۱ وغیرہ)۔ (۹۵)

نوع رزق

اللہ رب العالمین نے متعدد آیات میں رزق کی جنس اور قسم کا بھی واضح ذکر کیا ہے۔ سورہ اعراف ۵ میں پانی کو رزق فرمایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے ضمن میں خصوصی رزق من و سلویٰ عطا فرمانے کا تذکرہ کیا:

وَأَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّاءَ وَ السَّلْوٰی ۚ كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ

(اور اتارا تم پر من و سلویٰ۔ کھاؤ ستھری چیزیں جو دیں ہم نے تم کو)۔ اس مخصوص روزی کے عطیہ کا ذکر کئی اور آیات میں کیا ہے (سورہ اعراف ۱۶۰، طہ ۸۰ اور ہر جگہ اس کے اتارنے کا ذکر کیا ہے) سورہ بقرہ ۱۲۶ میں ہر قسم کی پیداوار (ثمرات) سے رزق عطا کرنے کا حوالہ ہے:

رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ

(اے رب کر اس کو شہر امن کا، اور روزی دے اس کے لوگوں کو میوے) ثمرات اور میووں سے مراد ہر قسم کی پیداوار ہے محض میوے یا پھل نہیں۔ دعائے ابراہیمی اور وعدہ ربانی کا حوالہ سورہ ابراہیم ۳۷ میں مزید یوں کیا ہے:

وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ

(اور روزی دے ان کو میووں سے، شاید یہ شکر کریں)۔ انسان کی دعا کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت مطلقہ کے سبب ثمرات کا رزق اپنے بندوں کو عطا فرمایا۔

وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۖ (البقرہ ۲۲)

(اور اتارا آسمان سے پانی، پھر نکالے اس سے میوے، کھانا تمہارا)۔ ثمرات کا ذکر بعض دوسری آیات میں اسی انداز میں کیا گیا ہے (بقرہ ۱۲۶، ۱۵۵، ۲۶۶، اعراف ۵۷، ۱۳۰، رعد ۲، ابراہیم ۳۲، ۲۷، نحل ۶۹، قصص ۵۷، فصلت ۴۷، یس ۳۲ وغیرہ) پھر کہیں تصریح کی کہ مختلف رنگوں کے ثمرات پیدا کئے: فَأَخْرَجْنَا بِهِ ثَمَرَاتٍ مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهَا (فاطر ۲۷) اور کہیں ان کی اقسام کی تفصیل بیان کی:

يُنْبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُونَ وَالنَّخِيلَ وَالْأَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ ۗ (النحل ۱۱)

(اکاتا ہے تمہارے واسطے اس سے کھیتی۔ اور زیتون اور کھجوریں اور انگور اور ہر قسم کے میوے)۔ اسی سورہ ۶۷ میں مزید تصریح فرمائی:

وَمِنْ ثَمَرَاتِ النَّخِيلِ وَالْأَعْنَابِ تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَرًا وَرِزْقًا حَسَنًا

(اور میووں سے کھجور کے، اور انگور کے، بناتے ہو اس سے نشہ اور روزی خاص)۔ دنیاوی ثمرات کے علاوہ آخرت میں اللہ تعالیٰ اپنے نیک اور جنتی بندوں کو اسی طرح طرح طرح کے ثمرات عطا فرمائے گا:

كُلَّمَا رُزِقُوا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِزْقًا ۖ قَالُوا هَذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَأَتُوا بِهِ مُتَشَابِهًا (سورہ البقرہ ۲۵)

(جس بار ملے ان کو وہاں کا کوئی میوہ کھانے کو، کہیں یہ وہی ہے جو ملتا تھا ہم کو آگے اور ان کے پاس وہ آوے گا ایک طرح کا)۔ اسی بات کو سورہ محمد ۱۵ میں یوں فرمایا:

وَلَهُمْ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ

(اور ان کو وہاں سب طرح کے میوے، اور معافی ہے ان کے رب سے)۔ ثمرات کے رزق کی تفصیل اللہ رب العالمین نے بعض اور آیات کریمہ میں کی ہے۔ (۹۶)

مقاماتِ رزق :

اللہ تعالیٰ نے بعض آیات میں ان مقامات کی نشاندہی کی جہاں سے وہ اپنے بندوں کو رزق عطا فرماتا ہے۔

سورہ نمل ۶۳ میں ہے :

وَمَنْ يَرْزُقْكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۖ ؕ ؕ إِلَهُ مَّعَ اللَّهِ ۚ

(اور کون روزی دیتا ہے تم کو آسمان سے اور زمین سے، اب کوئی حاکم ہے اللہ کے ساتھ)۔ اسی بات کو سورہ سبا ۲۳

اور سورہ فاطر ۳ میں بالترتیب مختلف طریقے سے یوں فرمایا:

قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ قُلْ اللَّهُ

(تو کہہ، کون روزی دیتا ہے تم کو، آسمانوں سے اور زمین سے؟ بتا کہ اللہ)

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللَّهِ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَانْصُرُوهُ فَأَنْتُمْ تَكُونُونَ
(کوئی ہے بنانے والا اللہ کے سوا؟ روزی دیتا ہے تم کو آسمان اور زمین سے، کوئی حاکم نہیں مگر وہ، پھر کہاں سے
اٹے جاتے ہو)۔ آسمان میں انسانوں کی روزی کا ایک حوالہ سورہ ذاریات ۲۲ میں یوں ہے :
وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ
(اور آسمان میں ہے روزی تمہاری، اور جو کچھ تم سے وعدہ کیا) سورہ ملک ۱۵ میں زمین کو انسانوں کی روزی کا مقام
و منیع بتایا ہے :

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ ذُلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِنْ رِزْقِهِ ۚ وَإِلَيْهِ النُّشُورُ ○
(وہی ہے جس نے کیا تمہارے آگے زمین کو پست، اب پھر اس کے کندھوں پر، اور کھاؤ کچھ روزی دی اس کی،
اور اسی کی طرف جی اٹھنا ہے)۔ اور سورہ اسراء ۷۰ میں بحر و بر کو انسان کی روزی کا سرچشمہ بنایا:
وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا
تَفْضِيلًا ○

(اور ہم نے عزت دی ہے آدم کی اولاد کو، اور سواری دی ان کو جنگل اور دریا میں، اور روزی دی ہم نے ان کو
ستھری چیزوں سے، اور زیادہ کیا ان کو اپنے بنائے ہوئے بہت شخصوں پر، بڑھتی دے کر)۔ آسمان و زمین، بحر و
بر، خشکی و تری بلندی و پستی غرضکہ ہر جگہ سے اللہ تعالیٰ انسانوں کو روزی اور رزق عطا فرماتا ہے۔ (۹۷)
رزقِ غیب:

لیکن اللہ رب العالمین کو رزقِ رسانی کے لئے کسی جگہ، مقام اور سرچشمہ کی حاجت نہیں۔ یہ بھی ایک حکمت
الہی ہے کہ رزق کی فراہمی کسی کی ذاتی محنت و کوشش کا ثمرہ ہوتا ہے۔ جدوجہد اور کوشش سے اس نے روکا نہیں
بلکہ اس کے لئے اُبھارا اور برا نکلیختہ کیا ہے جیسا کہ اوپر کی بعض آیات میں حوالہ گذرا۔ وہ رب العالمین انسانوں کو جہاں
سے چاہتا ہے رزق عطا کرتا ہے حتیٰ کہ ان مقامات، سرچشموں اور جگہوں سے جہاں سے ان کو سان و گمان بھی نہیں
ہوتا۔ اس حقیقت کو رب العالمین نے متعدد آیات میں مختلف اسالیب میں بیان کیا ہے۔ سورہ طلاق ۳ میں
ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ○ وَ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۚ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ۚ
إِنَّ اللَّهَ بَالِغُ أَمْرِهِ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ○

اور جو کوئی ڈرتا ہے اللہ سے، وہ کر دے اس کا گزارہ، اور روزی دے اس کو جہاں سے اس کو خیال نہ ہو، اور جو
کوئی بھروسہ رکھے اللہ پر، تو وہ اس کو بس ہے، اللہ مقرر پورا کر لیتا ہے اپنا کام، اللہ نے رکھا ہے ہر چیز کا اندازہ)۔

بلکہ حرام مکہ مکرمہ کے باسیوں کے لئے جن آیات میں رزق کی فراہمی کا ذکر ہے وہ اسی انداز کا ہے اور اسی طرح حضرت موسیٰ اور ان کی قوم کو ایسی جگہ سے رزق عطا کیا تھا جو ان کے سان و گمان میں نہ تھی۔ اسی طرح حضرت زکریا اور حضرت مریم کو غیب سے رزق عطا فرمایا تھا۔ (آل عمران ۲۷) غرض کہ وہ ہر جگہ سے ان کو رزق عطا فرماتا ہے اور اس کے لئے وہ کسی مقام و جگہ کا محتاج نہیں (سورہ ہود ۸۸، نحل ۱۱۲ وغیرہ)۔ (۹۸)

تقدیرِ رزق :

رزقِ رسانی اور مقدارِ رزق اللہ رب العالمین کی حکمت و علم اور تقدیر پر مبنی ہے۔ وہ جس کے لئے جتنا مناسب سمجھتا ہے اسی قدر رزق عطا فرماتا اور جیسا رزق اس شخص، ذات، طبقہ یا قوم کے لئے بہتر سمجھتا ہے اس کا فیصلہ فرماتا ہے۔ رزق کی فراہمی یا اس کی مقدار کی تعیین ایمان و عمل سے متعلق نہیں ہے البتہ ابتلا و آزمائش الہی سے اس کا تعلق ضرور ہے۔ اسی طرح معیشت کی تنگی اور فراخی کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ سے متعلق ہے ایمان و کفر، تقویٰ و فسق، اطاعت و معصیت اور فرمانبرداری و نافرمانی سے اس کا کلی طور سے واسطہ یا اس پر انحصار نہیں، انحصار اور بنا تو خالص اللہ تعالیٰ کی مصلحت و حکمت اور علم و تقدیر پر ہے البتہ بعض صورتوں میں تنگی و فراخی کا سلسلہ بد عمل اور اچھے کام سے جڑ جاتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں اپنے رازق ہونے کا ذکر کیا ہے اور مطالعہ و تدبر سے معلوم ہوتا ہے کہ رب العالمین کی ربوبیت کی ایک بڑی صفت رزقِ رسانی اور اس کی حد و مقدار کی تعیین بھی ہے سورہ شوریٰ ۱۹ میں ارشاد فرمایا :

اللَّهُ لَطِيفٌ بِعِبَادِهِ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ ○

(اللہ نرمی رکھتا ہے اپنے بندوں پر، روزی دیتا ہے جس کو چاہے، اور وہ ہے زور آور زبردست)۔ اسی حقیقتِ مسلمہ کو ذرا دوسرے انداز سے سورہ عنکبوت ۶۰ میں یوں بیان کیا :

وَكَايْنِ مَنْ ذَابَتْهُ لَا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اللَّهُ يَرْزُقُهَا وَإِيَّاكُمْ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

(اور کتنے جانور ہیں جو اٹھا نہیں رکھتے اپنی روزی، اللہ روزی دیتا ہے ان کو، اور تم کو، اور وہی ہے سنتا جانتا) (۹۹) اور پھر دو آیات آگے مزید اپنے اصولِ رزقِ رسانی کی تشریح فرمائی :

اللَّهُ يَسْطُرُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ ۖ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ

(اللہ پھیلاتا ہے روزی، جس کے واسطے چاہے اپنے بندوں میں، اور ماپ کر دیتا ہے جس کو چاہے، بے شک اللہ ہر چیز سے خبردار ہے)۔ اللہ تعالیٰ نے رزق کی فراخی اور تنگی یا تول تول کر دینے کے اپنے اس اصول کو مختلف آیاتِ قرآنی میں کبھی انہیں الفاظ میں اور کبھی دوسرے انداز میں کئی بار بیان کیا ہے تاکہ اس کے بندوں کے یہ بات ذہن نشین ہو جائے کہ مقدارِ رزق اور اس کی تعیین، اس کی فراہمی و ترسیل کی مانند صرف اللہ رب العالمین کا کام ہے اور کسی کا نہیں۔ کئی آیات میں اس کی نسبت اللہ کی طرف کی ہے (جیسے سورہ رعد ۲۶، قصص ۸۲، زمر ۵۲) اور کسی جگہ

خالق / فاطرِ سماوات و زمین کی طرف کی ہے (جیسے سورہ شوریٰ ۱۲)۔ متعدد آیات میں اس کو رب کی طرف منسوب کیا ہے۔ سورہ اسراء ۳۰ میں فرمایا :

إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ ۖ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا

(تیرا رب کشادہ کرتا ہے روزی، جس کو چاہے، اور کستا ہے، وہی ہے اپنے بندوں کو جانتا دیکھتا)۔ اسی انداز میں یہ الفاظ دیگر بعض اور آیات میں تنگی و فراخی رزق کے اصولِ الہی کا ذکر کیا گیا ہے (سورہ سبا ۳۱، ۳۹ نیز ۱۵ وغیرہ)۔ چونکہ رزق کی فراہمی کی طرح اس کی فراخی اور تنگی بھی سراسر اللہ رب العالمین کی حکمت بالغہ اور علم غیب پر مبنی ہے اس لئے ان عاقبت ناندیش بندوں کو ہدایت کی گئی جو اپنی اولادوں کو محض رزق کی تنگی کے خوف سے مار ڈالتے ہیں کہ وہ ایسا نہ کریں کہ اللہ رب العالمین کے کام میں دخل اندازی کے مترادف ہے۔ اس بات کو سورہ انعام ۱۵۲ میں یوں ارشاد فرمایا :

وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِمَّنْ إِمْلَاقٍ ۖ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَآبَاءُكُمْ

(اور مار نہ ڈالو اپنی اولاد مفلسی سے، ہم رزق دیتے ہیں تم کو اور ان کو) جب کہ سورہ اسراء ۳۱ میں ارشادِ الہی کے الفاظ مختلف ہیں :

وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ ۖ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ ۖ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطَاً كَبِيراً

(اور مار نہ ڈالو اپنی اولاد کو ڈر سے مفلسی کے، ہم روزی دیتے ہیں ان کو، اور تم کو، بے شک ان کا مارنا بڑی چوک ہے۔)

ان دونوں آیتوں میں یہ حقیقت واضح کر دی کہ واقعی مفلسی اور تنگی آجانے کے بعد بھی ان کے قتل جیسے شنیع جرم کا ارتکاب نہ کیا جائے کہ رزق کی فراخی اور فراہمی اس اللہ رب العالمین کے ہاتھ میں ہے جس نے ان کو تخلیق کیا ہے اور ہو سکتا ہے کہ وہ جلد فراخی پیدا کر دے۔ پھر ان کا رزق انسانوں کے ہاتھ میں ہے ہی نہیں لہذا ان کے قتل کرنے کا بُرا جرم وہ کیوں کریں، وہ ان کو ان کے رازق کے حوالہ کر دیں، ان کو قتل تو اس وجہ سے کرتے ہیں کہ یا تو ان کو بھکری سے بچانا چاہتے ہیں یا اپنے حصہ رزق میں ان کو شریک نہیں کرنا چاہتے حالانکہ وہ ان کا حصہ رزق خالصتاً ہے بھی نہیں جیسا انہوں نے سمجھ رکھا ہے لہذا ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیں اور پھر ہو سکتا ہے کہ جتنا بھی رزق ان تک پہنچ رہا ہے وہ ان کی وجہ سے ہی مل رہا ہو جن کو وہ زندگی ہی سے محروم کر دینا چاہتے ہیں دوسری آیت میں یہ حقیقت واضح کی کہ مفلسی کی آمد کے خدشہ و اندیشہ سے ان کو قتل کرنے کا ارتکاب نہ کریں کہ آئندہ کا علم ان کے رب و مالک کو ہے جو ان کی روزی کا بند و بست کرے گا۔ (۱۰۰)

رزق میں تفضیل کی حکمت:

جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کو بالخصوص انسانوں کو جسمانی اور روحانی صلاحیتوں اور لیاقتوں میں

مختلف بنایا ہے اور ان کی درجہ بندی یا تفریق کی ہے اسی طرح اپنے انعامات عامہ بالخصوص رزق کے معاملہ میں بھی تفریق کی ہے۔ وہ کسی کو فراخی رزق سے نوازتا ہے اور کسی کو تنگی و ترشی میں مبتلا کرتا ہے تاکہ انہیں آزمائے اور ان کا امتحان کرے۔ چنانچہ انسانوں میں سے بعض طبقات کو بعض پر رزق کی فراہمی کے معاملہ میں منحصر و ماتحت بنا دیا ہے مثلاً ماں باپ پر اولاد ایک خاص وقت کے لئے منحصر ہوتی ہے یا بڑھاپے میں عموماً والدین اولاد پر انحصار کرتے ہیں۔ یا بیوی کا نان نفقہ شوہر پر واجب ہوتا ہے اور غلام کا آقا پر۔ اسی طرح اللہ رب العالمین نے اپنی تمام مخلوقات میں عام طور سے اور انسانوں میں خاص طور سے کسی کو کسی کا ماتحت و مکفول بنا دیا ہے اور کسی کو کسی کا کفیل، لیکن صاحب فضل و ثروت کو یہ حقیقت یاد رکھنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہی ان سب کو رزق عطا کرتا ہے اور ان کے ذریعہ ان کے ماتحت لوگوں اور طبقوں کو رزق فراہم کرتا ہے۔ وہ خود صرف ذریعہ فراہمی یا ترسیل ہیں اصلاً رازق اللہ تعالیٰ ہے جیسا کہ اوپر کی آیات سے واضح ہوتا ہے۔ اس کی مزید اور انتہائی خوبصورت تشریح اللہ رب العالمین نے سورہ نحل ۷۱ء میں فرمائی ہے :

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضُكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۖ فَمَا الَّذِينَ فُضِّلُوا بِرِزْقِهِمْ عَلَىٰ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَاءٌ ۖ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ

(اور اللہ نے بڑائی دی تم میں، ایک کو ایک سے روزی کی، جن کو بڑائی دی نہیں پہنچاتے اپنی روزی ان کو، جو ان کے ہاتھ کا مال ہیں، کہ وہ سب اس میں برابر رہیں، کیا اللہ کے فضل سے منکر ہیں)۔ سورہ اسراء ۷۰ء میں انسانوں کے رزق کے معاملہ میں ایک دوسرے پر فضیلت رکھنے کا اوپر ذکر آچکا ہے اور اس میں محض اصولی تفضیل کا ذکر کیا گیا ہے۔ سورہ نساء ۳۴ء میں مردوں کو عورتوں پر فضیلت دینے کا جو ذکر اللہ تعالیٰ نے کیا ہے اور ان کو قوام (حاکم) بنانے کا حوالہ دیا ہے اس کا ایک سبب یہ بھی قرار دیا ہے کہ وہ اپنی عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ اسی طرح بعض اور آیات قرآنی میں کہیں صراحت کے ساتھ اور کہیں مضمر انداز میں رزق، مال، خیر اور فضل وغیرہ انسانوں کی باہمی درجہ بندی اور تفضیل کا ذکر کیا ہے مگر اسی کے ساتھ یہ بات بھی واضح کر دی ہے کہ ماتحتوں اور مفضولوں کا رزق حاکموں اور فضیلت والوں کے ذریعہ اللہ رب العالمین ہی فراہم کرتا ہے اور وہ خود رازق نہیں ہیں لہذا رازق کے فرائض نہ انجام دیں۔ (۱۰۱)

انسان اپنے محدود علم، کم عقل اور عجلت پسند فطرت کے سبب رزق میں انسانوں کے درمیان تفریق دیکھ کر اور کسی کو کسی پر فضیلت سے سرفراز پا کر خدائی نظام رزق میں کیرے کھالنے لگتا ہے اور خدائے رازق و عالم پر بے انصافی اور ظلم کا الزام لگانے لگتا ہے جس طرح وہ دوسرے معاملات میں کرتا ہے۔ اہل میں وہ تمام معاملات مادی اور روحانی میں کامل مساوات اور مکمل ہم آہنگی کا تقاضا اپنی نادانی اور عاجلانہ فطرت کے سبب کرتا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اس کا رخنہ اسباب و مکافات میں مادی لیاقتوں اور روحانی صلاحیتوں میں تفریق ضروری ہے ورنہ کیسے معلوم

ہو گا کہ کون خیر سے اور خیر کے لئے جدوجہد کرتا ہے اور کون شر سے اور شر کے لئے کوشاں رہتا ہے اور پھر آزمائش تو اسی تفضیل کے نظام میں ہے۔ یہی حال رزق میں تفضیل اور درجہ بندی کا ہے بعض عجلت پسند و نادان اس کو بنیاد بنا کر اسلام پر نکتہ چینی کرتے ہیں حالانکہ وہ روز اپنی آنکھوں سے اس حقیقت کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ نظام کائنات میں کامل مساوات کا نظریہ کہیں کارفرما نہیں ہے۔ رزق کے معاملہ میں انسان کی فطرت کا بڑا خوبصورت بیان سورہ فجر ۱۶-۱۵ میں پیش کیا ہے :

فَإِنَّمَا الْإِنْسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ ۖ وَ نَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ ○ وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ ۖ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ ○

(سو آدمی جو ہے، جب جانچے اس کو رب اس کا، پھر اس کو عزت دے اور اس کو نعمت دے، تو کہے، میرے رب نے مجھے عزت دی، اور وہ جس وقت اس کو جانچے، پھر کھینچ کرے اس پر روزی کی، تو کہے، میرے رب نے مجھے ذلیل کیا)۔ روزی کی فراخی اور تنگی دراصل عطیہ ربانی ہے اور اس کے ذریعہ سے وہ اپنے کشادہ رزق بندوں کی اسی طرح آزمائش کرتا ہے جس طرح وہ تنگ رزق بندوں کی، اگر اول الذکر شاکر و احسان مند رہے، تو وہ کامیاب ہوئے اور اگر آخر الذکر صابر و شاکر رہے تو وہ بھی کامیابی سے ہمکنار ہوئے ورنہ دونوں کی تباہی ہے۔ رزق کی تنگی کا کسی طرح بھی ذلت و رسوائی سے تعلق نہیں، اللہ کے کتنے بندے ہیں کہ رزق سے تنگ مگر صابر ہیں لہذا وہ معزز و محترم ہیں اور کتنے کشادہ رزق اور مالدار عزت و احترام سے محروم اور بندوں اور اللہ کی عبادت میں ذلیل و رسوا ہیں۔ (۱۰۲)

رزق کی کشادگی اور فراخی کے ضمن میں اللہ رب العالمین نے ایک اہم حکمت یہ بیان فرمائی کہ اگر اللہ تعالیٰ تمام بندوں اور انسانوں کے لئے رزق وسیع و کشادہ کرتا تو وہ زمین میں بغاوت و سرکشی پر اتر آتے۔ سورہ شوریٰ ۲۷ میں ارشاد الہی ہے :

وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ وَلَكِنْ يُنْزِلُ بِقَدْرِ مَا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ بِعِبَادِهِ خَبِيرٌ بَصِيرٌ

(اور اگر اللہ پھیلا دے روزی اپنے بندوں کو، تو دھوم اٹھا دیں ملک میں، پر اتارتا ہے ماپ کر جتنی چاہتا ہے، بے شک وہ اپنے بندوں کی خبر رکھتا ہے دیکھتا)۔ قرآن مجید کی آیات کریمہ پر تدبر کرنے اور تاریخ عالم کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دولتمندوں نے ہی زیادہ بغاوت و سرکشی پر کمر باندھ ہی ہے۔ چنانچہ قارون کو جو بے انتہا دولت بفضل ربانی ملی تھی مگر جو اسے اپنی محنت و سلیقہ کا عطیہ سمجھتا تھا اسی کی بدولت اس نے اللہ رب العالمین سے سرکشی کی تھی جیسا کہ سورہ قصص ۶، وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے اور ایسا محض اس لئے ہوا تھا کہ اس کو رزق کی کشادگی، مال کی فضیلت حاصل تھی اور وہ اس کو فضل الہی کے بجائے اپنی محنت کا نتیجہ سمجھتا تھا۔ اسی طرح سورہ سبا ۲۴، زخرف - ۲۳ اور اسراء ۱۶ وغیرہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دولتمندی بے راہ کرنے اور بے اعتدال بنانے کا سبب بنتی ہے بشرطیکہ خشیت الہی کا فقدان ہو۔ (۱۰۳)

لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے لئے مناسب سمجھتا ہے اسے بلا حساب رزق عطا کرتا ہے چنانچہ متعدد آیات میں اس واقعہ کا ذکر مختلف انداز سے کیا ہے۔ سورہ بقرہ ۲۱۲ میں ارشاد ربانی ہے :

وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○

(اور اللہ روزی دیوے جس کو چاہے بے شمار)۔ یہ اللہ تعالیٰ نے ان غریب و نادار مسلمانوں کے سلسلہ میں وضاحت فرمائی ہے جن کی ناداری پر کافر مذاق اڑاتے تھے اور ہنسی ٹھٹھا کرتے تھے۔ سورہ آل عمران ۳۷ وغیرہ کے حوالہ سے حضرت مریم اور حضرت زکریا کے بلا حساب رزق فراہم کئے جانے کا حوالہ اوپر گزر چکا ہے جبکہ سورہ نور ۳۸ میں اپنے نیک و فرمانبردار مسلمان بندوں کو بلا حساب رزق عطا کرنے کا اظہار کیا ہے اور ان کو مزید فضل ربانی سے نوازنے کی بات کہی ہے سورہ آل عمران ۲۷ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی زبان سے اسی بے حساب رزق عطا کرنے کا اظہار و اقرار کرایا ہے۔ ظاہر ہے کہ جس طرح رزق کی فراہمی، کشادگی اور تنگی اس کے ہاتھ میں ہے اسی طرح وہ جس کے لئے مناسب سمجھے بلا حساب رزق بھی عطا فرما سکتا ہے کہ وہی رب العالمین بھی ہے اور رازق بھی۔ (۱۰۴)

اللہ تعالیٰ رزاق واحد ہے:

اللہ رب العالمین نے مثبت انداز سے صرف اس حقیقت کا اظہار نہیں کیا کہ وہ رازق واحد رازق ہے بلکہ اس نے یہ بھی صراحت کر دی کہ اس کے سوا اور کوئی رازق نہیں ہے اور غیر اللہ کے بس کی بات نہیں کہ وہ کسی کو رزق فراہم کریں کہ وہ خود اپنے رزق کے لئے رب العالمین کے محتاج ہیں۔ گذشتہ آیات میں جہاں اس نے اپنے رازق ہونے کا اعلان کیا ہے ان میں ہی یہ حقیقت مضمر ہے مگر بعض دوسری آیات سوال و جواب کے انداز میں اس حقیقت کو ظاہر کیا ہے۔ سورہ یونس ۲-۳۱ میں فرمایا :

قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ وَ الْأَرْضِ... فَسَيَقُولُونَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ○ فَذَلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ الْحَقُّ ۚ (تو پوچھ کون روزی دیتا ہے تم کو آسمان اور زمین سے! سو کہیں گے اللہ تو تو کہہ! پھر تم ڈرتے نہیں، سو یہ اللہ ہے رب تمہارا سچا)۔ خود ظالموں کو اقرار ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ان کا رب اور روزی رساں ہے۔ اسی طرح سورہ نمل ۶۴ میں فرمایا :

وَمَنْ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۚ ؕ ؕ إِلَٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ○ (اور کون روزی دیتا ہے تم کو آسمان سے اور زمین سے؟ اب کوئی حاکم ہے اللہ کے ساتھ؟ تو کہہ، لاؤ اپنی سند اگر تم سچے ہو)۔ سورہ سبا - ۲۴ میں اسی حقیقت کو پھر سے بیان کیا ہے۔ اس نکتہ کی مزید صراحت سورہ فاطر ۳ میں فرمائی :

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۚ ؕ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ فَانْتَبِهُوا ۚ قُلْ تَتَّقُونَ

(کوئی ہے بنانے والا اللہ کے سوا؟ روزی دیتا تم کو آسمان اور زمین سے، کوئی حاکم نہیں مگر وہ پھر کہاں سے اٹے جاتے ہو)۔ پھر اگر اللہ تعالیٰ اپنا رزق بند کر دے تو کون سی ذات ہے جو انسانوں اور دوسری مخلوقات کو رزق پہنچا سکے۔ سورہ ملک ۲۱ میں ارشاد ہے :

اِنَّ هٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُکُمْ اِنْ اَمْسَلَ رِزْقُهُۥٓ بَلْ لَّجُوْا فِیْ عُتُوٍّ وَ نُفُوْرٍ

(بھلا وہ کون ہے؟ جو روزی دے گا تم کو، اگر وہ رکھ چھوڑے اپنی روزی، کوئی نہیں! پر اڑ رہے ہیں شرارت اور بدکنے پر)۔ سورہ نحل ۷۳ میں واضح اعلان کر دیا:

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَمْلِکُ لَهُمْ رِزْقًا مِنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَیْئًا وَّلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ

(اور پوجتے ہیں اللہ کے سوا ایسوں کو، کہ مختار نہیں ان کی روزی کے آسمان اور زمین سے کچھ اور نہ مقدر رکھتے ہیں)۔ پھر عنکبوت ۱۷ میں انسانوں کو مخاطب کر کے مزید صراحت کی :

اِنَّ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَمْلِکُوْنَ لَکُمْ رِزْقًا فَاَتَتَّغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاَشْكُرُوْا لَهُ ؕ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ

(بے شک جن کو پوجتے ہو اللہ کے سوا، مالک نہیں تمہاری روزی کے، سو تم ڈھونڈو اللہ کے ہاں روزی، اور اس کی بندگی کرو اور اس کا حق مانو۔ اسی کی طرف پھر جاؤ گے)۔ ان آیات کریمہ پر تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رزق کی نسبت اللہ اور خالق اور رب کی طرف کی گئی ہے اور جیسا کہ اوپر کہا گیا کہ یہ تینوں الہی صفات حسنہ لازم و ملزوم ہیں اور ان کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔ (۱۰۵)

بہترین و غیر فانی رزق :

قرآن مجید کی متعدد آیات میں جس اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اقدس کے بارے میں وضاحت کی ہے کہ وہ میکران اور غیر فانی ہے اسی طرح رزق کے معاملہ میں صراحت کر دی ہے کہ وہ بھی اپنے خالق و آقا کی مانند میکران اور غیر فانی ہے کہ وہ صفت الہی ہے جو ذات الہی سے جدا نہیں ہو سکتی۔ میکران، جاوداں اور منعم اعلیٰ ذات کا رزق محدود و فانی اور قلیل نہیں ہو سکتا۔ ذکر آچکا ہے کہ وہ ذات منعم و میکران اپنے خزانہ غیب سے بے حساب رزق جسے چاہتی ہے عطا کرتی ہے اور کبھی کبھی تو ایسے مقامات و ذرائع سے عنایت کرتی ہے جہاں سے انسانوں اور دوسری مخلوق کو اس کی فراہمی کا گمان ہی نہیں ہوتا۔ اگرچہ بے حساب رزق کی فراہمی میں لامحدود و غیر فانی کا مفہوم پوشیدہ ہے تاہم سورہ نض ۵۴ میں ارشاد فرما کر صراحت کر دی :

اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَہٗ مِنْ نَّفَادٍ ۝

(یہ ہے روزی ہماری دی، اس کو نہیں نبرمنا)۔ اس آیت میں جس رزق کا حوالہ ہے وہ اگرچہ آخرت میں جنتی لوگوں کے رزق سے متعلق ہے مگر اس کا دنیا کے رزق پر بھی اطلاق ہوتا ہے۔ کیونکہ اس ذات منعم و رازق نے اپنی تمام

مخلوقات کے رزق کا ذمہ لیا ہے اسی لئے سورہ ذاریات ۸-۵۷ میں ارشاد فرمایا:
 مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعَمُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ ۝
 (میں نہیں چاہتا ہوں ان سے روزیہ اور نہیں چاہتا کہ مجھ کو کھلاویں، اللہ جو ہے وہی ہے روزی دینے والا، زور
 آور، مضبوط) پھر متعدد آیات میں صراحت کی کہ وہ بہترین رازق (خَيْرُ الرَّازِقِينَ) ہے اور اس کی رزاقیت بھلا یہ
 کب گوارا کر سکتی ہے کہ اس کا رزق ختم ہو جائے۔ چنانچہ سورہ حج ۵۸ میں فرمایا:
 لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللَّهُ رِزْقًا حَسَنًا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَكُوْ خَيْرُ الرَّازِقِينَ

(پھر البتہ ان کو دے گا اللہ روزی خاصی، اور اللہ ہی سب سے بہتر روزی دیتا۔) دنیاوی رزق کے ضمن میں بھی
 یہی وعدہ دوسری جگہوں پر کیا گیا ہے (سورہ مائدہ ۱۱۴، حجر ۲۰، مومن ۷۲، سبا ۳۹، جمعہ ۱۱ وغیرہ)۔ سورہ طہ ۱۳۱
 میں اس کی صاف وضاحت کر دی اور تمام لوگوں سے مستغنی کر دیا:
 وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَمَاطِعِنَا ۚ أَزْوَاجًا مِنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنُفِثَنَّهُمْ فِيهِ ۖ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ
 وَآبَقَىٰ

(اور نہ پسار اپنی آنکھیں اس چیز پر، جو برتنے کو دی ہم نے ان بھانت بھانت لوگوں کو، رونق دنیا کے جیتے۔ ان
 کے جانچنے کو، اور تیرے رب کی دی روزی بہتر ہے، اور دیر رہنے والی)۔ پروردگار عالم کی عطا کردہ روزی نہ صرف
 باقی رہنے والی ہے بلکہ وہ بہتر، عمدہ اور باعزت بھی ہے (انفال ۴، ۷۴، حج ۵۰، نور ۲۶، سبا ۴ اور متعدد دوسری
 آیات)۔ (۱۰۶)

مطالبہ رزاق :

اللہ رب العالمین نے بطور رازق اپنے آپ کو پیش کر کے اپنی پروردہ مخلوقات بالخصوص انسانوں سے یہ مطالبہ
 کیا کہ وہ پوری طرح اس کے مطیع و فرمانبردار اور اطاعت کیش بن جائیں۔ ظاہر ہے کہ اس کا یہ مطالبہ اپنی جگہ صحیح
 ہے۔ کیونکہ وہ ان کو زندگی دیتا پھر اس زندگی کو قائم رکھنے کے لئے طرح طرح کا رزق عطا کرتا ہے اور بے حد و حساب
 اور بے سان و گمان عطا کرتا ہے۔ اس لئے انسانوں کی شکر گزاری کے جذبہ کا تقاضا بھی یہی ہے کہ وہ اپنے رازق
 رب کے لئے سراپا سپاس اور ہمہ تن شکر گزار بن جائیں۔ مذکورہ بالا کئی آیات میں بھی یہ حوالہ آچکا ہے کہ ان کو
 گوناگوں اور عمدہ روزی اس لئے دی جا رہی ہے کہ وہ اس کے شکر گزار بنیں، مطیع و فرمانبردار رہیں اور اس کی
 عبادت و پرستش کریں۔ اپنی شکر گزاری اور فرمانبرداری کی اس نے دو صورتیں بتائیں: اول یہ کہ وہ اللہ رب
 العالمین اور رازق مخلوقات کی ان طریقوں سے عبادت کریں جو اس نے اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ
 بتائے ہیں اور ہر حال میں اس کے شکر گزار رہیں۔ اور دوسرے یہ کہ جو کچھ ان کو دیا گیا ہے اس کو دوسرے
 انسانوں کی بھلائی اور سماج کی فلاح و صلاح کے لئے خرچ کریں۔ صرف اپنی ذات پر رزق رب کو خرچ نہ کریں بلکہ

دوسروں کو ان کا حصہ دیں چنانچہ متعدد آیات میں دوسروں پر خرچ کرنے والے مومنوں کی تعریف و توصیف کی ہے۔ سورہ فاطر ۲۹ میں فرمایا:

وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرِجُونَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُورَ

(اور خرچ کیا کچھ ہمارا دیا چھپے اور کھلے، امیدوار ہیں ایک بیوپار کے جو کبھی نہ ٹوٹے)۔ اپنے رزق میں دوسروں کو شریک کرنے کا معاملہ صرف یہی نہیں ہے کہ اس سے انسان کے دل میں جگہ پیدا ہوتی ہے بلکہ آئندہ زندگی میں اس کو اس تجارت کا حاصل ملے گا گویا کہ وہ دوسروں پر خرچ کر کے اپنا ہی فائدہ کر رہا ہے۔ قرآن مجید میں رزق بہت وسیع معنوں میں استعمال ہوا ہے جن میں سے ایک روزی روٹی کے معنی بھی شامل ہیں اور اس میں بھی شرکت غیر اخروی تجارت کا باعث بنتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے اس دوسرے طریقہ کا ذکر بہت سی آیات میں کیا ہے (سورہ بقرہ ۲، انفال ۳، رعد ۲۲، ابراہیم ۳۱، نحل ۵۶، ۵۷، حج ۳۵، قصص ۵۴، سجدہ ۱۶، شوریٰ ۲۸ اور متعدد دوسری آیات کریمہ)۔ (۱۰۷)

رب العالمین کا مطالبہ اور حق :

رب العالمین کی حیثیت میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں سے مکمل سپردگی، کامل اطاعت اور بلا شرکت غیرے اطاعت کا مطالبہ کیا ہے اور ظاہر ہے کہ جو ذات مطلق خالق و مالک، آقا و مولیٰ، رازق و پروردگار اور تمام صفات و کمالات کا مجموعہ اور ان کی بنا پر معبود و الٰہ ہو اور جس سے انسانوں کو اپنی زندگی اور اس زندگی کو قائم رکھنے کے لئے ہر طرح کی نعمت ملے اس کا حق ہے کہ اس کی کامل فرمانبرداری کی جائے اور اس کے سوا کسی اور کی اطاعت کا خیال تک دل میں نہ لایا جائے۔ ہر اطاعت و فرمانبرداری بشرط اطاعت الٰہی اور فرمانبرداری ربانی کی ماتحت اور تابع ہو۔ قرآن مجید میں متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے بطور رب اپنی کامل اطاعت یعنی اسلام کا خود بھی حکم دیا ہے اور انسانوں کے مختلف طبقات سے اس کی پیروی و اتباع کا اعتراف بھی کروایا ہے۔ سورہ بقرہ ۱۳۱ میں ابوالاتبیہ حضرت ابراہیمؑ کے اعتراف اسلام کا ذکر یوں فرمایا :

إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمَ ۖ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ

(جب اس کو کہا اس کے رب نے حکم بردار ہو بولا : میں حکم میں آیا جہان کے صاحب کے)۔ سورہ انعام ۱۴ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکمل سپردگی رب کا حوالہ موجود ہے۔ جبکہ سورہ آل عمران ۸۳ میں آسمان و زمین کی تمام مخلوقات کے جذبہ اطاعت و فرمانبرداری کا ذکر کیا گیا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بحضور خداوند کریم اطاعت کیش ہونے کا ایک اور حوالہ سورہ غافر ۶۶ میں ہے۔ جبکہ سورہ انعام ۷۱ میں ارشاد ہے :

قُلْ إِنْ هَدَى اللَّهُ هُوَ الْهُدَىٰ ۖ وَأَمْرُنَا لِئَسْلَمَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ

(تو کہہ، اللہ نے راہ بتائی، وہی راہ ہے۔ اور ہم کو حکم ہوا ہے کہ تابع رہیں جہان کے صاحب کے) رب العالمین یا

اللہ تعالیٰ کے مطیع و تابع رہنے کے حکم کا حوالہ اور کئی آیات میں بھی موجود ہے (انعام ۱۶۳، یونس ۷۲، نمل ۹۱، زمر ۱۲ وغیرہ) سورہ زمر ۵۴ میں ارشاد ہے :

وَأَنِيبُوا إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا لَهُ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ

(اور رجوع ہو اپنے رب کی طرف اور اس کی حکم برداری کرو، پہلے اس سے کہ آوے تم پر عذاب)۔ جب کہ سورہ حج ۳۴ میں الذی واحد کے لئے تابع رہنے کا حکم ہے :

فَالْهُكُمُ إِلَهُ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ

(سو اللہ تمہارا ایک اللہ ہے، سو اسی کے حکم میں رہو اور خوشی سنا عجزی کرنے والوں کو)۔ متعدد انبیائے کرام اور ان کے ماتے والوں کے اعترافِ اطاعت کا ذکر بہت سی آیات میں ہے۔ (بقرہ ۱۲۸، ۱۳۳، ۱۳۶، آل عمران ۵۲، ۶۷، ۸۴، مائدہ ۱۱۱، نمل ۸۱، عنکبوت ۴۶، روم ۵۳، جن ۱۴ نیز ملاحظہ ہو۔ یونس ۹۰، نمل ۴۲، قصص ۵۳، احقاف ۱۵ اور متعدد دوسری آیات)۔ (۱۰۸)

تعدادِ صفات و اسماء الہی

اللہ، خالق اور رب کی تین بنیادی صفات کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے اور بھی بہت سی صفات اور اسماء استعمال کئے ہیں۔ علماء اسلام اور مفسرین، فقہاء اور متکلمین اور فلاسفہ کے درمیان اس پر اختلاف ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ اور صفات عالیہ کی تعداد کتنی ہے؟ مشہور عام خیال یہ ہے کہ وہ تانویں کا عدد ہے اور ایک حدیث سے بھی اس کی تائید فراہم کی جاتی ہے۔ متکلمین اور فلاسفہ کے مختلف مکاتبِ فکر ہیں اور ہر ایک کے یہاں تعداد صفات و اسماء کا فرق ہے (۱۰۹)۔ قرآن مجید پر تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسماء الہی اور صفاتِ ربانی اس کی ذاتِ میکران کی مانند بے حد و حساب ہیں۔ وہ تمام صفات و اسماء جو قرآن مجید اور احادیثِ نبویؐ میں مذکور ہیں اور وہ جو سب انسانی عقل و فکر کی گرفت میں آسکتے ہیں ان غیر معلوم اسماء و صفات کے مقابلہ میں بہت کم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا تعارف کرانے کے لئے محدود تعداد میں اپنی صفات و اسماء کا ذکر کیا ہے تاکہ اس کے بندے بالخصوص انسان اس کی ذات کو کسی حد تک سمجھ سکیں، ورنہ اس کی صفات و اسماء کی تعداد بے شمار ہے۔ ان میں سے بہت سے اسمائے حسنیٰ انسان کو معلوم ہو چکے، بہت سے دوسرے اسماء و صفات غور و فکر اور تدبر سے سمجھ میں آتے رہیں گے مگر ان کی غیر محدود تعداد انسانی عقل و فہم کی گرفت سے ہمیشہ باہر رہے گی۔ قرآن مجید اور حدیثِ نبویؐ میں متعدد آیات و حوالے اس مفہوم کے موجود ہیں کہ اللہ کے کلمات کو دنیا کے تمام سمندر و روشنائی بن کر اور تمام درخت قلم بن کر لکھ نہیں سکتے بلکہ ان کی مدد کے لئے اگر سات سمندر اور لائے جائیں اور اتنے ہی مزید قلم فراہم کئے جائیں تب بھی مخلوق اس کی تعریف و توصیف کرنے سے قاصر رہے گی۔ یعنی اس کی صفات و اسماء کا احاطہ

نہیں کر سکے گی۔ البتہ قرآن مجید نے اللہ تعالیٰ کی اور دوسری جن اہم صفات کا ذکر کیا ہے ان پر ذیل میں مختصر اُلکھا جا رہا ہے کہ محدود علم و محدود وقت بندے کی مختصر صلاحیتیں بیکران و وسیع ترین ذات کی ہزار ہا ہزار صفات و اسماء کی کماحقہ تفصیل و تشریح کرنے سے قاصر ہیں۔ اور اتنا بھی جو کچھ لکھا جا رہا ہے وہ اسی کلامِ بلاغت نظام اور تعریفِ جمیل سے کسبِ فیض کر کے۔

صفاتِ جمالی و جلالی :

عام طور سے صفاتِ الہی کو جلالی اور جمالی دو قسموں میں منقسم کیا جاتا ہے اور ایک لحاظ سے یہ تقسیم صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے دونوں پہلو انسان کے سامنے آتے ہیں۔ قرآن مجید میں ان دونوں صفات کا واضح ذکر موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہیں اپنے آپ کو، مالک الملک، مالک، جبار و قہار، متکبر و حاکم، احکم الحاکمین، علی و کبیر اور اکبر، قاضی و منتقم، ذواتِ انتقام، عظیم و جلیل، عزیز و قدیر، معز و مذل، حفیظ و رقیب، قادر و مقتدر، متعال و مقیت، عادل و مقسط، ماجد و مجید، قوی و ذوقوۃ، فتاح و حکم، مانع و ضار، قابض و مجید اور ذوالجلال و الاکرام کہا ہے تو بہت سے مقامات پر رحمان و رحیم، قدوس و سلام، مومن و مہیمن، غفار و ستار و حاب و معطی، غفور و عفو، صبور و شکور، شاکر و رشید، حلیم و کریم، لطیف و ولی، مولیٰ و والی، مجیب و واسع، ودود و رؤف، تواب و منیب، حمید و محمود، برّ و غنی، مغنی و ہادی، واجد و ماجد اور بہت سے دوسرے اسمائے حسنیٰ سے تعارف کرایا ہے۔ بلاشبہ وہ صاحبِ جلال و اکرام اور مالکِ کبریا و قہاری ہے اور اس کی قدرت و عظمت، جلالت و عظمت، کبریائی اور بزرگی، سطوت و شوکت، جاد و شمت اور سلطنت و حکومت کے سامنے کسی کی مجال نہیں کہ وہ سر اٹھا سکے یا دم مار سکے لیکن وہ اس سے کہیں زیادہ رحمت و رافت، مہربانی و محبت، مہر و مروت، حلم و کرم، غفاری و ستاری، ذرہ نوازی و بندہ پروری، لطف و عنایت، بخشش و عطاء اور رحیمی و کریمی کا پیکر ہے۔ جن صفات کو جلالی کہا جا سکتا ہے ان میں بھی ایک شانِ جمال اور پہلوئے عنایت موجود و مضمّن ہے۔ اس کی قہاری و جباری اس کی ستاری و غفاری کے ماتحت ہے۔ اس کا انتقام و عتاب اس کے رحم و کرمی کے تابع ہے۔ وہ قہار و جبار و منتقم سے زیادہ رحمان و رحیم اور کریم ہے۔ اس کی شانِ جمال اس کی حالتِ جلال پر حاوی ہے۔ اس نے خود فرمایا:

قَالَ عَذَابِي أُصِيبُ بِهِ مَنْ أَشَاءُ ۚ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۚ فَسَاكُنْهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ ۚ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ (اعراف ۱۵۶)

(فرمایا، میرا عذاب جو ہے، سو ڈالتا ہوں جس پر چاہوں، اور میری مہر شامل ہے ہر چیز کو، سو وہ لکھ دو مکان کو، جو ڈر رکھتے ہیں، اور دیتے ہیں زکوٰۃ، اور جو ہماری باتیں یقین کرتے ہیں)۔ (۱۱۰)

اہم ترین صفاتِ جلالی :

(۱) اللہ ہی مالک و آقا اور مقتدرِ اعلیٰ ہے :

اگرچہ اللہ تعالیٰ کے مالک و آقا، صاحبِ اقتدارِ اعلیٰ اور مولائے کُل ہونے کا مفہوم اللہ اور رب میں شامل ہے اور متعدد آیات میں اس کی صراحت بھی ملتی ہے تاہم وہ ان کا اساسی و بنیادی مفہوم نہیں ہے اور ان پر بالترتیب معبود اور پروردگار ہونے کا تصور غالب ہے۔ اس سے کم درجہ میں خالق کا معاملہ ہے کہ وہ مالک و آقا بھی متصور ہوگا مگر یہاں بھی اس کی خالقیت کا مفہوم حاوی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے صراحت کے ساتھ اپنی مالکیت و آقائی اور اقتدارِ اعلیٰ کو کئی آیات میں بیان کیا ہے۔ آیات متعلقہ پر غور و تدبر کرنے سے بھی اور منطقی استدلال کے نتیجہ میں بھی یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مالکیت و آقائی اور اقتدارِ اعلیٰ دراصل اس کی الوہیت و خالقیت اور ربوبیت کے ثمراتِ جلالی ہیں۔ قرآن مجید نے ان تینوں اہم صفاتِ الہی کے لئے مالک، مالک الملک، مالک یوم الدین، ملک ملک اور اس کے مختلف مشتقات، مولیٰ اور مقتدر، قادر اور قدیر وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ (۱۱۱) اور ان کے ذریعہ اپنی مالکیت اور اقتدار پر استدلال کیا ہے۔ ذیل میں ہم ترتیب سے ان صفاتِ الہی پر مختصر بحث پیش کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی متعدد آیات میں دنیا و آخرت دونوں میں اپنے مالک و بادشاہ اور متصرف و حکمران ہونے کا بہت صراحت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اور اپنی مخلوقات کو بتایا ہے کہ اصلاً اسی کی حکمرانی اس کائنات میں جاری و ساری ہے، تمام مخلوقات خواہ وہ آسمانی ہوں یا زمینی یا خلائی وہ اسی کے قبضہ قدرت میں اور اسی کے زیرِ تصرف ہیں، فرشتے، آسمان و زمین، شمس و قمر، نجوم و کواکب، بادل و بارش، جمادات و نباتات، حیوانات اور بہت سے انسان و جن اسی کی آقائی اور مالکیت کے معترف ہیں۔ صرف ناشکرے اور عاقبت نااندیش انسان اس حقیقت کے منکر ہیں لیکن ان کا انکار و اجتناب ان کو اس کی بادشاہی اور مالکیت سے باہر نہیں کر سکتا۔ وہ اپنی مہلت کی رسی دراز کرتا رہتا ہے اور جب ان کا پیمانہ کفر و انکار چھلک جاتا ہے تو وہ ان کو پھر پکڑتا ہے اور پھر ان کو مزید سرکشی کی مہلت نہیں دیتا اور تب وہ بھی اس کی بادشاہی اور مالکیت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی مالکیت کُلّی کا بہت خوبصورت اظہار سورہ آل عمران ۷۶-۷۷ میں کیا ہے :

قُلِ اللّٰهُمَّ مَلِكُ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ ، وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَ تَعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ ، يَبْدِكُ الْخَيْرُ ، اِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ تُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ تُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ ، وَ تُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ تُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ، وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

(تو کہہ، یا اللہ! مالکِ سلطنت کے! تو سلطنت دیوے جسے چاہے، سلطنت چھین لے جس سے چاہے اور عزت دیوے جس کو چاہے اور ذلیل کرے جسے چاہے، تیرے ہاتھ سب خوبی، بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ تو لے آوے رات کو دن میں اور تو لے آوے دن کو رات میں اور تو نکالے جیتا مردے سے اور تو نکالے مردہ جیتے سے اور تو رزق دیوے جس کو چاہے بے شمار) اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے خالق و الہ اور رب ہونے سے ہی اپنے

مالک الملک ہونے پر استدلال کیا ہے ۔ اور مزید تشریح فرمادی کہ وہی ہے جو بادشاہی اور عزت سے نوازتا ہے اور وہی ہے جو کہ انی اور ذلت سے ہمکنار کرتا ہے اور سارے خیر کا مالک اور ہر چیز پر قادر ہے ۔ وہ جس طرح اس دنیائے فانی میں مالک الملک ہے اسی طرح بلکہ اس سے کہیں زیادہ واضح طریقے سے مملکت آخرت کا بادشاہ ہے چنانچہ سورہ فاتحہ ۴ میں ارشاد فرمایا : **مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ** (مالک ہے انصاف کے دن کا) ۔ اس صفت الہی کی اہمیت کا اندازہ اس حقیقت سے کیا جاسکتا ہے کہ رب العالمین اور الرحمن الرحیم کے بعد چوتھی صفت اسی کو قرار دیا ۔ سورہ قمر ۵۵ میں اسی حقیقت کا اظہار دوسرے الفاظ میں ہوا ہے جہاں اللہ تعالیٰ کو **مَلِكِ مُقْتَدِرٍ** (بادشاہ جس کا سب پر قبضہ ہے) کہا گیا ہے (۱۱۲)

کئی اور آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے ملک و بادشاہ کی اصطلاح استعمال کی ہے اور اس کو اپنی الوہیت و ربوبیت سے جوڑا ہے ۔ سورہ طہ ۱۱۴ میں ارشاد ہے :

فَتَعَالَى اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ

(سو بلند درجہ اللہ کا ، اس سچے بادشاہ کا) سورہ مومنون ۱۱۶ میں اس پر مزید اضافہ فرمایا :

فَتَعَالَى اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ

(سو بہت اوپر ہے اللہ ، وہ سچا بادشاہ ، کوئی حاکم نہیں اس کے سوا ، مالک اس خاصے تخت کا ۔) ان دونوں آیات کریمہ میں ملک کی صفت حق لگا کر یہ سچائی عیاں کر دی کہ صرف اس کی ذات مطلق ہی اصلی بادشاہی کی حقدار ہے اور ایک طرف تو اس کی بادشاہت اور اس کے برحق ہونے میں کوئی شبہ نہیں تو دوسری طرف مخلوقات میں ہر ایک کی بادشاہی اسی کی دی ہوئی ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے محروم کرتا ہے اور یہ عروج و زوال ، کمال و انحطاط عالی مقامی اور ماتحتی کا سلسلہ روز و شب کی مانند ہر آن و ہر زمانہ میں پیش آتا رہتا ہے اور مخلوقات کی فانی بادشاہی اللہ تعالیٰ کی لافانی اور اصلی بادشاہی کی دلیل فراہم کرتی رہتی ہے کہ کوئی ایسی عظیم و فعال ہستی اور صاحب اقتدار اعلیٰ مطلق ہے جو اپنی لازوال بادشاہی کو ثابت کرنے کے لئے دنیاوی عارضی بادشاہی کے عروج و زوال کی نیرنگیاں دکھلاتا رہتا ہے جیسا کہ اس نے سورہ آل عمران کی مذکورہ بالا آیت میں واضح کر دیا ہے ۔ اس کی مزید صراحت سورہ حشر ۲۳ میں فرمائی ہے جہاں اپنی بادشاہی کے لئے بہت سی اور صفات کا استعمال کیا ہے ۔

هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيَّمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۚ سُبْحَنَ اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝

(وہ اللہ ہے ! جس کے سوا بندگی نہیں کسی کی ، وہ بادشاہ پاک ذات چنکا ، امان دیتا ، پناہ میں لیتا ، زبردست دباؤ والا ، صاحب بڑائی کا ۔ پاک ہے اللہ اس سے جو شریک بتاتے ہیں ۔) اس آیت کریمہ میں اپنی بادشاہی اور حکمرانی کا زبردست اعلان کیا اور سورہ جمعہ ۱ میں اپنی تمام ارضی اور سماوی مخلوقات کی طرف سے اس کی بے پناہ بادشاہی کو مانتے

اور تسلیم کرنے کا ثبوت پیش کیا :

يُسَبِّحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ○

(اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ، بادشاہ پاک ذات زبردست حکمت والا) جب کہ سورہ ناس ۲ میں اسے انسانوں کا ایسا بادشاہ (مَلِكِ النَّاسِ) بتایا گیا ہے جس کی پناہ میں لوگ تمام خطرات و پریشانیوں کے وقت آتے اور سکون پاتے ہیں ۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی وہ سچا بادشاہ ہے جو زمین و آسمان اور ان کی تمام چیزوں کا خالق و مالک ان کا ملجا و ماویٰ اور معبود اور ان کا پروردگار و آقا ہے اور جس کی بادشاہی اپنی تمام قبہاری و جبروت کے باوصف رحمت کامل اور ظل الہی ہے ۔ (۱۱۳)

بادشاہِ ارض و سما :

اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات کریمہ میں اپنے آپ کو بطور بادشاہ و حکمران اور صاحبِ اقتدارِ اعلیٰ پیش کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی بادشاہتِ ارض و سما جو تمام جہانوں پر محیط ہے کا بھی بہت سی آیات میں ذکر کیا ہے تاکہ انسان پر یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ وہ محض نام کا بادشاہ نہیں جو اپنی حکمرانی اور بادشاہت کو قائم کر کے دوسروں کے حق میں دستبردار ہو گیا اور فراعینِ ارض و سما یہ نہ سمجھ لیں کہ ان کی بادشاہی اصل حکمرانی ہے بلکہ یہ بھی اچھی طرح جان لیں کہ وہ متصرف و کار فرما حکمران اور فعال بادشاہ ہے جس کی بادشاہت جاری و ساری اور جس کا تصرف و اقتدار عامل و نافذ ہے اور نہ صرف یہ بلکہ اس کی حکمرانی اور بادشاہی کا اقرار و اعتراف تمام سلطنت اور اس کے باشندوں کو بھی ہے ۔ چنانچہ بہت سی آیات میں لفظ ملک (بادشاہی) کا لفظ استعمال کر کے اس کی نسبت اپنی طرف کی ہے ۔ سورہ بقرہ ۱۰۷ میں ارشاد فرمایا :

أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ○

(کیا تجھ کو معلوم نہیں ! کہ اللہ ہی کو سلطنت ہے آسمان اور زمین کی ، اور تم کو نہیں اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور مدد والا) ۔ سورہ آل عمران ۱۸۹ میں یہی ارشاد کیا :

وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

(اور اللہ کو ہے سلطنت آسمان اور زمین کی ، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے) ۔ آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی دنیا کی بادشاہت کا ذکر اور بھی کئی آیات میں کیا ہے (مائدہ ۸-۱۷، ۴۰، ۱۲۰، اعراف ۱۵۸، توبہ ۱۱۶ ، نور ۴۲، فرقان ۲، ص ۱۰ ، زمر ۴۴، شوریٰ ۴۹ زخرف ۵۸، جاثیہ ۲۷، فتح ۱۴ ، حدید ۲، ۵، تغابن ۱، بروج ۹) مگر ان تمام آیات میں ایک دلچسپ حقیقت یہ نظر آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر ایک میں اپنی کسی نہ کسی شاہانہ صفت و طاقت کا ضرور اظہار کیا ہے ۔ مثلاً سورہ مائدہ کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی بادشاہی کا اظہار ان منکرین نصاریٰ کے سامنے کیا ہے

بات دراصل یہ ہے کہ زمین و آسمان اور ان کے بیچ کی دنیا کی تمام بادشاہت اللہ کو حاصل ہے جو ہر چیز پر قادر ہے اور جو چاہتا ہے وہ تخلیق کرتا ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی بادشاہی کو اپنی قدرتِ کاملہ، تخلیقِ مخلوقاتِ کل بالخصوص تخلیقِ حضرت مسیح علیہ السلام کے ضمن میں بیان کیا ہے۔ اسی سلسلہ میں سورہ مائدہ کی آیت ۱۲۰ میں بادشاہتِ ربانی کا ذکر ہے مگر وہاں الوہیت مسیح سے صرف نظر کر کے مغفرت و عذابِ ربانی سے سلسلہ جوڑ دیا گیا ہے جبکہ ۴۰ میں بلا کسی پس منظر کے اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ اور اس کے اختیارِ مغفرت و تعذیب کا حوالہ دیا گیا ہے۔ سورہ فتح کی آیت میں مغفرت و عذاب اور اللہ کے غفور و رحیم ہونے سے اس کی بادشاہی کو جوڑا گیا ہے۔ کئی آیات میں اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے کا سلسلہ اس کی زمین و آسمان کی بادشاہت سے ملایا گیا ہے مگر ہر جگہ ایک نئے ضمن اور حوالہ سے۔ سورہ اعراف میں حیات و موت کا خالق ہونے سے پہلے تو اللہ کی الوہیت سے سلسلہ جوڑا اور پھر رسول کی بعثت سے اور اس طرح تخلیق کا تعلق ہدایتِ الہی سے قائم کر دیا۔ سورہ توبہ میں بھی حیات و ممات کا قدرتِ الہی سے ربط موجود ہے مگر اللہ تعالیٰ کے واحد ولی و ناصر ہونے اور غیر اللہ کے ان صفات سے تہی ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔ سورہ فرقان میں ہر شے کے خالق ہونے اور اس کے ٹھیک ٹھیک مقدر کرنے کے حوالہ کے علاوہ نزولِ فرقان اور اپنی بادشاہی میں کسی غیر کی شرکت کی نفی اور اس کے ضمن میں کسی کے ابن اللہ ہونے کی تردید کے ساتھ ربط قائم کیا ہے سورہ نور میں بارش وغیرہ کی قدرتِ الہی، چڑیوں کے ہوا میں مسخر کرنے اور طاقتِ پرواز عطا کرنے کے ساتھ یہ حقیقت اجاگر کی کہ آخری واپسی اسی اللہ کی طرف ہوگی جو زمین و آسمان کا بادشاہ ہے۔ ہر شے کی تخلیق بالخصوص مرد و عورت کی پیدائش یا صلاحیتِ تولید سے محرومی کے ساتھ زمین و آسمان کی بادشاہی کو سورہ شوریٰ میں مربوط کیا ہے جبکہ سورہ حدید میں اپنی بادشاہی کو اپنی قدرتِ کاملہ اور حیات و موت کی طاقت سے ربط دے کر بیان کیا ہے۔ سورہ نور میں جس طرح ہر چیز کا مرجع اللہ بادشاہِ ارض و سما کو قرار دیا ہے اسی طرح سورہ زمر، سورہ زخرف سورہ جاثیہ اور سورہ حدید کی آیات میں کیا ہے مگر ان چاروں آیات میں رجوعِ طرفِ خداوندِ عالم کا پس منظر الگ الگ بیان کیا چنانچہ پہلی آیات میں چڑیوں کی اڑان ہے تو دوسری میں قیامت کا علم، تیسری میں قیامت کے ساتھ موت و حیات اور کافروں اور منکروں کے خسارہ کا ربط ہے اور آخری میں قدرتِ کاملہ اور موت و حیات کا ذکر ہے۔ اس پوری تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بادشاہی کو اپنی دوسری صفات کی روشنی اور دلیل میں پیش کیا ہے تاکہ اس کے تصرف و اقتدار اور حکومت و بادشاہت کے بارے میں کوئی الجھن، کوئی شبہہ اور کوئی ابہام نہ رہ جائے۔ (۱۱۴)

بادشاہِ بے شریک :

بادشاہِ زمین و آسمان کی حکمرانی اور تصرف میں کوئی دوسرا شریک نہیں، اوپر مذکورہ آیت ص ۱۰ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اقتدارِ اعلیٰ میں کسی اور کی شرکت کا صاف انکار کیا ہے۔ سورہ اسراء ۱۱۱ میں اس کی مزید اور روشن تردید

موجود ہے :

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ یَكُنْ لَهُ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ وَلَمْ یَكُنْ لَهُ وَلِیٌّ مِّنَ الدُّبْلِ وَكَبَرَهُ
نَكْبِرًا ۝

(اور کہہ، سراپنے اللہ کو، جس نے نہیں رکھی اولاد، نہ کوئی اس کا ساتھی سلطنت میں، نہ کوئی اس کا مددگار ذلت کے وقت، اور اس کی بڑائی کر بڑا جان کر)۔ سورہ فرقان ۲ میں اسی حقیقت کو دوسری طرح اجاگر کیا،
الَّذِیْ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ یَكُنْ لَهُ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ وَخَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ فَقَدَرَهُ
تَقْدِیْرًا

(اور وہ جس کی ہے سلطنت آسمان اور زمین کی، اور نہیں پکڑا اس نے بیٹا، اور نہیں کوئی اس کا ساتھ راج میں، اور بنائی ہر چیز، پھر ٹھیک کیا اس کو ماپ کر)۔ ان دونوں آیات کریمہ میں اولاد نہ ہونے کی تردید کی اور اپنی سلطنت میں کسی غیر کی نفی کر کے اس طرح قطعی تردید کر دی کہ اولاد ہی سب سے زیادہ چھیتی ہوتی ہے۔ جب اس کی کوئی اولاد نہیں تو پھر کسی اور مخلوق کی کیا مجال کہ وہ اس کی سلطنت و پادشاہی میں کسی طرح کی شرکت کرنے کو سوچ بھی سکے۔ اسی وجہ سے موخر الذکر سورہ کی اگلی آیت میں ان مشرکوں کی حالت پر افسوس اور غصہ کا اظہار کیا ہے۔ جو غیر اللہ کو معبود بنا لیتے ہیں جو خالق ہونے کے بجائے خود مخلوق ہیں اور وہ اپنی ذات کے لئے کسی نفع و ضرر کے مالک نہیں اور نہ موت و زندگی اور نشور پر ان کا کوئی اختیار ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی بادشاہی کو اپنی خالقیت و الوہیت سے مربوط کیا ہے جبکہ کئی آیات میں اس کو ربوبیت سے بھی جوڑا ہے۔ مثلاً سورہ فاطر ۱۳ میں ارشاد ہے :
ذٰلِکُمْ اللّٰهُ رَبُّکُمْ لَهُ الْمُلْکُ وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ مَا یَمْلِکُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ

(یہ اللہ ہے تمہارا رب، اسی کو بادشاہی ہے، اور جن کو تم پکارتے ہو اس کے سوا، مالک نہیں ایک چھلکے کے)۔ یہاں مالکیت اور ربوبیت کے ساتھ خالقیت سے بھی اپنی بادشاہی کو مربوط کیا ہے جیسا کہ اس سے پہلے والی آیات سے معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح سورہ زمر ۶ میں بھی اس کی بادشاہی کو اسی کی ربوبیت کا شاخسانہ قرار دیا ہے۔ ان تمام آیات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خالق و مالک، الٰہ و معبود اور رب و پروردگار ہونے کے سبب بادشاہ و آقا ہے اور اپنی سلطنت و پادشاہی میں نہ کسی کو شریک کرتا ہے نہ کسی کو کوئی تصرف دینے کے لئے تیار ہے۔ وہی بلا شرکت غیر سے بادشاہ ہے۔ (۱۱۵)

اللہ ہی بادشاہ گر ہے :

دنیاوی بادشاہوں اور حکمرانوں کی بادشاہی اور حکمرانی اور مالکانہ تصرف دراصل اسی بادشاہ کل، حکمران مطلق اور مالک اصلی کا عطیہ ہے جیسا کہ مذکور بالا کئی آیات میں پہلے بھی حوالہ آچکا ہے اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ تاریخ انسانی

میں آج تک کسی فرد، جماعت، طبقہ اور قوم و ملک کو مستقل تصرف اور دوامی بادشاہی عطا نہیں کی گئی۔ وہ اللہ کی تقدیر حکیمانہ کے مطابق محض ایک مخصوص اور محدود مدت کے لئے عطا ہوئی تاکہ حضرات داؤد و سلیمان اور دوسرے اہل ایمان بادشاہوں اور حکمرانوں کی بادشاہی اور حکمرانی کو اپنی الوہی حکمرانی اور بادشاہی کاربانی پر تو اور ظل الہی بنا کر پیش کرے اور فرعون و شداد جیسے دوسرے منکر، فاسق اور ظالم و جابر حکمرانوں کی حکومت کو قہر الہی بنانے کے علاوہ یہ حقیقت واضح کرے کہ جو حکمران اپنی حکومت اور جو بادشاہ اپنی بادشاہت کو عطیہ الہی نہیں سمجھتے اور اپنی ذاتی محنت کا مال و نتیجہ جانتے ہیں وہ اپنی خواہشات نفسانی کی پیروی کر کے دنیا کو ظلم و جبر اور فتنہ و فساد سے بھر دیتے ہیں۔ لیکن اس سے زیادہ اہم یہ حقیقت واضح کرنی مقصود تھی کہ انسانی بادشاہی و حکمرانی خواہ اہل ایمان و خیر کی ہو یا اہل کفر و شر کی وہ مالک الملک کی عطا کردہ اور شہنشاہوں کے شہنشاہ کی عنایت کردہ ہے اور یہاں کسی کی بادشاہی اور حکمرانی کو ثبات نہیں۔ اگر کسی کے تصرف و آقائی کو ثبات ہے تو اسی بادشاہ مطلق اور حاکم کل کی بادشاہی اور حکمرانی کو جو دوسروں کو جس کو چاہتا ہے حکومت و بادشاہت کچھ دیر کے لئے عطا کر دیتا ہے۔

وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهُ مَن يُّشَاءُ ۚ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (البقرہ ۲۴۷)

(اور اللہ دیتا ہے اپنی سلطنت جس کو چاہے اور اللہ کشائش والا ہے سب جانتا)۔ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمان حضرت طالوت کو تمام بنو اسرائیل میں اپنا نمائندہ چن کر بادشاہت عطا کرنے کے ضمن میں جاری فرمایا ہے۔ (ملاحظہ ہوں آیات سورہ ۵۱-۲۴۷) حضرت یوسف، حضرت سلیمان اور حضرت داؤد علیہم السلام کی بادشاہی کے ضمن میں بھی یہی اعلان مضمر آیا صراحتاً کیا ہے (یوسف ۱۰۱، ص ۳۵، ص ۲۰ بالترتیب اور دوسری آیات) لیکن اس ضمن میں سب سے اہم آیت میرے خیال میں سورہ غافر ۲۹ کی ہے جس میں ایک مومن کی زبان سے فرمایا:

يَقُوْمُ لَكُمْ اَلْمَلِكُ الْيَوْمَ ظَاهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ فَمَنْ يَنْصُرُنَا مِنْ بَأْسِ اللّٰهِ اِنْ جَاءَنَا ۚ

(اے قوم میری! تمہارا راج ہے آج، چڑھ رہے ہو ملک میں، پھر کون مدد کرے گا ہماری اللہ کی آفت سے؟ اگر آگئی ہم پر) یہاں بادشاہ حقیقی نے واضح کر دیا کہ اس کی حکمرانی اصل ہے اور زمین کے حکمرانوں کی بادشاہی ظاہری جو اصل بادشاہی کے آتے ہی ہوا ہو جاتی ہے۔ لہذا دنیا کے بادشاہ حقیقی نے واضح کر دیا کہ اس کی حکمرانی اصل ہے اور زمین کے حکمرانوں کی بادشاہی ظاہری جو اصل بادشاہی کے آتے ہی ہوا ہو جاتی ہے۔ لہذا دنیا کے بادشاہوں اور حکمرانوں اور متصرفانہ ملکیت رکھنے والوں کو یہ حقیقت نہ بھولنی چاہئے کہ اس کی حکومت و سلطنت اور ملکیت اللہ تعالیٰ کی حکومت و بادشاہت اور ملکیت کی تابع ہے اور اصل بادشاہی اسی کی ہے کہ مخلوقات کو ظاہری اختیار حاصل ہے مگر اس کی دور بادشاہ مطلق کے ہاتھ میں ہے جب چاہتا ہے یہ ظاہری بادشاہی خاک میں مل جاتی ہے، انسان اپنی اوقات پر آجاتا ہے اور بادشاہ مطلق کا یہ تصرف اُجاگر ہو جاتا ہے۔ (۱۱۶)

چونکہ دنیا دار الاسباب، مقام مکافات اور دارالابتلا ہے لہذا یہاں اللہ تعالیٰ اپنے مخلوق بندوں میں سے بھی کسی کو

اپنی بادشاہت و حکمرانی کا محور اساحصہ بخش دیتا ہے اور بقیہ کائنات میں خود پس پردہ رہ کر اصل حکمرانی کرتا رہتا ہے اس لئے کوتاہ اندیش عاقبت ناشناس انسانوں کی نگاہ سے اس کی دنیاوی بادشاہت اور جملہ رہ جاتی ہے اور وہ عارضی بادشاہوں، اقتدار والوں اور متصرفانہ اختیارات کے مالکوں کی ناپائیدار حکومت و حکمرانی اور بادشاہی کو دیکھ کر اصل بادشاہ سے غافل ہو جاتے ہیں اور نقلی و عارضی کو اصل اور مستقل سمجھ لیتے ہیں حالانکہ ان کی نظروں کے سامنے روز ان کا اقتدار و حکومت کی پول کھلتی رہتی ہے۔ لیکن جس دن اسباب و غیب کا پردہ ہٹ جائے گا اور شہود ربانی کا ظہور ہو گا اس دن تمام عارضی حکومتوں، بادشاہتوں اور متصرفانہ اختیارات کا فانی سلسلہ بھی ٹوٹ جائے گا اور خدائے ذوالجلال والاکرام مالک الملک اور ملک حق کی صورت میں نمودار ہو گا اور اس کی حکمرانی اور بادشاہی کو تمام لوگ اپنی آنکھ سے جلوہ افروز ہوتے دیکھیں گے اور کسی اور کی بادشاہی ان کو کہیں نظر نہ آئے گی۔ اسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے سورہ غافر ۱۶ میں بیان کیا ہے:

يَوْمَ هُمْ بَارِزُونَ لَا يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ۚ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝ الْيَوْمَ تُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ

(جس دن وہ لوگ نکل کھڑے ہوں گے، چھپی نہ رہے گی اللہ پر ان کی کوئی چیز، کس کا راج ہے اس دن؟ اللہ کا ہے، جو اکیلا ہے دباؤ والا، آج بدلا پاوے کا ہرجی جیسا کمایا۔ ظلم نہیں آج بے شک، اللہ شتاب لینے والا ہے حساب) وہ یوم قیامت ہو گا جب بادشاہ مطلق اور مقتدر اعلیٰ کا تصرف و حکم پس پردہ نہیں ہو گا اور نہ کسی ذریعہ اور وسیلہ سے آئے گا بلکہ اس کی بادشاہی اور تصرف کا مظاہرہ اس طرح علی الاعلان ہو گا کہ ہر شخص اپنی نگاہ سے دیکھے اور اپنے حواس سے محسوس کرے گا۔ اور پھر وہاں آخری بادشاہ کی عدالت لگے گی جہاں ایمان و اعمال صالحہ کا بدلا اچھا اور بلا ظلم و ستم جنت کی صورت میں ملے گا اور کفر و انکار اور بغاوت اور اعمال سینہ کا بدلا برا اور بلا ظلم و ستم جہنم کی صورت میں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کی اخروی بادشاہت کا ذکر اسی طرح اور کئی آیات میں کیا گیا ہے

وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ ۚ اِسی کو سلطنت ہے جس دن پھونکا جاوے صور (سورہ انعام ۷۳)
الْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِلَّهِ ۚ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ۚ راج اس دن اللہ کا ہے، ان میں چکوٹی (فیصلہ) کریگا، سورہ حج ۵۶:
الْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ۚ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكَافِرِينَ عَسِيرًا ۝ سورہ فرقان ۲۶:
راج اس دن سچا ہے رحمن کا، اور ہے وہ دن منکروں پر مشکل اور بعض دوسری آیات کریمہ (۱۱۷)
بادشاہ عادل:

اپنی دنیاوی اور اخروی دونوں جہان کی بادشاہت و حکمرانی کے ضمن میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک اور صفت یہ بیان کی کہ وہ ظلم و ستم نہیں کرے گا بلکہ انصاف سے دنیا میں بھی کام لیتا ہے اور آخرت میں بھی۔ جب وہ مالک

کُل اور بادشاہ مطلق نظر بھی آئے گا۔ تب بھی انصاف ہی کرے گا۔ لہذا عدل اللہ تعالیٰ کی ایک اہم ترین صفت ہے جو اس کی بادشاہت دنیاوی و اخروی سے ایک طرف وابستہ ہے تو دوسری طرف اس کے حکم نافذ کرنے، فیصلہ کرنے اور قضا سنانے سے بھی جڑی ہوئی ہے۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ کے عدل و انصاف اور قسط کا بیان بہت صراحت کے ساتھ آیا ہے۔ مثبت طور سے بھی اور منفی انداز میں بھی۔ چنانچہ مثبت انداز میں عدل الہی کا جہاں جہاں ذکر ہے اس کا ایک مختصر تجزیہ پیش کیا جاتا ہے۔ سورہ یونس ۴۷ میں فرمایا:

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَسُولٌ فَإِذَا جَاءَ رَسُولُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ

(اور ہر فرقے کا ایک رسول ہے پھر جب پہنچا ان پر رسول ان کا، فیصلہ ہوا ان میں انصاف سے، اور ان پر ظلم نہیں ہوتا) قیامت کے فیصلہ کے ضمن میں اسی سورہ کی آیت ۴ میں فرمایا:

لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ بِالْقِسْطِ

(تا بدلا دے ان کو جو یقین لائے تھے اور کئے تھے کام نیک انصاف سے) اللہ تعالیٰ نے نہ صرف اپنے عدل و انصاف کا ذکر کیا ہے بلکہ اپنے بندوں کو بھی عدل و انصاف کرنے کا حکم دیا اور انصاف کرنے والوں کو پسند کرنے کا متعدد آیات میں اعلان کیا ہے (لفظ قسط کے لئے ملاحظہ ہو سورہ نساء ۱۲۷، ۱۳۵، مائدہ ۸، ۴۲، انعام ۱۵۲، اعراف ۲۹، یونس ۵۴، ہود ۸۵، انبیاء ۴۷، حجرات ۹، ممتحنہ ۸، رحمن ۹، حدید ۲۵ وغیرہ، لفظ عدل کے لئے: سورہ نساء ۳، ۵۸، ۱۲۹، ۱۳۵، مائدہ ۸، انعام ۱۱۵، ۱۵۲، نحل ۷۶، حجرات ۹، وغیرہ) اسی طرح اللہ تعالیٰ نے منفی انداز میں اختیار کر کے واضح کیا کہ وہ کسی پر ظلم و ستم روا نہیں رکھتا اور نہ ہی زیادتی کرتا ہے کہ یہ اس کی رحمت سے بعید اسکی شان ربوبیت سے فروتر اور بادشاہی کے منافی ہے۔ سورہ ہود ۱۰۱ میں فرمایا:

وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَكِنْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ

(اور ہم نے ان پر ظلم نہ کیا، لیکن ظلم کر گئے اپنی جان پر) اسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے سورہ نحل ۳۳، ۱۱۸ سورہ زخرف ۷۶ اور سورہ آل عمران نمبر ۱۱۷ میں بھی دوسرے انداز میں بیان کیا ہے اور کئی آیات میں اللہ تعالیٰ سے ظلم کی نفی کی ہے اور حقیقت بھی یہی ہے اس عادل مہربان سے کسی ظلم و عدوان کا تصور کرنا محال ہے (سورہ بقرہ ۲۷۲، ۲۷۹، نساء ۷۷، انفال ۶۰ نیز ملاحظہ ہو: بقرہ ۲۸۱، آل عمران ۲۵، ۱۶۱، نساء ۴۹، ۱۲۴، انعام ۱۶۰، نحل ۱۱، اسراء ۷۱، مریم ۶۰، مومنون ۶۲، انبیاء ۴۷، یس ۵۴ اور آیات کثیرہ)۔ (۱۱۸)

(ب) صاحب جلال و جبروت:

وہ بادشاہ ارض و سماء عادل ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب جلال و جبروت، قہار و جبار، علی و کبیر ہے اور ہر طرح کی کبریائی اور عظمت اسی کو زیب دیتی ہے۔ اپنی جلالت و عظمت اور بزرگی و بلندی کے لئے اللہ تعالیٰ نے متعدد صفات استعمال کی ہیں۔ کہیں فرمایا وہ متکبر اور صاحب کبریائی ہے جیسا کہ سورہ حشر ۲۳ میں اوپر مذکور ہوا یا جیسا کہ

سورہ ردہ ۹ میں فرماتا ہے :

عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيرُ الْمُتَعَالِ (جانتے والا اچھے اور کھلے کا ، سب سے بڑا اوپر)۔

سورہ حج ۶۲ میں ارشاد ہے : وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ (اور اللہ وہی ہے اوپر بڑا)۔

یہی صفت سورہ لقمان ۳۰ اور سورہ سبا ۲۳ میں بیان فرمائی جب کہ سورہ غافر ۱۲ میں اپنی حکومت و فرمانروائی کے ضمن میں واضح کیا : فَالْحُكْمُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ (اب حکم وہی جو کرے اللہ سب سے اوپر بڑا)۔ کہیں فرمایا :

وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

(جاثیہ ۲۷ : اور اسی کو بڑائی ہے آسمانوں میں اور زمین میں ، اور وہی ہے زبردست حکمت والا)۔ کہیں فرمایا :

وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ (سورہ البقرہ ۲۵ ، شوریٰ ۴) (اور وہی ہے اوپر سب سے بڑا) اور کہیں کہا : إِنَّهُ عَلَىٰ حَكِيمٍ شَوْرٍ ۝۵

(وہ سب سے اوپر ہے حکمتوں والا) اسکی بلندی و علو اور عظمت و کبریائی کا ذکر دوسرے انداز میں اور کئی آیات میں

بھی ملتا ہے (نساء ۳۴ ، نحل ۶۰ ، روم ۲۷ ، زخرف ۴ ، اعلیٰ ۱ ، لیل ۲۰ وغیرہ) کہیں فرمایا :

وَيَقْنِي وَجْهَهُ رَبُّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ رَحْمَنٌ ۚ (اور رہے کامنہ تیرے رب کا بزرگی اور تعظیم والا)۔

اسی سورہ کی آیت ۸ میں بھی پروردگار عالم نے اپنے آپ کو ذوالجلال والاکرام فرمایا ہے ۔ کہیں اپنے لئے قہار کی

صفت استعمال فرمائی : ءَا رَبَّابٌ مُّتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (سورہ یوسف ۲۹)

(بھلا کئی معبود جدا جدا بہتر ؟ یا اللہ اکیلا زبردست)

سورہ ص ۶۵ میں اپنی الوہیت و وحدانیت کو اپنی قہاری سے جوڑ دیا :

قُلْ إِنَّمَا أَنَا مُنذِرٌ وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ

(تو کہہ ، میں تو یہی ہوں ڈر سنانے والا ، اور حاکم کوئی نہیں مگر اللہ اکیلا دباؤ والا)۔

اسی قہاری کا ذکر سورہ ابراہیم ۴۸ ، زمر ۴ ، اور غافر ۱۶ میں کیا ہے ۔ بعض دوسری آیات میں اپنی قہاری کو اپنے

بندوں پر اپنی حکومت سے جوڑ دیا ہے :

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ (سورہ انعام ۱۸ - نیز ۶۱)

(اور اسی کا زور پہنچتا ہے اپنے بندوں پر ، اور وہی ہے حکمت والا خبردار)۔

سورہ اعراف ۱۲۷ میں بھی اپنی قہاری کا واضح اعلان کیا ہے ۔ کہیں اپنے آپ کو جبار کہا ہے ۔ جیسا کہ سورہ حشر

۲۳ کی مذکورہ بالا آیت کریمہ میں حوالہ گذر چکا ہے ۔ اسی جباری اور قہاری ، جلال و جبروت اور عظمت و کبریائی کا اظہار

بعض دوسرے اسمائے و صفاتِ جلالی سے کیا ہے ۔ کہیں اپنے آپ کو قاضی و فیصلہ کرنے والا کہا ہے :

وَاللَّهُ يَقْضِي بِالْحَقِّ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَقْضُونَ بِشَيْءٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۝

(اور اللہ چکاتا ہے انصاف، اور جن کو پکارتے ہیں اس کے سوا نہیں چکاتے ہیں کچھ، بے شک اللہ جو ہے وہی ہے سنتا دیکھتا) اللہ تعالیٰ نے اپنے قاضی ہونے کا ذکر بہت سی آیات میں کیا ہے (بقرہ ۱۱۷، آل عمران ۴۷، انعام ۲، اسراء ۲۳، مریم ۳۵، احزاب ۳۱، فصلت ۱۲، حجر ۶۶، سبا ۱۴، انفال ۱۲، ۴۳، یونس ۹۳، نمل ۷۸، جاثیہ ۱۷ اور متعدد دوسری آیات)۔ ان میں قضا کا استعمال بطور خالق و زندگی بخش و موت بخش اور حاکم و مالک کے کیا ہے۔ کہیں اپنے لئے حاکم و احکم الحاکمین اور حکم و غیرہ کی صفات استعمال کی ہیں۔ سورہ انعام ۱۱۴ میں فرمایا :

أَفَغَيْرَ اللَّهِ أَبْتَغِي حَكْمًا وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا

(اب سو اللہ کے کسی اور کو منصف کروں؟ اور اسی نے تم کو کتاب بھیجی واضح)۔ سورہ اعراف ۸۷ میں ارشاد کیا :

فَاصْبِرُوا حَتَّى يَحْكُمَ اللَّهُ بَيْنَنَا ۖ وَهُوَ خَيْرُ الْحَكِمِينَ

(تو صبر کرو جب تک اللہ فیصلہ کرے ہمارے بیچ، اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا) جبکہ سورہ یونس ۱۰۹ میں یہی بات دوسرے انداز میں کہی ہے۔ سورہ ہود ۴۵ میں حضرت نوح نے اور سورہ یوسف ۸۰ میں حضرت یعقوب کے فرزند اکبر نے اس کو خیر الحاکمین کہا ہے اور سورہ تین ۸ میں خود اللہ تعالیٰ نے سوال کیا ہے :

أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَكِمِينَ

(کیا نہیں ہے اللہ سب حاکموں سے بہتر حاکم) بلاشبہ وہ احکم الحاکمین ہی نہیں بلکہ خیر الحاکمین بھی ہے۔ اسکے حکم کرنے کا ذکر بہت سی آیات میں کیا ہے (بقرہ ۱۱۳، ۲۱۳، آل عمران ۲۳، نساء ۱۴۱، مائدہ ۲)
 إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ

(اللہ حکم کرتا ہے جو چاہے)، نمل ۱۲۳، حج ۵۶، ۶۹، نور ۴۸، ۵۱، زمر ۳، ممتحنہ ۱۰ وغیرہ) جبکہ سورہ انعام ۵۷ میں واضح اعلان کر دیا :

إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ يَقْضُ الْحَقُّ وَهُوَ خَيْرُ الْفَاصِلِينَ

(حکم کسی کا نہیں سوا اللہ کے، کھولتا ہے حق بات اور وہ ہے بہتر چکانے والا)۔ اپنے حکم بلا شرکتِ غیر کے کا ذکر اور بہت سی آیات میں کیا ہے (انعام ۶۲، یوسف ۴۰، ۶۷، قصص ۷۰، ۸۸، اور متعدد آیات)۔ اسی طرح کہیں اپنے آپ کو استقام والا اور منتقم کہا ہے:
 وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انتِقَامٍ ○ (اور اللہ زبردست ہے بدلہ لینے والا)

آل عمران ۴ مائدہ ۹۵، ابراہیم ۴۷، زمر ۳۷ وغیرہ۔ اسی طرح اللہ رب العالمین نے کہیں اپنے استقام کو مجرموں کے جرم کی پاداش کہا ہے
 إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنتَقِمُونَ ○ سجدہ ۲۲

(مقرر ہم کو ان گنہگاروں سے بدلہ لینا ہے) اسی کا اعادہ سورہ زخرف ۴۱ اور دخان ۱۶ کے علاوہ بہت سی آیات میں

بھی کیا ہے (سورہ اعراف ۱۳۱، حجر ۷۹، روم ۴۷، زخرف ۲۵، ۵۵ اور مائدہ ۹۵ وغیرہ)۔ (۱۱۹)

اپنی کبریائی اور جلال کا ذکر کہیں رقیب کہہ کر کیا ہے کہیں مجید کی صفت سے، کہیں حفیظ اور کہیں مقیت بتا کر

اور کہیں رفیع کہہ کر۔ سورہ غافر ۱۵ میں فرمایا :

رَفِيعُ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ۝
(اوپنے درجوں کا، مالک تخت کا، اتارتا ہے بحیث کی بات اپنے حکم سے جس پر چاہے اپنے بندوں میں، کہ وہ
ڈراوے ملاقات کے دن سے) کہیں فرمایا :

وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ مُقَيِّنًا : سورہ نساء ۸۵

(اور اللہ ہے ہر چیز کا حصہ ہانٹنے والا)۔ کہیں فرمایا : إِنَّ رَبِّي عَلَى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيزٌ : سورہ ہود ۵۷
(تحقیق میرا رب ہے ہر چیز پر نگہبان) اسی صفت کا ذکر اور کئی آیات میں کیا ہے (مثلاً سورہ سبا ۲۱، شوریٰ ۶ اور کئی
دوسری آیات)۔ سورہ یوسف ۶۳ میں ایک دوسرے انداز سے اس کا ذکر کیا :

فَاللَّهُ خَيْرٌ حَفِظًا وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّحِيمِينَ

(سو اللہ ہی بہتر نگہبان، اور وہ ہے سب مہربانوں سے مہربان)۔ سورہ ہود ۳۴ میں ایک صفت یہ استعمال کی : إِنَّهُ خَيْرٌ
مُحِيطٌ (وہ ہے سراپا بڑائیوں والا) اور سورہ بروج ۱۵ میں فرمایا : ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ (مالک تخت کا بڑی شان والا)
اپنی نگرانی اور جلالت کا ایک اظہار یوں کیا :

إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا : نساء ۱

(اللہ ہے تم پر مطلع) سورہ احزاب ۵۲ میں اسی کو ہر شے کے ساتھ یوں جوڑ دیا :

وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ رَقِيبًا

(اور ہے اللہ ہر چیز پر نگہبان) جبکہ سورہ مائدہ ۱۱۷ کا ذکر حضرت مسیح کے ضمن میں پہلے گذر چکا ہے۔ لیکن ان
سب جلالی صفات میں سب سے اہم اللہ تعالیٰ کے قادر و قدیر ہونے کا ذکر ہے۔ رب، الہ اور خالق کے ضمن میں
اس کے قادر مطلق ہونے کا کافی ذکر آچکا ہے۔ یہاں چند اہم آیات کا ذکر کر کے بقیہ کا صرف حوالہ دیا جا رہا ہے۔
قرآن مجید میں سات جگہ قادر کی صفت استعمال ہوئی ہے جن میں سے پانچ مقلات پر موت کے بعد انسان کو دوبارہ
ہیسا کرنے پر اسکی قدرت سے متعلق ہے (سورہ اسراء ۹۹، یس ۸۱، احقاف ۳۳، قیلمہ ۴۰، اور طارق ۸)۔ باقی دو
آیات میں سے ایک سورہ انعام ۳۷ میں کوئی نشانی (آیت) اتارنے کی قدرت سے متعلق ہے اور دوسری میں عذاب الہی
بھیجنے کی قدرت سے (انعام ۶۵)۔ اس کی جمع ”قادرون“ بھی اللہ تعالیٰ نے چار مقلات پر اپنے لئے استعمال کی ہے
(مومنون ۱۸، ۹۵، معارج ۴۰ اور مرسلات ۲۳) اور ایک آیت سورہ قیلمہ ۴ میں اس کو حالت لقب میں ”قادریں“
استعمال کیا ہے۔ ان میں سے بیشتر مقامات پر بعث بعد الموت یا ان سے بہتر لوگوں کو پیدا کرنے کی قدرت الہی کا
ذکر ہے مثلاً سورہ معارج ۴۱-۴۰ میں ارشاد ہے :

فَلَا أُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ إِنَّا لَقَدِرُونَ ۖ عَلَىٰ أَنْ نُبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ۝

(سو میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں مغربوں کے مالک کی، ہم کر سکتے ہیں کہ، بدل کر لے آویں ان سے بہتر، اور ہم سے چہر (بڑے) نہ جاویں گے)۔ اسی طرح ایک اور لفظ قدیر (بہت قدرت والا) ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی صفتِ جلال کے طور پر پینتالیس آیات میں استعمال کیا ہے۔ ان میں سے تقریباً پینتیس مقامات پر فقرہ

عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

(ہر چیز پر قادر ہے) استعمال کیا ہے اور ظاہر ہے کہ مختلف سیاق و سباق میں کیا ہے۔ متعدد آیات میں انسانوں کی زندگی پر اپنے کئی اختیار، ان کو پیدا کرنے، مارنے، جلانے اور قیامت کے دن جواب دہی کے لئے کھڑا کرنے، زندہ سے مردہ اور مردہ سے زندہ پیدا کرنے، رات دن کے ادلنے بدلنے، زمین و آسمان کی ہر شے جانتے، عذاب و ثواب اور مغفرت و تعذیب دینے، خیر و شر کے مالک ہونے، قرآن و وحی اور رسولوں کے بھیجنے، من چاہی تخلیق کرنے، مرد و عورت اور قابلِ تولید و ناقابلِ تولید اشخاص بنانے، خدا کی نافرمانی کرنے کی صورت میں دوسری اطاعت کیش قوم لے آنے، مدد کرنے، قیامت برپا کرنے وغیرہ جیسے اہم معاملات پر قدرت الہی سے استدلال کا ذکر ہے (سورہ بقرہ ۲۰، ۱۰۶، ۱۰۹، ۱۳۸، ۲۵۹، ۲۸۳، آل عمران ۲۶، ۲۹، ۱۶۵، مائدہ ۱۷، ۱۹، ۴۰، انعام ۱۷، انفال ۳۱، توبہ ۳۹، ہود ۴، نحل ۷۰، ۷۷، حج ۶، ۳۹، نور ۴۵، عنکبوت ۲۰، روم ۵۰، ۵۴، فاطر ۱، فصلت ۲۹، شوریٰ ۹، احقاف ۲۳، حدید ۲، حشر ۶، طلاق ۱۲، تحریم ۸ وغیرہ)۔ بقیہ آیات میں بعض اور سیاق میں استعمال ہوئی ہے۔

سورہ آل عمران ۱۸۹ میں اللہ کی بادشاہی کے ضمن میں اس صفت کا استعمال ہوا ہے :

وَلِلّٰهِ مَلِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (۱۰: ۸)

(اور اللہ کو ہے سلطنت آسمان اور زمین کی، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے)۔ اسی سیاق میں ذرا سے فرق کے ساتھ سورہ مائدہ ۱۲۰ میں قدرت الہی کا ذکر کیا گیا۔ اس میں آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزوں کو بھی شامل کر لیا گیا ہے۔

جب کہ سورہ تغابن ۱ میں اس کی مملکت و تعریف کے سیاق میں یوں ذکر آیا ہے :

لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○

(اُسی کا راج ہے اور اُسی کو تعریف ہے، اور وہ ہر چیز کر سکتا ہے)۔ اور سورہ ملک ۱ میں ارشاد ہے :

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيْدهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○

(بڑی برکت ہے اس کی، جس کے ہاتھ ہے راج اور وہ سب چیز کر سکتا ہے)۔ مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سی آیات میں اپنی متعدد صفاتِ جلالی کا ذکر کیا ہے کہ وہ مالکِ یوم الدین ہے، مالکِ الملک ہے، ملک و بادشاہ ہے جبار و قہار اور ذوالجلال والا کرام ہے، متکبر و علی و کبیر ہے، کبریائی اسی کے لئے ہے، وہ فتاح و قابض و رقیب و خفیض ہے، وہ متعال و مقتدر منتقم و ذو استقام ہے، وہ قاضی و حکم و عادل ہے، وہ حاکم و احکم الحاکمین ہے، غرض کہ وہ ایسا صاحبِ جلال و جبروت اور پیکرِ عظمت و کبریائی ہے جس کے جلال و عظمت کے سامنے کسی کی مجال نہیں کہ دم مار سکے یا سر تابی کر سکے۔ اس کے جلال و اقتدار کا سکہ دونوں جہان میں چلتا ہے اور دراصل یہ پوری کائنات اور اخروی

زندگی کی بیشتر چیزیں اس کے جلال و جبروت کی شاہدِ عدل ہیں۔ (۱۲۰)

صفاتِ جمالی رحمان و رحیم

لیکن قرآن مجید کے اپنے بیان و اعلان کے مطابق اللہ تعالیٰ کی جمالی صفات اس کی جلالی صفات پر ایک طرح سے فوقیت رکھتی ہیں۔ وہ جلال و جبروت اور عظمت و رفعت کا پیکر تو ہے ہی مگر اس سے کہیں زیادہ رحمت و رافت، محبت و الفت کا پیکر اور رحم و مودت کا مالک ہے۔ خود اس نے فرمایا ہے کہ میری رحمت ہر چیز سے وسیع ہے۔ اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے سورۃ فاتحہ میں رب العالمین کے بعد اپنی جو سب سے زیادہ اہم صفت بیان کی وہ ”الرحمن الرحیم“ ہی ہے اور سورہ اسراء ۱۱۰ میں اللہ کے بالمقابل رحمن کو اپنا ایک اسمِ اعظم بھی قرار دیا:

قُلْ اَدْعُوا اللّٰهَ اَوْ اَدْعُوا الرَّحْمٰنَ ۚ اَيَّامًا تَدْعُوْنَ فَلَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی ؕ

(کہہ، اللہ کو پکارو یا رحمن کو، جو کہہ کر پکارو گے، سو اسی کے ہیں سب نامِ خاصے)۔ اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی جمالی صفت رحمان رحیم ہی ہے اگرچہ رب العالمین کی مستزاد صفات میں اس پر کافی بحث ہو چکی ہے تاہم یہاں سلسلہ کلام کی خاطر اللہ تعالیٰ کی اس اہم ترین صفتِ جمالی کا مختصر تجزیہ پیش کیا جا رہا ہے۔

قرآن مجید میں اناسی آیات میں لفظ رحمت استعمال ہوا ہے جن میں سے بیشتر جگہ وہ رحمتِ الہی کے معنوں میں آیا ہے۔ اس کے علاوہ اٹھائیس آیات میں فعلِ رحم کی مختلف صورتیں بیان ہوئی ہیں اور ان میں سے بھی اکثر کا تعلق اسی ذاتِ کریم و رحیم سے ہے۔ پھر تین آیات میں رحمتک (تیری رحمت)، پانچ مقامات پر رحمتنا (ہماری رحمت) دو مقامات پر رحمتی (میری رحمت) اور پچیس آیات کریمہ میں رحمتہ (اس کی رحمت) کا ذکر ہے۔ جبکہ ستاون آیات قرآنی میں اس کی سب سے عظیم صفت رحمان کا حوالہ ہے اور پچانوے مقامات پر صفتِ رحیم کا تذکرہ ہے۔ اسی کو حالتِ نصب میں ”رحیمًا“ بیس آیات میں استعمال کیا ہے اور چار آیات میں اللہ تعالیٰ کو ارحم الراحمین (سب سے زیادہ رحم کرنے والا) اور دو آیتوں میں خیر الراحمین (سب سے اچھا رحم کرنے والا) بتایا گیا ہے۔ گویا کہ مجموعی طور سے تین سو بیس آیات میں اس صفت و لفظ کا استعمال ہوا ہے۔ اتنی کثرت سے اور گونا گوں اسالیب و انداز میں ہی اس کا تذکرہ اس کی اہمیت اُجاگر کرنے کے لئے کافی ہے۔ (۱۲۱)

صفتِ رحمان کا تعلق اصلی اللہ سے ہے اور اس کا خوبصورت تذکرہ سورۃ بقرہ ۱۶۳ میں آیا ہے:

وَالْحُكْمُ لِلّٰهِ وَّاحِدٌ ۚ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝

(اور تمہارا رب اکیلا رب ہے، کسی کو پوجنا نہیں اس کے سوا، بڑا مہربان ہے، رحم والا)۔ اکثر جگہ یہ صفت جیسا کہ پہلے ذکر آیا ہے اسمِ الہی کے طور پر اللہ کے بدل میں استعمال ہوئی ہے (سورہ رعد ۳۰، اسراء ۱۱۰، مریم ۱۸، ۳۶،

۵۸، ۴۴، ۶۱، ۶۹، ۷۵، ۷۸، ۸۵، ۸۷، ۹۱، ۹۶، ۹۷، ۱۰۸، ۱۱۲، ۱۱۴، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱

۶۳ شعراء ۵، یس ۱۱، ۱۵، ۲۳، ۵۲، فصلت ۲، زخرف ۱۷، ۲۰-۱۹، ۲۳، ۳۶، ۴۵، ۸۱، ق ۸، رحمن ۱، حشر ۲۲، ملک ۲، ۲۰-۱۹، نبا ۸-۳۷) اور مختلف سیاق و سباق میں استعمال ہوئی ہے۔ وحی بھیجنے اور رسول مبعوث کرنے، کافروں اور مشرکوں کے انکار کرنے، اللہ یا رحمن کہہ کر پکارنے، حضرت مریم اور حضرت ابراہیم کے قصہ کے ضمن میں، آیات الہی بیان کرنے، جنتِ عدن کے عطا کرنے، متقیوں اور غیر متقیوں کو قیامت کے دن الگ الگ کرنے، غیب کا علم رکھنے، اللہ تعالیٰ کے صاحبِ اولاد نہ ہونے اور کسی کو شریک نہ بنانے، شفاعت کا حق و اذن عطا کرنے، رات دن، آسمان زمین اور دوسری مخلوقات پیدا کرنے اور انہیں مسخر کرنے، مومنوں کے رحمن سے غیب میں تقویٰ اختیار کرنے، انسانوں کو مرد و عورت اولاد عطا کرنے، فرشتوں کے اولاد الہی نہ ہونے وغیرہ جیسے اہم موضوعات کے ضمن میں اس صفت کا استعمال ہوا ہے۔ ان میں ایک اہم ترین آیت سورہ مریم ۹۳ ہے:

إِنَّ كُلَّ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا ابْنِي الرَّحْمَنِ عَبْدًا
(کوئی نہیں آسمان و زمین میں، جو نہ آوے رحمن کا بندہ ہو کر)
اور اسی سورہ کی آیت ۹۶ ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَنُ وُدًّا
(جو یقین لائے ہیں اور کی ہیں نیکیاں، ان کو دے گا رحمن محبت)۔ سورہ طہ ۵ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک اہم صفت اور اپنی ذات کی طرف ایک اہم اشارہ کیا ہے:

الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى

(وہ بڑی مہر والا، تخت کے اوپر قائم ہوا۔) اسی حقیقت کو سورہ فرقان ۵۸ میں بھی بیان کیا ہے۔ کہیں رحمان کو رب کی صفت مستزاد کے طور پر بیان کیا ہے (جیسے سورہ طہ ۹۰، انبیاء ۱۱۲، نبا ۳۷) اور کہیں اللہ کی صفت مہتم بالشان کی طرح جیسے سورہ فاتحہ ۱ اور سورہ نمل ۳۰ میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا) میں کیا ہے۔ اور سچ یہ ہے کہ اسی رحمان و رحیم اللہ کے نام سے آغاز بھی ہے اور اختتام بھی (۱۲۲)

اللہ تعالیٰ کی مرکزی اور بنیادی صفت رب کے ضمن میں اس کی ایک اہم صفت رحیم کا ذکر کافی تفصیل سے آچکا ہے اور یہ نکتہ بیان ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ صفت رحیم اکثر و بیشتر کسی نہ کسی اور صفت الہی کے ساتھ متصل ہو کر آئی ہے۔ جیسے الرحمن الرحیم، الثواب الرحیم (مہربان رحم والا)، رؤف رحیم (شفقت رکھتا مہربان)، غفور رحیم (بخشنے والا مہربان) اور زیادہ تر یہی دونوں ساتھ ساتھ بیان ہوئی ہیں، عزیز رحیم (زبردست رحم والا)، البر الرحیم (۲۸: ۵۲) (نیک سلوک رحم والا)۔ وہ بہت کم آغاز میں اور مرکزی حیثیت سے آئی ہے اور ان نادر مقلات میں سے ایک سورہ نساء ۲۹ ہے:

وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا

(اور نہ خون کرو آپس میں، اللہ کو تم پر رحم ہے) سورہ ہود ۰ دوسری ایسی آیت ہے جہاں اسے پہلے ذکر کیا ہے اگرچہ اس کے بعد بھی ایک اور صفت جمالی لکادی ہے :

وَاسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ ۖ إِنَّ رَبِّي رَحِيمٌ وَدُودٌ

(اور گناہ بخشاؤ اپنے رب سے اور اس کی طرف رجوع آؤ، البتہ میرا رب مہربان ہے محبت والا) سورہ اسراء ۶۶ میں انسانوں کے لئے کشتی کے دریا میں مسخر کئے جانے کے ضمن میں اس کی اس صفت کا ذکر کیا گیا ہے :

رَبُّكُمْ الَّذِي يُزْجِي لَكُمْ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ ۚ إِنَّهُ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ۝

(تمہارا رب وہ ہے جو ہانکتا ہے تمہارے واسطے کشتی دریا میں کہ تلاش کرو اس کا فضل، وہ ہے تم پر مہربان)۔ جبکہ سورہ یونس ۱۸۵ سے رب کی صفت مستزاد پھر بنایا گیا ہے :

سَلِّمْ قَوْلًا مِّن رَّبِّ رَحِيمٍ (سلام بولنا ہے، رب مہربان سے)

اس بحث سے کہیں یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ صفت رحیم بالکل ثانوی حیثیت کی ہے اور وہ کسی نہ کسی کے ساتھ مل کر ہی آتی ہے۔ دراصل وہ اللہ تعالیٰ کی جمالی صفات میں سے ایک بنیادی صفت ہے جیسا کہ بسملہ میں اس کے استعمال و مقام سے معلوم ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اظہار بہترین طریقہ سے کرتی ہے جب کہ رحمان اللہ تعالیٰ کی صفت سے زیادہ اسم حسن یا اسم ذات بن کر ابھرتا ہے۔ مفسرین نے عام طور سے ان دونوں کے معانی میں زیادہ اور کم مبالغہ کا فرق روارکھا ہے مگر بنیادی بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رحمان کو بطور اسم ذات یا اسم بدل استعمال کیا ہے۔ جب کہ رحیم کو بطور صفت، بلاریب اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات کے لئے سراپا رحم ہے کہ وہ ان کی نافرمانی، سرکشی حتیٰ کہ کفر و انکار اور شرک تک کو اس دنیا میں ایک معین حد تک برداشت کرتا ہے اور ان کو اپنی نعمتوں سے نوازتا رہتا ہے کہ وہ ایمان لا کر اور عمل صالح کر کے دونوں جہان میں رحمت الہی کے پورے مستحق بنیں۔ (۱۲۳)

(ب) محبت الہی :

اس کی جمالی صفات میں سے ایک صفت ”ودود“ (محبت والا) جس کا ایک حوالہ اوپر سورہ ہود ۹۰ کے ضمن میں گزرا ہے۔ اگرچہ اس کو صرف ایک اور مرتبہ سورہ بروج ۱۲ میں استعمال کیا ہے۔ لیکن بعض اور آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کے اظہار کے لئے اس کے بعض اور حشقات کا ذکر کیا ہے جیسے سورہ مریم ۹۶ میں جس کا حوالہ بھی اوپر آ چکا ہے۔ البتہ کئی اور آیات میں اللہ تعالیٰ نے مودت پیدا کرنے کی اپنی صفت کا ذکر ضرور کیا ہے۔ سورہ روم ۲۱ میں فرمایا :

وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً

(اور رکھا تمہارے بیچ پیار اور مہر) دوسری آیات میں بھی اس کا ذکر کسی نہ کسی انداز سے کیا ہے (سورہ نسا، ۶۳، مائدہ ۸۲ عنکبوت ۲۵، شوریٰ ۲۳، ممتحنہ ۱، ۷) ان سے یہ بہر حال معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ صرف محبت کا ہیکر ہے بلکہ وہ دلوں میں محبت پیدا کرنے والا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کا اظہار ایک دوسرے لفظ ”حُب“ سے کیا ہے۔ اور متعدد آیات میں واضح کیا ہے کہ وہ کن لوگوں اور چیزوں اور اعمال سے محبت کرتا ہے اور کن سے نفرت۔ چنانچہ مُحْسِنِین (نیکی والوں) تَوَّابِین (توبہ کرنے والوں) مُنْظَرِین (ستھرائی والوں) مُتَّقِین (پرہیزگاروں) صَّابِرِین (ثابت رہنے والوں) مُتَوَكِّلِین (توکل والوں) مُقْسِطِین (انصاف والوں) اور ان کے اعمال اور تمام خیر سے محبت کرتا ہے اور مُعْتَدِلِین (زیادتی والوں) کَافِرِین (منکروں) ظَالِمِین (بے انصافوں) مُفْسِدِین (فساد والوں) خَائِنِین (خیانت کرنے والوں) مُسْرِفِین (اڑا دینے والوں) مُتَكَبِّرِین (غرور کرنے والوں) فَرِحِین (اترانے والوں) مُتَحَالِفِین (اترانے اور بڑائی کرنے والوں) خَوَّانِ وَاِیْمِ (دغا باز و گنہگار) خَوَّانِ و کُفُورِ (دغا باز و ناشکروں) وغیرہ اور ان کے افعال اور شر کو نہیں پسند کرتا۔ (سورہ بقرہ ۱۹۰، ۱۹۵، ۲۰۵، ۲۲۲، ۲۷۶ آل عمران ۳۲، ۵۷، ۷۶، ۱۳۴، ۱۳۰، ۱۳۶، ۱۳۸، ۱۵۹، النساء ۳۱، ۱۰۷، ۱۳۸، مائدہ ۱۳، ۷، ۴۲، ۶۴، ۸۷، ۹۳، انعام ۱۴۱، اعراف ۳۱، ۵۵، انفال ۵۸، توبہ ۴، ۷، ۱۰۸، نحل ۲۳، حج ۲۸، قصص ۷، ۷۶، روم ۴۵، لقمان ۱۸، شوریٰ ۴۰، حجرات ۹، حدید ۲۳ ممتحنہ ۸ صف ۴) اللہ تعالیٰ کی محبت و پسند یا نفرت و ناپسند کا دراصل ان اعمال سے تعلق ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے خیر و شر کے دو طبقوں / خانوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ اس نے پہلے ہی واضح کر دیا ہے کہ خیر و ثواب کی راہ اللہ کی محبت و رضا اور اجر و ثواب اور مغفرت کی طرف لے جاتی ہے اور شر و فساد کی راہ اس کی ناپسندیدگی، خفگی، عقاب و عذاب کی طرف لے جاتی ہے۔ مگر یہاں بھی اس کی محبت اس کی خفگی پر غالب ہے کہ شر کا بدلہ تو برابر کا ملتا ہے اور توبہ سے مغفرت بھی ہو جاتی ہے مگر خیر کا ثواب دس گنا یا بے حساب عطا کرتا ہے کہ وہ دود و غفور ہے۔ (سورہ انعام ۱۶۱) (۱۲۴)

(ج) حلمِ الہی

اللہ تعالیٰ کی ایک اور صفتِ جلی اس کا حلیم (تھمیل والا) ہونا ہے۔ قرآن مجید میں کئی مقامات پر اپنی اس صفت کو مختلف سیاق و سباق میں بیان کیا ہے۔ سورہ بقرہ ۲۲۵ میں انسان کے بالا ارادہ گناہ کرنے کے ضمن میں اپنے حلم کا اظہار کیا ہے :

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْثَانِكُمْ وَلَكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوبُكُمْ ۖ وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ

(نہیں پکڑتا تم کو اللہ ناکاری قسموں پر تمہاری، لیکن پکڑتا ہے اس کام پر، جو کرتے ہیں دل تمہارے اور اللہ بخشتا ہے تھمیل والا)۔

دس آیات آگے دلوں میں باتیں چھپانے اور اللہ کے ان سے واقف ہونے کے ضمن میں پھر اس صفت کا بیان ہے جبکہ ۲۶۳ میں صدقہ تکلیف دہ کے مقابلہ قول معروف اور معافی کو بہتر بتانے کے سلسلہ میں ذکر کیا ہے۔ کئی اور آیتوں میں اس کو اللہ کی طرف سے معافی دینے، وصیت کرنے اور پسندیدہ جہان میں داخل کرنے وغیرہ کے ضمن میں استعمال کیا ہے (آل عمران ۱۵۵، نساء ۱۲، مائدہ ۱۰۱، حج ۵۹، اسراء ۴۴، احزاب ۵۱، فاطر ۴۱ اور تغابن ۱۷)۔ ان تمام آیات پر تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اول تو اس کو پوشیدہ و مضمرا مور کے ضمن میں بیان کیا ہے اور دوم اکثر آیات میں حلیم کی صفت کو غفور کے ساتھ ساتھ بیان کیا ہے (یعنی گیارہ آیات میں سے چھ مقلات پر) بقیہ آیات میں ایک جگہ غنی کی صفت استعمال کی ہے۔ تین جگہ علیم اور باقی ایک میں شکور جو اللہ تعالیٰ کی ایک اور صفت جمالی ہے۔ قرآن مجید میں مذکورہ بالا آیت کے علاوہ تین اور مقامات صفت شکور (قدر دان) استعمال کی ہے اور دو مقامات پر اس کی ایک اور شکل یعنی شاکر۔ سورہ بقرہ ۱۵۸ میں فرمایا :

وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۖ فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ

اور جو کوئی شوق سے کرے کچھ نیکی، تو اللہ قدر دان ہے سب جانتا ہے۔

اس ضمن میں سورہ نساء ۱۴۷ میں ارشاد کیا:

مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ ۖ وَكَانَ اللَّهُ شَاكِرًا عَلِيمًا

(کیا کرے گا اللہ تم کو، عذاب کر کے؟ اگر تم حق مانو اور یقین رکھو اور اللہ قدر دان ہے سب جانتا)۔ سورہ فاطر ۳۰ میں بیان کیا

لِيُؤْتِيَهُمْ أَجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُمْ مِنْ فَضْلِهِ إِنَّهُ غَفُورٌ شَكُورٌ

(تا پورے دے ان کو نیک ان کے، اور بڑھتی دیوے اپنے فضل سے، تحقیق وہ ہے بخشنے والا قبول کرتا)۔ اسی سورہ کی آیت ۳۴ میں غم دور کرنے کے ضمن میں بندوں کی زبان سے اپنی یہ صفت بیان کرائی، جب کہ شوریٰ ۲۳ میں ارشاد کیا :

وَمَنْ يُقْرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهُ فِيهَا حُسْنًا إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ شَكُورٌ

(اور جو کوئی کماوے کا نیکی، ہم اس کو بڑھا دیں گے اس کی خوبی بے شک اللہ معاف کرتا ہے۔ حق مانتا)۔

سورہ تغابن ۱۷ میں اعلان کیا :

إِنْ تَقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضْعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ شَكُورٌ حَلِيمٌ

(اگر قرض دو اللہ کو اچھی طرح قرض دینا، وہ دونا کر کے دے تم کو، اور تم کو بخشنے اور اللہ قدر دان ہے تحمل والا)۔

ان تمام آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے شکر گزار اور اطاعت کیش اور نفل خیرات کرنے والے بندوں کے اعمال صالحہ

نافلہ کا قدر دان بنا کر پیش کیا ہے - (۱۲۵)

انعام و فضل الہی :

ایک اور اہم جملی صفت اللہ تعالیٰ کا منعم و ذو فضل (انعام و فضل کرنے والا) ہونا ہے اور قرآن مجید میں اس کا بکثرت ذکر آیا ہے۔ کہیں اس کو ذو فضل کی صفت کی صورت میں بیان کیا اور کہیں اس کو اپنی طرف نسبت دے کر اپنا فضل (فضلہ) قرار دیا ہے۔ نعمت کے ضمن میں اسم فاعل استعمال کرنے کے بجائے اس کو اپنی طرف منسوب کر کے ہی بیان کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو نہ گنا جاسکتا ہے اور نہ ان کا کما حقہ شکر ادا کیا جاسکتا ہے اور اسی طرح فضل ربانی گونا گوں اور بیکراں ہے جس کے لئے انسان جتنا شکر ادا کرے کم ہے۔ قرآن مجید نے مختلف انعامات و احسانات اور ہر طرح کے فضل و کرم کے ضمن میں اپنے منعم و ذو فضل ہونے کا ذکر کیا ہے۔ پہلے تو اس نے ایک بدیہی حقیقت بیان کی :

فَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَكُنتُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ (سورہ البقرہ - ۶۴)

(سو اگر نہ ہوتا فضل اللہ کا تم پر، اور اس کی مہر، تو تم خراب ہوتے)۔ لیکن اس کی رحمت کا تقاضا ہے جس کے سبب :

وَلَكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ (البقرہ - ۲۵۱)

(لیکن اللہ فضل رکھتا ہے جہان کے لوگوں پر) ظاہر ہے کہ وہ مالک و مختار، آقا و مولا اور رب کل ہونے کے ساتھ ساتھ حکیم و علیم بھی ہے۔ لہذا جاتا ہے کہ اس کے اپنے فضل سے نوازے اسی لیے فرماتا ہے :

قُلْ إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (آل عمران ۷۳)

(تو کہہ بڑائی اللہ کے ہاتھ میں ہے، دیتا ہے جس کو چاہے اور اللہ گنجائش والا ہے خبردار)۔

اسی حقیقت کو دوسرے الفاظ میں کئی جگہ یوں بیان فرمایا:

وَاللَّهُ يُخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ : (بقرہ ۱۰۵) - آل عمران ۷۴)

(اور اللہ خاص کرتا ہے اپنی مہربانی جس پر چاہے۔ اور اللہ کا فضل بڑا ہے)۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے ذوالفضل العظیم ہونے کا ذکر بہت سی آیات میں کیا ہے - (بقرہ ۲۴۳، آل عمران ۱۵۲، ۱۷۱،

۱۷۴، نساء ۷۰، ۷۳، ۸۳، ۱۱۳، ۱۷۵، مائدہ ۵۴، انفال ۲۹، یونس ۵۸، ۶۰، ہود ۳، ۲۷، یوسف ۲۸، نور ۱۰،

۱۴، ۲۰، نمل ۱۶، ۴۰، ۷۳، فاطر ۳۲، غافر ۶۱، شوریٰ ۲۲، حدید ۲۱، ۲۹، جمعہ ۴، ۱۰ وغیرہ) -

ان تمام آیات کریمہ میں اپنے فضل و کرم کا ذکر مختلف سیاق میں کیا ہے مثلاً ان کی تخلیق، ہدایت بخشی، مغفرت و گناہ بخشی اور متعدد دوسرے انعامات الہی کے پس منظر میں۔ لیکن انسان ایسا ناشکرا ہے کہ اس کا کسی

طرح شکر نہیں ادا کرتا چنانچہ کئی آیات میں اس تلخ حقیقت کو بھی بیان کیا ہے :
 اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلٰی النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ
 (اللہ تو فضل رکھتا ہے لوگوں پر ، لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے)۔

(سورہ بقرہ ۲۴۳ ، یونس ۶۰ ، نمل ۷۳ ، غافر ۶۱) وغیرہ (۱۲۶)

اگرچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے منعم یا نعمت کے اسم فاعل کا ذکر نہیں کیا ہے تاہم اپنی نعمتوں کا مختلف سیاق و سباق میں بیان پیش کیا ہے اور بلاشبہ وہ منعموں کا منعم اور محسنوں کا محسن ہے ۔ اس کے احسانات و انعامات اتنے زیادہ ہیں کہ وہ حد و شمار سے خارج ہیں اور اس حقیقت کا اظہار متعدد آیات میں کیا ہے :

وَ اِنْ تَعَدُّوا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (نحل ۱۸)

(اور اگر کو نعمتیں اللہ کی ، نہ پورا کر سکو ، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے)۔

جن دوسری آیات میں اللہ تعالیٰ کی بے حد و حساب نعمتوں کا ذکر ہے ان میں سورہ ابراہیم ۳۳ بھی شامل ہے جس میں ان نعمتوں کی تعداد اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کی وسعت و حد کا اندازہ بھی ہوتا ہے :

وَ اَتَاكُمْ مِنْ كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوْهُ ؕ وَ اِنْ تَعَدُّوا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفّٰرٌ

(اور دیا تم کو ہر چیز میں سے جو تم نے مانگی ، اور اگر کو احسان اللہ کے ، نہ پورے کر سکو ، بے شک آدمی بڑا بے انصاف ہے ناشکر)۔

ان تمام ربانی انعامات کا شمار تو ناممکن ہے مگر جو موٹے موٹے انعامات اس منعم حقیقی نے انسانوں پر کئے ان کا صرف ایک مختصر حوالہ دیا جاسکتا ہے ۔ ان میں انسان کی تخلیق ، ان کی پرورش کے لیے رزق کی فراہمی ، ان کی روحانی بھوک مٹانے کے لئے ہدایت ربانی کا بشکل وحی اور رسول نازل کرنا ، برائی اور شر سے بچانا ، تجارت وغیرہ کے ذریعے رزق عطا کرنا ، انسانوں کے فائدہ کے لئے جانوروں کو مسخر کرنا ، سمندر و دریا میں کشتیوں کو جاری و مسخر کرنا ، انسانوں کو ہدایت دینا ، ان کے درمیان محبت و مودت پیدا کرنا ، اور دوسری بہت سی نعمتوں سے نوازنا شامل ہے اور اس سلسلہ میں انبیائے سابقین جیسے حضرت موسیٰ ، حضرت عیسیٰ علیہما السلام وغیرہ اور متعدد گزشتہ قوموں جیسے بنو اسرائیل ، قوم سبا وغیرہ کی نعمتوں کا حوالہ دے کر اپنے انعامات و احسانات پر ایک طرح سے استدلال پیش کیا ہے ۔ بلاشبہ اللہ رب العالمین کی نعمتوں کا شمار کرنا ناممکن ہے کیونکہ وہ بیحد و حساب ہیں اور اگر اللہ توفیق نہ دے تو انسان کے بس کا کام نہیں ۔ منعم حقیقی کے ذکرِ جمال کے لیے ملاحظہ ہوں : سورہ بقرہ ۲۳۱ ، آل عمران ۱۰۳ ، ۱۷۱ ، ۱۷۲ ، مائدہ ۷ ، ۱۱ ، ۲۰ ، انفال ۵۳ ، ابراہیم ۶ ، ۲۸ ، ۳۳ ، نحل ۵۳ ، ۲-۷۱ ، ۸۳ ، ۱۱۳ ، شعراء ۲۲ ، عنکبوت ۶ ، لقمان ۳۳ ، احزاب ۹ ، فاطر ۳ ، صافات ۵ ، زمر ۸ ، ۴۹ ، زخرف ۱۳ ، حجرات ۸ ، طور ۲۹ ، قمر ۳۵ ، قلم ۲ ، ۴۹ ، لیل ۱۹ ، ضحیٰ ۱۱ اور متعدد دوسری آیات)۔

منعم و محسن اور صاحب فضل کی ایک اور مترادف جملی صفت جو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے بیان کی ہے وہ وہاب (دینے والا) ہے اور وہ ہر قسم کی نعمت و رحمت کی عطا کے لئے استعمال کی گئی ہے۔ سورہ آل عمران ۸ میں ارشاد ہے :

وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ

(اور دے ہم کو اپنے ہاں سے مہربانی، تو ہی سب دینے والا)۔

یہاں وہاب بہایت کے بعد گمراہی اور دل کی کجی سے بچانے کی رحمت و احسان کے پس منظر میں کہا ہے۔ جب کہ سورہ ص ۹ میں وحی ربانی اور رسالت کے ضمن میں فرمایا ہے اور اس کو رحمت رب سے جوڑ دیا ہے :

أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيزِ الْوَهَّابِ

(کیا ان کے پاس ہیں خزانے تیرے رب کی مہر کے؟ جو زبردست ہے بخشنے والا)۔

اور اسی سورہ کی آیت ۳۵ میں حضرت سلیمانؑ کی دعائے سلطنت دنیا کے ضمن میں ذکر آیا ہے جس کا حوالہ اوپر آچکا ہے۔ اسم مبالغہ کے اس ذکر کے علاوہ فعل کی مختلف شکلوں میں اس کا ذکر کیا ہے اور وہ بھی مختلف سیاق و سباق میں۔ مثلاً حضرت ابراہیمؑ کو بڑھاپے میں حضرات اسمعیلؑ و اسحاقؑ کے علاوہ حضرت یعقوبؑ عطا فرمائے : (سورہ انعام ۸۴، ابراہیم ۳۹، مریم ۴۹، انبیاء ۷۲، عنکبوت ۲۷، حضرت موسیٰؑ کو ان کے بھائی حضرت ہارونؑ بطور نبی عطا کئے (مریم ۵۳) حضرت زکریاؑ کو حضرت یحییٰؑ کا تحفہ دیا (انبیاء ۹۰) حضرت داؤدؑ کو حضرت سلیمانؑ جیسا فرزند دیا (ص ۳۰) حضرت ایوبؑ کو ان کی صابر و شاکر اہلیہ اور اہل دیے (ص ۴۳) اور اس سے زیادہ ان کو نبوت و رسالت سے سرفراز کیا (مریم ۵۰)۔ عام انسانوں کو وہ نہ صرف اولاد نرینہ و مادہ عطا کرتا ہے بلکہ ان کی اولاد و ازواج سے آنکھوں کی ٹھنڈک، دل کا چین عطا کرتا ہے (شوریٰ ۴۹ اور فرقان ۷۴) بالترتیب) اسی طرح اللہ تعالیٰ نے لفظ اعطی (عطا کیا) اور لفظ اٰتی (دیا) کے ذریعہ بھی اپنی نعمتوں کے عطا کرنے اور اپنے معطی ہونے کا ذکر متعدد آیات میں کیا ہے اور گوناگوں نعمتوں کے علاوہ طرح طرح کے سیاق و سباق میں ذکر کیا ہے (ملاحظہ ہو : اعطی کے لئے : طہ ۵۰، ضحیٰ ۵، کوثر ۱، نیز بود ۸۱، اسراء ۲۰، ۳۹ اور نبا ۳۶، ائی کے لئے : بقرہ ۲۵۱، ۲۵۸، آل عمران ۱۴۸ :

(فَاتَّاهُمُ اللَّهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحَسُنَ ثَوَابُ الْآخِرَةِ ط

(پھر دیا ان کو اللہ نے، ثواب دنیا کا بھی اور خوب ثواب آخرت کا، آل عمران ۱۴۰، ۱۸۰، نساء ۲۷، ۵۴، مائدہ ۲۰، ۴۸، انعام ۱۶۵، نور ۳۳، نمل ۳۶، حشر، محمد ۱۷ اور متعدد دوسری آیات کریمہ - (۱۲۷)

(د) دعاؤں کو سننے والا :

اللہ تعالیٰ کی الوہیت و ربوبیت کا تقاضا ہے کہ وہ انسانوں کی دعاؤں کو قبول کرے اور اپنے مخصوص بندوں کو بلا مانگے بھی عطا فرمائے مگر وہ دعاؤں کو سننا اور قبول کرنا زیادہ پسند کرتا ہے کہ وہ اس کے عطا کرنے والے رب کی صفت کو اجاگر کرتی ہیں۔ اسی لیے اس نے قرآن مجید میں کئی جگہ اپنے آپ کو مجیب (دعائیں سننے والا) اور سمیع

الدعاء (دعا سننے والا) بھی کہا ہے۔ یہ اس کی ایک اہم جمالی صفت ہے جس کا ذکر بہت سے دوسرے سیاق و سباق میں بھی ملتا ہے۔ مغفرت و انابت الی اللہ کے ضمن میں سورہ ہود ۶۱ میں فرمایا :

فَاسْتَغْفِرُوهُ ۖ ثُمَّ تَوْبُوا إِلَيْهِ إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُّجِيبٌ

(سو بخشواؤ اس سے، اور اس کی طرف آؤ، تحقیق میرا رب نزدیک ہے قبول کرنے والا)
حضرت نوحؑ کی دعا کے جواب میں ارشاد ہوا :

وَلَقَدْ نَادَيْنَا نُوْحًا فَلَنِعْمَ الْمُجِيبُوْنَ (صافات ۵)

اور ہم کو پکارا تھا نوحؑ نے، سو کیا خوب پہنچنے والے ہیں پکار پر۔

اور یہ کوئی حضرت نوحؑ کے ساتھ مخصوص سلوک نہیں تھا وہ سب کی سنتا ہے۔

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِلِقَائِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ○ (البقرہ ۱۸۶)

(اور جب تجھ سے پوچھیں، بندے میرے مجھ کو، تو میں نزدیک ہوں، پہونچتا ہوں پکارتے کی پکار کو، جس وقت مجھ کو پکارتا ہے، تو چاہیے کہ حکم مانیں میرا، اور یقین لاویں مجھ پر، شاید نیک راہ پر آویں۔)
سورہ نمل ۶۲ میں ایک خاص حالت میں دعا قبول کرنے کا ذکر ہے :

أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ ۚ

(بھلا کون پہونچتا ہے پھنسنے کی پکار کو؟ جب اس کو پکارتا ہے اور اٹھا دیتا ہے برائی اور کرتا ہے تم کو نائب زمین پر۔ سورہ غافر ۶۰ میں اعلان عام کرتا ہے

وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ

(اور کہتا ہے تمہارا رب، مجھ کو پکارو کہ پہونچوں تمہاری پکار کو)۔

اور اپنے اس دعویٰ کے اثبات و ثبوت کے طور پر اس نے متعدد نبیوں، لوگوں کی دعاؤں کے خاص خاص اوقات پر قبول کرنے کا حوالہ کئی آیات میں دیا ہے (انفال ۹، انبیاء ۷۶، ۸۴، ۸۸، ۹۰ وغیرہ) اور اس سے بڑھ کر اس نے ایک انتہائی شاندار اور خوش کن وعدہ اپنے بندوں سے کیا ہے جس پر اس کے گنہگار بندے جتنا شکر کریں کم ہے۔ سورہ آل عمران ۱۹۵ میں فرمایا:

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أَنسَى ۖ

(پھر قبول کی ان کی دعا، ان کے رب نے کہ میں ضائع نہیں کرتا محنت، کسی محنت کرنے والے کی تم میں سے مرد

یا عورت۔ (۱۲۸)

اللہ ہی ولی و مولیٰ ہے :

یوں تو اللہ تعالیٰ کی جمالی صفات اس کی جلالی صفات کی طرح بے حد و بے حساب ہیں اور ان کا شمار کرنے سے مخلوق کی زبان عاجز ہے اور قلم قاصر۔ لہذا آخر میں ایک ایسی صفت عام کا ذکر کیا جا رہا ہے جو ایک طرح سے اس کی تمام صفات جمالی کی جامع ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کا ولی اور مولیٰ ہے اور ولی اور مولیٰ اپنے بندوں، ماتحتوں کا پالنے والا اور پروردگار ہوتا ہے جو صرف ان کے بھلے کی فکر کرتا اور ان کے برے سے گریز کرتا ہے۔ ولی (حمایتی) قرآن مجید کی تقریباً اکتالیس آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ کے لیے استعمال ہوا ہے اور مختلف سیاق و سباق میں، کہیں عام مخلوق کے ولی کی حیثیت سے اپنے آپ کو پیش کیا :

وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ بقرہ۔ ۱۰۷

(اور تم کو نہیں اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور مدد والا)۔

کہیں خطاب کا رخ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر کے فرمایا :

مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ بقرہ۔ ۱۲۰

(تو تیرا کوئی نہیں اللہ کے ہاتھ سے حمایت کرنے والا اور نہ مددگار)۔

ان دونوں آیات کریمہ میں غیر اللہ کے ولی و مددگار نہ ہونے کا اسی طرح اظہار ہے جس طرح لا الہ الا اللہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے الٰہ ہونے کی نفی ہے۔ قرآن مجید کی بہت سی آیات کریمہ میں اس حقیقت کو مختلف اسالیب اور انداز سے بیان کیا ہے (انعام ۵۱، ۷۰، سجدہ ۴) ان آیات میں ولی کے ساتھ دوسری صفت شفیع (سفارشی) لگائی اور مقصد یہ ظاہر فرمایا کہ شاید وہ اس حقیقت کا ادراک کر کے تقویٰ اختیار کریں یا نصیحت پکڑیں۔ سورہ توبہ ۷۴ میں فرمایا کہ زمین میں ان کو کوئی مدد دینے والا اور حمایت کرنے والا نہیں۔ سورہ رعد ۳۷ میں ولی کے ساتھ واق (پچانے والے) کی صفت کا اضافہ کیا۔ سورہ عنکبوت ۲۲، شوریٰ ۳۱ میں اول الذکر آیات کی طرح غیر اللہ کے ولی نہ ہونے کا ذکر کیا ہے۔ سورہ توبہ ۱۱۶ میں بھی یہی ذکر و حوالہ ہے مگر وہاں اللہ تعالیٰ نے خالق حیات و موت کے پس منظر میں دیا ہے۔ جبکہ سورہ اسراء ۱۱۱ اور سورہ کہف ۲۶ میں حکم و ملک الہی میں غیر اللہ کی شرکت کی نفی کے ضمن میں غیر اللہ کے ولی ہونے کی تردید کی ہے۔ سورہ فصلت ۲۴ میں دشمن کے ساتھ مودت پیدا کرنے والے ولی کی حیثیت سے اپنے کو اُجاگر کیا ہے اور شوریٰ ۸ میں اعلان کر دیا کہ ظالموں کا کوئی ولی اور مددگار نہیں اور اسی سے متصل آیات میں فرمایا کہ : وہ غیر اللہ کو ولی بناتے ہیں حالانکہ اللہ ہی اصل ولی ہے واللہ ہوالولی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ولی ہونے کی حیثیت سے فرمایا۔

وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهُ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ شوریٰ ۲۸ :

اور پھیلاتا ہے اپنی مہر اور وہی ہے کام بنانے والا، خوبیوں سرہا۔ اسی سورہ کی آیت ۲۴ میں ولی کو

بطور ہادی پیش کیا: وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ وَائِيٍّ مِنْ بَعْدِهِ

اور جس کو راہ نہ دے اللہ، تو کوئی نہیں اس کا کام بنانے والا اس کے سوا۔ سورہ بقرہ ۲۵۷ اور سورہ آل عمران ۶۸ میں اللہ تعالیٰ کو مومنین کا ولی بتایا گیا ہے جو ان کو تاریکی سے نکال کر روشنی میں لیتا ہے اور ہدایت برابری سے فیضیاب کرتا ہے اور سورہ جاثیہ ۱۹ میں ظالموں کو ایک دوسرے کا ولی قرار دیا ہے اور اللہ کو تقویٰ والوں کا۔ کئی اور آیات کریمہ میں انسانوں کو شیطان، غیر اللہ وغیرہ کو اپنا ولی و مددگار بنانے سے روکا گیا ہے کہ وہ ولایت کا حق نہیں رکھتے اور صرف اللہ تعالیٰ ہی ان کا ولی برحق ہے۔ (نساء ۸۹، ۱۱۹، ۱۲۳، ۱۷۳، انعام ۱۴، مریم ۴۵، احزاب ۱۷، ۶۵ وغیرہ)۔ سورہ اعراف ۱۹۶ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اعلامیہ دعا کرائی گئی ہے:

إِنَّ وَلِيَّيَ اللَّهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ

(میرا حمایتی اللہ ہے۔ جس نے اتاری کتاب، اور وہ حمایت کرتا ہے نیک بندوں کی)۔ اور بقول حضرت یوسف علیہ السلام (یوسف ۱۰۱)

فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ اَنْتَ وَلِيَّ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا ۖ وَ الْحَقِّنِي بِالصَّالِحِينَ ○

اے پیدا کرنے والے آسمان اور زمین کے! تو ہی ہے میرا کارساز، دنیا میں اور آخرت میں، موت دے مجھ کو اسلام پر، اور ملا مجھ کو نیک بختوں میں۔ (۱۲۹)

ان تمام اور بعض دوسری آیات کریمہ پر تدبر کی نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ولی کے ساتھ بعض اور صفات بھی زیادہ تر مقامات میں متصل کی گئی ہیں۔ کہیں شفیع ہے، کہیں صفت مزید کے طور پر حمید ہے، کہیں واق ہے لیکن سب سے زیادہ نصیر (مددگار) کو اس کے ساتھ جوڑا گیا ہے کم از کم پندرہ سولہ مقامات پر۔ اس سے دونوں میں معنوی ربط معلوم ہوتا ہے کہ دوست و ولی وہی ہوتا ہے کہ وقت پر خیر خواہی سے کام آئے۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کے لئے یہ صفت بڑے وسیع معانی میں استعمال ہوئی ہے۔ کہیں رب کریم کے معنی میں، کہیں خالق کے معنی میں، کہیں اللہ کے ماویٰ و ملجا ہونے کے مفہوم میں، کہیں دوست و خیر خواہ کے معنی میں، کہیں ہادی، کہیں مددگار، حمایتی، وقت ضرورت کام آنے والے مخلص، نجات دہندہ، اور نہ جانے کتنے مطالب و مفاد میں دراصل اللہ تعالیٰ ہی بنیادی طور سے ولی و نصیر ہے اور اس کے سوا اور کوئی ہے ہی نہیں کہ وہ الہ بھی ہے۔ رب بھی اور خالق بھی اور اس کے بالمقابل کون ولایت و حمایت کا دعویٰ کر سکتا ہے۔

ولی کی ایک دوسری شکل بطور صفت الہی مولیٰ ہے جو قریب قریب انہیں مفادیم و مطالب میں ذرا سے فرق کے ساتھ استعمال ہوئی ہے۔ مسلمانوں کو اطمینان دلایا کہ اگر دوسرے ان کے مددگار و دوست نہ بھی بنیں اور ان کی مخالفت کریں تو ان کو فکر نہیں کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہی ان کا بہترین مولیٰ اور بہترین مددگار ہے:

وَإِنْ تَوَلَّوْا فَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَوْلٰكُمْ ۖ نِعَمَ الْمَوْلٰی وَ نِعَمَ النَّصِيرِ ○ انفال۔ ۴۰

(اور اگر وہ نہ مانیں تو جان لو کہ اللہ ہے حمایتی تمہارا، کیا خوب حمایتی ہے اور کیا خوب مددگار)۔
اسی لیے سب سے رشتہ توڑ کر اسی سے تعلق قائم کرنے کا حکم ہے :

وَاعْتَصِمُوا بِاللّٰهِ ۖ هُوَ مَوْلَاكُمْ ۖ فَبِغَمِّ الْمَوْلٰی وَبِغَمِّ النَّصِیْرِ (سورہ حج - ۱۳)

اور پکڑو اللہ کو، وہ تمہارا صاحب ہے، سو خوب صاحب ہے اور خوب مددگار۔

سورہ آل عمران ۱۵۰ میں اس حقیقت کو دوسرے انداز سے بیان کیا:

بَلِ اللّٰهُ مَوْلَاكُمْ ۖ وَهُوَ خَيْرُ النَّصِیْرِ

(بلکہ اللہ تمہارا مددگار ہے اور اس کی مدد سب سے بہتر ہے)۔

سورہ محمد ۱۱ میں وضاحت کی کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کا مولیٰ ہے اور کافروں کا کوئی مولیٰ نہیں۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْکٰفِرِیْنَ لَا مَوْلٰی لَهُمْ ۝

(اور اس کا سبب یہ ہے کہ ان ظالموں نے جن کو اپنا مولیٰ بنا رکھا ہے وہ ان کے سچے دوست و خیر خواہ نہیں ہیں)۔

یَدْعُوْا لِمَنْ ضَرُّهُ اَقْرَبُ ۚ لَبِْسَ الْمَوْلٰی وَلَبِْسَ الْعَشِیْرِ (سورہ حج ۱۳)

(پکارے جاتا ہے البتہ جس کا ضرر پہلے پہونچے نفع سے، بے شک برا دوست ہے اور برا رفیق)۔

غیر اللہ کو مولیٰ بنانے کا دنیا میں یہ انجام ہوتا ہے کہ وہ فائدہ سے زیادہ نقصان پہنچاتے ہیں اور دراصل ان کا تصور بھی نہیں۔ کیونکہ وہ مولیٰ تھے ہی نہیں، ظالموں اور کافروں نے ان کو اپنا مولیٰ بنا کر خود اپنے خسران کا سامان کیا۔ اور ظاہر ہے کہ وہ قیامت میں کیا کام آویں گے۔

یَوْمَ لَا یُغْنِیْ مَوْلٰی عَنْ مَّوْلٰی شَیْئًا وَّلَا هُمْ یُنصَرُوْنَ (دخان - ۴۱)

(جس دن کام نہ آوے کوئی رفیق کسی رفیق کے کچھ، اور نہ ان کو مدد پہونچے)۔ اصل مولیٰ اور مالک تو اللہ ہے اور اس کو ہی مولیٰ بنانا چاہیے۔

قُلْ لَّنْ یُّصِیْبَنَّ اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلَانَا ۚ وَعَلٰی اللّٰهِ فَلِیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ توبہ - ۵۱

(تو کہہ، ہم کو نہ پہونچے گا، مگر وہی جو لکھ دیا اللہ نے ہم کو، وہی ہے صاحب ہمارا، اور اللہ ہی پر چاہیے بھروسہ کریں مسلمان)۔ اور اسی سے معافی چاہیں اور رحم و مغفرت کی درخواست کریں :

وَاعْفُ عَنَّا وَاعْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا ۚ اَنْتَ مَوْلَانَا ۚ فَانصِرْنَا عَلٰی الْکٰفِرِیْنَ (البقرہ - ۲۸۶)

(اور درگزر کر ہم سے اور بخش ہم کو اور رحم کر ہم پر، تو ہمارا صاحب ہے، مدد کر ہماری۔ قوم کافر پر - (۱۳۰))

خاتمہ کلام :

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں اپنی ذات و صفات کا جو تعارف پیش کیا ہے اس کا آخری تجزیہ یوں کیا جاسکتا ہے کہ منطقی لحاظ سے اس کی ذات و صفات کے دو پہلو ہیں - سلبی اور ایجابی - یہ بحث کہ سلبی پہلو سے ایجابی پہلو کی طرف ارتقا پایا جاتا ہے یا ایجابی پہلو اصل ہے اور سلبی پہلو کی طرف گریز استدلال کا ایک طریقہ ہے ، محض ایک علمی بحث ہے اور وہ خاص مذاق کے لوگوں کی دلچسپی کا باعث ہے - ورنہ حقیقت یہ ہے کہ دونوں پہلو ساتھ ساتھ دست باہم دگر چلتے ہیں - سلبی سے ایجابی کی طرف ارتقائے والوں کی دلیل لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ یعنی کلمہ اسلام و ایمان ہے تو ایجابی پہلو کی اولیت پر زور دینے والے علماء قرآن مجید کی اولین سورہ فاتحہ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ سے استدلال لاتے ہیں کہ اثبات وجود باری تعالیٰ سے کلام الہی کا آغاز ہوا ہے - ان دونوں کی دلیل و استدلال اپنی اپنی جگہ درست ہے مگر وہ یک طرفہ میدان اور مخصوص نظریہ کے تحت مطالعہ کا نتیجہ ہے ورنہ یہ دونوں پہلو لازم و ملزوم ہیں اور ان دونوں کے مجموعی مطالعہ سے ہی اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے صحیح آگاہی ہوتی ہے جیسا کہ خود قرآن مجید نے اپنے تعارف نامہ الہی میں طریقہ اختیار کیا ہے اور جس طرح صحیح احادیث نبویہ اور علماء متکلمین اسلام کے مجموعی مطالعہ سے بھی معلوم ہوتا ہے - قرآن مجید کی دو اہم آیات اور مجموعہ آیات سورہ اخلاص اور آیت الکرسی میں یہ دونوں پہلو ساتھ ساتھ ملتے ہیں - اول میں فرمایا گیا کہ ”اللہ ایک ہے ، صمد و بے نیاز ہے ، اس کا نہ کوئی زائیدہ ہے اور نہ وہ کسی کا زائیدہ اور اس کے جوڑ کا یعنی اس کا ہمسر کوئی نہیں“ - جب کہ دوسری آیت میں ہے : ”وہی اللہ ہے اس کے سوا اور کوئی الٰہ نہیں“۔ غرض کہ ان دونوں مقدمات پر اور دوسری ہزاروں آیتوں میں یہ دونوں پہلو ساتھ ساتھ بیان ہوئے ہیں کہ اس کی ذات و صفات کی تصویر ان دونوں سے مل کر مکمل ہوتی ہے - سلبی پہلو سے مخلوق کی ذات و صفات سے اس کی ذات مطلق کی تنزیہ کر کے اور ایجابی پہلو سے اس کی صفات و اسمائے حسنی کے ذریعہ تقدیس و تحمید کر کے -

ایک ایسی ذات مطلق جو انسانی سرحد ادراک سے پرے اور بشری عقلِ نارسا سے ماورا ہو الفاظ و کلام کی گرفت میں نہیں آسکتی اور قرآن مجید میں اس کی جو تصویر کشی کی گئی ہے وہ انسانی زبان و محاوروں کے پست تر درجہ پر اتر کر کی گئی ہے تاکہ انسان اپنے اللہ کی ذات کی معرفت اور صفات سے آگاہی حاصل کر سکے - چونکہ ذات الہی مادہ سے منزہ ہے اور انسان اپنی آگاہی اور ادراک کے لیے حواس ظاہری کا محتاج ، اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت محض اس کی صفات کے ذریعے ہی حاصل کر سکتا ہے - ذات الہی کے ادراک کے معاملے میں سلبی پہلو یا نفی کا طریقہ جس کو اصطلاح میں تنزیہ کہا جاتا ہے واحد طریق معرفت ہے چنانچہ قرآن مجید میں اکثر و بیشتر مقلمت پر یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے اور فرمان الہی : لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ (شوری - ۱۱)

(نہیں اس کی طرح کا سا کوئی) - اور وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ (اخلاص - ۴)

(اور نہیں اس کے جوڑ کا کوئی)۔

سے اس کی تعبیر کی گئی ہے۔

جن مقامات پر ذات الہی کے لیے بعض ایجابی پہلو جیسے بعض اعضاء و جوارح اور افعال و صفات جو مخلوقات سے مشابہت رکھتے ہیں استعمال کئے گئے ہیں وہاں بھی سلبی طریقہ استعمال کرنا ناگزیر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا کوئی حصہ یا اس کی کوئی صفت یا فعل مخلوق کی ذات، صفت و فعل سے مشابہ نہیں ہو سکتا کیونکہ نقلی لحاظ سے وہ خود فرما چکا ہے کہ اس کے جیسی کوئی شے نہیں اور عقلی لحاظ سے بھی یہ ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات مطلق اور صفات الہیہ میں کسی محدود و فانی ذات اور مخلوقی صفات سے کسی طرح کا تشابہ رکھے۔ قرآن مجید نے جتنی ذاتی صفات و اسماء بیان کئے ہیں وہ بطور تخیل و تفہیم ہیں کہ انسانی ذہن و عقل ان کا ادراک کر سکے۔ ان اسمائے ذات یا اسمائے صفات کا اصل مفہوم تو صرف اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے اور ان کا وہی مفہوم ہے جو اس کے شایانِ شان ہے۔ بہر حال قرآن مجید نے اس کی ذات کے اظہار و تعارف کے لئے جو صفات ذاتی بیان کی ہیں ان کے مطابق وہ ایک ہے، صمد و بے نیاز ہے یعنی وہ تو کسی کا محتاج نہیں سب اس کے محتاج و دست نگر ہیں، خود زندہ ہے اور زندگی بخش و قیوم ہے، قادر و صاحبِ ارادہ ہے جو چاہے کر سکتا ہے، سمیع و بصیر و علیم ہے، غیب و حاضر کا جانتے والا ہے، آسمان و زمین اور پوری کائنات کا نور ہے، متکلم و صاحبِ کلام ہے، اپنی ذات میں کامل و اکمل ہے اس لئے نہ اس کا کوئی پیدا کرنے والا ہے، نہ اس کی کوئی بیوی / صاحبہ ہے اور نہ کوئی اولاد ہے۔ وہ ازلی و ابدی ہے یعنی نہ اس کی کوئی ابتدا ہے اور نہ انتہا وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اس پر کبھی عدم نہ لاحق ہوا ہے اور نہ کبھی ہو گا۔ وہی آقا و مولیٰ، بادشاہ و حکمران اور مقتدر و مالک ہے، غرضکہ وہ اللہ ہے، وہ ذاتِ مطلق و کامل جو سب سے اوپر ہے اور سب اس کے ماتحت و چاکر۔

اللہ تعالیٰ کے اسمائے ذات کے علاوہ اسمائے حسنی یا اسمائے صفات میں سب سے اہم صفت جس کا قرآن مجید میں سب سے زیادہ اور پُر زور طریقے سے ذکر آیا ہے اس کا الٰہ ہونا (الوہیت) ہے۔ قرآن کریم نے اس باب میں تین اہم نکات کی وضاحت کی ہے: اول اللہ تعالیٰ ہی الٰہ ہے، دوم اس کے سوا اور کوئی الٰہ ہے ہی نہیں اور سوم وہ الٰہ واحد ہے۔ اگرچہ بادی النظر میں یہ تینوں نکات یکساں معلوم ہوتے ہیں تاہم ایسا ہے نہیں۔ وہ خدا کے وجود، غیر اللہ کی الوہیت کی نفی اور توحید الہی جیسے تین اہم اور بنیادی نکات کی وضاحت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں نکات: وجودِ باری تعالیٰ، غیر اللہ کی الوہیت کی نفی اور توحید پر مختلف دلائل انفس و آفاق سے فراہم کئے ہیں۔ مخلوق و خلق کی موجودگی ہی خالق و مالک کے وجود کا تقاضا کرتی ہے، اس کے علاوہ کائنات کی تدبیر اور اس کی چیزوں میں ہم آہنگی ایک مدبرِ اعلیٰ اور مالک کی موجودگی کا پتہ دیتی ہے اور ان سب سے بڑھ کر خود انسان کی روح اس کا اقرار و اعتراف کرتی ہے۔ غیر اللہ کے الٰہ ہونے کی نفی کے سلسلہ میں قرآن کریم کا سب سے بڑا استدلال یہ

ہے کہ وہ خود مخلوق ہیں لہذا وہ خالق کیسے بن سکتے ہیں! وہ رب کیسے بن سکتے ہیں؟ اور پھر ایجابی طور سے اپنے انعامات و احسانات کا ذکر کر کے بتایا ہے کہ چونکہ وہ خالق و رب ہے اور اس کے بے شمار احسانات ہیں لہذا وہی الہ ہو سکتا ہے۔ اسی استدلال کو آگے بڑھا کر وہ اس کی توحید کا ثبوت بھی فراہم کرتا ہے کہ چونکہ اس کے سوا اور کوئی خالق و رب، منعم و محسن نہیں لہذا وہی الہ واحد ہے۔ پھر متعدد مقامات پر اس نے بلا دعویٰ و استدلال بھی ثابت کیا ہے کہ وہی الہ واحد ہے۔

قرآن مجید نے اللہ تعالیٰ کے وجود، غیر اللہ کی نفی اور توحید کے اثبات کے ضمن میں اللہ تعالیٰ کو کہیں صرف الہ واحد کہا ہے، کہیں اس کی مختلف اہم مخلوقات کی طرف نسبت دے کر استدلال کیا ہے۔ لہذا الہ الناس (لوگوں/انسانوں کا الہ)۔ الہ آسمان و زمین، الہ شمس و قمر، الہ کائنات، انبیاء کرام بالخصوص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یا گذشتہ قوموں کو مخاطب کر کے تمہارا، تم سب کا الہ وغیرہ تعبیرات استعمال کی ہیں اور ان کا مقصود و مطلوب یہی ہے کہ وہ اپنے سوا ہر چیز کا الہ ہے۔ الہ کے لیے اسی طرح اسمائے ذات یعنی ازلی وابدی، حی و قیوم، سمیع و بصیر و متکلم، مرید و فعال، لامکان و عالم الغیب اور حاضر و ناظر وغیرہ تمام کو استعمال کیا ہے جس طرح اسم ذات۔ اللہ۔ کے لئے ان کو استعمال کیا ہے۔

صفات الہی میں یا اسمائے صفات میں سب سے اہم تین ہیں: اول تو اس کی الوہیت ہے جس کا ذکر اوپر ہوا، دوم اس کی خالقیت ہے اور سوم اس کی ربوبیت ہے۔

اگرچہ متکلمین و حکمائے اسلام نے اس کی قدرت و ارادہ وغیرہ کو زیادہ اہم صفات قرار دیا ہے اور آخری دونوں صفات کو قدرت الہی کا ضمیمہ بتایا ہے مگر قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صفت خالقیت اور صفت ربوبیت کو صفت قدرت پر دلیل بنا کر پیش کیا ہے اور انسانوں اور مخلوقات کے لحاظ سے اس کی اہمیت زیادہ ہے کہ وہ ان ہی دونوں بنیادی صفات کے ذریعے نہ صرف اس کی قدرت و ارادہ وغیرہ عظیم صفات و اسمائے ذات کا ادراک کرتا ہے بلکہ اس کی الوہیت و وجود تک انہیں کے ذریعے سمجھ پاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ قرآن مجید جو انسانوں کے دماغ و ذہن کے ساتھ ساتھ قلب و ضمیر کو خطاب کرتا ہے ان دونوں بنیادی صفات پر زیادہ سے زیادہ زور دیتا اور ان کو مختلف پیرایوں، گوناگوں طریقوں اور دل چھو لینے والی عبارتوں اور فقرہوں میں بیان کرتا ہے۔ اس دعویٰ کے بعد کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق ہے وہ طرح طرح سے استدلال لگاتا ہے، کہیں کہتا ہے کہ وہ مطلق خلق/مخلوقات کا خالق ہے اور کہیں اس کی وضاحت اپنی مخلوقات میں سے کسی کی طرف نسبت کر کے کرتا ہے۔ لہذا وہ خالق انسان ہے۔ جس نے انسان کی تخلیق مٹی سے شروع کی۔ حضرت ابوالبشر آدمؑ کو مٹی کی تخلیق کے تین مراحل سے گزارا، ان سے ہی ان کا جوڑا بنایا، اور پھر ان دونوں کے اتصال سے ذریعہ آدمؑ کی تخلیق کی اور یہ تخلیق زوجین (جوڑے جوڑے) کے اصول پر کی جو ساری کائنات میں جاری و ساری ہے۔ انسان کی تخلیق تمام دوسری جاندار اشیا کی طرح پانی سے کی

اور اس کو بھی تین مراحل تخلیق سے گزارا وہ نہ صرف خالق حیات ہے بلکہ خالق ممات بھی ہے اور دنیاوی کائنات محض انسان و جنس کی ابتلا و آزمائش کے لئے پیدا کی ہے تاکہ آخرت میں ان اعمال اور اپنی رحمت و کرم کے مطابق ان کو جزا و سزا دے سکے اور انصاف کے تقاضے پورے کر سکے۔ کائنات کی تخلیق کا مقصد یہ ہے کہ وہ عبادت الہی کرے اور یہی انسان کی تخلیق کا مقصد ہے۔ پھر اس کائنات کو انسان کے لئے مسخر کر دیا تاکہ وہ اللہ کے دکھائے ہوئے راستے کے مطابق عمل کرے۔ اسی وجہ سے قرآن مجید نے اللہ تعالیٰ کو کہیں خالق ارض و سما کہا ہے، کہیں ان کی تخلیق کی اہمیت کو واضح کیا ہے۔ کہیں خالق جبال و انہار و اجرام فلکی و ارضی کہا ہے، کہیں دن رات کا خالق بتایا ہے تو کہیں پانی اور بارش کا خالق۔ کہیں خالق حیوانات و جمادات بتایا ہے تو کہیں خالق نباتات و ثمرات اور اپنی صفت خالقیت سے اسی طرح اسلام کے تین بنیادی عقائد۔ توحید (الوہیت)، رسالت و آخرت پر استدلال کیا ہے جس طرح اپنی صفت الوہیت سے۔

تیسری اہم ترین اور بنیادی صفت ربوبیت ہے اور اس کے ضمن میں قرآن مجید نے وہی استدلال کا طریقہ اختیار کیا ہے جو الوہیت و خالقیت کے باب میں کیا ہے۔ اول سارا زور اس نکتہ پر ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی رب ہے اور واحد رب ہے اور اس کے سوا اور کوئی رب نہیں۔ دوم اس دعویٰ پر انفس و آفاق سے شہادتیں پیش کی ہیں۔ چنانچہ کہیں انسانوں کا رب کہا ہے اور کہیں انسانوں کے مختلف طبقات و افراد کو مخاطب کر کے تمہارا اور تم سب کا رب کہا ہے۔ کہیں زمین و آسمان کا رب قرار دیا ہے کہیں شمس و قمر اور نجوم و کواکب کا رب، کہیں انفرادی لحاظ سے ہر شے کا رب کہا ہے اور کہیں مجموعی طور سے رب العالمین قرار دیا ہے۔ غرض کہ تمام کائنات موجودہ ہی کا رب نہیں کہا بلکہ تمام موجودہ و غیر موجودہ عالموں کا رب قرار دیا ہے۔ اور پھر اپنی ربوبیت ثابت کرنے کے لئے اپنی بعض اور صفات و افعال سے استشہاد و اثبات کیا ہے۔ دراصل تمام دوسری صفات الہی خواہ وہ جلی ہوں یا جلالی انہیں تین بنیادی صفات کی توضیحی یا زائد صفات ہیں۔ ان میں رحمان و رحیم، رازق و ہادی، عزیز و مقتدر، قہار و جبار، غفور و غفار، متکبر و حاکم، علی و کبیر، اکبر و احکم، قاضی و عادل، منتقم و ذو استقام، عظیم و جلیل، معز و مذل، حفیظ و رقیب، قادر و قدیر، عادل و مقسط، متعال و مقیت، ماجد و مجید، قدوس و سلام، مومن و مہمین، ستار و وہاب، غفور و عفو، صبور و شکور، شاکر و رشید، حلیم و کریم، لطیف و ولی، مولیٰ و ولی، مجیب و واسع، ودود و رؤف، حمید و محمود، غنی و مغنی اور بے شمار دوسری صفات شامل ہیں۔ ان تمام صفات کا ماحصل وہی ہے جو باقی اولین و بنیادی صفات کا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے کلامِ بلاغت نظام میں اپنی ذات و صفات کا مدلل و مفصل بیان پیش کر کے اپنے مکلف بندوں یعنی انسانوں اور جنوں سے اپنی عبادت کا مطالبہ کرتا ہے۔ اس کا استدلال یہی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ہی الہ، خالق و رب ہے اور وہی تمام کائنات کا مالک و آقا، مربی و مدبر ہے اور جب اسی کی حکومت و فرمانروائی تمام کائنات میں

جاری و ساری ہے تو پھر یہ اس کا حق ہے کہ انسان اور تمام مخلوق اس کی عبادت کریں۔ یہ مخلوقات کا فرض اور ان کے خالق کا حق ہے۔ قرآن مجید نے اس حق الہی اور فریضہ بندگان پر دوسری مخلوقات کی اطاعت و عبادت سے استدلال کیا ہے کہ کائنات کا ہر ذرہ اور ہر شے اسی کی عبادت کر رہی ہے اس لیے انسانوں کو بھی اسی کی عبادت کرنی چاہیے اور یہ عبادت عبارت ہے اس کی مطلق اطاعت و فرماں برداری سے اور اس کے احکام کے مطابق جو رسول اکرم محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے۔ زندگی گزارنے اور عمر بسر کرنے سے جیسا کہ دوسری تمام مخلوقات کا وظیفہ ہے۔ چونکہ وہ عادل و رحمان ہے اس لیے وہ آخرت میں اطاعت کیشوں کو جزا سے نوازے گا اور اطاعت کُشوں کو سزا دے گا۔ اور ان کے اعمال اور اپنی رحمت کے مطابق جنت دے گا یا جہنم میں ڈالے گا۔

ایک لحاظ سے پورا قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی تعریف و توصیف یعنی اس کی ذات و صفات کی تشریح و توضیح سے بھرا ہوا ہے۔ اور سچ ہے کہ انسان اس کی صفات کی اتنی بھی تشریح و توضیح نہ کر سکتا اگر وہ قادر مطلق خود اپنے کلام سے اپنی ذات و صفات کی تشریح نہ کرتا اور پھر قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی جو تعریف و توصیف موجود ہے وہ بھی بس اتنی ہے جو انسانوں کو معرفت الہی تحصیل عطا کرنے کے لئے کافی ہو ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اس کی ذات کی مانند اس کی صفات بھی لامحدود ہیں اور اس کی جتنی تعریف کی جائے اتنی کم ہے۔ قرآن مجید نے بطور تمثیل واضح کیا ہے کہ اگر دنیا کے تمام سمندر روشنائی اور تمام درخت قلم بن جائیں تب بھی اس کی تعریف و توصیف پوری نہیں ہو سکتی۔ بلکہ سات سمندر اور اتنے ہی اور قلم مل جائیں تب بھی اس کی صفات کا احاطہ نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا اگر کوئی احاطہ کر سکتا ہے تو وہی ذات مطلق ہے۔ اور اس کے کلام کے آئینے میں ہم اس کی ذات و صفات کی محض ایک جھلک دیکھ سکتے ہیں جو ہماری ہدایت و بصیرت کے لیے کافی ہے۔

تعلیقات و حواشی

(۱) سورہ فجر ۹ اور سورہ نحل ۴۴ میں قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے ذکر کہا ہے۔ یہاں ذکر بہت وسیع معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ مگر ان سب کا آخری و مجموعی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی یاد اور ذکر سے مسلسل و غیر منقطع طور سے وابستہ رکھا جائے تاکہ وہ اپنے خالق و مالک اور رب سے غافل ہو کر اپنی تخلیق کے مقصد اور اپنے فرائض کو نہ بھولیں اور خدا کی یاد اور اس کا ذکر اس کی ذات و صفات کی معرفت کے بغیر ناممکن ہے۔ ملاحظہ ہو: ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، عیسیٰ البابی الحلبي و شرکاء، قاہرہ (غیر مورخ)، دوم ص ۵۴، اور ص ۱-۵۴، سید ابوالاعلیٰ مودودی، تفسیر القرآن، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی ۱۹۸۲ء، دوم ص ۴۹۸ اور ص ۵۳۳، امین احسن اسلامی، تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۸۵ء، چہارم ص ۹-۳۳۸ اور ص ۴-۴۱۲۔ ان مفسرین نے ”ذکر“ کے معنی بہت محدود کر دیے ہیں، کسی نے قرآن ہی مراد لیا ہے جو ظاہر ہے کہ معنی مرادی ہے مگر اس کے وسیع معنوں کا حوالہ نہیں دیا ہے اور اگر دیا ہے تو بہت سرسری انداز سے۔ تھانوی، بیان القرآن، مکتبہ رحیمیہ دیوبند، جلد ۶ ص ۴-۳۳۔

(۲) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، عیسیٰ البابی الحلبي و شرکاء، قاہرہ (غیر مورخ)، سوم ص ۱۰۸، اسلامی، تدبر قرآن، چہارم ص ۶۳۶، مودودی، تفسیر القرآن، سوم ص ۵۰۔ اسلامی کے نزدیک کلمات سے مراد اللہ کی وہ نشانیوں ہیں جو انفس و آفاق میں پھیلی ہوئی ہیں

غلیل کہتے ہیں کہ اللہ کے نام سے الف لام نہیں بنایا جاسکتا کیونکہ وہی اللہ تعالیٰ کا پورا نام ہے۔ ان کا بیان ہے کہ وہ ان اسماء میں سے نہیں ہے جن سے کسی فعل کا اشتقاق ہوتا ہے جیسا کہ رحمن اور رحیم میں اشتقاق فعل جائز ہے۔ منذری نے ابوالہیثم سے روایت کی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے نام کے لغت میں اشتقاق کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ اس کی اصل (حق) ”اللہ“ ہے اور اس پر تعریف کا الف و لام داخل کر دیا گیا اور کہا گیا: اَللّٰہ۔ پھر عربوں نے ہمزہ کے ثقیل ہونے کے سبب اس کو حذف کر دیا۔ جب انہوں نے ہمزہ کو حذف کیا تو لام تعریف کے لام کے کسرہ کو بدل دیا اور ہمزہ بالکل ختم ہو گیا اور وہ اسے ”اَللّٰہ“ کہنے لگے۔ لام تعریف جو ساکن ہوتا ہے اس کو انہوں نے حرکت دی پھر جب دو متحرک لام ملے تو اول کو دوم میں ضم کر دیا اور اسے کہا: اللہ۔

ابن منظور نے اس کے بعد کافی مفصل بحث الفہم پر کی ہے کہ وہ کس طرح بنا اور اس کا اعراب وغیرہ کیا ہے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی، قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی ۱۹۸۴ء، ص ۱۱ میں لغوی تحقیق کے عنوان سے جو کچھ لکھا ہے اس کی تفصیل یہ ہے۔ ”اس لفظ کا مادہ ال ہ ہے۔ اس مادہ سے جو الفاظ لغت میں آئے ہیں ان کی تفصیل یہ ہے: اَلّٰہ، اذا تحیر، حیران و سرگشتہ ہوا۔

الہت الی فلان ای سکنت الیہ: اس کی پناہ میں جا کر یا اس سے تعلق پیدا کر کے میں نے سکون و اطمینان حاصل کیا۔

اَلِہ الرُّجُلُ یَاَلٰہُ اِذَا فَرِغَ مِنْ اَمْرِ نَزَلَ بِہ فَالِہ غَیْرَہ اَنی اَجَارَہ

آدمی کسی مصیبت یا تکلیف کے نزول سے خوف زدہ ہوا اور دوسرے نے اس کو پناہ دی۔

اِلِہ الرُّجُلُ اِلَیْہ اِلِیْہ لِشِدَہ شَوْقَہ اِلَیْہ آدمی نے دوسرے کی طرف شدت شوق کی وجہ سے توجہ کی۔

اَلِہ الْفَصِیْلُ اِذَا وَلَعَ بِاَمِّہ اوٹنی کا بچہ جو اس سے بچرہ گیا تھا، ماں کو پاتے ہی اس سے چمٹ گیا۔

لَاہ بَلِیْہ لَیْہَا وَلَاہَا، اِذَا احتجب پوشیدہ و مستور ہوا۔ نیز ارتفع یعنی بلند ہوا۔

الہ الہ والوہمہ وَالْوَهْمَ عہد، عبادت کی۔

ان تمام معانی مصدریہ پر غور کرنے سے معلوم کیا جاسکتا ہے کہ ال یا الہ اللہ کے معنی عبادت (پرستش) اور الہ کے معنی معبود کس مناسبت سے پیدا ہوئے اس کے بعد سید مودودی نے اس کے چار معانی بیان کئے ہیں۔

اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب، لاہور ۱۹۸۰ء، جلد سوم ص ۸۷-۱۲۴، اللہ پر سید نذیر نیازی کا مقالہ۔ مقالہ نگار نے لسان العرب کی مذکورہ بالا لغوی تحقیق مختصر آ بیان کرنے کے بعد جوہری کی اس کے سلسلہ میں تحقیق نقل کی ہے۔ ”مکہ سیویہ کے نزدیک یہ ممکن ہے کہ اللہ کے نام کی اصل ”لّٰہ“ جیسا کہ ایک عرب شاعر کہتا ہے:

تَحْلِفُہ مِنْ اَبْنِ رَبّٰحٍ لِشِدِّہَا لَاہَ الْکِبَارِ (یعنی ابو رباح کی اس قسم کی ماتہ جس پر اس کا بڑا دلا تا شاہد ہے)

پھر جب اس پر ال تعریف داخل کیا گیا تو اسے اسم علم کا قائم مقام تصور کر لیا گیا، جیسا کہ العباس اور الحسن اسم علم کے قائم مقام تصور کئے جاتے ہیں (الصراح، بذیل مادہ ل اہ) مقالہ نگار نے یہ اور ابن منظور صاحب لسان العرب کا مذکورہ بالا قول تفسیر البیضاوی ۴/۱ سے نقل کیا ہے۔

اللہ پر مفصل بحث کے لئے مزید ملاحظہ ہو: لسان رازی لواضع البینات، ص ۱۱۴-۹، اسم اعظم پر بحث کے لئے ملاحظہ ہو، ص

۶۲-۶۳

(۶) ”تاج العروس میں ابن العربی کا قول نقل ہوا ہے کہ اللہ اسم علم ہے اور اس معبود برحق پر دلالت کرتا ہے جس میں تمام صفات وجودیہ مجتمع ہیں (دیکھیے بذیل مادہ ال ہ) الیث کا قول ہے کہ اللہ ذات باری تعالیٰ کا اسم اعظم ہے:

اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ وَخَدَہ

اور بقول السید مرتضیٰ الزیلعی اکثر عارفین کا بھی یہی خیال ہے (تاج العروس بذیل ماذہال د) "اردو دائرہ معارف اسلامیہ، مذکورہ بلاص ۱۴۴ سید نذیر نیازی مزید تحریر فرماتے ہیں کہ "البیضاوی نے دو سراقول یہ نقل کیا ہے کہ یہ اللہ کی ذات کا اسم علم ہے اور اسی سے خاص ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اصل میں تو یہ مصفاقی نام تھا۔ مگر جب اللہ کی ذات سے یہ اس قدر مختص ہو گیا کہ اس کی ذات کے سوا اور کسی کے لئے استعمال نہیں ہوتا تو اسے اسم علم کی حیثیت حاصل ہو گئی۔ جس طرح ثریا اصل میں وصفی نام تھا مگر کثرت استعمال کی وجہ سے ستاروں کے جھمکے سے مختص ہو گیا۔ اور اسے اسم علم کی حیثیت حاصل ہو گئی۔ البیضاوی نے چوتھا قول یہ نقل کیا ہے کہ اصل میں یہ سریانی کے لفظ 'لَاہا' سے بنا ہے (البیضاوی ۱/۵)۔"

ابن کثیر، تفسیر، اول ص ۲۰-۱۹ میں تحریر فرماتے ہیں کہ اللہ رب تبارک و تعالیٰ کا غلم ہے اور کہا جاتا ہے کہ وہ اسم اعظم ہے کیونکہ وہ تمام صفات کا جامع ہے۔ پھر سورہ حشر۔ بنی اسرائیل وغیرہ کی تین آیات نقل کرنے کے بعد صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث نقل کی ہے:

إِنَّ فِي تِسْعَةِ وَتِسْعِينَ أَسْمَاءَ بَاطِنَةً إِلَّا وَاحِدًا مَنْ أَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ

(اللہ کے تانوں یعنی سو سے ایک کم نام ہیں، جس نے ان سب کو شملہ کر لیا وہ جنت میں داخل ہو گیا)۔

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ ان کی تعداد ترمذی اور ابن ماجہ میں بھی آئی ہے اور دونوں روایتوں میں زیادتی اور کمی کے سبب اختلاف ہے۔ امام رازی نے اپنی تفسیر میں بعض محدثین سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پانچ ہزار اسماء ہیں۔ ایک ہزار کتاب و سنت میں ہیں، ایک ہزار تورات میں، ایک ہزار انجیل میں، ایک ہزار زیور میں اور ایک ہزار لوح محفوظ میں ہیں۔ "بہر حال وہ ایسا اسم ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی موسوم نہیں"۔ حافظ موصوف نے اس کے بعد اس کی بعض لغوی تشریح کی ہے اور دوسری تفصیل بھی دی ہے۔

اصلاحی، تدبر قرآن، اول ص ۸-۴، کے مطابق یہ نام ابتداء سے صرف اس خدا نے برتر کے لیے خاص رہا ہے جو آسمان و زمین اور تمام مخلوقات کا خالق ہے۔ نزول قرآن سے پہلے عرب جاہلیت میں بھی اس کا یہی مفہوم تھا۔

تھانوی، بیان القرآن، اول ص ۱۰-۹ نے اللہ تعالیٰ کی تحقیق لفظی و معنوی نہیں کی ہے۔

اسماء و صفات الہی کی مفصل و مدلل شرح کے لیے ملاحظہ ہو: امام رازی، "لوامع البینات شرح اسماء اللہ تعالیٰ والصفات" مرتبہ سید محمد بدرالدین ابو فراس نسائی طبری، مطبع شریفہ مصر ۱۳۲۳ھ (طبع اول)۔ چھوٹی تقطیع کی یہ کتاب دو سو سرسٹھ صفحات پر مشتمل ہے اور از اول تا آخر لائق مطالعہ ہے۔ (آئندہ حوالہ لوامع البینات سے ہو گا)۔

(۷) محمد فواد عبد الباقی، الْمُعْجَمُ الْمُفْرَسُ لَلْفَافِ الْقُرْآنِ الْكَرِيمِ (آئندہ المعجم المفہرس) سہیل اکیڈمی لاہور پاکستان ۱۹۸۳ء، بذیل ماذہال د، ۴۵-۳۸

(۸) اسمائے حسنی اور صفات الہی پر بحث کے لیے ملاحظہ ہو: لفظ اسم اور صفت کے لغوی معنی کے لئے دیکھیں لسان العرب بذیل ماذہ س م اور و ص ف۔ جلد ۱۴ ص ۳-۲۰۱ اور جلد ۹، ص ۴۵۶ بالترتیب۔ ابن منظور کے مطابق چیز کا نام اس کی علامت ہوتا ہے۔ اور اسم میں الف وصل کا الف ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب اس کی تفسیر کی جاتی ہے تو وہ 'بُشْعَى' ہوتی ہے جیسا کہ تہذیب میں ہے۔ زجاج کا کہنا ہے کہ ہمارا قول اسم بُشْعَى سے مشتق ہے جس کے معنی رفعت و بلندی کے ہیں اور اس کے مطابق اس کی اصل ہمتو ہے قَنُو اور اِقْنَاء کی مانند ابو العباس کا کہنا ہے کہ اسم در حقیقت وہ رسم اور نشانی (ہمتہ) ہے جو کسی شے کے لئے اس وجہ سے بنائی جاتی ہے کہ وہ پہچانی جاسکے، ابن سیدہ کے مطابق اسم دراصل جوہر یا عرض بتانے والا لفظ ہے تاکہ اس کے ایک حصہ کو دوسرے سے جدا کیا جاسکے۔۔۔۔۔ اس کی جمع اسماء ہے جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے:

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا

بعض لغویوں نے دوسرے جمع کے الفاظ بھی ذکر کئے ہیں..... ابو العباس اس کے قائل ہیں کہ اسم دراصل مسنی ہوتا ہے مگر سیبویہ کے نزدیک وہ غیر مسنی ہے البتہ مؤخر الذکر نے اپنے قول کی کوئی دلیل نہیں دی۔

و ص ف ماذہ اور وصفا اور صفت مصدر ہے اور اس کے معنی آراستہ و سنوارنا (خلاد) ہیں۔ امام لیث کے بقول جب تم کسی چیز کو بیان کرتے ہو تو اس کی حلیہ اور نعت بیان کرتے ہو۔۔۔۔۔ صفت جیسے علم اور سواد۔ ان کے بقول نحوی اس سے یہ مراد نہیں لیتے بلکہ صفت ان کے نزدیک نعت (بیان و وصف) ہے اور نعت اسم فاعل ہے جیسے ضارب (مارنے والا)۔ اور مضروب جو مفعول ہے اور اسی ماتہ دوسرے اوصاف۔ جیسا کہ عرب کے کلام میں ہے: **رَأَيْتُ أَخَاكَ الظَّرِيفَ** (میں نے تمہارے ظریف بھائی کو دیکھا) بھائی موصوف اور ظریف صفت ہے۔ اس لیے ان کا کہنا ہے کہ کسی شے کی اضافت اس کی صفت کی طرف صحیح نہیں جس طرح اس کے نفس کی طرف اضافت نہیں ہو سکتی کیوں کہ صفت ہی موصوف ہے۔

اسمانے مسنی اور صفات الہیہ میں کوئی تباہن و تغایر نہیں ہے بلکہ وہ دونوں ایک ہی مفہوم میں استعمال ہونے ہیں۔ امام غزالی۔

الاقتصاد فی الاعتقاد ص ۶۵-۶۶ نے اسماء الہی کہہ کر صفات الہی پر بحث کی ہے۔ نیز ملاحظہ ہو حاشیہ ۶ مذکورہ بالا میں حدیث نبویؐ اور مفسرین و محدثین کے بیانات جن میں تنانوس اور پانچ ہزار اسماء الہی کا حوالہ ہے جو صفات کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

شیخ محی الدین ابن عربی نے فصوص الحکم میں اللہ تعالیٰ کے اسماء مسنی میں سے ”العلی“ بھی شمار کیا گیا ہے۔ اس پر بحث و تنقید کے لئے ملاحظہ ہو: **مجموعہ تفسیر ابن تیمیہ** ص ۱۸-۱۹، نیز ملاحظہ ہو ابن کثیر، **تفسیر چہارم** ص ۴-۳۲۲، **مودودی تفسیر القرآن**، **دوم** ص ۴-۱۰۳ اصلاحی، **تدبر قرآن**، **سوم** ص ۳۹۹ نیز **لوامع البینات** ص ۱۱-۱۰۔

(۹) صفات الہی پر شاد ولی اللہ دہلویؒ نے **حجتہ اللہ البالغہ**، مرتبہ السید سابق، دارالکتب الحدیثہ قاہرہ (غیر مورخہ) اول ص ۶-۱۳۱ بحث کی ہے۔ جس کے بنیادی نکات درج ذیل ہیں:

نیکو (بر) کی عظیم ترین قسموں میں صفات الہی کو گناتے ہوئے اور ان صفات سے اللہ تعالیٰ کے متصف ہونے کے اعتقاد رکھنے اس میں شامل سمجھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس سے بندہ اور ذات الہی کے درمیان ایک دروازہ کھل جاتا ہے جو اسے اللہ تعالیٰ کے مجہ و کبریا کی انکشاف کے لئے تیار کر دیتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے کہیں بلند ہے کہ اس کو کسی معقول یا محسوس چیز پر قیاس کیا جائے یا اس میں کچھ صفات اس طرح حلول کر جائیں جس طرح اعراض (جوہر کے ساتھ قائم اشیاء) اپنے مقلات (محال) میں حلول کر جاتی ہیں یا جن کو عام عقول سمجھ سکیں یا عرفی الفاظ اپنی گرفت میں لے سکیں۔ اس کے ساتھ ساتھ لوگوں سے اس کو روشناس کرنا بھی ضروری ہے تاکہ وہ اپنے اسکانی کمال کو پہنچ سکیں۔ لہذا یہ ضروری ہوا کہ صفات اپنے مقصد اور غایت کے وجود کے معنی میں استعمال کئے جائیں نہ کہ ظاہری معنی میں۔ لہذا رحمت کے معنی میں انعامات و کرامات سے نوازنا نہ کہ دل کی رقت و میلان اس سے مراد ہے۔ اور ایسے الفاظ مستعار لانے جائیں جن سے یہ معلوم ہو کہ تمام موجودات اس کے تسخیر کرنے کے سبب اس کی نہایت کے لیے مسخر ہیں۔ اور ایسی تشبیہات استعمال کی جائیں کہ ان سے وہ بذات خود مراد نہ ہوں بلکہ ان سے موزوں معروف معنی مراد ہوں۔ مثلاً ہاتھ کے پھیلانے (بسط الید) سے مراد سموت وجود ہے نہ کہ محض ہاتھ کا پھیلنا اور ایک شے یہ بھی ہے کہ مخاطبوں کو اس وہم میں نہ مبتلا کیا جائے کہ وہ الواث بہیمیہ (حیوانی آلائشوں) میں مبتلا ہے اور مخاطبوں کے اختلاف کے ساتھ ساتھ مختلف ہو گا۔ لہذا یہ تو کہا جاتا ہے کہ وہ دیکھتا اور سنتا ہے مگر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ چمکتا اور چمکتا ہے اور کسی معللہ کے ہم متفق معلانی کے فیضان کو کسی نام (اسم) سے موسوم کیا جانے کا جیسے رزاق اور مصور۔ اور اس سے ہر ایسی شے سلب و نفی کی جانے کی جو اس کی شایان شان نہیں بالخصوص وہ

تمام چیزیں جن کو ظالموں نے اس کے لیے استعمال کی ہیں جیسے لم یلم ولم یلم۔ تمام آسمانی ملتیں صفات خداوندی کو اسی طرح بیان کرنے پر متفق ہیں۔ اور ان کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ یہ عبارات و تعبیرات ظاہری طور سے استعمال کی جائیں گی اور ان کے استعمال سے زیادہ کی جستجو نہیں کی جائے گی۔ اسی روش پر زمانہ خیر میں عمل ہوتا رہا لیکن پھر مسلمانوں کے ایک گروہ نے ان پر بحث و تمحیص اور ان کے معانی کی تحقیق بلا کسی نص اور برہان قاطع کے شروع کر دی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

تَفَكَّرُوا فِي الْخَالِقِ وَلَا تَفَكَّرُوا فِي الْخَلْقِ

مخلوقات کے بارے میں غور و خوض کرو مگر خالق کے بارے میں غور و خوض نہ کرو۔

(مرتب نے اپنے حاشیہ میں مرامت کی ہے کہ یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت کردہ ہے اور اس کے آخر میں یہ اضافہ بھی ہے

فانکم لن تغلروا قدرہ

(کیونکہ تم اللہ کی قدر نہ پہچان سکو گے)۔ عراقی کے بقول یہ حدیث ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں ضعیف سند کے ساتھ بیان کی ہے جب کہ اصفہانی نے الترغیب و الترہیب، میں اس سے زیادہ صحیح کے ساتھ روایت کی ہے اور ابوالشیخ نے بھی اسی طرح روایت بیان کی ہے۔ بہر حال وہ ہر حال میں صحیح المعنی حدیث ہے۔

شاہ صاحب پھر سورہ نجم کی آیت ۲۲: وَأَنْ إِلَىٰ رَبِّكَ الْمُنْتَهٰی (اور یہ کہ تیرے رب تک پہنچنا) نقل کر کے لکھتے ہیں کہ صفات الہی مخلوق اور حادث نہیں اور ان پر غور کرنا کہ حق تعالیٰ کیسے ان سے مستصف ہوا دراصل خالق باری میں غور و تفکر کے مترادف ہے۔ ترمذی کی ایک حدیث ہے: یہ اللہ علای۔ امام موصوف اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ علماء کا بیان ہے کہ ہم اس حدیث پر جیسی وہ آئی ہے۔ ایمان رکھتے ہیں اور اس کی نہ کوئی تفسیر کرتے ہیں نہ کوئی غور و فکر کرتے ہیں۔ بہت سے علماء نے بھی یہی بات کہی ہے ان میں حضرات سفیان ثوری، مالک بن انس، سفیان بن عیینہ اور عبد اللہ بن مبارک بھی شامل ہیں جو کہتے ہیں کہ ایسی چیزوں پر ایمان رکھا جائے گا اور ان کے کیف و کیفیت کے بارے میں کوئی جستجو نہیں کی جائے گی۔

صفات الہی پر امام غزالی نے اعیان علوم الدین، مطبع عثمانیہ مصر، قاہرہ ۱۹۳۳، اول ص ۱۰۱-۹۹ میں دوسرے انداز سے بحث کی ہے۔ انہوں نے اعتقادات کی بحث چار اصولوں پر اٹھائی ہے پھر ذات الہی اور صفات الہی کے لیے دس دس اصول بتائے ہیں۔ اس کے علاوہ صفات الہی اور افعال الہی میں فرق کر کے مؤخر الذکر کے لئے الگ دس اصول کئے ہیں۔ ان میں سے اکثر پر بحث بعد میں آئے گی۔

خدا کی صفات پر فلسفیانہ، متکلفانہ اور اسلامی بحث کے لیے مزید ملاحظہ ہو: سید جلال الدین عمری، خدا اور رسول کا تصور: اسلامی تعلیمات میں، مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی، دہلی ۱۹۶۹ء ص ۳۱۹-۲۷۳۔ مفصل بحث کے لئے ملاحظہ ہو: امام رازی، لواح البینات از اول تا آخر۔

(۱۰) مثلاً ملاحظہ ہو فلاسفہ کی بحث اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے باب میں۔ ان کے یہاں ایک بحث یہ ہے کہ خدا کا وجود صفات کا مجموعہ ہے یا صفات کے علاوہ بھی اس کی کوئی ہستی اور وجود ہے؟ پھر خدا کا وجود کیا ہے؟ یا وہ خود کیا ہے؟ ملاحظہ ہو، سید جلال الدین عمری، خدا اور رسول کا تصور، ص ۲۷۳۔ نیز ملاحظہ ہو: ابن تیمیہ، مجموعہ تفسیر شیخ الاسلام ابن تیمیہ، مرتبہ عبد الصمد شرف الدین، مطبع ق، بیروت ۱۹۵۳ء ص ۲۸۵۔ ذیل میں سید جلال الدین عمری کے مباحث کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے:

مسلمان علماء کرام کے نزدیک خدا نے تعالیٰ کی ذات کی طرح اس کی صفات بھی انہی وابدی ہیں اور ان دونوں کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا کہ خدا کی ذات کو اس کی صفات کے بغیر نہیں سمجھا جاسکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا کوئی مادی وجود نہیں ہے

جس کا کوئی طول و عرض اور عمق ہو یا وہ حسی طور سے محسوس کیا جاسکے۔ اسی طرح اس کی صفات میں اس کی ذات کی طرح کسی طرح کی کمی و بیشی ممکن نہیں۔ دنیا اور مخلوقات نہ صرف فانی اور حادث ہیں بلکہ وہ ہر آن تغیر سے گزرتی رہتی ہیں، انقلاب حال ان کے وجود کا لازمی حصہ اور تغیر ان کا لازمہ ہے جبکہ اللہ تعالیٰ ثبات و قدامت کا پیکر ہے جس میں انقلاب و تغیر کا کوئی دخل نہیں۔ متکلمین نے اپنے اس فلسفہ کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کی ایجابی اور سلبی صفات بیان کی ہیں جیسا کہ اوپر شاہ ولی اللہ دہلوی کے مذکورہ اقتباس میں آچکا ہے۔ سلبی صفات وہ ہیں جو اس کے شایانِ شان نہیں اور جن سے وہ پاک اور منزہ ہے جبکہ ایجابی صفات وہ ہیں جو اس کی ذات کا تعارف کراتی ہیں۔

اشاعرہ کے نزدیک اہم ترین اور نمایاں ترین سلبی صفات ہیں :

- ۱۔ اللہ تعالیٰ کی مابیت ہر چیز یعنی مخلوق کی مابیت سے مختلف ہے۔
- ۲۔ وہ غیر مرکب ہے اس کے اجزائے ترکیبی نہ کئے جاتے ہیں نہ بیان کئے جاسکتے ہیں۔
- ۳۔ وہ لامکان ہے کہ وہ کسی ایک محدود و متعین مقام پر نہیں پایا جاتا۔
- ۴۔ وہ کسی کے ساتھ متحد نہیں ہوتا۔
- ۵۔ وہ کسی شے کے اندر حلول نہیں کرتا۔
- ۶۔ اس کا کوئی خاص رخ یا جہت متعین نہیں ہے۔
- ۷۔ اس کے ساتھ کوئی حادث صفت نہیں پائی جاسکتی، یعنی ایسی کوئی صفت نہیں ہو سکتی جو پہلے سے نہ ہو اور بعد میں پیدا ہو۔
- ۸۔ وہ لذت و الم کا شکار نہیں ہوتا۔ اور اسی طرح
- ۹۔ اس کی ذات رنگ و بو اور لذت و کیف سے متصف نہیں ہے۔

اشعری متکلمین نے اللہ تعالیٰ کی جن ایجابی صفات کا ذکر کیا ہے وہ سات ہیں : قدرت، علم، حیات، ارادہ، سمع، بصر اور کلام۔ چنانچہ بعض اشاعرہ کے نزدیک صرف یہی سات ایجابی صفات ہیں اور ان کے علاوہ باقی دوسری کوئی نہیں ہیں۔ جبکہ بعض دوسرے اشاعرہ کے نزدیک اس سے زیادہ ایجابی صفات ہیں۔

ماتریدی متکلمین کے نزدیک آٹھ ایجابی صفات الہی ہیں اور ان کے نزدیک قدرت کے ساتھ ساتھ حکم و یا تخلیق ایک الگ صفت ہے جبکہ اشاعرہ کے نزدیک وہ دونوں ایک ہیں۔

لماں رازی نے بھی انھیں سات ایجابی صفات کا ذکر کیا ہے اور ان کے نزدیک ان صفات کو نقل یا نص کے بغیر عقل کے ذریعے ثابت کیا جاسکتا ہے۔

بعض دوسرے متکلمین کے نزدیک یہ سات صفات بنیادی ہیں اور ان کی بنا پر باقی دوسری صفات کو ثابت کیا جاسکتا ہے۔ اور وہ سب ضمنی صفات ہیں۔ جو بنیادی صفات کے ذیل میں آتی ہیں۔ لیکن لماں رازی نے ضمنی صفات کے سلسلہ میں توقف اختیار کرنے کا مشورہ دیا ہے۔

متکلمین کے ایک دوسرے گروہ کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان تمام صفات سے متصف ماننا چاہیے، جن کا ذکر قرآن و حدیث میں موجود ہے چنانچہ علامہ سعد الدین تفتازانی، علامہ نصیر الدین طوسی اور لماں ابن تیمیہ نے اس گروہ کی ترجمانی کی ہے۔

لماں غزلی نے ذرا مختلف انداز سے صفات الہی پر بحث کی ہے۔ ان کے مطابق اللہ تعالیٰ کے اسماء چار قسم کے ہیں :

- ۱۔ بعض اسماء اللہ تعالیٰ کی صرف ذات پر دلالت کرتے ہیں جیسے اسم موجود۔ یہ خدا کی ذات پر ازل اور ابدی طور سے صادق آتا ہے کہ خدا ازل سے موجود ہے اور تا ابد رہے گا۔
- ۲۔ بعض اسماء خدا کی ذات پر دلالت کرنے کے ساتھ ساتھ کچھ چیزوں کی اس سے نفی بھی کرتے ہیں۔ مثلاً خدا قدیم ہے باقی ہے۔

واحد ہے، غنی ہے، ان سے یہ معلوم ہوا کہ وہ عدم سے وجود میں نہیں آیا اور نہ اس کو کبھی عدم لاحق ہو گا، وہ شرک سے بڑی ہے اور کسی کا محتاج نہیں۔

۳۔ اسماء الہی کی تیسری قسم وہ ہے جن سے ذات الہی کے لئے زائد معنی ثابت ہوتے ہیں۔ ان میں یہ اسماء الہی شامل ہیں۔
الحی (زندہ) القادر (قدرت والا)، المتکلم (بولنے والا)، المرید (ارادہ کرنے والا)، السميع (سننے والا)، البصیر (دیکھنے والا)، العالم (جاتے والا)۔ ان کے ساتھ وہ اسماء بھی شامل ہیں جو ان سے کسی طرح تعلق رکھتے ہیں جیسے آمر، ناجی، نبیر وغیرہ۔
۴۔ وہ اسماء الہی جن سے اللہ تعالیٰ کے افعال معلوم ہوتے ہیں جیسے رازق، خالق، معز وذل وغیرہ۔

ان مباحث کے لئے ملاحظہ ہو، خدا اور رسول کا تصور ص ۹۱-۹۲، سید جلال الدین عمری نے جن مصادر کا حوالہ ان مباحث کے لئے دیا ہے وہ یہ ہیں: مجموعہ تفسیر شیخ الاسلام ابن تیمیہ ۷-۲۸۵، لماس غزالی، الاقتصاد فی الاعتقاد، مطبع سعادت مصر ۱۳۲۷ھ، ص ۱۳-۲۷، ص ۶۵-۶۶ لماس رازی، محمل افکار المتقدمین مطبع مسینیہ قاہرہ ۱۳۲۳ھ، تفسیر الدین طوسی، تلخیص المحمل، مطبع مسینیہ، قاہرہ ۱۳۲۳ھ، ص ۱۱۱-۱۱۲ اور ص ۱۳۵-۱۳۶، ابن تیمیہ، شرح عقائد، دوم ص ۹۲-۹۹، تفتازانی، شرح المقاصد، استنبول ۱۳۷۷ھ دوم ص ۷۹، الشہرستانی، الملل والنحل، تذکرہ مصنفیہ، ابن تیمیہ شرح العقیدہ الاسفہانیہ، مطبوعہ مصر ۱۳۲۹ھ، ص ۱۲-۱۸ اور ابن رشد، الکشف من مناجی الاولیہ مطبوعہ مصر ص ۵۲۔

نیز لماس رازی، لوائح البینات ص ۲۸-۱۲ و مابعدہ ملاحظہ ہو جہاں یہ بحث زیادہ مفصل اور منطقی ہے۔

(۱۱) سورہ اخلاص میں مذکور صفات الہی کے لغوی معنی کی تحقیق کے لئے ملاحظہ ہو: لسان العرب، بذیل ما زاد اح د، ص م د: جلد سوم ص ۷۰ اور ص ۹-۲۵۸ اور جلد ۱۵، ص ۲۲۷ برائے ”کفوا“

أَخَذَ: فِي أَسْمَاءِ اللَّهِ تَعَالَى الْأَخَذُ وَهُوَ الْفَرْدُ الَّذِي لَمْ يَزَلْ وَخَذَهُ وَلَمْ يَكُنْ مَعَهُ آخَرُ وَهُوَ اسْمُ بَنِي لِنْفَى مَا يُذَكَّرُ مَعَهُ مِنَ الْعَدَدِ (احد: اللہ تعالیٰ کے اسماء میں شامل ہے۔ احد وہ ذات واحد (فرد) جو ہمیشہ تنہا رہا ہو اور اس کے ساتھ کوئی دوسرا نہ رہا ہو۔ وہ ایک ایسا اسم ہے جو اس لیے بنا ہے کہ اس کے ساتھ عدد میں سے کسی کے ذکر کی نفی کر دے۔) اس کے بعد مزید لغوی بحث کرتے ہوئے ابن منظور نے لکھا ہے کہ اصل میں یہ لفظ ”وحدہ“ تھا اور واؤ عربی کے قاعدہ کے مطابق ہمزد سے بدل گیا کیونکہ وہ وحدۃ سے بنا ہے۔ احد دراصل واحد کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جو عدد (گنتی) کا اولین عدد ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے قول: قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ

میں وہ اللہ سے بدل پڑا ہے۔ کیوں کہ نکرہ کبھی معرف کا بدل بن جاتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے:

لَتَسْفُكًا بِالنَّاصِيَةِ ۝ نَاصِيَةٍ

(سورۃ العلق ۶-۱۵: ہم کسیٹیں کے چوٹی پڑو کر، کیسی چوٹی)

صائب لغت نے اس کے بعد کافی مفصل بحث دوسرے لغوی محکات پر کی ہے۔ ان کے علاوہ حدیث نبوی کا حوالہ دیا ہے کہ آپ نے حضرت سعد کو تشبہ میں اپنی سبابہ (شہادت دلی) اٹھلی سے اشارہ کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ وہ احد احد ہے۔
مہ: بطور فعل اس کے مختلف ابواب کے معنی بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

الصُّمْدُ بِالتَّخْرِيفِ: السَّبْدُ الْمَطَاعُ الَّذِي لَا يَقْضِي كُؤْنَهُ أَمْرٌ وَقَبِيلٌ: الَّذِي يُضَمُّ إِلَيْهِ فِي الْخَوَاجِعِ أَنَّى يُقْضَدُ

(حرکت کے ساتھ صمد کے معنی اس واجب الطاعت حکم و سردار کے ہیں جس کے بغیر کوئی معاملہ طے نہیں کیا جاسکتا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ وہ ذات جس کی طرف خوائج و ضروریات میں رجوع کیا جاتا ہے)۔ اس کے بعد بطور استشہاد کلام عرب سے دو شعر نقل کئے ہیں اور لکھا ہے کہ ”صمد اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے کیونکہ تمام امور اسی کے حوالہ میں اور ان میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔“

ان کے علاوہ بعض ایسے معانی نقل کئے ہیں جن کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ ایک معانی یہ بھی بیان کیے ہیں کہ ”سمد و سید و سردار ہوتا ہے جس پر اس کی سیادت کی انتہا ہوتی ہے اور بقول ازہری اللہ تعالیٰ کی سیادت کی کوئی حد نہیں کہ وہ غیر محدود ہے“ ایک معنی یہ بیان کئے ہیں کہ سمد و دانم اور باقی رہنے والی ذات ہے جو اپنے خلق کے فنا کے بعد بھی باقی رہے گی۔ بہر حال ان تمام معانی میں ایک بات مشترک ہے اور وہ یہ کہ سمد و ذات ہے جس کے سب محتاج ہیں اور وہ کسی کا محتاج نہیں۔ مزید بحث کے لئے ملاحظہ ہو: امین احسن اسلامی، سمد بر قرآن، نہم ص ۵۳-۶۳، مودودی، تقسیم القرآن، ششم، ص ۵۳-۵۳۵، تھانوی بیان القرآن، جلد ۱۲، ص ۷-۱۲۹ کے نزدیک اللہ (اپنے کمال ذات اور صفات) میں ایک ہے۔ (کمال ذات یہ کہ واجب الوجود ہے اور کمال صفات یہ کہ علم و قدرت وغیرہ اس کے قدیم اور محیط ہیں اور اللہ ایسا بے نیاز ہے (کہ وہ کسی کا محتاج نہیں اور اس کے سب محتاج ہیں) ولہ کے معنی اتنے معروف ہیں کہ مزید تشریح کی ضرورت نہیں، لغوی تحقیق کے لئے ملاحظہ ہو لسان العرب، بذیل مادہ و ل د، سوم ص ۱-۶۶ کفو: کے معنی کافی ہونے، برابر ہونے کے ہیں، (جلد ۱۵، ص ۲۴۷)

(۱۲) وجود الہی پر مفصل بحث کے لیے ملاحظہ ہو۔ امام غزالی، ایضاً علوم الدین، اول ص ۶-۹۳ جنہوں نے ایمان کے ارکان میں اولین رکن ذات الہی کی معرفت کو قرار دے کر بتایا ہے کہ وہ ”واحد“ ہے اور اس بحث میں انہوں نے دس اصول بیان کئے ہیں جن کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ کے وجود کی معرفت قرآن مجید سے۔ اس ضمن میں سورہ نبا ۱۶-۶، بقرہ ۱۶۴، سورہ نوح ۱۸-۱۵، واقعہ ۴۳-۵۸، ابراہیم ۱۰، یونس ۶-۱۰۵ وغیرہ کا حوالہ دے کر ثابت کیا ہے کہ مخلوقات یعنی انفس و آفاق کی شہادت، فطرت انسانی اور انبیائے کرام کی دعوت سے اس کا وجود ثابت ہے۔ اس کے بعد اس کے قدیم ہونے اور حادث نہ ہونے پر بحث کی ہے۔
۲۔ یہ جانتا کہ اللہ تعالیٰ قدیم و ازیلی ہے اور اس سے قبل کوئی نہ تھا اور وہ ہر چیز کا اول ہے اور ہر زندہ و مردہ سے پہلے تھا اور ہے۔
۳۔ یہ علم کہ اللہ تعالیٰ ازیلی ابدی ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے وجود کا کوئی آخر نہیں ہے۔ وہ اول و آخر اور ظاہر و باطن ہے اور اس کا عدم محال ہے۔

۴۔ یہ علم کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز میں آنے والا جوہر نہیں بلکہ وہ جہت و تعین سے بلند و بالا ہے۔
۵۔ یہ علم کہ اللہ تعالیٰ کوئی ایسا جسم نہیں ہے جس کی تالیف جوہر سے ہوتی ہو۔
۶۔ یہ علم کہ اللہ تعالیٰ کوئی عرض نہیں جو کسی جسم کے ساتھ قائم ہو یا جسم کے محل میں حلول کرتا ہو۔
۷۔ یہ علم کہ اللہ تعالیٰ جہات کی تعین و تحدید یا اختصاص سے منزہ و پاک ہے۔
۸۔ یہ علم کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر استواء رکھتا ہے۔ اور اس کے وہ معنی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مراد لئے ہیں۔
۹۔ یہ علم کہ اللہ تعالیٰ صورت و مقدار سے منزہ ہونے اور جہات و اقطار سے ملوث نہ ہونے کے باوجود دار آخرت میں محبوں و آنکھوں سے مرنی ہو گا۔

۱۰۔ یہ علم کہ اللہ تعالیٰ واحد ہے، اس کا کوئی شریک نہیں کوئی ساجھی، جسم اور مثیل نہیں۔
امام غزالی نے ان اصولوں میں سے ہر ایک پر بحث لال کی ہے اور اپنے دلائل و براہین دینے میں جن کو اختصار کے خیال سے چھوڑ دیا گیا ہے۔

(۱۳) توحید الہی پر مفصل بحث کے لیے ملاحظہ ہو: امام غزالی، ایضاً علوم الدین، اول ص ۹۶، ابن رشد، الکشف من منہج الادب ص ۲-۵۰ وما بعد، امام ابن الہمام، السائد مع اہل شریع السائد، ص ۸-۲۵ وغیرہ، ابن تیمیہ، مجموعہ تفسیر، ص ۳۰-۱۲۸ وغیرہ اور ص ۲۰۹-۱۹۶ وغیرہ، مولانا امین احسن اسلامی، حقیقت توحید، نقوش رسول نمبر لہور ۱۹۸۲ء، دوم ص ۳۷-۳۹، سید جلال الدین عمری، خدا اور رسول کا تصور، ص ۶۰-۳۳۰۔ مولانا اسلامی نے قرآن کے اولین مہمطلب، قرآن کا طرز

استدلال، قرآنی استدلال کی اساس اور بعض عمومی تنبیہات کے بعد مباحث کی جو ترتیب دی ہے اس کا اختصار یوں ہے: انہوں نے توحید کے دلائل کو دو خانوں عمومی اور خصوصی میں تقسیم کیا ہے: عمومی دلائل میں دلائل آفاق اور دلائل انفس پر بحث کی ہے اور خصوصی دلائل میں دلائل جلیات مسلمات، محال و غیرہ سے بحث کی ہے۔ دلائل آفاق میں کائنات کا حسن و جمال، کائنات کے مختلف اجزاء کا باہمی توافق، ضد سے ضد کا وجود، متحدات سے مختلفات کا وجود، مظاہر کائنات کی تسخیر، کائنات کی محکم تدبیر، بر نظم اجتماعی کے لیے غیر منقسم حاکمیت لازمی، حق و باطل کی آویزش اور حق کا غلبہ، کائنات کے مختلف مظاہر میں مضمحل اشارات شامل ہیں جبکہ توحید کے دلائل انفس میں عہد فطرت انسانی، علم و یقین کی فطری طلب، فطرت انسانی کا علو، انسان کا صغف و اعتقاد کو شامل کیا ہے۔ خصوصی دلائل میں جو مباحث ہیں وہ یہ ہیں: شرکاء کے لئے کوئی دلیل نہیں، لوازم سے استدلال، دلیل عدل، اہل کتاب و منافقین کے تصورات اور آخر میں ایک خلاصہ دیا ہے تمام گذشتہ مباحث کا اور توحید کے اثرات پر بحث کی ہے۔

سید جلال الدین عمری نے جن مباحث پر اپنی تفصیل قائم کی ہے ان میں سے اہم یہ ہیں: شرک کا امکان نہیں، تخلیق کائنات میں شرک کا ثبوت نہیں، تنظیم کائنات ایک خدا چاہتی ہے اور نفسیات انسانی شرک سے انکار کرتی ہیں۔ (۱۴) امام ابن تیمیہ نے مجموعہ تفسیر ص ۳۰۰-۲۹۹ میں آیہ الکرسی کو صفت کمال کے اثبات پر مبسوط بحث کرنے والی قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں:-

جس طرح قرآن کی پہلی نازل ہونے والی آیت اس پر دلالت کرتی ہے اس سے زیادہ قرآن کی ایک اور آیت اس سے زیادہ شرح و بسط کے ساتھ دلالت کرتی ہے اور وہ آیہ الکرسی ہے۔ اس کے ضمن میں انہوں نے ایک حدیث صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ، باب فضل سورۃ الکہف و آیہ الکرسی (اور ابو داؤد سے بھی وہ مروی ہے) نقل کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب سے فرمایا: ابوالنذر! تم کو معلوم ہے کہ کتاب اللہ کی سب سے عظیم آیت تمہارے پاس ہے؟ پھر فرمایا:

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ

حدیث نقل کرنے کے بعد علامہ فرماتے ہیں کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے قول کو اللہ سے شروع کیا ہے جو اس کے قول رَبُّكَ سے اعظم ہے۔ اسی بناء پر قرآن کریم کی سب سے اعظم سورۃ کا آغاز اسی سے کرتے ہوئے فرمایا ہے:

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مشرکوں کے غیر اللہ کے الٰہ بنانے کی تردید کی ہے اور خالق غیر کی تردید یوں نہیں کی کہ وہ اللہ کے خالق ہونے کے قائل تھے لہذا انسان یا اور کسی شے کے خالق ہونے کی نسبت وہ کسی اور کی جانب نہیں کرتے تھے یہ خلاف الوہیت کے..... پھر متعدد آیات قرآنی بیان کرنے کے بعد ثابت کیا ہے کہ وہ اس کے ساتھ دوسرے الٰہ کے تو قائل تھے مگر اس کے ساتھ کسی اور خالق کے قائل نہ تھے۔

امام صاحب نے اس کے بعد حق قیوم پر بحث کرتے ہوئے کہا ہے کہ ان صفات کا قرآن کریم کے مختلف مقامات پر تین جگہ ذکر کیا ہے اور ہر جگہ دین کے نام ترمین اصول کے ضمن میں یعنی توحید۔ رسالت اور آخرت کے ضمن میں کیا ہے۔ انہوں نے بعض دوسرے شواہد قرآنی بھی بیان کئے ہیں۔

نیز امام راہی، لوائح البینات، ص ۸-۲۲۵، حی اور قیوم کی تفسیر۔

اس بحث پر مزید ملاحظہ ہو: مودودی، تفسیر القرآن، اول ص ۶-۱۹۲، اسلامی، تدبر قرآن، اول ص ۹۰-۹۹، ابن کثیر، تفسیر، اول ص ۱۰-۲۰۴، تھانوی، بیان القرآن، جلد اول ص ۱۵۲۔ مؤخر الذکر نے ”توحید ذات و صفات“ کے عنوان سے آیہ الکرسی کی تشریح کی ہے۔

ابن کثیر نے متعدد احادیث نبویؐ کا حوالہ دے کر لکھا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اسم اعظم پر مشتمل ہے اور دس مستقل جملوں پر مشتمل ہے۔ یہ خاصی لمبی بحث ہے۔ اسماء حسنیٰ پر ابن کثیر کی مزید اور مفصل بحث کے لیے ملاحظہ ہو: تفسیر چہارم ص ۳-۳۳۲، نیز جلد دوم ص ۹-۲۶۸ سورہ اعراف میں ان کی بحث، مودودی - دوم ص ۳-۱۰۳ نے اپنی نسبتاً مفصل بحث میں اسماء ذات اور اسماء صفات کی تفریق کی ہے۔

آیہ الکرسی میں آنے والے الفاظ کی لغوی تحقیق کے لیے ملاحظہ ہو لسان العرب، بذیل مادہ متعلقہ۔
الحی: حیات سے مانوڑ ہے جو موت کا نقیض (متضاد) ہے..... الحی من کل شیء: نقیض الیوت (ہر چیز کی زندگی کا مطلب ہے مرد کا متضاد) مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو جلد ۱۳، ص ۲-۲۱۱ اور مابعد۔

القیوم (جلد ۲۱، ص ۵۰۴ بالخصوص): ابن الاعرابی کے بقول القیوم، القیام اور المدبر ایک ہیں۔ زحاج کا کہنا ہے کہ قیوم اور قیام کا بطور صفت الہی اور اسم حسنی مفہوم قائم ہے کہ جو اپنے مخلوقات کے معاملات کی تدبیر کرتا ہے۔ اور ان کی پیدائش و تربیت، رزق رسانی کا ذمہ دار اور ان کے حالات و کوائف کا عالم ہوتا ہے۔ فراء کے مطابق فعل سے قیوم کا صیغہ قیوم ہے..... لغوی مباحث کے بعد حدیث نبویؐ میں بھی صفت قیوم کے وارد ہونے کا حوالہ دیا ہے۔ اور مختلف مفسرین کی آراء بیان کی ہیں۔ مثلاً حضرت قتادہ کے نزدیک اس کے معنی ہیں: القائم علی کل شیء (ہر چیز کا مالک و ذمہ دار) قتادہ کے نزدیک معنی ہیں: القائم علی خلقہ باجہلہم و اغنیہم و ارزاقہم

(یعنی مخلوق پر ان کی مدت عمر، اعمال اور ان کے رزق کا مالک و ذمہ دار) جوہری کا خیال ہے کہ:
القائم بامر خلقہ فی انشائہم و رزقہم و علمہ لمستقرہم مستودعہم اور آخر میں صاحب لسان لکھتے ہیں:
القیوم من اسماء اللہ المعدودۃ، و هو القائم بنفسہ مطلقاً لا بغيرہ، و هو مع ذلک یقوم بہ کل موجود حتی لا یتصور وجود شئ ولا دوام وجودہ الا بہ

(قیوم اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ ناموں میں سے وہ اپنی ذات میں مطلق قائم ہے اور کسی کا محتاج نہیں، اور اس کے ساتھ اسی کی وجہ سے تمام موجودات قائم ہیں یہاں تک کہ کسی شے کا وجود اور اس کے وجود کا دوام اس کے بغیر تصور نہیں کیا جاسکتا۔)
تھانوی، بیان القرآن، اول ص ۱۵۳ قیوم کا ترجمہ سنبھالنے والا ہے (تمام عالم کا) کرتے ہیں۔ کرسی کی نعمت و حجم کے بارے میں ایک حدیث نبویؐ بیان کرتے ہیں کہ آسمان و زمین اس کے مقابلہ میں ایک حلقہ یا پھلے کے برابر ہے اور عرش کی کوئی حد نہیں اور علو کا حامل نفی ہے صفات نقص کی اور عظمت کا حامل اثبات ہے صفات کمال کا۔

(۱۵) ابن کثیر، تفسیر، سوم ص ۹۲-۲۸۹، مودودی، تفسیر القرآن، سوم ص ۹-۲۰۵، تدبر قرآن، پنجم ص ۱۱-۲۰۹
ابن کثیر نے نور السموات والارض کے متعدد معنی لکھے ہیں: (۱) ابن عباس سے علی بن ابی طلحہ کی روایت ہے کہ اس سے آسمانوں اور زمین کا بلوی مراد ہے۔ (۲) ابن جریج کے مطابق مجاہد اور ابن عباس اس سے تدبر امور مراد لیتے ہیں۔ (۳) حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ نور الہی سے ہدایت الہی مراد ہے۔ لفظ نور کی مختلف قراتوں کا ذکر کرنے کے بعد کئی احادیث نبویؐ کا ذکر کیا ہے: (۱) صحیحین میں حضرت ابن عباس کی روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو فرماتے:

اللہم لك الحمد، انت نور السموات والارض ومن فیہن، ولك الحمد انت قیوم السموات والارض ومن فیہن،

(اے اللہ تیرے لیے تمام حمد ہے، اور آسمان و زمین کا اور ان میں جو لوگ ہیں ان کا نور ہے، اور تیرے لیے ہم حمد کہ تو آسمان

و زمین اور ان کی تمام ہیزوں کا قیوم ہے۔) (۲) ابن اسحاق نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ دعا نقل کی ہے جو آپ نے طائف والوں کی اذیت کے دن پانے کے بعد مانگی تھی اور اس میں پہلا جملہ ہے :

اعوذ بنور وجهك الذي اشرقت له الظلمات

(تیرے چہرہ کے نور کی پناہ مانگتا ہوں جس سے تاریکیاں روشن ہوتی ہیں) (۳) حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہ تمہارے رب کے یہاں نہ دن ہے نہ رات، عرش الہی کا نور، اس کے چہرہ کا نور ہے۔

مولانا مودودی نے لکھا ہے کہ ”اللہ کو نور کہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ معاذ اللہ اس کی حقیقت بس ”نور“ ہونا ہے۔ حقیقت میں وہ ایک ذات کامل و اکمل ہے جو صاحب علم، صاحب قدرت، صاحب حکمت وغیرہ ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب نور بھی ہے۔ لیکن خود اس کو نور محض اس کے کمال نورانیت کی وجہ سے کہا گیا۔“ (ص ۴۰۸)

مولانا اسلامی نے ابن کثیر کی ایک روایت کے مطابق نور الہی سے نور ایمان الہی مراد لیا ہے۔ جبکہ مولانا تھانوی، بیان القرآن جلد ۸، ص ۳-۲۲ ”نور ہدایت دینے والا کہتے ہیں۔“

(۱۶) ابن تیمیہ، شرح العقیدہ الاصفہانیہ، ص ۸ بحوالہ عمری ص ۶-۳۶۳۔ نیز امام رازی، لوائح البینات، ص ۱۸-۳۔

(۱۷) امام رازی، اساس التقدیس فی علم الکلام، مصر ۱۳۲۸ء ص ۹-۲۸ بحوالہ عمری ص ۸-۲۶۶، نیز امام رازی، لوائح البینات ص ۱۸-۱۰۔

(۱۸) امام غزالی، الاقتصاد فی الاعتقاد، مصر ۱۳۲۷ء، ص ۱۳ نیز ملاحظہ ہو خدا اور رسول کا تصور ص ۲-۲۷۱، نیز امام رازی، لوائح البینات، ص ۱۸-۱۱ وما بعد۔

(۱۹) مزید بحث کے لیے ملاحظہ ہو، امین احسن اسلامی، حقیقت توحید، بحث بر دلائل آفاق، سید جلال الدین عمری، خدا اور رسول کا تصور ص ۶-۳۳۰ نیز ملاحظہ ہو: امام غزالی، اہیاء علوم الدین، اول ص ۶-۹۳۔ اس کا حوالہ اوپر گزر چکا ہے۔ صفات الہی پر ان کی بحث بھی ملاحظہ ہو جہاں انہوں نے علم الہی سے بحث کی ہے۔ ص ۷-۹۶۔

(۲۰) تھانوی، بیان القرآن، جلد ۱۱ ص ۱۰۳ میں اس کی تشریح میں لکھتے ہیں۔ وہی (سب مخلوق سے) پہلے ہے اور وہی (سب کے فناء ذاتی یا صفاتی سے) پہلے (بھی رہے گا یعنی اس پر نہ عدم سابق طاری ہوا ہے جیسا سب مخلوق پر وقوعاً ہوا ہے اور نہ عدم لاحق طاری ہو گا فناء جیسا فناء عالم کے وقت مخلوق پر ہو گا۔۔۔۔۔ اور وہی (مطلق وجود کے اعتبار سے دلائل سے نہایت) ظاہر ہے اور وہی (کفر ذات کے اعتبار سے نہایت) مخفی ہے (یعنی کوئی اس کی ذات کا ادراک نہیں کر سکتا۔) اور (کو وہ خود تو ایسا ہے کہ مخلوق کو من وجہ معلوم ہے اور من وجہ غیر معلوم لیکن مخلوق سب من کل الوجود اس کو معلوم ہے اور) وہ ہر چیز کا خوب جانتے والا ہے۔ مولانا تھانوی نے اس سے اثبات توحید پر استدلال کیا ہے۔

(۲۱) اہیاء علوم الدین، اول ص ۷-۹۶ میں امام غزالی نے صفات الہی کے بنیادی دس اصولوں میں سے پانچویں اصل یہ بیان کی ہے کہ یہ جانتا بھی رکن ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ سمیع و بصیر ہے اور اس کی رویت و مجاہد سے ضمیر کے ہوا جس اور خیال و فکر کی پوشیدہ چیزیں بھی مخفی نہیں ہیں۔ اس کی سماعت سے کوئی چٹان پر رات کی تاریکی میں چلنے والی سیلا پیوٹی کی چال کی تحلیف بھی پوشیدہ نہیں رہتی۔ اور وہ سمیع و بصیر کیسے نہ ہو کیونکہ سمیع و بصیر کمال کی نشانی میں اور وہ نقص نہیں۔ پھر مخلوق خالق سے زیادہ کامل اور مصنوع (بنا ہوا) صانع سے زیادہ مکمل اور بہتر کیسے ہو سکتا ہے۔ اور انصاف و عدل کیسے پایا جاسکتا ہے جبکہ اس ذات مطلق میں تو نقص واقع ہو اور اس کی مخلوقات و مصنوعات میں کمال پایا جائے۔ اور پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی محبت ان کے کفر باپ پر قائم ہو کی جس سے انہوں نے کہا تھا :

لَمْ تَعْبُدْ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنْكَ شَيْئًا

(سورہ مریم ۴۲-) کیوں ہو جتا ہے جو چیز نہ سنے نہ دیکھے، اور نہ کام آوے تیرے کچھ) اور اگر یہ ان کے معبود میں پانی جانے تو ان کی دلیل ساقط ہو جانے کی اور اللہ تعالیٰ کا قول صحیح نہ ہو گا :

وَنَلَّكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَىٰ قَوْمِهِ (سورہ انعام ۷۳)

اور یہ ہماری دلیل ہے کہ ہم نے دی ابراہیم کو اس کی قوم کے مقابل) جس طرح وہ ذات الہی بلا کسی عضو و جرح کے فاعل ہے اور بلا کسی قلب و دماغ کے عالم ہے اسی طرح وہ بلا آنکھ کے بسیر اور بلا کان کے سمیع ہے کیونکہ اعضا و جوارح ہونے کی صورت میں خالق و مخلوق میں کوئی فرق نہ ہو گا۔

ابن تیمیہ، مجموعہ تفسیر، ص ۳-۳۲ نے یہ بحث کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس غیب کا عالم ہے جو مطلق ہے۔ وہ مقید و معین نہیں ہے، بلکہ وہ ہر طرح غیب کا خواد و مطلق و معین ہو اور خواد شے مشہود ہو سب کا عالم ہے۔

(۲۲) ان تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو المعجم المفہر للفاظ القرآن الکریم بذیل ماڈس م ع اور ب ص ر۔

(۲۳) آیات قرآنی کے سیاق و سباق پر مزید بحث کے لیے ابن کثیر، مولانا تھانوی، مولانا مودودی، مولانا اسلامی اور دوسری تفاسیر کے مباحث متعلقہ دیکھیں۔

(۲۴) المعجم المفہر بذیل ماڈس م ع۔

(۲۵) مختلف تفاسیر میں ان آیات کے استعمالات پر توضیحات ملاحظہ کریں۔

(۲۶) المعجم المفہر بذیل ماڈس ل م۔

(۲۷) امام غزالی، ایضاً علوم الدین، اول ص ۹۶ نے صفات الہی کے بنیادی دس اصولوں میں سے اسے اصل ثانی قرار دیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ انسان یہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ تمام موجودات کا جاتے والا (عالم) اور تمام مخلوقات کا محیط (احاطہ کرنے والا) ہے۔ اس کے علم سے زمین و آسمان کا کوئی ذرہ بھی پوشیدہ نہیں۔ اس ضمن میں امام موصوف نے دو آیتوں کا حوالہ دیا ہے۔

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ اور اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ○

(۲۸) مختلف تفاسیر میں ان آیات کی توضیحات بھی ملاحظہ کریں۔ امام غزالی، ایضاً علوم الدین، اول ص ۹۷ میں آٹھویں اصل صفات الہی کی یہ بتائی ہے کہ اس کا علم قدیم ہے اور وہ اپنی ذات و صفات سے عالم ہے۔ مخلوقات میں جو چیزیں پیدا ہوتی ہیں اور جو نہیں پیدا ہوتیں وہ ان کو جانتا ہے بلکہ وہ اسے اس کے علم ازلی کے سبب منکشف ہیں۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے علم ازلی کو ایک مثال سے سمجھایا ہے مگر حقیقت ہے کہ یہ مثال اللہ تعالیٰ کے علم ازلی کی حقیقت کو سمجھانے سے قاصر ہے۔ نیز امام رازی، لوائح البینات، ص ۶-۱۷۳ تفسیر علیم۔

(۲۹) ملاحظہ ہوں مفسرین کی تصریحات متعلقہ۔

(۳۰) المعجم المفہر بذیل ماڈس ح ک م (حکیم) لوائح البینات، ص ۱۱-۲۰۹ تفسیر حکیم۔

(۳۱) تشریحات مفسرین۔ امام رازی، لوائح البینات، ص ۱۱-۲۰۹۔

(۳۲) المعجم المفہر بذیل ماڈس م ع اور ع ل م (سمیع / علیم)

(۳۳) امام غزالی، ایضاً علوم الدین، اول ص ۱۰۱-۹۶، نے اللہ تعالیٰ کی صفات اور افعال میں فرق کیا ہے۔ جس طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ کی صفات کے علم کو ایمان کا رکن ثانی قرار دے کر اس کا ہر دس اصول پر رکھا ہے اسی طرح افعال الہی کے علم کو تیسرا رکن بتا کر اس کا بھی ہر دس اصول پر رکھا ہے اور وہ مختصراً حسب ذیل ہیں :

۱۔ یہ علم کہ عالم میں جو کچھ واقع و حادث پذیر ہو رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا فعل، اس کی تخلیق اور اسی کی اختراع ہے۔

۲۔ یہ علم کہ بندوں کی حرکات کی اختراع کرنے سے یہ صادق نہیں آتا کہ وہ بندوں کی تقدیر میں اکتسابی فعل کی حیثیت رکھتا ہے۔

۳۔ بندہ کا فعل خواہ وہ اکتسابی ہو وہ اللہ تعالیٰ کی مراد ہونے سے خارج نہیں ہوتا۔

- اللہ تعالیٰ خلق و اختراع کی فنیست رکھتا ہے (متفصل) اور بندوں کو مکلف کرنے کا۔ (متطول) ہے مگر خلق و تکلیف شرعی اس پر واجب نہیں ہے۔

د۔ اللہ تعالیٰ کے لئے یہ جائز و روا ہے کہ وہ مخلوق کو ان کی طاقت سے زیادہ مکلف بنائے (اگرچہ وہ بنانا نہیں)

۶۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں / مخلوق کو ان کے کسی سابق جرم کے بغیر ان کو سزا اور عذاب دینے کا حق رکھتا ہے (اگرچہ وہ دیتا نہیں)

۷۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ جو چاہے کر سکتا ہے اور اس پر اپنے بندوں کے لئے زیادہ مفیدہ (اصلح) چیز کی رعایت واجب نہیں (اگرچہ وہ اصلح کی رعایت کرتا ہے)

۸۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی اطاعت اللہ تعالیٰ کے واجب کرنے اور اس کی شریعت سے واجب ہونی ہے نہ کہ عقل کے سبب۔

۹۔ اہلباء کرام کی بعثت محال نہیں ہے بخلاف براہمہ کے عقیدہ کے۔

۱۰۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بنا کر بھیجا اور ان سے پہلے یہود و نصاریٰ اور صائبین کی شریعتیں

منسوخ کر دیں۔ اور ان کو ظاہری معجزات اور روشن نشانیوں جیسے شوق القمر وغیرہ کے ساتھ مبعوث کیا۔

لہذا غزالی نے ان دس اصول میں زیادہ تر معتزلہ کے عقائد سے اختلاف کیا ہے اور اشاعرہ / اہل سنت والجماعت کے عقائد کے مطابق

افعالِ النبی کا اثبات کیا ہے اور ہر ایک کے ضمن میں اس کے عقلی اور نقلی دلائل بھی دیے ہیں۔

لہام رازی، لوائح البینات، ص ۱۱-۱۰ اور بالخصوص ص ۸-۲۴ جہاں انہوں نے صفات الہی کی تین قسمیں کی ہیں۔

۱۔ زالی صفات - ۲۔ معنوی صفات ۳۔ فعلی صفات -

۳۳۔ مفسرین کرام اور علماء متکلمین نے استواء علی العرش پر طویل اور مفصل بحثیں کی ہیں جن سے استواء نے الہی کی کیفیت کا اندازہ

ہونے کے علاوہ مختلف نقطہ ہائے نظر بھی سامنے آتے ہیں۔ مولانا تھانوی، بیان القرآن، اول ص ۲۴ نے کشاف سے استثنیٰ

کے معنی نقل کئے ہیں جو سورہ بقرہ کی آیت میں قصہ و ارادہ کے ہیں جبکہ جلد چہارم ص ۲۱-۲۰ میں لکھا ہے - ”پھر عرش

پر (جو مشابہ ہے تخت سلطنت کے اس طرح) قائم (اور جلوہ فرما) ہوا (جو کہ اس کی شان کے لائق ہے جس سے سننے والے

کے قلب میں بلزوم غری دو شاہیں مستحضر ہو جاتی ہیں ایک رفعت و علو دوسری احکام شاہی کا سدور کیونکہ علاؤ تخت شاہی پر

جلود افروز ہونے کے لیے یہ دو امر لازم ہیں (۱۰۰) حاشیہ میں جو لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ اقسام متشابهہ میں سے ہیں اور

مجموعہ سلف استواء کو حقیقت مبہم پر محمول کرتے ہیں اور اس کی اصل مراد اللہ تعالیٰ کے سر دہ کرتے ہیں اور اس میں غور و

نفوذ کرنے سے منع کرتے ہیں۔ مولانا تھانوی کے نقطہ نظر کے لئے اس بحث کے علاوہ سورہ آل عمران کے ضمن میں یہ دو بحث

عمی ملائے کر لی جانے جو انہوں نے متشاسات پر کی ہے۔

ابن کثیر، تفسیر، دوم، ص ۲۲۰ لکھتے ہیں کہ اس مقام پر علماء کے ہمت سے حادثہ نہ ہو سکتا تھا۔ تفصیل کا موقع نہیں ہے۔

میں سلف کے خدمت کی ہر ذی کرتے ہیں۔ جس میں اسلام ملک، اوزار، ثوب، لاش، زینہ، شافعہ اور اسلحہ ہیں۔

وغیر مسلمانوں کے قیدی و غنیمت علماء اور ائمہ شیعہ اور وہ مسکب۔ جو کہ جمہور کو اس طرح تسلیم کرے جس طرح جو مسلمان

۲۱۔ اے لو! کہہ دو تمہارے لیے تمہاری تعلیم اور تمہاری تسلیہ کرنے اور مشیہہ کرنے میں جو حد ہے وہ حد یہ ہے کہ ہم اس کو اسی طرح تسلیم کریں جس طرح وہ بیان

نہیں آ سکتے کہ ان کے کوئی حق مملکت کر مٹا نہ ہو

تقسیم القرآن دوم : قرآن کریم کے استواء علم الوضوح (حجۃ - سلام - طہ - زکریا - یوسف - اسحاق - یعقوب) تفصیل کے لئے سمجھنا۔

۱۱۔ ایم اہران، دوم ص ۱۱۷: خدا کے استوائی العرس (عزت سلطنت پر جلوہ فرما ہوئے) کی سبکیلی یقینت کو بننا

انجام - ملاحظہ ہو امام غزالی، انبیاء علوم الدین، اول ص ۹۶-۹۷، شاد ولی اللہ دہلوی، مجتہد اللہ البالغہ، اول ص ۱۳۲-۱۳۳ وما بعد
نجم الدین ابو حفص عمر بن محمد نسفی، متن العقائد، و شرح تفتازانی (محمد الدین مسعود بن عمر)، شرکت صحافیہ عثمانیہ مطبعہ
سی توہم و ۱۳۲۶ھ ص ۵۸-۵۹ وما بعد، ابو جعفر احمد بن محمد بن سلیمان طحاوی، عقیدۃ الطحاوی، مرتبہ قاری محمد طیب، دارالعلوم
دیوبندہ ص ۲۰-۲۱، ۳۰-۳۱ وما بعد - نیز امام رازی، لوائح البینات، ص ۲۸-۱۰ وما بعد

(۲۰) لفظ خالق کی لغوی تحقیق کے لیے ملاحظہ ہو لسان العرب، بذیل مادہ خل ق، جلد ۱۰، ص ۷-۸ وما بعد :

ابن منظور نے اس لفظ کی تشریح کا آغاز ”اللہ تعالیٰ و تقدس کے خالق و خلاق“ ہونے سے کیا ہے اور قرآن مجید کی دو آیتیں
نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ اس بات کو پہلے محض اس لیے بیان کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔ ازہری کا بیان ہے
کہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے خالق اور خلاق ہے اور اللہ عزوجل کے سوا کسی اور کے لیے الف لام کے ساتھ اس صفت کا استعمال
جائز نہیں۔ وہی ہے جس نے تمام اشیاء کو وجود بخشا بعد اس کے کہ وہ موجود نہ تھیں۔ خلق کے اصل معنی تقدیر ہے لہذا تقدیر
کے اعتبار سے ان کے وجود کی بنا پر اور تقدیر کے مطابق ان کی ایجاد کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ خالق ہے۔ کلام عرب میں خلق کے
معنی ہیں: چیز کا اس کی سابقہ مثال کے بغیر پیدا (ابتداء) کرنا اور ہر وہ چیز جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اس کی مثال پہلے موجود
نہ تھی۔ ابن منظور نے اس کے بعد آیات قرآنی، لغویوں کے تعریفات وغیرہ نقل کی ہیں۔

مولانا تھانوی - بیان القرآن، جلد ۱۲، ص ۱۱۰..... نیز خلق دلیل ہے خالق پر اور سب سے اہم اور اقدم معرفت خالق

ہے.....“

امام غزالی، انبیاء علوم الدین، اول ص ۹۶، میں صفات الہی پر اپنی بحث اسی اصل اول سے کی ہے کہ ”صانع و خالق
عالم قادر ہے اور وہ اپنے قول کریم: وحوعلی کل شیء قدیر (اور وہ ہر چیز پر قادر ہے) میں صادق ہے۔ کیونکہ عالم اپنی بناوٹ
(صنعت) میں محکم و مضبوط اور اپنی تخلیق (خلقت) میں مرتب و منظم ہے۔ اگر کوئی شخص دیباچہ کا ایک کپڑا عمدہ بنا ہوا اور تک
سک سے درست دیکھے اور یہ خیال کرے کہ وہ کسی بے استطاعت مرد یا بے مقدور انسان کے بننے، نے وجود میں آیا ہے تو اس کو
عقل سے پیدل اور بیوقوفوں اور جاہلوں کی دنیا کا فرد سمجھا جانے کا۔

امام موصوف کے نزدیک قدرت الہی اصل صفت الہی ہے اور خلق الہی اس کا ایک مظاہرہ یا ثبوت و استدلال - اصولی لحاظ
سے یہ بات صحیح ہے مگر قادر ہونا ایک مطلق صفت ہے اور قادر مطلق اپنی قدرت کے اعتبار سے قبل، دوران اور بعد میں بھی قادر
ہی رہتا ہے۔ اگر وہ اپنی قدرت کا اعتبار نہ کرے تب بھی وہ قادر رہتا ہے اور اس کی قدرت اس کی ذات سے سلب نہیں ہوتی لیکن
مخلوقات بالخصوص انسانوں کو اپنے قادر ہونے کی صفت سمجھانے کے لئے ان کی ذہنی اور نفسیاتی حد بندی کے پیش نظر اس نے ایک
مقابلہ قدرت سے اپنی صفت پر استہساہ کیا گویا کہ دعویٰ کے لئے دلیل نہیں لایا بلکہ دلیل و ثبوت پہلے پیش کر کے اپنے دعویٰ کو
منوانے کا بڑا کارگر اور مسکت طریقہ اختیار کیا۔ اور اس کی قدرت تلامذہ مطلقہ کا بہترین مظاہرہ تخلیق ہے۔

امام رازی کے نقطہ نظر کے لئے ملاحظہ ہو لوائح البینات، ص ۶۰-۱۵۳ - ص ۲۳۶ وغیرہ۔

امام ابن تیمیہ نے مجموعہ تفسیر ص ۸-۲۵۷ میں امام غزالی کے مندرجہ بالا استدلال کو اور زیادہ قوت کے ساتھ بیان کیا ہے جو

سید جلال الدین عمری کے الفکا و ترجمہ میں پیش ہے:

”جب یہ معلوم ہوا کہ خدا نے تعالیٰ خالق ہے تو ظاہر بات ہے کہ خالق لازماً قدرت بھی رکھتا ہو گا۔ کیونکہ ہر وہ فعل جس کو
کوئی شخص انجام دیتا ہے وہ قوت اور قدرت ہی سے انجام پا سکتا ہے..... اور تخلیق تو سب سے بڑا فعل ہے کیونکہ اس پر سوائے
خدا کے اور کوئی قادر نہیں ہے۔ اس لئے تخلیق کی قدرت بھی سب سے بڑی ہے۔ مخلوق کی قدرت میں اس کی کوئی مثال موجود
نہیں ہے..... یہ ایک حقیقت ہے کہ تخلیق کے لیے ارادہ ضروری ہے کیونکہ کسی کام کو مخصوص صفت اور مخصوص مقدار میں انجام

دینا اور اس کی مخالف صورت میں انجام نہ دینا ایک ایسے ارادہ کے بغیر ممکن نہیں جو اس خاص حالت کو اس کی مخالف پر ترجیح دے سکے۔ ارادہ کے لیے علم ضروری ہے کیونکہ کوئی بھی شخص ارادہ اسی چیز کا کرتا ہے جس کو وہ محسوس کرتا ہے اور اپنے ذہن میں اس کا تصور کرتا ہے۔ شعور کے بغیر ارادہ ممکن نہیں۔ نیز نفس تخلیق، خاص طور پر انسان کی تخلیق جو کہ ایک عجیب تر مخلوق ہے، جس کے اندر ایسا استحکام اور مضبوطی پائی جاتی ہے کہ عقل مبہوت رہ جاتی ہے، بغیر علم کے ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ یہ بد-ہی بات ہے کہ کوئی محکم اور مضبوط فعل ایسے صاحب علم ہی سے انجام پا سکتا ہے جو اپنے کام کو جانتا ہو، پس تخلیق کا عمل ارادہ اور استحکام دونوں پہلوؤں سے علم پر دلالت کرتا ہے۔ پھر جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ خدا نے تعالیٰ قادر ہے اور عالم ہے تو اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ وہ زندہ ہے۔ اسی طرح ارادہ بھی حیات کو ضروری قرار دیتا ہے۔ اگر کوئی ذی حیات سمیع و بصیر اور متکلم نہیں ہے تو لازماً اندھا، بہرہ اور گویا ہو گا۔ خدا کے بارے میں یہ بات ممکن نہیں ہے، اس لئے مانتا پڑے گا کہ وہ سننے، بولنے اور دیکھنے کی طاقت رکھتا ہے۔ ارادہ یا تو کسی حکیمانہ مقصد کے لئے ہو گا یا اس کے پیچھے کوئی حکمت نہ ہوگی اور اگر وہ حکمت سے خلل ہے تو یہ بے وقوفی ہے اور خدا اس سے پاک ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ خدا حکیم ہو۔ پھر وہ مخلوق کے لئے نفع اور ان پر احسان کا ارادہ کرے گا یا اس کا ارادہ ان کو نقصان پہنچانے اور سزا دینے کا ہو گا۔ یا ان میں سے کوئی بھی ارادہ نہ ہو گا، بلکہ جو ارادہ چاہے گا کرے گا۔ خواہ نفع کا ہو یا نقصان کا۔ دوسری صورت میں وہ شریر اور ظالم قرار دیا جائے گا جس سے خدا کی ذات پاک ہے۔ تیسری صورت میں وہ لاغی اور بیوقوف ہو گا۔ (نعوذ باللہ)۔ اس سے ثابت ہوا کہ صرف پہلی صورت صحیح ہے یعنی کہ وہ رحیم ہے جیسا کہ وہ حکیم ہے۔“

مذکورہ بالا اقتباس میں مترجم نے قرآنی آیات اور ان سے امام موصوف کے استدلال کو حذف کر دیا ہے اور ان کی نشاندہی خلی جگہوں سے کر دی ہے۔ امام ابن تیمیہ نے صفات الہی میں جس طرح باہمی ربط کا منطقی سلسلہ قائم کیا ہے اس سے بظاہر اللہ تعالیٰ کی صفات کی تفہیم عقل کی بنیاد پر ممکن معلوم ہوتی ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اگر قرآن کریم نے ان صفات کو بیان نہ کیا ہوتا تو نہ یہ منطقی استدلال ممکن ہوتا اور نہ صفات کا باہمی ربط و تعلق۔ ان میں امام غزالی کی بیان کردہ دس صفات الہی کی گونج مزید سنائی دیتی ہے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مختصر آ ان کو بھی بیان کر دیا جائے۔ امام غزالی، احیائے علوم الدین، اول ص ۸-۹۶ کے مطابق وہ دس اصول حسب ذیل ہیں جن پر صفات الہی کے علم کا مدار ہے :

- (۱) علم کہ صانع عالم (خالق کائنات) قادر ہے۔
- (۲) علم کہ اللہ تعالیٰ تمام موجودات کا عالم اور تمام مخلوقات سے واقف (محیط) ہے۔
- (۳) علم کہ اللہ تعالیٰ زندہ (حی) ہے۔ کیونکہ جس کا علم و قدرت ثابت ہے اس کی زندگی (حیات) لازمی طور سے ثابت ہوگی۔
- (۴) علم کہ اللہ تعالیٰ اپنے افعال کا ارادہ کرنے والا ہے اور جو چیز بھی موجود ہے وہ اس کی مشیت کی طرف راجع اور اس کا سبب ہے۔
- (۵) علم کہ اللہ تعالیٰ سننے والا اور جانتے والا ہے اور اس کی محکو سے معمولی سے معمولی اور پوشیدہ سے پوشیدہ چیز مخفی نہیں ہے۔
- (۶) علم کہ اللہ تعالیٰ ایسے کلام سے متکلم ہے جو اس کی ذات سے قائم ہے نہ کہ آواز و حرف سے وابستہ ہے بلکہ اس کا کلام غیر اللہ کے کلام کے مشابہ نہیں۔
- (۷) علم کہ اس کی ذات سے قائم ہی نہیں بلکہ قدیم بھی ہے اور اسی طرح اس کی تمام صفات ہیں۔
- (۸) علم کہ اس کا علم بھی قدیم ہے اور وہ عالم بالذات ہے اور وہ اس کی صفات میں شامل ہے۔
- (۹) علم کہ اس کا ارادہ قدیم ہے۔
- (۱۰) علم کہ اللہ تعالیٰ عالم ہے علم کے ساتھ۔ وہ زندگی سے زندہ ہے، وہ قدرت کے ساتھ قادر ہے، وہ ارادہ کے ساتھ ارادہ کرنے

والا ہے۔ وہ کلام کے ساتھ متکلم ہے وہ سماعت کے ساتھ سمیع ہے اور بصارت کے ساتھ بصیر ہے اور اس کے یہ اوصاف ان قدیم صفات میں سے ہیں۔

اس ضمن میں شاد ولی اللہ دہلوی، مجتہد اللہ البالغہ، اول ص ۷۰-۷۲، نے جو بحث ایجاد عالم کے سلسلہ میں صفات الہی پر کی ہے اس کا مطالعہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ شاد صاحب کے مطابق ایجاد عالم کے تعلق سے اللہ تعالیٰ کی تین صفات مرتب ہوتی ہیں: اول صفت ابداع ہے کہ کسی چیز کی تخلیق کسی دوسری چیز سے نہیں کرتا بلکہ وہ شے پردہ عدم سے مازہ کے بغیر وجود میں آتی ہے پنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب اولین امر کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: سب سے پہلے اللہ تھا اور اس سے قبل کچھ نہ تھا (یہ صحیحین کی روایت ہے)۔

دوم صفت خلق جس میں کوئی شے کسی دوسری سے پیدا کی جاتی ہے جیسے حضرت آدم کی مٹی سے تخلیق ہوئی ۰۰۰۰ اور سوم عالم الوالید کی تدبیر اور اس کا اس نظام کے تابع ہونا جو حکمت الہی اور اس کی مصلحت کے مطابق ہوتا ہے ۰۰۰۰

(۲۱) ابن تیمیہ نے، مجموعہ تفسیر، ص ۲۸۶ میں انسان کی تخلیق کو عجائب المخلوقات میں سے قرار دیا ہے۔ مولانا تھانوی۔ بیان القرآن، جلد ۱۲، ص ۱۱-۱۱۰ (آگے بطور تخصیص بعد تعمیم کے ارشاد ہے کہ) جس نے (سب مخلوقات میں سے بالخصوص) انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا (اس تخصیص بعد تعمیم میں اشارہ ہے کہ نعمت خلق میں بھی عام مخلوقات سے زیادہ انسان پر انعام ہے کہ جہاد محض تھا اس کو کس درجہ تک ترقی دی کہ صورت کیسی بنائی عقل و علم سے مشرف فرمایا ۰۰۰۰) نیز امام رازی، لوائح البینات، ص ۶۰-۱۵۳۔

(۲۲) ابن کثیر، تفسیر، چہارم ص ۷۰-۵۲۶، مودودی، تفہیم القرآن، ششم ص ۲۹۶ نیز سوم ۲-۲۰۱ حاشیہ ۵ اور ۷، اصلاحی، تدبر القرآن، نہم، ص ۴۵۴، تھانوی، بیان القرآن، جلد ۱۲، ص ۱۱-۱۱۰ (۲۳) تخلیق آدم علیہ السلام کے مختلف مراحل پر علماء و مفسرین کی آراء ملاحظہ ہوں: مودودی، تفہیم القرآن، دوم ص ۱۰-۱۲ ص ۵۰۴-۵، سوم ص ۲۹-۳۰، ص ۱۲۹، ص ۱۳۳، چہارم ص ۲۳۷ وغیرہ، اصلاحی، تدبر قرآن، سوم ص ۱۸، ششم ص ۱۶۰-۱، ص ۵۳۸ وغیرہ۔

ماذہ تخلیق آدم کے مختلف اسماء کی لغوی تشریحات کے لیے ملاحظہ ہو لسان العرب، بذیل مادہ متعلقہ:

(۱) تراب: بذیل مازد ت ر ب، جلد ۱، ص ۹-۲۲۷۔ اس سے مراد مٹی یا سطح ارض کی خاک ہے۔ ابن منظور نے اس کی تشریح میں مختلف احادیث نبویہ اور اقوال علماء ذکر کرنے کے علاوہ متعدد توضیحات بیان کی ہیں۔

(۲) طین: مٹی: بذیل مازد ط و ن، جلد ۱۳، ص ۲۷۰ جس کے معنی الوحل (کپڑا) کے آتے ہیں اور وہ معروف ہیں اس کا واحد طینہ آتا ہے اور وہ ان جواہر میں سے ہے جو اس کے ساتھ موصوف ہوتے ہیں۔

طین لارب: چپکے ولی مٹی۔ بذیل مازد ل ز ب، جلد ۱، ص ۷۳۸، میں اس کو طین لاذق کہا ہے اور بیان کیا ہے کہ فراء کے نزدیک لارب، لارب اور لابق تینوں یکساں معنی دیتے ہیں۔

سلاۃ من طین: بذیل مازد س ل ل، جلد ۱۱، ص ۹-۳۳۸: السلاۃ: ما اسئل من الشئ (وہ چیز جو کسی چیز سے محل جانے) سلاۃ الشئ ما اسئل منه، والنطفۃ سلاۃ الإنسان (وہ چیز جو اس سے محلے، نطفہ انسان کا سلاہ ہے) فراء کا قول ہے کہ: السلاۃ الذی سئل من کل تربیۃ (السلاہ وہ ہے جو کسی مٹی کا ست ہو)

صلصال من حبا مسنون: سیلہ اور بودار خشک مٹی جو کھٹکھٹانے لگے۔ بذیل مازد ص ل ل، جلد ۱۱، ص ۳۸۲:

والصلصال من الطین ما یجعل خرقا، سیمی بہ لتصلصلہ وکل ما جفت من طین أوفخار فقد صل صلیلا

(منی کھنکھانے والے جو خرف نہ بنے اور اس کے کھنکھانے کے سبب اس کا نام رکھا گیا اور ہر وہ منی یا کچھڑ جو سوکھ جانے وہ ضلصال ہے۔

نیز ملاحظہ ہو بذیل ماذہب م ۱ اور س ن ن (جلد ۱۳، ص ۲۲۰) : مسنون کے معنی ہیں ہر بودار (المنتن) - جب کہ حما (جلد ۱۳، ص ۶۱) کے معنی دیے ہیں :

الطين الاسود المنتن (سیاہ ہر بودار منی)

ضُلْضَالٌ كَالْفَخَّارِ : بذیل ص ل ل ، جلد ۱۱ ، ص ۳۱۲ :

أَبُو اسْحَقَ : الضُّلْضَالُ الطِّينُ الْيَابِسُ الَّذِي يَصِلُ مِنْ يَبَسِهِ أُنَى يَصُونُ

(ابو اسحاق کا بیان ہے کہ ضلصال وہ خشک منی ہے جو اپنی خشکی کے سبب کھردھرانے یا آواز دینے لگے۔ آیت کریمہ کے مذکورہ بالا الفاظ کے معنی انہوں نے یہ بیان کئے کہ وہ کھردھرانے والی منی جس کو آگ نے نہ چھووا ہو۔ جب وہ آگ میں پک جاتی ہے تو وہ فخر کہلاتی ہے۔ اخفش نے بھی یہی بات کہی ہے۔ حضرت ابن عباس نے اس کی تعریف میں کہا ہے کھپانی جب گرتا ہے تو زمین ہٹ جاتی ہے اور اس کے سوکھنے کے بعد اس میں سے آواز بھکنے لگتی ہے۔ مجاہد نے اسکو حما مسنون کے معنی میں لیا ہے اور بقول ازہری یہ مراد اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے حما مسنون کو ضلصال کی تفسیر بنایا ہے حالانکہ اس کے معنی سرے ہر بودار منی کے ہیں۔ وَنَفَخَ فِيهِ مِنْ رُوحِهِ کے سلسلہ میں یہ وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ یہ روح اللہ تعالیٰ کی روح کا ایک حصہ نہیں ہے بلکہ اس سے مراد روح ملکوتی یا نور یزدانی ہے۔ اس سے دراصل انسان کو خیر و شر کی تمیز کا ملکہ پیدا ہوتا ہے۔ روح کے اللہ تعالیٰ کی طرف "اضافت سے مقصود فی الجملہ اس روح کے اختصاص کا اظہار ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے خاص فیوض و برکات میں سے ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کوئی حصہ ہے۔ اس غلط فہمی پر تنبیہ اس لئے ہم نے ضروری سمجھی کہ وحدت الوجود کی گمراہیوں میں بڑا دخل اسی غلط فہمی کا ہے۔ "اصلاحی تدبر القرآن، ششم، ص ۱۶۱، نیز ملاحظہ ہو : ابن کثیر، تفسیر، سوم، ص ۲۵۶ میں روح پر کچھ نہیں لکھا ہے۔ البتہ دوسری نعمتوں سے مراد عقول کو لیا ہے؛ مودودی تفہیم القرآن، چہارم ص ۲۱ حاشیہ ۱۶ کے مطابق "روح سے مراد ۰۰۰۰ وہ خاص جوہر ہے جو فکر و شعور اور عقل و تمیز اور فیصلہ و اختیار کا حامل ہوتا ہے ۰۰۰۰ اس روح کو اللہ تعالیٰ نے اپنی روح یا تو اس معنی میں فرمایا کہ وہ اس کی ملک ہے اور اس کی ذات پاک کی طرف اس کا احتساب اسی طرح کا ہے جس طرح ایک چیز اپنے مالک کی طرف منسوب ہو کر اس کی چیز کہلاتی ہے۔ یا پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے اندر علم، فکر، شعور، ارادہ، فیصلہ، اختیار اور ایسے ہی دوسرے جو اوصاف پیدا ہونے میں وہ سب اللہ تعالیٰ کی صفات کے پر تو ہیں، ان کا سرچشمہ مادے کی کوئی ترکیب نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔" نیز تفہیم القرآن، دوم ص ۵۰۵، حاشیہ ۱۹ یہاں گذشتہ بحث کی وضاحت کر کے اس غلط فہمی کو دور کیا گیا ہے کہ اس سے الوہیت کا کوئی جزو پالینا ممکن ہے۔ کیونکہ "الوہیت اس سے وراء الوداء ہے کہ کوئی مخلوق اس کا ایک ادنیٰ شائبہ بھی پاسکتے۔"

مولانا تھانوی کی تشریح کے لیے ملاحظہ ہو اس مقالہ کا حاشیہ ۵۷۔

(۲۴) ابن کثیر، تفسیر : سوم ص ۲۵۷، مودودی، تفہیم القرآن، اول ص ۲۱۹، حاشیہ ۱، اسلامی، تدبر القرآن دوم ص ۲۴۵۔

(۲۵) ابن کثیر، تفسیر، اول ص ۲۴۸، مودودی، تفہیم القرآن، اول ص ۲۰-۲۱۹، حاشیہ ۱، اسلامی، تدبر القرآن، دوم ص

۲۴۵-۶، مولانا مودودی لکھتے ہیں کہ "اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا۔" اس کی تفصیلی کیفیت ہمارے علم میں نہیں ہے۔ عام

طور پر جو بات اہل تفسیر بیان کرتے ہیں اور جو بائبل میں بھی بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ آدم کی پہلی سے حوا کو پیدا کیا گیا

(خلود میں اور زیادہ تفصیل کے ساتھ یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت حوا کو حضرت آدم کی دائیں جانب کی تیرہویں ہاسلی سے پیدا کیا

کیا تھا) لیکن کتاب اللہ اس بارے میں خاموش ہے اور جو حدیث اس کی تائید میں پیش کی جاتی ہے اس کا مفہوم وہ نہیں ہے جو لوگوں نے سمجھا ہے، لہذا بہتر یہ ہے کہ بات کو اسی طرح مجمل رہنے دیا جائے جس طرح اللہ نے اسے مجمل رکھا ہے اور اس کی تفصیلی کیفیت متعین کرنے میں وقت نہ ضائع کیا جائے۔“

حافظ ابن کثیر نے اس اسرائیلی روایت اور اس حدیث نبوی کا ذکر کیا ہے جس کا ذکر اوپر مولانا مودودی کے اقتباس میں آ چکا ہے اسرائیلی روایت میں اختلاف یہ ہے کہ حضرت آدمؑ سو رہے تھے جب ان کی بانیں پسلی سے جو پشت کی جانب تھی پیدا کیا گیا اور جب وہ پیدا ہوئے تو ان کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا اور ان سے مانوس ہو گئے۔ حدیث نبوی ایک تو ابن ابی حاتم کی سند سے حضرت ابن عباسؓ سے یہ بیان کی ہے :

خُلِقَتِ الْمَرْأَةُ مِنَ الرَّجُلِ فَجُعِلَتْ نَهْمَتُهَا فِي الرَّجُلِ وَخُلِقَ الرَّجُلُ مِنَ الْأَرْضِ فَجُعِلَتْ نَهْمَتُهُ فِي الْأَرْضِ فَأَجْبُوا نِسَائِكُمْ (عورت مرد سے پیدا کی گئی ہے اور (.....) اور حدیث صحیح یہ بیان کی ہے :

إِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلْعٍ ، وَإِنْ أَعْرَجَ شَيْءٌ فِي الضِّلْعِ أَغْلَاهُ فَإِنْ ذَهَبَتْ تَقِيْمُهُ كَسَرَتْهُ وَإِنْ اسْتَمْتَعَتْ بِهَا اسْتَمْتَعَتْ بِهَا وَفِيهَا عَوَجٌ

(بلاشبہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلی میں کچ ترہین چیز اس کی اونچی نوک ہوتی ہے) (اس کا بلند ترین حصہ ہوتا ہے) اگر تم اسے سیدھا کرو گے تو اسے توڑ ڈالو گے اور اس سے فائدہ اٹھاؤ گے تو اس کی کچی کے ساتھ فائدہ اٹھاؤ گے) مولانا اسلامی نے خَلَقَ مِنْهَا رَوْحَهَا کے معنی بتائے ہیں کہ ”اسی کی جنس سے اس کا جوڑا پیدا کیا“ اگرچہ اس کے معنی لوگوں نے اور بھی لئے ہیں لیکن جس بنیاد پر لئے ہیں وہ نہایت کمزور ہے۔ ہم نے جو معنی لئے ہیں اس کی تائید خود قرآن میں موجود ہے۔ مولانا نے سورہ نحل ۷۲ سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس کے معنی یہی ہو سکتے ہیں کہ اللہ نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں۔ اس کے یہ معنی کوئی بھی نہیں لے سکتا کہ یہ بیویاں ہر ایک کے اندر سے پیدا ہوں گی۔“

مولانا اسلامی کا یہ استدلال بظاہر صحیح نہیں معلوم ہوتا کیونکہ ذریت آدم کی بیویوں کی تخلیق کا معاملہ زوج آدم کی تخلیق سے کافی مختلف ہے۔

شاد عبد القادر دہلوی، موضح قرآن، ص ۱۲۴ ف ۲ میں تحریر فرماتے ہیں۔ ”یعنی ایک آدم سے حوا بنائی پھر ان سے سارے لوگ.....“

مولانا تحفانوی، بیان القرآن دوم ص ۹۱ ”حضرت حوا حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا ہوئی ہیں جیسا کہ حدیث شیعین وغیرہ میں ہے.....“

لسان العرب، بذیل مادہ زوج، جلد ۲، ص ۲۹۱-۲: الزوج: خلاف الفرد، یقال: زوج لو فرد (جو فرد کے خلاف و متضاد ہوتا ہے، مخلوق ہے: جوڑا ہے یا تنہا (فرد) اور اس سے مرد عورت و مرد یا نر و مادہ ہوتے ہیں۔ مرد کا زوج اس کی بیوی ہوتی ہے اور عورت کا زوج اس کا شوہر۔ ابن منظور نے آیات قرآنی، احادیث نبوی اور کلام عرب اور اقوال علماء سے کئی معانی بیان کئے ہیں۔

(۳۶) تخلیق زوجین پر مفسرین کی بحث کے لئے ملاحظہ ہو: ابن کثیر، تفسیر چہارم ص ۳۳۷، مودودی، تفسیر القرآن، چہارم ص ۲۵۸-۲۵۹، ص ۵۲۷-۵۲۸، جلد ۱۵۱ وغیرہ، اسلامی، تفسیر قرآن، چہارم ص ۲۷۲، ہفتم - ص ۸-۶۲، تحفانوی، بیان القرآن

نیز ملاحظہ ہو لسان العرب جلد ۲، ص ۲۹۱-۲: زوجین کے معنی کلام عرب میں جوڑے کے ہوتے ہیں خواہ وہ نر ہو یا مادہ۔
حضرت حسن فرمان الہی:

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ

کی تفسیر میں کہا کرتے تھے کہ آسمان زوج ہے اور زمین زوج ہے: سردی ایک زوج ہے اور گرمی ایک زوج ہے۔ رات ایک زوج ہے اور دن ایک زوج ہے۔ "اسی طرح مرد و عورت کے زوج ہونے پر گفتگو کی ہے اور آیات و کلام عرب سے استشہاد کیا ہے:-
مولانا تھانوی لکھتے ہیں:- "(اس قسم سے مراد مقابل ہے سو ظاہر ہے کہ ہر شے میں کوئی نہ کوئی صفت ذاتیہ یا عرضیہ ایسی معبر ہوتی ہے جس سے دوسری چیز جس میں اس صفت کی نقیض یا ضد ملحوظ ہو اس کے مقابل شمار کی جاتی ہے۔ جیسے آسمان و زمین، جوہر و عرض، گرمی و سردی، شیریں و تلخ، چھوٹی و بڑی، خوشنما و بدعنا، سفیدی و سیاہی، روشنی و تاریکی و علی ہذا) مولانا نے زوجین کا ترجمہ "دو دو قسم کا" کیا ہے۔ اسی بنا پر انہوں نے وہ تشریح کی جو اوپر قوسین میں گزری۔

(۴) اس بحث میں آنے والے اہم مقامات کی تفسیری توضیحات کے لئے ملاحظہ ہو: ابن کثیر، تفسیر، متعلقہ آیات کریمہ کی تشریح۔ تھانوی، بیان القرآن، متعلقہ آیات کریمہ کی وضاحت، مودودی، تفہیم القرآن، متعلقہ آیات کریمہ کی توضیح و بیان، اور اسلامی، تدبر قرآن، متعلقہ آیات کریمہ پر مباحث۔

لغوی تحقیق کے لئے ملاحظہ ہو: لسان العرب بذیل مادہ متعلقہ۔

ماء: بذیل مادہ م و ہ جلد ۱۳، ص ۵۳۳۔ الماء معروف (پانی معروف شے ہے) اس کی جمع اموات اور میاء آتی ہے اور ابن جنی نے ایک قول میں اموات بھی جمع بتائی ہے۔ ۱۰۰۰ ماء کی اصل ماؤ ہے اور اس کا واحد مائۃ و ماءۃ ہے۔ جوہری کے بقول پانی جو پیٹا جاتا ہے اور ماء کا حمزہ حاسے بدل گیا ہے۔

ماء دافق: بذیل مادہ د ف ق، جلد ۱۰، ص ۹۹، دفق کے معنی ہیں انصب اور جو ایک ہی مرتبہ میں نکل جانے اس کو دافق کہتے ہیں اگرچہ اس سے مراد ہر فوق ہوتا ہے جیسے کلام عرب میں سیر کا تم سے مراد سیر سکوم (پوشیدہ راز) ہوتا ہے۔
الصلب: بذیل مادہ ص ل ب، جلد ۱، ص ۵۲۷: الصلب:

عَظْمٌ مِنْ لَدُنِ الْكَاهِلِ إِلَى الْعَجَبِ

(کندھے/شانے کے پاس سے لے کر ریشہ تک کی ہڈی کو صلب کہتے ہیں۔)

وَالصُّلْبُ مِنَ الظُّهْرِ: وَكُلُّ شَيْءٍ مِنَ الظُّهْرِ فِيهِ فَقَارٌ فَذَلِكَ الصُّلْبُ

(ہڈیوں کی ہڈیوں پر جو چیز جس میں ریشہ کی ہڈی ہو صلب ہے۔۔۔ کلام عرب کے مطابق جماع کو صلب کہا جاتا ہے کیوں کہ منی اس سے نکلتی ہے۔)

الترائب: بذیل مادہ ت ر ب، جلد ۱، ص ۲۳۰ کے مطابق اس کا واحد "تریبۃ" ہے اور تمام اہل لغت کا اجماع ہے کہ

الترائبُ مَوْضِعُ الْقَلَانَةِ مِنَ الصُّنْبِ

(ترائب سینہ کی وہ جگہ ہے جہاں غلاف ہوتا ہے۔)

ماء محین: بذیل مادہ م د ن، جلد ۱۳، ص ۴۲۵۔ ابن منظور نے مختلف سیاق میں اس کے مختلف معانی بیان کئے ہیں

اور اس سبق میں اس کو کم اور کمزور پانی (ماء قلیل ضعیف) قرار دیا ہے۔ اور اسی آیت کو بطور استشہاد پیش کیا ہے۔

سَلَالَةٌ مِّنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ: یعنی کمزور اور قلیل پانی کا ست۔ ملاحظہ ہو بذیل مادہ س ل ل اور م د ن مذکورہ بالا۔ تھانوی بیان القرآن جلد

۹، ص ۲۰ "سورہ مومنین کے پہلے رکوع میں چونکہ "سلا" کے ساتھ "من طین" بھی ہے۔ جس میں من ابتدائیہ ہے اس لئے وہاں

اخر نے غذا کے ساتھ تفسیر کی اور یہاں (سورہ سجدہ میں) من ماء محین ہے جس میں من ابتدائیہ ہے اس لیے غلاف اظہار سے تفسیر

کی کچھ سہا فہ نہیں ۔

تمنون / منی : بذیل ماؤد م ن ی ، جلد ۱۵ ، ص ۲۹۳ : المنی : ماء الرجل

نطفہ : بذیل ماؤد ن ط ف ، جلد ۹ ، ص ۳۳۵ : النطفۃ والنطائ : القلیل من الماء ، وقیل : الماء القلیل ۔ بقی فی القرۃ
النطفۃ : الماء القلیل بقی فی الہادۃ وسمی المنی نطفۃ بقلۃ (نطفہ / نطفہ کے معنی ہیں : تمور پانی ، ایک قول ہے کہ وہ تمور پانی جو
مشک / ذول میں باقی رہ جانے منی کو نطفہ اس کی قلت کے سبب کہا گیا ہے ۔

نطفہ ہشاج : مخلوط نطفہ ، تھانوی ، بیان القرآن ، جلد ۱۲ ، ص ۶۶ ”یعنی مرد و عورت دونوں کے نطفہ سے اور مخلوط
کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ وہ اجزاء مختلفہ سے مرکب ہے چنانچہ ترکیب منی کی اجزاء مختلفہ سے ظاہر ہے“

رہم / ارہام : بذیل ماؤد ر ح م ، جلد ۲۱ ، ص ۲۳۲ : الرحم رحم الانثی ۔ ۔ ابن سیدہ :

الرحم والرحم بیت بنت الولد وعاد فی البطن

(رحم ، عورت کا رحم) ابن سیدہ کے بقول رحم کے معنی وہ گھر ہیں جہاں بچہ نشوونما پاتا ہے اور جو ہیٹ میں اس کا برتن ہوتا
ہے ۔

نقر : بذیل ماؤد ق ر ر ، جلد ۵ ، ص ۹۵ وما بعد کے معنی مختلف ہیں سیاق و سباق کے لحاظ سے یہاں اس کے معنی ڈالنے
اور قرار دینے کے ہیں ۔

حقۃ : بذیل ماؤد ح ل ق ، جلد ۱۰ ، ص ۲۶۷ کے مطابق علقہ خلق کا ایک ٹکڑا / قطعہ ہوتا ہے جس کے معنی میں خون خواہ
وہ کیسا ہو ۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ جہا ہوا کا خون ہے اور ایک اور قول کے مطابق سوکنے سے پہلے جو خون جم جائے ، اس کو علق
کہتے ہیں ۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ خون جس کی سرفی میں شدت ہو ۔

مفخذ : بذیل ماؤد م ض غ ، جلد ۸ ، ص ۲ - ۳۵۱ : المفخذ : المقطع من اللحم (مفخذ گوشت کا لوتھڑا یا قطعہ / ٹکڑا) ایک
قول کے مطابق وہ گوشت کے علاوہ ہوتا ہے ۔ ایک اور قول کے مطابق مفخذ گوشت کا اتنا بڑا ٹکڑا ہوتا ہے جس کو انسان اپنے منہ
میں رکھتا ہے اسی بنا پر ایک قول ہے :

فی الانسان مفخذان اذا صلتا صلح البدن : القلب واللسان

(انسان کے جسم میں دو لوتھڑے یا گوشت کے ٹکڑے ہیں جب وہ ٹھیک رہتے ہیں تو پورا بدن ٹھیک رہتا ہے اور وہ میں دل اور
زبان) ۔ حدیث نبوی میں انسان کے قلب کو مفخذ کہا گیا ہے کیونکہ وہ جسم میں گوشت کا ایک قطعہ ہے ۔

(۲۹) ظلمات غلط کی تشریح کے لئے مطالعہ کیجئے : ابن کثیر ، تفسیر ، چہارم ص ۳۶ ، تھانوی ، بیان القرآن ، جلد ۱۰ ، ص ۱۸ ،
مودودی ، تفہیم القرآن ، چہارم ص ۳۵۹ ، اسلامی : تدبر قرآن ، ششم - ص ۶ - ۵۶۵

ابن کثیر نے ان کی قیمن یوں کی ہے : یعنی

فی ظلمۃ الرحم وظلمۃ المشمتۃ التی ہی کالغشاوۃ والوقاتیہ علی الولد وظلمۃ البطن

(یعنی رحم کی تاریکی ، اس بھلی کی تاریکی جس میں بچہ لپٹا ہوتا ہے اور جو بچے کی حفاظت کرتی ہے ، اور ہیٹ کی تاریکی) اور یہ تشریح
ابن عباس ، مجاہد ، عکرمہ ، ابو مالک ، الضحاک ، قتادہ وغیرہ سے نقل کی ہے ۔ مودودی نے ابن کثیر کی بیان کردہ تشریح کا ایک سطر
خلاصہ دیا ہے ۔ اسلامی نے اس تشریح کو ذرا مفصل بیان کیا ہے اور سورہ مومنون کی آیت ۱۴ سے استدلال بھی کیا ہے ۔ تھانوی نے
ابن کثیر کی عبارت مذکورہ بالا کا ترجمہ کر دیا ہے مگر ظلمات غلطہ میں پیدا کرنا کمال علم کی دلیل بتایا ہے ۔

(۲۹) آیت کریمہ کی تشریح ابن کثیر ، تھانوی ، مودودی اور اسلامی وغیرہ مفسرین کی متعلقہ تشریحات میں ملاحظہ کیجئے ، مثلاً تھانوی ،
بیان القرآن ، جلد ۷ ، ص ۹۰-۸۸ ، انسان کی اس پیدائش سے مراد ”استدلال بر صفات کمال قادر ذوالجلال“ ہے ۔

(۵۰) مرد و عورت یا رجم مایہ میں جنس بنین کی تعیین کے لئے ملاحظہ ہو : ابن کثیر ، تفسیر ، سوم ص ۶-۴۵۳ ، تھانوی ، بیان القرآن ، جلد ۹ ص ۲۹ مودودی ، تفہیم القرآن ، چہارم ص ۹-۲۹ ، اسلامی ، تدبر قرآن ، ششم ص ۱-۱۴۷۔

حافظ ابن کثیر نے متعدد احادیث نبویؐ اس ضمن میں نقل کی ہیں کہ یہ پانچ امور غیب اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر بالعموم منکشف نہیں فرمائے حتیٰ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان سے باخبر نہیں کیا ۔

(۵۱) ابن کثیر ، تفسیر ، سوم ص ۴۰-۴۲۹ ، تھانوی ، بیان القرآن ، جلد ۹ ص ۱۶ ، مودودی ، تفہیم القرآن ، سوم ص ۶-۷۵ ، اسلامی تدبر قرآن ، ششم ص ۱۱۰۔

ابن کثیر نے عطیہ عوفی کی سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک حدیث بھی نقل کی ہے۔

(۵۲) آیات کریمہ کی تشریح و تفسیر کے لئے ابن کثیر ، تھانوی ، مودودی ، اسلامی اور دوسرے مفسرین کی بحثیں ملاحظہ کیجیے ۔ مثلاً تھانوی ، بیان القرآن ہفتم ص ۶۵۔

(۵۳) ابن کثیر ، تفسیر چہارم ص ۵۲ ، تھانوی ، بیان القرآن جلد ۱۲ ص ۹-۱۰۹ ، مودودی ، تفہیم القرآن ، ششم ص ۲۸۷ ، حاشیہ ص ۳-۴ ، اسلامی تدبر قرآن ، نهم ص ۹-۴۳۹ اور ص ۴۴۶۔

صرف اول الذکر نے جسمانی سماعت کی بہتری مراد لی ہے جب کہ بقیہ مفسرین نے جسمانی اور روحانی دونوں بہترین صلاحیتیں مراد لی ہیں ۔ اس موضوع پر مفصل بحث کے لئے ملاحظہ ہو ابن تیمیہ مجموعہ تفسیر ، ۴۹، ۵۳ سورہ والیل کی بحث میں امام ابن تیمیہ نے سورہ طہ انفطار اور علق کی آیات کا حوالہ دے کر فرمایا ہے کہ ان تمام آیات میں خواہ وہ مطلق و مقید ہوں یا مطلق و مقید کی جامع ہوں اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت و تعلیم کی وضاحت کی ہے ۔ محمولات کی تخلیق و تسویہ اور ہدایت پر مفصل بحث کے لئے دیکھیں ابن تیمیہ ، مجموعہ تفسیر ، ص ۵۳-۴۹ وما بعد ۔

(۵۴) انسان کی جسمانی تسویہ اور تعدیل کے لیے ابن کثیر ، تھانوی ، مودودی ، اسلامی اور دوسرے مفسرین کی تشریح ملاحظہ کیجئے ۔

(۵۵) ابن تیمیہ ، مجموعہ تفسیر ، ص ۷۳-۱۵۴ نے اس آیت کریمہ کی بنیاد پر تقدیر الہی کا مسئلہ بیان کیا ہے اور اس کو قدر کا بیان قرار دیا ہے اس کی تائید میں صحیح مسلم کی وہ روایت نقل کی ہے جو ابوالاسود و ثعلبی کے حوالہ سے حضرت عمران بن حصین سے مروی ہے اور جس کے مطابق انسان کا تقویٰ و فجور تقدیر الہی سے متعین ہوتا ہے ۔ امام صاحب نے پھر اس کی بنیاد پر یہ ثابت کیا ہے کہ افعال انسانی کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اپنی بحث میں قدریہ اور جبریہ پر تنقید اور ان کے دلائل کی تردید کی ہے ۔ اہل سنت کا یہ مسلک بیان کیا ہے کہ بندہ اپنے فعل کا حقیقی فاعل ہوتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اس فاعل اور اس کے فعل کا خالق ہے ۔

نیز ملاحظہ ہو ابن کثیر ، تفسیر ، چہارم ص ۱۶۵ ، تھانوی بیان القرآن ، ج ۱۲ ص ۲-۱۰۲ مودودی ، تفہیم القرآن ، ششم ص ۲-۲۵۲ ، اسلامی تدبر قرآن ، نهم ص ۸-۲۸۷۔ ابن کثیر نے حضرت عمران کی مذکورہ بالا حدیث کا مختصر احوالہ دیا ہے۔ تھانوی نے بدکرداری اور پرہیزگاری الفاکر نے کی بات کہی ہے۔

(۵۶) آیات مذکورہ پر مفسرین کرام کی تشریحات ملاحظہ ہوں ۔ مثلاً تھانوی بیان القرآن ، جلد ۱۲ ، ص ۶۶ وغیرہ متعلقہ آیات کریمہ کی تفسیر و تشریح ۔

(۵۷) روح الہی سے مراد یہاں خدا کی ذات کا کوئی حصہ نہیں ہے بلکہ اس کی ہدایت و نور مراد ہے جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے ۔ حقیقت روح پر مفصل بحث کے لئے ملاحظہ ہو : شاہ ولی اللہ دہلوی ، محبت اللہ البالغہ ، اول ص ۴۰-۳۸ ۔ تھانوی بیان القرآن ، جلد ۹ ص ۳۰ اور روح میں انصاف تشریفی ہے جیسے رحمت اللہ میں اور یہ مطلب نہیں کہ اللہ میں کوئی روح ہے اس کا کوئی جزو انسان میں پیدا کر دیا (نمودہ بامشہد)۔

(۵۱) عبادت الہی پر مشتمل آیات کریمہ کی تشریحی تفسیروں کے لئے مفسرین کرام کی کاوشیں ملاحظہ ہوں۔ مثلاً اسلامی، تدبر قرآن، اول ص ۸-۵۷، مولانا مودودی قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں، ص ۹۸-۸۱ نے عبادت کا جو مفہوم متعین کیا ہے وہ مختصراً حسب ذیل ہے:

”عربی زبان میں عبودۃ، عبودیت اور عہدیت کے اصل معنی خضوع اور تذلل کے ہیں یعنی تابع ہو جانا، رام ہو جانا، کسی کے سامنے اس طرح سپردِ ذال دینا کہ اس کے مقابلہ میں کوئی مزاحمت یا انحراف یا سرتابی نہ ہو اور وہ منشأ کے مطابق جس طرح چاہے خدمت لے ۰۰۰۰ پھر اسی اصل سے اس مادہ میں غلامی، اطاعت، پوجا، ملازمت، اور قید یا رکاوٹ کے مفہومات پیدا ہوئے ہیں۔“

پھر مولانا نے لسان العرب سے العبد اور اس سے مشتق افعال کے مختلف معانی بیان کئے ہیں جو مختصراً حسب ذیل ہیں:

(۱) الْعَبْدُ الْمَمْلُوكُ خِلَافِ الْحُرِّ (عبد وہ ہے جو کسی کی ملک ہو اور یہ لفظ حر (آزاد) کی ضد ہے)

(۲) الْعِبَادَةُ الطَّاعَةُ مَعَ الْخُضُوعِ (عبادت اس کو کہتے ہیں جو پوری فرما برداری کے ساتھ ہو)

إِيَّاكَ نَعْبُدُ أَيْ نَطِيعُ الطَّاعَةَ الَّتِي نَخْضَعُ مَعَهَا

(ہم تیری اطاعت کرتے ہیں یعنی ہم تیری اطاعت پوری فرما برداری کے ساتھ کرتے ہیں)

أَعْبُدُوا رَبَّكُمْ أَيْ أَطِيعُوا رَبَّكُمْ (اپنے رب کی عبادت کرو یعنی اسکی اطاعت کرو)

ابن الجبلی کا کہنا ہے کہ ”فلاں عابد“ کا مطلب ہے کہ وہ اپنے مالک کا فرما بردار اور اس کے حکم کا مطیع ہے۔

(۳) عِبَادَةُ وَمَعْبَدًا وَمَعْبُدَةً تَالَهُ الْه (اس کی عبادت کی یعنی اس کی پوجا کی)۔

التعبید النفسک۔ تعبد سے مراد ہے کسی کا پرستار پجاری بن جانا۔ ۰۰۰۰

(۴) عِبْدَهُ وَعَبْدِيهِ لَزِمَهُ فَلَمْ يُفَارِقْهُ (اس کی عبادت کی) کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس کے ساتھ وابستہ ہو گیا اور جدا نہ ہوا، اس کا دامن تھام لیا اور چھوڑا نہیں۔

(۵) مَا عِبَدَكَ عَيْنِي إِنْ مَا جَبَسَكَ یعنی کس چیز نے تجھے میرے پاس آنے سے روک دیا۔

اس تشریح سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مادہ عبد کا اساسی مفہوم کسی کی بالا دستی و برتری تسلیم کر کے اس کے مقابلے میں اپنی آزادی و خود مختاری سے دست بردار ہو جانا، سرتابی و مزاحمت چھوڑ دینا اور اس کے لیے رام ہو جانا ہے۔ یہی حقیقت بندگی اور غلامی کی ہے ۰۰۰۰ اس لیے لازماً اس کے ساتھ ہی اطاعت کا تصور پیدا ہوتا ہے۔۔۔ مختلف طریقوں سے اعترافِ نعمت کا اظہار کرتا ہے اور طرح طرح سے مراسم بندگی بجالاتا ہے اسی کا نام پرستش ہے ۰۰۰۰ (دل اور سر دونوں آقا کے حضور جھکے ہوں) رہے باقی دو تصورات تو وہ دراصل عہدیت کے ضمنی تصورات ہیں، اصلی اور بنیادی نہیں۔

اس لغوی تحقیق کے بعد جب ہم قرآن کی طرف رجوع کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب پاک میں یہ لفظ تھم تر پہلے تین معنوں میں استعمال ہوا ہے: کہیں معنی بول و دوم ایک ساتھ مراد ہیں، کہیں صرف معنی دوم اور کہیں صرف معنی سوم مراد لئے گئے ہیں اور کہیں تینوں معنی یک وقت مقصود ہیں۔

مولانا نے اس کے بعد ہر ایک معنی کی مثال میں قرآن مجید کی آیات نقل کی ہیں جن کا حوالہ آگے آنے کا۔

مولانا تھانوی بیان القرآن جلد ۱۱، ص ۵-۶۳ نے عبادت کی تعریف نہیں کی البتہ یہ لکھا ہے کہ ”حاصل اس یہودون کا ارادہ تشریع ہے نہ کہ ارادہ تکوینیہ اور تخصیص جن و انس کی اس لئے کہ عبادت سے مراد عبادت بلا اختیار و ابتلا ہے اور ملائکہ میں ابتلا نہیں اور دوسری مخلوقات میں اختیار نہیں، حاصل ارشاد کا یہ ہے کہ مجھ کو مطلوب شرعی ان سے عبادت ہے ۰۰۰۰۰“

مزید لغوی تشریح کے لئے ملاحظہ ہو لسان العرب ، ماژد ع ب د ، جلد سوم ص ۷۹-۲۷۰ -

ابن منظور نے عبد کی لغوی تحقیق میں سب سے پہلے العبد کے معنی الانسان بتائے ہیں خواہ وہ آزاد ہو یا غلام (العبد : الانسان ، مژا کان او رقیقاً) - مولانا مودودی نے جتنے معانی بیان کئے ہیں ان کے علاوہ بھی متعدد معانی مذکور ہیں اگرچہ وہ ثانوی اور فنی ہیں -

شاد ولی اللہ دہلوی ، مجتہد اللہ البالغہ ، اول ص ۵-۱۴۰ میں عبادت الہی کا بہت وسیع مفہوم مراد لیا ہے کیونکہ انہوں نے اسے مجازاً الہی سے اسے مربوط کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں میں سے اطاعت کرنے والوں اور مافرمانی کرنے والوں کو دنیا اور آخرت دونوں جگہ جزایا سزا سے نوازے گا -

ابن کثیر ، تفسیر ، اول ص ۶-۲۵ ، ایک نعبہ و ایک نستعین کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ پہلے فقرہ میں شرک سے برأت ہے ، دوسرے میں کسی کی قوت و طاقت سے تیری ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے کامل سپردگی کا اعلان ہے -

(۵۹) مذکورہ بالا آیات کریمہ کی تفسیری تشریحات کے لئے ملاحظہ کریں ابن کثیر ، تھانوی ، مودودی ، اسلامی وغیرہ مفسرین کی کتابیں - عبادت اللہ تعالیٰ کا حق ہے اس پر بحث ملاحظہ ہو : ابن تیمیہ ، مجموعہ تفسیر ، ص ۳-۴۲ ، شاد ولی اللہ دہلوی ، مجتہد اللہ البالغہ ، جلد اول ص ۵-۱۴۰ - شاد صاحب کے مطابق یہ حق الہی اس کے منعم اور حق والا ہونے کے سبب ہے - انہوں نے اپنی تائید میں حضرت معاذ کی وہ حدیث نبوی نقل کی ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی عبادت کو بندوں پر اس کا حق قرار دیا ہے اور متعدد دلائل دیے ہیں - ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ منعم ہے اور منعم کا شکر واجب ہے اور عبادت دراصل اس کی شکرگزاری کا نام ہے -

(۶۰) آسمان و زمین کی تخلیق پر مختلف مفسرین کی تشریحات ملاحظہ کریں - لغوی اعتبار سے ”سما“ کے معنی ہر بلند چیز کے ہیں اور اس میں آسمان ، کرسی ، عرش اور اس کے اوپر کی تمام اشیا شامل ہیں لفظ سما سے کبھی بادل اور کبھی فلک مراد ہوتا ہے اور کبھی عالم سے اوپر کا علاقہ اور کبھی مطلق بلندی مراد ہوتی ہے - ابن تیمیہ مجموعہ تفسیر ، ص ۳۲ نیز ملاحظہ ہو لسان العرب بذیل ماژد س م ا -

(۶۱) بالحق کے مفہوم کے لیے ملاحظہ کریں : ابن کثیر ، تفسیر ، دوم ص ۱۴۵ ، تھانوی بیان القرآن ، سوم ص ۱۰۷ ، مودودی ، تقسیم القرآن ، اول ص ۲-۵۵۱ - اسلامی ، تدبر قرآن ، سوم ص ۸۳ - اول الذکر نے عدل کا مترادف استعمال کیا ہے اور تشریح میں کہا ہے کہ وہ ان دونوں کا خالق ، مالک اور مدبر ہے اور نہ صرف ان دونوں کا بلکہ ان دونوں میں موجود تمام مخلوقات کا - مودودی نے اپنی مفصل بحث میں برحق اور حق کے ساتھ ترجمہ کیا ہے اور اس کے تین معانی بتائے ہیں :

- ۱ - تخلیق کلیل نہیں ہے -
- ۲ - وہ حق کی ٹھوس بنیادوں حکمت ، عدل اور راستی پر قائم ہے -
- ۳ - برہنہ حق ذاتی پیدا کیا ہے کہ وہی فرمانروا ہے -

اسلامی نے ان معانی کو بیان کر کے قیامت و روز جزا پر زور دیا ہے - مولانا تھانوی نے اس کا ترجمہ ”بقائمہ“ کیا ہے اور سب سے بڑا قائمہ

توحید پر دلیل کو قرار دیا ہے -

(۶۲) ستہ ایام پر بحث ملاحظہ کریں : ابن کثیر ، تفسیر ، دوم ص ۲۲۰ ، تھانوی بیان القرآن ، چہارم ص ۲۱-۲۰ ، مودودی ، تقسیم القرآن ، دوم ص ۷-۳۱ ، اسلامی ، تدبر قرآن ، سوم ص ۷-۲۷۶ - اول الذکر نے بعض صحیح روایات کی بنیاد پر ہفتہ کے سوا چھ دنوں کا ذکر کیا ہے - جن میں تخلیق کا عمل ہوا تھا - اور مسلم سے اس کو نقل کیا ہے اور لسان بخاری وغیرہ کی تنقید بھی نقل کی ہے کہ وہ مرفوع حدیث نہیں بلکہ حضرت ابوہریرہؓ کی کعب بن جہل سے روایت ہے - اسی طرح دن کی لبانی پر روایت

سے استنبہاد کیا ہے۔ مولانا مودودی نے معمول کا دن یا دور (Period) مراد لیا ہے اور اصل مفہوم اللہ تعالیٰ کے حوالے کیا ہے۔ مزید تشریح کے لیے ملاحظہ ہو، مودودی، تفہیم القرآن، چہارم ص ۶-۲۲۲۔ اسلامی نے اس سے خدائی دن مراد لیے ہیں جن کی لمبائی یا مدت کی تعیین ناممکن ہے لیکن پھر ان سے مراد چند ادوار لیے ہیں اور تورات سے تائید فراہم کی ہے۔ اور بعد میں تدریجی ارتقاء یا تخلیق کی حکمت بیان کی ہے جو قدرت الہی کے کمال کے اظہار کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

(۶۳) تخلیق آسمان و زمین کے ضمن میں دن کی تعریف کے لئے ملاحظہ ہو: ابن کثیر، تفسیر، دوم ص ۲۲۰، مودودی، تفہیم القرآن، دوم ص ۳۶، تھانوی بیان القرآن، جلد ۴ ص ۶۳-۱۲، جلد ۱۲ ص ۴۲، اسلامی، تدبر قرآن، سوم ص ۲۶-۲۷ وغیرہ۔

مولانا تھانوی نے قیامت کے دن کی لمبائی مومنوں اور کافروں کے مختلف طبقات کی ایمانی کیفیت کے مطابق بتائی ہے۔ کسی کو ایک ہزار سال، کسی کو پچاس ہزار سال وغیرہ کے برابر اپنے اشتداد کفر و طغیان کے مطابق ہوگی اور مومنوں کو فرض نماز پڑھنے کے وقت کے برابر۔ انہوں نے اپنی تائید میں احادیث بھی نقل کی ہیں۔

(۶۴) حکم خداوندی کن اور تعمیل عالم فیکون پر بحث کے لئے ملاحظہ کریں: ابن کثیر، تفسیر، جلد اول ص ۱۶۱ فرماتے ہیں کہ لفظ کن کہتے ہیں مخلوق کا وجود میں آجانا یا امر الہی کی تعمیل ہو جانا اس کے کمال قدرت و عظمت سلطنت پر دلالت کرتا ہے اور تمام امور اس کے ارادہ کے مطابق ہو جاتے ہیں۔ اسلامی، تدبر قرآن، اول ص ۳۰۴، مودودی، تفہیم القرآن، دوم ص ۳۶ وغیرہ۔

(۶۵) آسمان و زمین کی تعداد اور اس کے مقصد ذکر کے لیے دیکھیں: تھانوی، بیان القرآن، جلد ۱۲ ص ۲۰-۱۹۔ مولانا موصوف نے لکھا ہے کہ ترمذی وغیرہ کی حدیث میں یہ ہے کہ سات زمینوں کا ذکر موجود ہے اور آسمانوں اور زمینوں میں اللہ تعالیٰ کے احکام (تخلیف یا تکنوینیہ علی سبیل منع الخلو) نازل ہوتے رہتے ہیں (اور یہ اس لیے بتلایا گیا) تاکہ تم کو معلوم ہو جاوے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، اور اللہ ہر چیز کو (اپنے) احاطہ علمی میں لئے ہوئے ہے (اور اس سے اللہ تعالیٰ کا واجب الطاعت ہونا ظاہر ہے)

(۶۶) چونکہ اللہ تعالیٰ مادی جسم نہیں رکھتا اس لئے اس پر تمککات طاری نہیں ہو سکتی۔ مفصل بحث کے لیے ملاحظہ ہوں: تھانوی بیان القرآن، جلد ۱۱ ص ۵-۱۴، ص ۵۲، مودودی، تفہیم القرآن، پنجم ص ۱۲۵ حاشیہ، ص ۵۰) نے یہود و نصاریٰ پر طنز سے تعبیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انہوں نے بائبل میں یہ افسانہ گھڑا ہے کہ خدا نے چھ دنوں میں زمین و آسمان کو بنایا اور ساتویں دن آرام کیا (پیدائش ۲:۲) ابن کثیر، تفسیر، چہارم ص ۱۷۱، ۲۲۹۔

(۶۷) ان کے تخلیق کے مقصد پر بحث کی جا چکی ہے کہ اس سے انسانوں کی اللہ تعالیٰ کی قدرت تخلیق، ملکیت، الوہیت اور ربوبیت کی تذکرہ مراد ہے تاکہ وہ اس کی عبادت کریں۔ مثلاً مودودی، تفہیم القرآن، اول ص ۵۵۱-۲ وما بعد، ابن کثیر، تفسیر، دوم ص ۴۰-۵۳۹۔

(۶۸) ابراہم فلکی کی تخلیق پر مباحث آیات مذکورہ بالا کے ذیل میں تفاسیر میں ملاحظہ کریں۔ مثلاً مودودی، تفہیم القرآن، دوم ص ۴۲۱-۴ اور ما بعد، ابن کثیر، تفسیر، دوم ص ۴۰-۵۳۹، اسلامی، تدبر قرآن، اول ص ۴۰۲-۳۹۶۔

(۶۹) آیات متعلقہ پر تفسیری مباحث ملاحظہ ہوں۔ مثلاً مودودی کا حوالہ مذکورہ بالا، ابن کثیر، تفسیر، دوم ص ۴۰-۵۳۹، اسلامی، تدبر قرآن، اول ص ۴۰۲-۳۹۶۔

(۷۰) ابن کثیر، تھانوی، مودودی، اسلامی وغیرہ مفسرین کی تشریحات ملاحظہ ہوں۔ مثلاً مودودی، تفہیم القرآن، دوم ص ۴۲۲-۶ وما

بعد، ابن کثیر، تفسیر، دوم ص ۴۰-۳۹، اسلامی، تدبر قرآن، اول ص ۴۰۲-۳۹۶ وغیرہ۔

(۷۱) المعجم المفہر، بذیل مادہ ماء۔

(۷۲) مفسرین کی تشریحات ملاحظہ ہوں۔

(۷۳) مشکل میں انسان خدا کی طرف توجہ کرتا ہے وہ اس روح ملکوتی کے سبب جو اس کو خالق حقیقی اور رب العالمین کی طرف مسلسل دعوت دیتی رہتی ہے۔ اسی کو قرآن مجید میں آیات انفس سے تعبیر کیا ہے۔ شاد ولی اللہ دہلوی حُجَّةُ اللہِ الْبَالِغَةُ اول ص ۱۳۳-۴، فرماتے ہیں کہ انسان کی اصل فطرت میں باری تعالیٰ کی جانب ایک میلان رکھا گیا ہے۔۔۔ اگر تم اس میلان کی حقیقت جانتا چاہتے ہو تو سمجھ لو انسان کی روح میں ایک نورانی لطافت ہے جو فطری طور سے اللہ عزوجل کی طرف مائل ہوتی ہے جس طرح لوہا مقناطیس کی طرف کھینچتا ہے اور یہ ایسا معاملہ ہے جو وجدان سے سمجھا جاسکتا ہے۔۔۔۔۔ شاد صاحب نے اس پر بڑی عمدہ بحث کی ہے۔

(۷۴) انبیائے کرام اور گزشتہ اقوام کے اس ضمن میں واقعات کے لیے متداول تفاسیر ملاحظہ ہوں۔

(۷۵) دریاؤں کے پانی آپس میں نہ ملنے کی حقیقت کی تشریح کے لئے ملاحظہ ہو، مودودی، تفسیم القرآن، سوم ص ۴۵۸، حاشیہ ص ۶۸ لکھتے ہیں: ”یہ کیفیت ہر اس جگہ رونما ہوتی ہے جہاں کوئی بڑا دریا سمندر میں آکر گرتا ہے۔ اس کے علاوہ خود سمندر میں بھی مختلف مقلات پر میٹھے پانی کے چشمے پائے جاتے ہیں جن کا پانی سمندر کے نہایت تلخ پانی کے درمیان بھی اپنی مٹھاس پر قائم رہتا ہے۔ ترکی امیر البحر سیدی علی رئیس (کاتب رومی) اپنی کتاب مراۃ الممالک میں... خلیج فارس کے اندر ایسے ہی ایک مقام کی نشاندہی کرتا ہے۔۔۔ کہ وہاں آب شور کے نیچے آب شیریں کے چشمے ہیں۔“

(۷۶) متعلقہ آیات پر مفسرین کی تشریحات ملاحظہ ہوں۔ مثلاً مودودی، تفسیم القرآن، دوم ص ۸-۳۲ وغیرہ۔ اسلامی، تدبر قرآن، چہارم ص ۲-۳۹۰ میں زیادہ تفصیل اور استدلال ہے۔ جبکہ ابن کثیر، تفسیر، دوم ص ۳-۵۶۲ میں روایات و احادیث کا تذکرہ بھی ہے۔

(۷۷) خالق رب العالمین کے سلسلے میں یہ ایک اہم ثبوت ہے۔ مفسرین کرام نے اس موضوع پر عمدہ مباحث پیش کئے ہیں۔ مثلاً ابن کثیر، تفسیر، اول ص ۹-۵۸ وغیرہ، مودودی، تفسیم القرآن، اول ص ۵۷ وغیرہ، اسلامی، تدبر قرآن، اول ص ۸-۱۳۷ وغیرہ۔

(۷۸) اس استدلال پر تفصیلی بحث کے لئے مولانا تھانوی، مولانا مودودی، مولانا اسلامی وغیرہ کی تشریحات ملاحظہ ہوں۔ مثلاً مودودی، تفسیم القرآن، دوم ص ۳۹-۴۰ وغیرہ۔

(۷۹) موت و حیات کے خالق ہونے پر تفسیری تشریحات کے لئے مفسرین کرام کی کتابیں ملاحظہ ہوں۔ مثلاً تھانوی بیان القرآن، جلد ۱۲ ص ۲۷ ”حسن عمل میں موت کا تو دخل یہ ہے کہ موت کے مشاہدہ سے انسان دنیا کو فانی اور بعث کے اعتقاد سے آخرت کو باقی سمجھ کر وہاں کے ثواب حاصل کرنے اور وہاں کے عتاب سے بچنے کیلئے مستعد ہو سکتا ہے۔ اور حیات کا دخل یہ ہے کہ اگر حیات نہ ہو تو عمل کس وقت کرے پس حسن عمل کے لیے موت بمنزل شرط کے اور حیات بمنزل ظرف کے ہے اور چونکہ موت عدم محض نہیں ہے اس لیے اس پر مخلوقیت کا حکم صحیح ہے۔“

(۸۰) آخرت و معاد پر بحث کے لئے ملاحظہ ہو:

اسلام غزالی، ایضاً علوم الدین، اول ص ۲-۱۰۱ نے

الرُّكْنُ الرَّابِعُ فِي السُّمُعِيَّاتِ وَتَصْدِيقُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَيْنَا أَخْبَرَهُ

میں دس اصول حسب معمول بیان کیے ہیں۔ جن میں اولین چھ کا تعلق آخرت و معاد سے ہے: ۱- حشر و نشر، ۲-

منکر و تکبر کے سوالات ، ۳ - عذاب قبر ، ۴ - میزان الہی برائے وزن اعمال ، ۵ - صراط / پل صراط ، ۶ - جنت و دوزخ -
(۱۱) رب کی لغوی تحقیق کے لئے ملاحظہ ہو لسان العرب ، بذیل مادہ رب ب جلد ۱ ص ۳۰۹-۳۹۸۔

الرَّبُّ : هُوَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ ، هُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ أَيْ مَالِكُهُ

(رب تو اللہ تعالیٰ ہی ہے اور وہ ہر چیز کا رب ہے یعنی اس کا مالک ہے)

وَلَهُ الرُّبُوبِيَّةُ عَلَى جَمِيعِ الْخَلْقِ لَا شَرِيكَ لَهُ ، وَهُوَ رَبُّ الْأَرْبَابِ

(اور اسی کی تمام مخلوق پر ربوبیت ہے ، اس کا کوئی شریک نہیں)

وَمَالِكُ الْمُلُوكِ وَالْأَمْلَاقِ ، وَلَا يُقَالُ الرَّبُّ فِي غَيْرِ اللَّهِ إِلَّا بِالْإِضَافَةِ

(وہ تمام بادشاہوں اور تمام ممالک کا مالک ہے - غیر اللہ کے ضمن میں رب کا استعمال صرف انصاف کے ساتھ ہی ہوتا ہے)

وَرَبُّ كُلِّ شَيْءٍ : مَالِكُهُ وَمُسْتَحَقُّهُ ، وَقِيلَ صَاحِبُهُ

(اور ہر چیز کا رب ، اس کا مالک و حقدار ہوتا ہے اور ایک قول میں اس کا صاحب ہوتا ہے)

ابن منظور نے رب اور اس کے مشتقات کے مختلف معانی بیان کر کے احادیث نبویہ اور کلام عرب سے استشہاد کیا ہے -
اس بحث کو مولانا مودودی نے اپنی کتاب ”قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں“ ص ۳۱ میں مدلل و مفصل بیان کیا ہے - اس کی تلخیص
مختصر آسب ذیل ہے :

”..... جس کا ابتدائی و اساسی مفہوم پرورش ہے ، پھر اسی بنیاد پر فوقیت ، سیادت ، مالکیت اور آقائی کے مفہومات اس میں پیدا
ہو گئے - لغت میں اس کے استعمالات کی چند مثالیں یہ ہیں :

(۱) پرورش کرنا ، نشوونما دینا ، بڑھانا / رب : پرورش کرنے والا ، ضروریات بہم پہنچانے والا - تربیت اور نشوونما دینے والا -

(۲) سمیٹنا ، جمع کرنا ، فراہم کرنا - / رب : وہ جو مرکزی حیثیت رکھتا ہو جس پر متفرق اشخاص مجتمع ہوں -

(۳) خبر گیری کرنا ، اصلاح حال کرنا ، دیکھ بھال اور کفالت کرنا / رب : کفیل ، خبر گیراں ، دیکھ بھال اور اصلاح حال کا ذمہ دار -

(۴) فوقیت ، بالا دستی ، سرداری ، حکم چلانا ، تصرف کرنا - / سید مطاع ، سردار ، ذی اقتدار (حکم چلانے اور تصرف کرنے والا ،

فوقیت تسلیم ہو -)

(د) مالک ہونا / رب : مالک و آقا -

قرآن مجید میں یہ لفظ ان سب معانی میں آیا ہے ، کہیں ان میں سے کوئی ایک دو معنی مراد ہیں ، کہیں اس سے زائد ، اور
کہیں پانچوں معنی اس کے اندر جمع ہو گئے ہیں - ”..... مولانا مودودی نے اس کے بعد ہر معنی کی مثال قرآن مجید کی آیات کریمہ
سے دی ہے - دل چسپ بات یہ ہے کہ لسانِ رازی نے لوائح البینات میں رب پر الگ سے کوئی بحث نہیں کی ہے اور نہ اس کے لیے
کوئی خاص فصل باندھی ہے جیسی انہوں نے دوسرے اسمائے حسنی اور صفات عالیہ کے لیے الگ الگ باندھی ہیں -

(۱۲) صفت رب کی اہمیت کے لیے ملاحظہ ہو ، اردو عربی اور دوسری زبانوں کے مفسرین کرام کی تفسیر سورہ فاتحہ کے ذیل میں رب
پر مباحث ابن کثیر ، تفسیر ، اول ص ۲۳ ، لکھتے ہیں :

وَالرَّبُّ هُوَ الْمَالِكُ الْمُتَصَرِّفُ وَيُطْلَقُ فِي اللُّغَةِ عَلَى السَّيِّدِ وَعَلَى الْمُتَصَرِّفِ لِلْإِصْلَاحِ وَكُلُّ ذَلِكَ صَحِيحٌ فِي حَقِّ اللَّهِ تَعَالَى وَلَا

يُسْتَعْمَلُ الرَّبُّ لِغَيْرِ اللَّهِ بَلْ بِالْإِضَافَةِ وَأَمَّا الرَّبُّ فَلَا يُقَالُ إِلَّا لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ ، وَقَدْ قِيلَ : إِنَّهُ الْإِسْمُ الْأَعْظَمُ

(رب وہی مالک و متصرف ہے اور لغت میں سید و آقا اور اصلاح کرنے والے متصرف کے لیے استعمال ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ
کے لیے یہ تمام استعمالات صحیح ہیں - غیر اللہ کا رب صرف انصاف کے ساتھ استعمال ہوتا..... لیکن مطلق رب صرف اللہ عزوجل
ہی کے لئے استعمال ہوتا ہے اور ایک قول ہے کہ وہ اسم اعظم ہے)

علامہ ابن کثیر نے پھر مختلف عالموں کے رب کی بحث میں متعدد روایات نقل کی ہیں -

اسلامی، سمبر قرآن، اول ص ۵۶ کے مطابق ”اصل معنی تو پرورش کرنے والے کے ہیں لیکن اس سے نکلنے والے دوسرے معنی مالک و آقا اس پر حاوی ہو گئے ہیں۔ پرورش کرنے والا کا مفہوم مغلوب ہو گیا ہے۔

سید احمد شہید نے اپنی تفسیر سورہ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت کی بڑی عمدہ اور اچھوتی تشریح کی ہے کہ ”سوا خدا تعالیٰ کے جو چیز عالم میں ہے سب کی پرورش و پکی کرتا ہے۔ پرورش کچھ کھانے پینے پر موقوف نہیں، کھانا پینا بھی ایک پرورش ہے۔ فرشتوں کی پرورش یہ ہے کہ اللہ ان پر ایسی عنایت فرماتا ہے کہ جس سے ان کا کمال بڑھ جاوے اور خوشی زیادہ حاصل ہو، رب العالمین کا وصف بڑا وصف ہے کیوں کہ وہ پرورش کرتا ہے تمام جہانوں کی جن کا کچھ پایاں نہیں“ ملاحظہ ہو راقم کا مضمون ”سید احمد شہید کی تفسیر سورہ فاتحہ اور اس کا اسلوب“ تعمیر حیات، لکھنؤ، جلد ۲۵، شمارہ ۷، ص ۱۱۔

(۸۳) المعجم المفہرس، بذیل ماژد: لفظ ربک

(۸۴) المعجم المفہرس، لفظ ربکم:

(۸۵) رَبُّ الْعَالَمِينَ کی اہمیت اور تشریح کے لئے ملاحظہ ہو: ابن کثیر، تفسیر، اول ص ۲۳-۲۴، بخاری، صحیح، کتاب التوحید، مسلم، صحیح، کتاب التوحید، تھانوی بیان القرآن، اول ص ۱۰ حاشیہ پر مسائل السلوک کے تحت تشریح موفیاء۔

(۸۶) تَنْزِيلُ مَنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ کہہ کر اللہ تعالیٰ نے اس غلط فہمی کا سدباب کر دیا کہ قرآن حکیم کی دعوت کسی خاص طبقہ و قوم یا علاقہ کے لئے محدود ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو مودودی، تفسیر القرآن، چہارم ص ۵۵-۵۶ وغیرہ۔

مفسرین نے عام طور پر اس کی تشریح میں مشرکین مکہ کے الزامات کی تردید وغیرہ کا ذکر کیا ہے جو اپنی جگہ صحیح بھی ہو سکتا ہے۔ مگر رب العالمین کی طرف نسبت کر کے اس کی آفاقیت اور عالمی پیغام ہونے کی طرف زیادہ اشارہ معلوم ہوتا ہے۔

(۸۷) سابق ایبیانے کرام اپنے اپنے زمانہ میں پروردگار عالم کے رسول بن کر اپنی قوم و علاقہ کے تمام لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے تھے۔ ان کی رسالت اور پیغام کے بارے میں ایک عام غلط فہمی یہ راد پاکنی ہے کہ وہ صرف اپنے زمانے کے چند طبقات کے لئے رسول تھے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے زمانے میں تمام لوگوں کے لئے رسول ہوتے تھے تاآنکہ ان کی نبوت و رسالت کو کوئی دوسرا رسول و نبی آکر محدود نہ کر دے مگر ان کی نبوت و رسالت تب بھی ختم نہ ہوتی تھی البتہ ان کی شریعت تبدیل یا منسوخ ہو سکتی تھی۔ عموماً ان کی رسالت اور شریعت میں فرق نہیں کیا جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء کے ساتھ دوسرے تمام ایبیانے سابقین کی رسالت و نبوت پر ایمان لازمی قرار دیا ہے اور اس طرح ان کی رسالت تا روز آخر قائم رہنے والی ہے کہ وہ رب العالمین کی عطا کردہ تھی جو رب العالمین ہے۔

(۸۸) رب العالمین کے علاوہ اس نے اپنی ربوبیت، مالکیت اور حاکمیت کو مختلف پیرایوں میں بیان کیا ہے کہ وہ آفاقی اور عالمی ہے اور اس کے دائرہ عمل سے دنیا و آخرت کی کوئی چیز باہر نہیں۔ اس آسمان و زمین کے علاوہ جہات اور سمتوں کو کبھی اس کے اثر کے تحت قرار دیا کبھی مادی اجرام فلکی و ارضی پر اس کا سکد جلایا، کبھی اپنے کو رب العزت کہا اور کبھی خدا کہہ کر رب بتایا اور آخر میں اس پر خاتمہ کر دیا گیا کہ وہ تمام انسانوں کا رب ہے۔ ملاحظہ ہوں رب پر ابن کثیر، مودودی، تھانوی اور اسلامی وغیرہ کی تفسیریں اور مباحث گزشتہ۔

(۸۹) انسان و جن، ملکوت و ناسوت، آسمان و زمین غرض کہ تمام مخلوقات کا رب کہنے کا ایک ہی مقصد ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان جو مکلف اور اس کے کلام کا مخاطب ہے اس کی ربوبیت کو اپنی زندگی کے ہر گوشہ اور مرحلہ میں تسلیم کرے اور بطور اعتراف و تسلیم اس کی عبادت کے مراسم بجالانے۔

(۹۰) صفت رحمت الہی کی لغوی تحقیق کے لیے ملاحظہ کریں لسان العرب، بذیل ماژد ر ج م، جلد ۲۱، ص ۳۳-۳۴، لسان رازی

لوائح البینات، تفسیر رحمن و رحیم ص ۳۰-۱۱۳۔ امام رازی نے رحمن کے غیر عربی ماخذ پر بحث کی ہے اور ان دونوں کی لغوی تحقیق کی ہے پھر اس کے معانی پر بحث کی ہے۔ اس کے بعد رحمت پر عقلی بحثیں کی ہیں۔ پھر تیسرا مسئلہ یہ بیان کیا ہے کہ اللہ کی رحمت بندوں کی رحمت سے زیادہ بکامل ہے۔ اس کے بعد متعدد سوالات قائم کر کے ان کے جواب دیے ہیں اور خاص طور سے معتزلہ کے اعتراضات کا رد کیا ہے۔ امام موصوف کا خیال ہے کہ رحمن و رحیم دونوں رحمت سے مانوڑ ہیں اور ان کے معانی اور بسملہ میں ان کی ترتیب کی حکمت وغیرہ پر بحث کی ہے۔

ابن کثیر، تفسیر، اول ص ۲۱-۲۰ نے رحمت سے مشتق دو مبالغہ کے صیغے اسم قرار دیے ہیں اور رحمن کو رحیم سے زیادہ مبالغہ والا بتایا ہے اور اپنے بیان کے لیے ابن جریر کا حوالہ دیا ہے۔ ابن الجباری، مہرہ اور ابو اسحاق زجاج وغیرہ نے کہا ہے کہ رحیم عربی ہے جبکہ رحمن عبرانی ہے۔ قرطبی نے ترمذی کی روایت کردہ حدیث جو حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی سند پر مروی ہوئی ہے اس کو رحمت سے مانوڑ و مشتق قرار دیا ہے۔ فرمان نبوی ہے:

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى أَنَا الرَّحْمَنُ خَلَقْتُ الرَّحْمَ وَ شَقَقْتُ لَهَا اسْمًا مِنْ إِسْمِي فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلَتْهُ وَمَنْ قَطَعَهَا قَطَعَتْهُ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں رحمن ہوں، میں نے رحم کو پیدا کیا اور اس کے لئے اپنے نام میں ایک نام مشتق کیا۔ جس نے اسے ملایا میں نے اسے ملایا اور جس نے اسے کاٹا میں نے اسے کاٹا)۔ حافظ موصوف نے اس پر بڑی مفصل اور مدلل بحث کی ہے۔ اسلامی، تدبر قرآن، اول ص ۹-۲۸، نے نہ تو رحمان کو زیادہ مبالغہ کا صیغہ مانا ہے نہ بسملہ میں تاکید کے لیے تسلیم کیا ہے بلکہ ان کے نزدیک ”عربی زبان کے استعمالات کے لحاظ سے فعلان کا وزن جوش و خروش اور ہیجان پر دلیل ہوتا ہے اور فعیل کا وزن دوام و استمرار اور پائیداری اور استواری پر۔ اس وجہ سے ان دونوں صفتوں میں سے کوئی صفت بھی برائے بیت نہیں ہے بلکہ ان میں سے ایک خدا کی رحمت کے جوش و خروش کو ظاہر کر رہی ہے، دوسری اس کے دوام و تسلسل کو....“

ڈیڑھ صدی قبل سید احمد شبیہؒ نے اپنی تفسیر سورہ فاتحہ میں ان دونوں صفات کے بارے میں لکھا تھا کہ ”اللہ کا ایسا رحم ہمیشہ بہت اور ہمیشہ ہے کہ اس کو کبھی کسی کے ملنے اور پرورش کرنے سے خشکی اور جھنجھلاہٹ نہیں آتی، جتنا کوئی مانگے وہ اتنا ہی خوش ہو اس لئے اس نے الرحمن الرحیم فرمایا۔ ملاحظہ ہو راقم کا مضمون ”سید احمد شبیہؒ کی تفسیر سورہ فاتحہ اور اس کا اسلوب تعمیر حیات، لکھنؤ، جلد ۲۵، شمارہ ۱، ص ۲۔“

مولانا تھانوی بیان القرآن، اول ص ۹، نے کشاف سے رحمن و رحیم کے معانی اور ان کی ترتیب کی حکمت نقل کر دی ہے اور وہ یہی ہے کہ رحمن تو ہم رحمت الہی کا جامع ہے جبکہ رحیم اس کے تتمہ اور ردیف کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ نیز ملاحظہ ہو مسائل السلوک کے تحت مولانا کا حاشیہ ص ۱۰ پر۔

(۹۱) اس بحث میں استعمال ہونے والی صفات الہی کی لغوی اور تفسیری تشریحات کے لیے ملاحظہ ہو لسان العرب، بذیل ماژہ متعلقہ اور مختلف تفاسیر۔

غفور: بذیل مادہ غ ف ر، جلد ۵، ص ۲۵ الغفور و الغفار جل ثناءہ، وھامن انبیئہ المبالغتہ و معناھا الساتر لذنوب عباد اللہ المتجاوز عن خطایاھم و ذنوبھم

(غفور اور غفار اللہ تعالیٰ ہے اور ان دونوں کے معانی اس چھپانے والے کے ہیں جو اپنے بندوں کے گناہ چھپا لیتا ہے اور ان کے گناہوں اور خطاؤں کو بخش دیتا ہے یا ان سے تجاوز کرتا ہے۔)

نیز امام رازی، لوائح البینات، ص ۱۶۰ غفار کی تفسیر اور ص ۱۸۹ غفور و عظیم کی تفسیر ملاحظہ ہو۔

تواب: بذیل ماژہ ت و ب، جلد ۱، ص ۲۳۳: واللہ تواب: اللہ تعالیٰ جو اپنے بندے کی طرف رجوع ہوتا اور توبہ کرتا ہے۔ اور انسان اللہ کی طرف توبہ کرتا اور تائب ہوتا ہے۔

نیز ملاحظہ ہو : اسم رازی ، لوائح البینات ، ص ۲۴۱ -

ودود : بذیل مازد : وود ، جلد ۳ ، ص ۴-۵۵۳ : الود : الحب (ود کے معنی محبت کے ہیں) ... وودود اللہ تعالیٰ کے اسماء میں

سے ہے ۔ یہ ابن الاثیر کا قول ہے اور یہاں فاعول بمعنی مفعول ہے یعنی اللہ تعالیٰ بندوں کا محبوب ہے ۔ یا ود بمعنی فاعل ہے جس کے معنی ہیں کہ وہ اپنے نیک بندوں سے محبت کرتا ہے یعنی ان سے راضی رہتا ہے ۔

نیز ملاحظہ ہو اسم رازی ، لوائح البینات ص ۲۱۱ -

عزیز : بذیل مازد : عز ، جلد ۵ ، ص ۳-۴ :

الْعَزِيزُ : مِنْ صِفَاتِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ وَأَسْمَاءِهِ الْحُسْنَى ، قَالَ الزُّجَاجُ : هُوَ الْمُنْتَعِزُ فَلَا يَغْلِبُهُ شَيْءٌ ، وَقَالَ غَيْرُهُ : هُوَ الْقَوِيُّ الْغَالِبُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ ، وَقِيلَ : هُوَ الَّذِي لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ

(عزیز ، اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کے اسمائے حسنی میں سے ہے ۔ زجاج نے کہا : ود روکنے والا / غالب ہے جس پر کوئی شے

غالب نہیں ہوتی ، ان کے علاوہ دوسروں کا قول ہے : ود قوی اور ہر شے پر غالب ہے اور کہا گیا ہے کہ اس جیسا کوئی نہیں ہے)

غنی : بذیل مازد : غ ن ا ، جلد ۱۵ ، ص ۱۳۵ :

فِي أَسْمَاءِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ : الْغَنِيُّ ، ابْنُ الْأَثِيرِ : هُوَ الَّذِي لَا يَخْتَاجُ إِلَى أَحَدٍ فِي شَيْءٍ وَكُلُّ أَحَدٍ مُخْتَاجٌ إِلَيْهِ ، وَهَذَا هُوَ الْغَنِيُّ الْمَطْلُوقُ وَلَا يُشَارِكُ اللَّهُ تَعَالَى فِيهِ غَيْرُهُ وَمِنْ أَسْمَاءِهِ الْمَغْنِيُّ ، مُبْحَاهُ وَتَعَالَى ، وَهُوَ الَّذِي يُغْنِي مَنْ يُشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ، ابْنُ سَبَّهٍ : الْغَنِيُّ ، (مَقْصُورٌ) ، ضِدُّ الْفَقْرِ

(اللہ تعالیٰ کے اسماء میں غنی بھی ہے ، ابن الاثیر کے مطابق ود ذات جو کسی معللہ میں کسی کی محتاج نہیں اور ہر ایک اس کا محتاج ہے ۔ ایسا غنی مطلق صرف اللہ تعالیٰ ہے اور اس میں اس کے سوا کوئی شریک نہیں ۔ اس کے اسماء حسنی میں مغنی بھی ہے اور ود پاک ذات ہے چاہتی ہے اپنے بندوں میں سے مستغنی کر دیتی ہے ۔ ابن سیدہ کے خیال میں غنی (مقصور) فقر کی ضد ہے ۔

نیز ملاحظہ ہو اسم رازی ، لوائح البینات ، ص ۹-۱۴

(۹۲) رحمت الہی کی وسعت کے باب پر ملاحظہ ہو احادیث نبویہ ، ابن کثیر ، تفسیر دوم ص ۵۱-۵۲ اور رحمت الہی سے متعلق دوسری آیات کی تفسیر ۔ ایک حدیث جنید بن عبد اللہ بخلی رضی اللہ عنہ کی سند پر بیان کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی سو رحمتیں پیدا کیں اور ان میں سے محض ایک سے وہ انسانوں و جنوں اور تمام مخلوقات پر رحم کرتا ہے اور باقی تین سو رحمتیں اس کے پاس موجود ہیں ۔ حضرت سلیمان کی سند پر مروی دوسری روایت کے مطابق یہ تین سو رحمتیں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کے لیے رکھ چھوڑی ہیں ۔ حضرت ابو ہریرہ کی حدیث کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اپنی سو رحمتوں میں سے صرف ایک انسانوں اور اپنی دوسری مخلوقات کو دی ہے ۔ اسی مضمون کی ایک حدیث حضرت ابو سعید سے مروی ہے ایک اور حدیث مذہب بن یمان سے بیان کی ہے جس کے مطابق ابلیس تک کو اپنی مغفرت کی توقع ہو جانے کی مگر ابن کثیر نے اس کو بہت ہی غریب قرار دیا ہے ۔ مزید احادیث کے لئے ملاحظہ ہو احادیث کی کتابوں کے اس موضوع پر ابواب ۔

(۹۳) مذکور بالا آیات کریمہ پر ابن کثیر ، تھانوی ، مودودی ، اسلامی وغیرہ مفسرین کی تشریحات اور لسان العرب ، بذیل مادہ متعلقہ ان کی لغوی تحقیقات ملاحظہ ہوں ۔

وکیل : بذیل مازد و ک ل ، جلد ۱۱ ، ص ۶-۷ -

فِي أَسْمَاءِ اللَّهِ تَعَالَى الْوَكِيلُ : هُوَ الْمُقِيمُ الْكَفِيلَ بِأَرْزَاقِ الْعِبَادِ ، وَحَقِيقَتُهُ أَنَّهُ يُسْتَعْلَى بِأَمْرِ الْمَوْكُولِ إِلَيْهِ

(اللہ تعالیٰ کے اسماء میں وکیل ہے۔ اور وہ ذات ہے جو بندوں کے رزق کی کفالت کرتا اور فراہمی کا ذمہ دار ہے اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ کمانے کی اشیاء اس کے حوالے / فراہم کرتا ہے) قرآن نے اس کے معنی رب بتائے ہیں، ایک معنی کافی کے ہیں، ابن الجباری کے نزدیک حافظ اور بعض دوسروں کے نزدیک کفیل ہیں۔

حدادی: بذیل مازدہ دی، جلد ۱۵، ص ۳۵۳:

مِنْ أَسْمَاءِ اللَّهِ تَعَالَى سُبْحَانَهُ : الْهَادِي ، قَالَ ابْنُ الْأَثِيرِ : هُوَ الَّذِي بَصُرَ عِبَادَهُ وَغَرَفَهُمْ طَرِيقَ مَعْرِفَتِهِ حَتَّى أَقْرُوا بِرُبُوبِيَّتِهِمْ وَهَدَى كُلَّ مَخْلُوقٍ إِلَى مَالٍ بُدِّلَهُ مِنْهُ فِي لِقَائِهِمْ وَدَوَامِ وَجُودِهِ

(اللہ تعالیٰ کے اسماء میں ہادی بھی ہے۔ ابن الاثیر کے بقول وہ ذات جس نے اپنے بندوں کو بصیرت بخشی اور ان کو اپنی معرفت کے راستے سے روشناس کیا یہاں تک کہ انہوں نے اس کی ربوبیت کا اقرار کر لیا ہے اور اس نے اپنی تمام مخلوق کو ہر اس چیز کی ہدایت دی جو اس کی بقا اور اس کے وجود کے دوام کے لیے ضروری ہے).....

موفق: بذیل مازدہ وفق، جلد ۱۰، ص ۳۸۲-۳ - توفیق بخشنے والا اور قلابر ہے کہ یہ توفیق خیر کے لیے ہوتی ہے.....

حدیث نبوی میں آیا ہے

لَا يَتَوَفَّقُ عَبْدٌ حَتَّى يُوَفِّقَهُ اللَّهُ

(کوئی بندہ اس وقت تک توفیق نہیں پاتا جب تک اللہ اس کو ارزانی نہ کرے) ابن منظور نے اس کے افعال و مصادر پر بحث کی ہے لیکن موفق کا ذکر نہیں کیا ہے اور نہ اسے اسماء الہی میں گنایا ہے۔

ان صفات پر امام رازی کی آراء و تفسیر کے لئے ملاحظہ ہو لوائح البينات، ص ۲۱۸-۹، ص ۲۵۵۔

سنجی: بذیل مازدہ: ن ج ۱، جلد ۱۵، ص ۳۰۴: النجاء: الخلاص من الشئ (نجات کے معنی میں کسی چیز سے چھٹکارا پانا) اور باب افعال میں اس کے معنی میں نجات/چھٹکارا دینا۔ اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ نجات دیتا یا چھٹکارا دلاتا ہے۔ ابن منظور نے اس کے مشتقات وغیرہ پر کافی بحث کی ہے اور آیات کریمہ وغیرہ سے استدلال کیا ہے۔

محکم: بذیل مازدہ ح ک م، جلد ۲۱، ص ۱۴۰-۲ وما بعد: اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین ہے وہی حکیم ہے اور اسی کا حکم ہے، لیث کے بقول حکم اللہ تعالیٰ ہے۔ ازہری کے مطابق اللہ تعالیٰ کی صفات میں حکم، حکیم اور حاکم ہیں اور ان کے معانی قریب قریب ہیں..... حاکم کے معنی قاضی ہیں..... حکم کے معنی علم اور فقہ کے بھی آتے ہیں..... حاکم کے معنی میں حکم کا نغذہ کرنے والا

یقضی: بذیل مازدہ ق ض ی، جلد ۱۵، ص ۱۸۶-۷ وما بعد: قضا کے معنی میں حکم..... ازہری نے قضا کے متعدد معانی بیان کئے ہیں مگر ان سب کا مقصود کسی شے کا مکمل اور تمام ہونا ہے اور ان تمام معانی میں یہ لفظ حدیث میں بیان ہوا ہے..... قضا کا تعلق کبھی قدر سے یعنی قدر سے ہوتا ہے جیسے آیت کریمہ:

فَقَضَا مِنْ سَبْعِ سَمَوَاتٍ

میں ہے..... اللہ تعالیٰ کے لئے بطور مفت جب استعمال ہوتا ہے تو اس کے معنی ہوتے ہیں حکم دینے والے اور فیصلہ قطعی کرنے والے کے۔

قتال: بذیل مازدہ ق ط ل، جلد ۱۱، ص ۵۲۸-۹: مبالغہ کا اسم ہے جس کے معنی ہیں کہ ”جو چاہے جو کرنے والا“

میر: بذیل مازدہ ق ط ل، جلد ۳، ص ۱۸۸-۹:

الارادة الشئ: طلب، طلب، طلب: الارادة محبة و غير محبة.

(کسی چیز کا ارادہ کرنا کسی شے کا طلب، طلب کا بیان ہے کہ ارادہ محبت اور بلا محبت دونوں طرح سے ہوتا ہے)..... اللہ تعالیٰ کے لئے موع (ارادہ کرنے والا) کا مطلب یہ ہے کہ وہ جو چاہتا ہے کر سکتا ہے یعنی اس کا ارادہ اس کی قدرت کے ماتحت ہے۔

لہم رازی نے لواحق البینات میں جن اسماء الہی اور صفات عالیہ پر الگ فصلیں قائم کی ہیں وہ حسب ذیل ہیں :

هُوَ اللهُ، الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ، الْمَلِكُ، الْقُدُّوسُ، السَّلَامُ، الْمُؤْمِنُ، الْمُهِيمُنُ، الْغَزِيْزُ، الْجَبَّارُ، الْمُتَكَبِّرُ، الْخَالِقُ، الْغَفَّارُ، الْقَهَّارُ، الْوَهَّابُ، الرَّزَّاقُ، الْفَتَّاحُ، الْعَلِيمُ، الْقَابِضُ، الْبَاسِطُ، الْخَافِضُ وَ الرَّافِعُ، الْمَبْرُؤُ وَ الْمَذِلُّ، السَّمِيعُ، الْبَصِيرُ وَ الْحَكَمُ، الْعَذْلُ، اللَّطِيفُ، الْخَبِيرُ، الْخَلِيمُ، الْعَظِيمُ وَ الْغَفُورُ، الشُّكُورُ، الْعَلِيُّ، الْكَبِيرُ، الْخَفِيفُ، الْمُقْبِتُ، الْخَسِيبُ، الْجَلِيلُ، الْكَرِيمُ، الرَّقِيبُ، الْمَجِيبُ وَ الْوَاسِعُ، الْحَكِيمُ، الْوَدُودُ، الْمَجِيدُ، الْبَاعِثُ، الشَّهِيدُ، الْحَقُّ، الْوَكِيلُ، الْقَوِيُّ وَ الْمُنِيزُ، الْوَلِيُّ، الْحَمِيدُ وَ الْمُحْصِي، الْمُبْدِي وَ الْمَبْدِي، الْمُخِي وَ الْمَخِي، الْحَيُّ وَ الْقَيُّومُ، الْوَاجِدُ وَ الْمَاجِدُ، الْوَاحِدُ وَ الْوَاحِدُ، الصُّنْدُ، الْقَادِرُ وَ الْمُقْتَدِرُ، الْمُقَدَّمُ وَ الْمُؤَخَّرُ، الْأَوَّلُ وَ الْآخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ، الْوَالِي وَ الْمُتَعَالَى وَ الْبَرُّ، التَّوَّابُ وَ الْمُتَنَبِّهُ، الْغَفُورُ، الرَّؤُفُ، مَالِكُ الْمَلِكِ، وَ ذِي الْجَلَالِ وَ الْإِكْرَامِ وَ الْمَقْسُطُ وَ الْجَمَاعُ، الْغَنِيُّ وَ الْمُغْنَى، الْمَانِعُ وَ الضَّارُّ وَ النَّافِعُ، النُّورُ، الْغَادِي، الْبَدِيعُ وَ الْبَاقِي، الْوَارِثُ وَ الرَّشِيدُ اور الصُّبُورُ

ان کے علاوہ اسماء ذات اور اسماء صفات وغیرہ پر دوسری بحثیں ہیں ۔

(۹۲) رازق کی لغوی تحقیق کے لیے ملاحظہ ہو لسان العرب ، بذیل مادۃ متعلقہ پر رزق ، جلد ۱۰ ، ص ۱۱۵-۶ : الرزاق والرزاق :

فِي صِفَةِ اللَّهِ تَعَالَى لِأَنَّهُ يُرْزَقُ الْخَلْقُ أَجْمَعِينَ ، وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ الْأَرْزَاقَ وَأَعْطَى الْخَلَائِقَ أَرْزَاقَهَا وَأَوْصَلَهَا إِلَيْهِمْ ، وَفَعَّالٌ مِنْ أَبْنَاءِ الْمَبَالِغَةِ ، وَالرِّزْقُ : مَعْرُوفٌ ، وَالْأَرْزَاقُ نَوْعَانِ : ظَاهِرَةٌ لِلْأَبْدَانِ كَالْأَقْوَاتِ وَبَاطِنَةٌ لِلْقُلُوبِ وَالنُّفُوسِ كَالْمَعَارِفِ وَالْعُلُومِ

(رازق اور رزاق دونوں اللہ تعالیٰ کی صفت ہیں کیونکہ وہ ہمہ مخلوق کو رزق دیتا ہے ۔ وہی ہے جس نے رزق پیدا کیا ، اور مخلوقات کو ان کا رزق فراہم کیا اور ان تک اسے پہونچایا ۔ فقال مبالغہ کا صیغہ ہے ۔ رزق کے معنی معروف ہیں ۔ رزق دو طرح کا ہوتا ہے : ظاہری جو بدن و جسم کے لیے ہوتا ہے جیسے کھانے پینے کی چیزیں اور دلوں اور نفوس کے لیے باطنی جیسے معارف و علوم)

ابن منظور نے اس کے بعد ایک آیت کریمہ بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ بنی آدم کے ارزاق لکھے ہوئے اور مقدر ہیں اور وہ ان کو ضرور ملتے ہیں ۔ اس کے بعد بعض اور آیات کریمہ کو بطور استشہاد پیش کیا ہے اور متعدد احادیث نبویہ بھی نقل کی ہیں ۔ ان میں حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث ہے جس کے مطابق انسان کا رزق ، عمر ، عمل اس کی شقاوت یا سعادت اس کی ماں کے بطن ہی میں لکھ دی جاتی ہے ۔

نیز ملاحظہ ہو لہم رازی ، لواحق البینات ، ص ۱۷۱-۲ ۔

تفسیری تشریحات کے لئے ملاحظہ ہو : ابن کثیر ، تھامی ، مودودی ، اسلامی وغیرہ مفسرین کرام کی تفسیریں ۔ مثلاً ابن کثیر

تفسیر ، چہارم ص ۳۳۸ میں بعض اہم احادیث نبویہ

إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ (سورہ قمریات : ۵۸)

کے ضمن میں بیان کی ہیں ان میں سے ایک لہم احمد بن حنبل نے حضرت ابوہریرہؓ کی سند پر یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - ”اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اے ابن آدم! تو میری عبادت کے لیے فارغ ہو جا میں تیرے سینہ کو غنا سے بھر دوں گا اور تیرے فقر کا سدباب کر دوں گا۔ اور اگر تو ایسا نہ کرے گا تو تیرے سینہ کو شغل (شغل / مشغول) سے بھر دوں گا اور تیرے فقر کا سدباب بھی نہ کروں گا۔“ اس حدیث کو ترمذی اور ابن ماجہ نے عمران بن زائد کی سند پر روایت کر کے ترمذی کے بقول حسن غریب کہا ہے۔ امام احمد اور ترمذی کی مزید دو احادیث بیان کرنے کے علاوہ ابن کثیر نے کسی البیانی کتاب سے یہ نقل کیا ہے کہ ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! میں نے تجھ کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے تو تو تکمیل مت کر۔ اور میں نے تیرے رزق کی کفالت کی ہے۔ لہذا تو اپنے کو مت تھکا۔ تو میری طلب کر اور تو مجھے پالے گا۔ اگر تو مجھے پالے گا تو تو ہر چیز پال جانے گا اور اگر میں تیرے ہاتھ نہ آیا تو تجھے کوئی چیز نہ ملے گی اور میں تیرے نزدیک ہر چیز سے زیادہ محبوب ہوں۔“

مودودی، تفہیم القرآن، پنجم ص ۱۵۶-۱۵۷ - نیز ملاحظہ ہو: اول ص ۱۱۲، ص ۱۶۲، ص ۱-۲۲۳، ص ۵۹۱، دوم ص ۲۹۲-۳، ص ۳۶۱، ص ۶۱۲، ص ۱-۲۵۴۔

اسلامی، تدبر قرآن، ہفتم ص ۶۳۲-۳ - نیز ملاحظہ ہو: اول ص ۱-۱۴۰، ص ۵-۲۳۳۔

تحریری بیان القرآن، جلد ۱۱ ص ۶۵۔

(۹۵) رزق کا مفہوم قرآن مجید میں بہت وسیع ہے بالکل اسی طرح جس طرح ربوبیت کا مفہوم وسیع ہے۔ اور دراصل یہ ربوبیت الہی کا مظاہرہ و عطیہ ہے۔ اس میں مادی و روحانی، دنیوی و اخروی، مال و دولت، جاد و منصب، عزت و افتخار، فراخی و کشادگی، غنا و استغنا، دل کی دولت مندگی، دینی ترقی، علمی فوقیت، سماجی حیثیت عزت مندگی ہر نعمت الہی رزق کے تصور میں شامل ہے۔ اے محض معاشی اور اقتصادی چیزوں تک محدود نہیں کرنا چاہیے اور نہ صرف کمانے پینے پہننے اور رہنے، پہننے کی سہولیات تصور کرنا چاہیے کہ وہ رزق کا بہت ناقص مفہوم ہے۔ اسلامی، تدبر قرآن - اول، ۱-۱۴۰، لکھتے ہیں کہ..... یہ لفظ عربی زبان میں بھی اور قرآن میں بھی رزق مادی اور رزق روحانی دونوں ہی کے لئے استعمال ہوا ہے، صرف کمانے پینے کی چیزوں کو رزق نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ اصلی رزق وہ علم معرفت ہے جو قرآن اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیں حاصل ہوا ہے۔ اسی وجہ سے وحی کو قرآن نے رزق کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ آدمی صرف روٹی سے نہیں جیتا بلکہ اس کلمہ سے جیتا ہے جو خدا کی طرف سے آتا ہے۔ ”مودودی تفہیم القرآن، پنجم ص ۱۳۳، لکھتے ہیں کہ ”رزق سے مراد وہ سب کچھ ہے جو دنیا میں انسان کو جینے اور کام کرنے کے لئے دیا جاتا ہے۔“ مودودی کے وسیع تر مفہوم کے لئے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، دوم ص ۲۹۲۔

(۹۶) ابناس رزق الہی بھی سیکراں اور بے شمار ہیں اور ان میں سے محض چند کا ذکر قرآن کریم میں کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رزق الہی کی وسعت و سیکرائی کو ظاہر کرنے کے لئے مدار کلمہ مدار قناکم یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہے یا رزق دیا ہے کے وسیع احتمالات کے فقرے اکثر جگہ استعمال کئے گئے ہیں۔ خود لفظ ثمرات ”بہت وسیع معانی کا حامل ہے مگر عام طور سے اس کا اردو ترجمہ پھل کر دیا جاتا ہے جو صحیح نہیں یا کم از کم ناقص ہے۔ اس کا اصل مفہوم ہر قسم کی پیداوار ہے ملاحظہ ہو لسان العرب بذیل مادہ ث م، جلد ۲، ص ۱۰۶۔

ثمرات / ثَمَرٌ : خَلُّ الشَّجَرِ ، وَأَنْوَاعُ الْمَالِ وَالِد : ثَمَرَةُ الْقَلْبِ

(ثمر کے معنی میں درخت کا پھل / پیداوار اور مال و دولت اور اولاد کو ثمرۃ القلب کہتے ہیں۔ اسی کی تائید میں حدیث نبوی و آثار صحابہ نقل کئے ہیں..... ثمرہ واحد ہے اور اس کی جمع ثمر اور ثمرات آتی ہے.....)

اسلامی تدبر قرآن، اول ص ۳۳۵ لکھتے ہیں کہ..... لوگ سمجھتے ہیں کہ ثمرات سے مراد صرف میوہ جات ہیں حالانکہ ثمرات کے

معنی صرف میوہ جات کے نہیں آتے بلکہ میوہ جات کے ساتھ ساتھ اجناس اور غلہ جات بھی اس کے مفہوم میں شامل ہیں۔۔۔۔۔ قرآن مجید میں ایک جگہ اسی ابراہیمی دعا کی برکتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے **فَمُرَّاكُلَ شَيْءٍ** (ہر چیز کے پھل) کے الفاظ استعمال ہونے میں۔۔۔۔۔

(۹۷) رزق الہی کے مقلدات بھی گوناگوں ہیں، تفسیری مباحث کے لئے ملاحظہ ہوں: رزق سے متعلق آیات کریمہ جو اوپر مذکور ہوئی ہیں کی تشریحات ابن کثیر، تھانوی، مودودی اور اسلامی وغیرہ مفسرین کرام کے یہاں۔ مثلاً مودودی، **تفہیم القرآن**، پنجم ص ۱۲۲، ص ۲۵۲-۳، ص ۵۶۷، اسلامی تدبر قرآن، پنجم ص ۶۲۷، ششم ص ۳۱۷، ص ۲۵۶ وغیرہ۔ تھانوی بیان القرآن اول ص ۱۹ نے ترجمہ تو ”پھلوں“ کیا ہے اور ملحقات التجرہ ۳ میں لکھا ہے۔

خَلَالِمْ فِي مِّنَ الثَّمَرَاتِ عَلَى النَّبِيِّ

(۹۸) بے سان و گمان رزق عطا کرنا رب العالمین کی ربوبیت مطلقہ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا ثبوت ہے۔ مالک کو مکان و لاسکان کے لیے رزق رسانی کے لئے کسی جگہ یا مقام کی کوئی قید نہیں۔ اسکی الوہیت و قدرت کا تقاضا ہے کہ جب اور جہاں سے جی چاہتا ہے رزق عطا کر دیتا ہے۔ مفسرین کرام کی آرا کے لئے ملاحظہ ہو: مودودی **تفہیم القرآن**، چہارم ص ۲-۳، اسلامی، تدبر قرآن، ہشتم ص ۴۳۹۔ نیز مودودی پنجم ص ۹-۵۶۸ وغیرہ۔

لسان العرب، جلد نمبر ۱، ص ۳۱۰ میں اللہ تعالیٰ کا ایک نام **حسب** بھی گنایا ہے جس کے معنی بتانے میں کافی یعنی ود کفایت کرنے والا ہے۔ ویسے حسب کے ایک معنی کرم کے آتے ہیں۔ یعنی حسب نسب والا جس کے معنی میں آباؤ اجداد میں شرف و عزت ثابت ہو۔ بلا حساب رزق عطا کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ وہ بلا تقصیر و تفتیق (بلا کی اور تنگی کے) حساب عطا کرتا ہے۔ ابن منظور نے اس حساب کے کئی معانی ذکر کئے ہیں۔

لا یحتسب کے لغوی معنی کی تحقیق کے لئے ملاحظہ ہو لسان العرب بذیل مادہ ح س ب، جلد نمبر ۱، ص ۳۱۲ کے معنی یہ ہیں کہ ایسی جگہ سے عطا کرتا ہے جہاں سے وہ گمان و اندازہ بھی نہیں کرتا

مِنْ خَيْثُ لَا يَقْدِرُهُ وَلَا يَظُنُّهُ كَأَنَّا مِنْ خَيْثُ لَمْ يَخْبِئْهُ لِنَفْسِهِ رِزْقًا وَلَا عَذَّةً فِي حَسَابِهِ
یا وہ رزق جس کی اسے امید بھی نہ تھی اور نہ وہ اسے اپنا رزق سمجھتا تھا۔

(۹۹) تقدیر رزق پر بحثوں کے لئے ملاحظہ ہو: مودودی **تفہیم القرآن**، اول ص ۱-۵۰، دوم ص ۸-۴۸۷، سوم ص ۶۶۲۔ ص ۹-۱۸، ص ۷۷، اسلامی، تدبر قرآن، ششم ص ۶۳، ہفتم ص ۱۵۸، تھانوی اول ص ۱۲۳، ابن کثیر، تفسیر، دوم ص ۵۱۱-۲۔ مؤخر الذکر رقم طراز ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس پر چاہتا ہے تنگ کرتا ہے کیونکہ وہی تقدیر رزق میں پوشیدہ اپنی حکمت و عدل کو بہتر سمجھتا ہے۔ تقریباً یہی بات دوسرے مفسرین نے بھی کہی ہے۔ ابن کثیر نے ایک اور جگہ حدیث نبوی نقل کی ہے کہ رزق بعض اور دوسری چیزوں کی مانند ہر انسان کے لیے اس کی پیدائش سے پہلے ہی جب وہ اپنے رحم مادر میں ہوتا ہے لکھ دیا جاتا ہے۔

(۱۰۰) فراخی اور تنگی رزق اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ کا نتیجہ ہے۔ اس اہم بحث کے لیے مزید تفصیل مطالعہ کریں: مودودی **تفہیم القرآن**، سوم ص ۶۶۲، ص ۹-۱۸، ص ۷۷، چہارم ص ۴۸۵، اسلامی، تدبر قرآن، ششم ص ۶۳ تھانوی بیان القرآن، ہفتم ص ۱۴۰ جیسی مصلحت دیکھتا ہے ویسی ہی روزی دیتا ہے۔۔۔۔۔ نیز ابن کثیر، تفسیر، دوم ص ۵۱۱-۲۔

نیز ملاحظہ ہو اسلامی، تدبر قرآن، اول ص ۲۰-۱۹۹، جنہوں نے عرب کے جاہل و مشرک لوگوں کے قتلِ اولاد کو موجودہ دور کی متمدن حکومتوں کی خانہ انی منسوبہ بندی کے مساوی قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ ”افراد کی طرح بعض اوقات حکومتیں بھی اپنے دائرہ اختیار اور اپنے فطری اور شرعی حدود کار سے متجاوز ہو کر ان حدود میں مداخلت کرنے لگتی ہیں جو قدرت کے حدود ہیں۔۔۔۔۔ یہ امر

بالکل اس کے دائرہ اختیار اور حدود کار سے باہر ہے کہ وہ یہ منصوبہ بندی کرے کہ اتنی مدت میں ہم اسنا غلہ پیدا کریں گے۔ اور اسی حساب سے اتنے بچوں کو پیدا ہونے دیں گے۔ اس معاملہ میں جو غلط فہمی عرب جاہلیت کے سنگدلوں کو لاحق ہوئی تھی اسی غلط فہمی کا شکار اس زمانے کی متمدن حکومتیں ہو رہی ہیں۔ فلسفہ دونوں جگہ ایک ہے انہوں نے بھی رزاق اپنے کو سمجھا تھا اور یہ بھی رزاق اپنے کو سمجھے بیٹھے ہیں۔ حالانکہ رزاق اللہ تعالیٰ ہے۔“

نیز ملاحظہ ہو ابن کثیر، تفسیر، دوم ص ۱۸۷، سوم ص ۸-۲۷ وغیرہ دوسری متعلقہ آیات کی تفسیر۔

(۱۰۱) تفصیل رزق یا رزق میں فضیلت دینے کے اصول الہی کی مزید تشریح کے لئے ملاحظہ کریں: ابن کثیر، تفسیر، دوم ص ۷۷، نے بطور استشہاد آیت کریمہ نقل کی ہے:

ضَرَبَ لَكُمْ مَثَلًا مِّنْ أَنفُسِكُمْ ۖ هَلْ لَّكُمْ بِمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِن شُرَكَاءَ فِيمَا رَزَقْنَاكُمْ فَأَنتُمْ فِيهِ سَوَاءٌ

(سورہ روم ۲۸ اور بتانی کہاوت، تمہارے اندر سے، تمہارے جو ہاتھ کے مال ہیں، ان میں میں کوئی ساجھی تمہارے؟ ہماری وی روزی میں کہ تم سب اس میں برابر رہو) حضرت ابن عباس، مجاہد اور قتادہ وغیرہ سے روایات نقل کر کے انہوں نے حضرت مسیح بصری کی سند پر حضرت عمر بن خطاب کے ایک خط کا اقتباس دیا ہے جو انہوں نے حضرت ابو موسیٰؓ اشعری کو لکھا تھا: ”تم اپنے رزق دنیا پر قانع رہنا کیونکہ رحمن نے اپنے بعض بندوں کو بعض پر رزق میں فضیلت دی ہے، یہ ایک آزمائش ہے جس کے ذریعے وہ سب کو آزماتا ہے تو جس کو فراخی رزق سے آزماتا ہے اس کو دیکھتا ہے کہ وہ کیسے اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اور کس طرح اس حق کو ادا کرتا ہے جو اس پر اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے۔“

اسلامی، تہذیب قرآن، چہارم ص ۳۳۰ میں رزق کو خدا کا عطیہ قرار دے کر انسانی فطرت کی طرف توجہ دلاتے ہیں جو رزق کو اپنے غلاموں اور ماتحتوں میں برابر تقسیم کر کے مساوات نہیں پیدا کرتے اور اس کو شرک کے خلاف ثبوت بناتے ہیں۔

مودودی تفہیم القرآن، دوم ص ۷۶-۷۷ نے اس آیت اور اوپر کی آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ اس سے اسلام کے قانون معیشت میں مساوات تلاش کرنا صحیح نہیں ہے اور انہوں نے موجودہ دور کی بعض غلط تاویلات کی تردید کی ہے۔

(۱۰۲) رزق کی فراہمی کا اعمال دنیا سے براہ راست کوئی تعلق نہیں اس بحث کے لئے ملاحظہ ہو: مودودی تفہیم القرآن، دوم ص ۸-۲۵ نیز ملاحظہ ہو اول ص ۱۱۲ اس سے یہ بات خود بخود نکل آتی کہ اگر کسی کو رزق دنیا فراوانی کے ساتھ مل رہا ہو تو وہ اس غلط فہمی میں نہ پڑے کہ اللہ اس سے راضی بھی ہے۔ مودودی تفہیم القرآن، ششم ص ۳۳۱، میں بھی اسی حقیقت کو دہرایا ہے۔

اسلامی، تہذیب قرآن، نہم ص ۸-۲۵، لکھتے ہیں کہ ”اس دنیا میں انسان کو تنگی کی حالت پیش آنے یا فراخی کی، جو حالت بھی پیش آتی ہے، نہ اس کی سرفرازی کی خاطر پیش آتی ہے نہ اس کی تذلیل و توہین کے لیے، بلکہ یہ دونوں ہی بطور امتحان پیش آتی ہیں۔“

تخانی بیان القرآن، اول ص ۱۲۳ ”پس اس کا ہر قسمت پر ہے نہ کہ کمال اور مقبولیت پر سو یہ ضرور نہیں کہ جو روزی میں بڑا ہو وہ اللہ کے نزدیک بھی معزز ہو اور بڑی عزت وہی ہے۔“ نیز ملاحظہ ہو ابن کثیر، تفسیر، دوم ص ۵۱۱۔

ابن کثیر، تفسیر، چہارم ص ۵۰۹ میں ان آیات کریمہ کو آزمائش خداوندی سے جوڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پسندیدہ یا ناپسندیدہ لوگوں کو کثرت رزق سے نوازتا ہے جس طرح وہ ان دونوں طبقات کو تنگی رزق میں مبتلا کرتا ہے اور یہ محض امتحان و امتحان ہے۔

(۱۰۳) رزق کی کثرت اور بغاوت کے تعلق پر مزید تفصیل کے لیے مطالعہ کریں: ابن کثیر، تفسیر، چہارم ص ۱۱۵، لکھتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کو حاجت سے زیادہ عطا کر دے تو یہ زیادتی رزق ان کو بنی و طغیان پر آمادہ کر دے گی، حضرت قتادہ کا قول

ہے : بہترین زندگی (عیش) وہ ہے جو نہ تم کو غفلت میں مبتلا کرے اور نہ بغاوت پر اکسائے ، انہوں نے اس ضمن میں ایک اہم حدیث بھی نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ میرے بندوں میں سے بعض ایسے ہیں جن کو صرف غنا اور مال داری راس آتی ہے اور اگر میں انکو فقیر کر دوں تو ان کا دین خراب کر دوں اور بعض ایسے ہیں جن کو صرف فقر راس آتا ہے اور اگر ان کو مالدار بنا دوں تو ان کا دین خراب کر دوں ۔“

مودودی تفہیم القرآن ، چہارم ص ۵۰۴

(۱۰۴) بلا حساب رزق عطا کرنا قدرت و ربوبیت الہی کا ایک عمدہ کرشمہ ہے ۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھیں ، مودودی تفہیم القرآن ، سوم ص ۴۱۰ ، ابن کثیر ، تفسیر ، اول ص ۲۴۹ ، نے اس ضمن میں دو احادیث نقل کی ہیں جن میں سے پہلی حدیث قدسی ہے : اے ابن آدم ! تو خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا ۔ دوسری میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

اَنْفَقْ بِلَالًا وَلَا تُخْشَ مِنْ ذِي الْعَرْشِ اَقْلَالًا

(جی کھول کر خرچ کرو اور عرش والے سے قلیتِ رزق کا خوف نہ کرو) ۔ اسلامی ، تدبر قرآن ، اول ص ۵۰۲ ، پنجم ص ۴۱۳ تھانوی بیان القرآن ، اول ص ۱۲۳ ۔

(۱۰۵) الا واحد ہونے کا لازمی اور منطقی نتیجہ ہے کہ رب و رازق بھی ایک ہی ہو ۔ تفسیری تشریحات کے لیے ملاحظہ ہوں : ابن کثیر ، تفسیر ، دوم ص ۴۱۶ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی الہی وحدانیت کے اعتراف سے جو مشرکین کرتے ہیں استدلال و حجت قائم کی گئی ہے اور بعض دوسری آیات کریمہ سے بھی ابن کثیر نے استشہاد کیا ہے ۔ نیز دوسری مذکورہ آیات کی تفسیر ملاحظہ ہو ۔

مودودی ، تفہیم القرآن ، دوم ص ۲۸۲ ، نیز مذکورہ بالا آیات کی تفسیر ان کے مقلات پر مثلاً سوم ص ۵۹۵ ۔ اسلامی ، تدبر قرآن ، چہارم ص ۸-۴۷ وغیرہ ، پنجم ص ۶۲۷ وغیرہ ۔

(۱۰۶) غیر فانی اور بہترین مدزق کے لئے مزید مطالعہ کریں : ابن کثیر ، تفسیر ، چہارم ص ۴۱ نیز ملاحظہ ہو سوم ص ۱-۱۷۰ جہاں ابن کثیر نے متعدد احادیث نبویہ بیان کی ہیں ۔ ان میں سے ایک وہ ہے جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے واقعہ ایلاء کے دوران فرمایا تھا کہ قیصر و کسریٰ کو دنیاوی رزق جلد عطا کر دیا گیا ہے اور دوسری میں آپؐ نے اپنے خدشہ کا اظہار کیا تھا کہ تم پر دنیاوی نعمتیں برسا دی جائیں گی ۔

مودودی ، تفہیم القرآن ، سوم ص ۱۲۹-۳۰ ، ص ۲۹۲ سے رسالت محمدیؐ پر استدلال کیا ہے ۔ اور دوسری متعلقہ آیات کریمہ ۔ اسلامی ، تدبر قرآن ، پنجم ص ۱۰-۱۰۶ ، ص ۲۷۸-۹ ، ص ۳۳۱ نیز مذکورہ بالا آیات کی تفسیر ان کے مقلات پر ملاحظہ ہو ۔

(۱۰۷) مطالبہ رزاق واحد پر مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہوں : اتفاق پر مفسرین کرام جیسے ابن کثیر ، مودودی ، تھانوی ، اسلامی وغیرہ کی تشریحات مثلاً مودودی ، تفہیم القرآن ، اول ص ۵۰ ، ص ۱۳۷ ، ص ۱۶۷ ، ص ۱۸۵ ، ص ۲۰۶-۸ ، ص ۲۱۰ ، ص ۲۱۴-۶ ص ۲۷۲ وغیرہ ۔

(۱۰۸) رب العالمین کے انسانوں اور بندوں سے مطالبہ کے لئے مفسرین کرام کے متعلقہ مباحث دیکھیں : مثلاً ابن کثیر ، تفسیر ، اول ص ۱۸۵ ، اور دوسری متعلقہ آیت کریمہ پر حافظ موصوف کے تفسیری تصریحات ۔

مودودی ، تفہیم القرآن ، اول ص ۱۱۳ ، ص ۲۷۰ ، وغیرہ دوم ص ۱۳۰ ، ص ۲۲۷ ، ص ۲۵۵ اور دوسری جلدوں کے متعلقہ

مقالات ۔

اسلامی ، تدبر قرآن ، اول ص ۸-۴۲۵ اور دوسری متعلقہ آیات پر تفسیری مباحث ۔

اسلام کے معنی جیسا کہ اہل علم میں معروف ہیں اللہ تعالیٰ کی مکمل اطاعت اور زندگی کے تمام پہلوؤں میں اس کے احکام و فرامین کے نفاذ اور اس کی خوشنودی اور محبت کی طلب کے آتے ہیں۔ اس سے محض ظاہری اطاعت کیشی مراد نہیں ہے بلکہ جسم و جان سے محبت مراد ہے۔

اسلام کے لغوی معنی کی تحقیق کے لئے ملاحظہ ہو لسان العرب بذیل مادہ س ل م : بقول اسلامی، تدبر قرآن، اول ص ۲۲۳ "اسلام کے معنی اپنے آپ کو پورے طور پر خدا کی مرضی اور اس کے احکام کے حوالہ کر دینا ہے۔"

(۱۰۹) صفات و اسماء الہی کی تعداد پر مختلف مکاتب فکر کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۶۔ یہاں البتہ یہ کہنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ فلاسفہ اور متکلمین نے جو تعداد بیان کی ہے وہ اپنے اپنے فلسفیانہ اور متکلمانہ نقطہ نظر کے مطابق بیان کی ہے اور اکثر و بیشتر قرآن مجید کی بیان کردہ اہم ترین صفات و اسماء الہی کو وہ بنیادی اہمیت اور کلیدی حیثیت نہیں دی ہے جو قرآن مجید دیتا ہے۔ اس کا بنیادی سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ عقل اور اس سے زیادہ یونانی فلسفہ و منطق کے اصولوں کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی صفات کی توجیہ کرنا چاہتے ہیں اور قرآن مجید کی بیان کردہ صفات الہی کو یا تو اپنے عقلی مباحث سے ہم آہنگ کرتے ہیں۔ یا بطور استدلال و استشہاد پیش کرتے ہیں۔ اوپر متکلمین میں سے اشاعرہ اور ماتریدیہ وغیرہ کی بیان کردہ صفات الہی کا ذکر آچکا ہے جو سات ایجابی یا ثبوتی اور بعض سلبی صفات پر مشتمل ہیں اور ان کے دعوے کے مطابق یہ سات ایجابی صفات عقل کے ذریعے نقل کا سہارا لیے بغیر ثابت کی جا سکتی ہیں۔ ان کے استدلال کی عمارت اس اصول پر قائم ہے کہ خدا کی صفات صرف تنزیہ و تقدیس کے ذریعے ثابت کی جا سکتی ہیں اور ان کے سوا اگر دوسری صفات تسلیم کی جائیں تو تنزیہ و تقدیس باقی نہیں رہ جاتی۔ چنانچہ ان میں سے بعض اس حد تک بڑھ گئے کہ وہ قرآن و حدیث کی بیان کردہ صفات الہی کی ایسی توجیہ و تلویل کرتے ہیں جو دور از کار ہونے کے علاوہ ان کو صفات کے زمرہ ہی سے خارج کر دیتی ہیں۔ جب کہ بعض دوسروں کے نزدیک مذکورہ سات ایجابی صفات بنیادی ہیں اور باقی تمام ضمنی جو بنیادی صفات کے ذیل میں آتی ہیں اور قرآن و حدیث میں بیان کردہ تمام صفات ضمنی ہی ہیں چنانچہ محبت و شفقت، رحمت و مروت، رضا و رافت، غیظ و غضب جیسی صفات مستقل نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی بنیادی صفات میں سے ایک ارادہ کے تحت آتی ہیں۔ امام رازی پر اپنے فلسفہ کا استغلبہ تھا کہ انہوں نے بقیہ صفات الہی کے ضمن میں نفی و اثبات کے بجائے توقف کا اصول اپنا لیا۔ امام غزالی نے اگرچہ متکلمین کی راہ سے کسی قدر ہٹ کر صفات الہی پر کلام کیا ہے لیکن ان کے یہاں بھی متکلمین کے طریقہ کا غلبہ ہے چنانچہ ازلی و ابدی وجود، قدست و عدم وغیرہ کے مباحث اس کے عکاس ہیں۔ ایفاء العلوم میں انہوں نے جو صفات و افعال الہی پر بحث کی ہے یا جو ذات خداوندی پر کلام کیا ہے۔ اس میں بھی قرآن و حدیث سے زیادہ علم کلام اور فلسفہ و منطق کا اثر زیادہ نمودار ہے۔ اس طرز انہوں نے خدا تعالیٰ کے بالقوۃ اور بالفعل صفات پر جو بحث کی ہے وہ تو سراسر علم کلام کی پیداوار ہے اور اس سے زیادہ عجیب اور الجھن آمیز بات یہ ہے کہ خالق ازل ہونے یا نہ ہونے کے دونوں مسلکوں میں انہوں نے تطبیق کی ہے۔

یہی سبب ہے کہ علامہ ابن رشد نے امام غزالی کی اس پوری بحث بالخصوص بالقوۃ اور بالفعل ولی بحث پر تنقید کی ہے اور لکھا ہے کہ "ہر چیز کے وجود میں آنے سے پہلے خدا کے عالم ہونے کا یہ معنی ہے کہ وہ جانتا ہے کہ وہ چیز وجود میں آنے کی اور جب وہ وجود میں آتی ہے تو اس وقت اس کے عالم ہونے کا یہ معنی ہے کہ وہ جانتا ہے کہ وہ چیز وجود میں آگئی جو چیز تلف ہوئی اس کی مناسبت سے اس کا عالم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ جس وقت تلف ہوئی، خدا اس وقت جانتا ہے کہ وہ تلف ہو چکی۔ خدا کی صفات کے بارے میں اصول شریعت اسی تشریح کا تقاضا کرتے ہیں" (ترجمہ از جلال الدین عمری)۔ سید عمری کے خیال میں ابن رشد کی تشریح کتب و سنت کی روح سے زیادہ قریب ہے اگرچہ وہ زیادہ

علمی انداز کی نہیں ہے۔ مفصل بحث کے لئے ملاحظہ ہو: خدا اور رسول کا تصور، ص ۹۲-۲۷۸۔
 یہاں تک احادیث نبویؐ میں یا مفسرین و متکلمین کے دوسرے طبقات کے تعیین کردہ عدد و صفات الہی کا تعلق ہے وہ دراصل عصر کی غرض سے نہیں ہے۔ یعنی اس کا مفہوم و مطلب یہ نہیں ہے کہ صرف اتنی ہی تعداد صفات و اسمائے الہی کی ہیں بلکہ ان کے نزدیک وہ اہم ترین اور بنیادی صفات ہیں اور تعداد سے کثرت مراد لی گئی ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ صفات الہی کی تحدید سے ذات الہی کی تحدید ہوگی جو منطق و فلسفہ کے اصولوں کے اعتبار سے بھی صحیح نہیں کیونکہ وہ ذات مطلق بیکراں ہے اور اس کی صفات و اسماء حسنیٰ بھی بے حد و شمار ہیں۔ اور جتنی صفات بیان کی گئی ہیں وہ بطور مشتے نمونہ از خروارے کی مصداق ہیں۔ ابن کثیر، تفسیر، دوم ص ۳۶۹، رقمطراز ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ تین سو (۳۰۰) کے عدد میں منحصر نہیں ہیں اور اس کی ذلیل وہ حدیث نبویؐ ہے جو امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں یزید بن ہارون کے واسطے سے حضرت عبید اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے اور جس کے مطابق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حالت حزن و غم میں جب دعا کرتے تھے تو ”اللہ تعالیٰ کے ہر اس نام کے واسطے سے مانگتے تھے جو اس نے اپنے لئے خود رکھا تھا یا اپنی کتاب میں نازل فرمایا تھا۔ یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھایا تھا یا اپنے علم غیب جی میں اپنے پاس محفوظ رکھا تھا۔“

(۱۱۰) صفات جملی اور جملی کی تقسیم کے لئے مزید تفصیل ملاحظہ ہو: ابوالوفاء محمد درویش، الاسماء الحسنیٰ، بحوالہ ولی اللہ سعیدی فلامی، ”صفات باری تعالیٰ پر ایک نظر“ ماہنامہ نیات نو، بلریا کنج، اعظم گڑھ جنوری ۱۹۸۸ء، جلد ۳، شمارہ ۱ ص ۸-۲۵ مضمون بھار نے مذکورہ بالا کتاب کے مقام و تاریخ اشاعت کا حوالہ نہیں دیا ہے۔

(۱۱۱) مقتدر اعلیٰ پر بحث کے لیے ملاحظہ ہو: ابن کثیر، تفسیر اول ص ۵-۲۴، نے مالک یوم الدین میں اس کی مختلف شکلوں اور قراتوں کا ذکر کرنے کے بعد اس کی نظیروں سے اور قرآن مجید کی متعلقہ آیات سے بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ اصل حکمرانی اور بادشاہت تو صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ مختلف مفسرین صحابہؓ و تابعین اور علماء کی آراء بھی بیان کی ہیں اور صحیحین کی دو روایتیں نقل کی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ ”اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) زمین اور آسمان کو اپنی دائی منحنی میں پکڑے گا اور فرمانے کا ”میں ہی بادشاہ ہوں، کہاں میں زمین کے بادشاہ؟ کہاں میں جبار؟ اور کہاں میں متکبر لوگ؟“ دوسری روایت کے مطابق ”جو شخص اپنے کو شہنشاہ کہلاتا ہے وہ اللہ کے نزدیک استہانی مغفوض ہے کیونکہ مالک تو صرف اللہ ہے۔“
 مودودی، تفسیر القرآن، اول ص ۷، اسلامی، تدبر قرآن، اول ص ۷۷، تھانوی، بیان القرآن، اول ص ۹ نیز ابن مفسرین کرام کے یہاں متعلقہ آیات کی تفسیریں۔

صفات مذکورہ کی لغوی تحقیق کے لیے ملاحظہ ہو: لسان العرب، بذیل مادہ متعلقہ: م ل ک، جلد ۱۰، ص ۲-۳۹۱ مابعد نیز ملاحظہ ہو امام رازی، لوائح البینات، ص ۲۳۶ وغیرہ۔ ص ۲۵۲ وغیرہ۔

مالک: مالک یوم الدین میں آیا ہے اور اس کی قرأت مختلف ہے: عاصم، کسائی اور یعقوب نے مالک پڑھا ہے جبکہ ابن کثیر، نافع اور ابو عمرو، اور ابن عمر اور حمزہ نے ملک یوم الدین پڑھا ہے۔

مالک الملک: اسی سے اللہ تعالیٰ کا قول مالک الملک ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ہر شے کے مالک ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

مَلِكٌ : اَللّٰهُ هُوَ اَلْمَلِكُ وَتَقَلَّبَ ، مَلِكُ الْمَلٰٓئِكَةِ وَهُوَ مَلِكُ يَوْمِ الدِّينِ وَهُوَ مَلِكُ الْخَلْقِ اَنۡی رَبِّہِمۡ وَ مَا لَیۡكُمۡ

(بقول لیث) بادشاہ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہی بادشاہوں کا بادشاہ ہے، اسی کا ملک و بادشاہت ہے اور وہی روز جزا کا مالک ہے وہ

مخلوق کا مالک یعنی ان کا رب اور مالک ہے ۱۰۰۰ اسی سے ملک الناس آیا ہے جس کے معنی سردار و آقا ہیں ۔

ملک : یعنی بادشاہ و آقا و سردار آتا ہے جیسا کہ اوپر ابن منظور نے کہا ہے ۔

ملک : معروف لفظ ہے اور اس کے معنی سلطان کے آتے ہیں اور ملکوت مؤنث ہے جس کے معنی عظمت و جلالت کے ہیں ۔ لہذا کے بقول ملکوت ملک سے نکلا ہے جس کے معنی بادشاہی ، عزت و افتخار کے آتے ہیں جیسے رحمت رحمت سے نکلا ہے ۔ ابن منظور نے بطور استشہاد کئی احادیث اور اقوال عرب بھی بیان کئے ہیں ۔

(۱۱۲) تفسیری تشریحات کے لیے ملاحظہ ہوں : ابن کثیر ، تفسیر اول ۴-۲۵۶ ، چہارم ص ۲۶۶ ، ص ۳۶۹ ، مودودی ، تقبیم القرآن اول ص ۲۴۳ میں مفسر نے رزق کی تقسیم پر گفتگو محدود رکھی ہے ۔ پنجم ص ۲۳۹ اور ص ۲۴۲ ، اسلامی ، تدبر قرآن ، دوم ص ۶۳-۶۴ نے اس دعائیہ آیت سے مسلمانوں کے عروج اور یہود کے عزل کی بشارت بھی مطالعہ کی ہے ۔ نیز ہشتم ، ص ۱۱۶ ، تھانوی ، بیان القرآن ، جلد ۱۱ ، ص ۸۷ ۔

(۱۱۳) اللہ تعالیٰ کی بادشاہی سے متعلق مفسرین کرام کی آراء کے لئے دیکھیں : ابن کثیر ، تفسیر اول ص ۳۴-۳۵ ، سوم ص ۱۶۶ ، ص ۲۵۹ ، چہارم ص ۴-۲۴۲ ، ص ۵۴۴ ، اسلامی ، تدبر قرآن ، اول ص ۵۷ پنجم ص ۹۶ ، ص ۲۵۷ ، ہشتم ۳۱۲ ، نہم ص ۶۷۴ ، مودودی ، تقبیم القرآن ، اول ص ج ، سوم ۱۳۸ ، ص ۳۰۳ ، پنجم ص ۴-۴۱۱ ، ششم ص ۵۷۱ ۔

عام طور سے تمام مفسرین کرام نے سورہ حشر میں بیان کردہ صفات الہی اور اسمائے حسنیٰ پر مفصل بحث کی ہے کہ وہیں وہ سب سے زیادہ بیان ہوئی ہیں ۔ ان گوناگوں صفات میں اللہ تعالیٰ کی بادشاہی اور فرمانروائی کا خصوصی تذکرہ ہے ۔ مودودی نے اللہ تعالیٰ کی آفاقی حاکمیت اور ازلی و ابدی اقتدار اعلیٰ پر مفصل بحث کی ہے اور دوسری آیات الہی سے استشہاد کیا ہے ۔ اسلامی نے ہر صفت الہی کی لغوی اور تفسیری تشریح کی ہے اور مولانا فراہی وغیرہ مفسرین کی تحقیقات بیان کی ہیں (ملاحظہ ، ہشتم ص ۵-۴۱۱) ۔

(۱۱۴) متعلقہ آیات کریمہ کی تفسیری مباحث کے لیے ملاحظہ کریں : لفظ ”ملک“ ولی آیات کریمہ پر مفسرین کرام ابن کثیر ، تھانوی ، مودودی اور اسلامی وغیرہ کی تشریحات و توضیحات ، مثلاً مودودی ، تقبیم القرآن ، دوم ص ۵۵۷ ، ص ۶۵۱ ، وغیرہ ، سوم ص ۱۳۸ ، ص ۳۰۳ ، ص ۲۳۳ وغیرہ ، چہارم ص ۲۳۶ ، ص ۶-۲۵۹ ، ص ۴۷۶ ، ص ۴۹۹-۴۰۰ ، ص ۵۱۵ ، ص ۵۵۱ ، ص ۵۹۲ ، پنجم ص ۵۱ ، ص ۸-۳۰۲ وغیرہ اور ششم ص ۴۱ ، ص ۸۶ اور ص ۵۷۱ وغیرہ ۔ امام رازی ، لوامح البینات ، ص ۳-۲۵۲ ۔

(۱۱۵) جس طرح اللہ تعالیٰ الوہیت اور ربوبیت اور خالقیت میں یکہ و تہا ہے اسی طرح اس کی بادشاہت میں بھی کوئی شریک نہیں ۔ اس موضوع پر مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں : ابن کثیر ، تھانوی ، مودودی اور اسلامی وغیرہ مفسرین کی بحثیں خاص کر ولم یکن لشریک فی الملک

کی تفسیریں ۔ مثلاً ابن کثیر ، تفسیر سوم ص ۶۸ ، ص ۳۰۸ ، ص ۵۵۱ وغیرہ ، مودودی ، تقبیم القرآن ، دوم ص ۶۵۱ وغیرہ ، اسلامی تدبر قرآن ، چہارم ص ۵۴۷ وغیرہ ۔

(۱۱۶) اللہ رب العالمین کی بلاشاہد کری پر مفسرین کرام کی آراء کے لیے مطالعہ کریں : ابن کثیر ، تفسیر ، اول ص ۳۰۱ وغیرہ ، مودودی ، تقبیم القرآن ، اول ص ۱۸۸-۱۸۹ ، وغیرہ ، چہارم ص ۴-۴۰۶ وغیرہ ۔ اسلامی ، تدبر قرآن ، اول ص ۷۱-۵۶۹ وغیرہ ہفتم ص ۴۰ وغیرہ ۔

(۱۱۷) قیامت و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی ظاہری اور باطنی دونوں طرح کی بادشاہی پر مزید بحث کے لیے دیکھیں : مذکورہ مفسرین کرام نیز دوسرے مفسرین عظام کی تفسیری بحثیں ۔ متعلقہ آیات کریمہ پر بحث اور حوالے پہلے گزر چکے ہیں ۔

(۱۱۸) اللہ تعالیٰ عالم نہیں ہے اس موضوع پر مفسرین اور علماء متکلمین و حکمائے اسلام نے عمدہ بحثیں کی ہیں ۔ ان کے لئے ملاحظہ ہوں : ابن کثیر ، تفسیر دوم ص ۹-۴۱۸ میں حضرت ابو ذرؓ کی سند پر حدیث قدسی بیان کرتے ہیں ۱۲ اے میرے بندو! میں

نے ظلم اپنے اوپر حرام کر لیا ہے اور تمہارے درمیان بھی اسے حرام کر دیا ہے۔ لہذا تم آپس میں ظلم نہ کرو۔۔۔۔۔ اسے میرے بندو! یہ تو تمہارے اعمال ہیں جو میں تمہیں گناہوں اور پھر ان کا پورا بدلہ دیتا ہوں تو جس کسی کو خیر و بھلائی ملے اسے اللہ کا شکر و حمد کرنا چاہیے اور جس کو اس کے سوا سے سابقہ پڑے اس کو صرف اپنے آپ کو ملامت کرنی چاہیے۔ یہ مسلم کی ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے۔ ابن کثیر میں مختلف مقلدات پر عدل الہی اور ظلم سے اجتناب خداوندی سے متعلق آیات کریمہ کی تشریح ملاحظہ کرنی چاہیے۔

مودودی، تفہیم القرآن، دوم ص ۵۶، ص ۱۵۰، ص ۲۱۳، ص ۲۸۸، ص ۳۶۶، ص ۴۴۲، ص ۵۱۱ وغیرہ۔ اسلامی، تدبر قرآن، اول ص ۱۱۰-۱۲۰، چہارم ص ۱۰۱، ص ۴۰۹، ص ۴۶۰ وغیرہ۔
تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو سید جلال الدین عمری، خدا اور رسول کا تصور ص ۸۰-۲۴۲
امام رازی۔ لوائح البینات، ص ۳-۲۵۲۔

لغوی معنی اور تحقیق کے لئے ملاحظہ ہو لسان العرب، بذیل مادہ ظ ل م، جلد ۲۱، ص ۲۴۳: الظلم وضع الشئ فی غیر محلہ

(ظلم کے معنی میں چیز کو اس کے محل و مقام کے سوا رکھنا)۔ اس معنی میں ظلم کی تشریح کر کے آیت کریمہ ان الله لا يظلم مثقال ذرة

کے معنی یہ بتائے ہیں کہ وہ ذرہ بھر بھی کسی پر ظلم نہیں کرتا ہے۔

(۱۱۹) اللہ تعالیٰ کے جلال و جبروت اور قہاری و کبریائی پر مزید تفصیل کے لیے کتب تفسیر کے متعلقہ مباحث مطالعہ کریں مثلاً:

مودودی، تفہیم القرآن، دوم ص ۹۲، ص ۱۳۲، ص ۱۳۸، ص ۱۵۰-۱۵۱، ص ۱۵۴-۱۵۵، ص ۱۹۶، ص ۲۱۳، ص ۲۵۲-۲۵۳، ص ۴۰۱، ص ۴۲۸، ص ۴۵۲، ص ۴۹۲ وغیرہ۔ سوم ص ۲۳۳-۲۳۴، ص ۲۵۱، ص ۴۴۹، ص ۴۹۸ وغیرہ۔

نیز ملاحظہ ہو امام رازی، لوائح البینات، بحث بر متکبر، قہار، جبار اور دوسری صفات جلالی۔

اس بحث میں مذکورہ صفات الہی کی لغوی تحقیق کے لئے ملاحظہ ہو لسان العرب، بذیل مادہ متعلقہ۔

الکبیر: بذیل مادہ ک ب ر، جلد ۵، ص ۱۲۵-۱۲۶، اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جس کے معنی عظیم و جلیل کے ہیں۔ متکبر وہ

ہوتا ہے جو اپنے بندوں کے ظلم سے بلند و برتر ہو، کبریا کے معنی عظمت الہی ہیں۔ ابن اثیر کے بقول اللہ تعالیٰ کے اسماء میں

متکبر اور کبیر میں جن کا مطلب ہے عظیم اور کبریائی والا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ ذات ہے جو مخلوق کی صفات سے بلند

ہو..... اس سے کمال ذات و کمال وجود مراد ہے اور اللہ کے سوا اور کسی کے لیے جائز نہیں۔

المتعال: ملاحظہ ہو ذیل میں علی کی تشریح۔ نیز یہ بھی:

وَأَمَّا الْمُتَعَالَى: فَهُوَ الَّذِي جَلَّ عَنْ إِفْكِ الْمُفْتَرِينَ وَتَنَزَّهَ مِنْ وَسْوَاسِ الْمُتَحَيِّرِينَ وَقَدْ يَكُونُ الْمُتَعَالَى بِمَعْنَى الْعَالِي (اسے متعالیٰ کے معنی تو وہ ذات جو افترا پردازوں کی افترا پردازی سے بلند اور متحرین کے وسوسوں سے پاک و منزہ ہو) اور یہیں متعالیٰ علی کے معنی میں ہو گا۔

العلی: بذیل مادہ ع ل ا، جلد ۱۵، ص ۸۳-۸۴: علو کل شی (ہر شے کی بلندی) سے مراد اس کی رفعت ہے۔ اور جس کی

شان بلند ہو وہ علی ہے..... اللہ تعالیٰ علی، متعالی، علی، الاعلی، ذوالعلا والعلی ہے اور افترا پردازوں کے ہر افترا سے بلند و

برتر ہے۔ علی کے معنی شریف کے بھی آتے ہیں۔ یعنی اس سے بلند اور کوئی نہیں۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ اپنی مخلوق

پر بلند ہوا اور ان کو اپنی قدرت سے مقہور کر لیا۔

ذوالجلال والاکرام: بذیل مادہ ج ل ل، جلد ۱۱، ص ۱۱۶: اللہ تعالیٰ جلیل اور ذوالجلال والاکرام ہے اور اس کا جلال اس کی

عظمت ہے۔ جلیل اللہ کی صفت ہے اس سے اس کی بزرگی اور بڑائی کا اظہار ہوتا ہے۔ جلیل مطلق اس کی کمال صفات کا نام ہے

جس طرح کبیر اس کی کمال ذات اور عظیم کمال ذات و صفات کے معنی دیتے ہیں ۔

القہار/القاهر: بذیل ماذوق ۲۰ ر ، جلد ۵ ، ص ۱۲۰ ۔ قہر کے معنی میں غلبہ اور اوپر سے پکڑنا ۔ قہار ۔ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے ۔ ازہری کے بقول وہ قہار و قہار ہے اور اس نے اپنی مخلوق کو اپنے سلطان و قدرت سے مقہور کر رکھا ہے اور ان کو اطاعت و کراہت کے ساتھ اپنے ارادہ کے تابع کر لیا ہے ۔ ابن الایمر کے مطابق اس کے معنی میں وہ اپنی تمام مخلوق پر غالب ہے ۔

خیر الفاضلین: بذیل ماذوق ص ل ، جلد ۱۱ ، ص ۵۲۱ ۔ فصل کے معنی میں دو چیزوں کا فرق واضح کرنا ۔ اسی سے قول فصل ہے جس کے معنی میں حق و باطل میں فصل کرنے والا قول ۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح بہترین فصل کرنے والا ، حق و باطل کے درمیان تمیز کرنے والا ہے اس لئے وہ خیر الفاضلین ہے اور فیصل بھی وہی ہے ۔

الجبار: بذیل ماذوق ج ب ر ، جلد ۴ ، ص ۱۱۳ ۔ اللہ تعالیٰ کا نام ہے اور وہ اپنی مخلوق کو امر و نہی کرنے کا مجاز ہے ۔ ازہری کے بقول جبار میں قہر و کراہت کے معنی آتے ہیں نہ کہ جبر کے ۔ ایک معنی مخلوق سے بلند ہونے کے بھی ہیں ۔ استشہاد میں احادیث و اقوال نقل کئے ہیں ۔

منتقم/ذواستقام: بذیل ماذوق ق م ، جلد ۲۱ ، ص ۵۹۰ ۔ نقم کے معنی عقوبت کے ذریعے مکافات (بدلہ دینے) کے ہیں ۔ اس طرح اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا بدلہ دیتا ہے ۔ چونکہ ان کے اعمال برے ہیں اس لئے مکافات بھی بری ہے ۔

(۱۲۰) قدرت الہی پر مفصل بحث کے لیے ملاحظہ ہو اس مقالہ کا حاشیہ نمبر ۴۰ جہاں امام غزالی ، امام ابن تیمیہ کی بحثیں بیان ہوئی ہیں ۔

(۱۲۱) رحمت الہی پر پہلے بحث گزر چکی ہے وہ ملاحظہ کریں ۔ لسان العرب ، بذیل ماذوق ح م ، جلد ۲۱ ، ص ۲۳۰ میں ہے : الرحمة الرقة والتعطف والرحمة مثله (رحمت کے معنی میں رقت اور مہربانی کے اور رحمت کے معنی بھی یہی آتے ہیں) ابن منظور نے آیات الہی ، آثار صحابہ و تابعین اور کلام عرب سے اس کے معانی پر استشہاد کیا ہے ۔

نیز ملاحظہ ہو المعجم المفہرس آیات رحمت کی تفصیل کے لئے بذیل ماذوق ح م ۔

(۱۲۲) رحمان کی لغوی اور تفسیری تحقیق کے لیے ملاحظہ کریں : ابن کثیر ، تفسیر اول ص ۱-۲۰ ، اسلامی ، تدبر قرآن ، اول ص ۹-۲۸ ، مودودی ، تفہیم القرآن ، اول ص ج ۔ نیز لسان العرب ، بذیل ماذوق ح م ، جلد ۲۱ ، ص ۲۳۰ ۔ ابن منظور کے بقول صفت رحمن فعلان کے وزن پر ہے جس میں کثرت کے معنی آتے ہیں اسی لئے اس کی رحمت ہر چیز پر حاوی ہے ۔ اور وہ الرحم الرحیم بھی ہے ۔ رحمن کے بعد رحیم کی صفت آنے کی توجیہ یہ کی ہے کہ رحمن تو اللہ کے لئے خاص ہے اور رحیم وہ دوسروں کے لئے ہوتا ہے ۔ رحمن و رحیم کے مختلف معانی متعدد علماء جیسے فارسی زجاج ، ابوالحسن ، ازہری وغیرہ سے نقل کیے ہیں ۔ حضرت ابن عباس کے مطابق وہ دونوں محبت کے نام ہیں اور ان میں ایک دوسرے سے زیادہ رقیق ہے ۔ رحمن کے معنی رقیق اور رحیم کے معنی : وہ محبت کرنے والا جو اپنے بندوں / مخلوق کو رزق سے نوازتا ہے ۔ حضرت حسن کے مطابق رحمن اللہ کے لئے مخصوص ہے جب کہ رحیم انسانوں وغیرہ کے لئے آسکتا ہے ۔ جوہری نے ان دونوں کو ندیم اور ندمان کے نظیر قرار دیا ہے ، لسان رازی ، لوائح البینات ، ص ۳۰-۱۱۳ ۔

(۱۲۳) مذکورہ بالا ۔

(۱۲۴) مودودی کی لغوی تحقیق کے لئے ملاحظہ ہو لسان العرب ، بذیل ماذوق د د اس مقالہ کا حاشیہ نمبر ۹۱ جہاں تحقیق مختصر موجود ہے ۔

تفسیری مباحث کے لئے ملاحظہ ہو ۔ ابن کثیر ، تفسیر دوم ص ۴۵ ، مودودی ، تفہیم القرآن ، دوم ص ۳-۳۱۳ ، نے حدیث نبوی سے اللہ تعالیٰ کے رحم و محبت کی دو مثالیں بیان کی ہیں : اول اس شخص کی جس کا اونٹ جو بے آب و کیلہ صحرا میں کھو گیا ہو

اور وہ تلاش کر کے تھک ہار گیا ہو اور مایوس ہو کر بیٹھ رہا اور ایسے میں اپنا تک اس کا گشودہ اونٹ تھم زاہدراہ کے ساتھ واپس آ جانے تو جتنی خوشی اس شخص کو ہوگی اس سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندہ کی انابت و توبہ سے ہوتی ہے اور دوسری مثال اس عورت کی جو ملتا کی وجہ سے اپنے بچہ کو سینہ سے پھٹانے رہتی ہے اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ اپنے بندوں سے محبت کرتا ہے۔ اسلامی۔ تدبر قرآن، چہارم ص ۱۶۳۔

(۱۲۵) علم النبی پر ملاحظہ ہو: لسان العرب، بذیل مازون ل م، جلد ۲۱، ص ۱۳۶: العلم التامة والعقل (علم کے حقیقی معنی عقل اور دانش کے ہیں)

وَالْحَلِيمُ فِي صِفَةِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ: مَعْنَاهُ الصَّبُورُ وَقَالَ مَعْنَاهُ إِنَّهُ الَّذِي لَا يَسْخَفُهُ غَضَبَانُ الْعَصَاةِ وَلَا يَسْتَفْرِغُ الْغَضَبُ عَلَيْهِمْ وَلَكِنَّهُ جَعَلَ لِكُلِّ شَيْءٍ مِقْدَارًا فَهُوَ مَنَّ إِلَيْهِ

(علیم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اس کے معنی صبور (بہت زیادہ کرنے والے) کے ہیں اور کہا ہے کہ اس کے معنی وہ ذات ہیں جس پر نافرمانوں کی نافرمانی اور ان پر غصہ کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اس نے ہر چیز کی مقدار بنا دی ہے اور وہ اس کا منتہی ہے۔)

اور تفسیری تشریحات کے لیے: ابن کثیر، تفسیر اول ص ۳۱۸، مودودی، تفہیم القرآن، اول ص ۲۰۴، اسلامی، تدبر قرآن، اول ۶-۶۱۵، لکھتے ہیں کہ ”اگر غنا کے ساتھ علم نہ ہو تو وہ اتفاق کا حق ادا نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔ یہاں غنی و علیم کی صفات کے حوالے میں ایک پہلو تو یہ ہے کہ اللہ ۰۰۰۰ اپنے بندوں کی تمام کوتاہیوں اور نافرمانیوں کے باوجود ان کو اپنے جود و کرم سے نوازتا رہتا ہے ۰۰۰۰ دوسرا پہلو یہ ہے کہ غریبوں کی آستینوں کے اندر سے جو ہاتھ مالداروں کے سامنے پھیلتا ہے وہ جیسا کہ مشہور حدیث قدسی میں وارد ہے در حقیقت خدا ہی کا ہاتھ ہوتا ہے۔۔۔۔۔“

نیز ملاحظہ ہو، مودودی، تفہیم القرآن، دوم ص ۲۰-۶۱۹۔

تھانوی، بیان القرآن، اول ص ۱۳۲ وغیرہ۔

(۱۳۱) فضل و انعام اور ان کے اسم فاعل کی لغوی تحقیق کے لیے لسان العرب، بذیل مادہ متعلقہ، ملاحظہ کیجیے: ف ض ل، جلد ۱۱ ص ۵۲۳ اور ن ع م، جلد ۱۲، ص ۹۰-۵۴۹۔

الْفَضْلُ وَالْفَضِيلَةُ: مَعْرُوفٌ، ضِدُّ النِّقْصِ وَالنَّقْصِ

(فضل و فضیلت کے معنی معروف ہیں اور وہ نقص اور نقیصہ کا متضاد ہے) اس کے معنی میں بھی عطا اور انعام کا مفہوم پوشیدہ ہے۔

انعام نعمت سے ہے اور اسی سے نعیم، نعمی، نعمت اور نعمانے ہیں اور اس کے معنی الحفص، المدح و المال (نری و آسودہ خلی عطا اور مال) ہیں اور باسما اور بوسی (فقر و تنگ دستی) کا ضد ہے۔ انعام کے معنی میں اللہ تعالیٰ کا احسان و کرم اور منت جو وہ اپنے بندوں پر کرتا ہے۔ سیاق و سباق کے لحاظ سے اس کے مختلف معانی آتے ہیں لیکن ہر جگہ منت و عطا کا مفہوم موجود ہوتا ہے۔

(۱۳۲) وحلب کی لغوی تحقیق کے لیے لسان العرب، بذیل مازد و ح ب اور تفسیری تشریحات کے لیے تفاسیری کتب ملاحظہ ہوں:

لسان العرب، جلد ۱، ص ۸۰۳ میں ہے کہ الوحاب اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔ جب سے بنا ہے جس کے معنی اس عطیہ کے ہیں جو اغراض اور اعراض (چالے) سے خالی ہو۔ اور جب یہ عطایا بکثرت ہوں تو ان کے دینے والے کو وہاب کہتے ہیں اور وہ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسم و صفت کے معنی میں وہ بندوں کا منعم ہے اور اللہ تعالیٰ ہی وحلب و واجب

ابن کثیر، تفسیر اول ص ۲۴۸، ۳۶۰ وغیرہ، چہارم ص ۲۸ -
مودودی، تفسیم القرآن، اول ص ۲۳۵ وغیرہ، چہارم ص ۳۲۱ -
اسلامی، تدبر قرآن، دوم ص ۲۴ وغیرہ -

(۱۲۸) اللہ تعالیٰ کے مجیب الدعوات ہونے کے لیے ملاحظہ ہو: مودودی، تفسیم القرآن، دوم ص ۳۳۹، ص ۲۹۰، نیز ملاحظہ ہو اول ص ۱۴۳ سید مودودی نے شرک اور مہنت کمری یا خدا اور اس کے بندوں کے درمیان حائل ہونے والے دوسرے اداروں اور افراد کے دعووں کی تردید پر استدلال کیا ہے -

اسلامی، تدبر قرآن، اول ص ۵-۴۵۳، ابن کثیر، تفسیر، اول ۹-۲۱۸ مؤخر الذکر نے اس موضوع پر متعدد احادیث نبویہ نقل کی ہیں جن سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے قریب ہر آن و ہر لمحہ ہے اور ان کی دعاؤں کو سنتا اور ان کا مناسب جواب دیتا ہے -

(۱۲۹) ان صفات الہی کی لغوی تحقیق کے لیے ملاحظہ ہو لسان العرب، بذیل مادہ متعلقہ -

ولی: بذیل مادہ و ل ی، جلد ۱۵، ص ۲۰۶:

فِي أَسْمَاءِ اللَّهِ تَعَالَى: الْوَلِيُّ هُوَ النَّاصِرُ، وَقِيلَ: اَلْمُتَوَلَّى لِأُمُورِ الْعَالَمِ وَالْخَلَائِقِ الْقَائِمُ بِهَا، وَمِنْ أَسْمَاءِهِ عَزَّ وَجَلَّ: اَلْوَالِي، وَهُوَ مَالِكُ الْأَشْيَاءِ بِجَمِيعِهَا اَلْمُتَصَرِّفُ فِيهَا (روح المعانی)

(اللہ تعالیٰ کے اسماء میں ولی بھی ہے اور اس کے معنی مددگار کے ہیں اور کہا گیا ہے کہ اس کے معنی امور عالم و مخلوقات کے متولی اور نگران کے ہیں اور اس کے اسماء میں الولی بھی شامل ہے جس کے معنی ہیں تمام اشیاء کا مالک اور متصرف) - ابن منظور نے اس کے بعد ابن الاثیر، ابن سیدہ، ابن السکیت اور سیبویہ وغیرہ کے اقوال نقل کیے ہیں -

مولیٰ: بذیل مادہ و ل ی، جلد ۱۵، ص ۲۰۸-۹ - الولی و المولیٰ واحد فی کلام العرب (کلام عرب میں ولی اور مولیٰ کے معنی یکساں ہیں) لیکن اس کے استعمالات مختلف ہونے کے سبب معنی میں بھی اختلاف ہو جاتا ہے - چنانچہ دینی بھائی ولی، حلیف، آزاد کردہ غلام وغیرہ کے معنی آتے ہیں - ابوالبیہتم کے مطابق اس کے چھ معانی ہیں ان میں سے دو ولی اور ناصر کے ہیں - سبق و سابق کے اعتبار سے اس کے معانی مختلف ہیں -

(۱۳۰) مذکورہ بالا صفات الہی کی لغوی تشریح کے لئے لسان العرب، بذیل مادہ متعلقہ ملاحظہ ہوں:

شفیع: بذیل مادہ ش ف ع، جلد ۸، ص ۴-۱۸۳، شفیع کے معنی ہیں زوج کے جو وتر کا ضد ہے - اس سے شفیع بنا ہے جس کے معنی ہیں شافع (شفاعت کرنے والا)

حمید: بذیل مادہ ح م د، جلد ۳، ص ۱۵۵: اصل الحمد ہے جو ذم کا تقیض ہے اور اس کے معنی تعریف کے ہیں - اس سے حمید بنا ہے جس کے معنی ہیں محمود (یعنی اپنے اور عمدہ صفات سے متصف) وہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے اور جو ہر لمحہ و حال میں محمود ہے -

واق: جلد ۱۵، ص ۲-۲۰۱ -

وقد اللہ وقیا: مادہ

(وقی کے معنی ہیں پہنچا - محفوظ رکھنا) قرآن کریم کی آیت:

مَّا كُنْهُمْ مِّنْ أَهْلِ مِّنْ وَاقٍ کے معنی ہیں دفع

(پہنچانے / دفع کرنے والا)

نصیر: بذیل مادہ ن ص ر، جلد ۵، ص ۲۱۰، نصیر سے بنا ہے جس کے معنی ہیں مظلوم کی اعانت کرنا اور نصیر کے معنی ہیں

نامہ یعنی مدکار - ابن منظور نے اس معنی کے بعد آیت کریمہ نِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ بطور استشہاد نقل کی ہے -
عشیر: بذیل ماذع ش ر ، جلد ۴ ، ص ۵۷۴ کے معنی میں قبیلہ نیز رشتہ دار (قرب) اور دوست (صدقہ) کے معانی بھی
آتے ہیں -

نیز ملاحظہ ہو لسان رازی ، لوائح البینات ، ص ۲۲۱ - ۲۲۲ -

تفسیری تشریحات کے لیے مندرجہ ذیل تفاسیر ملاحظہ ہوں :

ابن کثیر : تفسیر ، اول ص ۱ - ۱۵۰ ، ص ۱۶۳ ، دوم ص ۱۷۵ - ۱۷۶ ، ص ۵۱۸ ، وغیرہ -

مودودی : تفسیر القرآن ، اول ص ۱۰۷ ، ص ۵۲۳ -

اسلامی ، تدبر قرآن ، اول ص ۲۹۷ ، ص ۳۰۶ ، ص ۵۹۸ ، دوم ص ۱۱۵ ، سوم ص ۵۷۸ اور ص ۷۹۷ ، وما بعد ، چہارم ص ۲۹۷

وغیرہ - دوسری مذکورہ بالا آیات کی تفسیر -

تحریری : بیان القرآن ، متعلقہ آیات کریمہ کی تفسیر و تشریح -

کتابیات

- ۱- قرآن مجید
- ۲- آلوسی،
- ۳- ابن اثیر
- ۴- ابن تیمیہ
- (۱) شرح العقیدۃ الاصفہانیۃ - مصر ۱۳۳۹ھ ، دارالکتب الحدیثہ ۱۹۶۵ء
- (۲) فتاویٰ دارالکتب الحدیثہ ۱۹۶۵ء
- (۳) مجموعہ تفسیر شیخ الاسلام ابن تیمیہ ، مرتبہ عبدالصمد شرف الدین ، مطبوعہ ق ، بیئنی ۱۹۵۲ء
- (۴) منهاج السنہ ، امیریہ ، قاہرہ ، قاہرہ ۱۳۳۲ھ
- (۵) مقدمہ فی اصول التفسیر ، الشرقی ، دمشق ۱۹۳۶ء -
- د- ابن حجر عسقلانی
- (۱) الاصابہ فی تمییز الصحابہ ، قاہرہ ۱۳۵۸ھ
- (۲) فتح الباری ، طبع بولاق ۱۳۰۱ھ ، الخیرۃ ۱۳۱۹ھ
- (۳) تہذیب التہذیب ، طبع حیدرآباد دکن ۱۳۳۷ھ
- مقدمہ الشرفیہ ۱۳۳۷ھ
- الکشف من مناهج الأدلۃ مطبوعہ مصر -
- الطبقات الکبریٰ ، دارالعلوم بیروت ۱۹۵۶ء
- فصوص الحکم ، مکتبۃ الزمان ۱۳۰۲ھ
- تاویل مشکل القرآن ، قاہرہ ۱۳۷۳ھ
- ۶- ابن خلدون
- ۷- ابن رشد
- ۸- ابن سعد
- ۹- ابن عربی
- ۱۰- ابن قیم

- ۱۱۔ ابن قیم
۱۲۔ ابن کثیر
۱۳۔ ابن منظور
۱۴۔ ابن الندیم
۱۵۔ ابن الجہم
۱۶۔ ابو الاعلیٰ مودودی
- أَعْلَامُ الْمُؤَبِّعِينَ، کردستان العلمیہ ۱۳۲۵ھ
الْبَدَايَةُ وَالنَّهْيَةُ، قاہرہ ۱۹۳۲ء، تفسیر القرآن العظیم، عیسیٰ البابی و بشر کاء قاہرہ، (غیر مورخہ)
لِسَانُ الْعَرَبِ، امیرہ قاہرہ ۱۳۲۷ھ، دار صادر بیروت ۱۹۵۶ء (کتاب میں حوالے موخر الذکر سے ہیں)
الفہرست، رمتیہ قاہرہ ۱۳۳۱ھ
المسایرہ مع شرحہ المسامرہ، مطبوعہ مصر (غیر مورخہ)

- (۱) تفہیم القرآن، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی ۱۹۸۳ء
(۲) قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی ۱۹۸۳ء
احکام القرآن، مکتبہ السعادتہ قاہرہ ۱۳۳۱ھ -
البحر المحیط، مکتبہ السعادتہ قاہرہ ۱۳۲۸ھ -
سنن، قاہرہ ۱۹۵۲ء
ارشاد العقل السلیم، مصر ۱۳۳۷ھ
الاسماء الحسنیٰ، مطبوعہ
مسند، قاہرہ ۱۳۱۳ھ، قاہرہ ۱۹۴۹ء -
بیان القرآن، مکتبہ رحیمیہ، دہلہ (غیر مورخہ)
۱۷۔ ابو بکر بن العربی
۱۸۔ ابو حیان
۱۹۔ ابو داؤد
۲۰۔ ابو السعود
۲۱۔ ابو الوفا محمد درویش
۲۲۔ احمد بن حنبل
۲۳۔ اشرف علی تھانوی
۲۴۔ امین احسن اسلامی:

- (۱) ندبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن، لاہور ۱۹۸۵ء
(۲) حقیقت توحید، نقوش رسول نمبر، دوم، لاہور ۱۹۸۳ء -
اعجاز القرآن، قاہرہ ۱۳۴۹ھ
الجامع الصحیح، الخیرہ قاہرہ ۱۳۳۰ھ
معالم التنزیل، المنار قاہرہ ۱۳۴۵ھ
انوار التنزیل واسرار التاویل، دار الکتب العربیہ، قاہرہ ۱۳۳۰ھ -
سنن، الامیرہ، قاہرہ ۱۳۹۱ھ
۲۵۔ باقلانی
۲۶۔ بخاری
۲۷۔ بغدادی
۲۸۔ بیضاوی
۲۹۔ ترمذی
۳۰۔ تفتازانی

- (۱) شرح متن المقاصد، شرکت عثمانیہ صحافیہ توہد ۱۳۳۱ھ
شرح العقائد النسفیہ، مصطفیٰ طبعی قاہرہ ۱۳۳۱ھ -
(۲) شرح التلویح، دار الکتب العربیہ، قاہرہ ۱۳۲۷ھ -
احکام القرآن، البیہ المصریہ، قاہرہ ۱۳۳۷ھ
فہم اور رسول کا تصور، مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی، دہلی ۱۹۶۹ء -
تفسیر الجلالین، دار احیاء الکتب العربیہ، قاہرہ ۱۳۳۵ھ (موخر الذکر کے لیے
علیمہ ملاحظہ ہو۔ سیوطی)
- ۳۱۔ الجصاص
۳۲۔ جلال الدین عمری
۳۳۔ جلال محل و جلال سیوطی

- ۳۴۔ حاجی خلیفہ
کشف الظنون، دارالطباعت المصریہ ۱۲۷۳ھ
- ۳۵۔ الحارثی
لباب التاویل فی معانی التنزیل، التقدیم، قاہرہ ۱۳۰۱ھ
- ۳۶۔ خطابی
بیان اعجاز القرآن، دارالمعارف قاہرہ (غیر مورخہ)
- ۳۷۔ دانشکادہ پنجاب لاہور
اردو دائرہ معارف اسلامیہ: طباعت ۱۹۹۰ء
- ۳۸۔ ذہبی
تذکرۃ الحفاظ، طبع حیدرآباد دکن ۱۳۳۳ھ
- ۳۹۔ رازی
(۱) اساس التقدیس فی علم الکلام، مصر ۱۳۲۸ء
(۲) تفسیر مفاتیح الغیب، السیرہ، قاہرہ ۱۳۸۹ھ
(۳) مجمل افکار المتقدمین، مطبع حسینیہ قاہرہ (غیر مورخہ)
(۴) لوامع البینات شرح اسماء اللہ تعالیٰ والصفات، مطبع شریفہ مصر ۱۳۲۳ھ
- ۴۰۔ راغب اصفہانی
مقدمۃ التفسیر، الجمالیہ، قاہرہ ۱۳۲۹ھ
- ۴۱۔ زرکشی
البرہان فی علوم القرآن قاہرہ ۱۳۷۶ھ اور قاہرہ ۱۹۵۷ء
- ۴۲۔ زبیدی
تاج العروس، مکتبہ الخیرہ قاہرہ ۱۳۰۶ھ
- ۴۳۔ زنجشیری
(۱) الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، قاہرہ ۱۳۵۳ھ
(۲) اساس البلاغہ: السیرہ قاہرہ ۱۳۲۷ھ
- ۴۴۔ سیوطی:
(۱) الاتقان فی علوم القرآن، مطبع مجازی قاہرہ ۱۳۶۰ھ، مصطفیٰ طبعی قاہرہ ۱۹۳۵ھ
(۲) الدر المنثور، السیہنیہ، قاہرہ ۱۳۱۳ھ
(۳) کتاب بغیۃ الوعایہ، قاہرہ ۱۳۲۶ھ
(۴) طبقات المفسرین، طبع لیڈن ۱۸۳۹ء
الملل والنحل، الاولیہ قاہرہ ۱۳۲۰ھ
- ۴۵۔ شہرستانی
(۱) فتح القدیر، مصطفیٰ طبعی، قاہرہ ۱۳۴۹ھ
(۲) نیل الاوطار، العثمائیہ ۱۳۵۷ھ
- ۴۶۔ شوکانی:
(۱) جامع البیان فی تفسیر القرآن، السیرہ قاہرہ ۱۳۲۳ھ
(۲) تاریخ الرسل والملوک، قاہرہ ۱-۱۹۶۰ء
- ۴۷۔ طبری محمد بن جریر:
عقیدۃ الطحاوی، مرتبہ و معشی قادی محمد طیب، دارالعلوم دیوبند (غیر مورخہ)
- ۴۸۔ طحاوی
ترجمہ قرآن و تفسیر موضع قرآن، تلج کمپنی لیڈن، لاہور
- ۴۹۔ عبد القادر دہلوی
دلایل الاعجاز، قاہرہ ۱۳۳۱ھ
- ۵۰۔ عبد القلبز جرجانی
(۱) احیاء علوم الدین، مطبعہ عثمانیہ مصریہ، قاہرہ ۱۹۳۳ء
(۲) الاقتصاد فی الاعتقاد، مطبعہ سعادہ، قاہرہ ۱۳۲۷ھ، المحمودیہ مصر (غیر مورخہ)۔
(۳) جواهر القرآن، کردستان العلویہ ۱۳۲۹ھ، مکتبہ التجاریہ الکبریٰ قاہرہ ۱۹۳۳ء
(۴) المستصفی، السیرہ قاہرہ ۱۳۲۳ھ، مکتبہ التجاریہ الکبریٰ، قاہرہ ۱۹۳۷ء
- ۵۱۔ غزالی
جوامع البیان فی تفسیر القرآن، السیرہ قاہرہ ۱۳۲۳ھ، مکتبہ التجاریہ الکبریٰ، قاہرہ ۱۹۳۷ء

- ۵۲۔ فضل الرحمن کنوری زنجیری کی تفسیر الکشاف، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۱۹۸۲ء
- ۵۳۔ فیروز آبادی القاموس المحيط، الخیر، قاہرہ ۱۹۳۵ء۔
- ۵۴۔ قرطبی الجامع الاحکام القرآن، دارالکتب قاہرہ ۲۵-۱۹۳۵ء۔
- ۵۵۔ محمد فواد عبدالباقی المعجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم، سبیل اکیڈمی، لاہور ۱۹۸۳ء
- ۵۶۔ مسلم بن مجاز الجامع الصحیح، امیر، قاہرہ ۱۳۳۵ھ۔
- ۵۷۔ نفی مدارک التنزیل و حقائق التاویل (تفسیر النفی)، قاہرہ ۱۳۳۳ھ۔
- ۵۸۔ نفی متن عقائد، شرکت صحافیہ عثمانیہ مطبع سی تورہ ۱۳۳۶ھ۔
- ۵۹۔ نووی شرح صحیح مسلم، امیر، قاہرہ ۱۳۳۵ھ۔
- ۶۰۔ نصیر الدین طوسی تلخیص المحصل، مطبع حسینیہ، قاہرہ ۱۳۳۳ھ۔
- ۶۱۔ واحدی اسباب النزول، قاہرہ ۱۳۵۱ھ۔
- ۶۲۔ ولی اللہ دہلوی (۱) فتح الرحمن فی ترجمۃ القرآن دہلی (غیر مورخہ)
- (۲) حجۃ اللہ البالغہ، مرتبہ السید سابق دارالکتب المدینہ، قاہرہ (غیر مورخہ)
- (۳) الفوز الکبیر، کتب خانہ رشیدیہ دہلی (غیر مورخہ)



قرآن کا تصویریالہ

ابوالکلام آزاد

قرآن کا تصورِ الہی

ابوالکلام آزاد

کسی مذہب کے مطالعہ میں سب سے پہلی توجہ طلب بات یہ ہوتی ہے کہ اس کے تصورِ الہی کی نوعیت کیا ہے کیونکہ بالآخر مذہب کا یہی پہلو زندگی کو اپنی قدر و قیمت کا معیار عطا کرتا ہے۔

تصورِ الہی کی تاریخ ایک بو قلموں تاریخ رہی ہے۔ مادہ کی مماثلت میں کسی شخص کو تصورِ الہی کی تشکیل میں بھی تدریجی ارتقاء کا دھوکا ہو سکتا ہے۔ لیکن عجیب بات ہے کہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں کہ خدا کی ہستی کا اعتقاد کسی وقت بھی انسانی ذہن کا کارنامہ نہیں رہا کہ نیچے سے اوپر کی طرف اس کی نشوونما کا کھوج لکایا جائے بلکہ یہ اعتقاد فطرتِ انسانی کی خلقت میں شامل ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے کہ انسان نے سب سے پہلے خدا کی جو خیالی تصویر بنائی وہ اس کی یکتائی یا توحید کی تصویر تھی۔ ایک ایسی آن دیکھی اور برتر ہستی کی تصویر جس نے ان سب چیزوں کو پیدا کیا جنہیں انسان اپنے چاروں طرف دیکھتا یا محسوس کر سکتا تھا اور پھر آہستہ آہستہ یہ تصویر بدلتی گئی اور اس میں ایک طرح کا انحطاط پیدا ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ توحیدِ الہی کی جگہ اشتراک اور تعددِ الہ کا تصور ابھرنے لگا۔ یعنی دوسرے الفاظ میں انسان کی دینیاتی تاریخ میں ارتقاء کے بجائے ارتجاع کا عمل کارفرما نظر آتا ہے۔ البتہ جہاں تک صفاتِ الہی کا تعلق ہے ارتقاء کے نظریہ سے تحقیق و جستجو کے میدان میں گرانقدر مدد مل سکتی ہے۔

علمائے یورپ کا یہ رجحان کہ عقیدہ توحید کو تدریجی ارتقاء کا نتیجہ قرار دیا جائے، اٹھارہویں صدی کے اواخر میں نمایاں ہوا لیکن اس خیال پر مبنی بیشتر نظریے انیسویں صدی کے نصف آخر میں مدون ہوئے اور نوامیس فطرت و بے جان اشیاء کی پرستش، اجداد پرستی، خرافاتی اساطیر، اجرامِ سماوی کی پوجا اور جادو ٹونا وغیرہ کے عقیدہ میں خدا پرستی کی ابتداء کا تعین کرنے کی کوشش کی گئی۔ ان مختلف نظریات نے جس خیال کو پروان چڑھایا وہ یہ تھا کہ زندگی کے دوسرے مظاہر کی طرح توحیدِ الہی کا تصور بھی ایک تدریجی ارتقاء کا نتیجہ ہے۔

لیکن بیسویں صدی کے انقلاب انگیز انکشاف نے اس خیال کو متزلزل کر کے رکھ دیا۔ جنوب مشرقی آسٹریلیا اور بحیرہٴ احمر کے جزائر میں بسنے والے وحشی قبائل اور پھر شمالی امریکہ کے ان قدیم قبائل کے بارے میں جو عہدِ عتیق سے آج تک زندگی کے ایسے قدیم ترین طریقوں پر کاربند ہیں، جن کے تہذیبی دامن میں ارتقائی ترقی کا نام و نشان تک نظر نہیں آتا۔ جب تحقیقی کام ہوا اور پھر مصریات کی تحقیقات اور عراق اور مہنجودارو کی کھدائیوں کے آثار سامنے آئے تو یہ حقیقت بر ملا ہو گئی کہ انسان کا توحیدی اعتقاد کسی ارتقائی سلسلہ کی کڑی نہیں ہے، چنانچہ جدید سامی اثریات کے مطالعہ سے بھی اس نقطہ نظر کی تصدیق ہوتی ہے اور پتا چلتا ہے کہ تمام سامی قبائل اپنے ابتدائی دور میں ایک آن دیکھے خدا پر اعتقاد رکھتے تھے۔ پہلی جنگِ عالمگیر کے بعد سرحدِ حجاز کی وادیِ عقبہ اور شمالی شام کے راسِ شمر میں جو آثار دریافت ہوئے، ان سے اس تاریخی حقیقت کو اور زیادہ استحکام حاصل ہو جاتا ہے۔ مختصر یہ کہ بیسویں صدی کی علمی تحقیق و تلاش

نے اس بات کو پایہ ثبوت تک پہنچا دیا ہے کہ سب سے پہلے انسان کے دل میں جو عقیدہ پیدا ہوا وہ توحید الہی کا عقیدہ تھا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب انسان نے پہلی مرتبہ اس دنیا میں اپنی آنکھ کھولی تو وہ اپنی فطرت اور اس کے ماحول کے تحت جس میں اس نے اپنے آپ کو گھرا ہوا پایا وہ ایک ہستی کے اعتقاد پر مجبور ہو گیا جو ان تمام چیزوں کی پیدا کرنے والی تھی جنہیں وہ اپنے ارد گرد دیکھ رہا تھا پھر آگے چل کر آہستہ آہستہ اس نے ان تمام صفات اور خصوصیات کو بھی اس ہستی مطلق کی ذات سے وابستہ کرنا شروع کر دیا جو اس کی اپنی صفات و خصوصیات سے مماثلت رکھتی تھیں اور اس طرح اس کے ابتدائی عقیدہ توحید میں ایک ترجیحی شکل پیدا ہونے لگی۔ مولانا آزاد کے الفاظ میں: ”آدم نے آنکھیں روشنی میں کھولی تھیں پھر آہستہ آہستہ تاریکی پھیلنے لگی۔“ چنانچہ مصر، یونان، کالڈیا، ہندوستان، چین اور ایران ان سب ملکوں کی روایتوں سے اس بات کا پتا چلتا ہے کہ ابتدا میں نوع انسانی فطری ہدایت کی زندگی بسر کرتی تھی۔ انجیل نے قطعی انداز میں آدم کے وجود کو ایک بہشتی وجود قرار دیا ہے۔ پھر جب اس کے قدموں میں لغزش آئی تب ہی وہ اس بہشتی زندگی سے بھی محروم کر دیا گیا روشنی کا جلوہ پہلے نمودار ہوتا ہے تاریکی بعد میں آتی ہے قرآن کا اعلان بھی یہی ہے:

وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا ۖ (۱۹: ۱۰)

۱۔ ابتداء میں تمام انسان ایک ہی گروہ تھے یعنی الگ الگ راہوں میں بھٹکے ہوئے نہ تھے۔ پھر اختلاف میں پڑ گئے۔

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً ۖ فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّنَ مُبَشِّرِينَ وَ مُنْذِرِينَ ۖ وَ أَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيُخْطَمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ ۖ (۲: ۲۱۳)

۲۔ ابتداء میں تمام انسانوں کا ایک ہی گروہ تھا۔ یعنی فطری ہدایت کی ایک ہی راہ پر تھے (پھر اس کے بعد اختلافات پیدا ہو گئے)۔ پس اللہ نے ایک کے بعد ایک نبی مبعوث کیے۔ وہ نیک عملی کے نتیجوں کی خوشخبری دیتے تھے بد عملی کے نتیجوں سے متنبہ کرتے تھے نیز ان کے ساتھ برحق نوشتے نازل کئے تاکہ جن باتوں میں لوگ اختلاف کرنے لگے ہیں ان کا فیصلہ کر دیں۔

مولانا آزاد فرماتے ہیں کہ جہاں تک مذاہب کی اختلافی راہوں کا تعلق ہے، ان کا تعلق وجود الہی سے نہیں ہے بلکہ یہ اختلافات زیادہ تر صفات الہی کے بارے میں پائے جاتے ہیں۔ انسانی عقل محسوسات کے دائرے میں محدود ہے۔ عموماً اس کا تصور اس دائرے سے باہر قدم نہیں نکالتا اسی لیے عقل انسانی ذات مطلق کے تصور کا بہ آسانی احاطہ نہیں کر سکتی۔ جب کبھی وہ کسی آن دیکھی چیز کے تصور کی سعی کرے گی تو ناگزیر ہے کہ تصور میں وہی صفات آجائیں جن کا ادراک اسے خود اپنی ذات میں ہوتا ہے اسی لیے صفات الہی کی جو تصویر اس کے ذہن میں پیدا ہوتی ہے، لازمی طور پر اس میں بھی اس کی ذہنی طفولیت کا رنگ پایا جاتا تھا۔ پھر وقت کے ساتھ ساتھ جوں جوں اس کا ذہن ترقی کرتا گیا۔ اسی کے مطابق اس کا تصور الہی بھی بدلتا گیا۔ یہاں تک کہ جتنی اعلیٰ صفات اس کی ذات میں پیدا

ہوتی گئیں وہ اپنے معبود کی صفات کو بھی ان کے مطابق بلند کرتا گیا، اسی نقطہ نظر سے خدائی صفات کے بارے میں انسانی تصورات کی ارتقائی رفتار کا پتا لگایا جاسکتا ہے۔ مولانا آزاد نے اس ارتقائی سلسلے کی تین نمایاں کڑیوں کا ذکر کیا ہے جو ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہیں: یعنی تجسّم و تشبہ سے تنزیہ کی طرف۔ پھر تعدد اشراک سے توحید کی طرف اور صفات قہر و جلال سے صفات رحمت و جمال کی طرف۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خدا کے متعلق انسان کا ابتدائی تصور، صفات قہریہ کے تصور سے کیوں شروع ہوا؟ اس کی علت واضح ہے۔ فطرت کائنات کا تعمیری حُسن تخریب کی نقاب میں پوشیدہ ہے۔ انسانی فکر اپنے عہد طفولیت میں تعمیر کا پوشیدہ حُسن نہ دیکھ سکی وہ تخریب کی ہولناکیوں سے سہم گئی۔ تعمیر کا حُسن و جمال دیکھنے کے لیے فہم و بصیرت کی محاکہ مطلوب تھی جو وقت کی رفتار کے ساتھ تدریجی طور پر انسان کو حاصل ہوئی۔ یہی وجہ تھی کہ سب سے پہلے جب عقل انسانی نے صفات الہی کی صورت آرائی کرنی چاہی تو فطرت کائنات کے سلبی مظاہرے کی دہشت سے وہ فوراً متاثر ہو گئی اور ایجابی اور تعمیری حقیقت سے اثر پذیر یں میں اسے بہت دیر لگی۔ بادلوں کی گرج، بجلی کی کڑک، آتش فشاں پہاڑوں کا انفجار، زمین کا زلزلہ، آسمان کی ژالہ باری، دریا کا سیلاب، سمندر کا تلاطم، ان تمام سلبی مظاہرے نے اس میں دہشت و ہیبت پیدا کی اور وہ اپنے خدا کو ایک غضب ناک خدا کی ڈراؤنی صورت میں دیکھنے لگا بادل اور بجلی کی خوفناک گرج اور کڑک یا آتش فشاں پہاڑوں کے بہتے ہوئے لاوے میں وہ حُسن و محبوبی کے خدا کا تصور بھی نہ کر سکتا تھا۔

خود اس کی ابتدائی معیشت کی نوعیت بھی ایسی نہ تھی جو اس کے خوف و دہشت کے جذبات کو کچل سکتی وہ اپنے آپ کو کمزور اور غیر محفوظ محسوس کرتا تھا اور اپنے علاوہ ہر شے اسے دشمنی اور ہلاکت پر ٹلی نظر آتی تھی۔ پتھروں کے جھنڈ چاروں طرف منڈلا رہے تھے۔ زہریلے جانور ہر طرف رنگ رہے تھے اور درندوں کے حملوں سے اسے ہر وقت مقابل رہنا پڑتا تھا۔ سر پر سورج کی تپش بے پناہ تھی اور سال بھر کے بدلتے ہوئے موسم اسے اپنی عافیت کے دشمن نظر آتے تھے اسے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہر چیز اس کی تباہی اور بربادی کے درپے ہے۔ اس ماحول کا قدرتی نتیجہ تھا کہ اس نے اپنے خدا کا جو تصور قائم کیا وہ ایک خوف و دہشت کے خدا کا تصور تھا لیکن جوں جوں وقت گزرتا گیا تدریجی طور پر اس کی ذات میں اور اس کے ماحول میں بھی تبدیلی آتی گئی اور اس کے تصور میں یاس و دہشت کے پہلو پہلو امید و رحمت کا عنصر شامل ہوتا گیا؛ یہاں تک کہ معبودیت کے تصور میں صفات رحمت و جمال نے بھی ویسی ہی جگہ پالی جیسی صفات قہر و جلال کے لیے تھی۔ اس نئی بیداری نے قہر و ہلاکت کی قوتوں کے ساتھ لطف و رحمت کی ان قوتوں کا تصور بھی پیدا کر دیا جو رزق، دولت، حُسن اور علم کا مظہر تھیں، یونان کا علم الاصلنام اپنی لطافتِ تخیل کے لحاظ سے بلاشبہ اپنی خاص جگہ رکھتا ہے۔ لیکن اس کی پرستش کے قدیم معبود بھی قہر و غضب کی خوف ناک قوتیں تھیں۔ ہندوستان میں آج تک رحمت و بخشش کے دیوتاؤں سے کہیں زیادہ ہلاکت و تباہی کے دیوتاؤں کی پرستش ہوتی ہے۔ نزولِ قرآن سے قبل تنزیہ کا بڑے سے بڑا مرتبہ جس کا ذہن انسانی متحمل ہو سکا تھا یہ تھا کہ کسی تشبیہی سہارے

کے بغیر خدا کا تصور کیا جائے لیکن جہاں تک صفات الہی کا تعلق ہے وہ جذبات کی مشابہت اور جسم و ہیئت کی تمثیل سے کوئی تصور بھی خالی نہ تھا۔ یہاں تک کہ یہودی تصور بھی جس نے اصنام پرستی کی کسی شکل کو جائز نہیں رکھا تھا۔ اس قسم کے تشبیہ و تمثیل سے بے نیاز نہ رہ سکا۔ اصل یہ ہے کہ قرآن سے پہلے فکر انسانی اس درجہ بلند نہ ہوئی تھی کہ تمثیل و تشبیہ کا پردہ ہٹا کر صفات الہی کا جلوہ دیکھ لیتی۔ حضرت مسیحؑ نے بھی جب چاہا کہ رحمت الہی کا عالمگیر تصور پیدا کریں تو انہوں نے بھی باپ اور بیٹے کے رشتہ کی تشبیہ سے کام لیا۔ اسی تشبیہ کی بدولت ظاہر پرستوں نے ٹھوکر کھائی اور مسیحؑ کی دی ہوئی مثال اور مقصد کو نہ سمجھنے کے باعث ان کے پیروؤں نے خود مسیحؑ کو خدا کا بیٹا بنا دیا بلکہ خدا کا مرتبہ عطا کر دیا۔ قرآن کی خصوصیت یہ ہے کہ خدا کے تصور کی راہ سے وہ تمثیل و تشبیہ کے تمام پردے اٹھا دیتا ہے اور خدا اور اس کی صفات کا جلوہ اس طرح سامنے آ جاتا ہے کہ اس میں تجسم کا شائبہ تک باقی نہیں رہتا۔ لیس تمثیلہ شیء ۱۱-۲۲) (۱۱-۲۲) اس کی مثل کوئی شے نہیں (کسی چیز سے بھی تم اسے مشابہ نہیں ٹھہرا سکتے)۔

لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ ۖ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ (۶: ۱۳۰)

انسان کی نگاہیں اسے نہیں پاسکتیں لیکن وہ انسان کی نگاہوں کو دیکھ رہا ہے۔ اللہ کی ذات یگانہ ہے بے نیاز ہے۔ اسے کسی کی احتیاج نہیں۔

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝ اللَّهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۖ وَلَمْ يُولَدْ ۖ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۝ (۱۱۲: ۱-۴)

اللہ کی ذات یگانہ ہے بے نیاز ہے اسے کسی کی احتیاج نہیں نہ تو اس سے کوئی پیدا ہوا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا نہ کوئی ہستی اس کے درجے اور برابری کی ہے۔

نزول قرآن سے قبل جلوہ حقیقت کی جھلک دیکھنے کے لیے دو راستے اختیار کیے جاتے تھے ایک ذات مطلق سے صفات کو وابستہ کرنے کا راستہ تھا اور دوسرا راستہ یہ تھا کہ خدا کو تمام صفات سے پاک و بلند رکھا جائے۔ پہلا راستہ تشبیہ کی طرف لے گیا جسکی وجہ سے عرفان حقیقت میں رکاوٹ پیدا ہوئی۔ دوسرا طریقہ وہ تھا جسکا خاص طور سے اوپانی شدوں نے تتبع کیا۔ یہ نیتی نیتی کا ایک منفی تصور تھا۔ بلاشبہ یہ تصور تنزیہ یا نفی صفات کا ایک انتہائی جلوہ دکھاتا ہے لیکن عملاً وہ نفی کی طرف لے جاتا ہے۔ ہمیں یقین محکم کی لذت سے محروم کر دیتا ہے۔ ایسا تصور زیادہ سے زیادہ ایک فلسفیانہ تخیل پیدا کر سکتا ہے لیکن زندہ اور راسخ عقیدہ نہیں بن سکتا۔ چنانچہ نفی صفات کے تصور کو اس کی منطقی انتہا یعنی تعطیل سے بچانے کے لیے ذات مطلق 'برہما' کو ذات 'ایشور' میں اتارے بغیر کام نہ چل سکا۔ بہر حال (قرآن سے پہلے) ان دو راہوں میں سے کسی ایک کا انتخاب ناگزیر تھا۔ قرآن نے افراط اور تفریط کے ان دونوں راستوں سے احتراز کیا اور اپنی ایک الگ راہ نکالی۔ قرآن نے جو راستہ اختیار کیا وہ ایک طرف تو تنزیہ کو درجہ کمال پر پہنچا دیتا ہے، دوسری طرف تعطیل سے بھی تصور کو بچا لے جاتا ہے۔ وہ فرد افراد تمام صفات کا اثبات کرتا ہے۔

مگر ساتھ ہی ہر صفت کو تشبیہ کے اثر سے بچا لیتا ہے۔ وہ کہتا ہے خدا زندہ ہے، قدرت والا، پیدا کرنے والا،

رحمت والا، سب کچھ دیکھنے سننے اور جانتے والا ہے وغیرہ وغیرہ اور پھر استنباطی نہیں بلکہ قرآن بلا تامل جگہ جگہ گونا گوں تمثیلات استعمال کرتا ہے لیکن اس بات کو واضح کر دیتا ہے کہ خدا کے مشابہ کوئی چیز نہیں جو تصور میں آسکے۔ اس کا زندہ رہنا ہمارے زندہ رہنے کی طرح نہیں اس کا دیکھنا سننا اور جانتا ویسا نہیں ہے جس طرح کہ ہم دیکھتے سنتے اور جانتے ہیں، اس کی قدرت و بخشش کی تعبیر کے لیے باتحہ کی تشبیہ اور اس کے جلال اور ہر چیز پر محیط ہونے کی تمثیل کے واسطے عرش کا استعارہ ضرور ہے، لیکن اس کا مطلب وہ نہیں ہو سکتا جو افعال انسانی کے تعلق سے ان الفاظ سے ہمارے ذہن میں متشکل ہونے لگتا ہے۔

قرآن کے تصور الہی کا یہ پہلو فی الحقیقت اس راہ کی تمام در ماند گیوں کا ایک ہی حل ہے ایک طرف بام حقیقت کی وہ بلندی کہ انسانی ذہن و فکر اس بلندی تک پہنچنے سے عاجز اور دوسری طرف انسانی فطرت کا اضطراب طلب اور ذوق دید استنا شدید کہ جلوہ حقیقت دیکھے بغیر چین نہیں پڑتا۔ اگر تنزیہ کی طرف زیادہ جھکتے ہیں تو تعطیل میں جا گرتے ہیں اور اگر اثبات صفات کی صورت آرائیوں میں دور نکل جاتے ہیں تو تشبہ اور تجسم میں کھو جاتے ہیں۔ پس قرآن نے جو راستہ بتایا ہے وہ ایسا راستہ ہے کہ نہ تو اثبات صفات کا دامن باتحہ سے چھوٹنے پاتا ہے اور نہ تنزیہ کی باگ ڈھیلی پڑ جاتی ہے۔ اس لیے قرآن کا تصور الہی آریائی فلسفہ کے تصور الہی سے ممتاز ہے۔ آریائی حکمت نے تلاش حقیقت کی سرگرمی میں خود ذات الہی کو مشخص کر دیا اور اس طرح مورتی پوجا کے دروازے کھول دیے۔ قرآن نے اسے صرف صفات الہی کے تشخص سے پورا کر دیا، خدا کے وجود کو مشخص نہیں کیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تشبہ و تجسم کے لیے کوئی امکان باقی نہ رہا۔

خدا کی توحید کا قرآنی تصور ایک محکم تصور ہے۔ وہ ایجابی اور سلبی دونوں پہلو رکھتا ہے۔ ایجابی پہلو یہ ہے کہ خدا ایک اور بس ایک ہے۔ اور سلبی پہلو یہ ہے کہ اس کے مانند کوئی نہیں۔ اور جب اس کے مانند کوئی نہیں تو ضروری ہے کہ جو صفات بھی اس کے لیے مختص کی جائیں ان میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہو سکتا۔ پہلی بات کو توحید فی الذات سے اور دوسری کو توحید فی الصفات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ قرآن کے اس تصور سے قبل توحید کے ایجابی پہلو پر زیادہ زور دیا گیا تھا لیکن اس کا سلبی پہلو نمایاں نہ ہو سکا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن سے پہلے کے تمام مذاہب میں اگرچہ عقیدہ توحید کی تعلیم موجود تھی لیکن کسی نہ کسی صورت میں شخصیت پرستی اور اصنام پرستی نمودار ہوتی رہی۔

ہندوستان میں تو غالباً روز ازل سے ہی یہ بات تسلیم کر لی گئی تھی کہ عوام کی تشفی کے لیے دیوتاؤں اور انسانی عظمتوں کی پرستاری ناگزیر ہے اور خدا کے واحد کی پرستش صرف خواص کا حصہ قرار دی گئی تھی۔ فلاسفہ یونان کا بھی یہی خیال تھا۔ وہ یقیناً اس بات سے بے خبر نہ تھے کہ کوہ الہی کے دیوتاؤں کی کوئی اصلیت نہیں؛ تاہم سقراط کے علاوہ کسی نے بھی اس کی ضرورت محسوس نہیں کی کہ عوام کے اصنامی عقائد میں خلل انداز ہو۔ انہیں اندیشہ یہ تھا کہ اگر دیوتاؤں کی پرستش کا نظام قائم نہ رہا تو عوام کی سماجی و مذہبی زندگی درہم برہم ہو جائے گی۔

اس سلسلہ میں کسی بانی مذہب کو جو مرتبہ عطا کیا جاتا تھا وہ بطور خاص قابل غور ہے۔ یہ درست ہے کہ کوئی تعلیم عظمت و رفعت حاصل نہیں کر سکتی جب تک کہ معلم کی شخصیت میں بھی عظمت کی شان پیدا نہ ہو جائے۔ لیکن شخصیت کی عظمت کے حدود کیا ہیں! اسی مقام پر پہنچ کر بہتوں نے ٹھوکر کھائی ہے کیونکہ وہ اس کی ٹھیک ٹھیک حد بندی نہ کر سکے، نتیجہ یہ نکلا کہ کسی مذہب یا فلسفہ کے معلم کی شخصیت کو کبھی خدا کا اوتار بنا دیا گیا۔ تو کبھی ابن اللہ سمجھ لیا گیا اور یہ نہ ہوا تو اس کی تعظیم میں خدا کی تعظیم و بندگی کی سی شان پیدا کر دی گئی۔ مثلاً یہودیوں نے بلاشبہ ایسا نہیں کیا کہ پتھر کے بتوں کی پوجا کی ہو؛ تاہم انہوں نے بھی اپنے نبیوں کی قبروں پر ہیکل تعمیر کر کے انہیں عبادت گاہوں کی سی شان و تقدیس دے دی۔ گو تم بدھ کی نسبت معلوم ہے کہ اس کی تعلیم میں اصنام پرستی کے لیے کوئی جگہ نہ تھی اس کی آخری نصیحت جو ہم تک پہنچی ہے یہ ہے کہ ”ایسا نہ کرنا کہ میری نعش کی راکھ کو پوجنا شروع کر دو، اگر تم نے ایسا کیا تو یقین جانو نجات کی راہ تم پر بند ہو جائے گی۔“ لیکن ان کے پیروؤں نے اس وصیت پر جیسا کچھ عمل کیا ہمارے سامنے ہے۔ نہ صرف یہ کہ بدھ کی خاک اور یادگاروں پر انہوں نے معبد تیار کیے بلکہ بدھ مت کی اشاعت کا ذریعہ ہی یہ سمجھا گیا کہ بدھ کے مجسموں سے زمین کا کوئی گوشہ خالی نہ رہے۔ یہ واقعہ ہے کہ دنیا میں کسی ذات یا معبود کے آج اتنے مجسمے نہیں ہیں جتنے کہ گوتم بدھ کے ہیں۔ اسی طرح ہمیں معلوم ہے کہ مسیحیت کی اصلی تعلیم سر تا سر توحید کی تعلیم تھی لیکن ابھی اس کے ظہور پر پورے سو برس بھی نہیں گزرے تھے کہ الوہیت مسیح کا عقیدہ نشوونما پا چکا تھا۔ اس کے برعکس قرآن نے توحید فی الصفات اور توحید فی الذات کا ایک ایسا کامل نقشہ کھینچ دیا کہ شرک اور اس کے مماثل دوسری لغزشوں کے تمام دروازے بند ہو گئے اور خدا کے تصور کے بارے میں یہی اس کی سب سے بڑی خصوصیت ہے۔

قرآن اس بات پر زور دیتا ہے کہ ہر طرح کی عبادت اور نیاز کی مستحق صرف خدا کی ذات ہے۔ پس اگر تم نے عبادانہ عجز و نیاز کے ساتھ کسی دوسری ہستی کے آگے سر جھکایا تو توحید الہی کا اعتقاد باقی نہ رہا، قرآن کہتا ہے:

یہ اسی کی ذات ہے جو انسانوں کی پکار سنتی ہے اور ان کی دعائیں قبول کرتی ہے۔ پس اگر تم نے اپنی دعاؤں اور طلبکاروں میں کسی دوسری ہستی کو بھی اسی کا شریک بنا لیا تو گویا اسے تم نے خدا کی خدائی میں شریک ٹھہرا لیا اور تمہارا عقیدہ توحید درہم برہم ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ سورہ فاتحہ میں اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کی تلقین کی گئی ہے اور پورا زور اِيَّاكَ پر ہے۔ تمام قرآن میں اس کثرت کے ساتھ توحید فی الصفات اور ردِ اشراک پر زور دیا گیا ہے کہ شاید ہی کوئی سورہ بلکہ کوئی صفحہ اس سے خالی ہو۔

اور یہ بات اور زیادہ واضح ہو جاتی ہے، جب ہم قرآن میں پیغمبر اسلام کو جو مرتبہ دیا گیا ہے، اس پر نظر ڈالتے ہیں۔ قرآن میں بار بار کہا گیا ہے کہ پیغمبر اسلام ایک بشر اور خدا کے بندے ہیں۔ اسلام نے اپنی تعلیم کا بنیادی کلمہ ہی یہ قرار دیا ہے کہ:

اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ

میں اقرار کرتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اقرار کرتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔

اس اقرار میں جس طرح خدا کی توحید کا اعتراف کیا گیا ہے ٹھیک اسی طرح پیغمبر اسلام کی بندگی اور رسالت کا بھی اعتراف ہے غور کرنا چاہیے کہ ایسا کیوں کیا گیا؟ صرف اس لیے کہ اس بات کا کوئی موقع نہ رہے کہ عہدیت کی جگہ معبودیت کا اور رسالت کی جگہ اوتار کا تخیل پیدا ہو، کوئی شخص دائرہ اسلام میں داخل ہی نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ خدا کی توحید کی طرح پیغمبر اسلام کی بندگی کا بھی اقرار نہ کر لے۔

یہی وجہ تھی کہ پیغمبر کی وفات کے بعد اگرچہ مسلمانوں میں بہت سے اختلافات پیدا ہوئے لیکن پیغمبر کی شخصیت کے بارے میں کبھی کوئی نزاعی سوال پیدا نہیں ہوا۔ ابھی آپ کی وفات پر چند گھنٹے بھی نہیں گزرے تھے کہ پیغمبر کے خسر اور اسلام کے خلیفہ اول حضرت ابوبکرؓ نے برسر منبر اعلان کر دیا کہ:

”جو کوئی تم میں محمد کی پرستش کرتا تھا سو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ محمد نے وفات پائی اور جو کوئی تم میں اللہ کی پرستش کرتا تھا تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کی ذات ہمیشہ زندہ ہے اس کے لیے موت نہیں۔“

قرآن سے پہلے مذہبی عقائد کی تعلیم میں بھی خاص و عام کا امتیاز ملحوظ رکھا جاتا تھا، چنانچہ ہندوستان میں خدا شناسی کے تین درجے قرار دیے گئے تھے۔ عوام کے لیے دیوتاؤں کی پرستش، خواص کے لیے براہ راست خدا کی پرستش اور اخلاص کے لئے وحدت الوجود کا مشاہدہ، یہی حال فلاسفہ یونان کا تھا۔ وہ خیال کرتے تھے کہ ایک غیر مرئی اور غیر مجسم خدا کا تصور صرف اہل علم و حکمت ہی کر سکتے تھے۔ عوام کے لیے اسی میں امن ہے کہ دیوتاؤں کی پرستاری میں مشغول رہیں۔ لیکن قرآن نے اس امتیاز کو یک قلم مسترد کر دیا۔ اس نے سب کو خدا پرستی کی ایک ہی راہ دکھائی اور سب کے لیے صفات الہی کا ایک تصور پیش کیا۔ وہ حکماء اور عرفا سے لے کر ایک چرواہے اور دہقان تک سب کو حقیقت کا ایک جلوہ دکھاتا ہے اور سب پر اعتقاد و ایمان کا ایک ہی دروازہ کھولتا ہے۔

اس سلسلہ میں معاملہ کا ایک اور پہلو بھی قابل غور ہے۔ ہندوستان میں خواص و عوام کے خدا پرستانہ تصورات کے درمیان جو فرق مراتب ملحوظ رکھا گیا ہے وہ معاملہ کو اس رنگ میں بھی نمایاں کرتا ہے کہ یہاں کا مذہبی نقطہ خیال ابتدا سے فکر و عمل کی رواداری پر مبنی رہا ہے۔ گویا ہر مذہبی عقیدے اور عمل کے لیے گنجائش رکھ لی گئی اور ہر فکر کو آزادانہ نشوونما کا موقع دیا گیا۔ مذہبی اختلافات جو دوسری قوموں میں باہمی جنگ و جدال کا باعث رہے یہاں آپس کے سمجھوتوں کا ذریعہ بنے تقابلی اور تطابقی گویا یہاں کے ذہنی مزاج کی ایک عام خصوصیت تھی ایک ویداتی جانتا ہے کہ اصل حقیقت اشراک اور بت پرستی کے عقائد سے بالاتر ہے تاہم وہ بت پرستی کا مخالف اور منکر نہیں ہو جاتا کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ خدا تک پہنچنے کے راستے کی یہ پہلی منزل ہے اور راہ رو چاہے کوئی راستہ اختیار کرے مگر مقصود اصلی ہر حال میں سب کا ایک ہی ہے۔

بلاشبہ فکر و عمل کی اس روادارانہ سوچ کا، جو ہندوستان کی تاریخ میں برابر ابھرتی رہی ہے، ہمیں اعتراف کرنا چاہیے لیکن زندگی عمل اور ردِ عمل کا مظہر ہوتی ہے اور اگر ہم اس راہ میں حد بندی کے خطوط قائم نہ کریں تو علم و اخلاق کے تمام احکام درہم برہم ہو جائیں گے۔ اور اخلاقی اقدار کی کوئی مستقل حیثیت باقی نہ رہے گی۔ رواداری یقیناً ایک خوبی کی بات ہے لیکن ساتھ ہی عقیدہ کی مضبوطی، رائے کی پختگی اور فکر کی استقامت بھی زندگی کے ایسے پہلو ہیں جن کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا پس یہاں کوئی حد فاصل ضرور ہونی چاہیے جو ان تمام خوبیوں کو اپنی اپنی جگہ پر قائم رکھے ورنہ اخلاق کے تمام احکام کو مناسب طور پر رو بہ عمل نہیں لایا جاسکتا۔ جوں ہی یہ خطوط کمزور ہو جاتے ہیں اور ہلنے لگتے ہیں، اخلاق کی پوری دیوار بل جاتی ہے مثلاً عفو و درگزر بڑی ہی حسن و خوبی کی بات ہے لیکن یہی عفو و درگزر جب اپنی جائز حد و دے آگے نکل جاتا ہے تو عفو و درگزر نہیں رہتا بلکہ بزدلی اور بے ہمتی قرار پاتا ہے۔ شجاعت انسانی سیرت کا سب سے بڑا وصف ہے لیکن یہی وصف جب اپنی حد سے گزر جانے تو ظلم و تشدد بن جائے گا۔

دو حالتیں ہیں اور دونوں کا حکم ایک نہیں ہو سکتا۔ ایک حالت یہ ہے کہ کسی خاص اعتقاد اور عمل کی روشنی ہمارے سامنے آگئی ہے اور ہم اس کے بارے میں ایک خاص نتیجہ تک پہنچ گئے ہیں۔ ایسی صورت میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کی نسبت ہمارا طرز عمل کیا ہونا چاہیے ہم اس پر مضبوطی کے ساتھ جمے رہیں یا متزلزل ہو جائیں۔ دوسری حالت یہ ہے جس طرح ہم کسی خاص نتیجہ تک پہنچتے ہیں اسی طرح دوسرے لوگ بعض خاص نتیجوں تک پہنچ گئے ہیں۔ اب ان کی نسبت ہمارا طرز عمل کیا ہونا چاہیے؟ ہماری طرح انہیں بھی اپنی راہ چلنے کا حق ہے یا نہیں؟ رواداری یہ ہے کہ اپنے حق و اعتقاد و عمل کے ساتھ دوسروں کے حق و اعتقاد و عمل کا اعتراف بھی کیجیے اور اگر ان کا راستہ آپ کو صریحاً غلط دکھائی دے رہا ہے تب بھی ان کے اس راستے پر چلنے کے حق سے انکار نہ کیجیے لیکن رواداری کی حدود کو یہاں تک بڑھا دیا جائے کہ وہ آپ کے عقیدوں میں مداخلت کرنے لگے اور آپ کے فیصلوں پر بھی اثر انداز ہونے لگے تو پھر یہ رواداری نہ ہوئی۔

مساہمت زندگی کی ایک بنیادی ضرورت ہے ہماری زندگی بجائے خود سرتاسر مساہمت ہے لیکن اس کی بھی کوئی حد ہونی چاہیے تاکہ آپ اپنا عقیدہ محفوظ رکھ سکیں لیکن تاوقتیکہ اس میں تبدیلی کے لیے کوئی اندرونی روشنی آپ کے سامنے نہ آئے، آپ مجبور ہیں کہ آپ اس پر جمے رہیں اور اس پر قائم رہنے کا آپ کو حق ہے۔ آپ دوسروں کے عقائد کا احترام ضرور کریں گے۔ لیکن اپنے حق پر بھی آپ مصر رہیں گے اور اپنے عقیدہ کو کمزوری کے حوالے نہ ہونے دیں گے۔ ان دو حالتوں میں فرق و امتیاز کی وجہ سے اعتقاد و عمل کی دنیا میں کتنی ہی مصیبتیں نازل ہوئیں۔ اگر اعتقاد کی مضبوطی آئی تو اتنی دور تک چلی گئی کہ رواداری کے تمام تقاضے بھلا دیے گئے اور دوسروں کے اعتقاد و عمل میں جبراً مداخلت کی جانے لگی۔ بعض اوقات رواداری کو اتنا آگے بڑھا دیا گیا کہ استقامت فکر و رائے کے لیے کوئی جگہ نہیں رہی پہلی بے اعتدالی کی مثالیں ہمیں مذہبی تنگ نظریوں اور سخت گیریوں کی تاریخ میں ملتی ہیں اور دوسری بے اعتدالی کی مثالیں ہندوستان کی تاریخ مہیا کر دیتی ہے۔ یہاں فکر و عقیدہ کی کوئی بلندی بھی وہم و جہالت کی گراوٹ سے اپنے آپ

کو محفوظ نہ رکھ سکی اور علم و عقل اور وہم و جہل میں ہمیشہ سمجھوتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ ان سمجھوتوں نے ہندوستانی دل و دماغ کی شکل و صورت بگاڑ دی اور اس کی فکری ترقی کا تمام حسن اصنامی عقیدوں اور وہم پرستیوں کے گرد و غبار میں چھپ گیا۔ ہندوستان کے عصری مؤرخوں نے اس صورت حال کا اعتراف کیا۔ ہمارے عہد کے ایک لائق ہندو مصنف ڈاکٹر رادھا کرشنن نے اس دور کی فکری حالت پر نظر ڈالتے ہوئے، جب کہ آریائی تصورات ہندوستان کے مقامی مذہب سے مخلوط ہونے لگے تھے تسلیم کیا ہے کہ:

”ہندو مذہب کی مخلوط نوعیت کی توضیح ہمیں اس صورت حال میں مل جاتی ہے۔ صحرا نورد قبائل کے وحشیانہ توہمات سے لے کر اونچے سے اونچے درجے کے افکار اس غور و خوض تک ہر درجہ اور ہر دائرہ فکر کے خیالات یہاں باہم دگر ملتے اور مخلوط ہوتے رہے۔ آریائی مذہب اول روز سے کشادہ دل خود رو اور روادار تھا وہ جب کبھی کسی نئے موڑ سے دوچار ہوا تو خود سمٹتا گیا اور جگہیں نکالتا گیا اس کی اس مزاجی حالت میں ہم ایک سچے انکسار طبع اور ہمہ روانہ مفاہمت کا شائستہ رجحان محسوس کرتے ہیں۔ ہندو دماغ اس کے لیے تیار نہیں ہوا کہ نچلے درجے کے مذہبوں کو نظر انداز کر دے یا لڑکر ان کی ہستی منادے۔ اس کے اندر ایک مذہبی جنون کا غرور نہیں تھا کہ صرف اسی کا سچا مذہب ہے۔ اگر انسانوں کے ایک گروہ کو کسی ایک معبود کی پرستش، اس کے طور طریقے پر تسکین قلب مہیا کر دیتی ہے تو تسلیم کر لینا چاہیے کہ یہ بھی سچائی کی ایک راہ ہے مکمل سچائی پر کوئی بیک دفعہ قابض نہیں ہو سکتا۔ وہ صرف بتدریج اور بتفریق ہی حاصل کی جاسکتی ہے اور یہاں ابتدائی اور عارضی درجوں کو بھی ان کی جگہ دینی پڑتی ہے۔ ہندو دماغ نے رواداری اور باہمی مفاہمت کی یہ راہ اختیار کر لی لیکن وہ یہ بات بھول گیا کہ بعض حالات ایسے بھی ہوتے ہیں جب رواداری کی جگہ نارواداری ایک فضیلت کا حکم پیدا کر لیتی ہے اور مذہبی معاملات میں بھی گریشم کے قانون کی طرح کا ایک قانون کام کرتا رہتا ہے جب آریائی اور غیر آریائی مذاہب باہم گر ملے ایک شائستہ اور دوسرا ناشائستہ، ایک اچھی قسم کا، دوسرا نکمنا تو غیر شائستہ اور نکتے اجزاء میں قدرتی طور پر یہ میلان پیدا ہو گیا کہ شائستہ اور اچھے اجزاء کو دبا کر معطل کر دے۔“

قرآن کے تصور الہی کی ایک بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ اس نے کسی طرح اعتقادی مفاہمتوں کو جائز نہیں رکھا، وہ خدا کے توحیدی اور تنزیہی تصور میں سرتاسر بے میل اور بے لچک رہا تاہم وہ کسی عنوان میں بھی دوسرے عقائد کے بارے میں روادارانہ طرز عمل سے ہمیں روکتا نہیں، البتہ اعتقادی مفاہمتوں کے تمام دروازے بند کر دیے گئے ہیں۔ قرآن نے تصور الہی کی بنیاد انسان کے عالمگیر وجدانی احساس پر رکھی ہے۔ یہ نہیں کیا ہے کہ اسے نظر و فکر کی کاوشوں کا ایک ایسا معما بنا دیا ہو جسے خاص طبقہ کا ذہن ہی حل کر سکے۔ زندگی کے بارے میں انسان کا عالمگیر وجدانی احساس کیا ہے؟ یہ ہے کہ کائنات ہستی خود بخود پیدا نہیں ہو گئی، پیدا کی گئی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ایک صالح ہستی موجود ہو۔ قرآن بھی اس بارے میں جو کچھ بتاتا ہے وہ اتنا ہی ہے اس سے زیادہ جو کچھ ہے مذہبی عقیدے کا معاملہ

نہیں ہے۔ اس لیے وہ اس کا بوجھ جماعت کے افکار پر نہیں ڈالتا بلکہ اسے اصحابِ جہد و طلب کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۖ (۲۹ : ۶۹)

اور جو لوگ ہم تک پہنچنے کے لیے کوشش کریں گے تو ہم بھی ضرور ان پر راہ کھول دیں گے۔

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ۖ ۝ وَفِي أَنفُسِكُمْ ۖ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۝ (۵۱ : ۲۰-۲۱)

اور ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں کہ زمین میں کتنی ہی حقیقت کی نشانیاں ہیں اور خود تمہارے اندر بھی۔ پھر کیا تم دیکھتے نہیں!

اسی مقام سے وہ فرقِ مراتب بھی نمایاں ہو جاتا ہے، جو اسلام نے بالکل ایک مختلف شکل و نوعیت میں عوام و خواص کے درمیان ملحوظ رکھا ہے۔ ہندو مفکروں نے سماج کے مختلف طبقات میں الگ الگ تصور اور عقیدے تقسیم کیے لیکن اسلام نے تصور اور عقیدے کے اعتبار سے اس قسم کا کوئی امتیاز روا نہیں رکھا۔ وہ ہر انسانی دل و دماغ کے آگے حقیقت کا ایک عقیدہ پیش کرتا ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ طلب و جہد کے لحاظ سے سب کے مراتب یکساں نہیں ہو سکتے ہر طالبِ حقیقت ایک ہی قسم کی تشنگی لے کر نہیں آتا۔ عامۃ الناس بحیثیت ایک طبقہ کے اپنا ایک خاص مزاج اور اپنی خاص احتیاج رکھتے ہیں۔ لیکن خاص افراد بحیثیت فرد کے اپنی طلب و استعداد کا الگ الگ درجہ و مقام رکھتے ہیں اور ان کے لیے عرفان و یقین کی راہیں کھلی چھوڑ دی گئی ہیں۔

صحیح بخاری اور مسلم کی ایک متفق علیہ حدیث ہے جو نہایت جامع اور مانع الفاظ میں اس فرقِ مراتب کو ظاہر کرتی ہے یہ حدیث تین مرتبوں کا ذکر کرتی ہے: اسلام، ایمان اور احسان۔ اسلام یہ ہے کہ اسلامی عقیدہ کا اقرار کرنا اور عمل کے چاروں ارکان یعنی نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کو انجام دینا۔ ایمان یہ ہے کہ اقرار کے مرتبہ سے آگے بڑھنا اور اسلام کے بنیادی عقائد کے حق الیقین کا مرتبہ حاصل کرنا۔ اور احسان یہ ہے کہ:

اِنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ (صَحِيحُ حَيْثِينَ)

تو اللہ کی اس طرح عبادت کر گویا اسے اپنے سامنے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا ہے تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ پہلا مرتبہ اسلامی دائرے کے عام اعتقاد و عمل کا ہے۔ یعنی جس نے اسلامی عقیدے کا اقرار کر لیا اور اس کے اعمال کی زندگی اختیار کر لی وہ اس دائرے میں آ گیا لیکن محض دائرہ اسلام میں داخل ہو جانے سے یہ لازم نہیں آ جاتا کہ علم و یقین کے مقلات بھی حاصل ہو گئے۔

پہلا مرتبہ صرف اس کے خارجی اور ابتدائی پہلو کا مظہر ہوتا ہے۔ دوسرا مرتبہ ایمان کا ہے یہ انسان کے دل و دماغ کا ایمان و یقین و اذعان ہے۔ یہ مرتبہ جس نے حاصل کر لیا، وہ خواص کے زمرے میں داخل ہو گیا لیکن معاملہ اتنے ہی پر ختم نہیں ہو جاتا۔ عرفانِ حقیقت اور عینِ یقینی ایقان کا ایک اور مرتبہ اس کے بعد آتا ہے جسے احسان سے تعبیر کیا گیا

ہے لیکن یہ مقام محض اعتقاد اور یقین پیدا کر لینے کا نہیں ہے جو ایک جماعت یا گروہ کو بحیثیت جماعت یا گروہ کے حاصل ہو سکتا ہے۔ یہ مقام ذاتی تجربہ و کشف سے حاصل ہوتا ہے۔ محض تعلیمی عقائد یا فکری قیاسات سے اس مرتبہ تک رسائی نہیں ہوتی۔ یہ سکھنے اور بتلانے کا معاملہ نہیں۔ ذاتی تجربہ و کشف کا معاملہ ہے جو یہاں تک پہنچ گیا وہ اگر کچھ بتلانے کا تو بھی یہی بتلانے کا کہ میری طرح بن جاؤ پھر جو کچھ دکھائی دیتا ہے دیکھ لو۔

پرسیدہ کیے کہ عاشقی چیت
گفتہ کہ چو من شوی بدانی

اسلام نے اس طرح طلب و جہد کی روحانی پیاس کے لیے درجہ بدرجہ سیرابی کا سامان مہیا کر دیا۔ عام آدمی کے لیے پہلا مرتبہ ہے زیادہ ترقی یافتہ انسان کے لیے دوسرا مرتبہ اور خاصان خاص کے لیے تیسرا مرتبہ۔ ہر چند کہ ہر ایک کے لیے جام الگ الگ ہیں۔ لیکن پیاس بجھانے کے واسطے میخانہ ایک ہی ہے۔ ہر ایک کے حصہ میں اس کے ظرف کے مطابق ایک جام آجاتا ہے۔

ساقی بہ ہم بادہ زیک خم دہاتا
در مجلس او مستی ہر کس ز شرایست

یہاں اس امر کی جانب اشارہ کر دینا بھی بے محل نہ ہو گا کہ علمائے اسلام خصوصاً صوفیائے کرام نے خدا کے بارے میں ایک تصور پیش کیا ہے۔ جو عام طور سے نظریہ وحدت الوجود کہلاتا ہے۔ توحید و جود کے قائل قرآن کی مختلف آیات سے اس نظریہ پر استدلال لاتے ہیں۔

هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ج (۵۷: ۳) قَائِنًا تُولُواذِنًا وَجْهَ اللَّهِ (۲: ۱۱۵) (اور) وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ○ (۵۰: ۱۶) (اور) كُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ (۵۵: ۲۹)

دہلی کے مشہور محدث شاہ ولی اللہ نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ ”اگر میں مسئلہ وحدت الوجود کو ثابت کرنا چاہوں تو قرآن و حدیث کے تمام نصوص و ظواہر سے اس کا اثبات کر سکتا ہوں“ لیکن مولانا آزاد متنبہ کرتے ہیں کہ اس بارے میں صاف بات جو معلوم ہوتی ہے وہ یہی ہے کہ ان تمام تصریحات کو ان کے قریبی محامل سے دور نہیں لے جانا چاہیے اور ان معانی سے آگے نہیں بڑھنا چاہیے جو صدر اول کے مسلمانوں نے سمجھے تھے۔ باقی رہا حقیقت کے کشف و عرفان کا وہ مقام جو عرفاء طریق کو پیش آتا ہے تو وہ کسی طرح قرآن کے تصور الہی کے عقیدہ کے خلاف نہیں۔ قرآن کا تصور الہی ایک جامع تصور ہے اور ہر توحیدی تصور کی اس میں گنجائش ہے جو افراد خاصہ مقام احسان تک رسائی حاصل کرتے ہیں وہ حقیقت کو اس کی پس پردہ جلوہ طرازیوں میں بھی دیکھ لیتے ہیں اور عرفان کا وہ منتہی و مرتبہ جو فکر انسانی کے دسترس میں ہے انہیں حاصل ہوتا ہے۔

صفتِ ربوبیت

صفاتِ الہی کے ذکر میں مولانا آزاد ایک عام جائزہ لیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ کائنات کے نظامِ ہستی میں وحدت وجود کا جلوہ وحدتِ صفات کی شکل میں دکھائی دیتا ہے یعنی صفاتِ الہی کا الگ الگ اظہار نہیں ہوتا بلکہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر ظاہر ہوتی ہیں۔ تاکہ زندگی میں ہم آہنگی کا جلوہ نظر آئے۔ سورۃ فاتحہ یا قرآن کے افتتاحی باب میں خدا کی چند بنیادی صفات کا ذکر کیا گیا ہے جیسے ربوبیت، رحمت، عدالت اور ہدایت کی صفات۔ مولانا آزاد اپنی تفسیر میں بالترتیب ان صفات پر روشنی ڈالتے ہیں اور پورے قرآن سے ان کی جلوہ نمائی کے ثبوت بہم پہنچاتے ہیں۔ سب سے پہلے وہ خدا کی اولین صفت یعنی ربوبیت کا ذکر کرتے ہیں جو قرآن کی توجہ کا مرکز ہے۔

ربوبیت کی اصطلاح ”رب“ سے نکلی ہے جو سامی زبانوں کے کئی الفاظ کا مشترک ہے، عبرانی، عربی اور سریانی تینوں زبانوں میں ”رب“ کے معنی پالنے والے کے ہیں یا ایسی ہستی کے جو اسباب پرورش مہیا کرتی ہے۔ چونکہ پرورش کی ضرورت کا احساس انسانی زندگی کے بنیادی احساسات میں سے ہے اس لئے رب کے لفظ کو جو معنی عطا کئے گئے گویا وہ خدا کے تصور کا پہلا قدرتی زینہ تھے۔ جس کے بارے میں ابتدائی سامی ذہن نقش آرائی کر سکتا تھا۔ رب کے معنی معلم، آقا یا خدا کے بھی ہیں۔ قرآنی زبان میں اس لفظ کو اس کے وسیع اور کامل معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ اس لئے بعض علمائے لغت نے ربوبیت کی تعریف ان لفظوں میں کی ہے:

هُوَ اِنْشَاءُ الشَّيْءِ حَالًا فَحَالًا اِلَى حَدِّ التَّمَامِ

یعنی کسی چیز کو یکے بعد دیگرے اس کی مختلف حالتوں اور ضرورتوں کے مطابق اس طرح نشوونما دیتے رہنا کہ اپنی حد کمال تک پہنچ جائے۔

یعنی ربوبیت کے لئے ضروری ہے کہ پرورش اور نگہداشت کا ایک جاری اور مسلسل اہتمام ہو اور ایک وجود کو اس کی تکمیل و بلوغ کے لئے وقتاً فوقتاً جیسی کچھ ضرورتیں پیش آتی رہیں ان سب کا سر و سامان ہوتا رہے لیکن قرآنی تصور کے لحاظ سے مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ ربوبیت میں شفقت کا لگاؤ ضروری ہے وہ ایک تمثیل کے ذریعہ ان معنوں کی وضاحت کرتے ہیں، فرماتے ہیں:

”بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو محض گوشت پوست کا ایک متحرک لو تھڑا ہوتا ہے۔ زندگی اور نمو کی جتنی قوتیں بھی رکھتا ہے سب کی سب پرورش و تربیت کی محتاج ہوتی ہیں۔ یہ پرورش محبت و شفقت، حفاظت و نگہداشت اور بخشش و اعانت کا ایک طول طویل سلسلہ ہے اور اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک بچہ اپنے جسم و ذہن کی حد بلوغ تک نہ پہنچ جائے۔ پھر پرورش کی ضرورتیں ایک دو نہیں بے شمار ہیں، ان کی نوعیت ہمیشہ بدلتی رہتی ہے اور ضروری ہے کہ ہر

عمر اور ہر حالت کے مطابق محبت کا جوش، نگرانی کی نگاہ اور نگرانی کا سر و سامان ملتا رہے۔ حکمتِ الہی نے ماں کی محبت میں ربوبیت کے یہ تمام خدوخال پیدا کر دیے ہیں، یہ ماں کی ربوبیت ہی ہے جو پیدائش کے دن سے لے کر بلوغ تک بچے کو پالتی، بچاتی، سنبھالتی اور ہر وقت اور ہر حالت کے مطابق اس کی ضروریات پرورش کا سر و سامان مہیا کرتی رہتی ہے جب بچہ کامعدہ دودھ کے سوا کسی غذا کا متحمل نہیں ہو سکتا تو اسے دودھ ہی پلایا جاتا ہے جب دودھ سے قوی غذا کی ضرورت ہوتی ہے تو اسے ویسی ہی غذا دی جانے لگتی ہے۔ جب بچے میں اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی سکت نہیں ہوتی تو ماں اسے گود میں اٹھائے پھرتی ہے۔ جب وہ کھڑے ہونے کے قابل ہو جاتا ہے تو ماں اس کی اٹھلی پکڑ کر اسے ایک ایک قدم چلاتی ہے۔ پس یہ بات کہ ہر حالت اور ضرورت کے مطابق ضروریات مہیا ہوتی رہیں اور نگرانی اور حفاظت کا ایک مسلسل اہتمام جاری رہے۔ یہ وہ صورت حال ہے جس سے ربوبیت کے مفہوم کا تصور کیا جاسکتا ہے۔ قرآن نے رب کی حیثیت سے خدا کا جو تصور پیش کیا ہے، اس تمثیل کی روشنی میں آسانی سے اسے ذہن نشین کیا جاسکتا ہے۔ قرآن نے خدا کے ساتھ رب العالمین کی صفت کو وابستہ کیا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ خدا کسی خاص قوم یا گروہ کا رب یا پالنے والا نہیں ہے بلکہ بنی نوع انسان اور کائنات بستی کی تمام مخلوقات کا رب ہے۔

نظامِ ربوبیت:

مولانا آزاد تحریر فرماتے ہیں کہ ربوبیت الہی کا عمل ایک معینہ نظام کے تحت ہے، ہر وجود کو ہر حالت میں زندگی اور بقا کے لئے جو کچھ مطلوب تھا وہ سب کچھ مل رہا ہے۔ حیوانی زمین پر رینگ رہی ہے۔ کیرے مکوڑے، کوڑے کرکٹ میں اپنا راستہ پیدا کر لیتے ہیں۔ مچھلیاں دریا میں تیر رہی ہیں، پرند ہوا میں اڑ رہے ہیں، پھول باغوں میں کھل رہے ہیں، ہاتھی جنگل میں گھوم رہے ہیں اور ستارے فضا میں گردش کر رہے ہیں۔ لیکن فطرت کے پاس یکساں طور پر سب کے لئے پرورش کی گود اور نگرانی کی آنکھ ہے اور کوئی نہیں جو فیضانِ ربوبیت سے محروم ہو۔ مخلوقات کی بے شمار قسمیں ایسی بھی ہیں جو اتنی حقیر اور بے مقدار ہیں کہ ہماری آنکھ انہیں دیکھ بھی نہیں سکتی لیکن ربوبیتِ الہی نے جس طرح اور جس نظام کے ساتھ ہاتھی جیسی مخلوق کے لئے سامانِ پرورش و نگہداشت مہیا کر دیا ہے ٹھیک اسی طرح اور ویسے ہی نظام کے ساتھ ان کے لیے بھی زندگی اور بقا کی ہر چیز مہیا کر دی اور یہ جو کچھ ہے انسان کے وجود سے باہر ہے۔ اگر انسان اپنے وجود کو دیکھے تو خود اس کی زندگی کا ہر لمحہ ربوبیتِ الہی کی کرشمہ سازیوں کی ایک پوری کائنات ہے۔

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۝ وَ فِي أَنفُسِكُمْ ۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۝ (۵۲: ۲۰-۲۱)

اور ان لوگوں کے لئے جو (سچائی پر) یقین رکھنے والے ہیں زمین میں خدا کی کار فرمائیوں کی کتنی ہی نشانیاں ہیں اور خود تمہارے وجود میں بھی، پھر کیا تم دیکھتے نہیں؟

خارجی پہلو:

سلمانِ زندگی کی بخشائش اور ربوبیت کے عمل میں جو فرق ہے قرآن اس فرق کو واضح کرتا ہے۔ دنیا میں ایسے عناصر، ایسی قوتیں اور ان کی ایسی مختلف شکلیں اور بناوٹیں موجود ہیں جو زندگی کی ترقی اور نشوونما کے لئے سودمند ہیں لیکن محض ان کی موجودگی ربوبیت سے تعبیر نہیں کی جاسکتی۔ ایسا بونا قدرتِ الہی کی رحمت ہے مگر وہ بات نہیں ہے ربوبیت کہتے ہیں۔ ربوبیت یہ ہے کہ ان اشیاء کی بخشش و تقسیم کا بھی ایک نظام موجود ہے۔ مثلاً زندگی کے لئے پانی اور رطوبت کی ضرورت ہے لیکن پانی کی وافر موجودگی بجائے خود زندگی کے لئے کافی نہیں جب تک کہ ایک مقررہ مقدار اور ایک خاص وقت و انتظام کے ساتھ پانی موجود نہ ہو۔

قرآن کہتا ہے کہ یہ اللہ کی رحمت ہے جس نے پانی جیسا جو ہر حیات پیدا کر دیا لیکن یہ اس کی ربوبیت ہے جو پانی کو ایک ایک بوند کر کے ٹپکاتی، زمین کے گوشے گوشے تک پہنچاتی، ایک خاص مقدار اور حالت میں تقسیم کرتی، ایک خاص موسم اور محل میں برساتی اور پھر زمین کے ایک ایک تشنہ ذرے کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر سیراب کر دیتی ہے۔

وَ أَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً ۚ بِقَدَرٍ فَأَسْكَنَتْهُ فِي الْأَرْضِ ۚ وَ إِنَّا عَلَىٰ ذَهَابٍ بِهٖ لَقَدِيرُونَ ۝ فَانْشَأْنَا لَكُمْ بِهِ جَنَّاتٍ مِّنْ نَّحِيلٍ ۚ وَأَعْنَابٍ ۚ لَّكُمْ فِيهَا فَوَاقٍ كَثِيرَةٌ وَ مِنْهَا تَأْكُلُونَ ۝ (۲۳: ۱۸-۱۹)

اور (دیکھو) ہم نے آسمان سے ایک خاص انداز کے ساتھ پانی برسایا پھر اسے زمین میں ٹھہرائے رکھا اور ہم اس پر بھی قادر ہیں کہ (جس طرح برسایا تھا اسی طرح) اسے واپس لے جائیں، پھر (دیکھو) اسی پانی سے ہم نے کھجوروں اور انگوروں کے باغ پیدا کر دیے جس میں بے شمار پھل لگتے اور انہیں سے تم اپنی غذا بھی حاصل کرتے ہو۔

قرآن نے جا بجا اشیاء کی قدر اور مقدار کا ذکر کیا ہے یعنی اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ فطرتِ کائنات جو کچھ بخشتی ہے ایک خاص اندازہ کے ساتھ بخشتی ہے اور یہ اندازہ ایک خاص نظام کے تحت ہوتا ہے۔
وَ اِنْ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهٗ ۚ وَ مَا نُنْزِلُهٗ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ ۝ (۱۵: ۲۱)
اور کوئی شے نہیں جس کے، ہمارے پاس ذخیرے موجود نہ ہوں لیکن ہمارا طریقِ کاریہ ہے کہ جو کچھ نازل کرتے ہیں ایک مقررہ مقدار میں نازل کرتے ہیں۔

وَ كُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۝ (۱۳: ۸)

اور اللہ کے نزدیک ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر ہے۔

اِنَّا كُلُّ شَيْءٍ خَلَقْنَهٗ بِقَدَرٍ ۝ (۵۴: ۴۹)

ہم نے جتنی چیزیں بھی پیدا کی ہیں ایک اندازہ کے ساتھ پیدا کی ہیں۔

غور کیجئے! دنیا میں صرف یہی نہیں ہے کہ پانی موجود ہے بلکہ ایک خاص نظم و ترتیب کے ساتھ موجود ہے۔ یہ کیوں ہے کہ پہلے سورج کی شعاعیں سمندر سے ڈول بھر بھر فضا میں چادریں بچھا دیں پھر ہواؤں کے جمونکے انہیں حرکت میں لائیں اور پانی کی بوندیں بنا کر ایک خاص وقت اور خاص محل میں برسائیں۔ پھر یہ کیوں ہے کہ جب کبھی پانی برے تو ایک خاص ترتیب اور مقدار ہی سے برے اور اس طرح برے کہ زمین کی بالائی سطح پر اس کی ایک خاص مقدار بہنے لگے اور ایک خاص مقدار زمین کے اندرونی خضوں میں جذب ہو جائے۔

کیوں ایسا ہوتا ہے کہ پہلے پہاڑوں کی چوٹیوں پر برف کے تودے جمتے ہیں۔ اور پھر موسم کی تبدیلی سے پکھلنے لگتے ہیں۔ پھر ان کے پکھلنے سے پانی کے سرچشمے اُبلنے لگتے ہیں۔ پھر چشموں سے دریا کی جدولیں بہنے لگتی ہیں پھر یہ جدولیں پیچ و خم کھاتی ہوئی دور دور تک دوڑ جاتی ہیں اور سیکڑوں ہزاروں میلوں تک زمین کو سیراب کر دیتی ہیں۔ کیوں یہ سب کچھ ایسا ہی ہوا۔ کیوں کسی دوسرے انداز سے نہ ہوا؟

قرآن اس کا جواب دیتا ہے اس لئے کہ کائنات ہستی میں ربوبیت الہی کا فرما ہے اور ربوبیت کا مقتضی یہی تھا کہ پانی اسی ترتیب سے بنے اور اسی ترتیب و مقدار سے تقسیم ہو۔ یہ رحمت و حکمت تھی جس نے پانی پیدا کیا لیکن یہ ربوبیت ہے جو اسے اس طرح کام میں لائی کہ ہر مخلوق کی پرورش اور رکھوالی کی ضرورتیں پوری ہو گئیں۔

اللَّهُ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيحَ فَتُبْرِ سَحَابًا فَيَبْسُطُهُ فِي السَّمَاءِ كَيْفَ يَشَاءُ وَ يَجْعَلُهُ كِسْفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلَالِهِ ۚ فَإِذَا أَصَابَ بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ○ (۴۸: ۳۰)

یہ اللہ ہی کی کار فرمائی ہے کہ پہلے ہوائیں چلتی ہیں پھر ہوائیں بادلوں کو چھیڑ کر حرکت میں لاتی ہیں پھر وہ جس طرح چاہتا ہے انہیں فضا میں پھیلا دیتا ہے اور انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے پھر تم دیکھتے ہو کہ بادلوں میں سے مینہ نکل رہا ہے پھر جن لوگوں کو بارش کی یہ برکت ملنی تھی مل چکتی ہے تو وہ اچانک خوش وقت ہو جاتے ہیں۔

زندگی کے لئے جن چیزوں کی سب سے زیادہ ضرورت تھی انہی کی بخشائش سب سے زیادہ اور عام ہے اور اسی طرح جن کی ضرورت خاص خاص حالتوں میں یا خاص خاص موقعوں کے لئے تھی ان میں اختصاص اور مقامیت پائی جاتی ہے۔ ہوا سب سے زیادہ ضروری تھی کیونکہ پانی اور غذا کے بغیر کچھ عرصہ تک زندگی ممکن ہے مگر ہوا کے بغیر ممکن نہیں۔ پس اس کا سلمان استنا وافر اور عام ہے کہ زمین کا کوئی گوشہ نہیں جو کسی وقت بھی اس سے خالی ہو، ہوا کے بعد دوسرے درجے پر پانی ہے اس لئے اس کی بخشائش کی فراوانی اور عمومیت کا درجہ ہوا کے بعد ہے۔ دنیا کے ہر حصہ میں زمین کے اوپر ہر طرف دریا رواں ہیں اور زمین کے نیچے بھی پانی کے سوتے بہ رہے ہیں۔ پھر ان دونوں ذخیروں کے علاوہ فضائے آسمانی کا بھی کارخانہ ہے جو شب و روز سرگرم کار رہتا ہے وہ سمندر کا شورابہ کھینچتا ہے اسے صاف و شیریں بنا کر جمع کرتا رہتا ہے پھر حسب ضرورت زمین کے حوالے کر دیتا ہے۔ ہوا اور پانی کے بعد غذا کی ضرورت تھی لہذا ہوا اور پانی

سے کم اور تمام چیزوں سے زیادہ اس کا دسترخوانِ کرم پورے کرۂ ارض پر بچھا ہوا ہے اور کوئی مخلوق نہیں جس کے آگے اس کی غذا کا ذخیرہ موجود نہ ہو۔

پھر سلمان پرورش کے اس عالمگیر نظام پر غور کرو تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام کارخانہ صرف اس لئے بنا ہے کہ زندگی بخشنے اور زندگی کی ہر استعداد کی رکھوالی کرے، سورج اس لئے ہے کہ روشنی کے لئے چراغ اور گرمی کے لئے تنور کا کام دے اور اپنی کرنوں کے ڈول بھر بھر کر سمندر سے پانی کھینچتا رہے۔ ہوائیں اس لئے ہیں کہ اپنی سردی اور گرمی سے مطلوبہ اثرات پیدا کرتی رہیں۔ کبھی پانی کے ذرات جا کر ابر کی چادر میں بنادیں اور کبھی ابر کو پانی بنا کر برسا دیں۔ زمین اس لئے ہے کہ نشوونما کے خزانوں سے ہمیشہ معمور رہے اور ہر دانے کے لئے اپنی گود میں زندگی اور ہر پودے کے لئے اپنے سینے میں پروردگی رکھے۔ مختصر یہ کہ کارخانہ بستی کا ہر گوشہ صرف اسی کام میں لگا ہوا ہے، ہر قوت اپنی استعداد کا مظاہرہ کر رہی ہے اور ہر علت اپنی تاثیر کے اظہار میں لگی ہوئی ہے۔ جو نہی کسی وجود میں بڑھنے اور نشوونما پانے کی استعداد پیدا ہوتی ہے۔ معاً تمام کارخانہ بستی اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ سورج کی تمام کار فرمائیاں فضا کے تمام تغیرات زمین کی تمام قوتیں اور عناصر کی تمام سرگرمیاں صرف اسی انتظار میں رہتی ہیں کہ کب چیونٹی کے انڈے سے ایک بچہ پیدا ہوتا ہے اور کب دبقان کی جمحولی سے ایک دانہ زمین پر گرتا ہے۔

وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُونَ ○ (۱۳: ۴۵)

اور آسمان و زمین میں جو کچھ بھی ہے سب کو اللہ نے تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے بلاشبہ ان لوگوں کے لئے جو غور و فکر کرنے والے ہیں اس بات میں (معرفتِ حقیقی کی) بڑی ہی نشانیاں ہیں۔

مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ سب سے زیادہ عجیب مگر سب سے زیادہ نمایاں حقیقت نظامِ ربوبیت کی یکسانیت اور ہم آہنگی ہے۔ یعنی ہر وجود کی پرورش کا سر و سلمان جس طرح اور جس اسلوب پر کیا گیا ہے وہ ہر گوشے میں ایک ہی ہے اور ایک ہی اصل و قاعدہ رکھتا ہے۔ پتھر کا ایک ٹکڑا کلاب کے شاداب اور عطریز پھول سے کتنا ہی مختلف دکھائی دے لیکن دونوں کو ایک ہی طریقہ سے سلمان پرورش ملا ہے اور دونوں ایک ہی طرح سے پالے پوسے جا رہے ہیں۔ ایک انسان کا بچہ اور درخت کا ایک پودا، بظاہر دو الگ الگ حیثیتوں کے مظہر دکھائی دیتے ہیں لیکن ان کی نشوونما کے طریقوں کا کھوج لگانے سے پتا چلتا ہے کہ قانون کی پرورش کی یکسانیت نے دونوں کو ایک ہی رشتے میں منسلک کر دیا ہے۔ پتھر کی چٹان ہو یا پھول کی کلی، انسان کا بچہ ہو یا چیونٹی کا انڈا، سب کے لئے پیدائش کا وقت مقرر ہے اور قبل اس کے کہ پیدائش ظہور میں آئے سلمان پرورش مہیا ہو جاتا ہے۔ پھر یکے بعد دیگرے طفولیت، رشد و بلوغ، شباب، سنِ کمال اور بالآخر ضعف و انحطاط کی منزلیں آتی ہیں، زندگی کے ظہور، نشوونما اور زوال و انحطاط کا افسوس سب کے لئے یکساں ہے۔

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْقَدِيرُ (۵۴: ۳۰)

یہ اللہ ہی کی کار فرمائی ہے کہ اس نے تمہیں اس طرح پیدا کیا ہے کہ پہلے ناتوانی کی حالت ہوتی ہے پھر ناتوانی کے بعد قوت آتی ہے۔ پھر قوت کے بعد دوبارہ ناتوانی اور بڑھاپا ہوتا ہے، وہ جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ وہ علم اور قدرت رکھنے والا ہے۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهُ يَنَابِيعٌ فِي الْأَرْضِ ۚ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ ثُمَّ يَهْبِجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهُ حُطَامًا ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرًا لِأُولِي الْأَلْبَابِ ۝ (۲۱: ۳۹)

کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے آسمان سے پانی برسایا زمین میں اس کے چشمے رواں ہو گئے پھر اسی پانی سے رنگ برنگ کی کمیتیاں لہلہا اٹھیں پھر ان کی نشوونما میں ترقی ہوئی اور پوری طرح پک کر تیار ہو گئیں۔ پھر (ترقی کے بعد زوال طاری ہوا اور) تم دیکھتے ہو کہ ان پر زردی چھا گئی بالآخر خشک ہو کر چور چور ہو گئیں۔ بلاشبہ دانشمندوں کے لئے اس صورت حال میں بڑی ہی عبرت ہے۔

جہاں تک غذا کا تعلق ہے، حیوانات میں ایک قسم ان جانوروں کی ہے جن کے بچے دودھ سے پرورش پاتے ہیں اور ایک اُن کی ہے جو عام غذاؤں سے پرورش پاتے ہیں۔ غور کرو! نظام ربوبیت نے دونوں کی پرورش کے لئے کیا عجیب سروسلماں مہیا کر دیا ہے۔ انسان کو لے لو۔ جو نہی وہ پیدا ہوتا ہے اس کی غذا اپنی ساری خاصیتوں اور مناسبتوں کے ساتھ خود بخود مہیا ہو جاتی ہے۔ اور ایسی جگہ سے مہیا ہوتی ہے جو اس کے لیے سب سے قریب اور موزوں ہے۔ ماں اپنے بچے کو جوش اور محبت میں سینے سے لگا لیتی ہے اور وہیں اس کی غذا کا سرچشمہ بھی موجود ہوتا ہے۔ پھر دیکھو! اس غذا کی نوعیت، مزاج میں اس کی حالت کا درجہ بدرجہ کس قدر لحاظ رکھا گیا ہے اور کس طرح یکے بعد دیگرے اس میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ ابتدا میں بچہ کا معدہ اتنا کمزور ہوتا ہے کہ اسے بہت ہی ہلکے قوام کا دودھ ملنا چاہیے۔

چنانچہ نہ صرف انسان میں بلکہ تمام حیوانات میں ماں کا دودھ بہت ہی ہلکے قوام کا ہوتا ہے لیکن جوں جوں بچے کی عمر اور معدہ قوی ہوتا جاتا ہے، دودھ کا قوام بھی بدلتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بچے کا عہد رضاعت پورا ہو جاتا ہے اور پھر اس کا معدہ عام غذاؤں کے ہضم کرنے کی استعداد پیدا کر لیتا ہے اور اس منزل پر ماں کا دودھ خشک ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ یہ گویا ربوبیت الہی کا اشارہ ہوتا ہے کہ اب اس کے دودھ کی ضرورت نہیں ہے بلکہ وہ ہر طرح کی غذا استعمال کر سکتا ہے۔

حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۖ وَحَمَلُهُ وَفِصْلُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا ۖ (۱۵: ۴۶)

اس کی ماں نے اسے تکلیف کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور تکلیف کے ساتھ جنا اور حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت (کم از کم) تیس مہینوں کی ہے۔

پھر دیکھو! کار سازِ فطرت کی یہ کیسی کرشمہ سازی ہے کہ جوں جوں بچے کی عمر بڑھتی جاتی ہے۔ محبتِ مادری کا یہ شعلہ خود بخود دھیمّا پڑتا جاتا ہے۔ یہ محبتِ مادری ہے جو ماں کے دل میں شریف ترین جذبات کو نشوونما دیتی ہے اور اپنے بچے کی خاطر وہ بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہیں کرتی۔ پھر جوں جوں بچہ بڑھتا جاتا ہے۔ محبتِ مادری کے جذبے کی شدت کم ہوتی جاتی ہے اور پھر ایک وقت آتا ہے جب کہ یہ جذبہ حیوانات میں تو بالکل باقی نہیں رہتا لیکن انسان میں بھی اس کی گرمجوشیاں باقی نہیں رہتیں۔ ایسا کیوں ہوتا ہے کہ بچے کے پیدا ہوتے ہی محبت کا ایک عظیم ترین جذبہ ماں کے دل میں موجزن ہو جائے اور پھر ایک خاص وقت تک قائم رہ کر رفتہ رفتہ غائب ہو جائے اس لئے کہ نظامِ ربوبیت کی کار فرمائی ہے اور اس کا مقتضی یہی تھا۔ ربوبیت چاہتی ہے کہ جب تک بچے کو پرورش کی احتیاج باقی رہے اس کی پرورش ہو اس لئے ماں کی محبت میں بھی بچے کی پرورش کا جوش اتنا ہی زیادہ تھا جب بچے کی عمر اس حد تک پہنچ گئی کہ ماں کی پرورش کی احتیاج باقی نہ رہی، تو اس ذریعہ کی ضرورت بھی باقی نہ رہی۔ اب اس کا باقی رہنا ماں کے لئے بوجھ اور بچے کی نشوونما کے لئے رکاوٹ بن جاتا ہے۔ بچے کی احتیاج کا سب سے نازک وقت اس کی نئی نئی طفولیت تھی اس لئے ماں کی محبت میں بھی سب سے زیادہ جوش اسی وقت تھا پھر جوں جوں بچہ بڑھتا گیا یہ احتیاج کم ہوتی گئی۔ بلاشبہ ماں کی محبت اپنے بچے کے لئے ہمیشہ زندہ رہتی ہے چاہے وہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو جائے۔ لیکن اس کی محض ایک سماجی قدر ہوتی ہے۔ بچے کی طفولیت کے عہد میں محبتِ مادری کا جو فطری اور جبلّی جوش ہوتا ہے وہ کچھ اور ہی ہوتا ہے۔

انسان اور حیوانات کے بچوں کی پرورش میں ضرور تھوڑا سا فرق ہوتا ہے۔ مثلاً جب انڈے سے مرغی کا بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کی جسمانی ساخت اور طبیعت دودھ پینے والے بچوں سے مختلف ہوتی ہے وہ اول دن سے ہی معمولی اور عام غذائیں کھا سکتے ہیں۔ بشرطیکہ کھلانے کے لئے کوئی شفیق نگران موجود ہو، چنانچہ جوں ہی مرغی کا بچہ انڈے سے نکلتا ہے اپنی غذا ڈھونڈنے لگتا ہے اور ماں چن چن کر غذا اس کے سامنے ڈالتی جاتی ہے اور منہ میں لے کر کھانے کا طریقہ بتاتی جاتی ہے یا ایسا کرتی ہے کہ خود کھا لیتی ہے مگر ہضم نہیں کرتی۔ اپنے اندر اسے ہلکا اور نرم بنا کر محفوظ رکھتی ہے اور جب بچہ اپنی غذا کے لئے منہ کھولتا ہے تو اس میں اتار دیتی ہے۔

ربوبیت معنوی:

پھر اس سے بھی عجیب تر نظامِ ربوبیت کا معنوی پہلو ہے۔ خارج میں زندگی اور پرورش کا کتنا ہی سروسامان کیا جاتا، مفید نہیں ہو سکتا تھا۔ اگر ہر وجود کے اندر اس سے کام لینے کی ٹھیک ٹھیک استعداد و تربیت نہ ہوتی۔ پس یہ ربوبیت ہی کا فیضان ہے کہ ہر مخلوق کی ظاہری اور باطنی بناوٹ اس طرح کی واقع ہوئی ہے کہ اس کی ہر قوت اس کے

مسلمان پرورش کی نوعیت کے مطابق ہوتی ہے اور اس کی ہر چیز اسے زندہ رہنے اور نشوونما پانے میں مدد دیتی ہے کوئی مخلوق اپنے جسم و قویٰ کی ایسی نوعیت نہیں رکھتی جو اس کے حالات پرورش کے تقاضوں کے خلاف ہو۔ اس سلسلہ میں مولانا آزاد نے زندگی کی دو حقیقتوں کو نمایاں کیا ہے جن کی طرف قرآن نے بار بار متوجہ کیا ہے ایک وہ جسے تقدیر کہتے ہیں انگریزی میں اس کے لئے ”قسمت“ کا عام سا لفظ استعمال کیا جاتا ہے اور دوسری حقیقت عبارت ہے ”ہدایت“ سے۔

تقدیر:

تقدیر کے معنی کسی چیز کے لئے ایک خاص طرح کی حالت ٹھہراؤ دینے کے ہیں۔ خواہ یہ ٹھہراؤ کیفیت میں ہو یا کیفیت میں چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ فطرت نے ہر وجود کی جسمانی ساخت اور معنوی قویٰ کے لئے ایک خاص طرح کا اندازہ ٹھہرا دیا ہے جس سے وہ باہر نہیں جاسکتا اور یہ اندازہ ایسا ہے جو اس کی زندگی اور نشوونما کے تمام احوال و ظروف سے ٹھیک ٹھیک مناسبت رکھتا ہے:

وَ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقْدَرَهُ تَقْدِيرًا (۲: ۲۵)

اور اس نے تمام چیزیں پیدا کیں پھر ہر چیز کے لئے (اس کی حالت اور ضرورت کے مطابق) ایک خاص اندازہ ٹھہرا دیا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کیا بات ہے کہ ہر گرد و پیش میں اور اس کی پیداوار میں ہمیشہ مطابقت پائی جاتی ہے اور ایسا کیوں ہے کہ ہر مخلوق اپنی ظاہری و باطنی بناوٹ میں ویسی ہی ہوتی ہے جیسا کہ اس کا گرد و پیش ہے اور ہر گرد و پیش ویسا ہی ہوتا ہے جیسی اس کی مخلوقات ہوتی ہے؟ ایسا اس لئے ہوتا ہے کہ یہ اس کے حکیم و قدیر کی ٹھہرائی ہوئی تقدیر ہے اور اس نے ہر چیز کی خلقت و زندگی کے لئے ایسا ہی اندازہ مقرر کر دیا ہے اس کا یہ قانون تقدیر صرف حیوانات و نباتات کے لئے ہی نہیں ہے بلکہ کائنات ہستی کی ہر چیز کے لئے ہے یہاں تک کہ سیاروں کا نظام بھی اسی سے وابستہ ہے۔

وَ الشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۚ ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۝ (۳۸: ۳۶)

اور (دیکھو) سورج کے لئے جو قرار گاہ ٹھہرا دی گئی ہے، وہ اسی پر چلتا ہے اور یہ عزیز و علیم خدا کی، اس کے لئے تقدیر ہے۔

مخلوقات اور اس کے گرد و پیش کی مطابقت کا یہی قانون ہے جس نے دونوں میں باہم گر مناسبت پیدا کر دی ہے اور ہر مخلوق اپنے چاروں طرف وہی پاتی ہے جس میں اس کے لئے پرورش اور نشوونما کا مسلمان ہوتا ہے اڑنے والا پرند، تیرنے والی مچھلی چلنے والے چوپائے، رنگنے والے حشرات ان میں سے ہر ایک کو ویسا ہی جسم ملا ہے جو اس کے

گرد و پیش کے لئے موزوں ہے۔ دریا میں پرند نہیں پیدا ہوتا اس لئے کہ گرد و پیش اس کے تقاضائے پرورش کے مطابق نہیں۔ خشکی میں مچھلی پیدا نہیں ہوتی کیونکہ خشکی اس کی حیات کے لئے موزوں نہیں، اگر فطرت کی اس تقدیر کے خلاف ایک خاص گرد و پیش کی مخلوق دوسرے قسم کے ماحول میں چلی جاتی ہے تو یا تو وہاں زندہ نہیں رہتی یا زندہ رہتی ہے تو پھر بتدریج اس کی جسمانی ساخت اور طبیعت بھی ویسی ہی ہو جاتی ہے جیسی اس کے گرد و پیش میں ہونی چاہیے۔ پھر ان میں سے ہر نوع کے لئے مقامی مؤثرات کے مختلف گرد و پیش ہیں سرد آب و ہوا کی پیداوار سرد آب و ہوا کے لئے ہے اور گرم آب و ہوا کی مخلوق گرم آب و ہوا کے لئے ہے۔ قطب شمالی کے قرب و جوار کا کچھ خط استواء کے قرب میں نظر نہیں آسکتا اور منطقہ حارہ کے جانور منطقہ بارودہ میں مفقود ہیں اور یہی قانون فطرت یا قانون تقدیر ہے۔ آئیے ہم ربوبیت کے دوسرے عنصر یعنی ہدایت پر نظر ڈالیں:-

ہدایت:

ہدایت کے معنی راہ دکھانے، راہ پر لگانے اور رہنمائی کرنے کے ہیں اور اس کے مختلف مراتب و اقسام ہیں جن کی تفصیل آگے آئے گی۔ یہاں صرف اس ابتدائی مرتبہ ہدایت کا ذکر کرنا ہے جو تمام مخلوقات پر ان کی پرورش کی ضروری راہیں کھولتا، انہیں زندگی کی راہ پر لگاتا اور ضروریات زندگی کی طلب و حصول میں رہنمائی کرتا ہے۔ فطرت کی یہ ہدایت ربوبیت کی ہدایت ہے اور اگر یہ ہدایت ربوبیت کی دستگیر نہ ہوتی تو ممکن نہ تھا کہ کوئی مخلوق بھی دنیا کے سلمان حیات و پرورش سے فائدہ اٹھا سکتی اور زندگی کی سرگرمیاں ظہور میں آسکتیں۔ اس کے بغیر سازِ ہستی ہی خاموش ہو جاتا۔ قرآن کہتا ہے کہ یہ ہدایت وجدان کا فطری الہام اور حواس و ادراک کی قدرتی استعداد ہے۔ یہ فطرت کی رہنمائی ہے۔ ہمارے اندر پہلے وجدان کا الہام بن کر نمودار ہوتی ہے پھر حواس و ادراک کا چراغ روشن کر دیتی ہے۔ یہی وہ باطنی قوت ہے جو ہر مخلوق کو زندگی اور پرورش کی راہوں پر لگا دیتی ہے۔ انسان کا بچہ ہو یا حیوان کا، جوں ہی شکمِ مادر سے باہر آتا ہے جبلی طور پر معلوم کر لیتا ہے کہ اس کی غذا ماں کے سینے میں ہے اور جب پستانِ منہ میں لیتا ہے تو خود بخود انہیں چوسنا شروع کر دیتا ہے۔ بلی کے بچوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ ابھی ابھی پیدا ہوئے ہیں، ان کی آنکھیں بھی نہیں کھلی ہیں لیکن ناں جوشِ محبت میں انہیں چٹ رہی ہے اور وہ اس کے سینے پر منہ مار رہے ہیں۔ یہ بچہ جس نے عالمِ ہستی میں ابھی ابھی قدم رکھا ہے جسے خارج کے مؤثرات نے چھوا تک نہیں، جبلی طور پر معلوم کر لیتا ہے کہ اسے پستانِ منہ میں لینا چاہیے اور اس کی غذا کا سرچشمہ یہیں ہے۔ یہی وہ وجدانی ہدایت ہے جو قبل اس کے کہ حواس و ادراک کی روشنی نمودار ہو، بچے کو اس کی پرورش و زندگی کی راہوں پر لگا دیتی ہے۔

اگر تمہارے گھر میں بلی ہے تو تم نے دیکھا ہو گا کہ جب وہ حلالہ ہوتی ہے تو کیا کرتی ہے؟ سمجھو کہ وہ پہلی مرتبہ حلالہ ہوتی ہے، اس حالت کا اسے کوئی تجربہ نہیں لیکن جو نہی وضعِ حمل کا وقت قریب آتا ہے وہ کسی محفوظ گوشے کی جستجو

شروع کرتی ہے اور کسی مناسب جگہ کے لئے مکان کا ایک ایک کونہ دیکھتی پھرتی ہے، پھر خود بخود ایک علیحدہ اور محفوظ ترین گوشہ چھانٹ لیتی ہے اور وہاں بچہ دیتی ہے۔ پھر یہ کایک اس کے اندر بچے کی حفاظت کی طرف سے ایک مجہول خطرہ پیدا ہو جاتا ہے اور وہ یکے بعد دیگرے اپنی جگہ بدلتی رہتی ہے۔ یہ کون سی قوت ہے جو بلی کے اندر یہ خیال پیدا کرتی ہے کہ وہ اپنے پیدا ہونے والے بچے کے لئے کوئی محفوظ جگہ تلاش کرے۔ کیوں کہ عنقریب اسے جگہ کی ضرورت ہوگی۔ یہ کونسا الہام ہے جو اسے خبردار کر دیتا ہے کہ بلا بچوں کا دشمن ہے اور ان کی بوسہ نکھتا پھرتا ہے اس لئے جگہ بدلتے رہنا چاہیے۔ بلاشبہ یہ ربوبیت الہی کی وجدانی کیفیت و ہدایت ہے جس کا الہام ہر مخلوق کے اندر اپنی نمود رکھتا ہے اور جو ان پر زندگی اور پرورش کی تمام راہیں کھول دیتا ہے۔

ہدایت کا دوسرا مرتبہ حواس اور مدارکات ذہنی کی ہدایت ہے اگرچہ حیوانات اس جوہر دماغ سے محروم ہیں جسے فکر و عقل سے تعبیر کیا جاتا ہے تاہم فطرت نے انہیں بھی ان کی ضرورت کے مطابق احساس و ادراک کی اتنی قوت عطا کر دی ہے جو انہیں اپنی زندگی اور معیشت کے لئے درکار تھی اور جس کی مدد سے وہ اپنے رہنے سہنے، کھانے پینے، توالد و تناسل اور حفاظت و نگرانی کے تمام وظائف حسن و خوبی کے ساتھ انجام دیتے رہتے ہیں لیکن حواس و ادراک کی یہ ہدایت ہر حیوان کے لئے ایک ہی طرح کی نہیں ہے بلکہ ہر ایک کو اس کی ضرورت اور مقتضیات کے مطابق عطا کی گئی ہے، حیوان کی قوت شلہ بہت دور رس ہوتی ہے اسے اسی قوت کے ذریعہ سے اپنی غذا حاصل کرنا ہوتی ہے۔ چیل اور عقاب کی نگاہ بہت تیز ہوتی ہے کیونکہ اگر ان کی نگاہ تیز نہ ہو تو بلندی میں پرواز کرتے ہوئے وہ اپنا شکار نہ دیکھ سکیں، یہ سوال بالکل غیر ضروری ہے کہ حیوانات کے حواس و ادراک کی یہ حالت اول دن سے تھی یا احوال و ظروف کی ضروریات اور قانون مطابقت کے موثرات سے بتدریج ظہور میں آئی ہے اس لئے کہ خواہ کوئی صورت ہو بہر حال یہ فطرت کی بخشی ہوئی استعداد ہے۔

اب یہ بات واضح ہو گئی کہ قرآن کے مطابق ہر مخلوق کے لئے اس کی پرورش و معیشت کا ایک مکمل نظام کارفرما ہے جو ربوبیت الہی کا مظہر ہے۔ یہی ربوبیت الہی ہے جس نے ہر وجود کو اس کی ساخت اور بناوٹ کے لحاظ سے مناسب و موزوں سلمان پرورش (تسویہ) عطا کیا اور ہر مخلوق کے لئے اس کے خواص کے مطابق ایک خاص طرح کا اندازہ (تقدیر) ٹھہرا دیا۔ اور پھر ہر مخلوق کو ایک ایسا خارجی اور معنوی ادراک (ہدایت) بخشا کہ وہ دنیا کے سلمان حیات سے پرورش و معیشت کا پوری طرح فائدہ اٹھا سکے۔ قرآن نے ربوبیت کے ان مراتب کا بطور خاص ذکر کیا ہے۔ قرآن کہتا ہے:

الَّذِي خَلَقَ فَسَوَّى ۖ وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَى ۖ ﴿۸۷﴾ (۲ - ۳)

وہ پروردگار عالم جس نے پیدا کیا پھر اسے ٹھیک ٹھیک درست کر دیا اور جس نے ہر وجود کے لئے ایک اندازہ ٹھہرا دیا پھر اس پر راہ (عمل) کھول دی۔

غایت حقیقی:

اس طرح قرآن نے ان مظاہر تخلیق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جو کائنات حیات میں سرگرم عمل ہیں، ربوبیت الہی کے مراتب بیان کئے ہیں۔ جس کی غرض و غایت یہ ہے کہ نہ صرف توحید الہی کا ثبوت فراہم کیا جائے بلکہ ذہن انسانی پر یہ امر بھی آشکارا کر دیا جائے کہ کائنات خلقت اور اس کی ہر مخلوق کی بناوٹ کچھ اس طرح واقع ہوئی ہے کہ ہر چیز ایک خاص مقصد کے تحت ایک خاص نظام و قانون میں باہم کر منسلک ہے اور کوئی چیز ایسی نہیں جو حکمت و مصلحت سے خالی ہو۔

خَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ ۝ (۲۹: ۴۴)

اللہ نے آسمانوں کو اور زمین کو حکمت اور مصلحت کے ساتھ پیدا کیا ہے اور بلاشبہ اس بات میں ارباب ایمان کے لئے (معرفت حق کی) ایک بڑی سی نشانی ہے۔

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا ۖ (۳: ۱۹۱)

اے ہمارے پروردگار یہ سب کچھ تو نے اس لئے نہیں پیدا کیا ہے کہ محض ایک بیکار و عبث سا کام ہو۔ تخلیق کے اس مقصدی پہلو کو مولانا آزاد نے 'تخلیق بالحق' سے تعبیر کیا ہے۔ 'بالحق' کا لفظ قرآن میں کئی جگہ آیا ہے جس کا مقصد اس بات پر توجہ دلاتا ہے کہ کائنات ہستی کی کوئی چیز ایسی نہیں جس میں زندگی کے لئے افادہ و فیضان نہ ہو فطرت خودیہ چاہتی ہے کہ جو کچھ وہ بنائے اس طرح بنائے کہ اس میں وجود اور زندگی کے لئے نفع و راحت ہو۔

خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ اللَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَ يُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى اللَّيْلِ ۚ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۚ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ (۳۹: ۵)

اس نے آسمانوں اور زمینوں کو حکمت و مصلحت کے ساتھ پیدا کیا ہے اس نے رات دن کے اختلافات اور ظہور کا ایسا انتظام کر دیا کہ رات، دن پر لپٹی جاتی ہے اور دن، رات پر لپٹا آتا ہے اور سورج چاند دونوں کو اس کی قدرت نے مسخر کر رکھا ہے۔ سب (اپنی اپنی جگہ) اپنے مقررہ وقت تک کے لئے گردش کر رہے ہیں۔

هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسُ ضِيَاءً وَ الْقَمَرَ نُورًا وَ قَدَرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَ الْحِسَابَ ۚ مَا خَلَقَ اللَّهُ ذَلِكَ إِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝ (۱۰: ۵)

وہ (کار فرمائے قدرت) جس نے سورج کو درخشندہ اور چاند کو روشن بنایا اور پھر چاند کی گردش کے لئے منزلیں ٹھہرا دیں تاکہ تم برسوں کی گنتی اور اوقات کا حساب معلوم کر لو۔ بلاشبہ اللہ نے یہ سب کچھ پیدا نہیں کیا ہے مگر حکمت و مصلحت کے ساتھ وہ ان تمام لوگوں کے لئے جو جاتے والے ہیں (علم و معرفت) کی نشانیاں الگ الگ کر کے واضح کر دیتا

ہے۔

فطرت کے جمال و زیبائی کے لئے بھی یہی 'بالحق' کا لفظ استعمال کیا ہے یعنی کائنات میں تحسین و آرائش کا قانون کام کر رہا ہے جو چاہتا ہے کہ جو کچھ بنے ایسا بنے کہ اس میں حسن و جمال اور خوبی و کمال ہو۔

خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ (۳: ۶۴)

اس نے آسمانوں کو اور زمینوں کو حکمت و مصلحت کے ساتھ پیدا کیا اور تمہاری صورتیں بنائیں تو نہایت حسن و خوبی سے بنائیں۔

اسی لئے وہ قانون مجازات پر (یعنی جزا اور سزا کے قانون پر) اسی "تخلیق بالحق" سے استشہاد کرتا ہے۔ دنیا میں ہر چیز کوئی نہ کوئی خاصہ رکھتی ہے جو اپنے عمل سے ایک خاص نتیجہ پیدا کرتی ہے اور یہ تمام خواص و نتائج لازمی اور اٹل ہیں پھر کیونکر ممکن ہے کہ انسانی اعمال میں بھی اچھے اور برے خواص نہ ہوں۔ اور ان کے ویسے ہی نتائج برآمد نہ ہوں جو قانون فطرت دنیا کی ہر چیز میں اچھے برے کا امتیاز رکھتا ہے کیا انسان کے اعمال میں امتیاز سے غافل ہو جائے گا؟

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۚ سَوَاءٌ نَحْيَاهُمْ وَنَمَاتُهُمْ ۖ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ۝۴ وَخَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝ (۲۱: ۴۵ - ۲۲)

جو لوگ برائیاں کرتے ہیں کیا وہ سمجھتے ہیں ہم انہیں ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور جن کے اعمال اچھے ہیں؟ یعنی دونوں برابر ہو جائیں۔ زندگی میں بھی اور موت میں بھی اگر ان لوگوں کی فہم و دانش کا فیصلہ یہی ہے تو کیا ہی برا ان کا فیصلہ ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے آسمانوں کو اور زمین کو حکمت و مصلحت کے ساتھ پیدا کیا ہے اور اس لئے پیدا کیا ہے کہ ہر جان اپنی کمائی کے مطابق بدلہ پالے اور ایسا نہیں ہو گا کہ ان کے ساتھ نا انصافی ہو۔

معاد یا مرنے کے بعد کی زندگی پر بھی اسی 'تخلیق بالحق' سے استشہاد کیا گیا ہے۔ کائنات کی ہر چیز کوئی نہ کوئی مقصد اور منتہی رکھتی ہے۔ پس ضروری ہے کہ انسانی وجود کے لئے بھی کوئی نہ کوئی مقصد اور منتہی ہو اور یہ منتہی آخرت کی زندگی ہے کیونکہ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ کائنات ارضی کی یہ بہترین مخلوق صرف اسی لئے پیدا ہو اور چند دن جی کر فنا ہو جائے۔

أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا فِي أَنْفُسِهِمْ ۚ مَا خَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَائِ رَبِّهِمْ لَكَفِرُونَ ۝ (۸: ۳۰)

کیا ان لوگوں نے کبھی اپنے دل میں اس بات پر غور نہیں کیا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے محض بیکار و عبث نہیں بنایا ہے ضروری ہے کہ حکمت و مصلحت کے ساتھ بنایا ہو اور اس کے لئے ایک مقررہ وقت

ٹھہرا دیا ہوا اصل بات یہ ہے کہ انسانوں میں بہت لوگ ایسے ہیں جو اپنے پروردگار کی ملاقات سے یک قلم منکر ہیں۔

ربوبیت — توحید پر استدلال:

اس موقع پر یہ بات بطور خاص قابل ذکر ہے کہ قرآن نے مظاہر کائنات کے جن مقاصد و مصلح سے استدلال کیا ہے ان میں سب سے زیادہ عام استدلال ربوبیت کا استدلال ہے مثلاً توحید باری کے تعلق سے اس کا استدلال یہ ہے کہ کائنات کے تمام اعمال و مظاہر کا اس طرح واقع ہونا کہ ہر چیز پرورش کرنے والی اور ہر تاثیر زندگی بخشنے والی ہے اور پھر ایک ایسے نظام ربوبیت کا موجود ہونا جو ہر حالت کی رعایت کرتا اور ہر طرح کی مناسبت ملحوظ رکھتا ہے ہر انسان کو وجدانی طور پر یقین دلاتا ہے کہ ایک ہستی موجود ہے جو ساری کائنات کو زندگی بخشتی ہے اور تمام مخلوقات کی پرورش کرتی ہے اور اسی لئے ایسی تمام صفات سے متصف ہے جس کی جلوہ آرائی کے بغیر نظام کائنات کا ایسا کامل اور بے عیب کارخانہ ہرگز وجود میں نہیں آسکتا تھا۔

وہ سوال کرتا ہے کہ کیا انسانی وجدان یہ باور کر سکتا ہے کہ نظام حیات کا یہ سارا کارخانہ خود بخود عالم وجود میں آگیا ہے اور کوئی ارادہ، کوئی حکمت، اس کے اندر کارفرما نہیں ہے؟ کیا یہ ممکن ہے کہ اس کارخانہ وجود کا کوئی کارساز نہ ہو؟ کیا یہ پورا نظام حیات محض ایک اندھی بہری فطرت، بے جان مادے اور بے حس الکٹرون کا مظہر ہے اور عقل و ارادہ رکھنے والی کوئی ہستی موجود نہیں ہے؟

اگر ایسا ہی ہے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ پروردگاری اور کارسازی کا عمل تو ہر جگہ موجود ہے مگر کوئی پروردگار اور کارساز موجود نہیں، نظم موجود ہے مگر ناظم موجود نہیں، رحمت موجود ہے مگر کوئی رحیم موجود نہیں یعنی سب کچھ موجود ہے مگر کوئی موجود نہیں انسان کی فطرت مشکل ہی سے یہ باور کر سکتی ہے کہ عمل بغیر کسی عامل کے، نظم بغیر کسی ناظم کے، قیام بغیر کسی قیوم کے، عمارت بغیر کسی معمار کے، نقش بغیر نقاش کے یعنی سب کچھ بغیر کسی موجود کے ظہور پذیر ہو سکتا ہے اس کا وجدان پکار اٹھتا ہے کہ ایسا ہونا ممکن نہیں اس کی فطرت اپنی بناوٹ میں ایک ایسا سانچہ لے کر آئی ہے جس میں یقین و ایمان ہی ڈھل سکتا ہے شک اور انکار کی اس میں سمائی نہیں۔

قرآن کہتا ہے، یہ بت انسان کے وجدانی اذعان کے خلاف ہے کہ وہ نظام کائنات کا مطالعہ کرے اور ایک ایسی ہستی کا یقین جو رب العالمین ہے، اس کے اندر جاگ نہ اٹھے وہ کہتا ہے کہ غفلت کی سرشاری اور سرکشی کے ہیجان میں انسان ہر چیز کا منکر ہو سکتا ہے لیکن اپنی فطرت سے انکار نہیں کر سکتا۔ وہ ہر چیز کے خلاف جنگ کر سکتا ہے لیکن اپنی فطرت کے خلاف ہتھیار نہیں اٹھا سکتا وہ جب اپنے چاروں طرف زندگی اور پروردگاری کا ایک عالمگیر کارخانہ پھیلا ہوا دیکھتا ہے تو اس کی اپنی فطرت اور اس کا اندرون صدا دیتا ہے کہ جو کچھ وہ دیکھ رہا ہے ضرور کوئی نہ کوئی اس کا بنانے والا اور پیدا کرنے والا بھی ہے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ قرآن کا اسلوب بیان یہ نہیں ہے کہ نظری مقدمات اور ذہنی مسلمات کی شکلیں ترتیب دے اور پھر ان پر دلیل و برہان کی عمارتیں اٹھائے بلکہ وہ انسان کے فطری وجدان و ذوق سے مخاطب ہوتا ہے، وہ کہتا ہے: خدا پرستی کا جذبہ انسانی فطرت کا خمیر ہے اگر ایک انسان اس سے انکار کرنے لگتا ہے تو یہ اس کی غفلت ہے اور ضروری ہے کہ اسے غفلت سے چومکا دینے کے لئے دلائل پیش کئے جائیں لیکن یہ دلائل ایسے نہیں ہونے چاہئیں۔ جو محض ذہنی کاوشوں کا مظہر ہوں، بلکہ ایسے ہونے چاہئیں جو اس کے نہاں خانہ دل پر دستک دے اور اس کے فطری وجدان کو بیدار کر دے۔ اگر اس کا وجدان بیدار ہو گیا تو پھر اثباتِ ایمان کے لئے بحث و دلیل کی کوئی ضرورت باقی نہ رہے گی بلکہ خود بخود ایمان کی روح اس کے اندر جاگ اٹھے گی۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن خود انسان کی فطرت ہی سے انسان پر حجت لاتا ہے۔

قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَ الْأَرْضِ أَمْنَ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَ الْأَبْصَارَ وَ مَنْ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ مَنْ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ ۖ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ ۖ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ۝ فَذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ الْحَقُّ ۖ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ ۚ فَإِنِّي تُصْرَفُونَ ۝ (۱۰ : ۳۱-۳۲)

وہ کون ہے جو آسمان میں (پھیلے ہوئے کارخانہ حیات) سے اور زمین (کی وسعت میں پیدا ہونے والے سامانِ رزق) سے تمہیں روزی بخش رہا ہے؟ وہ کون ہے جس کے قبضے میں تمہارا سننا اور دیکھنا ہے؟ وہ کون ہے جو بے جان سے جاندار کو اور جاندار سے بے جان کو نکالتا ہے؟ پھر وہ کون سی ہستی ہے جو یہ تمام کارخانہ خلقت اس نظم و نگرانی کے ساتھ چلا رہی ہے؟ (اے پیغمبر!) یقیناً وہ (بے اختیار بول اٹھیں گے) اللہ ہے (اس کے سوا کون ہو سکتا ہے) اچھا تم ان سے کہو جب تمہیں اس بات سے انکار نہیں تو پھر کیوں ایسا ہے کہ غفلت و سرکشی سے نہیں بچتے ہاں بے شک یہ اللہ ہی ہے جو تمہارا پروردگار برحق ہے اور جب یہ حق ہے تو حق کے ظہور کے بعد اسے نہ مانتا مگر ابھی نہیں تو اور کیا ہے۔ (افسوس تمہاری سمجھ پر) تم حقیقت سے منہ پھرالے کہاں جا رہے ہو۔

ایک دوسرے موقع پر قرآن پوچھتا ہے:

أَمْنَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَ الْأَرْضِ وَ أَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً ۖ فَانْبَتْنَا بِهِ حَدَائِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُنْبِتُوا شَجَرَهَا ۚ ؕ إِنَّهُ مَعَ اللَّهِ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَعْدِلُونَ ۚ ؕ أَمْنَ جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا وَ جَعَلَ خِلَالَهَا أَنْهَارًا وَ جَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَ جَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ۚ ؕ إِنَّهُ مَعَ اللَّهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۚ ؕ أَمْنَ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَ يَكْشِفُ السُّوءَ وَ يَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ ۚ ؕ إِنَّهُ مَعَ اللَّهِ ۚ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ ۚ ؕ أَمْنَ يَهْدِيكُمْ فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ مَنْ يُرْسِلُ الرِّيْحَ بُشْرًا ۚ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ۚ ؕ إِنَّهُ مَعَ اللَّهِ ۚ تَعْلَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۚ ؕ أَمْنَ يَبْدُوا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَ الْأَرْضِ ۚ ؕ إِنَّهُ مَعَ اللَّهِ ۚ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ (۲۷ : ۶۰-۶۴)

وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور جس نے تمہارے لئے آسمان سے پانی برسایا پھر اس آپہاشی سے خوشنما باغ اُکھائے حالانکہ تمہارے بس کی بات نہ تھی کہ ان باغوں کے درخت اکھاتے؟ کیا (ان کاموں کا کرنے والا) اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود بھی ہے۔ (افسوس ان لوگوں کی سمجھ پر حقیقتِ حال کتنی ہی ظاہر ہو)۔ مگر یہ وہ لوگ ہیں جن کا شیوہ ہی کج روی ہے۔ اچھا بتلاؤ وہ کون ہے جس نے زمین کو (زندگی و معیشت کا ٹھکانا) بنا دیا اس کے درمیان نہریں جاری کر دیں اس کی (درستی کے لئے) پہاڑ بلند کر دیے اور دریاؤں میں (یعنی دریا اور سمندر میں) ایسی دیوار حائل کر دی (کہ دونوں اپنی اپنی جگہ محدود رہتے ہیں) کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا بھی ہے؟ افسوس کتنی واضح بات ہے مگر ان لوگوں میں اکثر ایسے ہیں جو نہیں جانتے۔ اچھا بتلاؤ وہ کون ہے جو یقیناً دلوں کی پکار سنتا ہے جب وہ (ہر طرف سے مایوس ہو کر) اسے پکارنے لگتے ہیں اور ان کا درد کچھ ٹال دیتا ہے؟ اور وہ کہ اس نے تمہیں زمین کا جانشین بنایا۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا بھی ہے (افسوس تمہاری غفلت پر) بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ تم نصیحت پذیر ہو۔ اچھا بتلاؤ وہ کون ہے جو صحراؤں اور سمندر روں کی تاریکیوں میں تمہاری رہنمائی کرتا ہے وہ کون ہے جو بارانِ رحمت سے پہلے خوشخبری دینے والی ہوائیں چلاتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا بھی معبود ہے؟ (ہرگز نہیں) اللہ کی ذات اس ساجھے سے پاک و منزہ ہے، جو لوگ اس کی معبودیت میں شریک ٹھہرا رہے ہیں۔ اچھا بتلاؤ وہ کون ہے جو مخلوقات کی پیدائش شروع کرتا ہے اور پھر اسے دُہراتا ہے اور وہ کون ہے جو آسمان و زمین کے کارخانہ رزق سے تمہیں روزی دے رہا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود بھی ہے۔ (اے پیغمبر) ان سے کہو اگر تم اپنے رویہ میں سچے ہو (اور انسانی عقل و بصیرت کی اس عالمگیر شہادت کے خلاف تمہارے پاس کوئی دلیل ہے) تو اپنی دلیل پیش کرو۔

ان سوالات میں سے ہر سوال اپنی جگہ ایک مستقل دلیل ہے کیونکہ ان میں سے ہر سوال کا صرف ایک ہی جواب ہے 'وہ فطرتِ انسانی کا ایک عالمگیر اور مسلمہ اذعان ہے۔ قرآن کے وہ بے شمار مقلات جن میں کائنات، ہستی کے سر و سامان پرورش اور نظامِ ربوبیت کی کار سازیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ دراصل قرآنی استدلال کی بنیاد میں اور اسی سے توجیدِ الہی کی تائید ہوتی ہے۔'

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَى طَعَامِهِ ○ أَنَا صَبَّيْنَا الْمَاءَ صَبًّا ○ ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا ○ فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ○
وَعَبْنًا ○ وَقَضْبًا ○ وَزَيْتُونًا ○ وَنَخْلًا ○ وَحَدَائِقِ غُلْبًا ○ وَفَاكِهَةً ○ وَآبًا ○ مَتَاعًا لَّكُمْ
وَالْأَنْعَامِ لَكُمْ ○ (۸۰: ۲۴-۳۲)

انسان اپنی غذا پر نظر ڈالے (جو روز و شب اس کے استعمال میں آتی ہے)۔ ہم پہلے زمین پر پانی برساتے ہیں۔ پھر اس کی سطح شق کر دیتے ہیں پھر اس کی روئیدگی سے طرح طرح کی چیزیں پیدا کر دیتے ہیں۔ اناج کے دانے، انگور کی سیلیں، کھجور کے خوشے، سبزی ترکاری، زیتون کا تیل، درختوں کے جھنڈ اور قسم قسم کے میوے، طرح طرح کا چارہ (اور یہ سب کچھ کس کے لئے؟) تمہارے فائدے کے لئے اور تمہارے جانوروں کے لئے۔

ان آیت میں ” فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ “ کے زور پر غور کرو، انسان کتنا ہی غافل ہو جائے اور حقائق زندگی سے کتنا ہی اغماض کرے لیکن دلائل حقیقت کی وسعت اور ہمہ گیری کا یہ حال ہے کہ وہ کسی حال میں بھی اس کی مچکھوں سے اوچھل نہیں ہو سکتیں، ایک انسان دنیا کے تمام مظاہر کی طرف سے آنکھیں بند کر لے لیکن اپنی غذا کے ذرائع کی طرف سے بہر حال آنکھیں بند نہیں کر سکتا جو غذا اس کے سامنے رکھی ہے اس پر نظر ڈالے یہ کیا ہے؟ گیہوں کا ایک دانہ۔ اچھا! گیہوں کا ایک دانہ اپنی ہتھیلی پر رکھ لو اور اس کی پیدائش سے لے کر اس کی پختگی و تکمیل تک کے تمام مرحلوں پر غور کرو، کیا یہ ایک حقیر سا دانہ بھی وجود میں آسکتا تھا، اگر تمام کارخانہ بستی ایک خاص نظم و ترتیب کے ساتھ اس کی بناوٹ میں سرگرم نہ رہتا؟ اور اگر دنیا میں ایسا باقاعدہ نظام اشتراکیت موجود ہے تو کیا یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی اس کا ناظم اور کارفرما نہ ہو؟

سورۃ نحل میں یہی استدلال، ایک دوسرے پیرایہ میں نمودار ہوا ہے:-

وَإِنْ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةٌ ۖ نُسْفِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهِ مِنْ مِّبْنٍ فَرِثٍ وَ دَمٍ لَبْنَا خَالِصًا سَائِغًا لِلشَّرِبِ ۖ وَإِنْ لَكُمْ فِي الثَّمَرَاتِ الْبُخِيلِ ۖ وَالْأَعْنَابِ تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَرًا وَ رِزْقًا حَسَنًا ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝ (۱۶: ۶۶-۶۷)

اور (دیکھو) یہ چارپائے (جنہیں تم پالتے ہو) ان میں تمہارے غور کرنے اور نتیجہ نکالنے کی کتنی بڑی عبرت ہے؟ ان کے جسم سے ہم خون و کثافت کے درمیان دودھ پیدا کر دیتے ہیں جو پینے والوں کے لئے بے غل و غش مشروب ہوتا ہے (اسی طرح) کھجور اور انگور کے پھل میں جن سے نشہ کا عرق اور اچھی غذا دونوں طرح کی چیزیں حاصل کرتے ہو، بلاشبہ اس بات میں ارباب عقل کے لئے (ربوبیت الہی کی) بڑی ہی نشانی ہے۔

وَ أَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنْ اتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا وَمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ ۝ ثُمَّ كُلِي مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ۚ يَخْرُجُ مِنْ بُطُونِهَا شَرَابٌ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝ (۱۶: ۶۸-۶۹)

اور (پھر دیکھو) تمہارے پروردگار نے شہد کی مکھی کی طبیعت میں یہ بات ڈال دی کہ پہاڑوں میں اور درختوں میں اور ان ٹہنیوں میں جو اس غرض کے لئے بلند کر دی جاتی ہیں، اپنے لئے گھر بنائے پھر ہر طرح کے پھولوں سے رس چوسے پھر اپنے پروردگار کے ٹھہرائے ہوئے طریقوں پر کامل فرمانبرداری کے ساتھ کامزن ہوئیں (چنانچہ تم دیکھتے ہو کہ) اس کے شکم سے مختلف رنگتوں کا رس نکلتا ہے جس میں انسان کے لئے شفا ہے۔ بلاشبہ اس بات میں ان لوگوں کے لئے جو غور و فکر کرتے ہیں (ربوبیت الہی کی) عجائب آفرینیوں کی بڑی ہی نشانی ہے۔

جس طرح قرآن نے وجودِ خالق کے ثبوت میں جا بجا خلقت سے استدلال کیا ہے اسی طرح وہ نظامِ حیات اور تخلیقِ کائنات کے احوال سے ربوبیت کا بھی استدلال کرتا ہے۔ یعنی دنیا میں ہر چیز مرہوب ہے اس لئے ضروری ہے کہ کوئی رب بھی ہو اور دنیا میں ربوبیت کامل اور بے داغ ہے اس لئے ضروری ہے کہ وہ رب کامل ہو اور بے داغ ہو۔ زیادہ واضح لفظوں میں اسے یوں ادا کیا جاسکتا ہے۔ کہ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں ہر چیز ایسی ہے کہ اسے پرورش کی احتیاج ہے اور اس کی پرورش کے سلمان مہیا ہیں بس ضروری ہے کہ کوئی پرورش کرنے والا بھی موجود ہو۔ یہ پرورش کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟ یقیناً وہ نہیں ہو سکتا جو خود محتاجِ پرورش ہو۔ قرآن کی مندرجہ ذیل آیت اس استدلال پر مبنی ہیں:

أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَحْرُثُونَ ۚ ○ ءَأَنْتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ ○ لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَاهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُونَ ○ إِنَّا لَمَغْرُمُونَ ۚ ○ بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ○ أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ ۚ ○ ءَأَنْتُمْ أَنْزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُونَ ○ لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَاهُ أُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ ○ أَفَرَأَيْتُمُ النَّارَ الَّتِي تُورُونَ ۚ ○ ءَأَنْتُمْ أَنْشَأْتُمْ شَجَرَتَهَا أَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُونَ ○ (۵۶: ۶۳-۷۲)

اچھا تم نے اس بات پر غور کیا کہ جو کچھ تم کاشت کاری کرتے ہو اسے تم اُکاتے ہو یا ہم اُکاتے ہیں اگر ہم چاہیں تو اسے چُورا چُورا کر دیں۔ اور تم صرف یہ کہنے کے لئے رہ جاؤ کہ افسوس ہمیں تو اس نقصان کا تاوان ہی دینا پڑے گا بلکہ ہم تو اپنی محنت کے سارے فائدوں سے ہی محروم ہو گئے۔ اچھا تم نے یہ بات بھی دیکھی کہ یہ پانی جو تمہارے پینے میں آتا ہے اسے کون برساتا ہے؟ اگر ہم چاہیں تو اسے (سمندر کے پانی کی طرح) کڑوا کر دیں پھر کیا اس نعمت کے لئے ضروری نہیں کہ تم شکر گزار ہو؟ اچھا تم نے یہ بات بھی دیکھی کہ یہ آگ جو تم سلکاتے ہو تو اس کے لئے لکڑی تم نے پیدا کی یا ہم پیدا کر رہے ہیں۔

ربوبیت — وجودِ معاد پر استدلال:

اسی طرح وہ 'تخلیقِ بالحق' سے معاد یا حیات بعد الممات پر بھی استدلال کرتا ہے۔ یہی وہ منزل ہے جس کی طرف پورا کاروانِ ہستی چلا جا رہا ہے کیونکہ ممکن ہے کہ انسان کو محض اس لئے بنایا گیا ہو کہ وہ چند روز زندہ رہے پھر سرتاسر نیست و نابود ہو جائے، یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ انسان جو کرۂ ارض کی بہترین مخلوق ہے اور جس کی جسمانی اور معنوی نشوونما کے لئے فطرتِ کائنات نے اس قدر اہتمام کیا ہے وہ کوئی بہتر استعمال اور بلند تر مقصد نہ رکھتا ہو؟ خالقِ کائنات نے جب ہر چیز کو ایک خاص غرض و غایت کے لئے تخلیق کیا ہے تو کیونکر باور کیا جاسکتا ہے کہ اس نے اپنے ایک بہترین مرہوب یعنی انسان کو محض اس لئے بنایا ہو کہ مہمل اور بے نتیجہ چھوڑ دے۔

أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ۝ فَتَعَالَى اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ ۝ (۱۱۵: ۱۱۶)

کیا تم نے ایسا سمجھ رکھا ہے کہ ہم نے تمہیں بغیر کسی مقصد و نتیجہ کے پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف لوٹنے والے نہیں؟ اللہ جو اس کائنات، ہستی کا حقیقی حکمران ہے اس سے بہت بلند ہے کہ ایک بیکار و عبث فعل کرے۔ کوئی معبود نہیں ہے مگر وہ جو (جہانداری کے) عرش بزرگ کا پروردگار ہے۔

أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا فِي أَنفُسِهِمْ ۚ مَا خَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَائِ رَبِّهِمْ لَكَافِرُونَ ۝ (۸: ۳۰)

کیا ان لوگوں نے اپنے دل میں کبھی اس بات پر غور نہیں کیا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے محض بیکار و عبث نہیں بنایا ہے ضروری ہے کہ حکمت و مصلحت کے ساتھ بنایا ہو اور اس کے لئے ایک مقررہ وقت ٹھہرا دیا ہو۔ اصل یہ ہے کہ انسانوں میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اپنے پروردگار کی ملاقات سے یک قلم منکر ہیں۔

یہاں تک ہم نے یہ بات اسی سادہ طریقے پر بیان کر دی جو قرآن کے بیان و خطاب کا طریقہ ہے لیکن اس مطلب کو علمی بحث و گفتگو کے پیرائے میں یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ وجود انسان کرۂ ارضی کے سلسلہ خلقت کی آخری اور اعلیٰ ترین کڑی ہے مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ اگر پیدائش حیات سے لے کر انسانی وجود کی تکمیل تک کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو یہ ایک ناقابل شمار مدت کے مسلسل نشو و ارتقا کی تاریخ ہوگی۔

گویا فطرت نے لاکھوں کروڑوں برس کی کار فرمائی و صناعی سے کرۂ ارض پر جو اعلیٰ ترین وجود تیار کیا ہے۔ وہ انسان ہے۔ ماضی کے لئے اس نقطہ بعید کا تصور کرو، جب ہمارا یہ کرۂ سورج کے ملتہب کرہ سے الگ ہوا تھا، نہیں معلوم کتنی مدت اس کے ٹھنڈے اور معتدل ہونے میں گزر گئی اور یہ اس قابل ہوا کہ زندگی کے عناصر اس میں نشو و نما پا سکیں اس کے بعد وہ وقت آیا جب اس کی سطح پر نشو و نما کی سب سے پہلی داغ بیل پڑی اور پھر نہیں معلوم کتنی مدت کے بعد زندگی کا وہ اولین تخم وجود میں آسکا جسے پروٹوپلازم (Protoplasm) کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے، پھر حیات عضوی کی نشو و نما کا دور شروع ہوا اور نہیں معلوم کتنی مدت اس پر گزر گئی کہ اس دور نے بسیط سے مرکب تک اور ادنیٰ سے اعلیٰ درجے تک ترقی کی منزلیں طے کیں یہاں تک کہ حیوانات کی ابتدائی کڑیاں ظہور میں آئیں اور پھر لاکھوں برس اس میں نکل گئے کہ یہ سلسلہ وجود انسانی تک مرتفع ہوا۔ پھر انسان کے جسمانی ظہور کے بعد اس کے ذہنی ارتقا کا سلسلہ شروع ہوا اور بالآخر ہزاروں برس کے اجتماعی اور ذہنی ارتقا کے بعد وہ انسان ظہور پذیر ہو سکا جو کرۂ ارضی کے تاریخی عہد کا عقیل اور متمدن انسان ہے۔ گویا زمین کی پیدائش سے لے کر ترقی یافتہ انسان کی تکمیل تک جو کچھ گزر چکا ہے اور جو کچھ بنتا سنور تارہا ہے وہ تمام تر انسان کی پیدائش و تکمیل ہی کی سرگزشت ہے۔

سوال یہ ہے کہ جس وجود کی پیدائش کے لئے فطرت نے اس درجہ اہتمام کیا ہے، کیا یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ وہ پیدہ ہو، کھائے پئے اور مر کر فنا ہو جائے۔ قدرتی طور پر اس سلسلہ میں ایک دوسرا سوال بھی پیدہ ہوتا ہے کہ اگر وجود انسانی اپنے ماضی میں ہمیشہ یکے بعد دیگرے متغیر ہوتا اور ترقی کی اعلیٰ منزلوں پر پہنچتا رہا ہے تو مستقبل میں بھی یہی ترقی وار تقاء کیوں جاری نہ رہے؟ اگر اس بات پر ہمیں تعجب نہیں ہوتا تا کہ ماضی میں بے شمار صورتیں مٹیں اور یکے بعد دیگرے نئی زندگیاں ظہور میں آئیں تو اس بات پر کیوں تعجب ہو، کہ انسان کی موجودہ زندگی کا مٹنا بھی بالکل مٹ جانا نہیں ہے بلکہ اس کے بعد بھی ایک اعلیٰ تر شکل اور زندگی ہے۔

أَبْحَسِبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُتْرَكَ سُدًى ۝ أَلَمْ يَكُ نَطْفَةً مِنْ مَنِيٍّ يُُمْنَىٰ ۖ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ
فَنَسَوَىٰ ۖ (۷۵: ۳۶-۳۸)

کیا انسان خیال کرتا ہے کہ وہ مہمل چھوڑ دیا جائے گا اور اس زندگی کے بعد دوسری زندگی نہ ہوگی کیا اس پر یہ حالت نہیں گزر چکی کہ پیدائش سے پہلے نطفہ تھا پھر نطفہ سے علقہ ہوا (یعنی جونک کی شکل ہو گئی) پھر علقہ سے (اس کا ڈیل ڈول) پیدہ کیا گیا پھر (اس ڈیل ڈول کو) ٹھیک ٹھیک درست کیا۔

لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۖ ۝ (۸۴: ۱۹)

کہ تم کو درجہ بدرجہ ایک حالت سے دوسری حالت پر پہنچنا ہے۔

رہبیت — وحی پر استدلال:

اسی طرح قرآن نظام رہبیت یا رحمت الہی کے اعمال سے نیکی اور بدی کے ان قوانین پر بھی استدلال کرتا ہے جو حیات انسانی میں کار فرما ہیں اور وحی و رسالت کی دلیل بھی پیش کرتا ہے۔ مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ جس رب العالمین نے ہر چیز کی جسمانی نشوونما کے لئے ایسا نظام قائم کر رکھا ہے، کیونکر ممکن ہے کہ اس نے روحانی فلاح و سعادت کے لئے کوئی قانون قاعدہ مقرر نہ کیا ہو جس سے انسان کی روحانی ضرورتوں کی تکمیل ہو۔

حَمْدٌ ۝ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ۝ (۴۶: ۱-۲)

یہ اللہ کی طرف سے کتاب (ہدایت) نازل کی جاتی ہے جو عزیز اور حکیم ہے۔

قرآن بے شک ان لوگوں سے واقف ہے جو وحی الہی کے اصول پر شبہ کرتے ہیں۔

وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِذْ قَالُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ عَلَىٰ بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ۚ ۝ (۶: ۹۱)

اور اللہ کے کاموں کی انہیں جو قدر شناسی کرنی تھی یقیناً انہوں نے نہیں کی جب انہوں نے یہ بات کہی کہ اللہ نے اپنے کسی بندے پر کوئی چیز نازل نہیں کی۔

اس کے لئے قرآن جسمانی دنیا کی تھیل پیش کرتا ہے کہ جس طرح انسان کی جسمانی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے ایک باقاعدہ نظام موجود ہے، اسی طرح اس کی روحانی ہدایت کے لئے بھی سر و سامان مہیا کیا گیا ہے۔ ربوبیتِ الہی، خدا کی تخلیقی سرگرمیوں کا ایک مظہر ہے جو اس کی صفتِ رحمت پر دلالت کرتا ہے جس کے بارے میں مولانا آزاد کے خیالات کو اگلے باب میں بیان کیا گیا ہے۔

صفت رحمت

ربوبیت الہی کا نظام جس پر گزشتہ باب میں روشنی ڈالی گئی ہے زندگی کی ایک جاذبِ توجہ حقیقت ہے لیکن مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ کائناتِ ہستی کے ہر گوشہ میں ربوبیت الہی سے بھی زیادہ وسیع حقیقت کار فرما ہے جس پر خود ربوبیت کا انحصار ہے۔ قرآن اے رحمت یارِ حمیت یارِ حمیت سے تعبیر کرتا ہے۔ جو ہر مخلوق کو جمال و تکمیل عطا کرتی ہے قرآن کا ارشاد ہے کہ:

وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۚ (١٥٦:٧)

اور میری رحمت دنیا کی ہر چیز کو کھیرے ہوئے ہے۔

قرآن کی پہلی سورہ یعنی سورہ فاتحہ کی دوسری آیت میں رحمت کے تصور کو واضح طور پر پیش کیا گیا ہے۔ بلکہ سورہ فاتحہ کے سرعنوان ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ ہی میں اس تصور کی نقش آرائی کر دی گئی ہے اس میں ”الرحمن“ اور ”الرحیم“ کے جو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں دونوں کا مادہ رحمت ہے۔ عربی میں رحمت کے معنی میں ایسی رقت و نرمی جس سے کسی دوسرے کے لئے شفقت کا اظہار ہو پس رحمت میں محبت، شفقت، فضل اور احسان سب کا مفہوم داخل ہے ’الرحمن‘ کے معنی ہیں جس میں رحمت ہے اور ’الرحیم‘ کا مفہوم ہے، ایسی ذات جس میں نہ صرف رحمت ہے بلکہ جس سے ہمیشہ رحمت کا ظہور ہوتا رہتا ہے یا ایسی ہستی جس سے کائنات خلقت کی ہر شے ہر لمحہ فیضیاب ہوتی رہتی ہے۔ ان دونوں حیثیتوں کو ایک ساتھ واضح کرنے میں قرآن کا مقصد یہ ہے کہ رحمت الہی کی ہمہ گیری کو واضح کیا جائے۔ ربوبیت کی غایت کائنات کی پرورش ہے لیکن صرف پرورش ہی زندگی کا منتہی نہیں ہے۔ اس پورے کارخانہ ہستی کی تخلیق بے معنی ہو کر رہ جاتی اگر اس کے ہر عمل میں بتدریج بناؤ اور سنوار کا خاصہ نہ ہوتا۔ فلسفہ کہتا ہے کہ

فطرت کا منشاء اور مقتضاء یہ ہے کہ وہ بنائے، سنوارے اور نکھارے۔ بناؤ کا مزاج اعتدال چاہتا ہے اور حسن تناسب کا متقاضی ہوتا ہے اور اعتدال و تناسب دنیا کے تمام تعمیری حقائق کی اصل ہے لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ فطرت کائنات میں صرف تعمیر کی ضرورت کیوں ہے۔ محض ہم آہنگی کیوں ہے انحراف و تجاوز کیوں نہیں؟ فلسفہ ان سوالات کا جواب نہ دے سکا۔ ایک مشہور فلسفی کا قول ہے کہ جس مقام سے یہ کیوں شروع ہوتا ہے فلسفہ کی سرحد ختم ہو جاتی ہے لیکن قرآن اس کا جواب دیتا ہے وہ کہتا ہے یہ 'ضرورت' رحمتِ الہی کی ضرورت ہے۔ رحمتِ الہی چاہتی ہے کہ جو کچھ ظہور میں آئے وہ جمیل و زیبا ہو اور اسی لئے ایسا ہوتا ہے۔ قرآن سوال کرتا ہے:-

قُلْ لِّمَن مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ قُلْ لِلّٰہِ ۚ کَتَبَ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃُ ۚ (۱۲: ۶)

آسمان و زمین میں جو کچھ ہے وہ کس کے لئے ہے؟ (اے پیغمبرؐ) کہہ دیجئے کہ اللہ کے لئے ہے جس نے اپنے لئے ضروری ٹھہرا لیا ہے کہ رحمت ہو۔

اس سلسلہ میں مولانا آزاد نے قرآن کی متعدد آیات پیش کی ہیں جن میں اس امر پر زور دیا گیا ہے کہ کائنات ہستی کے ہر ذرہ میں حسن و خوبی ہے اور یہ تمام کارِ کاہِ عالم اسی لئے بنا ہے کہ انسان کو اس سے فائدہ پہنچے اس آیتِ قرآنی میں اسی صداقت کو بیان کیا گیا ہے۔

وَ سَخَّرَلَّکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْہٗ ۚ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ (۱۳: ۴۵)

اور آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ بھی ہے وہ سب اللہ نے تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے (یعنی ان کی قوتیں اور تاثیریں اس طرح تمہارے تصرف میں دے دی گئی ہیں کہ جس طرح چاہو کام لے سکتے ہو۔) بلاشبہ ان لوگوں کے لئے جو غور کرنے والے ہیں اس بات میں (معرفت حق کی) بڑی ہی نشانیاں ہیں۔

مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ کائنات ہستی میں رحمتِ الہی کا نظام کچھ اس طرح کار فرما ہے کہ یک وقت ہر مخلوق کو یکساں طور پر نفع پہنچاتا ہے اگر ایک علی شان محل میں رہنے والا انسان یہ محسوس کر سکتا ہے کہ تمام کارخانہ ہستی اُسی کی کاربر آریوں کے لئے ہے تو ٹھیک اسی طرح ایک چیونٹی بھی یہ کہہ سکتی ہے کہ فطرت کی ساری کار فرمائیاں صرف اسی کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے ہیں اوز کون ہے جو اس بات سے انکار کر سکتا ہے۔ کیا فی الحقیقت سورج اس لئے نہیں ہے کہ چیونٹی کو حرارت پہنچائے، کیا بارش اس لئے نہیں ہے کہ اس کے واسطے رطوبت مہیا کرے اور ہوا اس لئے نہیں ہے کہ اس کی ناک تک، شکر کی بو پہنچائے؟ کیا زمین اس کے لئے ہر موسم کے مطابق مقام و پناہ گاہ فراہم نہیں کرتی؟ دراصل فطرت کی بخشائشوں کا قانون کچھ ایسا عام اور ہم گیر واقع ہوا ہے کہ یک وقت ہر مخلوق کو یکساں طور پر فائدہ پہنچاتا ہے:

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا ظَلْمٍ يُطَيَّرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمِّمَ أَمْثَالُكُمْ ۝ (۳۸: ۶)

اور زمین کے تمام جانور اور (پردار) بازوؤں سے اڑنے والے تمام پرندہ دراصل تمہاری ہی طرح امتیں ہیں۔

تخریب و تعمیر:

البتہ یہ حقیقت فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ دنیا عالم کون و فساد ہے، یہاں ہر بننے کے ساتھ بگڑتا ہے اور ہر بکھرنے کے ساتھ سٹمٹتا ہے جس طرح سنگ تراش کا پتھر کو توڑنا پھوڑنا اس لئے ہوتا ہے کہ خوبی و دلاویزی کا ایک پیکر تیار کر دے۔ اسی طرح کائنات عالم کا تمام بگاڑ بھی اسی لئے ہے کہ بناؤ اور خوبی کا فیضان ظہور میں آئے۔ فطرت اسی نہج سے ہستی کی عمارت کا ایک ایک گوشہ تیار کرتی رہتی ہے وہ پوری احتیاط اور توجہ کے ساتھ اس کارخانہ کا ایک ایک کیل پرزہ ڈھالتی رہتی ہے۔ اور حسن و خوبی کی حفاظت کے لئے ہر رکاوٹ کا مقابلہ اور ہر نقصان کا ازالہ کرتی رہتی ہے، تعمیر و تکمیل کی یہی سرگرمیاں ہیں جو بظاہر تخریب و تباہی کی ہولناکیاں دکھائی دیتی ہیں۔ حالانکہ کارخانہ ہستی میں تخریب کہاں ہے جو کچھ وقوع پذیر ہوتا ہے وہ تعمیر ہی کا ثبوت ہے۔ سمندروں میں طوفان، دریاؤں میں طغیانیوں، پہاڑوں میں آتش فشانی، جاڑوں میں برف باری، گرمیوں میں بادِ سموم۔ بارش میں ہنگامہ ابر و باد و برق و رعد یہ سب اگرچہ بظاہر خوش آئند نہیں ہوتے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے ہر حادثہ کائنات ہستی کی تعمیر و درستگی کے لئے اتنا ہی ضروری ہے جس قدر کوئی مفید سے مفید چیز تمہاری نظر میں ہو سکتی ہے۔ اگر سمندروں میں طوفان نہ اٹھتے تو میدانوں کو بارش کا ایک قطرہ بھی میسر نہ آتا۔ اگر بادلوں میں گرج کڑک نہ ہوتی تو بارانِ رحمت کا فیضان بھی نہ ہوتا۔ اگر آتش فشاں پہاڑوں کی چوٹیاں نہ پھٹتیں تو زمین کے اندر کا کھولتا ہوا لاوا اس کرۂ ارض کی تمام سطح کو پارہ پارہ کر دیتا اور اس کے اوپر پھیل جاتا، تم پوچھ بیٹھو گے کہ زمین کے اندر یہ کھولتا ہوا لاوا پیدا ہی کیوں کیا گیا؟

لیکن تمہیں جانتا چاہیے کہ اگر یہ مادہ نہ ہوتا تو زمین کی قوتِ نشوونما کا ضروری عنصر مفقود ہو جاتا۔ یہی وہ حقیقت ہے جس کی جانب قرآن نے جا بجا اشارے کئے ہیں۔ مثلاً قرآن کہتا ہے:-

وَمِنْ آيَاتِهِ يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَعْمًا وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَيُخْرِجُ بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ○ (۲۴: ۳۰)

اور (دیکھو) اس کی قدرت و حکمت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ بجلی کی چمک اور کڑک نمودار کرتا ہے اور اس سے تم پر خوف اور امید دونوں کی حالتیں طاری ہو جاتی ہیں اور آسمان سے پانی برساتا ہے اور پانی کی تاثیر سے زمین مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھتی ہے۔ بلاشبہ اس صورت حال میں ان لوگوں کے لئے جو عقل و عینش رکھتے ہیں۔ (حکمت الہی کی) بڑی ہی نشانیاں ہیں۔

جمالِ فطرت:

قرآن کہتا ہے کہ فطرت کی سب سے بڑی بخشائش اس کا عالمگیر حسن و جمال ہے جو رحمتِ الہی کا عکس ہے۔ فطرت صرف بنائی اور سنواری ہی نہیں بلکہ وہ اس طرح بناتی اور سنواری ہے کہ اس کا ہر نقش نظر افروز ہوتا ہے۔ دراصل کائناتِ ہستی کا مایہ خمیر ہی حسن و زیبائی ہے، فطرت نے جس طرح اس کے بناؤ کے لئے عناصر پیدا کئے اسی طرح چہرہ وجود کی آرائش و زیبائش کے لئے روشنی، رنگ، خوشبو اور نغمہ کی تخلیق کی۔

ذَلِكَ عِلْمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝ الَّذِي أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ (۷-۶: ۳۲)

یہ اللہ ہے محسوسات اور غیر محسوسات کا جانتے والا، طاقت والا، رحمت والا، جس نے جو چیز بنائی حسن و خوبی کے ساتھ بنائی۔

بلاشبہ ہم کائناتِ ہستی میں خوبی و دلربائی کے پہلو پہ پہلو زشتی و بد صورتی کے مظاہر بھی پاتے ہیں، بلبل کی نغمہ سنجیوں کے ساتھ ساتھ زاغ و زغن کا شور و غوغا بھی ہم سنتے ہیں، سازِ فطرت کے تاروں میں اتار چڑھاؤ کے تمام آہنگ موجود ہیں اور کائناتِ ہستی میں تناسب و ہم آہنگی کا یہی قانون کار فرما ہے۔

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمَوَاتُ السَّبْعُ وَ الْأَرْضُ وَ مَنْ فِيهِنَّ ۚ وَ إِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ ۚ إِنَّهُ كَانَ خَلِيفًا غَفُورًا ۝ (۱۷: ۴۴)

ساتوں آسمانوں اور زمین اور جو کوئی بھی ان میں ہے سب اپنی بناوٹ کی خوبی اور صفت کے کمال میں اللہ کی بڑائی اور پاکی کا (زبانِ حال سے) اعتراف کر رہے ہیں اور استغناء نہیں (بلکہ کائناتِ خلقت میں) کوئی چیز بھی ایسی نہیں جو (زبانِ حال سے) اس کی تسبیح و تحمید نہ کر رہی ہو مگر (افسوس کہ) تم (اپنے جہل و غفلت سے) اس ترانہ تسبیح کو سمجھتے نہیں۔ بلاشبہ وہ بڑا ہی بُردبار (اور) بڑا ہی بخش دینے والا ہے۔

قرآن کہتا ہے حسن عبارت ہے تناسب و موزونیت سے اور ہر وجود کو یہ خوبی عطا کی گئی ہے اور اس کی ساخت و ترکیب میں کوئی نقص نہیں ہے۔

فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ۝ (۲۳: ۱۴)

پس کیا ہی بابرکت ذات ہے اللہ کی بنانے والوں میں سب سے زیادہ حسن و خوبی کے ساتھ بنانے والا۔

الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَوَاتٍ طِبَاقًا ۚ مَا تَرَىٰ فِي خَلْقِ الرَّحْمَنِ مِنْ تَفَوُّتٍ ۚ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۚ هَلْ تَرَىٰ مِنْ فُتُورٍ ۝ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَ هُوَ حَسِيرٌ ۝ (۶۷: ۳-۴)

اس نے تہ بہ تہ سات آسمان پیدا کئے تو (خدا نے) رحمن کی اس صنعت میں کچھ نقص نہ دیکھے مگر پھر آنکھ اٹھا کر دیکھ بھلا تجھ کو (آسمان میں) کوئی شکاف نظر آتا ہے پھر دوبارہ (اچھی طرح) دیکھ (نتیجہ یہ ہو گا) کہ ہر بار نظر نہ کام ہو کر اور تھک کر تیرے پاس لوٹ آئے گی۔

اس آیت میں خدا نے رحمن کی کاریگری کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ قرآن کہتا ہے کہ ہر چیز ایک ایسی ہستی کی پیدا کی ہوئی ہے جو صرف خالق نہیں بلکہ ساتھ ہی خدا نے رحمت بھی ہے اور جہاں رحمت کی کار فرمائی ہوگی وہاں جمال و تکمیل کی جلوہ گری بھی ہوگی۔ مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ زندگی میں رحمت کی کار فرمائی نہ صرف یہ کہ توحید الہی کی شہادت ہے بلکہ وحی اور معاد کا بھی اس سے ثبوت ملتا ہے۔

زندگی کی ہماہمی:

مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ کائنات ہستی میں جو سرگرمی اور ہماہمی نظر آتی ہے وہ رحمت الہی کا ایک جلوہ ہے وہ کہتے ہیں کہ کائنات ہستی کے ہر میدان اور ہر گوشے میں جہد حیات کا جلوہ نظر آتا ہے اور زندگی بحیثیت مجموعی ایک آزمائش مسلسل ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ ○ (۹۰: ۴)

بلاشبہ ہم نے انسان کو اس طرح بنایا ہے کہ اس کی زندگی مشقتوں سے گھری ہوئی ہے۔

تاہم فطرت نے کارخانہ معیشت کا ڈھنگ کچھ اس طرح کا بنادیا ہے اور طبیعتوں میں کچھ اس طرح کے جذبے اور ولولے ودیعت کر دیے ہیں کہ انسان اپنے آپ کو پورے انہماک کے ساتھ کسی نہ کسی مشغولیت اور سرگرمی میں مصروف رکھتا ہے اور زندگی کا یہی انہماک ہے، جس کی بدولت وہ نہ صرف زندگی کی مشقتیں برداشت کرتا ہے بلکہ انہیں مشقتوں سے اپنی راحت و مسرت کے سامان مہیا کر لیتا ہے یہ مشقتیں جتنی زیادہ ہوتی ہیں زندگی کی دلچسپی اور محبوبیت بھی اتنی ہی بڑھ جاتی ہے۔ اگر انسان کی زندگی ان آزمائشوں سے خالی ہو جائے تو وہ محسوس کرے گا کہ زندگی کی ساری لذتوں سے محروم ہو گیا ہے اور اب زندہ رہنا اس کے لئے ایک ناقابل برداشت بوجھ ہے۔ مولانا آزاد نے مختلف النوع انسانی تجربات اور فطرت کے اختلاف و تنوع سے اس بات کا اظہار کیا ہے۔ اس سلسلہ میں بالخصوص قانون ترویج یا اصول تشنیہ یعنی ہر چیز کے دو دو ہونے کا ذکر کرتے ہیں اور اسے سرگرمی حیات کی معاون قوت قرار دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اس کائنات ہستی میں کوئی چیز اکہری اور طاق نہیں پیدا کی گئی ہے۔ ہر چیز میں جفت اور دو ہونے کی قوت کام کر رہی ہے۔ یعنی ہر چیز دوسری چیز سے مل کر مکمل ہوتی ہے۔ دن کے لئے رات ہے۔ صبح کے لئے شام ہے۔ نر کے لئے مادہ ہے مرد کے لئے عورت ہے اور زندگی کے لئے موت ہے۔

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ○ (۵۱: ۴۹)

اور ہر چیز میں ہم نے جوڑے پیدا کر دیے یعنی دو (اور متقابل اشیاء پیدا کیں) تاکہ تم یاد کرو۔

سُبْحَنَ الَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ وَمِنْ أَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ ○ (۳۶: ۲۶)

پاکی اور بزرگی ہے اس ذات کے لئے جس نے زمین کی پیداوار میں اور انسان میں اور ان تمام مخلوقات میں جن کا انسان کو علم نہیں دو دو اور متقابل چیزیں پیدا کیں۔

یہی قانون فطرت ہے جس نے مرد اور عورت میں جذب و انجذاب کے ایسے وجدانی احساسات ودیعت کر دیے ہیں کہ اس کی بدولت ازدواجی زندگی کے ضروری تقاضوں کی تکمیل ہو جاتی ہے۔

فَاطِرُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَمِنَ الْأَنْعَامِ أَزْوَاجًا ○ (۴۲: ۱۱)

وہ آسمانوں اور زمین کا بنانے والا، اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس میں سے جوڑے بنا دیے (یعنی مرد کے لئے عورت اور عورت کے لئے مرد)۔ اسی طرح چارپایوں میں بھی جوڑے پیدا کر دیے۔

قرآن کہتا ہے یہ انتظام اس لئے ہے کہ محبت اور سکون ہو اور دو بستیوں کی باہمی رفاقت و اشتراک سے زندگی کی محنتیں سہل اور گوارا ہو جائیں۔

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً ۗ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ○ (۳۰: ۲۱)

اور (دیکھو) اس کی رحمت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تم ہی میں سے جوڑے پیدا کر دیے (یعنی مرد کے لئے عورت اور عورت کے لئے مرد) تاکہ اس کی وجہ سے تمہیں سکون حاصل ہو۔ اور پھر (اس کی یہ کارروائی دیکھو) تمہارے درمیان (یعنی مرد اور عورت کے درمیان) محبت اور رحمت کا جذبہ پیدا کر دیا۔ بلاشبہ ان لوگوں کے لئے جو غور و فکر کرنے والے ہیں اس میں (حکمت الہی) بڑی ہی نشانیاں ہیں۔

بقائے انفع:

مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ کائنات ہستی کا یہ حسن اور یہ ارتقاء زیادہ مدت تک قائم ہی نہیں رہ سکتا تھا اگر اس میں خوبی کی بقا اور خرابی کے ازالے کی قوت سرگرم کار نہ رہتی فطرت ہمیشہ فساد و نقص کو محو کرتی رہتی ہے اور جن چیزوں میں باقی رہنے کی خوبی ہوتی ہے انہیں باقی رکھتی ہے۔ عام اصطلاح میں اسے بقائے انفع سے تعبیر کیا جاتا ہے لیکن قرآن محض اشیاء کے مادی پہلو پر ہی نہیں بلکہ زندگی میں ان کی عام افادیت پر بھی زور دیتا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ اس کار کاغہ ہستی میں وہی چیز باقی رہتی ہے جس میں حیات کے لئے کچھ نہ کچھ افادہ و فیضان ہو۔

أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَابِيًا ۚ وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاءَ جَلِيَّةٍ أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِثْلُهُ ۚ كَذَلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۚ فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً ۚ وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ ۚ (۱۷: ۱۳)

خدا نے آسمان سے پانی برسایا تو ندی نالوں میں جس قدر سمائی تھی اس کے مطابق بہ نکلے جس قدر کوڑا کرکٹ جھاگ بن کر اوپر اگیا تھا اسے سیلاب اٹھا کر بہا لے گیا اسی طرح جب زیور یا اور کسی طرح کا سامان بنانے کے لئے (مختلف قسم کی دھاتیں) آگ میں تپاتے ہیں تو اس میں بھی جھاگ اٹھتا ہے اور میل کچیل کٹ کر نکل جاتی ہے اسی طرح اللہ حق و باطل کی مثال بیان کر دیتا ہے۔ جھاگ رائیگاں جانے کا (کیوں کہ اس میں نفع نہ تھا)۔ جس چیز میں انسان کے لئے نفع ہو گا وہ زمین میں باقی رہ جائے گی۔

قضاء بالحق:

قرآن کہتا ہے کہ جس طرح کائنات ہستی کے مادی نظام میں وہی چیز باقی رہتی ہے جو نفع ہوتی ہے، ٹھیک یہی عمل معنویات میں بھی جاری ہے کہ وہی چیز باقی رہے گی جو نفع بخش ہو اس سلسلہ میں قرآن دو اصطلاحات استعمال کرتا ہے 'حق' اور 'باطل'۔

عربی میں حق کا مادہ 'حق' ہے جس کا خاصہ ثبوت اور قیام ہے یعنی جو بات قائم رہنے والی اور امنٹ ہو اسے حق کہیں گے اور باطل ٹھیک اس کا نقیض ہے یعنی ایسی چیز جس میں ثبات و قیام نہ ہو پس جب کبھی حق اور باطل متقابل ہوں گے تو جیت حق کے لئے ہوگی۔ قرآن اسے قضاء بالحق سے تعبیر کرتا ہے۔

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ۝ (۱۷: ۸۱)

اور کہہ دو حق نمودار ہو گیا اور باطل نابود ہوا اور یقیناً باطل نابود ہی ہونے والا تھا۔

قرآن میں جہاں کہیں حق کا لفظ استعمال کیا گیا ہے تو یہ صرف حق کے بقا و ثبات کا دعویٰ ہی نہیں ہوتا بلکہ اس کے جانچنے کا ایک معیار بھی پیش کرتا ہے تاکہ آسانی سے امتیاز پیدا کیا جاسکے کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے۔ کونسی چیز رہنے والی ہے اور کونسی چیز فنا ہونے والی ہے۔ چنانچہ وہ اللہ کی نسبت بھی 'الحق' کی صفت استعمال کرتا ہے اور وحی تنزیل کو بھی الحق کہتا ہے۔

اگر فطرت کائنات زندگی کے لئے کارآمد اور بے کار چیزوں کو چھانٹتی نہ رہتی تو زندگی میں ایک انتشار برپا ہو جاتا

اور تمام کارخانہ ہستی درہم برہم ہو جاتا۔

وَلَوْ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ (۷۱: ۲۳)

اور اگر حق ان کی خواہشوں کی پیروی کرے تو یقین کرو یہ آسمان اور زمین اور جو کوئی اس میں ہے سب درہم برہم ہو کر رہ جاتے۔

لیکن قضاء بالحق کا یہ نتیجہ نہیں ہوتا کہ ہر باطل عمل یا وہ چیز جس میں زندگی کے لئے نفع نہیں ہے لازمی طور پر نابود ہو جائے یا ہر عمل حق فوراً فتح مند ہو جائے ایسا عمل قانونِ رحمت کے مغاثر ہو گا۔ جس طرح مادیات میں تدریج و امہال کا قانون نافذ ہے۔ معنویات میں بھی وہی قانون کار فرما ہے تاکہ ہر نتیجہ کے ظہور اور عمل کے مکافات کے لئے مہلت مل سکے اگر ایسا نہ ہوتا تو ممکن نہ تھا کہ دنیا میں کوئی انسانی جماعت اپنی بد عملیوں کے ساتھ مہلتِ حیات پاسکتی۔

وَلَوْ يُعَجِّلُ اللَّهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتَعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ إِلَيْهِمْ أَجْلُهُمْ (۱۱: ۱۰)

اور جس طرح انسان فائدہ کے لئے جلد باز ہوتا ہے اگر اسی طرح اللہ انسان کو سزا دینے میں جلد باز ہوتا تو (انسان کی لغزشوں، خطاؤں کا یہ حال ہے کہ) کبھی کا فیصلہ ہو چکتا اور ان کا مقررہ وقت فوراً نمودار ہوتا۔

تدریج و امہال:

فطرت کے یہ قوانین اس طرح اپنا کام کرتے ہیں کہ کسی حالت میں بھی فوری اور ڈرامائی انداز میں اچانک تبدیلی رونما نہیں ہوتی بلکہ بتدریج ان کی نشوونما ہوتی ہے اور ہر نتیجہ کے ظہور کے لئے ایک خاص مدت اور ایک خاص وقت مقرر کر دیا گیا ہے۔ قرآن جہاں یہ کہتا ہے کہ جو بھی (قانونِ حیات) ہم نے نافذ کر دیا ہے۔ اس میں رد و بدل ممکن نہیں، وہیں یہ ارشاد بھی فرماتا ہے کہ ہم اس بنا پر انسان کو کسی نامناسب عذاب میں مبتلا نہیں کرتے (۵۱: ۲۸)۔

فطرت نے ہر چیز کے تدریجی عروج و زوال کے لئے ایک خاص مدت مقرر کر دی ہے جس کا جلوہ صرف حیاتِ انسانی ہی میں نہیں بلکہ ہر تخلیق میں دکھائی دیتا ہے۔ ہر چیز کے لئے ایک خاص وقت یا قرآن کی زبان میں ”اجل“ کا تعین کر دیا گیا ہے جو موجوداتِ ہستی میں سے ہر موجود کے لئے الگ الگ نوعیت رکھتا ہے۔

تدریج و امہال کا یہ قانون خاص طور پر انسانی اعمال کے لئے ہے تاکہ ہر مرحلہ پر وہ توقف و تفکر سے کام لے اور قانونِ فطرت کی مہلت بخشیدوں سے فائدہ اٹھائے چنانچہ توبہ و رجوع کے لئے رحمت کا دروازہ کھلا رکھا گیا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ کارخانہ حیات میں اگر رحمت نہ ہوتی تو زندگی سے کوئی چیز بھی افادہ و فیضان حاصل نہ کر سکتی اور انسان اپنی بد عملیوں کے ساتھ کبھی زندگی کی سانس نہ لے سکتا۔

لَوْ يُوَاجِدُهُمْ بِنَا كَسَبُوا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ۖ بَلْ لَهُمْ مَوْعِدٌ لَّنْ يَجِدُوا مِنْ دُونِهِ مَوْئِلًا ○ (۵۸: ۱۸)

اگر وہ ان لوگوں سے ان کے اعمال کے مطابق مواخذہ کرتا تو فوراً عذاب نازل ہو جاتا لیکن ان کے لئے ایک میعاد مقرر کر دی گئی ہے اور جب وہ نمودار ہوگی تو اس سے بچنے کے لئے کوئی پناہ کی جگہ نہ ملے گی۔

عملِ حق اور عملِ باطل دونوں کے لئے تدبیر و تدبیر کا قانون کام کرتا ہے۔ البتہ عملِ حق کے لئے تاخیر اس واسطے ہوتی ہے کہ اس کی قوت کو تدبیرِ بھی طور پر نشوونما پانے کا موقع ملے اور باطل کے لئے اس واسطے ہوتی ہے کہ اسے توجہ و رجوع کی مہلت حاصل ہو سکے۔

كُلًّا نُمِذُّ هَؤُلَاءِ وَهَؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ ۖ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مَحْظُورًا ۝ (۱۷: ۲۰)

(اے پیغمبر) ہم ان کو اور ان سب کو تمہارے پروردگار کی بخشش سے مدد دیتے ہیں اور تمہارے پروردگار کی بخشش کسی پر بند نہیں ہے۔

تاخیر:

اگر انسان ان مہلت بخششیوں سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے تو وہ اپنے اعمال کی اصلاح کرتا ہے اور آگے بڑھ سکتا ہے اور اس کے برعکس اگر وہ ان مواقع سے فائدہ نہ اٹھائے تو پھر فیصلہ امر کا آخری وقت آجاتا ہے۔

فَإِذَا جَاءَ أَجْلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ۝ (۱۶: ۶۱)

سو جب ان کا وقت مقرر آچکتا ہے تو اس سے نہ تو ایک گھڑی پیچھے رہ سکتے ہیں نہ ایک گھڑی آگے بڑھ سکتے ہیں۔ قرآن کہتا ہے کہ ہر عمل کے نتیجے کے ظہور کے لئے ایک خاص مدت اور ایک خاص وقت مقرر کر دیا گیا ہے۔

فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اذْنُتُمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ ۖ وَإِنْ أَدْرِي أَقْرَبُ أَمْ بَعِيدُ مَا تُوعَدُونَ ۝ (۲۱: ۱۰۹)

پھر اگر یہ لوگ روگردانی کریں تو ان سے کہہ دو میں نے تم سب کو یکساں طور پر (حقیقتِ حال کی) خبر دے دی اور میں نہیں جانتا اعمالِ بد کے جس نتیجے کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے اس کا وقت قریب ہے یا ابھی دیر ہے۔

لیکن قرآن کہتا ہے کہ تم اپنے اوقات شماری کے پیمانے سے قوانینِ فطرت کی رفتارِ عمل کا اندازہ نہ لگاؤ۔ فطرت کا دائرہ عمل اتنا وسیع ہے کہ تمہارے معیارِ حساب کتاب کی بڑی سے بڑی مدت اس کے لئے ایک دن کی مدت سے زیادہ نہیں۔

وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ وَعْدَهُ ۖ وَإِنْ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّونَ ۝ وَكَأَيُّ مَن قَرْيَةٍ أَفْلَحَتْ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ لِّنَفْسِهَا ثُمَّ أَخَذْنَاهَا ۖ وَإِلَى الْمَصِيرِ ۝ (۲۲: ۴۷، ۴۸)

اور یہ لوگ عذاب کے لئے جلد بازی کر رہے ہیں (یعنی انکار و شرارت کی راہ سے کہتے ہیں اگر سچ مچ عذاب آنے والا ہے تو وہ کہاں ہے)۔ سو یقین کرو خدا اپنے وعدہ میں کبھی خلاف کرنے والا نہیں لیکن بات یہ ہے کہ تمہارے پروردگار کا ایک دن ایسا آتا ہے جیسے تمہارے حساب کا ہزار برس۔ چنانچہ کتنی ہی بستیاں ہیں جنہیں (عرصہ دراز تک) ڈھیل دی گئی

حالانکہ وہ ظالم تھیں پھر (جب ظہور ستارچ کا وقت آگیا تو) ہمارا مواخذہ نمودار ہو گیا اور (ظاہر ہے کہ) لوٹ کر ہماری طرف آنا ہے۔

انسان عموماً اپنے اعمال کے فوری نتائج کا متوقع رہتا ہے۔ پیغمبرؐ کے زمانے کے عرب جوان کے مخالف و منکر تھے اکثر انھیں یہ طعنہ دیا کرتے تھے کہ اگر وہ کراہی میں مبتلا ہیں تو انہیں فوراً اس کی سزا ملنی چاہیے، لیکن وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ جزاء عمل میں تاخیر کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ توبہ و رجوع کی مہلت باقی رہے اور رحمت کا یہی قانون ہے جو اس کارخانہ ہستی میں جاری و ساری ہے۔

وَقُولُوا مَنَىٰ هَذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ قُلْ عَسَىٰ أَنْ يَكُونَ رَدِفٌ لَّكُمْ بَعْضُ الَّذِي تَسْتَعْجِلُونَ ۝ وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُونَ ۝ (۷۳-۷۱: ۲۷)

اور (اے پیغمبرؐ یہ حقیقت فراموش) کہتے ہیں اگر تم (ستارچ ظلم و طغیان سے ڈرانے میں) سچے ہو تو وہ بات کب ہونے والی ہے؟ (اور کیوں نہیں ہو چکتی ان سے کہہ دو کھبراؤ نہیں) جس بات کے لئے تم جلدی مچا رہے ہو عجب نہیں اس کا ایک حصہ بالکل قریب آگیا ہو اور (اے پیغمبرؐ) تمہارا پروردگار انسان کے لئے بڑا ہی فضل رکھنے والا ہے (کہ ہر حال میں اصلاح اور تلافی کی مہلت دیتا ہے) لیکن (افسوس انسان کی غفلت پر) بیشتر ایسے ہیں (کہ اس کے فضل و رحمت سے فائدہ اٹھانے کی جگہ) اس کی ناشکری کرتے ہیں۔

وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ ۖ وَلَوْلَا أَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَاءَهُمُ الْعَذَابُ ۖ وَ لَيَأْتِيَنَّهُمْ بَغْةٌ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝ (۵۳: ۲۹)

اور یہ لوگ عذاب کے لئے جلدی کرتے ہیں (یعنی انکار و شرارت کی راہ سے کہتے ہیں اگر واقعی عذاب آنے والا ہے تو کیوں نہیں آچکta؟) اور واقعہ یہ ہے کہ اگر ایک خاص وقت نہ ٹھہرا دیا گیا ہوتا تو کب کا عذاب آچکا ہوتا۔ اور (یقین رکھو) جب وہ آئے گا تو اس طرح آئے گا کہ یہ کایک ان پر آگرے گا اور انہیں اس کا وہم و گمان بھی نہ ہو گا۔

وَمَا نُؤَخِّرُهُ إِلَّا لِأَجَلٍ مُّعَدُّودٍ ۖ ۝ (۱۰۴: ۱۱)

اور (یاد رکھو) اگر ہم اس معاملہ میں تاخیر کرتے ہیں تو صرف اس لئے کہ ایک حساب کی ہوئی مدت کے لئے اسے تاخیر میں ڈال دیں۔

قابل غور بات یہ نہیں ہے کہ کسی عملِ بد کے نتیجہ کے ظہور میں کتنی مدت لگتی ہے بلکہ قابلِ لحاظ امر یہ ہے کہ آخر کار کس قسم کے انسان برومند ہوتے ہیں، قرآن کہتا ہے کہ آخر کار وہی انسان برومند ہوتے ہیں جو نیک عمل ہیں۔

قُلْ يٰقَوْمِ اَعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ اِنِّیْ عَامِلٌ ؕ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَخَوَّنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۙ اِنَّهٗ لَا يَفْلَحُ الظَّالِمُوْنَ ۝ (۱۳۵: ۶)

(اے پیغمبر! تم ان لوگوں سے) کہہ دو کہ دیکھو (اب میرے اور تمہارے معاملہ کا فیصلہ اللہ کے ہاتھ ہے) تم جو کچھ کر رہے ہو اپنی جگہ کئے جاؤ اور میں بھی اپنی جگہ کام میں لگا ہوں، عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ کون ہے جس کے لئے آخر کار (کامیاب) ٹھکانا ہے بلاشبہ (یہ اس کا قانون ہے کہ) ظلم کرنے والا کبھی فلاح نہیں پاسکتا۔
قرآن نے اس اصول کی تبلیغ کی ہے کہ ہر قسم کے فساد و فسق کی ناکامی یقینی ہے اور نیکی و نیک عملی کا برومند ہونا لازمی ہے۔ قرآن نے جہاں جہاں اس اصول کا ذکر کیا ہے یا اس پر زور دیا ہے ان تمام مقامات میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے مثلاً۔

إِنَّهُ يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ (۱۳۵: ۶) إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُونَ ○ (۱۷: ۱۰) لَا يَصْلَحُ عَمَلُ
الْمُفْسِدِينَ (۸۱: ۱۰) وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ○ (۳۷: ۹)
وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ (۸۶: ۳)

اس معینہ اصول کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ارشاد و ہدایت کا دروازہ ہمہ آں پر بند کر دیا جاتا ہے اور ان درجوں میں جو انسان آتے ہیں وہ گمراہی کی زندگی پر مجبور کر دیے جاتے ہیں۔ افسوس ہے کہ قرآن کے مفسروں نے ان آیات کے مطالب اور قرآن کے اسلوب خاص کو سمجھنے میں غلطیاں کی ہیں۔ قرآن کے ان ارشادات کا مطلب تو یہ ہے کہ اس امر کے باوجود کہ کارخانہ حیات میں قانون مواخذہ کار فرما ہے۔ رحمت الہی انسان کو اصلاح حال اور رجوع و انابت کی مہلتیں دیتی ہے لیکن جب ان مہلتوں کو بھی ٹھکرا دیا جاتا ہے یعنی جب گمراہی مسلط ہو جاتی ہے تو قانون مواخذہ اپنا عمل شروع کر دیتا ہے۔ ان مہلتوں سے فائدہ اٹھانے کو اصطلاح قرآنی میں (متع) کہا گیا ہے۔ یہی وہ تمتع ہے جو زندگی کی ہر حالت میں اور ہر انسان کو یکساں طور پر عطا ہوا ہے۔

بَلْ مَتَّعْنَا هَؤُلَاءِ وَآبَاءَهُمْ حَتَّى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۖ (۴۴: ۲۱)

بلکہ بات یہ ہے کہ ہم نے ان لوگوں کو اور ان کے آباؤ اجداد کو مہلت حیات سے بہرہ مند ہونے کے مواقع دیے یہاں تک کہ (خوشحالی کی) ان پر بڑی بڑی عمریں گزر گئیں۔

اسی طرح قرآن نے جا بجا:

مَتَاعٌ إِلَىٰ حَبِيبٍ (۳۶: ۲) وَمَتَاعًا إِلَىٰ حَبِيبٍ ○ (۴۴: ۳۶) فَتَمَتَّعُوا فَمَا تَعْلَمُونَ (۵۵: ۱۶)

وغیرہ تعبیرات سے اس حقیقت پر زور دیا ہے۔

قضاء بالحق اور اقوام:

جس طرح انسانی اعمال میں قضاء بالحق یا بقا کا قانون کار فرما ہے اسی طرح قوموں یا جماعتوں کے معاملہ میں بھی اس قانون کی کار فرمائی موجود ہے اور وہ ان کے عروج و زوال کے حالات کا تعین کرتا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ افراد کی طرح وہ

میں اور جماعتیں بھی جو زندگی کے لئے غیر نافع ہوتی ہیں، چھانٹ دی جاتی ہیں۔ صرف وہی اقوام اور جماعتیں ہی باقی رہتی ہیں جو مقصد حیات کی ترقی اور نشوونما کے لئے مفید ہوتی ہیں اور قانونِ رحمت یہی ہے کیوں کہ اگر ایسا نہ ہو تو دنیا میں انسانی ظلم و طغیان کے لئے کوئی روک تھام نہ رہے۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ ○ (۲: ۲۵۱)

اور (دیکھو) اگر اللہ نے جماعتوں اور قوموں میں باہم کڑا تزام پیدا نہ کر دیا ہوتا اور وہ بعض آدمیوں کے ذریعہ بعض آدمیوں کو راہ سے ہٹاتا نہ رہتا تو یقیناً زمین میں خرابی پھیل جاتی لیکن اللہ کائنات کے لئے فضل و رحمت رکھنے والا ہے۔ ایک دوسرے موقع پر یہی حقیقت ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهَدَمْتُ صَوَامِعُ وَبِيعُ وَصَلَوْتُ وَمَسْجِدُ يُذَكِّرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا ○ (۲۲: ۴۰)

اور اگر ایسا نہ ہوتا کہ اللہ بعض جماعتوں کے ذریعہ بعض جماعتوں کو ہٹاتا رہتا (تو یقین کر و دنیا میں) انسان کے ظلم و فساد کے لئے کوئی روک باقی نہ رہتی اور یہ تمام خانقاہیں گرجے اور عبادت گاہیں اور مسجدیں جن میں اس کثرت سے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے منہدم ہو کر رہ جاتیں۔

تدریج و امہال اجتماعی زندگی میں:

جس طرح فطرت کائنات کے تمام کاموں میں تدریج و امہال کا قانون کارفرما ہے اسی طرح قوموں اور جماعتوں میں بھی اس قانون کی کارفرمائی موجود ہے۔ اصلح حال اور رجوع و انابت کا دروازہ ان کے لئے بھی ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔ کیونکہ قانونِ رحمت کا مقتضا یہی ہے۔

وَقَطَّعْنَهُمْ فِي الْأَرْضِ أُمَمًا مِّنْهُمْ الصَّالِحُونَ وَمِنْهُمْ دُونَ ذَلِكَ وَبَلَوْنَهُمْ بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ○ (۷: ۱۶۸)

اور ہم نے ایسا کیا کہ ان کے الگ الگ گروہ زمین میں پھیلا دیئے تو ان میں سے بعض تو نیک عمل تھے بعض دوسری طرح کے پھر ہم نے انہیں اچھائیوں اور برائیوں دونوں طرح کی حالتوں سے آزمایا تاکہ نافرمانی سے باز آجائیں۔

جس طرح افراد کے لئے راہِ راست پر لوٹنے کی ایک خاص مدت معین کر دی ہے اسی طرح اقوام کے لئے بھی اگر وہ راست سے بھٹک گئی ہوں تو سیدھے راستے پر واپس آنے کے لئے ایک مدت مقرر کر دی ہے۔

أَوَلَا يَرْوْنَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوبُونَ وَلَا هُمْ يَذْكُرُونَ ○ (۹: ۱۲۶)

یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ ان پر کوئی برس ایسا نہیں گزرتا کہ ہم انہیں ایک مرتبہ یا دو مرتبہ آزمائشوں میں نہ ڈالتے ہوں۔
(یعنی ان کے اعمال بد کے نتائج پیش نہ آتے ہوں)، پھر بھی نہ تو توبہ کرتے ہیں نہ حالات سے نصیحت پکڑتے ہیں۔
ان تمام مہلتوں کو اگر رائیگاں کر دیا جائے تو پھر قانون فطرت کے فیصلہ امر کا آخری وقت نمودار ہو جاتا ہے۔

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ۖ فَإِذَا جَاءَ أَجْلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ۝ (۷: ۳۴)

اور (دیکھو) ہر امت کے لئے ایک مقررہ وقت ہے سو جب ان کا مقررہ وقت آچکتا ہے تو اس سے نہ تو ایک گھڑی پیچھے رہ سکتے ہیں نہ ایک گھڑی آگے بڑھ سکتے ہیں۔

وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُومٌ ۝ مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ أَجْلَهَا وَمَا يَسْتَأْخِرُونَ ۝ (۱۵: ۴، ۵)

اور ہم نے کسی بستی کو ہلاک نہیں کیا مگر یہ کہ (ہمارے ٹھہرائے ہوئے قانون کے مطابق) ایک مقررہ میعاد اس کے لئے موجود تھی کوئی امت نہ تو اپنے مقررہ وقت سے آگے بڑھ سکتی ہے نہ پیچھے رہ سکتی۔

چنانچہ قضاء بالحق کا یہی قانون ناپسندیدہ اور غیر نافع افراد کو چھانٹ دیتا ہے اور ان کی جگہ مقصد حیات کی تکمیل کے لئے دوسروں کو لاکھڑا کرتا ہے۔

ذَلِكَ أَنْ لَمْ يَكُنْ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ ۖ وَأَهْلُهَا غَفِلُونَ ۝ وَلِكُلِّ دَرَجَةٌ بِمَا عَمِلُوا ۖ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ ۝ وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۖ إِنْ يَشَاءُ يُدْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْ بَعْدِكُمْ مَا يَشَاءُ كَمَا أَنْشَأَكُمْ مِنْ ذُرِّيَّةٍ قَوْمٍ آخَرِينَ ۝ (۶: ۱۳۱-۱۳۳)

یہ (تبلیغ و ہدایت کا تمام سلسلہ) اس لئے ہے کہ تمہارے پروردگار کا یہ شیوہ نہیں کہ بستیوں کو ظلم و ستم سے ہلاک کر دے اور بسنے والے حقیقت حال سے بے خبر ہوں (اس کا قانون تو یہ ہے) کہ جیسا جس کا عمل ہے اسی کے مطابق اس کا ایک درجہ ہے اور اسی درجہ کے مطابق اچھے برے نتائج ظاہر ہوتے ہیں اور یاد رکھو جیسے کچھ کسی کے اعمال ہیں تمہارا پروردگار ان سے بے خبر نہیں ہے، تمہارا پروردگار رحمت والا ہے نیاز ہے اگر وہ چاہے تو تمہیں راہ سے ہٹا دے اور تمہارے بعد جسے چاہے تمہارا جانشین بنادے اسی طرح جس طرح ایک دوسری قوم کی نسل سے تمہیں اوروں کا جانشین بنادیا ہے۔

اصلاح حال اور رجوع و انابت کی مہلت بخشی کے سلسلہ میں مولانا آزاد نے رحمتِ الہی کی حیرت انگیز کار فرمائیوں کا ذکر کیا ہے یہ ٹھیک ہے کہ قرآن نے ہر عمل کی جزا و سزا پر زیادہ زور دیا ہے۔ لیکن ساتھ ہی قرآن کا یہ ارشاد بھی ہے کہ یہ قانون اصلاح و رجوع کے دروازے بند نہیں کرتا۔ توبہ و اصلاح کی مہلتوں پر مہلتیں دی گئی ہیں۔ جوں ہی توبہ و انابت کا احساس انسان کے اندر جنبش میں آتا ہے رحمتِ الہی معاً قبولیت کا دروازہ کھول دیتی ہے اور اشکِ ندامت کا

ایک ایک قطرہ بد عملیوں اور گناہوں کے بے شمار داغ دھبے اس طرح دھو دیتا ہے کہ گویا اس کے دامنِ عمل پر کوئی دھبہ لگا ہی نہ تھا جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے التائب من الذنب کمن لا ذنب له کناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کے ماتم ہو جاتا ہے جس نے کناہ نہ کیا ہو۔ قرآن کہتا ہے:-

إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ ۖ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ۝ (۷۰: ۲۵)

ہاں مگر جس کسی نے توبہ کی اور آئندہ کے لئے نیک عمل کی راہ اختیار کی تو یہ لوگ ہیں جن کی برائیوں کو اللہ اچھائیوں میں بدل دیتا ہے اور اللہ بڑا بخشنے والا بڑا رحم کرنے والا ہے۔

قرآن کریم نے رحمتِ الہی کی وسعت اور اس کی مغفرت و بخشش کی فراوانی کا جو نقشہ کھینچا ہے اس کی کوئی حد و انتہا نہیں ہے۔ کتنے ہی سخت گناہ ہوں، کیسی ہی شدید ان کی نوعیت ہو... اور کتنی ہی مدت کے گناہ ہوں لیکن ہر اُس انسان کے لئے جو اپنے گناہوں پر نادم ہو اور خلوص کے ساتھ اس کے دروازہ رحمت پر دستک دے، رحمت و قبولیت اسے اپنی آغوش میں لے لے گی۔

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَّحْمَةِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا ۚ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝ (۵۳: ۳۹)

اے میرے بندو! (جنہوں نے بد عملیاں کر کے) اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے (تمہاری بد عملیاں کتنی ہی سخت اور کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہوں) مگر اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو یقیناً اللہ تمہارے تمام گناہ بخش دے گا۔ یقیناً وہ بڑا بخشنے والا بڑی ہی رحمت رکھنے والا ہے۔

صفتِ رحمت اور انسان

اس موقع پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن نے صفاتِ الہی خصوصاً اس کی صفتِ رحمت کی طرف کیوں اس طرح توجہ مبذول کرائی ہے۔

مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ رحمت کی صفت خدا کی وہ صفت ہے جو اس کی تمام صفات پر حاوی ہے اور ہر ایک میں اس کا پر تو پایا جاتا ہے۔ اس کا جواب پیغمبرؐ نے ایک حدیث قدسی میں یوں دیا ہے کہ:

تم اپنے اندر صفاتِ الہی پیدا کرو۔

اور چونکہ رحمت ایک عالمگیر صفتِ الہی ہے اس لئے انسان کی اولین غایت یہ ہونی چاہیے کہ وہ اپنے فکر و عمل کے ہر شعبہ میں چاہے وہ سماجی ہو یا معاشی ہو یا سیاسی، اس عظیم صفت کی جھلک پیدا کرے۔

خدا اور بندے کے درمیان رشتہ محبت:

قرآن نے اس حقیقت کو واضح کر دیا ہے کہ خدا اور اس کے بندوں کا رشتہ محبت کا رشتہ ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْدَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ ۚ (۱۶۵: ۲)

اور 'دیکھو' انسانوں میں سے کچھ انسان ایسے ہیں جو دوسری ہستیوں کو اللہ کا ہم پلہ بنا لیتے ہیں وہ انہیں اس طرح چاہتے لگتے ہیں جس طرح اللہ کو چاہنا ہوتا ہے حالانکہ جو لوگ ایمان رکھنے والے ہیں ان کی زیادہ سے زیادہ محبت صرف اللہ ہی کے لئے ہوتی ہے۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ (۳۱: ۳)

(اے پیغمبر! ان لوگوں سے) کہہ دو اگر واقعی تم اللہ سے محبت رکھنے والے ہو تو چاہیے کہ میری پیروی کرو (میں تمہیں محبت الہی کی حقیقی راہ دکھا رہا ہوں۔ اگر تم نے ایسا کیا تو صرف یہی نہیں ہو گا کہ تم اللہ سے محبت کرنے والے ہو جاؤ گے بلکہ خود) اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور اللہ بخشنے والا رحمت والا ہے۔

قرآن جا بجا اس حقیقت پر زور دیتا ہے کہ ایمان باللہ کا نتیجہ اللہ کی محبت ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهَ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ ۖ (۵۴: ۵)

اے پیروان دعوت ایمانی! اگر تم میں سے کوئی شخص اپنے دین کی راہ سے پھر جائے گا تو (وہ یہ نہ سمجھے کہ دعوت حق کو اس سے کچھ نقصان پہنچے گا)۔

عنقریب اللہ ایک گروہ ایسے لوگوں کا پیدا کرے گا۔ جنہیں اللہ کی محبت حاصل ہوگی اور وہ اللہ کو محبوب رکھنے والے ہوں گے۔

قرآن کہتا ہے کہ محبت الہی کی راہ اس کی مخلوق کی محبت میں سے ہو کر گزرتی ہے جو انسان چاہتا ہے کہ خدا سے محبت کرے اے چاہیے کہ خدا کے بندوں سے محبت کرنا سکھے۔

وَأَتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ (۱۷۷: ۲)

اور جو اپنا مال اللہ کی محبت میں نکالتے اور خرچ کرتے ہیں۔

وَيُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ۝ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ۝ (۷۶: ۸-۹)

اور اللہ کی محبت میں وہ مسکینوں، یتیموں، قیدیوں کو کھلاتے ہیں (اور کہتے ہیں) ہمارا یہ کھلانا اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے

کہ محض اللہ کے لئے ہے۔ ہم تم سے نہ تو کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ کسی طرح کی شکر گزاری۔

ایک حدیث قدسی میں یہی حقیقت نہایت مؤثر پیرایہ میں بیان کی گئی ہے:

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَا ابْنَ آدَمَ مَرَضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِي قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ أُعْوِدُكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ قَالَ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ عَبْدِي فَلَانًا مَرَضَ فَلَمْ تَعُدَّهُ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ عُدْتَهُ لَوَجَدْتَنِي عِنْدَهُ يَا ابْنَ آدَمَ اسْتَطَعَمْتُكَ فَلَمْ تُطْعِمْنِي قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ أُطْعِمُكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ قَالَ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّهُ اسْتَطَعَمَكَ عَبْدِي فَلَانٌ فَلَمْ تُطْعِمْهُ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ أَطْعَمْتَهُ لَوَجَدْتَ ذَلِكَ عَبْدِي يَا ابْنَ آدَمَ اسْتَسْقَيْتَكَ فَلَمْ تَسْقِنِي قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ أَسْقِيكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ قَالَ اسْتَسْقَاكَ عَبْدِي فَلَانٌ فَلَمْ تَسْقِهِ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ سَقَيْتَهُ لَوَجَدْتَ ذَلِكَ عَبْدِي أَخْرَجَهُ مُسْلِمًا (عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ)

قیامت کے دن ایسا ہو گا کہ خدا ایک انسان سے کہے گا۔ اے ابن آدم! میں بیمار ہو گیا تھا مگر تو نے میری بیمار پر سی نہ کی بندہ متعجب ہو کر کہے گا بھلا ایسا کیوں کر ہو سکتا ہے اور تو رب العالمین ہے۔ خدا فرمائے گا: کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ تیرے قریب بیمار ہو گیا تھا اور تو نے اس کی خبر نہیں لی تھی۔ اگر تو اس کی بیمار پر سی کے لئے جاتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ اسی طرح خدا فرمائے گا: اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا مگر تو نے نہیں کھلایا، بندہ عرض کرے گا بھلا ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ تجھے کسی بات کی احتیاج ہو؟ خدا فرمائے گا: کیا تجھے یاد نہیں کہ میرے فلاں بھوکے بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا اور تو نے انکار کر دیا تھا اگر تو اسے کھلاتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ ایسے ہی خدا فرمائے گا اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا مگر تو نے مجھے پانی نہ پلایا۔ بندہ عرض کرے گا بھلا ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ تجھے پیاس لگے تو خود پروردگار ہے، خدا فرمائے گا۔ میرے فلاں پیاسے بندے نے تجھ سے پانی مانگا لیکن تو نے اسے پانی نہ پلایا اگر تو اسے پانی پلا دیتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔

اعمال و عبادات:

اسی طرح قرآن نے اعمال و عبادات کی جو شکل و نوعیت قرار دی ہے اخلاق و خصائل میں سے جن جن باتوں پر زور دیا ہے اور اوامر و نواہی میں جو جو اصول و مبادی ملحوظ رکھے ہیں ان سب میں بھی یہی حقیقت کام کر رہی ہے۔ قرآن نے خدا کی کسی صفت کو بھی اس کثرت کے ساتھ نہیں دہرایا ہے اور نہ ہی کوئی مطلب اس درجہ اس کی صفات میں نمایاں ہے جس قدر رحمت کا ذکر ہے۔ اگر قرآن کے وہ تمام مقلات جمع کئے جائیں جہاں رحمت کا ذکر کیا گیا ہے تو ایسے مقلات تین سو سے زیادہ ہوں گے۔ اور اگر وہ تمام مقلات بھی شامل کر لئے جائیں جہاں اگرچہ لفظ رحمت استعمال نہیں ہوا ہے۔ لیکن ان کا تعلق رحمت ہی سے ہے جیسے ربوبیت، مغفرت، رافت، کرم، حلم، عفو وغیرہ تو پھر یہ تعداد اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ کہا جاسکتا ہے، قرآن اول سے لے کر آخر تک اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ رحمت الہی کا پیغام

ہے۔ پیغمبر اسلام نے اپنے قول و عمل سے جو حقیقت ہم پر واضح کی ہے وہ تمام تر یہی ہے کہ خدا کی موحدانہ پرستش اور اس کے بندوں پر شفقت اور رحمت کی جائے۔ ایک مشہور حدیث ہمیں بتلاتی ہے کہ:

إِنَّمَا يَرْحَمُ اللَّهُ مِنْ عِبَادِهِ الرَّحْمَاءَ (الحديث)

خدا کی رحمت انہیں بندوں کے لئے ہے جو اس کے بندوں کے لئے رحمت رکھتے ہیں۔

حضرت مسیح علیہ السلام کا مشہور کلمہ وعظ کہ ”زمین والوں پر رحم کرو تاکہ وہ جو آسمان پر ہے تم پر رحم کرے“۔
بجسہ پیغمبر اسلام کی زبان پر بھی طاری ہوا۔

ارْحَمُوا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحُمَكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ (الحديث)

ایک سے زیادہ حدیثیں اس مضمون کی موجود ہیں کہ اللہ کی رحمت رحم کرنے والوں کے لئے ہے۔ اگرچہ یہ رحم ایک حقیر چڑیا ہی کے لئے کیوں نہ ہو۔

اصل یہ ہے کہ قرآن نے خدا پرستی کی بنیاد ہی اس جذبہ پر رکھی ہے کہ انسان اپنے قول و عمل میں خدا کی صفتوں کا پر تو پیدا کرے، وہ انسان کے وجود کو ایسی سرحد قرار دیتا ہے جہاں حیوانیت کا درجہ ختم ہوتا ہے اور ایک مافوق حیوانیت کا درجہ شروع ہو جاتا ہے۔ انسان کا جوہر انسانیت جو اسے حیوانیت کی سطح سے بلند و ممتاز کرتا ہے اور جو اسے اشرف المخلوقات کے مرتبہ تک پہنچاتا ہے، قرآن اسے خدا کی روح پھونک دینے سے تعبیر کرتا ہے۔

ثُمَّ سَوَّاهُ وَ نَفَخَ فِيهِ مِنْ رُوحِهِ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْأَبْصَارَ وَ الْآفِئِدَةَ ۖ (۳۲: ۹)

یعنی خدا نے آدم میں اپنی روح میں سے کچھ پھونک دیا اور اسی کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس کے اندر عقل و حواس کا چراغ روشن ہو گیا۔

اوپر کی آیت سے یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ کائنات ہستی میں انسان کا مرتبہ اتنا بلند ہے کہ خدا نے خود اپنی روح اس میں پھونک دی ہے یعنی انسان کو عقل و ہوش کی زندگی میں رحمت کی کار فرمائی کے لئے یہ جوہر ودیعت کیا گیا۔

پس قرآن جہاں جہاں خدا کی رحمت کا تصور ہمارے دماغ میں پیدا کرنا چاہتا ہے تو یہ اس لئے ہے کہ وہ چاہتا ہے ہم بھی اپنے اندر رحمت اور ربوبیت کی ساری کیفیتیں پیدا کر لیں خدا کی دوسری صفات کو پیش کرنے کا مدعا بھی یہی ہے جس بات پر قرآن سب سے زیادہ زور دیتا ہے وہ بخشش و درگزر ہے۔ قرآن کی یہ تعلیم اس کا اصل اصول ہے۔ بلاشبہ اس نے یہ نہیں کہا کہ اپنے دشمنوں سے بھی پیار کرو لیکن اس نے یہ ضرور کہا کہ دشمنوں کو بھی بخش دو۔ جو دشمن کو بخش دینا سیکھ جائے گا۔ وہ خود بھی خدا کی بخشش کا مستحق ہو جائے گا۔ اپنے نفس کو آلودگیوں سے پاک و صاف کرنے کا یہی طریقہ ہے۔

وَالْكَافِرِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝ (۱۳۴: ۳)

غصہ ضبط کرنے والے اور انسان کے قصور بخش دینے والے اور اللہ کی محبت انہیں کے لئے ہے جو احسان کرنے والے ہیں۔

وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوْا زَكَاةً مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً وَيَذَرُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةِ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۖ ۝ (۲۲: ۱۳)

اور جن لوگوں نے اللہ کی محبت میں (تلخی و ناگواری) برداشت کر لی، نماز قائم کی، خدا کی دی ہوئی روزی پوشیدہ و علانیہ (اس کے بندوں کے لئے) خرچ کی۔ اور برائی کا جواب برائی سے نہیں، نیکی سے دیا (تو یقین کرو) یہی لوگ ہیں جن کے لئے آخرت کا بہتر ٹھکانا ہے۔

قرآن نے بدلہ لینے سے بالکل روک نہیں دیا ہے۔ لیکن جہاں کہیں بھی اس نے اس کی اجازت دی ہے صرف تحفظ حیات کے لئے دی ہے اور پھر یہ بھی نہ بھولنا چاہیے کہ جہاں کہیں وہ انتقام کی اجازت دیتا ہے ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ عفو و بخشش بہتر طریقہ ہے اور بدی کے بدلے میں نیکی کرنا تمہارے لئے زیادہ اچھا ہے۔

وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ ۖ وَلَٰئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ ۝ (۱۲۶: ۱۶)

اور دیکھو اگر تم بدلہ لو تو چاہیے جتنی اور جیسی کچھ برائی تمہارے ساتھ کی گئی ہے۔ اسی کے مطابق ٹھیک ٹھیک بدلہ بھی لیا جائے (یہ نہ ہو کہ زیادتی کر بیٹھو) لیکن اگر تم برداشت کر جاؤ اور بدلہ نہ لو تو یاد رکھو، برداشت کرنے والوں کے لئے برداشت کر جانے ہی میں بہتری ہے۔

وَجَزَاؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ ۖ (۴۰: ۴۲)

اور برائی کے لئے ویرساہی اور استناہی بدلہ ہے جیسی اور جتنی برائی کی گئی ہے لیکن جس کسی نے درگزر کیا اور معاملے کو بگاڑنے کی جگہ سنوار لیا تو اس کا اجر اللہ پر ہے۔

انجیل اور قرآن:

ہم نے ابھی یہ بیان کیا ہے کہ قرآن یہ نہیں کہتا کہ اپنے دشمنوں سے بھی پیار کرو یہ بیان کچھ اور تشریح چاہتا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے یہودیوں کی ظاہر پرستیوں اور اخلاقی محرومیوں کی جگہ رحم و محبت اور عفو و بخشش کی اخلاقی قربانیوں پر زور دیا تھا چنانچہ ہم انجیل کے مواعظ میں جا بجا اس طرح کے خطاب پاتے ہیں۔

”تم نے سنا ہو گا کہ اگلوں سے کہا گیا کہ دانت کے بدلے دانت اور آنکھ کے بدلے آنکھ لیکن میں کہتا ہوں کہ شریہ کا مقابلہ نہ کرنا لیکن اگر کوئی تمہارے ایک کال پر طمانچہ مارنا چاہے تو دوسرا کال بھی آگے کر دو۔“

”تم نے سنا ہو گا کہ اٹکوں سے کہا گیا کہ اپنے ہمسایوں سے پیار کرو اور جو تم پر لعنت بھیجتے ہیں ان پر رحمت بھیجو اور جو تم سے نفرت کرتے ہیں ان سے نیکی کرو اور ان کے لئے دعائے مغفرت کرو جو تمہارے ساتھ بے رحمی سے پیش آتے ہیں اور تمہیں ہلاک کرتے ہیں۔“

لیکن سوال یہ ہے کہ ان خطابات کی نوعیت کیا تھی؟ کیا یہ روحانی فضائل و اخلاق کا پیغام تھا یا تشریع یعنی قوانین وضع کرنا تھا۔

دعوتِ مسیح کی فراموشی:

مولانا آزاد اس امر پر اظہارِ افسوس کرتے ہیں کہ انجیل کے پیرو اور اس کے نکتہ چین دونوں یہاں مختلف قسم کی غلط فہمیوں کا شکار ہو گئے اور مسیح علیہ السلام کے ان خطابات کو ایک قطعی ضابطہ اخلاق سمجھ بیٹھے تاہم آخر کار انہیں یہ تسلیم کرنا پڑا کہ ان پر عمل نہیں کیا جاسکتا اس کے باوجود پیروانِ مسیح نے اپنے آپ کو اس سے تسلی دے لی کہ اگرچہ یہ احکام ناقابلِ عمل ہیں لیکن چند مسیحوں، ولیوں اور شہیدوں نے بہر حال ان پر عمل کر لیا تھا۔ دوسری طرف نکتہ چینوں نے کہا کہ یہ سراسر ایک نظری اور ناقابلِ عمل تعلیم ہے۔ عملی نقطہ نظر سے اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں اور یہ فطرتِ انسانی کے صریح مغائر ہے۔ درحقیقت نوعِ انسانی کی یہ بڑی ہی درد انگیز ناانصافی ہے جو تاریخِ انسانیت کے اس عظیم الشان معلم کے ساتھ جائز رکھی گئی جس طرح یہ درد نکتہ چینوں نے اسے سمجھنے کی کوشش نہیں کی اسی طرح نادان محققوں نے بھی فہم و بصیرت سے انکار کر دیا۔ کیا مسیح کا پیغام واقعی ناقابلِ عمل تھا؟ کیا وہ فطرتِ انسانی کے مغائر تھا؟ ایسا تسلیم کر لینے کا مطلب یہ ہو گا کہ ہم بنیادی طور پر اس قرآنی تعلیم کو ضرب لگا رہے ہیں کہ دنیا کے تمام پیغمبروں کا پیغام ایک ہی ہے۔

دعوتِ مسیح کی حقیقت:

اصل یہ ہے کہ پیروانِ مسیح نے تعلیماتِ مسیح کی حقیقت کو سمجھنے میں کوتاہی کی۔ حضرت مسیح کا ظہور تاریخ کے ایک ایسے عہد میں ہوا تھا۔ جب کہ یہودیوں کا اخلاقی تنزل انتہائی حد تک پہنچ چکا تھا اور دل کی نیکی اور اخلاق کی پاکیزگی کے بجائے محض ظاہری احکام و رسوم کی پرستش، دینداری و خدا پرستی سمجھی جاتی تھی۔ یہودیوں کے علاوہ جتنی متمدن اقوام قرب و جوار میں موجود تھیں۔ مثلاً رومی، مصری، اشوری، وہ بھی کم و بیش اسی حالتِ زوال سے گزر رہی تھیں جس کا نتیجہ یہ تھا کہ لوگوں نے یہ نہیں جانا کہ مسیح کا پیغام رافت و محبت اور عفو و بخشش اور جرم و گناہ کی مروجہ زندگی سے باز رکھنے کے لئے تھا۔ اس زمانے میں انسانی قتل و ہلاکت کا تماشا دیکھنا، طرح طرح کے ہولناک طریقوں سے مجرموں کو ہلاک کرنا، زندہ انسانوں کو درندوں کے سامنے ڈال دینا، آباد شہروں کو بلاوجہ جلا کر خاکستر بنادینا، اپنی قوم کے علاوہ تمام انسانوں کو غلام سمجھنا اور غلام بنا کر رکھنا، رحم و محبت اور علم و شفقت کی جگہ قلبی قساوت اور بے رحمی پر فخر کرنا، رومی

تمدن کا اخلاق اور مصری آشوری دیوتاؤں کا پسندیدہ طریقہ تھا۔ ضرورت تھی کہ نوع انسانی کی ہدایت کے لئے ایک ایسی ہستی مبعوث ہو جو سرتاسر رحمت و محبت کا پیغام ہو اور انسان کی قلبی و معنوی حالت کی اصلاح و تزکیہ پر اپنی توجہ مبذول کر دے۔ چنانچہ حضرت مسیحؑ کی شخصیت میں وہ ہستی نمودار ہوئی جس نے جسم کی جگہ روح پر، زبان کی جگہ دل پر اور ظاہر کی جگہ باطن پر نوع انسانی کو توجہ دلائی اور محبت و انسانیت کا فراموش شدہ سبق تازہ کر دیا۔

حضرت مسیحؑ کا الہامی کلام مجازات کی قدرتی تاثیر کا حامل تھا لیکن اقامتِ ثلاثہ اور کفارہ جیسے دور از کار عقائد پیدا کرنے والے ان کے مواعظ کا مقصد و محل اور ان کے مجازات کی حقیقت کو نہ سمجھ سکے اور ان کی سرتاسر لفظی تاویلات میں پڑ کر گمراہ ہو گئے۔

حضرت مسیحؑ نے جہاں کہیں یہ کہا ہے کہ ”اپنے دشمن سے پیار کرو“ تو یقیناً اس کا مطلب یہ نہ تھا کہ ہر انسان کو چاہئے کہ اپنے دشمنوں کا عاشق زار ہو جائے بلکہ اس کا سیدھا سادہ مطلب یہ تھا کہ تم میں غیظ و غضب اور نفرت و انتقام کی جگہ رحمت و محبت کا پُر جوش جذبہ ہونا چاہیے۔ ایسے گرد و پیش میں جہاں اپنوں اور عزیزوں کے ساتھ بھی نفرت کا برتاؤ کیا جاتا ہو یہ کہنا کہ اپنے دشمنوں سے پیار کرو، یقیناً نفرت و غضب سے کنارہ کش ہونے کا ایک کامل ترین جذبہ پیدا کر سکتا تھا۔ یا مثلاً اگر انہوں نے کہا تھا اگر کوئی تمہارے ایک کمال پر ٹمانچہ مارے تو دوسرا کمال بھی آگے کر دو، تو یقیناً مسیحؑ کے ذہن میں اس کا مطلب یہ نہ تھا کہ سچ مچ تم اپنا دوسرا کمال آگے کر دیا کرو بلکہ صریح مطلب یہ تھا کہ اپنے اندر عفو و درگزر کا جذبہ پیدا کرو۔ ہر بلیغ کلام کے لفظی معنی لینا شائستہ ذہن کا مظہر نہیں ہو سکتا۔ اگر ہم اس طرح کے مجازات کو ان کے ظواہر پر محمول کرنے لگیں تو نہ صرف تمام الہی تعلیمات ہی درہم برہم ہو جائیں گی بلکہ انسان کا وہ تمام کلام جو الہام و بلاغت کا مرقع ہے یک قلم مختل ہو جائے گا۔

بلاشبہ مذہب و قوانین نے جرم و گناہ کے لئے تعزیرات و عقوبت کا حکم دیا ہے۔ کیونکہ انسانی معیشت کے لئے یہ ناگزیر ہے لیکن تعزیر و عقوبت کا مدعا صرف یہ ہوتا ہے یا صرف اس لئے اسے گوارا کیا جاتا ہے کہ بڑے درجہ کی برائیوں کو روکنے کے لئے ایک کم درجہ کی برائی کو برداشت کر لیا جائے خالص مذہبی نقطہ نظر سے تعزیر و عقوبت کی غایت اس سے زیادہ نہیں لیکن دنیا نے اسے انسان کی تعذیب و ہلاکت کا خوفناک آلہ بنا لیا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ انسانی قتل و غارت گری کی کوئی ہولناکی ایسی نہیں ہے جو شریعت اور قانون کے نام سے نہ کی گئی ہو اگر تاریخ سے پوچھا جائے کہ جنگ و جدال کو چھوڑ کر انسانی ہلاکت و بربادی کی سب سے بڑی قوتیں کون کون سی رہی ہیں تو یقیناً اس کی انگلیاں ان عدالت گاہوں کی طرف اٹھ جائیں گی جو مذہب اور قانون کے نام سے قائم کی گئیں اور جنہوں نے ہمیشہ اپنے ہم جنسوں کی تعذیب و ہلاکت کا عمل جاری رکھا۔ حضرت مسیحؑ کا مقصد ہر گز یہ نہ تھا کہ وہ نفس تعزیر و سزا کے خلاف کوئی نئی تشریح کریں بلکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ انسان میں عفو و محبت کے جذبات کو موجزن کر دیں۔ وہ بتلانا چاہتے تھے کہ اعمال انسانی میں اصل رحم و محبت ہے اور عقوبت و انتقام ایک آخری شکل اور ایک ناگزیر علاج ہے۔

شریعت موسوی کے پیروؤں نے شریعت کو صرف سزا دینے کا آلہ بنا لیا تھا۔ حضرت مسیحؑ نے بتلایا کہ شریعت صرف سزا دینے کے لیے نہیں بلکہ نجات کی راہ دکھانے آتی ہے اور نجات کی راہ سرتاسر رحمت و محبت کی راہ ہے۔

عمل اور عامل:

دراصل اس بارے میں انسان کی بنیادی غلطی یہ رہی ہے کہ وہ 'عمل' اور 'عامل' میں امتیاز قائم نہیں رکھتا، مذہب اس فرق و امتیاز کو واضح طور پر پیش کرتا ہے تمام مذاہب کا یہ مقصد رہا ہے کہ بد عملی اور گناہ کے عمل کی طرف سے انسان کے دل میں نفرت پیدا کی جائے لیکن یہ انہوں نے کبھی گوارا نہیں کیا کہ خود انسان کی طرف سے انسان کے اندر نفرت پیدا ہو جائے۔ یقیناً انہوں نے زور دیا ہے کہ گناہ سے نفرت کرو لیکن یہ کبھی نہیں کہا ہے کہ گناہکار سے نفرت کرو۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طبیب ہمیشہ لوگوں کو بیماریوں سے ڈراتا رہتا ہے اور ان کے مہلک نتائج کا بولناک نقشہ پیش کرتا رہتا ہے لیکن یہ تو وہ کبھی نہیں کرتا کہ جو لوگ بیمار ہو جائیں ان سے ڈرنے اور نفرت کرنے لگے بلکہ اس کی تو ساری توجہ اور شفقت کا مرکز بیمار ہی کا وجود ہوتا ہے اور جو انسان جتنا زیادہ بیمار ہو گا۔ اتنا ہی زیادہ اس کی توجہ اور شفقت کا مرکز بن جائے گا اور یہی شیوہ روح و دل کے طبیعوں کا بھی ہوتا ہے۔ وہ گناہکار سے نفرت نہیں کرتے بلکہ اس کے لئے سرتاسر رحمت و شفقت بن جاتے ہیں وہ یقیناً یہ چاہتے ہیں کہ ہم میں گناہوں سے نفرت پیدا کر دیں، گناہکار انسانوں سے نہیں۔ اور فرق و امتیاز کا یہی وہ نازک مقام ہے جہاں بڑے بڑے پیروان مذہب نے ٹھوکر کھائی ہے۔ حضرت مسیحؑ کی تعلیم سرتاسر اسی حقیقت پر مبنی تھی کہ گناہوں سے نفرت کرو مگر ان انسانوں سے نفرت نہ کرو جو گناہوں میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ بلکہ ان کے ساتھ لطف و رافت کا برتاؤ کرو تاکہ وہ اپنے ماضی کے گناہوں کی تلافی کر سکیں اور انسانی زندگی کے لئے دوبارہ ایک متاع عزیز بن جائیں۔ بعض ائمہ تابعین نے اسی حقیقت کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے۔

انْكِسَارُ الْعَاصِيْنَ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ صَوْلَةِ الْمُطِيعِيْنَ

”خدا کو فرمانبردار بندوں کی نکنت سے کہیں زیادہ گناہکار بندوں کا عجز و انکسار محبوب ہے“ اور پھر یہی حقیقت ہے کہ ہم قرآن میں دیکھتے ہیں کہ جہاں کہیں خدا نے گناہکار انسانوں کو مخاطب کیا ہے تو عموماً یا ئے نسبت کے ساتھ کیا ہے جو تشریف و محبت پر دلالت کرتی ہے۔

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ اَسْرَفُوا عَلَىٰ اَنْفُسِهِمْ (۵۳: ۳۹)

اے پیغمبر میری طرف سے لوگوں کو کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنے اوپر زیادتی کی ہے۔ یا

ءَاَنْتُمْ اَضَلَلْتُمْ عِبَادِيَ (۱۷: ۲۵)

کیا تم نے میرے بندوں کو گمراہ کیا تھا؟

اس طرزِ مخاطب کی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسے ایک باپ جوشِ محبت میں بیٹے کو پکارتا ہے۔ اے میرے فرزند! اے میرے فرزند! ہمتغیرِ اسلام کے پڑنوالے حضرت امام جعفر صادقؑ نے سورہ زمر کی آیتِ رحمت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ”جب ہم اپنی اولاد کو اپنی طرف نسبت دے کر مخاطب کرتے ہیں تو وہ بے خوف و خطر ہماری طرف دوڑنے لگتے ہیں کیوں کہ سمجھ جاتے ہیں ہم ان پر غضب ناک نہیں۔“ قرآن میں خدا نے بیس سے زیادہ موقعوں پر ہمیں ’عبادی‘ کہہ کر اپنی طرف نسبت دی ہے اور سخت سے سخت گنہگار انسان کو بھی ’عبادی‘ کہہ کر پکارا ہے کیا اس سے بھی بڑھ کر اس کی رحمت و آمرزش کا کوئی پیام ہو سکتا ہے۔

انجیل اور قرآن کی تعلیمات میں کوئی اختلاف نہیں:

مولانا آزاد فرماتے ہیں کہ فی الحقیقت حضرت مسیحؑ کی تعلیم اور قرآن کی تعلیم میں اصلاً کوئی فرق نہیں۔ دونوں کا معیارِ احکام ایک ہی ہے فرق صرف محلِ بیان اور پیرایہ بیان کا ہے۔ حضرت مسیحؑ نے صرف تزکیہٴ قلب پر زور دیا ہے اور کوئی نئی شریعت نہیں پیش کی کیونکہ شریعت موسوی موجود تھی اور وہ اس میں تبدیلی کرنا نہیں چاہتے تھے۔ وہ صرف یہ چاہتے تھے کہ اس شریعت کو تزکیہٴ قلب کے لئے استعمال کیا جائے لیکن قرآن بیک وقت اخلاق اور قانون دونوں کے احکام بیان کرتا ہے اس لئے قدرتی طور پر اس نے ایک ایسا اسلوب اور پیرایہ بیان اختیار کیا جو مجازات اور متشابہات کی جگہ احکام و قوانین کا صاف صاف چچا تلا پیرایہ بیان تھا۔ اس نے سب سے پہلے عفو و درگزر پر زور دیا اور اسے نیکی اور فضیلت کی اصل قرار دیا۔ دوسرے یہ کہ ناگزیر صورتوں میں بدلہ لینے اور سزا دینے کا دروازہ بھی کھلا رکھا اور تیسرے یہ کہ نہایت واضح اور قطعی لفظوں میں اس نے کہہ دیا کہ بدلے اور سزا میں زیادتی نہیں ہونی چاہیے کیونکہ وہ ناانصافی ہوگی تمام مذاہب کا ماحصل یہی تین اصول رہے ہیں۔

وَجَزَاوَا سَيِّئَةً سَيِّئَةً مِّثْلَهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ ۖ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ۝ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُولَٰئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيلٍ ۖ ۝ إِنَّا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَظْلِمُونَ النَّاسَ وَيَتَّغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۖ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ وَلَمَنِ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ۝ (۴۲: ۴۰-۴۲)

اور (دیکھو) برائی کے بدلے ویسی ہی اور اتنی ہی برائی ہے لیکن جو کوئی بخشدے اور بگاڑنے کی جگہ سنوارے تو (یقین کرو) اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے۔ اللہ ان لوگوں کو دوست نہیں رکھتا جو زیادتی کرنے والے ہیں اور جس کسی پر ظلم کیا گیا ہو اور وہ ظلم کے بعد اس کا بدلہ لے تو اس پر کوئی الزام نہیں الزام ان لوگوں پر ہے، جو انسانوں پر ظلم کرتے ہیں اور ناحق ملک میں فساد کا باعث ہوتے ہیں سو یہی لوگ ہیں جن کے لئے عذابِ الیم ہے اور جو کوئی بدلہ لینے کے بجائے برائی برداشت کر جائے اور بخشدے تو یقیناً یہ بڑی اولوالعزمی کی بات ہے۔

غور کرو! عفو و درگزر پر پورا زور دیا گیا ہے اگرچہ انتقام و سزا کا دروازہ کھلا رکھا گیا ہے لیکن بتا دیا گیا ہے کہ نیکی و فضیلت کی راہ دراصل عفو و درگزر ہی کی راہ ہے۔ پھر اس پہلو پر بھی نظر رہے کہ قرآن نے اسی سزا کو جو برائی کے بدلے میں دی جائے 'برائی' ہی کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ یعنی 'سنتہ' کے بدلے میں جو کچھ کیا جائے گا وہ بھی 'سنتہ کے مانند' ہی ہو گا بے شک برائی کبھی نیکی نہیں بن سکتی لیکن سزا کا دروازہ اس لئے کھلا رکھا گیا ہے کہ کہیں زیادہ بڑی برائیاں ظہور میں نہ آنے لگیں پھر اس آدمی کی نسبت جو معاف کر دے۔ "اصلح" کا لفظ کہا ہے۔ یعنی 'سنوارنے والا' اس سے معلوم ہوا کہ زندگی کے اصلی سنوارنے والے وہی ہوئے جو عفو و درگزر کی راہ اختیار کرتے ہیں۔

ممکن ہے یہاں یہ خدشہ محسوس کیا جائے کہ اگر فی الحقیقت قرآن کی تعلیم کا اصل اصول رحمت ہی ہے تو پھر اس نے اپنے مخالفوں کی نسبت سخت پیرایہ کیوں اختیار کیا؟ اس کا مفصل جواب تو اپنے محل پر آئے گا لیکن یہاں اس سلسلہ میں ایک مختصر اشارہ کیا جاتا ہے، بلاشبہ قرآن میں ایسے مقامات موجود ہیں جہاں اس نے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے پیغمبر اسلام کے زمانہ میں قرآنی تعلیم کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا، بہت سخت پیرایہ بیان اختیار کیا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ کن مخالفوں کے لئے؟ اُن کے لئے جن کی مخالفت محض اختلافِ فکر و عقائد کی مخالفت تھی؟ یا ان کے لئے جن کی مخالفت نے جارحانہ معاندت کی شکل اختیار کر لی تھی؟ قرآن پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے بھی یہ بات واضح ہو جائے گی کہ قرآن نے جہاں کہیں بھی مخالفوں کا ذکر کرتے ہوئے سختی کا اظہار کیا ہے، وہ وہی مخالفین ہیں جنہوں نے قرآن پر ایمان لانے والوں کو عہدِ اہلاک کیا اور ان کے ساتھ جارحانہ عناد و شرارت کا سلوک کیا۔ ایسے مخالفوں کے ساتھ بھی نرمی و شفقت کا برتاؤ انسانیت کی بد خد متی کے مترادف ہوتا ہے ایک ایسی رحمت ہوتی جو ظلم و فساد اور شرارت و نا انصافی کی پرورش کرنے والی ہوتی، قرآن نے صفاتِ الہی میں رحمت کے ساتھ عدالت کو بھی جگہ دی ہے جس کا ذکر اگلے باب میں آئے گا۔ قرآن رحمت کو عدالت سے علیحدہ نہیں کرتا بلکہ اسے عین رحمت قرار دیتا ہے وہ کہتا ہے تم انسانیت کے ساتھ رحم و محبت کا برتاؤ کر ہی نہیں سکتے۔ اگر ظلم و شرارت کے لئے تم میں سختی نہیں ہے۔ انجیل میں ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ بھی اپنے زمانے کے مفسدوں کو "سانپ کے بچے" اور "ڈاکوؤں کی ٹولی" کہنے پر مجبور ہوئے۔

کفر محض اور کفرِ جارحانہ:

قرآن نے کفر کا لفظ انکار کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ انکار دو طرح کا ہوتا ہے ایک انکار محض، ایک انکار جارحانہ۔ کفر محض یا انکار محض کئی شکلیں اختیار کر سکتا ہے ایک شخص تمہاری تعلیم قبول نہیں کرتا اس لئے کہ وہ اس کی سمجھ میں نہیں آتی یا اس میں طلبِ صادق نہیں ہے یا اس لئے کہ جس راستے پر وہ چل رہا ہے اُسی پر قانع ہے، یہ کفرِ محض ہے اس لئے قرآن کہتا ہے اے پیغمبرؐ کہہ دے لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ (تمہارے لئے تمہارا راستہ اور میرے لئے میرا راستہ) لیکن جارحانہ انکار انکار محض سے مختلف ہوتا ہے۔ جارحانہ انکار سے مقصود وہ حالت ہے جو صرف اتنے

ہی پر قناعت نہیں کرتی بلکہ اس میں تمہارے خلاف ایک طرح کی کد پیدا ہو جاتی ہے۔ ایسے مخالف اپنی پوری قوت کے ساتھ تمہاری ہلاکت و بربادی کے درپے ہو جائیں گے اور تم کتنی ہی سچی بات کہو وہ تمہیں جھٹلائیں گے اور تمہیں چین نہیں لینے دیں گے اسی نوعیت کے مخالفین کی نسبت قرآن ایسا پیرایہ بیان اختیار کرتا ہے جو سخت معلوم ہوتا ہے۔

لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَهُمْ أَذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا ۚ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ
بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ○ (۱۷۹: ۷)

ان کے پاس دل ہیں مگر سوچتے نہیں ان کے پاس آنکھیں ہیں مگر دیکھتے نہیں ان کے پاس کان ہیں مگر سنتے نہیں وہ ایسے ہو گئے ہیں جیسے چارپائے، نہیں بلکہ چارپایوں سے بھی زیادہ کھوئے ہوئے۔ بلاشبہ یہی لوگ ہیں جو غفلت میں ڈوب گئے۔

نبی نوع انسان کی تاریخ میں جب کبھی سچائی کی دعوت ظاہر ہوئی ہے تو کچھ لوگوں نے اسے قبول کر لیا ہے کچھ نے انکار کیا لیکن کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے عہد آپوری شدت کے ساتھ اس کی مخالفت کی ہے۔ قرآن کو ان تینوں قسم کی انسانی جماعتوں سے عہدہ برآ ہونا تھا۔ اس نے پہلی جماعت کو اپنی آغوش تربیت میں لے لیا، دوسری جماعت کو اپنا پیغام سنایا اور اس پر غور و خوض کرنے کی مہلت دی اور کہا:

لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ (۲: ۲۵۶) کوئی زبردستی نہیں ہے دین میں۔

لیکن تیسری جماعت کے ساتھ وہ زجر و توبیخ سے پیش آیا۔ اگر ایسی جماعت کے لئے بھی قرآن لطف و رحمت کالب و لہجہ اختیار کرتا تو اس کا مطلب جارحانہ قول و عمل کے آگے جھک جانے کے ہوتے اور یہ چیز قانون فطرت کے خلاف ہوتی۔ رحمت ہمیشہ عدالت کے ساتھ ساتھ رہتی ہے کائنات فطرت میں یہ عام قانون کارفرما ہے جس کی پابندی دنیائے انسانیت کے لئے بھی ضروری ہے۔

خدا کی صفتِ عدل

ربوبیت اور رحمت کے بعد قرآن میں خدا کی جس صفت کا ذکر کیا گیا ہے وہ اس کی صفتِ عدل ہے۔ مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ نزول قرآن کے وقت جزا کا جو اعتقاد تھا قرآن اسے رد کرتا ہے وہ جزا کو انسان کے اعمال کا ناگزیر نتیجہ اور مکافات قرار دیتا ہے۔ جزا کا قدیم عقیدہ مطلق العنان بادشاہوں کی شاہیت اور الوہیت سے اخذ کردہ تھا۔ اسی کی مشابہت میں لوگ یہ سمجھنے لگے تھے کہ خدا بھی مطلق العنان بادشاہوں کی طرح من مانے انعام و اکرام اور سزائیں دینے لگتا ہے اسی واسطے اس زمانہ کے لوگ دیوتاؤں کا جویش غضب ٹھنڈا کرنے کے لئے طرح طرح کی قربانیاں کرتے اور ان

کی نظر التفات حاصل کرنے کے لئے نذرین چڑھاتے تھے۔

یہودیوں اور عیسائیوں کا تصور الہ دیومالائی تصور سے قدرے بلند ہو گیا تھا۔ لیکن پرانے زمانے کے عام تصور کی بنیادی خصوصیت بدستور باقی تھی۔ یہودیوں کا عقیدہ تھا کہ دوسروں کے دیوتاؤں کی طرح خدا ایک مطلق العنان بادشاہ تھا۔ جو ان سے خوش ہوتا تو اسرائیل کے خدا کی حیثیت اختیار کر لیتا اور ناخوش ہوتا تو جوش انتقام میں آکر ان کی بربادی و ہلاکت کا سبب بن جاتا۔ عیسائیوں کا اعتقاد تھا کہ آدم کے گناہ کی وجہ سے اس کی پوری نسل مغضوب ہو گئی اور جب تک خدا نے اپنی صفت ابنیت کو بشکل مسیح قربان نہیں کر دیا اس کے نسلی گناہ اور مغضوبیت کا کفارہ نہ ہو سکا۔

لیکن قرآن نے جزا و سزا کا اعتقاد ایک دوسری ہی شکل و نوعیت کا پیش کیا ہے، وہ اسے خدا کا کوئی ایسا فعل قرار نہیں دیتا جو کائنات، ہستی کے عام قوانین و نظام سے الگ ہو۔ قرآن کہتا ہے کہ زندگی کے ہر شعبہ میں ایک عالمگیر قانون مکافات عمل پیرا ہے کائنات، ہستی کا عالمگیر قانون یہ ہے کہ ہر حالت کوئی نہ کوئی اثر رکھتی ہے۔ فکر، احساس یا عمل کی شکل میں ہر شے کوئی نہ کوئی خاصہ رکھتی ہے اور اپنے اچھے یا برے اثرات مرتب کرتی ہے اور اسی کا نام جزا و سزا یا عذاب و ثواب ہے۔ اچھے عمل کا نتیجہ اچھائی ہے اور یہ ثواب ہے۔ اسی طرح برے عمل کا نتیجہ برائی ہے اور یہ عذاب ہے۔ ایک کو بہشت سے اور دوسرے کو دوزخ سے تعبیر کیا ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے کہ کائنات کی ہر شے اپنی ایک مخصوص فطرت رکھتی ہے اور یہی حال انسانی اعمال کا بھی ہے۔ ہر عمل اپنا نتیجہ پیدا کرتا ہے اور اسی کو قرآن جزا و سزا، عذاب و ثواب یا عذالت کہتا ہے۔

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۖ سَوَاءٌ مِّنْهُمْ
وَمَن تَتَّبِعُهُمُ ۚ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ۝ وَخَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ
وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝ (۴۵: ۲۱، ۲۲)

جو لوگ برائیاں کرتے ہیں کیا وہ سمجھتے ہیں ہم انہیں ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان رکھتے ہیں اور جن کے اعمال اچھے ہیں، دونوں برابر ہو جائیں، زندگی میں بھی اور موت میں بھی؟ (اگر ان لوگوں کی فہم و دانش کا فیصلہ یہی ہے تو) افسوس ان کے فیصلے پر اور اللہ نے آسمان و زمین کو بیکار و عبث نہیں بنایا ہے اور اس لئے بنایا ہے کہ ہر جان کو اس کی کمائی کے مطابق بدلہ ملے اور یہ بدلہ ٹھیک ٹھیک ملے گا کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن نے ہر اچھے اور برے عمل کو کسب کے لفظ سے تعبیر کیا ہے، عربی میں کسب کے لفظی معنی ہیں ایسے کام جس کے نتیجے سے تم کوئی فائدہ حاصل کرنا چاہو۔ یعنی کسب کا مطلب یہ ہوا کہ انسان کے لئے جزا و سزا خود انسان ہی کی کمائی ہے۔ قرآن نے سورہ بقرہ میں جزا و سزا کا قاعدہ کلیہ بتلادیا ہے۔

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۚ (۲: ۲۸۶)

ہر انسان کے لئے وہی ہے جیسی کچھ اس کی کمائی ہوگی جو کچھ اسے پانا ہے وہ بھی اس کی کمائی سے ہے اور جس کے لئے اسے جواب دہ ہونا ہے وہ بھی اس کی کمائی سے ہے۔

مَنْ عَمِلْ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ ۖ وَ مَنْ أَسَاءَ فَعَلِيَهَا ۖ وَ مَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ۝ (۴۱: ۴۶)

جس کسی نے نیک کام کیا تو اپنے لئے کیا اور جس نے برائی کی تو خود اسی کے آگے آئے گی۔ اور ایسا نہیں ہے کہ تمہارا پروردگار اپنے بندوں کے لئے ظلم کرنے والا ہو۔

اسی اصول کا اطلاق قوموں اور جماعتوں پر بھی ہوتا ہے۔

بَلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۖ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ ۖ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ (۲: ۱۴۱)

یہ ایک امت تھی جو گزر چکی ہے اس کے لئے وہ نتیجہ تھا جو اس نے کمایا اور تمہارے لئے وہ نتیجہ ہے جو تم کماؤ گے۔

ایک مشہور حدیث قدسی میں اسی اصول حیات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:-

يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجَنَّتُمْ كَانُوا عَلَى اتَّقَى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ مَا زَادَ فِي مُلْكِي شَيْئًا يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجَنَّتُمْ كَانُوا عَلَى أَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِنْ مُلْكِي شَيْئًا يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجَنَّتُمْ قَامُوا فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ فَسَأَلُونِي فَأَعْطَيْتُ كُلَّ إِنْسَانٍ مَسْأَلَتَهُ مَا نَقَصَ ذَلِكَ بِمَا عِنْدِي إِلَّا كَمَا يَنْقُصُ الْمِخْطُ إِذَا دَخَلَ الْبَحْرَ يَا عِبَادِي إِنَّمَا هِيَ أَعْمَالُكُمْ أُحْصِيهَا لَكُمْ ثُمَّ أُوَفِّيكُمْ بِآيَاهَا يَمُنُّ وَجَدَ خَيْرَ أَفْلَحِيحِمِ اللَّهُ وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذَلِكَ فَلَا يَلُومُنَّ إِلَّا نَفْسَهُ ۝ (مُسْلِمٌ عَنْ أَبِي ذَرٍّ)

اے میرے بندو! اگر تم میں سے سب انسان جو پہلے گزر چکے اور وہ سب جو بعد کو پیدا ہوں گے اور تمام انس و جن اس شخص کی طرح نیک ہو جائیں جو تم میں سے سب سے زیادہ متقی ہے تو یاد رکھو اس سے میری خداوندی میں کچھ اضافہ نہ ہوتا۔ اے میرے بندو! اگر وہ سب جو پہلے گزر چکے اور وہ سب جو بعد کو پیدا ہوں گے اور تمام انس و جن اس شخص کی طرح بدکار ہو جاتے جو تم میں سے سب سے زیادہ بدکار ہے تو اس سے میری خداوندی میں نقصان نہ ہوتا، اے میرے بندو! اگر وہ سب جو پہلے گزر چکے اور وہ سب جو بعد کو پیدا ہوں گے اور تمام انس و جن ایک مقام پر جمع ہو کر مجھ سے سوال کرتے اور میں ہر انسان کو اس کی منہ مانگی مراد بخش دیتا تو میری رحمت و بخشش کے خزانے میں اس سے زیادہ کمی نہ ہوتی، جتنی کمی سوئی کے ناکے کے جتنا پانی محل جانے سے سمندر میں ہو سکتی ہے۔ اے میرے بندو یاد رکھو یہ تمہارے اعمال ہی ہیں جنہیں میں تمہارے لئے انضباط اور نگرانی میں رکھتا ہوں اور انہیں کے نتائج بغیر کسی کمی بیشی کے تمہیں واپس دے دیتا ہوں پس جو کوئی تم میں اچھائی پائے چاہیے کہ اللہ کی حمد و ثنا کرے اور جس کسی کو برائی پیش آئے تو

چاہیے کہ خود اپنے وجود کے سوا اور کسی کو ملامت نہ کرے۔

یہاں یہ خدشہ کسی کے دل میں واقع نہ ہو کہ جزا و سزا محض خدا کی خوشنودی یا ناراضی کا نتیجہ ہے۔ ارشاد قرآنی یہ ہے کہ جزا و سزا تمام تر انسان کے اعمال کا نتیجہ ہے اور خدا نیک عمل سے خوش ہوتا ہے اور بد عمل سے ناراض ہوتا ہے یہ تصور اس کے پہلے کے محققات کا نقیض ہے۔ بہر حال جزا و سزا کے اس قانون کے لئے ”الدین“ کی اصطلاح نہایت موزوں ہے اور ان تمام غلط تصورات کا خاتمہ کر دیتی ہے جو اس بارے میں پھیلی ہوئی تھیں۔ سورہ فاتحہ میں اس کے استعمال نے نیکی اور برائی سے پیدا ہونے والے نتائج یعنی جزا و سزا کی اصلی حقیقت آشکار کر دی ہے۔

پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ قرآن نے ربوبیت اور رحمت کے بعد خدا کی صفت قہر و جلال میں سے کسی کا ذکر نہیں کیا ہے بخلاف ازیں وہ خدا کو ”مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ“ بیان کرتا ہے جس سے ربوبیت اور رحمت دونوں صفات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی صفت عدل کا تصور ہمارے ذہن میں پیدا ہو جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن نے خدا کی صفات کا جو تصور قائم کیا ہے اس میں قہر و غضب کے لئے کوئی جگہ نہیں البتہ عدل ضرور ہے اور صفات قہر یہ جس قدر بیان کی گئی ہیں۔ دراصل اسی کے مظاہر ہیں جو بنی نوع انسان کی بہتری کے لئے کام کرتی رہتی ہیں۔

فی الحقیقت صفات الہی کے تصور کا یہی وہ مقام ہے جہاں فکر انسانی نے ہمیشہ ٹھوکر کھائی ہے اس نے کائنات ہستی کے تمام ناخوشگوار واقعات کو خدا کی ناراضماندی کا مظہر قرار دے دیا۔ اور قہر و غضب کی صفات کو صفات الہی پر محمول کر لیا، حالانکہ اگر وہ فطرت کائنات کی حقیقت کو قریب سے دیکھتا تو معلوم کر لیتا کہ جن مظاہر کو وہ خدا کے قہر و غضب پر محمول کر رہا ہے وہ عین مقتضائے رحمت ہیں۔ اگر فطرت کائنات میں قانون مکافات جاری و ساری نہ ہوتا یا مدارج تکمیل طے کرنے کے لئے راستہ کے حادثات دور نہ کئے جاتے تو میزان عدل قائم نہ رہتا اور تمام نظام ہستی درہم برہم ہو جاتا۔

جس طرح کارخانہ خلقت اپنے وجود و بقا کے لئے خدا کی ربوبیت اور رحمت کا محتاج ہے اسی طرح اپنی تکمیل کے لئے اس کے عدل کا بھی محتاج ہے۔ ربوبیت اور رحمت زندگی کے لئے افادہ و فیضان کا سرچشمہ ہے اور عدل سے بناؤ اور خوبی ظہور میں آتی ہے اور نقصان و فساد کا ازالہ ہوتا ہے۔ اگر تم کائنات خلقت کے اس پہلو کا بہ نظر غور مشاہدہ کرو تو دیکھو گے کہ یہاں خوبی و جمال اور بناؤ و سلجھاؤ میں سے جو کچھ ہے وہ سب کچھ قوت عدل کا ظہور ہے۔

عربی میں معدلت یا عدل کے معنی برابر ہونا ہے۔ عدالت کا کلام دو فریقوں کی باہم دگر زیادتیوں کو دور کر دینا ہوتا ہے۔ ترازو کے تول کو بھی عدل یا معدلت کہتے ہیں کیونکہ وہ دونوں پلڑوں کا وزن برابر کر دیتا ہے معدلت زندگی میں تناسب پیدا کر دیتی ہے اور ایک جز کو دوسرے جز کے برابر لا کر اتحاد یا ہم آہنگی کا مظاہرہ کرتی ہے۔ یہی قانون ہے جو زندگی اور فکر کے ہر اسلوب میں حسن و تناسب کا نکھار پیدا کرتا ہے کارخانہ ہستی کا سارا نظام ہی عدل و توازن پر قائم ہے۔ نظام شمسی کا ہر کمرہ ہر ستارہ ایک دوسرے کے ساتھ ایک خاص توازن میں جکڑا ہوا اپنے اپنے دائروں میں

حرکت کر رہا ہے۔ یہی وہ قانون ہے جو نظامِ معاشرت کو برقرار رکھے ہوئے ہے، اگر ایک لمحہ کے لئے بھی یہ سناکت ہو جائے تو تمام نظامِ عالم مختل ہو کر رہ جائے۔

قرآن ہم سے یہ غور کرنے کا مطالبہ کرتا ہے کہ جب یہ اصولِ نصفت کائنات خلقت کے ہر گوشے میں نافذ ہے تو کیونکر ممکن ہے کہ انسان کے اعمال و افکار اس کے اثر سے خارج ہو جائیں۔ اسی لئے اس پورے عملِ توازن و تناسب کو جو زندگی کے ہر شعبے میں کار فرما ہے۔ قرآن ”عملِ صلح“ کے نام سے تعبیر کرتا ہے اس کے علاوہ بد عملی یا برائی کے لئے جتنی تعبیرات اختیار کی ہیں سب ایسی ہی ہیں کہ اگر ان کے معنی پر غور کیا جائے تو عدل و توازن کی ضد اور مخالف ثابت ہوئی، مثلاً ظلم، طغیان، اسراف، تبذیر، افساد، اعتدا اور عدوان وغیرہ جسے ہم ظلم کہتے ہیں۔ عربی میں اس کے معنی یہ ہیں کہ جو بات جس جگہ ہونی چاہیے وہاں نہ ہو یا بے محل ہو اسی لئے قرآن نے شرک کو ”ظلمِ عظیم“ کہا ہے کیونکہ اس سے زیادہ کوئی بے محل بات نہیں ہو سکتی اور یہ ظاہر ہے کہ کسی چیز کا بے محل ہونا یا اپنی صحیح جگہ پر نہ ہونا ایک ایسی حالت ہے جو حقیقتِ عدل کے منافی ہے۔ اسی طرح طغیان کے معنی ہیں کسی چیز کا اپنی حد سے گزر جانا۔ جب دریا کا پانی اپنی حد سے بلند ہو جاتا ہے تو طغیان کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ حد سے تجاوز، توازن و عدل کے منافی ہے، اسراف (فضول خرچی) تبذیر (غلط استعمال) اور افساد (شرارت و فساد) بھی اسی شعبہ میں آتے ہیں۔ اعتدا اور عدوان دونوں کے معنی حد سے گزر جانے کے ہیں پس ہر وہ شے جو بے محل ہو تعمیر و تکمیل کے راستے کی رکاوٹ ہے جس کو راستے سے ہٹا دینا چاہیے۔ اور عدل یہی کام انجام دیتا ہے جو قرآن کے الفاظ میں خدا کی رحمت یا رحمانیت کا اظہار ہے۔

وحدتِ دین

جزا و سزا کا قانون جس کا گزشتہ باب میں ذکر ہوا ہے انسانی ذمہ داریوں کے سوال سے بحث کرتا ہے ہر عمل کا رد عمل ہوتا ہے۔ عذاب و ثواب انسان کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے ایسی صورت میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ربوبیت الہی جس کا مقصد کائناتِ ہستی کی پرورش اور نشوونما ہے انسان کو یہ صلاحیت عطا کرتی ہے کہ وہ یقین و اطمینان کے ساتھ اپنی ان ذمہ داریوں کو پورا کر سکے جس سے زندگی میں سابقہ پڑتا ہے۔ یہ الفاظ دیگر کیا انسان میں اس بات کی استعداد ہوتی ہے اور کیا اسے ایسے مواقع ملتے ہیں کہ وہ اپنے لئے وہ راہِ عمل انتخاب کر سکے جو اس کو مطلوبہ بھلائی کی طرف لے جائے تاکہ اس کے اعمال و افعال پر جزا و سزا کے قانون کو حق بجانب قرار دیا جاسکے؟ قرآن اس کا جواب اثبات میں دیتا ہے۔

الَّذِي خَلَقَ فَسُوَّى ۖ وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَى ۖ ۝ (۸۷: ۲-۳)

وہ پروردگار جس نے ہر چیز پیدا کی پھر اسے درست کیا پھر ایک اندازہ ٹھہرا دیا پھر اس پر راہ (عمل) کھول دی۔

اس آیت میں تکوین وجود کے جو مرتبے بیان کئے گئے ہیں، وہ تحقیق، تسویہ، تقدیر و ہدایت کے مرتبے ہیں۔ ارشاد قرآنی ہے کہ جس طرح خدا کی ربوبیت نے ہر وجود کو اس کا جملہ بستی عطا فرمایا، اس کے ظاہری اور باطنی قویٰ درست کئے اور اس کے اعمال کے لئے ایک مناسب حال اندازہ ٹھہرا دیا۔ اسی طرح اس کی ہدایت کا بھی سر و سامان کر دیا۔

رَبَّنَا الَّذِي اَعْطَى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَى (۵۰ : ۲۰)

ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی بناوٹ دی پھر اس پر راہِ عمل کھول دی۔

پھر قرآن نے ہدایت کے بھی چار مرتبے بیان کئے ہیں۔ وجدان، حواس، عقل اور وحی و نبوت۔ ہدایت کے پہلے دو مرتبے انسان اور حیوان سب کے لئے ہیں۔ لیکن تیسرا مرتبہ یعنی مرتبہ عقل، انسان کے لئے خاص ہے لیکن یہ سب مرتبے اپنا محدود دائرہ عمل رکھتے ہیں۔ جہاں وجدان کی ہدایت ختم ہو جاتی ہے حواس کی ہدایت رہبری کرنے کے لئے آ جاتی ہے اور اسی طرح جب حواس کی ہدایت اپنی حد تک پہنچ جاتی ہے تو عقل کی ہدایت دستگیری کرتی ہے لیکن عقل کی ہدایت بھی ایک خاص حد سے آگے نہیں بڑھتی، اسی لئے ضروری تھا جیسا کہ قرآن میں بیان کیا گیا ہے کہ انسان کے لئے خدا کی ربوبیت اور رحمت کے ساتھ ایک چوتھے مرتبہ ہدایت کا سامان کر دیا جائے۔ یہی مرتبہ ہدایت ہے جسے قرآن وحی و نبوت کی ہدایت سے تعبیر کرتا ہے۔

قُلْ اِنْ هٰذِي الْاِلٰهَ هُوَ الْهُدٰى (۱۲۰ : ۲)

(اے پیغمبر!) ان سے کہہ دو اللہ کی ہدایت کی راہ تو وہی ہے جو 'الْهُدٰى' ہے (یعنی ہدایت کی حقیقی اور عالمگیر راہ)، یہ 'الْهُدٰى' کی اصطلاح ہے جس کے ذریعہ خدائی ہدایت کا اظہار کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب ہے ہدایت کی ایک ہی حقیقی راہ۔ اسی عالمگیر ہدایت وحی کو قرآن نے 'الدین' اور 'الاسلام' کے نام بھی دیے ہیں، یعنی خدا کے بنائے ہوئے قوانین حیات کو تسلیم کرنے کا راستہ۔

وحدت دین:

قرآنی تعلیم کا اصل اصول یہی وحدت دین ہے جو ہمیشہ ایک ہی رہی ہے لیکن مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ تاریخ عالم کے عجائب تصرفات میں سے یہ واقعہ بھی سمجھنا چاہیے کہ جس درجہ قرآن نے اس اصل پر زور دیا تھا استناہی زیادہ دنیا کی نگاہوں نے اس سے اعراض کیا، واقعہ یہ ہے کہ قرآن کی کوئی اور صداقت دنیا کی نظروں سے اس قدر پوشیدہ نہیں ہے جس قدر کہ یہ اصل عظیم۔ اگر ایک شخص ہر طرح کے خارجی اثرات سے خالی الذہن ہو کر قرآن کا مطالعہ کرے اور اس میں جا بجا اس اصل عظیم کے قطعی اور واضح اعلانات پڑھے اور پھر دنیا کی طرف نظر اٹھا کر دیکھے تو وہ حیران ہو کر رہ جائے گا کہ ان قطعی اعلانات کے باوجود قرآن کی حقیقت کو بھی بہت سی مذہبی گروہ بندیوں کی طرح ایک مذہبی گروہ بندی کی حیثیت دے دی گئی ہے۔

اس حقیقت کی توضیح کے لئے مولانا آزاد نے ضروری سمجھا کہ تفصیل کے ساتھ اس بات پر روشنی ڈالی جائے کہ جہاں تک وحی و نبوت کا تعلق ہے قرآن کی دعوت کیا ہے اور وہ کس راہ کی طرف نوع انسانی کو لے جانا چاہتی ہے۔
مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ اس باب میں قرآن نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ:

ابتدا میں نسل انسانی ایک قوم کی طرح رہتی اور قدرتی زندگی بسر کرتی تھی بعد میں چل کر کثرت اور ضروریات معیشت کے دباؤ کے باعث طرح طرح کے اختلافات پیدا ہو گئے اور جمعیت انسانی مختلف گروہوں میں بٹ گئی اور ہر گروہ دوسرے سے نفرت کرنے لگا۔ جب یہ صورت حال پیدا ہو گئی تو ضروری ہوا کہ نوع انسانی کی ہدایت کے لئے عدل و صداقت کی روشنی نمودار ہو تاکہ وہ پھر متحد ہو سکیں، چنانچہ خدا کے رسولوں کی دعوت و تبلیغ کا سلسلہ قائم ہو گیا اور نوع انسانی کو اتحاد و یگانگت کی تعلیم دینے کے لئے یکے بعد دیگرے خدا کے نبیوں کا ظہور ہونے لگا۔ انسانیت کے ان محسنوں کو خدا، رسل۔ (واحد رسول) یا پیغمبر کے لقب سے یاد کرتا ہے۔ کیونکہ وہ بنی نوع انسان کو خدا کی سچائی کا پیغام پہنچانے والے تھے۔ ان تمام پیغمبروں کا پیغام ایک ہی تھا اور کسی خاص گروہ یا ملک یا قوم کے لئے مخصوص نہ تھا۔ قرآن کا ارشاد ہے کہ دنیا کا کوئی گوشہ نہیں جہاں نسل انسانی آباد ہوئی ہو اور خدا کا کوئی رسول مبعوث نہ ہوا ہو۔
وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَسُولٌ ؕ (۱۰: ۴۷) قرآن کہتا ہے کہ کتنے ہی پیغمبر یکے بعد دیگرے مبعوث ہوئے جنہوں نے قوموں کو پیغام حق پہنچایا۔ ان میں سے بعض کا نام قرآن میں لیا گیا ہے اور بعض کا نہیں۔

وَكَمْ أَرْسَلْنَا مِنْ نَبِيٍّ فِي الْأَوَّلِينَ ○ (۴۳: ۶)

اور کتنے ہی نبی ہیں جو ہم نے پہلوں میں (یعنی ابتدائی عہد کی قوموں میں) مبعوث کئے۔

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولًا ○ (۱۷: ۱۵)

اور ہمارا قانون یہ ہے کہ جب تک ہم ایک پیغمبر مبعوث کر کے راہ ہدایت نہ دکھا دیں اس وقت تک (پاداشِ عمل میں) عذاب دینے والے نہیں۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَنْ قَضَصْنَا عَلَيْكَ وَ مِنْهُمْ مَنْ لَمْ نَقْضُصْ عَلَيْكَ ؕ (۴۰: ۷۸)

اور (اے پیغمبر) ہم نے تم سے پہلے کتنے ہی پیغمبر مبعوث کئے ان میں سے کچھ ایسے ہیں جن کے حالات تمہیں سنائے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جن کے حالات تمہیں نہیں سنائے (یعنی قرآن میں ان کا ذکر نہیں کیا گیا)۔

ہر عہد میں خدا کا راستہ ہمیشہ ایک ہی رہا ہے، وہ کسی حال میں بدل نہیں سکتا۔ پس بنی نوع انسان کے لئے اس کی ہدایت بھی اول دن سے ایک ہی طرح کی ہے اور یہ ہدایت کیا تھی، صرف یہ کہ خدائے واحد پر ایمان لاؤ اور نیک عملی کی زندگی بسر کرو ہر عہد میں اور ہر قوم کے لئے خدا نے دین کا یہی ایک راستہ بتایا۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ؕ (۱۶: ۳۶)

اور بلاشبہ ہم نے دنیا کی ہر قوم میں ایک پیغمبر مبعوث کیا (جس کی تعلیم یہ تھی) اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے

(یعنی سرکش اور شریر قوتوں کے اغوی سے) اجتناب کرو۔

قرآن کہتا ہے کہ دنیا میں کوئی بانی مذہب بھی ایسا نہیں ہوا ہے جس نے ایک ہی دین پر اکٹھے رہنے اور تفرقہ و اختلاف سے بچنے کی تعلیم نہ دی ہو، سب کی تعلیم یہی تھی کہ خدا کا دین پچھڑے ہوئے انسانوں کو جمع کر دینے کے لئے ہے پس اس غرض کے لئے ایک پروردگار عالم کی بندگی میں سب متحد ہو جاؤ اور تفرقہ و محاضمت کی جگہ باہمی محبت اور یک جہتی کی راہ اختیار کرو۔

وَإِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ ○ (۲۳: ۵۲)

اور (دیکھو) یہ تمہاری امت فی الحقیقت ایک ہی امت ہے اور میں تم سب کا پروردگار ہوں پس (میری عبودیت و نیاز کی راہ میں تم سب ایک ہو جاؤ اور) نافرمانی سے بچو۔

شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ ط (۴۲: ۱۳)

اور (دیکھو) اس نے تمہارے لئے دین کی وہی راہ قرار دی ہے جس کی وصیت نوحؑ کو کی گئی تھی اور جس پر چلنے کا حکم ابراہیمؑ، موسیٰؑ و عیسیٰؑ کو دیا تھا (ان سب کی تعلیم یہی تھی) کہ ”الدین“ (یعنی خدا کا ایک ہی دین) قائم رکھو اور اس راہ میں الگ نہ ہو جاؤ۔

قرآن اس بات پر زور دیتا ہے کہ ہر الہامی کتاب نے خدا کی راہ پر چلنے کی تعلیم دی ہے۔

قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ ۚ هَذَا ذِكْرٌ مِّنْ مَّعِي وَ ذِكْرٌ مِّنْ قَبْلِي ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۚ الْحَقُّ فَهُمْ مُّعْرِضُونَ ○ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ ○ (۲۱: ۲۴-۲۵)

(اے پیغمبر!) ان سے کہہ دو (اگر تمہیں میری تعلیم سے انکار ہے تو) اپنی دلیل پیش کرو یہ تعلیم موجود ہے جس پر میرے ساتھی یقین رکھتے ہیں اور اسی طرح وہ تمام تعلیمیں بھی موجود ہیں جو مجھ سے پہلے قوموں کو دی گئیں (تم ثابت کر دکھاؤ۔ کسی نے بھی میری تعلیم کے خلاف تعلیم دی ہو) اصل یہ ہے کہ (ان منکرین حق) میں اکثر آدمی ایسے ہیں۔ جنہیں سرے سے امر حق کی خبر ہی نہیں اور اس لئے حقیقت کی طرف سے گردن موڑے ہوئے ہیں (اے پیغمبر یقین کر) ہم نے تجھ سے پہلے کوئی پیغمبر بھی ایسا نہیں بھیجا جسے اس بات کے سوا کوئی دوسری بات بتلائی گئی ہو کہ ”میرے سوا کوئی معبود نہیں پس میری ہی عبادت کرو۔“

استناہی نہیں بلکہ قرآن یہ بھی کہتا ہے۔ کہ ہر پیغمبر کی تعلیم دوسرے پیغمبر کی تعلیم کی تصدیق کرتی ہے کیونکہ سب کی تعلیم ایک ہی تھی۔

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَنزَلَ التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ ۚ ○ مِنْ قَبْلُ هُدًى

لِّلنَّاسِ (۳: ۳-۴)

(اے پیغمبرؐ) اللہ نے تم پر یہ کتاب سچائی کے ساتھ نازل کی ہے جو ان کتابوں کی تصدیق کرتی ہے جو اس سے پہلے نازل ہو چکی ہیں اور اسی طرح لوگوں کی ہدایت کے لئے اس نے تورات اور انجیل نازل کی تھی۔

الدین اور الشرع:

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر وحی الہی نے ایک ہی اصول زندگی کی تعلیم دی ہے، ایک ہی اصل اور قانون کی تعلیم دی ہے تو پھر مذاہب میں اختلاف کیوں پیدا ہوا اور تمام مذاہبوں میں ایک ہی طرح کے احکام ایک ہی طرح کے رسوم و ظواہر کیوں نہ ہوئے؟

قرآن کہتا ہے کہ مذاہب کا اختلاف دو طرح کا ہوتا ہے ایک اختلاف تو وہ ہے جو پیروان مذاہب نے مذہب کی حقیقی تعلیم سے منحرف ہو کر پیدا کر لیا ہے۔

دوسرا اختلاف وہ ہے جو مذہبی تعلیم کے نفاذ و اطلاق میں پایا جاتا ہے۔ مثلاً ایک مذہب میں عبادت کی کوئی خاص شکل مقرر کی گئی ہے دوسرے میں کوئی دوسری شکل، تو یہ اختلاف دین کا اختلاف نہیں ہے بلکہ اس کی تعلیم کے اطلاق یعنی شرع کا اختلاف ہے۔ اس لئے دین اور شرع میں فرق کرنے کی ضرورت ہے۔ دین میں کسی قسم کا انحراف قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ ہر عہد اور ہر قوم کے لئے وہ ایک ہی ہوتا ہے۔ لیکن انسانی جمعیت کے احوال و ظروف ہر عہد میں بدلتے رہتے ہیں۔ پس ہر زمانے کے مزاج اور اس دور کے لوگوں کی استعداد اور طبیعت کے مطابق شرع و منہاج کی شکل میں تبدیلی ضرور ہوتی رہی اور جب تک خدا کی توحید اور نیک عملی کے بنیادی راستے میں اس کی وجہ سے انحراف نہیں ہوتا اس میں کوئی قباحت نہیں۔

لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ فَلَا يُنَازِعُكَ فِي الْأَمْرِ وَاذْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ ۚ إِنَّكَ لَعَلَىٰ هُدًى مُّسْتَقِيمٍ ۝ (۲۲: ۶۷)

(اے پیغمبرؐ) ہم نے ہر گروہ کے لئے عبادت کا ایک خاص طور طریقہ ٹھہرا دیا ہے جس پر وہ چلتا ہے پس لوگوں کو چاہیے کہ اس معاملہ میں تم سے جھگڑانہ کریں، تم لوگوں کو اپنے پروردگار کی طرف دعوت دو یقیناً تم ہدایت کے راستے پر کامزن ہو۔

رَلِكُلِّ وَجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيٰهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ۚ أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ اللَّهُ جَمِيعًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ (۲: ۱۴۸)

اور (دیکھو) ہر گروہ کے لئے کوئی نہ کوئی سمت ہے جس کی طرف عبادت کرتے ہوئے وہ اپنا منہ کر لیتا پس

(اس معاملہ کو اس قدر طول نہ دو) نیکی کی راہ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کی کوشش کرو کہ اصلی کام یہی ہے تم کسی جگہ بھی ہو اللہ تم سب کو پالے گا یقیناً اللہ کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں۔

ان آیتوں پر نظر ڈالنے سے دین اور منہاج شریعت کا فرق واضح ہو جاتا ہے۔ دین عبارت ہے ایک خدا کی پرستش اور نیک عملی کی زندگی سے اور شرع نام ہے اس اصول کو رو بہ عمل لانے اور اس کو جانچنے کا معیار اچھائیوں کے نتائج و نوعیت پر منحصر ہوتا ہے دین کے حقیقی عناصر کا ذکر قرآن نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُولُؤُوا وَجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ ۖ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنَ السَّبِيلِ ۖ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ ۖ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ ۖ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا ۖ وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ ۗ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا ۗ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ۝ (۲: ۱۷۷)

(اور دیکھو) نیکی یہ نہیں ہے کہ تم نے (عبادت کے وقت) اپنا منہ پورب کی طرف اور پچھم کی طرف کر لیا (یا اس طرح کی کوئی دوسری بات ظاہری رسم اور ڈھنگ کی کر لی) نیکی کی راہ تو اس کی راہ ہے جو اللہ پر، آخرت کے دن پر، ملائکہ پر، تمام کتابوں پر اور تمام نبیوں پر ایمان لاتا ہے اپنا مال خدا کی محبت کی راہ میں رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سائلوں کو دیتا ہے اور غلاموں کے آزاد کرانے میں خرچ کرتا ہے نماز قائم کرتا ہے زکوٰۃ ادا کرتا ہے، قول و قرار کا پکا ہوتا ہے تنگی اور مصیبت کی گھڑی ہو یا خوف و ہراس کے وقت ہر حال میں ثابت قدم رہتا ہے۔ (سویا درکھو) ایسے ہی لوگ ہیں جو اپنی (دینداری میں) سچے ہیں اور یہی ہیں جو برائیوں سے بچنے والے ہیں۔

مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ تیرہ سو برس سے زیادہ سے قرآن میں یہ آیت ہے اس کے باوجود اگر قرآن کی دعوت کے اصل مقصد کو دنیا اب تک نہیں سمجھ سکی ہے تو بلاشبہ یہ قرآن کا قصور نہیں ہے۔

دین کی وحدت کو فراموش کر دیا گیا:

جب قرآن کا ظہور ہوا تو حال یہ تھا کہ تمام مروجہ مذاہب کے پیرو مذہب کو صرف اس کے رسوم و ظواہر میں دیکھتے تھے اور مذہبی اعتقاد کا تمام جوش و خروش اسی قسم کی باتوں میں سمٹ گیا تھا ہر گروہ کا یہ ایمان تھا کہ دوسرا گروہ نجات سے محروم رہے گا۔ محض اس بنا پر کہ دوسرے کے اعمال و رسوم ویسے نہیں ہیں جیسے خود اس نے اختیار کر رکھے ہیں، لیکن قرآن کہتا ہے کہ نہیں یہ اعمال و رسوم نہ تو دین کی اصل ہیں اور نہ سچائی کی کوئی بلکہ یہ دین کا محض ایک ظاہری ڈھانچہ ہیں روح و حقیقت ان سے بالاتر ہے اور وہی اصل دین ہے۔ یہ اصل دین کیا ہے؟ ایک خدا کی پرستش اور نیک عملی کی زندگی، یہ کسی ایک گروہ کی میراث نہیں بلکہ تمام بنی نوع انسانی کی مشترکہ میراث ہے۔ اعمال و رسوم کی حیثیت فروعی ہے

جو وقتاً فوقتاً بدلتے رہتے ہیں اور بدلتے رہیں گے۔ قرآن کہتا ہے کہ تم میں سے ہر جماعت کے لئے ہم نے ایک قانون (شرع) اور ایک کھلاراستہ (منہاج) ٹھہرا دیا ہے۔ یہاں 'دین' کا لفظ استعمال نہیں کیا ہے۔ کیونکہ دین تو سب کے لئے ایک ہی ہے اس میں انحراف و تنوع نہیں ہو سکتا۔ البتہ شرع و منہاج قدرتی طور پر سب کے لئے یکساں نہیں ہو سکتے تھے۔

اس موقع پر یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ جہاں کہیں قرآن نے اس چیز پر زور دیا ہے کہ اگر خدا چاہتا تو تمام انسان ایک ہی راہ پر جمع ہو جاتے یا ایک ہی قوم بن جاتے، وہ اس بات کو لوگوں کے دلوں میں اتار دینا چاہتا ہے کہ مختلف ملکوں میں رہنے والی مختلف اقوام کے مختلف گروہوں میں فکر و عمل کا اختلاف موجود ہے اور یہ طبیعت بشری کا قدرتی خاصہ ہے پس اس اختلاف کو حق و باطل کا معیار اور انسانی گروہوں کی باہمی نفرت و عداوت کا موجب نہیں بننا چاہیے۔ البتہ مذہب کی اصل بنیاد یعنی ایک خدا کی پرستش اور نیک عملی کو اس سے نقصان نہ پہنچنا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے تحمل و رواداری پر بہت زور دیا ہے۔ یہاں تک کہ جو لوگ اس کی دعوتِ توحید کے خلاف جبر و تشدد سے کام لے رہے تھے ان کی طرف سے بھی اسے معذرت کرنے میں تامل نہیں۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ كَذَلِكَ زَيْنًا لِّكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلُهُمْ ۖ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ (۱۰۸:۶)

اور (دیکھو) جو لوگ خدا کو چھوڑ کر دوسرے معبودوں کو پکارتے ہیں تم ان پر سب و شتم نہ کرو، کیونکہ نتیجہ یہ نکلے گا کہ یہ لوگ بھی ازراہ جہل و نادانی خدا کو برا بھلا کہنے لگیں گے (یاد رکھو) ہم نے انسان کی طبیعت ہی ایسی بنائی ہے کہ ہر گروہ کو اپنا ہی عمل اچھا دکھائی دیتا ہے پھر بالآخر سب کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹنا ہے اور وہیں ہر گروہ پر اس کے اعمال کی حیثیت کھلنے والی ہے۔

ایک موقع پر خود پیغمبر اسلام کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے:

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَأَمَنَّ مَنْ فِي الْأَرْضِ كُلَّهُمْ جَمِيعًا ۖ أَفَأَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّىٰ يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ (۹۹:۱۰)

اور اگر تمہارا پروردگار چاہتا تو زمین میں جتنے انسان ہیں سب ایمان لے آتے (لیکن تم دیکھ رہے ہو) کہ اس کی حکمت کا فیصلہ یہی ہوا کہ ہر انسان اپنی اپنی سمجھ اور اپنی اپنی راہ رکھے۔ پھر کیا تم چاہتے ہو لوگوں کو مجبور کر دو کہ مومن ہو جائیں۔

تجدید دعوت:

ایسی صورت میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب تمام مذاہب کی اصل ایک ہی ہے اور سب کی بنیاد سچائی پر ہے۔ تو پھر ظہورِ قرآن کی ضرورت کیا تھی؟ قرآن اس کا جواب دیتا ہے کہ گو تمام مذاہب سچے ہیں لیکن تمام مذاہب کے پیرو سچائی

سے منحرف ہو گئے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ سب کو ان کی گمشدہ سچائی پر از سر نو جمع کر دیا جائے اور قرآن کا یہی کلام ہے۔

مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ سچائی اور دین سے پیروان مذاہب کی گمراہیاں اعتقادی اور علمی دونوں طرح کی تھیں اور ان گمراہیوں نے مختلف شکلیں اختیار کر لی تھیں ایک سب سے بڑی گمراہی جس کا قرآن نے ذکر کیا ہے اسے 'تشیع' اور 'تخریب' کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے جس کے معنی میں الگ الگ جتنے بنا لینا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِیْعًا لَّسْتُ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ ؕ اِنَّا اَمَرُھُمْ اِلٰی اللّٰهِ ثُمَّ یُنَبِّئُھُمْ بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ۝ (۶ : ۱۶۰)

جن لوگوں نے اپنے ایک ہی دین کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے اور الگ الگ گروہ بندیوں میں بٹ گئے، تمہیں ان سے کوئی واسطہ نہیں ان کا معاملہ خدا کے حوالے ہے جیسے کچھ ان کے عمل رہے ہیں اس کا نتیجہ خدا انہیں بتلا دے گا۔
فَتَقَطَّعُوْا اَمْرَھُمْ بَیْنَهُمْ زُبُرًا ؕ کُلُّ حِزْبٍ ؕ بِنَا لَدَیْھِمْ فَرِحُوْنَ ۝ (۲۳ : ۵۳)

پھر لوگوں نے ایک دوسرے سے کٹ کر جدا جدا دین بنائے ہر ٹولی کے پلے جو کچھ پڑ گیا ہے اسی میں مکن ہے۔
تشیع :

تشیع اور تخریب کے الفاظ کہاں سے آئے اسے پوری وضاحت کے ساتھ سمجھ لینا چاہیے۔ خدا کے ٹھہرائے ہوئے دین کی حقیقت تو یہ تھی کہ وہ نوع انسانی پر خدا پرستی اور نیک عملی کی راہ کھولتا تھا۔ لیکن لوگوں نے اس حقیقت کو فراموش کر دیا اور انسانیت نسلوں، قوموں، ملکوں اور طرح طرح کی رسموں اور رواجوں میں بٹ گئی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اعتقاد و عمل کے بجائے سارا دار و مدار اس پر آکر ٹھہر گیا کہ کون کس کے جتنے اور گروہ میں داخل ہے۔ اور اُسی کو صداقت دین کی کوئی بنا لیا گیا۔ گویا دین کی سچائی آخرت کا نتیجہ اور حق و باطل کا معیار تمام تر گروہ بندی اور گروہ پرستی ہو گئی اور ہر گروہ یقین کرنے لگا کہ دوسروں پر نجات کا دروازہ بند ہو گیا ہے اور وہی نجات کا مستحق ہے۔ اور فی الحقیقت دوسرے مذاہب کی نفرت نے خدا پرستی اور نیک عملی کی جگہ لے لی۔

قرآنی روئے:

قرآن کو گمراہی کا یہ طلسم توڑنا تھا چنانچہ اس نے انسان کی نجات و سعادت کا دار و مدار کسی خاص گروہ بندی پر نہیں بلکہ اعتقاد و عمل پر رکھا، اس نے اس بات پر زور دیا کہ نوع انسانی کے لئے دین الہی ایک ہی ہے اور اس راستے سے انحراف دین کی نفی ہے اس نے بتایا کہ اصل دین توحید ہے یعنی کسی واسطے کے بغیر ایک خدا کی براہ راست پرستش اور تمام بائیان مذاہب نے اسی کی تعلیم دی ہے۔ اس کے خلاف دین سے متخاصم ہونے والے جتنے عقائد و اعمال ہیں، وہ خدا کے انکار کی تعریف میں آتے ہیں۔

وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ كَانَ هُودًا أَوْ نَصْرَى ۚ تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ
 ○ بَلَى مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِنْدَ رَبِّهِ ۖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
 يَحْزَنُونَ ○ (۱۱۱: ۲-۱۱۲)

اور یہود و نصاریٰ نے کہا جنت میں کوئی انسان داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ یہودی اور نصاریٰ نہ ہو (یعنی جب تک یہودیت اور نصرایت کی گروہ بندیوں میں داخل نہ ہو) یہ ان لوگوں کی (جاہلانہ) امنگیں ہیں (اے پیغمبر!) ان سے کہہ دو اگر تم (اس زعمِ باطل میں) سچے ہو تو بتلاؤ تمہاری دلیل کیا ہے؟ ہاں (بلاشبہ نجات کی راہ کھلی ہوئی ہے۔ مگر وہ کسی خاص گروہ بندی کی راہ نہیں ہو سکتی وہ تو ایمان و عمل کی راہ ہے) کسی نے بھی خدا کے آگے سر جھکا دیا اور وہ نیک عمل بھی ہوا تو (خواہ وہ یہودی اور نصرانی ہو خواہ کوئی ہو) وہ اپنے پروردگار سے اپنا اجر پائے گا۔ اس کے لئے نہ تو کسی طرح کا کھٹکا ہے اور نہ کسی طرح کی غمگینی۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصْرَى وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وََعَمِلَ صَالِحًا
 فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ○ (۶۲: ۲)

جو لوگ (پیغمبرِ اسلام پر) ایمان لائے ہوں یا وہ لوگ ہوں جو یہودی کہلاتے ہیں یا نصاریٰ اور صابی ہوں (کوئی بھی ہو) لیکن جو کوئی بھی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور اس کے کام بھی اچھے ہوئے تو وہ اپنے ایمان و عمل کا اجر اپنے پروردگار سے ضرور پائے گا۔ اور اس کے لئے نہ تو کسی طرح کا کھٹکا نہ کسی طرح کی غمگینی ہے۔

یعنی قرآن کے الفاظ میں دین کسی گروہ بندی کا نام نہ تھا انسان کا تعلق کسی نسل، کسی قوم اور کسی ملک سے ہو اگر وہ خدا پر ایمان رکھتا ہے اور اس کے اعمال بھی نیک ہیں۔ یعنی اس کی زندگی نیک عملی کا نمونہ ہے تو دین الہی پر چلنے والا ہے اور اس کے لئے نجات ہے۔ لیکن یہودیوں اور عیسائیوں نے صرف اپنے لئے ایک خاص قسم کا ضابطہ فکر و اخلاق بنا لیا۔ یہودیوں نے گروہ بندی کا ایک دائرہ کھینچا اور اس کا نام ”یہودیت“ رکھ دیا۔ عیسائیوں نے بھی اپنے اطراف ایسا ہی ایک حلقہ بنا لیا اور اس کو ”مسیحیت“ کا نام دے دیا اور ہر ایک نے یہی کہا کہ جو اس کے دائرے میں شامل ہے وہی سچائی پر ہے اور نجات اُسی کے لئے ہے اور جو اس سے باہر ہے وہ نجات سے قطعاً محروم ہے اور اس طرح ایمان باللہ اور نیک عملی کا عالمگیر تصویر یک قلم غیر مؤثر ہو گیا۔ ایک شخص کتنا ہی خدا پرست اور نیک عمل ہو لیکن اگر وہ ”یہودیت“ یا ”مسیحیت“ کے دائروں میں داخل نہیں ہے تو اسے کوئی یہودی یا عیسائی ہدایت یافتہ انسان نہیں سمجھے گا۔ لیکن ایک انتہائی بد عمل اور بد اعتقاد انسان بھی نجات یافتہ سمجھے لیا جائے گا اگر وہ گروہ بندیوں کے اس نظام میں داخل ہے۔ قرآن اس قسم کی گروہ بندیوں کو مسترد کر دیتا ہے وہ اعلان کرتا ہے کہ کوئی انسان ہو کسی نسل و قوم یا گروہ کا ہو اگر اس نے اللہ کے آگے عبودیت کا سر جھکایا اور نیک عملی کی زندگی اختیار کی تو اس نے نجات و سعادت پالی اور اس

کے لئے کوئی غم اور کھٹکا نہیں۔ مذہبی صداقت کی عالمگیر وسعت کا یہی وہ تصور ہے جو قرآن ظاہر کرتا ہے لیکن وہ افسوس کے ساتھ کہتا ہے:-

وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصْرَىٰ عَلَىٰ شَيْءٍ ۖ وَ قَالَتِ النَّصْرَىٰ لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلَىٰ شَيْءٍ ۖ وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتَابَ ۚ كَذَلِكَ قَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝ (۱۱۳: ۲)

اور یہودیوں نے کہا عیسائیوں کا دین کچھ نہیں ہے اسی طرح عیسائیوں نے کہا کہ یہودیوں کے پاس کیا دھرا ہے حالانکہ دونوں اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں (اور دونوں کا سرچشمہ دین ایک ہی ہے)، ٹھیک ایسی ہی بات ان لوگوں نے بھی کہی جو (مقدس نوشتوں کا) علم نہیں رکھتے (یعنی مشرکین عرب نے کہ وہ بھی صرف اپنے ہی کو نجات کا وارث سمجھتے ہیں) اچھا جس بات میں باہم گر جھگڑ رہے ہیں۔ قیامت کے دن اللہ فیصلہ کر دے گا اور اس وقت حقیقت حال سب پر کھل جائے گی۔

یہودیوں نے تو یہ انتہا کر دی تھی کہ وہ سمجھنے لگے تھے کہ جہنم کی آگ انہیں چھو بھی نہیں سکتی۔ لیکن قرآن صاف لفظوں میں اعلان کرتا ہے کہ جس کسی نے بھی اچھا کام کیا اس کے لئے بھلائی ہے اور جس نے بُرا کام کیا اس کے لئے برائی ہے اور کسی مخصوص نسل یا شخص کی خاطر فطرت کا یہ قانون بدل نہیں سکتا۔

وَقَالُوا لَنْ نَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودَةً ۖ قُلْ أَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللَّهِ عَهْدًا فَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ عَهْدَهُ أَمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝ بَلَىٰ مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَأَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ (۸۰-۸۲: ۲)

اور ان لوگوں نے (یعنی یہودیوں نے کہا) ہمیں جہنم کی آگ کبھی چھونے والی نہیں اور اگر چھوئے بھی تو اس سے زیادہ نہیں کہ چند دنوں کے لئے چھوئے (اے پیغمبر!) ان سے کہو یہ جو تم کہتے ہو تو کیا تم نے خدا سے کوئی قول و قرار کرایا ہے اور وہ اب اپنے قول و قرار سے پھر نہیں سکتا یا پھر تم خدا کے نام سے ایک ایسی (جھوٹی) بات کہہ رہے ہو۔ جس کا تمہیں کوئی علم نہیں؟ (خدا کا قانون تو یہ ہے کہ کسی نسل اور کسی گروہ کا انسان ہو لیکن) جس کسی نے برائی کمائی اور اپنے گناہوں میں گھر کیا تو وہ دوزخی گروہ میں سے ہے ہمیشہ دوزخ میں رہنے والا اور جس کسی نے بھی ایمان کی راہ اختیار کی اور نیک عمل ہوا تو وہ بہشتی گروہ میں سے ہے ہمیشہ بہشت میں رہنے والا۔

لَيْسَ بِأَمَانِيكُمْ وَلَا أَمَانِي أَهْلِ الْكِتَابِ ۖ مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ وَلَا يَجِدْ لَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۝ (۱۲۳: ۴)

(مسلمانو! یاد رکھو نجات اور سعادت) نہ تو تمہاری آرزوؤں پر موقوف ہے اور نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر (خدا کا قانون تو

یہ ہے کہ) جو کوئی بھی برائی کرے گا۔ اس کا نتیجہ اس کے سامنے آئے گا اور پھر نہ تو کسی کی دوستی بچا سکے گی نہ کسی کی طاقت کی مددکاری۔

اسی گروہ بندی کا ایک نتیجہ یہ تھا کہ یہودی سمجھتے تھے کہ کاروبار کی انجام دہی میں سچائی اور دیانت داری کے جتنے بھی احکام ان کے لئے نازل ہوئے ہیں، غیر یہودیوں کے ساتھ معاملات کرتے وقت ان کی پابندی ضروری نہیں انہوں نے یہ خیال کر لیا تھا کہ جو آدمی ہمارا ہم مذہب نہیں ہے تو ہمارے لئے روا ہے کہ جس طرح بھی چاہیں اس کے مال و جائیداد کو ہضم کر لیں چنانچہ لین دین میں سود لینے کی ممانعت کو انہوں نے اپنے ہم مذہبوں کے ساتھ مخصوص کر دیا تھا۔ دوسروں کے ساتھ اس اصول کو ملحوظ رکھنا ضروری نہیں سمجھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جو یہودی عرب میں آباد تھے۔ وہ عربوں کے ساتھ اسی قسم کا طرز عمل رکھتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ عرب کے باشندے اُن پڑھ اور بت پرست ہیں، ہم ان لوگوں کا مال جس طرح بھی کھالیں ہمارے لئے جائز ہے۔

وَ أَخْذِهِمُ الرِّبَا وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ وَأَخْلَاهُمْ أَمْوَالُ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ۖ (۱۶۱: ۴)

اور ان کا سود کھانا حالانکہ وہ اس سے روک دیے گئے تھے اور ان کی یہ بات کہ لوگوں کا مال ناجائز طریقے سے کھا لیتے تھے۔
ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأُمِّينَ سَبِيلٌ ۚ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝ بَلَىٰ مَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ وَاتَّقَىٰ فَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ۝ (۷۶، ۷۵: ۳)

(یہودیوں کی یہ بد معاملگی) اس لئے ہے کہ وہ کہتے ہیں (عرب کے ان) اُن پڑھ لوگوں سے (بد معاملگی کرنے) میں ہم سے کوئی باز پرس نہیں ہوگی۔ (جس طرح بھی ہم چاہیں ان کا مال کھا سکتے ہیں۔ حالانکہ) ایسا کہتے ہوئے وہ صریح اللہ پر افترا کرتے ہیں ہاں (ان سے باز پرس ہو اور ضرور ہو کیونکہ اللہ کا قانون تو یہ ہے کہ) جو کوئی اپنا قول و قرار سچائی کے ساتھ پورا کرتا ہے اور برائی سے بچتا ہے تو وہی اللہ کی خوشنودی حاصل کرتا ہے اور اللہ برائی سے بچنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

ایسا عقیدہ رکھنا خدا کے دین پر صریح افترا تھا خدا کا دین تو یہ ہے کہ ہر انسان کے ساتھ نیکی کرنی چاہیے اور ہر ایک کے ساتھ معاملہ کرنے میں راست بازی اور دیانت داری کو ملحوظ رکھنا چاہیے، اس کا تعلق کسی عقیدہ یا گروہ سے کیوں نہ ہو۔

مذہبی گروہ بندیوں نے جن رسموں کو جنم دیا ہے ان میں سے ایک رسم وہ ہے جسے اصطبلغ (پہتسما) کہتے ہیں۔ یہ دراصل ایک یہودی رسم تھی جو اس وقت ادا کی جاتی تھی جب کوئی گناہوں کا اعتراف اور ان سے توبہ کرتا تھا لیکن عیسائیوں نے اسے ایک ذریعہ نجات بنا دیا۔ قرآن اسے گمراہی بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ محض ایک مقررہ رسم ادا کرنے سے نجات و سعادت حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ نجات و سعادت حاصل ہوتی ہے نیک عملی سے۔ قرآن کہتا ہے کہ صرف پانی چھوا دینے سے اصطبلغ نہیں ہوتا بلکہ اصطبلغ یہ ہے کہ تمہارے دل خدا پرستی کے رنگ میں رنگ جائیں۔ قرآن کہتا ہے۔

صِبْغَةَ اللَّهِ ۚ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً ۖ وَنَحْنُ لَهُ عِبْدُونَ ۝ (۱۳۸: ۲)

یہ اللہ کا رنگ ہے (یعنی دین الہی کا قدرتی اصطلاح ہے) اللہ سے بہتر رنگ دینے میں اور کون ہو سکتا ہے؟ ہم تو اسی کی بندگی کرنے والے ہیں۔

اسی کا نتیجہ تھا کہ اگرچہ یہودیوں اور عیسائیوں کا مذہب ایک ہی تھا اور کتاب الہی یعنی تورات دونوں کی مشترکہ میراث تھی لیکن دو مذہبی گروہوں میں بٹ جانے کی وجہ سے وہ باہم دگر مخالف اور مکذب ہو گئے تھے ایک دوسرے کو جھٹلاتے اور ہر جتن صرف اپنے ہی جتنے کے لوگوں کو نجات و سعادت کا مالک سمجھتا تھا۔

جب دنیا اتنے گروہوں اور جتنوں میں بٹ گئی تھی اور ہر جتن دوسرے جتنے کے مذہب کو جھٹلارہا تھا، اس حقیقت کے باوجود کہ ان سب کی اصل ایک ہی تھی تو یہ فیصلہ کون کرتا کہ سچائی کا حقیقی نمائندہ کون ہے؟ قرآن کہتا ہے سچائی اصلاً سب کے پاس ہے مگر عملاً سب نے اسے کھو دیا ہے۔ سب کو ایک ہی دین دیا گیا تھا اور سب کے لئے ایک ہی عالمگیر قانون ہدایت تھا۔ لیکن سب نے اصل حقیقت ضائع کر دی اور 'دین' یا راہِ راست پر قائم رہنے کی جگہ ہر گروہ نے الگ الگ راستے اختیار کر لئے اور یہ سمجھ بیٹھا کہ سعادت و نجات کا وہی مستحق ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ ہدایت کا راستہ سب کے لئے کھلا ہے اور کسی خاص نسل یا قوم کے لئے مختص نہیں ہے۔

وحدتِ انسانی

جن لوگوں نے خدا کے نام پر اپنے آپ کو الگ الگ مذہبی گروہوں میں بانٹ لیا تھا ان کے بارے میں قرآن کا یہ انتباہ تھا کہ ”کیا اپنے پروردگار کے سامنے وہ تم سے جھکڑتے رہیں گے؟“

اگر خدا پر سچے دل سے ایمان لایا جائے تو عمل کی زندگی میں یہ ایمان انسانی اخوت کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ یہی قرآن کا پیغام تھا اور اس نے یہودیوں، عیسائیوں اور پیغمبر کے زمانے کے عرب مشرکین کو یہی پیغام دیا تھا۔ اس کی اصل تبلیغ یہ تھی کہ سارے گروہ اور مذہبی جتنے پھر ایک جگہ آجائیں اور بنی نوع انسان کی عظیم تراخوت کا راستہ ہموار کریں، مولانا آزاد نے قرآن کے مطالعہ سے اسی پیغام کا استخراج فرمایا ہے۔

قرآن نے اخوتِ انسانی کا جو لائحہ عمل دیا ہے اس کا پہلا اصول یہ ہے کہ ابتدا میں نوعِ انسانی ایک ہی جمعیت تھی جو سارے انسانوں کے ایک خدا پر ایمان رکھتی تھی اور اسی ایمان کے مطابق شروع میں تمام انسانوں نے دین یا زندگی کا ایک ہی راستہ اختیار کیا تھا۔ سابقہ باب میں بتایا گیا ہے کہ کس شدت کے ساتھ قرآن نے اس بات پر زور دیا ہے کہ زندگی کی یہ راہ سب کے لئے ایک ہی ہو سکتی ہے اور اسی اصول کے تحت اس زمانے کے یہودیوں، عیسائیوں اور عربوں کو مخاطب کیا ہے ان سب میں یہ بات قدرِ مشترک تھی کہ وہ حضرت ابراہیمؑ کی شخصیت کو اپنے مشترکہ مورثِ اعلیٰ کا مرتبہ دیتے تھے۔ اور یکساں طور پر ان کا احترام کرتے تھے۔ پس قرآن ان کے سامنے ایک نہایت سیدھا سادا سوال پیش کرتا ہے

وہ کہتا ہے کہ اگر ایک کے دین کی سچائی اس کے اپنے گروہ کے ساتھ وابستہ ہے تو بتلاؤ کہ یہ سب کے مورث اعلیٰ حضرت ابراہیمؑ کس گروہ کے آدمی تھے؟ ان کے زمانے میں نہ تو یہودیت کا ظہور ہوا تھا اور نہ مسیحیت کا تو پھر ان کا کون سا راستہ یا دین تھا؟

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تُخَاجُّونَ فِي إِبْرَاهِيمَ وَمَا أُنْزِلَتِ التَّوْرَةُ وَالْإِنْجِيلُ إِلَّا مِنْ بَعْدِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ○ (۶۵: ۳)

اے اہل کتاب! تم ابراہیمؑ کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو حالانکہ یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ تورات اور انجیل نازل نہیں ہوئیں مگر اس کے بعد پھر اتنی صاف بات بھی نہیں سمجھ سکتے؟

أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ إِلَهَكَ وَإِلَهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَهًا وَاحِدًا وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ○ (۱۳۳: ۲)

پھر کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوبؑ کے سامنے موت آکر دی ہوئی تھی اور اس نے اپنی اولاد سے پوچھا تھا، بتلاؤ میرے بعد کس کی عبادت کرو گے۔ انہوں نے جواب میں کہا تھا اسی ایک خدا کی عبادت کریں گے جس کی تو نے عبادت کی ہے اور تیرے بزرگوں! ابراہیمؑ، اسماعیلؑ اور اسحاقؑ نے کی ہے اور ہم خدا کے حکموں کے فرمانبردار ہیں۔

وَقَالُوا كُونُوا هُودًا أَوْ نَصْرَى تَهْتَدُوا قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ○ (۱۳۵: ۲)

اور یہودی کہتے ہیں یہودی ہو جاؤ ہدایت پاؤ گے نصاریٰ کہتے ہیں نصرانی ہو جاؤ ہدایت پاؤ گے (اے پیغمبر!) تم کہو! نہیں۔ (اللہ کی عالمگیر ہدایت تمہاری ان گروہ بندیوں کی پابند نہیں رہ سکتی)۔ ہدایت کی راہ تو وہی حقیقی راہ ہے جو ابراہیمؑ کا طریقہ تھا اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھا۔

اس طرح قرآن نے یہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہودی، عیسائی اور مغربی ایشیا کی دوسری اقوام اپنے مورث اعلیٰ ابراہیمؑ کے زمانہ میں جس دین کے پیرو تھے وہ نہ یہودیت تھا نہ مسیحیت اور نہ کسی اور مذہبی حلقہ بندی سے اس کا تعلق تھا۔ یہودیت اور مسیحیت تو حضرت موسیٰؑ اور حضرت مسیحؑ کے نام سے چلی جن کا ظہور حضرت ابراہیمؑ کے کئی سو سال بعد ہوا تھا اور حضرت ابراہیمؑ نے نجات کا جو طریقہ اختیار کیا تھا وہ صرف کسی مخصوص گروہ کے لئے نہ تھا بلکہ پوری انسانیت کے لئے تھا اور وہ تھا ایک ہی خدا کی پرستش اور نیک عملی کا راستہ۔ قرآن کہتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ اور دوسرے تمام پیغمبروں نے دنیا کو جو پیغام دیا وہ یہی تھا کہ پوری نوع انسانی ایک ہی امت ہے اور سب کا ایک ہی پروردگار ہے پس چاہیے کہ ایک ہی پروردگار کی بندگی کریں اور ایک کنبہ کے افراد کی طرح رہیں۔ قرآن نے پچھلے رسولوں

اور مذاہب کے بانیوں کے مواعظ نقل کیے ہیں یہ بتانے کے لئے کہ ان سب نے دین کی وحدت اور انسان کی عالمگیر اخوت کی تعلیم دی ہے۔ لیکن قرآن افسوس کا اظہار کرتا ہے کہ:-

فَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ۖ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ (۲۳: ۵۳)

لیکن لوگوں نے یہ تعلیم فراموش کر دی اور اپنی الگ الگ ٹولیاں بنالیں اب ہر ٹولی اس میں مگن ہے جو اس کے پہلے پڑ گیا ہے۔

قرآن کی دعوت:

مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ قرآن نے کسی اور بات پر استنا زور نہیں دیا ہے جتنا کہ اس نظریہ حیات پر۔ اس نے بار بار صاف اور قطعی لفظوں میں اس امر کا اعلان کر دیا ہے کہ وہ کسی مذہبی گروہ بندی کے حق میں نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس چاہتا ہے کہ تمام مذہبی گروہ بندیوں کی جنگ و نزاع سے دنیا کو نجات دلا دے اور سب کو سچائی کی اسی ایک راہ پر جمع کر دے جس کی فطرت ہی یہ ہے کہ وہ روزِ اول سے موجود ہے اور تمام مذاہب کے داعیوں نے اسی کی طرف بلایا ہے۔

شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ ۖ (۴۲: ۱۳)

اور (دیکھو) اس نے تمہارے لئے دین کی وہی راہ ٹھہرائی ہے جس کی وصیت نوح کو کی گئی تھی اور جس پر چلنے کا ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو حکم دیا تھا (ان سب کی تعلیم یہی تھی) کہ الدین (یعنی خدا کا ایک ہی دین) قائم رکھو اور اس راہ میں الگ الگ نہ ہو جاؤ۔

إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّنَ مِنْ بَعْدِهِ ۚ وَأَوْحَيْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَعِيسَى ۚ وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَارُونَ وَسُلَيْمَانَ ۚ وَآتَيْنَا دَاوُدَ زُبُورًا ۚ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۚ (۴: ۱۶۳)

(اے پیغمبر!) ہم نے تمہیں اسی طرح اپنی وحی سے مخاطب کیا ہے جس طرح نوح کو کیا تھا اور ان تمام نبیوں کو کیا تھا جو نوحؑ کے بعد ہوئے نیز جس طرح ابراہیمؑ، اسماعیلؑ، اسحاقؑ، یعقوبؑ، اولادِ یعقوبؑ، یونسؑ، ہارونؑ، سلیمانؑ (وغیرہم) کو مخاطب کیا اور داؤدؑ کو زبور عطا کی۔ علاوہ برس وہ رسول جن میں سے بعض کا حال ہم تمہیں پہلے سنا چکے ہیں اور بعض ایسے ہیں جن کا حال تمہیں نہیں سنایا۔

سورہ انعام رکوع (۶) میں پچھلے رسولوں کا ذکر کرتے ہوئے قرآن نے ان الفاظ میں پیغمبرِ اسلام محمدؐ کو مخاطب کیا ہے۔

أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهِدْهُمْ آتِدَ (۶: ۹۰)

یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے راہِ حق دکھائی پس (اے پیغمبر!) تم بھی انہی کی ہدایت کی پیروی کرو۔
تمام باتیانِ مذہب کے پیروؤں کو ایک ہی راستے پر لانے کے لئے قرآن نے تمام باتیانِ مذہب کی یکساں طور پر تصدیق فرمائی ہے اور ان کے راستے کو راہِ حق بتایا ہے۔

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَا اُنْزِلَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَاِلْسَابٰطَ وَمَا اَوْتِيَ مُوسٰى وَعِيسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِنْهُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝ (۸۴: ۳)

(اے پیغمبر!) کہہ دو ہمارا طریقہ تو یہ ہے کہ ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور جو کچھ اس نے ہم پر نازل کیا ہے اس پر ایمان لائے ہیں نیز جو کچھ ابراہیم، اسمعیل، اسحاق، یعقوب اور اولادِ یعقوب پر نازل ہوا ہے ان سب پر ایمان رکھتے ہیں اسی طرح جو کچھ موسیٰ اور عیسیٰ کو اور دنیا کے تمام نبیوں کو ان کے پروردگار سے دیا گیا ہے سب پر ہمارا ایمان ہے ہم ان میں سے کسی ایک کو بھی دوسرے سے جدا نہیں کرتے (کہ اے نہ مانیں دوسروں کو مانیں) اور ہم اللہ کے فرما تبار ہیں (اس کی سچائی جہاں کہیں بھی اور جس کسی کی زبانی بھی آئی ہو اس پر ہمارا ایمان ہے)۔

اوپر کی آیت کے یہ الفاظ کہ ”ہم ان میں سے کسی ایک کو بھی دوسرے سے جدا نہیں کرتے“۔ قرآن میں متعدد موقعوں پر آئے ہیں جس کا منشا یہ ہے کہ ایک رسول کو دوسرے رسول سے برتر سمجھنے یا ایک کو پیغمبر مانتے اور دوسرے کو برحق نہ جانتے کے رجحان سے انکار کیا جائے۔ قرآن کہتا ہے: ہر انسان کا جو خدا کے سچے دین پر چلنا چاہتا ہے فرض ہے کہ بلا کسی امتیاز کے تمام رسولوں اور ان پر نازل کئے ہوئے تمام صحائف پر اور ان کی بنیادی صداقت پر ایمان لائے اور یہ سچائی جہاں کہیں بھی ظاہر ہوئی ہو اور جس زبان میں بھی ظاہر ہوئی ہو اسے قبول کرے۔

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ كُلُّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰئِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهِ ۚ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۚ غُفْرٰنَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝ (۲۸۵: ۲)

اللہ کا رسول اس (کلامِ حق) پر ایمان رکھتا ہے جو اس کے پروردگار کی طرف سے اس پر نازل ہوا ہے اور وہ لوگ بھی جو ایمان لائے ہیں یہ سب اللہ پر اس کے ملائکہ پر اس کی کتابوں پر اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں (ان کے ایمان کا دستور العمل یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں) ہم اللہ کے رسولوں میں سے کسی کو دوسرے سے جدا نہیں کرتے (کہ کسی کو مانیں کسی کو نہ مانیں)۔ انہوں نے کہا خدایا! ہم نے تیرا پیغام سنا اور تیری فرمانبرداری کی ہمیں تیری مغفرت نصیب ہو۔ ہم سب کو بالآخر تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔

قرآن کہتا ہے کہ خدا کی سچائی اس کی عالمگیر بخشش ہے وہ نہ تو کسی خاص نسل و قوم سے متعلق ہے اور نہ کسی خاص مذہبی گروہ بندی سے اور نہ کسی خاص زبان میں اس کا نزول ہوا ہے انسان اپنے لئے جغرافیائی اور نسلی حد بندیاں قائم کر لیتا ہے لیکن خدا کی سچائی کو اس طرح باٹھا نہیں جاسکتا۔ اس سچائی کی نہ تو کوئی قومیت ہے۔ نہ نسل ہے نہ جغرافیائی حد بندی ہے اور نہ جماعتی حلقہ بندی، وہ خدا کے پیدا کئے ہوئے سورج کی طرح کرۂ ارض کے ہر گوشے پر ضیا پاشی کرتی ہے

اور ہر ایک کو یکساں روشنی بخشتی ہے وہ ہر جگہ نمودار ہوتی ہے اور ہر عہد میں اپنا ظہور رکھتی ہے۔ خدا کی سچائی جہاں کہیں بھی پائی جائے اور جس بھیس میں بھی پائی جائے انسان کی بہت بڑی متاع ہے اور انسان اس کا وارث ہے۔

قرآن نے جا بجا تفریق 'بین الرسول' کی راہ کو خدا کے دین سے انکار کی راہ قرار دیا ہے۔ پس انسان کے لئے دو ہی راستے ہیں۔ ایک سب نبیوں کے ماتے کا راستہ اور دوسرا سب کے انکار کا راستہ، کوئی تیسرا راستہ نہیں ہے، کسی ایک رسول کا انکار بھی سب کے انکار کا حکم رکھتا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۖ وَيُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا ۝ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا ۖ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَمْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ أُولَٰئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيهِمْ أَجْرَهُم ۖ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝ (۴: ۵۵-۱۵۲)

جو لوگ اللہ اور اس کے پیغمبروں سے برگشتہ ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں میں تفرقہ کریں (یعنی کسی کو خدا کا رسول مانیں اور کسی کو نہ مانیں) اور کہتے ہیں ان میں سے بعض کو ہم ماتے ہیں بعض کا انکار کرتے ہیں اور پھر اس طرح چاہتے ہیں: کفر و ایمان کے درمیان کوئی تیسرا راستہ اختیار کر لیں تو یقین کرو یہی لوگ ہیں کہ ان کے کفر میں کوئی شبہ نہیں اور جن لوگوں کی راہ کفر کی راہ ہے تو ان کے لئے رسوا کن عذاب تیار ہے لیکن ہاں جو لوگ اللہ اور اس کے تمام پیغمبروں پر ایمان لائے اور کسی ایک پیغمبر کو بھی دوسروں سے جدا نہیں کیا (یعنی کسی ایک کی سچائی سے بھی انکار نہیں کیا) تو بلاشبہ یہی لوگ ہیں جنہیں عنقریب اللہ ان کے اجر عطا فرمائے گا اور وہ بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے۔

سورہ بقرہ میں جو قرآن کی دوسری سورت ہے سچے مومنوں کی راہ بتلائی گئی ہے۔

وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۖ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ۖ أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِنْ رَبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ (۲: ۴-۵)

اور وہ لوگ جو سچائی پر ایمان لائے جو پیغمبر اسلام پر نازل ہوئی ہے اور ان تمام سچائیوں پر جو اس سے پہلے نازل ہو چکی ہیں اور نیز آخرت کی زندگی پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ سو یہی لوگ ہیں جو اپنے پروردگار کی ٹھہرائی ہوئی ہدایت پر ہیں اور یہی ہیں جنہوں نے فلاح پائی۔

قرآن اس بات پر تعجب کا اظہار کرتا ہے کہ وہ لوگ بھی جو یہ ایمان رکھتے ہیں کہ تمام کارخانہ ہستی کا خالق ایک ہی خالق ہے اور اسی کی پروردکاری ہر مخلوق کی پرورش کر رہی ہے اس امر سے انکار کرتے ہیں کہ اس کا دیا ہوا روحانی سچائی کا قانون بھی ایک ہے اور ایک ہی طور پر تمام نوع انسانی کو دیا گیا ہے۔

قُلْ يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ هَلْ تَنقِمُونَ مِنَّا إِلَّا أَنْ أَمَّنَّا بِٱللَّهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلُ ۖ وَٱنْ أَكْثَرَ كُفْرًا
فَسَقُونَ ۝ (۵۹: ۵)

ان لوگوں سے کہو اے اہل کتاب! تم جو ہماری مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے ہو تو بتلاؤ اس کے سوا ہمارا جرم کیا ہے کہ ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور جو کچھ ہم پر نازل ہوا ہے اور جو اس سے پہلے نازل ہوا ہے سب پر ایمان رکھتے ہیں (پھر کیا خدا پرستی) اور خدا کے تمام رسولوں کی تصدیق کرنا تمہارے نزدیک جرم اور عیب ہے (افسوس تم پر) تم میں سے اکثر ایسے ہیں جو راہ حق سے یکسر برگشتہ ہیں۔

وَإِنَّ ٱللَّهَ رَبِّى وَرَبُّكُمْ فَأَعْبُدُوهُ ۖ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ۝ (۱۹: ۳۶)

(دیکھو) خدا تو میرا اور تمہارا دونوں کا پروردگار ہے پس اس کی بندگی کرو۔ یہی دین کی سیدھی راہ ہے۔
قُلْ أَنُتَخَذُونَ فِى ٱللَّهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَّا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ ۚ (۲: ۱۳۹)
(اے پیغمبر ان سے) کہو کیا تم خدا کے بارے میں ہم سے جھگڑا کرتے ہو حالانکہ ہمارا اور تمہارا دونوں کا پروردگار وہی ہے اور ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال (یعنی ہر انسان کو اس کے عمل کا نتیجہ ملتا ہے پھر اس بارے میں جھگڑا کیوں کرتے ہو)۔

اس موقع پر یہ بات قابل لحاظ ہے کہ اوپر کی آیات میں جہاں کہیں اس طرح کے مخاطبات ہیں جیسے إِنَّ ٱللَّهَ رَبِّى وَرَبُّكُمْ (اللہ ہمارا اور تمہارا دونوں کا پروردگار ہے)۔ اِنھُنَا وَاِھْنُکُمْ وَاِجْدُ (ہمارا اور تمہارا دونوں کا خدا ایک ہی ہے)۔ وَلَنَّا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ (اور ہمارے لئے ہمارے عمل ہیں اور تمہارے لئے تمہارے عمل) اس قسم کے تمام مخاطبات سے قرآن کا مقصود اس حقیقت پر زور دینا ہے کہ سب کا پروردگار ایک ہے اور ہر انسان کے لئے ویسا ہی نتیجہ ہے جیسا اس کا عمل ہے اسی لئے قرآن پوچھتا ہے ”تو پھر خدا اور مذہب کے نام پر یہ عالمگیر جنگ وجدال کیوں برپا ہے؟“ وہ بار بار کہتا ہے کہ اس کی تعلیمات اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ انسان کو خدا پرستی اور نیک عمل کی طرف بلاتا ہے وہ کسی مذہب کو نہیں جھٹلاتا اور نہ کسی بانی مذہب کا انکار کرتا ہے۔ وہ سب بانیان مذہب کی یکساں تصدیق کرتا ہے اور سب کی مشترکہ تعلیم اس کا دستور العمل ہے پھر جب اس کا پیغام یہ ہے تو قرآن پوچھتا ہے کہ تمام پیر وان مذہب نے کیوں اس کے خلاف اعلان جنگ کر دیا ہے؟

مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ قرآن نے کبھی کسی مذہب کی پیروی کرنے والوں سے یہ مطالبہ نہیں کیا کہ وہ اسے ایک نئے دین کے طور پر مان لیں بلکہ وہ ان سے یہی کہتا ہے کہ اپنے اپنے مذہب کی حقیقی تعلیم پر جسے انہوں نے طرح طرح کی تحریفوں اور اضافوں سے مسخ کر دیا ہے سچائی کے ساتھ کاربند ہو جائیں وہ کہتا ہے کہ اگر انہوں نے ایسا کر لیا تو اس کا

مقصد پورا ہو جائے گا۔ کیوں کہ جوں ہی وہ اپنے مذہب کی حقیقی تعلیم کی طرف لوٹیں گے۔ ان کے سامنے وہی حقیقت آ موجود ہوگی جس کی طرف قرآن بلا تا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اس کا پیغام کوئی نیا پیغام نہیں ہے بلکہ وہی قدیم پیغام ہے جو تمام باتیان مذاہب دے چکے ہیں۔

قُلْ يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ لَسْتُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ حَتَّىٰ تُقِيمُوا ٱلتَّوْرَةَ وَٱلْإِنجِيلَ وَمَآ أُنزِلَ إِلَيْكُمْ مِّن رَّبِّكُمْ ؕ وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ مَّا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طُغْيَٰنًا وَكُفْرًا ؕ فَلَا تَأْسَ عَلَى ٱلْقَوْمِ ٱلْكَٰفِرِينَ ۝ اِنَّ ٱلَّذِينَ آمَنُوا وَٱلَّذِينَ هَادُواْ وَٱلصُّبُّونَ وَٱلنَّصْرَىٰ مَنۢ بَالِغُ ٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْآخِرِ وَعَمِلَ صَٰلِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ (۵ : ۶۸ - ۶۹)

اے اہل کتاب! جب تک تورات اور انجیل کی اور ان تمام صحیفوں کی جو تم پر نازل ہوئے ہیں حقیقت قائم نہ کرو اس وقت تک تمہارے پاس دین میں سے کچھ نہیں ہے اور (اے پیغمبر!) تمہارے پروردگار کی طرف سے جو کچھ تم پر نازل ہوا ہے بجائے اس کے کہ یہ لوگ اس سے ہدایت حاصل کریں تم دیکھو گے کہ ان میں سے بہتوں کا کفر و طغیان اس کی وجہ سے اور زیادہ بڑھ جائے گا تو جن لوگوں نے انکار حق کی راہ اختیار کی ہے تم ان کی حالت پر بے کار کو غم نہ کھاؤ جو لوگ تم پر ایمان لائے ہیں جو یہودی ہیں جو صابی ہیں جو نصاریٰ ہیں (یہ ہوں یا کوئی ہو) جو کوئی بھی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور اس کے عمل بھی نیک ہوئے تو اس کے لئے نہ تو کسی طرح کا خوف ہے نہ کسی طرح کی غمگینی۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن نے ان راست باز انسانوں کے ایمان و عمل کا پوری فراخ دلی کے ساتھ اعتراف کیا ہے جو نزول قرآن کے وقت مختلف مذاہب میں موجود تھے اور جنہوں نے اپنے مذاہب کی حقیقی روح ضائع نہیں کی تھی البتہ وہ کہتا ہے ایسے لوگوں کی تعداد بہت کم ہے۔ غالب تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو اپنے حقیقی مذہب کے راستے سے منحرف ہو گئے ہیں۔

لَيْسُوا۟ سَوَآءٌ ۚ مِّنۢ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ أُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَتْلُونَ آيَٰتِ ٱللَّهِ آنَاءَ ٱلَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ ۝ يُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْآخِرِ وَيَأْمُرُونَ بِٱلْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ ٱلْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي ٱلْخَيْرَاتِ ؕ وَأُو۟لَٰٓئِكَ مِنَ ٱلصَّٰلِحِينَ ۝ وَمَا يَفْعَلُوا۟ مِنۢ خَيْرٍۭ فَلَن يُكْفَرُوهُ ؕ وَٱللَّهُ عَلِيمٌۭ بِٱلْمُتَّقِينَ ۝ (۳ : ۱۱۳ - ۱۱۵)

یہ بت نہیں ہے کہ سب ایک ہی طرح کے ہوں انہیں اہل کتاب میں ایسے لوگ بھی ہیں کہ اصل دین پر قائم ہیں وہ تو راتوں کو اٹھ اٹھ کر اللہ کے کلام کی تلاوت کرتے ہیں اور ان کے سر اس کے سامنے جھکے ہوتے ہیں اور وہ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں برائی سے روکتے ہیں۔ نیکی کی راہوں میں تیز کام ہیں اور بلاشبہ یہی لوگ ہیں جو نیک انسانوں میں سے ہیں اور یاد رکھو یہ لوگ جو کچھ کرتے ہیں تو ہرگز ایسا نہ ہو گا کہ اس کی قدر نہ کی جائے وہ جانتا ہے کہ (کس گروہ میں) کون پرہیزگار ہے۔

مِنْهُمْ أُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ۖ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ سَاءَ مَا يَعْمَلُونَ ۝ (۶۶: ۵)

ان میں ایک گروہ ایسے لوگوں کا بھی ہے جو میاند روی ہیں لیکن بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے کہ جو کچھ کرتے ہیں، برا ہی کرتے ہیں۔

یہ جو قرآن جا بجا اس بات پر زور دیتا ہے کہ وہ پچھلی آسمانی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے، جھٹلانے والا نہیں اور ان کے پیروؤں سے کہتا ہے کہ قرآن پر بھی ایمان لاؤ۔

”پھر کیوں وہ قرآن کے خلاف اعلان جنگ کرتے ہیں یا اس سے جھگڑتے ہیں؟“

وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ (۱۷: ۳۱)

معروف کا لفظ ’عرف‘ سے نکلا ہے۔ جس کے معنی میں جانی پہچانی بات کو پہچانتا اور ’منکر‘ کے معنی میں ایسی بات جس سے عام طور پر انکار کیا گیا ہو۔ قرآن نے ان الفاظ کو خاص طور پر اس لئے اختیار کیا ہے کہ انسانوں کے افکار و عقائد میں چاہے کسی قسم کے اختلافات کیوں نہ ہوں کچھ باتیں ایسی ہیں جن کے اچھے ہونے پر سب متفق ہیں اور جن کے برے ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ مثلاً اس بات پر سب متفق ہیں کہ سچ بولنا اچھا ہے اور جھوٹ بولنا برا ہے اس پر سب کو اتفاق ہے کہ دیانتداری اچھی بات ہے۔ بددیانتی بُری بات ہے۔ اس سے کسی کو اختلاف نہیں کہ ماں باپ کی خدمت، ہمسائے سے سلوک، مسکینوں کی خبر گیری اور مظلوموں کی امداد اچھی باتیں ہیں اور ان کے بارے میں کوئی بھی مختلف نظریہ نہیں رکھتا۔ دنیا کے تمام اخلاقی ضابطے، دنیا کی تمام حکمتیں اور دنیا کی تمام جماعتیں دوسری باتوں میں کتنا ہی اختلاف رکھتی ہوں لیکن جہاں تک ان اچھائیوں کا تعلق ہے سب ہم آہنگ اور ہم رائے ہیں۔ اسی لئے قرآن کہتا ہے کہ جب وہ معروف (نیکی) کا حکم دیتا ہے اور منکر (برائی) سے منع کرتا ہے تو اس کی مخالفت کیوں ہو؟

فطرت اللہ:

قرآن کہتا ہے کہ یہی راہِ عمل جو اس نے مقرر کی ہے، دوسرے قوانینِ فطرت کی طرح نوعِ انسانی کے لئے ایک قانونِ فطرت ہے اگر تم اس سے فیض حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس پر چلو۔ یہ خدا کا ٹھہرایا ہوا راستہ ہی فطری دین ہے۔ ایسا قانون ہے جس میں کسی کے لئے تبدیلی نہیں ہوتی ایسا دین ہے جسے تمام انبیاء نے اختیار کیا اور تبلیغ کی۔ یہی وہ مذہب ہے جس کو قرآن ’اسلام‘ کا نام دیتا ہے یعنی خدا کے ٹھہرائے ہوئے قوانینِ حیات کی فرمانبرداری کا راستہ۔

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ۖ فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۚ لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ۚ ذَلِكَ الدِّينُ

الْقِيمُ ۚ وَلَكِنْ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ مُنِيبِينَ إِلَيْهِ وَاتَّقُوهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيعًا ۚ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ۝ (۳۰ : ۳۲-۳۰)

تم ہر طرف سے منہ پھیر کر ”الدین“ کی طرف رخ کرو۔ یہی خدا کی بناوٹ ہے۔ جس پر اس نے انسان کو پیدا کیا ہے اللہ کی بناوٹ میں کبھی تبدیلی نہیں ہو سکتی ہے۔ یہی ”الدین“ القیم، یعنی سیدھا اور سچا دین ہے لیکن اکثر انسان ایسے ہیں جو نہیں جانتے (دیکھو) اسی (ایک خدا) کی طرف متوجہ رہو۔ اس کی نافرمانی سے بچو نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ جنہوں نے اپنے دین کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے اور کروہ بندیوں میں بٹ گئے ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے وہ اسی میں مکن ہے۔

یہی وہ اسلام ہے جس کا پیغام زمانہ دراز سے تمام انبیائے کرام دیتے آئے ہیں یہی سچا دین یا خدا کا ٹھہرایا ہوا راستہ ہے قرآن نے سورہ فاتحہ میں اسی کو ”صراط مستقیم“ سے تعبیر کیا ہے جس پر چل کر افراد یا جماعتیں زندگی میں نیکی یا کامیابی پاتی ہیں یعنی قرآن کے الفاظ میں انہیں خدا کا انعام حاصل ہوتا ہے اور اس راستے سے منحرف ہونے والے نابود ہو جاتے ہیں یا ان پر خدا کا غضب نازل ہوتا ہے۔

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ ۚ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوْتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا ۚ بَيْنَهُمْ ۚ وَمَنْ يَكْفُرْ بَايَاتِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝ فَإِنْ حَاجُّوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلَّهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ۚ وَقُلْ لِلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْأُمِّيِّينَ ءَأَسْلَمْتُمْ ۚ فَإِنْ أَسْلَمُوا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلْغُ ۚ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ۝ (۳ : ۱۹-۲۰)

اللہ کے نزدیک دین ایک ہی ہے اور وہ الاسلام ہے اور یہ جو اہل کتاب نے اختلاف کیا (اور ایک دین پر مجتمع رہنے کی جگہ یہودیت اور نصرائیت کی گروہ بندیوں میں بٹ گئے) تو یہ اس لئے ہوا کہ اگرچہ علم حقیقت کی راہ ان پر کھل چکی تھی لیکن آپس کی ضد اور سرکشی سے اختلاف میں پڑ گئے اور (یاد رکھو) جو کوئی اللہ کی آیتوں سے انکار کرتا ہے تو اللہ کا قانون مکلفیت بھی حساب لینے میں سست رفتار نہیں پھر اگر یہ لوگ تم سے اس بارے میں جھگڑا کریں تو تم کہو میری اور میرے پیروؤں کی راہ تو یہ ہے کہ اللہ کے آگے سرِ اطاعت جھکا دینا اور ہم نے سر جھکا دیا ہے۔ پھر اہل کتاب سے اور ان پڑھ لوگوں سے (یعنی مشرکین عرب سے) پوچھو تم بھی اللہ کے آگے جھکتے ہو یا نہیں (یعنی ساری باتیں جھگڑے کی چھوڑ دو یہ بتلاؤ تمہیں خدا پرستی منظور ہے یا نہیں؟) اگر وہ جھک گئے تو (سارا جھگڑا ختم ہو گیا اور) انہوں نے راہ پالی اگر

روگردانی کریں تو تمہارے ذمے جو کچھ ہے وہ پیام حق پہنچا دینا ہے اور اللہ کی نظروں سے بندوں کا حال پوشیدہ نہیں ہے۔

قرآن کہتا ہے کہ دین کی حقیقت یہی ہے کہ خدا نے جو قانون فطرت انسان کے لئے ٹھہرا دیا ہے اس کی ٹھیک ٹھیک اطاعت کی جائے درحقیقت تمام کائنات ہستی اسی اصل پر قائم ہے اگر عالم تخلیق ذرہ برابر بھی اس راستے سے انحراف کرے تو سارا کارخانہ ہستی درہم برہم ہو جائے۔

أَفَغَيْرَ دِينِ اللَّهِ يَبْغُونَ وَلَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ○ (۸۳:۳)

پھر کیا یہ لوگ چاہتے ہیں اللہ کا ٹھہرایا جو ا دین چھوڑ کر کوئی دوسرا دین ڈھونڈ نکالیں؟ حالانکہ آسمان و زمین میں جو کوئی بھی ہے سب چار و ناچار اسی کے (ٹھہرائے ہوئے قانونِ عمل کے) آگے جھکے ہوئے ہیں اور بالآخر سب کو اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

جب قرآن کہتا ہے کہ 'الاسلام' یا اللہ کے آگے سِرِ اطاعت جھکا دینے کا راستہ ہی خدا کا دین ہے اور ہر رسول نے اسی دین کی تبلیغ فرمائی ہے تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ اس کے علاوہ دوسرا کوئی دین یا راستہ گروہ بندی یا تفرقہ اندازی پر مبنی ہو گا اور خدا کا عالمگیر دین نہیں ہو گا۔

وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ ؕ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ○ (۸۵:۳)

اور جو اسلام کے سوا کوئی دوسرا دین چاہے گا تو یاد رکھو اس کی راہ کبھی قبول نہ کی جائے گی اور وہ آخرت کے دن دیکھے گا کہ تباہ ہونے والوں میں سے ہے۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن نے تمام پیروانِ دعوت کو بار بار متنبہ کیا ہے کہ دین میں تفرقہ اندازی اور گروہ بندی سے بچیں اور اسی گمراہی میں نہ مبتلا ہو جائیں جس سے قرآن نے نجات دلائی ہے وہ کہتا ہے میری دعوت نے ان تمام انسانوں کو جو مذہب کے نام پر ایک دوسرے کے دشمن ہو رہے تھے خدا پرستی کی راہ میں اسی طرح جوڑ دیا کہ ایک دوسرے سے نفرت کرنے والے ایک دوسرے کے جاں نثار بھائی بن گئے یہودی، عیسائی، مجوسی اور صابی ان سب کو دعوت قرآنی نے ایک صف میں کھڑا کر دیا اور اب یہ سب ایک دوسرے کے باتیانِ مذاہب کی تصدیق کرتے ہیں۔

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا ۚ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ○ (۱۰۳:۳)

اور (دیکھو) سب مل جل کر اللہ کی رسی مضبوط پکڑ لو اور جدا جدا نہ ہو۔ اللہ نے تم پر فضل و کرم کیا ہے اسے یاد کرو تمہارا

حال یہ تھا کہ ایک دوسرے کے دشمن ہو رہے تھے۔ پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں باہم گرفت پیدا کر دی پھر ایسا ہوا کہ انعام الہی سے بھائی بھائی ہو گئے اور (دیکھو) تمہارا حال یہ تھا گویا آگ سے بھرا ہوا گڑھا ہے اور اس کے کنارے کھڑے ہو لیکن اللہ نے تمہیں بچالیا۔ اللہ اس طرح اپنی کار فرمائیوں کی نشانیاں تم پر واضح کرتا ہے تاکہ ہدایت پاؤ۔
وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ (۱۰۵:۳)

اور (دیکھو) ان لوگوں کی سی چال اختیار نہ کر لینا جو (ایک دین پر قائم رہنے کی جگہ) جدا جدا ہو گئے اور اختلاف میں پڑ گئے باوجودیکہ روشن دلیلیں ان کے سامنے آچکی تھیں (یاد رکھو) یہی لوگ ہیں جن کے لئے (کامیابی و فلاح کی جگہ) بڑا (بھاری) عذاب ہے۔

وَأَنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ فَاتَّبِعُوهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ (۱۵۳:۶)

اور (دیکھو) یہ میری راہ ہے بالکل سیدھی راہ، پس اسی ایک راہ پر چلو، طرح طرح کی راہوں کے پیچھے نہ پڑ جاؤ کہ وہ تمہیں خدا کی راہ سے ہٹا کر جدا جدا کر دیں گی۔ یہی بات ہے جس کا خدا تمہیں حکم دیتا ہے تاکہ تم نافرمانی سے بچو۔



نوٹ:

ابوالکلام آزاد عالم دین کے علاوہ ایک ماہر سیاست بھی تھے۔ اُن کے اپنے سیاسی نظریات اور سوچ تھی۔ اُن کے سیاسی نظریات سے اختلاف کے باوجود یہ قابلِ توجہ تحریر ہے۔

قرآن کا تصورِ خدا

ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ

قرآن کا تصور خدا

ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ

اسلام سے پہلے اہل عرب کے ہاں خدا کا تصور تو تھا لیکن بہت ہی ادھورا۔ وہ ایک خالق کائنات اور رب کے وجود کو تو تسلیم کرتے تھے لیکن اسے تنہا اس کائنات کا مالک نہیں سمجھتے تھے۔
بالفاظ دیگر ان کے یہاں توحید ربوبیت تو پائی جاتی تھی مگر توحید الٰہیت نہیں تھی۔
یہودیوں کا خدا ان کا خدائی خدا تھا، جس نے ساری کائنات کو صرف بنی اسرائیل کے لیے پیدا کیا، اور کائنات پیدا کرنے کے ساتویں دن وہ تھک کر بیٹھ گیا، یہ خدا صاحبِ اولاد تھا اور اس کی بیٹیاں تھیں۔
عیسائیوں کا خدا اپنی ساری خدائی اور اختیارات ابن مریم کو دے کر خود معطل ہو گیا تھا۔
ہندوؤں کے خدا نے اپنے وجود کو لاکھوں اوتاروں کی شکل میں تقسیم کر ڈالا اور برہما، مہیش اور بھشن تینوں نے مل کر خدائی کے کاروبار باہم تقسیم کر لیے۔
ایرانیوں کے خدا کی خدائی نیکی اور بدی کی دو مملکتوں میں بٹی ہوئی تھی۔ ایک طرف یزداں اور دوسری طرف

اہرمن!

دیکھیے اسلام نے اللہ تعالیٰ کا کیا تصور پیش کیا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا تعارف خود اللہ تعالیٰ کی زبانی ہو۔ فرماتا ہے:

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ۚ لَا تَأْخُذُهُ سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ لَهُ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمُوتِ وَالْأَرْضَ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ○ (البقرة: ۲۵۵)

”اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔ وہی جیتا ہے اور سب اس کے سہارے جیتے ہیں۔ اس کو نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اسی کا ہے کون ایسا ہے جو اس کے سامنے اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے۔ جو لوگوں کے روبرو ہے اور جو ان کے پیچھے ہے سب کو جانتا ہے۔ اور وہ اس کے علم کے حصہ کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے اس کا تحت آسمانوں کو اور زمین کو سمائے ہے۔ ان آسمانوں کی اور زمین کی نگرانی اس کو تھکاتی نہیں۔ اور وہی اوپر اور بڑا ہے“

هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ ○ هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۚ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ○ هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ

○ الْحَكِيمُ (الحشر: ۲۲: ۲۴)

”وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، غائب اور حاضر ہر چیز کا جانتے والا ہے وہی رحمان اور رحیم ہے۔ وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ بادشاہ ہے نہایت مقدس، سراسر سلامتی، امن دینے والا، نگہبان، سب پر غالب، اپنا حکم بزور نافذ کرنے والا، اور بڑا ہی ہو کر رہنے والا۔ پاک ہے اللہ اس شرک سے جو لوگ کر رہے ہیں، وہ اللہ ہی ہے جو تخلیق کا منصوبہ بنانے والا اور اس کو نافذ کرنے والا اور اس کے مطابق صورت گری کرنے والا ہے۔ اس کے لیے بہترین نام ہیں۔ ہر چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے اس کی تسبیح کر رہی ہے اور وہ زبردست اور حکیم ہے“

وَهُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ ۝ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ ۝ فَعَالٌ لِّمَا يُرِيدُ ۝ (بروج: ۱۴: ۱۶)

”وہی گناہوں کا بخشنے والا ہے۔ بندوں سے محبت کرنے والا تخت کا مالک ہے بڑی شان والا ہے جو چاہتا ہے کر دیتا ہے“

وَأَنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ ۝ (بنی اسرائیل: ۴۴)

”اور کوئی چیز نہیں جو اس کی حمد کی تسبیح نہ پڑھتی ہو“

وَلَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۝ (آل عمران: ۸۳)

”اور آسمانوں میں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اس کے زیر فرمان ہے۔“

لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۝ (التوبہ: ۱۱۶)

”آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کی ہے“

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ۝ لَهُ الْحُكْمُ ۝ (قصص: ۸۸)

”اس کی ذات کے سوا ہر چیز فانی ہے۔ اسی کے ہاتھ میں فیصلہ کی طاقت ہے“

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۝ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۝ (شوری: ۱۱)

”اس کے مانند کوئی چیز نہیں اور وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے“

وَإِنْ يُمْسِكْ اللَّهُ بَصْرَ فَلَكَاشِفَ لَهُ ۝ إِلَّا هُوَ ۝ وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ ۝ يُصِيبُ بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۝ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝ (یونس: ۱۰۷)

”اور اگر اللہ تجھے مصیبت پہنچائے تو اس کے سوا اس کا دور کرنے والا نہیں۔ اور اگر وہ تیرے ساتھ بھلائی کرے تو اس کے فضل و کرم کو کوئی روکنے والا نہیں۔ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اپنے فضل سے ممتاز کرے اور وہی گناہوں کو معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے“

”اور اگر اللہ تجھے مصیبت پہنچائے تو اس کے سوا اس کا دور کرنے والا نہیں۔ اور اگر وہ تیرے ساتھ بھلائی کرے تو اس کے فضل و کرم کو کوئی روکنے والا نہیں۔ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اپنے فضل سے ممتاز کرے اور وہی گناہوں کو معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے“

یہود، ہنود، نصاریٰ اور مجوسیوں کا تصورِ خدا

اسلام سے پہلے ادیانِ سماوی تصورِ خدا کے بارے میں کافی افراط و تفریط کا شکار تھے۔ یہودیوں کے یہاں مذہب کی بنیاد سراسر دہشت، خوف و خشیت اور سخت گیری تھی۔ ان کا خدا فوجوں کا سپہ سالار اور شدید منتقم مزاج تھا۔ باپ کا بدلہ پشت یا پشت تک بیٹوں سے لینے والا۔

(خروج: ۲۰، ۵، ۳۲، ۷، استثناء: ۴، ۶، ۱۵ وغیرہ)

اس کے برعکس عیسائیوں کے یہاں خدا محبت کا سراپا تھا۔ رحم و کرم اور شفقت اس کی سرشت میں داخل تھی۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہودیوں کی دینی کتب میں رحم و کرم سرے سے مفقود ہے یا عیسائیوں کی دینی کتب میں خوف و خشیت کا تذکرہ نہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہودیوں کے نزدیک خدا کا تصور یہ ہے کہ وہ دہشت اور سخت گیری کا سراپا ہے اور عیسائیوں کے یہاں خدا کا تصور یہ ہے کہ وہ محبت ہی محبت ہے۔

یہ اسلام ہی ہے جس نے اس افراط و تفریط کے درمیان نقطہ اعتدال کو پیش نظر رکھا اور اس کا سبب واضح ہے کہ اسلام کے ہاں خدا کا تصور وہی ہے جو خدا کے ہاں سے پیش کیا گیا ہے۔ اس کے برعکس یہودیوں اور عیسائیوں میں خدا کا تصور وہ ہے جو انہوں نے اپنے جی سے گھڑ لیا اور صحیح تصور خدا کو تحریف کرنے کے بعد کچھ سے کچھ بنا ڈالا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام میں خدا نہ تو یہودیوں کے خدا کی طرح رب الافواج اور نہ وہ صرف بنی اسرائیل کا گھریلو خدا ہے اور نہ وہ عیسائیوں کی طرح مجسم انسان یا انسانوں کا باپ ہے۔ اسلام میں تو اللہ تعالیٰ کی ذات رحمن و رحیم اور کریم بھی ہے اور ساتھ ہی ساتھ وہ شدید العقاب بھی ہے۔ مسلمانوں کا شیوہ یہ ہے کہ وہ خدا سے ڈرتے بھی ہیں اور اس سے پیار بھی کرتے ہیں۔ اس سے امید بھی رکھتے ہیں اور خوف بھی۔ وہ اپنے خدا کو رحم کا پیکر بھی سمجھتے ہیں لیکن ادب کی وجہ سے اس کے سامنے ان کی آوازیں پست بھی ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مدح میں فرماتا ہے:

إِنَّهُمْ كَانُوا يُسْرِ عَوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ ○ (الانبیاء: ۹۰)

”وہ نیکی کے کاموں میں جلدی کرتے تھے اور ہم کو امید اور ڈر کے ساتھ پکارتے تھے۔ اور ہمارے آگے عاجزی کیا کرتے تھے“

وَخَشَعَتِ الْأَصْوَاتُ لِلرَّحْمَنِ ○ (طہ: ۱۰۸)

”اور رحم والے کے ادب سے تمام آوازیں پست ہو گئیں“

یہ واقعہ ہے کہ دنیا میں دو قسم کے پیغمبر آئے۔ ایک تو جن پر خدا کے جلال و کبریائی کا جلوہ تھا ان کی تعلیم میں خدا کا خوف و خشیت طاری تھا۔ مثلاً حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ دوسرے وہ جن پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور رحیمیت کا غلبہ تھا وہ اللہ کی محبت میں سرشار تھے اور لوگوں کو میخانہ محبت کی طرف بلاتے تھے۔ مثلاً حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ لیکن محمد رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شخصیت وہ ہے جو امتِ وسط کے نبی ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کے جمال و جلال دونوں کا جلوہ عین اعتدال سے پڑا اور وہ ان دونوں صفتوں کی برزخ کبریٰ ہیں۔ ان کی شخصیت سے خشیت الہی اور اللہ تعالیٰ سے والہانہ عشق دونوں ایک وقت جھلکے پڑتے ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ جسے صرف اللہ تعالیٰ کی محبت نصیب ہوئی اور خشیت سے محروم رہا تو اللہ تعالیٰ سے بے خوف ہو کر اس کی نافرمانی تک کر گزرتا ہے۔ اس کے برعکس وہ شخص جسے صرف اللہ تعالیٰ کا خوف و خشیت نصیب ہوا اسے تقربِ الہی کا درجہ مطلوبہ نصیب نہیں ہوتا بلکہ دوسروں کو بھی وہ اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم سے ناامید کر دیتا ہے۔

اسلام کا طریقہ یہ ہے کہ وہ لوگوں کو خوف و محبت کے کناروں سے ہٹا کر، جہاں سے ہر وقت نیچے گرنے کا خطرہ ہوتا ہے، خوف و خشیت اور رحم و محبت کے بیچ کی شاہراہ میں کھڑا کر دیتا ہے۔

اسی لیے کہا گیا ہے:

الایمان بین الخوف و الرجاء .

”ایمان ڈر اور امید کے درمیان درمیان ہے۔“

بندہ و خدا کے درمیان رشتہ محبت

انسان ان دیکھی چیزوں کا تصور صرف دیکھی ہوئی چیزوں کی تشبیہ سے پیدا کرتا ہے اور اس طرح اسے اُن دیکھی چیزوں کا ایک تصور ذہن میں آ جاتا ہے۔ بندہ و خدا کے درمیان محبت کے رشتے کی بھی یہی کیفیت ہے۔ انسان فطرۃً یہی چاہتا ہے کہ وہ خدا کے ساتھ اپنے تعلق کو بھی انہی مادی اور جسمانی رشتوں کے ذریعے سے ظاہر کرے جس طرح سے کہ وہ رشتے انسان اور انسان کے درمیان پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ خالق و مخلوق کے باہمی ربط و تعلق کے اظہار کے لیے بہترین اسلوب یہ سمجھا گیا کہ خالق کو یا تو باپ سمجھا جائے جیسا کہ عیسائیوں نے کیا۔ یا خدا کو ماں کا درجہ دے دیا جائے جیسا کہ ہندوؤں نے کیا نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائیت میں خالق کو باپ قرار دے دیا گیا، بندہ و خدا کا رشتہ بیٹے اور باپ کا رشتہ بن گیا اور ادھر ہندومت میں بے شمار دیویاں انسانوں کی مائیں بن گئیں۔

ہندوستان کی خاک میں میاں اور بیوی کا باہمی تعلق انتہائی عظیم سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ خالق و مخلوق کے رشتے کو بھی یہی رنگ دے دیا گیا اور بندے کو بیوی اور خدا کو خاوند کا رتبہ دیا گیا۔ چنانچہ ہندوستان میں سدا سہاگ فقرا اسی تخیل کی مضحکہ خیز تصویریں ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جگہ جگہ سدا سہاگ فقیروں نے ساڑھیاں اور چوڑیاں پہن رکھی ہیں اور اللہ تعالیٰ سے شوخیاں کرتے پھرتے ہیں۔

اسلام بندہ و خدا کے باہمی رشتے کو اس سے کہیں زیادہ گہرا، مضبوط اور استوار ظاہر کرنا چاہتا ہے وہ محبت کے اس تحلیل کو مادیت، جسمائیت اور انسانیت کی آلائشوں سے بالکل پاک و منزہ کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے متعلق باپ، ماں اور شوہر کا تصور اس درجہ مادی اور جسمانی ہے کہ وہ اسے توحید کے صحیح راستے سے ہٹا دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں اظہار محبت کے اس اسلوب سے جس میں مادیت، جسمائیت اور انسانیت ہو، منع کیا گیا ہے اور ایسے تمام الفاظ کے استعمال کو شرک قرار دیا ہے۔

بعض اسماء و صفات کی شرح

لیکن اہم بات یہ ہے کہ اسلام نے، جہاں تک جذبات و احساسات کا تعلق ہے، بندہ و خدا کے باہمی تعلق کو اس سے بھی زیادہ گہری اور مضبوط بنیادوں پہ استوار کیا اور اس تعلق میں ان جذبات و عواطف سے انکار نہیں کیا جو ماں اور بیٹے یا باپ اور بیٹے کے درمیان ہوتے ہیں۔

لفظ ”اللہ“ عربی زبان میں اللہ سے نکلا ہے۔ اللہ کے اصل معنی غم، محبت اور تعلق خاطر کے ہیں۔ کہا جاتا ہے اللہ الرجل الی الرجل، یعنی ایک شخص دوسرے شخص کی طرف شدت شوق و محبت سے متوجہ ہوا، یا اس کی پناہ پکڑی، یا اس کے ہاں سکون و اطمینان حاصل کیا۔ اسی طرح کہتے ہیں: اللہ الفضیل باتہ، یعنی وہ بچہ جس کا دودھ چھڑایا گیا، یہ قرار ہو کر ماں سے لپٹ گیا۔

حضرت مولانا شاہ فضل رحمن گنج مراد آبادی قرآن مجید کی آیات کے ترجمے اکثر ہندی میں فرمایا کرتے تھے ”اللہ“ کا ترجمہ وہ ”من موہن“ یعنی ”دلوں کا محبوب“ کیا کرتے تھے۔ اللہ تو اسم ذاتی ہے لیکن صفات میں جو سب سے پہلے ہمارے سامنے آتی ہیں وہ ”رحمن“ اور ”رحیم“ ہیں۔ ان دونوں لفظوں کے تقریباً ایک ہی معنی ہیں یعنی رحم والا محبت اور لطف و کرم والا اور یہ دونوں رحم و کرم اور لطف و مہر کے معنی میں صفت مبالغہ کے صیغے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ایک نام ”الرؤف“ بھی ہے، رؤف کا لفظ ”رأفت“ سے نکلا ہے۔ اس کے معنی اس محبت اور تعلق خاطر کے ہیں جو باپ کو اپنی اولاد سے ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ایک نام ”حنان“ بھی ہے، حنان کا لفظ ”حن“ سے نکلا ہے ”حن“ اور ”حنین“ اس دردِ دل اور سوز و محبت کو کہتے ہیں جو ماں کو اپنی اولاد سے ہوتی ہے۔

یہاں یہ قابل غور بات ہے کہ قرآن مجید ان رشتوں کا نام تو نہیں لیتا ہے یعنی خدا کو باپ یا ماں کہنا کسی صورت میں جائز نہیں رکھتا لیکن اس محبت، رأفت اور مہمتا کے جذبے کو ضرور ابھارتا ہے جو باپ اور بیٹے یا ماں اور بیٹے کے درمیان پائی جاتی ہے۔ یعنی ان رشتوں کی وجہ سے محبت اور پیار کے جو جذبات پیدا ہوتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کے لیے بے تکلف استعمال کرتا ہے، لیکن ان رشتوں کا نام نہیں آنے دیتا۔ اور اس طرح سے مادیت اور جسمائیت کا تصور و تحلیل لائے بغیر وہ روحانی طور پر ان جذبات و عواطف کو برقرار رکھتا ہے بلکہ اس میں مزید شدت پیدا کرتا ہے۔

دیکھیے اللہ تعالیٰ کا ایک نام ”الودود“ ہے جس کے معنی ”پیارے“ اور ”محبوب“ کے ہیں۔ یعنی وہ ہستی جو مہر و محبت اور عشق کا سراپا ہو۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ایک نام ”الولی“ ہے جس کے معنی ”یار اور دوست“ کے ہیں۔
محبت کے مادی و جسمانی تصور سے گریز

تو بات واضح ہوئی کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کو بندے کا محبوب بھی قرار دیتا ہے۔ یار دوست بھی اور اس کی ذات میں پدرانہ شفقت اور ماں کی ملامت کا بھی بدرجہ اتم اظہار کرتا ہے لیکن اس تعلق کو مادی اور جسمانی معنوں میں ہرگز استعمال نہیں کرنے دیتا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے باپ یا ماں کا لفظ استعمال کرنا جائز نہیں ٹھہراتا۔ اور نہ اسے شوہر ٹھہرا کے بندوں کو سدا سہاگ فقیر نہیں بناتا ہے۔

عیسائیوں اور ہندوؤں سے یہی بنیادی غلطی ہوئی۔ انہوں نے مجاز کو حقیقت اور استعارہ کو اصلیت سمجھ کر پاک اور روحانی تعلق کو مادیت اور جسمانیت کے دائرے میں مقید کر لیا اور یوں وہ توحید کی بلند سطح سے نیچے گر گئے۔ اصل بات یہ ہے کہ رشتہ حقیقت پر قائم رہنے کے لیے صرف محبت ہی کافی نہیں بلکہ آداب محبت کا جانتا بھی ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے استعارات اور مجازات کے استعمال میں بہت احتیاط برتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے مہر و کرم، عشق و محبت اور مغفرت کے تذکروں کے ساتھ ادب و لحاظ کے قواعد کو فراموش نہیں کیا ہے۔

گنہگاروں کے لیے بھی سراپا محبت

پھر اللہ تعالیٰ نے بندے کے ساتھ اپنی محبت کا جو اظہار کیا ہے وہ معنوی طور پر اس قدر حسین ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسی اظہار محبت پہ ہی مرثیے کو جی چاہتا ہے۔ دیکھیے اپنے گنہگار بندوں کو خطاب فرماتا ہے تو کس قدر محبت سے ارشاد ہے:

قُلْ يٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ۚ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝ (زمر: ۵۳)

”اے پیغمبر میرے ان بندوں کو پیغام پہنچا دیجیے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے کہ تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ اللہ یقیناً تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ بے شک وہ بخشش کرنے والا اور رحم کھانے والا ہے“
کیا ٹھکانا ہے اس محبت اور شفقت کا کہ گنہگار بندوں کو یوں خطاب کرتا ہے کہ اے میرے بندو!

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کے وقت لوگوں سے کہا کہ ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر تم لوگ گناہ نہ کرتے تو خدا کوئی اور مخلوق پیدا کرنا جو گناہ کرتی اور اس کو بخشتا۔“ (مسند احمد بن حنبل، جلد ۵، ص ۴۱۴)

نیکوں سے اور اچھوں سے تو ہر کوئی پیار کرتا ہے اور انہیں ڈھونڈتا ہے مگر گناہکاروں کو صرف وہی ڈھونڈتا ہے اور اس کی رحمت و مغفرت انہیں سہارا دیتی ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ ایک صحابی کو شراب خوری کے جرم میں بار بار حضور کے سامنے لایا گیا تو صحابہ میں سے کسی شخص نے اس پر لعنت کر دی۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پسند نہ آئی، فرمایا:

لَا تَلْعَنُوْهُ اِنَّهُ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ (بخاری، کتاب الحدود، باب ما یقرأ من لعن شرب الخمر، صفحہ ۱۰۰۲)

”اس پر لعنت نہ کرو، کیونکہ اس کو خدا اور رسول سے محبت ہے“

جامع ترمذی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے یوں خطاب فرماتا ہے:

”اے آدم کے فرزندو! جب تک تم مجھے پکارتے رہو گے اور مجھ سے آس لکائے رہو گے میں تمہیں بخشتا رہوں گا۔ خواہ تم میں کتنے ہی عیب کیوں نہ ہوں، مجھے پروا نہیں۔ اے آدم کے بیٹے، اگر تمہارے گناہ آسمان کے بادلوں تک بھی پہنچ جائیں اور پھر تم مجھ سے معافی مانگو تو میں تمہیں معاف کر دوں گا خواہ تم میں کتنے ہی عیوب کیوں نہ ہوں مجھے پروا نہیں اے آدم کے بیٹو! اگر پوری سطح زمین بھی تمہارے گناہوں سے بھری ہو پھر تم میرے پاس آؤ، اس حال میں کہ کسی کو میرا شریک نہ بناتے ہو تو میں بھی تمہارے پاس پوری سطح زمین بھر مغفرت لے کر آؤں گا۔“

(جامع الترمذی، ابواب الدعوة)

کیوں نہ ہو اپنی شان میں خود فرماتا ہے :

کَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ ۝ (انعام : ۵۴)

”اللہ نے از خود اپنے اوپر رحمت کو لازم کر لیا ہے“

وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ ۝ (اعراف : ۱۵۶)

”اور میری رحمت نے ہر چیز کو گھیر لیا ہے۔“

انسان کی زندگی میں دو چیزیں ہیں جو اس کے لیے سوہان روح بن جاتی ہیں۔ ایک ماضی و حال کی ناکامیاں اور ان کی یاد جنہیں غم اور حزن کہا جاتا ہے اور دوسرے مستقبل سے متعلق بعض خطرات اور ان کی فکر جسے خوف و دہشت کہا جاتا ہے، یعنی خوف و حزن۔ یہی دو کاٹے ہیں جو انسان کی زندگی میں درد و الم کا سبب ہیں۔ دیکھیے وہ آقائے رحمان و رحیم جب اپنے دوستوں پر رحمت اور شفقت کا اظہار فرماتا ہے تو کس قدر خوبصورت انداز سے فرماتا ہے، کہتا ہے کہ تمہاری زندگی کے چمن زار سے میں ان دونوں کاٹوں کو محال کے پھینک دوں گا۔ ارشاد ہے:

اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ (یونس : ۶۲)

”ہاں خدا کے دوستوں کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ ٹھکین ہوں گے“
کسی جگہ فرماتا ہے:

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ ۝ (المائدہ: ۵۴)

”وہ اپنے بندوں سے پیار کرتا ہے اور اسکے بندے اس سے پیار کرتے ہیں“
اور کہیں فرماتا ہے:

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۝ (التوبہ: ۱۰۰)

”وہ اپنے بندوں سے راضی ہو گیا اور اس کے بندے اس سے راضی ہو گئے“

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں کئی طریقوں سے حضرت انسؓ سے یہ روایت ہے کہ ایک دفعہ ایک صحابی نے حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ: ”یا رسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟“ فرمایا چھوڑو تم نے اس کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے صحابی نے عرض کیا ”یا رسول اللہ! میرے پاس نہ تو نمازوں کا بڑا ذخیرہ ہے اور نہ روزوں کا اور نہ صدقات و خیرات کا۔ جو کچھ سرمایہ ہے وہ بس یہی ہے کہ خدا اور رسولؐ کی محبت ہے اور بس! حضورؐ نے فرمایا تو انسان جس سے محبت کرے گا اسے اس کا ساتھ نصیب ہو جائے گا صحابہؓ نے اس بشارت کو سن کر اس دن جس قدر خوشی منائی اس سے پہلے کبھی اتنی خوشی نہیں منائی تھی۔ (مسلم، کتاب الادب، باب الموع من احب، بخاری کتاب الادب، باب ما جاء فی قول الرجل ویلک)

حدیث شریف میں ہے کہ میدان جنگ میں ایک عورت اپنے گم شدہ بچے کو دیوانگی کے عالم میں تلاش کرتی پھر رہی تھی۔ سامنے جو بچہ بھی نظر آتا جویش محبت میں اسے چھاتی سے لکالیتی اور دودھ پلانے لگتی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو دیکھ کر صحابہؓ سے ارشاد فرمایا کیا یہ ممکن ہے کہ یہ عورت خود اپنے بچے کو اپنے ہاتھ سے دہکتی آگ میں ڈال دے صحابہؓ نے عرض کیا، ہرگز نہیں، آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جتنی محبت اس ماں کو اپنے بچے سے ہے خدا کو اپنے بندے سے اس سے کہیں زیادہ محبت ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب الادب، باب رحمۃ الولد)۔
بندہ و خدا کا باہمی رشتہ و محبت ذیل کی دو آیتوں سے اور بھی واضح ہو جاتا ہے۔ ارشاد ہے:

وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ ۝ (بقرہ: ۱۶۵)

”اور جو ایمان لائے وہ سب سے زیادہ خدا سے محبت رکھتے ہیں“

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهَ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ ۝ (مائدہ: ۵۴)

”مسلمانو! اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھر جائے گا تو خدا کو اس کی کچھ پروا نہیں وہ ایسے لوگوں کو لاکھڑا کرے گا جن کو وہ پیار کرے گا اور وہ اس کو پیار کریں گے“

إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ ○ (آل عمران: ۲۱)

”اگر تم کو خدا سے محبت ہے تو میرے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی) پیروی کرو، خدا بھی تم سے پیار کرے گا“

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَنُ وُدًّا ○ (مریم: ۹۶)

”جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے، رحمت والا خدا ان کے لیے (ارد گرد ہر طرف) محبت پیدا کر دے گا“
دیکھ لیجیے محبتِ الہی کی یہ سب نیرنگیاں صرف اسلام ہی کے پردے پر نظر آتی ہیں اور عفو و کرم، رحمت و مغفرت کے بحرِ زخار کا یہ ساحلِ امید محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے دکھانے سے انسانیت کو نظر آیا۔



باری تعالیٰ قرآنی دلائل کی روشنی میں

مُحمّد عبد السلام خاں

باری تعالیٰ قرآنی دلائل کی روشنی میں

کائنات کی علت

کائنات کی علت ، وہ مادہ ہو یا اس کی کوئی بدلی ہوئی صورت یا پھر کوئی زیادہ ابتدائی نامعلوم حقیقت — عقل کی درماندگی ، قیاس کی نارسائی اور جستجو کی ناکامی کو بخت ، اتفاق یا حادثہ کہہ کر گزر جاؤ — ہے بہر حال ایسی بنیادی حقیقت جس کو مانے بغیر نہ انسانی عقل ایک قدم آگے بڑھ سکتی ہے اور نہ کائنات میں کوئی مفہوم پیدا ہوتا ہے ۔

انسانی شعور کی پوری معلوم تاریخ — چٹانوں پر ہو یا ستونوں اور کپھاؤں میں ، زمین دوز مقبروں میں ہو یا مندروں اور محلوں کے کھنڈروں میں ، زبانی کہانیوں ، گیتوں میں ہو یا پتھروں ، چھالوں ، تختیوں اور کاغذوں میں — یہ تسلسل و تواتر گواہ ہے کہ بالادست اور ماورا ، قوت کی ہستی کا احساس انسان کی فطرت ہے ، اگر ہستی خارجی واقعہ ہے تو انسانی شعور کے لیے ایک بالادست طاقت بھی حقیقت اور خارجی واقعہ ہے ۔

اس بالادست قوت سے تغافل برت لیا جائے ، مبالغہ آمیز دلائل اور نارسا مشاہدات کے بوجھ سے اس فطری احساس کو دبا دیا جائے لیکن اس کو بالکل مٹا دینا بس کی بات نہیں ۔ کائنات ہو یا انسانی شعور ایک ماورائی حقیقت دونوں میں رسی بسی ہے نہ کائنات اس سے آزاد ہو کر رہ سکتی ہے اور نہ انسانی شعور اس کی گرفت سے بچ سکتا ہے ۔ کائنات کی یہ فطرت ہے ، انسانی شعور کی یہ ساخت ہے ۔

کائنات کی علت کے اوصافِ اولیہ

انفس ہو یا آفاق اس ماورائی مقتدر اور بالادست طاقت کے کھلے اور واضح علامات سب میں نمایاں ہیں جو پکار رہے ہیں کہ وہ حق ہے ۔

سَنَرِيْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاَفَاقِ وَ فِیْ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی یَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهٗ الْحَقُّ ؕ (خَمَ السَّجْدَہ: ۵۳)

اس حقیقت سے آنکھیں بند کر لی جائیں تو خود کائنات کی ہستی تاریک ہو جائے گی ۔ عالم کی روشنی اور اس کا نور یہی حقیقت ہے ۔ ہستی کی عقلی گواہی اور علمی شہادت یہی ہے ۔

اَوْ لَمْ یَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَہِیْدٌ ۝

موجودات میں یہی سب سے عظیم و کبیر سب سے برتر اور علی و متعال ماورائی حقیقت ہے جو ہستی کے سلسلے کو تھامے ہوئے اور قائم رکھے ہوئے قیوم ہے ۔ نود وجود کی نگران اور رقیب ، حفیظ ، مقیت اور مھيمن ہے ۔ قرآن نے اس ظاہر اور کھلی ہوئی حقیقت کو مسلم اور ناقابل انکار واقعیت کے طور پر پیش کیا ہے ۔ اس کو خود کسی ثبوت

اور شہادت کی ضرورت نہیں۔ چیزیں اس کی شہادت کی محتاج ہیں۔ وہ خود بے نیاز صمد ہے۔ عالم اس کا ضرور مند ہے وہ عالم سے بے پروا اور غنی ہے۔ یہ حقیقت قوت، علت، جو بھی نام رکھو۔ پوری کائنات کو محیط ہے اتنی وسیع ہے کہ اس کی وسعت اور سمائی سے کوئی شے باہر نہیں۔ روزمرہ کے مسلسل اور متواتر تغیرات، تطورات اور شمنوں کی درپردہ اور باطن علت کے طور پر خود غیر متغیر اور متین ہے۔ یہی سب سے پہلی اور اول ہے، یہی سب سے پچھلی اور آخر ہے۔ یہی وہ یکتا اور احد ہے جو کائنات سے قرین اور قریب ہے۔ لاریب کہ وہ اتنی لطیف ہے کہ اس کو اس کی حقیقی حیثیت میں نہ دیکھا جاسکتا ہے، نہ چھوا جاسکتا ہے۔ سب پر فوق اور سب سے غالب ہے۔ عزیز اور سب میں گراں اور گرامی ہے۔ سلسلہ ہستی کی سب سے قوی کڑی اور تمام کڑیوں کی ہستی کی آخری کفیل ہے۔

حیات و ارادہ اور ان کے متعلقات، شعور وغیرہ سے صرف نظر کرتے ہوئے جہاں تک مذکورہ قرآنی اوصاف کا تعلق ہے اس حقیقت کبریٰ کے تعقل کے لیے لازم ہیں بلکہ اس حقیقت کا انسانی تصور و تعقل کم و بیش یہی اوصاف ہیں۔ انسانی عقل نے جہاں دھوکے کھائے ہیں اور دشواریوں میں الجھی ہے وہ اس حقیقت کی حیاتی خصوصیات، شعور ارادہ اور اختیار یا کائنات سے اس کے تعلق کی نوعیت اور اس تعلق کی بنیاد پر اس کی تقدیسات اور تعینات ہیں۔ مذاہب و ادیان کا اختلاف بھی اصلاً نتیجہ ہے اس تعلق کی نوعیت اور اس کے تعینات و تقدیسات میں اختلاف کا فلسفہ اور حکمت کی تردید یا تائید کا موضوع حقیقت یہی خاص صفات ہیں نہ کہ خود اصل ماورائی حقیقت۔

قرآن کا انداز نظر

قرآن نے انسانی ذہن کے اسی الجھاؤ کو تنبیہوں، توضیحوں اور امثال و واقعات سے سلجھایا ہے اور کائنات اور اس اقتدارِ اعلیٰ کے تعلق کی صحیح نوعیت متعین کی ہے۔ اس نے سامنے کے طبیعیاتی مظاہر سے، ان کی ساخت اور ان کے طبیعی تغیرات سے، ان کے چھپے ٹلے ٹھیک اندازوں اور تقدیروں سے، ان کی وضعوں سے، ان سے وابستہ فوائد اور مقاصد سے پھر انسانی خلق، اس کے شعور اور آلاتِ حس سے اور اس سے متعلقہ اغراض سے، ان اغراض کے ساتھ فطرت کے لگاؤ اور اس کی موافقت سے واضح کیا ہے کہ کائنات کی آخری علت کو کیسا اور کس طرح کے اسما و صفات سے متصف ہونا چاہیے۔ ان موقعوں پر قرآن نے جذبات و میلانات کے بجائے انسان کی عقل و خرد اور اس کے تدبر اور تفکر کو مخاطب کیا ہے اور اس کی عملی جس کو انگیز کیا ہے۔

کائنات اور اس کی عام خصوصیات

انسانی ذہن اپنی موشکافیوں کے باوجود کائنات کی واقعیت سے صرف نظر نہیں کر سکتا فلسفیانہ استقاد اور حکمی مشاہدے کائنات کی خارجیت کے متعلق اس کے رویے میں تبدیلی نہیں پیدا کر سکتے۔ خود انسان اور شعور بھی اسی

خارجیت کی ایک کڑی ہے جو پوری کائنات پر حاوی ہے۔ عالمِ انفس اور عالمِ آفاق ایک ہی حقیقت کے مربوط مظاہر ہیں۔ انفس کی ساخت میں آفاق کا شعور شامل ہے اور آفاق کی معنویت انفس کے ساتھ قائم ہے۔ یہ کوئی لمحاتی وجدان یا آنی وقوف نہیں ہے بلکہ ٹھوس اور دیر پا حقیقت ہے۔ کیا انہوں نے اپنے نفسوں میں غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان میں ہے، نہیں پیدا کیا ہے مگر ایک حقیقت کی حیثیت سے اور ایک مقررہ مدت کے لیے (پارہ ۲۱ سورہ ۳۰ رکوع ۱)

مظاہر کونیہ کا تشخص اور تعدد، ان کا استمرار اور تغیر، ان میں تعامل اور توالد، ان میں نظم و ضبط کیا اسی لیے نہیں ہے کہ ”اس کے یہاں ہر چیز ایک (معین) اندازے (اور مناسب قدر) کے ساتھ ہے۔“ (۱۲-۱۳-۲) پھر چیزیں نہ خود بخود ہو گئی ہیں اور نہ انہوں نے یہ خاص نسبت اور یہ خاص اندازہ خود بخود حاصل کر لیا ہے بلکہ ”ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور اس کو ایک اندازہ (اور خاص تناسب) عطا کیا ہے۔“ (۱۸-۲۴-۱)

کائنات کا سادہ سے سادہ عنصر ہو یا نہایت پیچیدہ اور ترقی یافتہ ترکیب، اس کی فطری ساخت نہ صرف یہ کہ اپنی جگہ ممکن حد تک تام ہے بلکہ اپنی پوری مدت بقا اور تمام اطوار وجود میں اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے جو اعمال اور استعدادیں لبد ہیں، ان میں بھی مکمل ہے۔ گرد و پیش سے ساز کرنے کے لیے صلاحیتیں درکار ہیں ان میں پوری اور حسن آفرینش کا نمونہ ہے۔ تو کیا مظاہر کا کمال کی طرف یہ رخ خود بخود ہو گیا ہے۔ یہ نظام تعاون و تعاون از خود وجود میں آگیا ہے۔ ہم آہنگی اور توافق کی طرف چیزیں اپنے آپ ہی بڑھ رہی ہیں۔ کیا اس کے لیے اندرونی ساختوں، ان کی الگ الگ خصوصیتوں پھر بیرونی صورتوں اور ان کے جدا جدا اعمال و وظائف اور قریب و بعید گرد و پیش۔ باہم تعامل اور گزشتہ و آئندہ اثرات کا گہرا اور وسیع علم ضروری نہیں ہے؟ اسباب و علل پر کامل اقتدار درکار نہیں؟ موافقانہ رویہ یا رحمت لبد نہیں؟ قرآن کہتا ہے:- ”وہ جاتے والا ہے چھپی (اور پس پردہ حوادث اور اندرونی حقائق) اور کھلی کا۔ غالب (اور با اقتدار) ہے۔ رحمت (اور شفقت) والا ہے جس نے ہر اس چیز کو جس کو پیدا کیا ہے اچھا ہی بنایا ہے (۳۱-۳۲-۱) اس اندازِ صنعت اور اس طرز آفرینش اور اس نظام تعاون کے سطحی علم اور التحلی دانائی کافی نہیں۔ معمولی زور اور قوت مفید نہیں، معروضی اور غیر جانبدارانہ رویہ بس نہیں۔ طبیعی مظاہر کا تجزیہ کرتے چلے جاؤ، اجزا کی خصوصیتوں پر نظر رکھو، ان کے فاصلوں کا جائزہ لو پھر تعامل پر غور کرو۔ محدود عناصر اور ان گنت نوعوں کو دیکھو، سالموں کے اختلاف اور ان کے جواہر کی یکسانی پھر متکاشی فرقوں کو، برقیوں کی تعداد اور ان کے عددی اختلاف کے اثرات سب پر نظر ڈالو، ان کی تالیفوں اور ان تالیفوں کی بندش کے فرقوں کا لحاظ کرو پھر ان فرقوں پر مبنی خصوصیات کا مشاہدہ کرو اور پھر ترکیبی استحکام اور بندش کی چستی کی توجیہ کرو۔ کیا عقل سلیم باور کرتی ہے کہ ناہیوستہ سالمات میں اپنی اپنی جگہ رہنے کی خواہش ذاتی ہے۔ برقی اپنے آپ ہی آپ اپنی تعداد مقرر کر لیتے ہیں اور محکم اور سخت بندش وجود میں آ جاتی ہے اور اس طرح یہ مختلف

النوع طبیعی اصناف نمودار ہو جاتے ہیں یا اس سب میں کسی علم و حکمت والی بااقتدار ذات کی صنعت گری جلوہ فرما ہے۔ قرآن واضح کرتا ہے کہ نظام ہستی کی یہ چستی، مظاہر میں یہ حسن انتظام اور موجودات میں یہ متین تعامل کی کارفرمائی ہے۔ ”اس ذات کی جس نے ہر شے کو متانت (اور چستی) عطا کی ہے“۔ (۲۰-۲۴-۷)

اب اگر کائنات مخفی دھوکا اور فریب نہیں ہے تو پھر اس کا حقیقی ہونا، اس کے طبیعی مظاہر میں خاص اندازوں اور قدروں کا کار فرما ہونا، ان کا کمال آفرینش اور حُسن خلق، ان کی متانت اور استحکام، نظم و ضبط عقل سلیم کے لیے دعوتِ فکر ہے کہ وہ فلسفیانہ دوراز کار احتمالات اور عقلِ نظری کے کھوکھلے امکانات کے پُر فریب جال میں پھنسنے بغیر واقعاتی بصیرت سے کام لے اور علمی فیصلہ کرے کہ اس کارزارِ ہستی اور کارزارِ حیات میں بے بصیرت اسباب و علل اور اندھے طبیعی عوامل آپ ہی آپ فعال اور موثر ہیں یا ان کا انتخاب و اختیار پھر ان کی باگ ڈور علیم و حکیم اور مصلحت شناس مقتدر کے ہاتھ میں ہے۔

اجرامِ ارضی و سماوی کی خلق اور ان کی نوعیت

کائنات کے سب سے بڑے طبیعی مظاہر ارضی و سماوی اجرام جن کی عظمت و ہیبت نے دنیا کی بڑی بڑی قوموں کو اپنے سامنے سجدہ ریز ہونے پر مجبور کر دیا تھا اور جن کے فرضی کارناموں کی دیومالائیں بن چکی ہیں، ان کی ابتدا یہ ہے کہ سما، (یا اجرام سماوی) تو ”دھواں (یا گرم گیس) تھا، چنانچہ اس سے اور زمین سے کہا کہ بخوشی یا بجز وجود میں آ جاؤ۔ انھوں نے کہا ہم بخوشی آ گئے، تو ان کو سات سماوات کر دیا“ (۲۴-۲۱-۲) یہ عظیم ترین گیسوی مخلوق جس کی شان یہ تھی کہ ارض و سموات خلط ملط (اور ملی جلی وحدت) تھے (۱۷-۲۱-۳) ان کو خاص قدروں اور صحیح ترین اندازوں سے ”اب الگ الگ کیا“۔ (۱۷-۲۱-۳) اور خاص خاص مجموعوں کے اجرام میں اس طرح تشکیل کیا کہ ایسا نظامِ گرفت بروئے کار آ گیا کہ ”ارض و سما (محض) اس کے حکم سے قائم ہیں۔“ (۲۱-۳-۳) اور دیکھنے والوں نے سمجھ لیا کہ ”اللہ وہ ہے جس نے سماوات کو ایسے ستون کے بغیر اٹھائے رکھا ہے جس کو دیکھ سکو۔“ (۱۲-۱۳-۱) چنانچہ یہ اجرام اپنی ساخت طریقِ ساخت بلکہ اپنے مادے میں بھی یکساں ہیں۔ ”اللہ وہ ہے جس نے سمواتِ سبعہ کو مطابق (اور یکساں) (۱) بنایا۔“ (۲۹-۶۷-۱)

اس معلوم نظامِ ہستی کی سب سے بڑی عظیم الشان مخلوق اجرام سماویہ کی ابتدائی شکل پر غور کرو۔ ابھی نہ سورج ہے نہ چاند، نہ زمین ہے اور بالائی فضا دھند ہے جو لامحدود خلا کے کسی گوشے یا حصے میں پھیلا ہوا ہے۔ گرم گیس ہے جو کسی خاص وسعت میں بھری ہوئی ہے۔ کیا لاشے محض نے آپ ہی آپ شے کا روپ دھارن کر لیا یا کوئی نامعلوم شے از خود دھوئیں یا گرم گیس میں تبدیل ہو گئی؟ پھر اس گیس میں منضبط تغیرات کیوں کر پیدا ہونے شروع ہو گئے؟ ٹھیک نظم کے ساتھ صحیح اندازوں کے ساتھ یہ خود بخود تقسیم ہو گئی۔ اور پھر الگ

خصوصیتوں والے اجرام وجود میں آگئے اور ایک نہایت دقیق، کامل اور ہم آہنگ نظام وجود بروئے کار آگیا؟ زمین کو اجرام سماویہ کے تباہ کن اثرات سے محفوظ رکھنے کے لیے اور ان کی گونا گوں ہلاکت بار فعلیتوں کو منضبط کرنے کے لیے بالائی فضا تیار ہو گئی اور اس نے زمین کو لپیٹ لیا۔ قرآن کہتا ہے۔ ”ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنا دیا ہے۔“ (۱۷-۲۱-۳) دوسری جگہ ارشاد ہے ”کیا انھوں نے دیکھا نہیں اپنے اوپر آسمان کی طرف ہم نے اسے کیسا بنا دیا ہے؟“ (۲۶-۵۰-۱) اللہ تو وہ ہے جس نے زمین کو مستقر اور آسمان کو گول گھر بنا دیا ہے۔ (۲۴-۴۰-۷) اس گول گھر میں تحفظ کا جو سامان ہے وہ تو ہے ہی، ساتھ ساتھ جمالیاتی نقطہ نظر سے ستاروں کے زینت اور آرائش کا سامان ہونے میں بھی نچلی فضا کو کتنا دخل ہے جاتے والے جاتے ہیں۔ ”ہم نے سب سے نچلے آسمان کو چراغوں سے مزین کر دیا ہے اور (ساتھ ساتھ) حفاظت کے لئے“ (بھی) (۲۴-۲۱-۲) تو یہ کیا یہ سب کچھ محض طبعی حادثہ ہے بے شعور مادے کے از خود تغیرات ہیں۔ صرف طبیعیاتی فعلیت ہے یا اس میں کوئی گہرا علم، وسیع دانائی اور غیر معمولی اقتدار پنہاں ہے جس کو قرآن کہتا ہے:

ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۝ (یس : ۳۸)

چنانچہ کتنی ہی گہری، کیسی ہی دقیق علمی نظر ڈالو اس خلق میں فرق نہیں پاؤ گے۔ بار بار تجربے کرو۔ نازک سے نازک آلات کی مدد لو لیکن احتمال اور نقصان کا سراغ نہیں لگا سکو گے اور آخر میں تمہاری خوردہ گیر نظر کو ناکام ہونا پڑے گا اور عجز و درماندگی کا اعتراف کرنا ہو گا۔

زمین چاند اور سورج

یہ فیصلہ کرنے کے لیے کہ کائنات کی آخری علت کو کن اوصاف کا حامل ہونا چاہیے۔ اور کیا علم و حکمت سے تہی مایہ، اقتدار و اختیار سے بے بہرہ ہستی اس کار کا وجود کا نقشہ مکمل کر سکتی ہے؟ زمین، چاند اور سورج پر جو حیات پر براہ راست موثر ہیں، نظر ڈالو۔ دیکھو اللہ ”وہ ہے جس نے زمین کو پھیلایا۔ اور اس میں گڑھے (پہاڑ) بنائے اور دریا ”بہائے“ اور اس میں ہر قسم کے پھلوں سے جوڑ (نرو مادہ) مہیا کیے“ (۱۳-۱۳-۱) پھر ”اس میں ہر طرح کے چوپائے پھیلادیئے۔“ (۲۱-۳۱-۲) اب زمین کا یہ انداز کہ وہ ذی حیات کا مسکن ہے، نباتات کا لہلہاتا چمن اور فلک بوس پہاڑوں کی بیٹھک ہے، دریاؤں کا رستہ اور سمندروں کا فرش ہے نظر میں رکھ کر سورج اور چاند کی حیات آفرینی پر غور کرو اور سوچو کہ ان کی منظم اور منضبط حرکات کی کیا اہمیت ہے خصوصاً جبکہ خود سورج اپنے ایک مستقر (اور مقام) کی طرف رواں ہے (۲۳-۳۶-۳) قرآن واضح کرتا ہے کہ ”چاند کی منزلوں کا ہم نے اندازہ مقرر کر دیا ہے کہ وہ پرانے خوشے کی صورت (باریک اور خمیدہ شکل میں) پلٹ آتا ہے۔ نہ سورج کو سزاوار ہے کہ وہ چاند کو آئے اور نہ رات دن پر چھائے اور سب (اپنے اپنے) فلک (اور مدار) میں رواں رہتے ہیں۔“ (۲۳-۳۶-۲)

ان حرکات یا ان اجرام کے فاصلوں میں فرق پڑ جاتا تو کیا یہ ارضی مسکن باقی رہ سکتا تھا۔ اس کی حیات آفرینی، اس کی یہ سرسبزی اور یہ رونق باقی رہ سکتی تھی۔ قرآن نے بار بار زور دیا ہے کہ ”سورج اور چاند حسابی اندازے کے ساتھ ہیں۔“ (۲۷-۵۵-۱) زمین کی حیات آفرینی، اس کی روئیدگی اور اس کی رونق میں سورج اور چاند کی حرکتوں، روشنیوں اور شعاعوں کو کتنا دخل ہے۔ زندگی سے عام ہم آہنگی میں ان اجرام کی خصوصیتوں اور ان کے مقررہ اعمال و افعال کو جو تعلق ہے اس کو محض طبیعیاتی اتفاق کہہ کر گزر جانے سے مسئلے کی اطمینان بخش توجیہ ہو جاتی ہے۔ یا سچ مچ یہ سب کسی جانے بوجھے منصوبے کی مقررہ کڑیاں ہیں اگر ہیں تو پھر اللہ ”وہی ہے جس نے سورج کو روشن اور چاند کو منور کیا ہے اور اس کی منزلیں مقرر کی ہیں۔“ (۱۱-۱-۱) یوں بھی تو ہو سکتا تھا کہ بالائی فضا روشنی کی روک بن جاتی، زمین کا فقط کوئی ایک ہی رخ سورج کے سامنے رہتا، وہ زیادہ حرارت جذب کرتی، سمندر تعدیل نہ کرتے، چاند مد و جزر نہ لاتا۔ چنانچہ یہ سب شب و روز کا تعاقب اور سورج اور چاند کی یہ خاص فعلیت غور کرنے کی چیزیں ہیں۔ ”کیا دیکھا نہیں کہ اللہ رات کو دن میں داخل کر دیتا ہے۔ اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور سورج اور چاند کو اس نے مسخر کر دیا ہے۔“ (۲۱-۳۱-۳) دوسری جگہ ارشاد ہے ”اور وہ وہی ہے جس نے رات اور دن کو اور سورج اور چاند کو پیدا کیا سب اپنے (اپنے) فلک (مدار) میں تیرتے رہتے ہیں۔“ (۱۷-۲۱-۳) ایک جگہ کہا گیا ہے: ”روز و شب کے اختلاف (اور تعاقب) اور آسمانوں اور زمین میں جو پیدا کیا ہے، ایسی قوم کے لیے جو ڈرتی ہے، نشانیاں ہیں۔“ (۱۱-۱۰-۴)

انسانی حیات اور اس کی نشوونما کے وسائل

زمین و آسمان کو ایک دوسرے زاویہ نظر سے دیکھو کہ یہ ان کی مختلف فعلیتیں اور ان سے وابستہ دوسرے کوناگوں مظاہر اتفاقی حادثے اور بے مقصد طبعی آثار ہیں یا کسی اہم اور برتر مخلوق کی زندگی اور اس کی نشوونما کی صلاحیت کا بھی کسی نہ کسی درجے میں لحاظ ہے۔ ”اور ہم نے زمین و آسمان کو اور جو کچھ اس میں ہے کھیل بنا کر (اور بے مقصد) نہیں پیدا کیا ہے۔“ (۱۷-۲۱-۲) کا بھی عملی ثبوت ہے۔ زمین کو ایسی وضع دی گئی کہ وہ خاص قسم کے ذی حیات خصوصاً انسان کا مسکن ہونے کی بھرپور استعداد رکھتی ہے۔ ”وہ تو وہ ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو فرش کی حیثیت دی“ (۱-۲-۳) پھر اس میں زندوں اور مردوں سب کی گنجائش رکھی۔ ”کیا ہم نے زمین کو زندہ اور مردہ سب کے لئے جامع نہیں بنایا ہے۔“ (۲۹-۷۷-۱) اس کے کوہی سلسلوں کو در بند نہیں کر دیا گیا بلکہ آمد و رفت کو جاری رکھنے باہم تعلقات کو قائم کرنے اور آپس کے میل جول کو جاری رکھنے کے لیے ان میں درزے اور رستے کھلے رکھے۔ ”اور ہم نے ان میں درزے بنا دیے ہیں رستے کے انداز پر کہ وہ راہ پاسکیں۔“ (۱۷-۲۲-۳) اس کے سمندروں کو قابل عبور بنایا اور جہاز رانی اور کشتی بانی کی سہولتوں سے انسانوں کو نوازا۔ ”کیا دیکھا نہیں کہ سمندر

میں کشتیاں اللہ کی نعمت (و کرم) سے چلتی ہیں۔ “ (۲۱-۳۱-۴) پھر بری اور بحری سفروں کو سہل بنانے کے لیے ستاروں کے طلوع و غروب اور ان کی حرکتوں کو ایسا انداز دیا کہ لق و دق یہاں انوں میں حدودِ نظر سے زیادہ وسیع سمندروں اور سمتوں کی دریافت کا ذریعہ بن گئے ” اور وہ تو وہ ہے جس نے تمہارے لیے ستاروں کو بنایا کہ تم بروہر کی تاریکیوں میں رستہ پاسکو۔ “ (۶-۱۲-۷) ساتھ ساتھ ” آسمان کو محفوظ چھت بنا دیا ہے۔ “ (۱۷-۲۱-۳) تاکہ بالائی اجرام کی ہلاکت باریوں سے یہ کرڈ ارض محفوظ رہے اور جہاں تک مفید اثرات کا تعلق ہے وہ برابر پہنچتے رہیں۔

موسموں کے ہیر پھیر سے حیات آفرینی اور اس کی مناسب نشوونما کا انتظام ہو۔ حیات ارضی کی بقا کے لیے اس کی ضرورتوں کے پورا ہوتے رہنے کا سامان کیا۔ غذاؤں کا بندوبست کیا، وسائل معیشت مہیا کیے اور ایسی کروڑوں مخلوق کی بقا کے سامان فراہم کیے جو انسانی حیات کے لئے ضروری ہونے کے باوجود ان کا تغذیہ انسانی دسترس سے باہر ہے۔ ” اور ہم نے اس میں اکائیں ہر طرح کی موزونات (غلوں کی قسم سے) اور ہم نے اس میں تمہارے معیشتوں (کے وسائل) کو پیدا کیا اور ان کے لیے (بھی) جن کو تم رزق نہیں دیا کرتے۔ اور کوئی ایسی شے نہیں مگر ہمارے پاس تو اس کے خزانے ہیں اور ہم انہیں اتارتے نہیں ہیں مگر ایک معین (اور مناسب) انداز سے۔ “

(۱۵-۲-۱۴) خشک اور ایک طرح سے مردہ دانوں اور تخمیں میں تولیدِ مثل کی قابلیت پیدا کر کے زرعی اور باغبانی نظام کی طرح ڈال دی، ” یہی تو ہے کہ اللہ چیرنے والا ہے دانے اور مکھلی کا کہ زندہ کو مردے سے نکالنے والا اور مردے کو زندہ سے۔ “ (۶-۱۲-۷) زمین کے تمام قطعوں کو یکساں نہیں بنایا بلکہ سب میں کچھ کچھ فرق رکھے گئے

اس طرح ان کی صلاحیتیں الگ الگ ہو گئیں۔ کچھ زراعت اور اس کی مختلف اصناف کے لئے مخصوص ہیں تو کچھ میں باغوں کو نشوونما دینے کی استعداد ہے کچھ سبزہ زار بننے کی اچھی قابلیت رکھتے ہیں اور اس طرح انسانی حیات اور اس کے لوازم و مناسبات کے لئے زیادہ بہتر وسیلے کا کام دیتی ہے۔ ” اور زمین میں ملے جلے قطعے ہیں انگوروں کے باغ ہیں اور کھیتیاں اور نخلستان ہیں۔ “ (۱۳-۱۳-۱) پھر درختوں، پودوں اور کھیتوں کی سیرابی کے لیے بارش کا انتظام۔

” کیا دیکھا نہیں کہ اللہ چلاتا ہے ابر پھر اس کو موڑتا ہے پھر تہ بہ تہ کر دیتا ہے، تو دیکھتا ہے کہ بارش اس سے نکلنے لگتی ہے۔ “ (۱۸-۲۴-۶) پھر اس وقتی آبِ رسانی کے ساتھ ساتھ سیرابی کے لیے مستقل انتظام کیا۔ پانی کو محفوظ کر کے چشموں اور دریاؤں کی صورت میں اس کا ذخیرہ رکھنا اور تقسیم کرنا ایک جانے بوجھے نظام کا پتا نہیں دیتے! ” کیا دیکھا نہیں کہ اللہ نے آسمان (اور اوپر) سے پانی اتارا پھر زمین میں چشموں کی صورت اس کو رواں کیا اب اس سے اقسام کی کھیتیاں ابھر کر آتی ہیں۔ “ (۲۳-۳۹-۲) نقل و حمل کو سہل بنانے میں، غذائی ضرورتوں میں کام آنے میں، پیداوار کو بڑھانے میں، ڈھور ڈنگروں کا اہم حصہ ہے (۲۳-۳۱-۵) چنانچہ اس زاویہ نظر سے ان کی خلق انسانی نظامِ حیات کا ہی ایک جز ہے اور قرآنی تصریح کے مطابق سوجھ بوجھ رکھنے والوں کے لیے نشانی ہے (۲-۲-۲۰)

غرض یہ کہ کرہ ارضی کا اپنی صلاحیت، اپنے تحفظ، اپنے موسموں اور آب و ہوا اور دوسرے مظاہر کے اعتبار سے پھر اپنی پیداوار اور ذخائر کے اعتبار سے زندگی سے خصوصاً انسانی زندگی سے موافق ہونا لاریب طبیعی اسباب کا مرہون ہے لیکن ان کثیر طبیعی اسباب کا اور گونا گوں علتوں کا ایک جا اور ایک وقت فراہم ہو جانا اور وہ بھی پوری ہم آہنگی کے ساتھ محض اتفاقی حادثے سے جس کے پیچھے کوئی شعور اور ارادہ نہیں، ایک کھوکھلا عقلی امکان ہے اور بس۔

انسان کی پیدائش اور اس کے آلاتِ حس

کرہ ارض کی سب سے برتر، بہتر اور سلسلہ ارتقا کی سب سے پیچیدہ اور آخری کڑی انسان ہے اس کے غیر معمولی تعادل اور توازن، اس کے آلاتِ حس و ادراک کی بے مثال پیچیدگی اور نزاکت اور مختلف و متخالف ظروف سے ساز کر لینے کی اہلیت غرض یہ کہ اپنی مجموعی حیثیت میں یہ حیاتیاتی ارتقا کا شاہکار دعوتِ فکر ہے ان سب کے لیے جو کائنات کو محض اتفاقی حادثہ منوانے اور تنہا طبیعی قوتوں کا وقتی تعامل تسلیم کرانے پر اصرار کرتے ہیں۔ پہلے صرف ایک طبیعی مظہر کی حیثیت میں قدرت کی اس نادرہ کاری پر نظر ڈالیں، ابتداء سے آخر تک اس کے شئون اور تطورات کو دیکھیں، اس کے مدارجِ خلق اور مراحلِ حیات پر غور کریں ”اور (خود) تمہاری آفرینش میں ۱۰۰ نشائیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو یقین (کی دولت) رکھتے ہیں۔“ (۲۵-۲۵-۱) اس باحیات اور حیات آفریں، اس باشعور اور شعورزا ”انسان کی آفرینش کی ابتدا (بے جان اور بے شعور مادے یا) کارے سے کی ہے۔ پھر اس کی نسل کو حقیر پانی (یا مردانہ رطوبت) میں کے خلاصے (۲) (یا تخم) سے بنایا پھر اس کو برابر (اور درست) کیا اور اس میں اپنی روح میں سے پھونکا۔“ (۲۱-۳۳-۱) یہ انسانی ہمواری اور تسویہ یکبارگی اور دفعتاً نہیں ہوا بلکہ متعدد مستقل صورتوں کے درجہ بدرجہ ارتقا سے انسان نے یہ مناسب اور متوازن صورت اختیار کی ہے پھر یہ ارتقا کھلی اور روشن فضا میں نہیں ہوا ہے بلکہ شکمِ مادر کی اندھیری کوٹھری میں رحمِ مادر کی بند تھیلی کے اندر، پہلے بیضہ مادری کی جھلی میں اور پھر دیوار رحم کے بند سوراخ میں اور آخر میں مشیمے اور جراثیمی جھلی کی اندھیری (۲) میں ساتھ ساتھ نشوونما کے ہر مرحلے اور ہر ظرف و مقام کے مناسب خلق کے انداز بدلے۔ ”تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں پیدا کرتا ہے تین تاریکیوں میں، یکے بعد دیگرے (انداز) آفرینش سے“ (۲۳-۲۹-۱) چنانچہ نطفے (۲) (یا باردار بیضہ مادری) کے اندر کے ضروری تغیرات کی تکمیل کے اثنا میں یہ جنینی مادہ بہتا ہوا اور آخر میں اس بیضوی جھلی کو توڑتا ہوا دیوار رحم کی جھلی کو کاٹ کر تدریجاً اس سے متعلق اور اس میں جم جاتا ہے اب علقے (۵) یا جنین (EMBRYO) کی صورت میں مناسب نشوونما پاتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اپنی ارتقا کے ایک خاص اور اہم مرحلے میں داخل ہو جاتا ہے اور پہلے غیر متمیز اور انسانی مضغے (۶) یا جسد اور ہیکر (FOETUS) کی شکل لیتا ہے۔ اول اول خاص خاص اعضاء کی علامتیں ظاہر

ہونی شروع ہوتی ہیں یہاں تک کہ درجہ بدرجہ تمام اعضاء صورت پذیر ہو جاتے ہیں (۷) اور یہ انسانی پیکر بچہ اور طفل ہو کر سات قمری مہینوں میں ہی یا پھر مزید قوت و کمال حاصل کر کے کم و بیش دس قمری مہینوں میں انسانی برادری کے اضافے کا باعث ہو جاتا ہے۔ ”ہم نے تو تمہیں مٹی (اور بے جان مادے) سے پیدا کیا تھا۔ پھر نطفے سے پھر علقے سے پھر تام اور ناتمام لو تھڑے سے تاکہ (ان عجیب و غریب مراحلِ آفرینش سے) تمہارے لیے (اپنے آپ کو) واضح کر دیں اور ہم تمہیں ارحام (مادر) میں جب تک چاہتے ہیں (تاہم) معین مدت کے لیے رکھتے ہیں۔ پھر بچے کی حیثیت میں تمہیں نکالتے ہیں پھر (یہ نشوونما جاری رہتی ہے) کہ تم اپنی پوری طاقت کو پہنچ جاؤ۔ (۱۷-۲۲-۱) اب کی موجودہ شکل و صورت پر نظر ڈالو۔ دوسری ذی حیات مخلوق سے مقابلہ کرو تو تم اس کو قدرت کی صنائی کا آخری نمونہ پاؤ گے اور اس واضح سچائی کو ماتے پر مجبور ہو جاؤ گے ”تمہیں صورت عطا کی تو بہتر صورتیں بنائیں۔“ (۲۳-۳۰-۷) اس کے تعدل اور توازن کو دیکھو، اس کے عواطف و میلانات کا جائزہ لو، اس کے اور اکات و حیات پر نظر ڈالو تو اس کو اس کی ساخت اور ترکیب کے اعتبار سے کرفہ ارضی کی سب سے برتر مخلوق پاؤ گے اور باور کر لو گے کہ ”یہی تو ہے کہ ہم نے انسان کو (ساخت اور) تقویم کے اعتبار سے بہترین بنایا ہے۔“ (۲۰-۹۵-۱)

انسان یوں تو اپنی مجموعی حیثیت میں ارتقاء کا آخری نشان ہے ہی تاہم جن لوگوں نے جدید انکشافات کو سامنے رکھ کر انسانی سماعت، بصارت اور دماغی قوتوں پر غور کیا ہے، ان کی پیچیدہ، نازک صنعت اور ان کے عجیب و غریب اعمال اور خارجی آثار کے وصول، امتیاز اور پھر ان کی تقسیم اور درجہ بندی پھر ان کے ایصال اور تاثیر پر غور کیا ہے، ان کو فطرت کا غیر معمولی کمال اور قدرت کا نادر عمل قرار دیا ہے۔ قرآن نے بھی خاص طور سے ان آلات کی اہمیت کی طرف متوجہ کیا ہے۔ ”اور تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور افئدہ (یادل و دماغ) بنائے۔“ (۲۱-۱۰-۴) عام مشینی آلات یا خالص طبیعیاتی آثار کی طرح یہ آلات ابتداء سے ہی مکمل نہ تھے بلکہ ایک متواتر تدریج ہے۔ خامی سے پختگی کی طرف، ایک مسلسل ارتقاء ہے ضعف سے قوت کی طرف۔ ”اور اللہ نے تمہیں شکم مادر سے ایسی حالت میں نکالا کہ تم کچھ نہیں جانتے تھے اور تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل (یا دماغ) بنائے۔“ (۱۳-۶-۱۱)

انسان کے اس کمال کی بلندی پر پہنچنے میں اس کے معلومات، محسوسات، جذبات اور عواطف کے نہایت صحیح طور پر منتقل ہونے کو بہت بڑا دخل ہے جس کا سب سے کامل اور بڑا ذریعہ قوتِ یسانی ہے۔ اگر آدمی اپنے معلومات دوسروں تک ٹھیک ٹھیک نہ پہنچا سکتا ہوتا۔ اپنے محسوسات سے دوسروں کو باخبر نہ کر سکتا ہوتا، اپنی خواہشیں دوسروں پر نہ پیش کر سکتا ہوتا تو کیا انسانی معاشرہ ایسا ہی ہوتا جیسا اب ہے، اظہارِ مافی الضمیر کی یہ انسانی قوت اس کی عجیب و غریب ساخت کا قابلِ لحاظ حصہ ہے چنانچہ قرآن نے اس کی اس قوت کے ساتھ خاص اعتنا کیا ہے۔ ”اس نے پیدا کیا انسان کو اور اس کو (اپنے مافی الضمیر کو) واضح کر دینا سکھایا۔“ (۲۷-۵۵-۱) چنانچہ

بحیثیت مجموعی انسان کے اس عجیب و غریب ظہور کو، اس کے ان غیر معمولی تطورات کو، اس کے ان پیچیدہ آلاتِ حس و ادراک و اظہار کو اس پیکرِ حسن و جمال کے تعادل اور توازن کو، اس کی نادرہ کارِ صلاحیتوں، اس کی بے مثال فعلیتوں کو محض بے شعور طبیعی عوامل کی تاثیر کا اتفاقی کارنامہ کہنا آسان ہے یا ایک باشعور، بااقتدار اور بامقصد خلق کا شاہکار قرار دینا۔

انسانی ارتقاء اور معاشرتی ارتقاء کے وسائل

انسانی حسن و صورت اور حسنِ ساخت پر ہی اکتفا نہیں کر لیا بلکہ اس میں جو عقلی اور عملی قوتیں ودیعت ہیں ان سے کام لینے کے لیے ایک میدان بھی مہیا کیا گیا ہے اور اس طرح نیابتِ الہی کا مستحق ثابت کرنے کے لیے اس کو ایک کھلی فضا فراہم کر دی گئی اس کو عملی اور تجربے کی کامل آزادی ہے۔ اُن گھڑا اور خام مواد کی بھرپور فراوانی ہے۔ ساری کمائیات اس کا معمل اور تجربہ گاہ ہے۔ ”کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے تمہارے لیے وہ سب مسخر کر دیا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور اپنی کھلی اور چھپی نعمتوں کی تم پر تکمیل کر دی ہے۔“ (۳۱-۳۱-۳۱) زمین کی ہر شے اس کے عمل اور تجربے کے لئے آلہ اور وسیلہ ہے۔ وہ جس طرح چاہے اس سے کام لے اور کمائیات کی رہی سہی نا آہنگیوں میں آہنگ پیدا کر کے خلیفۃ اللہ فی الارض کی شہادت بہم پہنچائے۔ ”اور وہ وہی ہے جس نے تمہارے لیے ان سب کو پیدا کر دیا ہے جو زمین میں ہے۔“ (۱-۲-۳)

انسان کی اس فطری ذمہ داری کو پورا کرنے کے لیے جس مضبوط اجتماع اور محکم تعاون کی ضرورت ہے اس کو بروئے کار لانے کے لیے جو جذباتی کشش لابد ہے انسان کو اس کا بھی دافر حصہ دیا گیا ہے۔ ”اور تمہارے آپس میں محبت اور شفقت پیدا کی۔“ (۲۱-۳۰-۳۱) ساتھ ساتھ اس کی انفرادی راحت و آرام اور گھریلو سکون و دلی جمعیت کے جو سلمان تھے ان کو بھی پوری فراخی سے مہیا کیا۔ ”اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہارے ہی میں سے جوڑے پیدا کیے کہ تم ان سے سکون حاصل کر سکو۔“ (۲۱-۳۰-۳۱) ”اور ہم نے تمہیں جوڑے پیدا کیا، تمہاری نیند کو راحت بنایا اور رات کو ستر بنایا اور دن کو گزر بسر کے لیے بنایا۔“ (۳۰-۸-۱) ”کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی میں سے ہم نے ان کے لیے چوپائے پیدا کیے۔ اب وہ ان کے مالک ہیں۔ ہم نے ان کو ان کا مطیع کر دیا ہے۔ ان سے ان کی سواریاں ہیں اور ان سے کھانے (بھی) ہیں اور ان کے لیے۔ ان میں منفعتیں ہیں اور (دودھ) پینے کے موقعے ہیں۔“ (۲۳-۳۶-۵) غرض یہ کہ ہر طرح سے انسانی زندگی کو خوشگوار بنانے کے لیے جو قدرتی ذرائع اور مادی وسائل مناسب اور ضروری تھے وہ سب موجود ہیں۔

چنانچہ یہ انسانی صلاحیتیں اور فعلیتیں پھر ماحول کی ان کے ساتھ یہ قدرتی سازگاری کیا مقصدیت کی طرف رہنمائی نہیں کرتیں؟ کیا محض بخت و اتفاق انسانی تکوین کی مکمل توجیہ ہے؟ کیا حادثے مقصدیت کی تحلیل کے لیے کافی

ثابت ہو سکتے ہیں؟ پھر ان توجہیوں سے عقلِ سلیم بھی طمانیت اور تسکین حاصل کر لیتی ہے؟
کائنات کی علت کا حیات و شعور اور ان کے لوازم و مناسبات سے موصوف ہونا:

کائنات کے حقیقی ہونے، کامل اور نظم و ضبط کے اعتبار سے محکم ہونے سے، اس کے مظاہر کی طبیعیاتی تاریخ اور ان کے مواد، انکی اوضاع اور ان کی حرکات کی ٹھیک ٹھیک مقررہ تقدیروں، اندازوں اور ان کے آہنگ سے اور ان سب کے ایک خاص رخ کی طرف جھکاؤ سے پھر خصوصیت سے انسان کی طبیعی تاریخ اور اس کے ترقی یافتہ آلاتِ حس و ادراک سے، اس کے لئے وسائل حیات کی فراہمی سے، اس کی صلاحیتوں اور ان صلاحیتوں کے لیے میدانِ عمل کی بہم رسانی سے اور دوسری قدرتی سہولتوں سے قرآن نے اچھی طرح واضح کر دیا ہے کہ کائنات کے سبب اور علت کا نہ صرف یہ کہ خالق، باری، مصور ہونا کافی ہے بلکہ اس کی حیثیت اور زندہ حقیقت کے تمام اعلیٰ اوصاف مرید، علیم، خبیر، سمیع، بصیر، حکیم اور مدبر سے موصوف ہونا چاہیے۔ کائنات کا ایک خاص رخ کی طرف جھکاؤ اس کے بغیر قابلِ فہم نہیں کہ اس کا خالق اس کا رخ متعین کرنے والا اور ہادی ہے، انسان کے ساتھ کائنات کا یہ تدریجی آہنگ اور ساز کیسے ہو سکتا ہے اگر قوی نظریہ پر قاهر اور قہار ذات کا رویہ رحیم، رؤف بلکہ ودود کا سا نہ ہو۔

کیا انسانی شرف و مجد، اس کے میدانِ عمل کی وسعت اس کے اقتدار کا پھیلاؤ کا یہ تقاضا نہیں کہ کائنات کی بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی ہر شے کی طرف اس کا زاویہ نظر بجائے انفعالی ہونے کے فعلی ہو اور حیرت سے ان کے سامنے سجدہ ریز ہونے کے بدلے ان سے کام لینے کی کوشش کرے طبیعی قوتوں کو اپنا خادم سمجھے اور تنہا اسی ذات کو جو قدیر اور فعال لَمَّا يُرِیْذُ (البروج : ۱۶) ہے، اپنا مولیٰ، رب، ولی، نصیر اور رزاق محسوس کرے۔ اس کی نیابتی صلاحیتوں کو ابھارنے اور خلافتی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لیے جس میں استغناء، بے بالی، آزادی، اعتماد نفس، تحمل، تنافس اور مساوات وغیرہ اوصاف کی ضرورت ہے اُن کو پیدا کرنے میں اس کا یہ احساسِ ممد و معاون ثابت ہو گا۔

اس مسبب الاسباب اور علت العلل کا قدوس ہونا، سلام ہونا جسیمب اولیٰ مالک یوم الدین ہونا غفار و تواب ہونا پھر ان صفات کمالیہ کے اتصاف کے لوازم مثلاً حمید و مجید ہونا، رشید ہونا نفسیاتی طور پر خود بندے کو جس کا کام اپنے آقا کے اسما حسنی سے متاثر ہونا اور آپ میں ان کو منعکس کرنے کی کوشش کرنا ہے کتنا بلند اور برتر بنا دیتا ہے۔

اگر قرآن مجید کی ان واضح تنبیہوں کو، عقلِ سلیم کے کھلے تقاضوں کو، فطرتِ انسانی کے مسلسل اور متواتر باطنی احساسات کو پھر انسان کی اخلاقی معاشرتی اور سیاسی ارتقاء میں اللہ کے برتر اور معیاری تصور کی لغادیت کو نظر انداز کر دیا جائے اور عقلِ نظری کے بے سرو پا احتمالات اور مابعد الطبیعیاتی کھوکھلے امکانات کو اہمیت دی جائے تو پھر

باور کرنا پڑے گا کہ بے شعوری نے شعور کا روپ دھارن کیا ہے، بے مقصدی نے مقصد کو جنم دیا ہے، بے نظمی نے نظم پیدا کیا ہے، حادثہ منصوبہ بندی ہوتا جا رہا ہے، سادگی پیچیدگی بنتی جا رہی ہے استنا ہی نہیں بلکہ بے کراں کائنات کے ان گنت مظاہر کے طبیعیاتی اور کیمیائی خصوصیات حادثہ ہیں بے سبب، اتفاقات ہیں بے علت، کیونکہ ان نامشاید استنباطات اور غیر تجربی قیاسات کے پیچھے اگر مشاہدہ ہے تو صرف مادے کے تصور کا، اگر تجربہ ہے تو محض اس کی تبدیلیوں کا اور علم ہے تو بس اس کی خصوصیات کا، اس کے مقابلے میں اگر انہی ابدی باشعور اقتدارِ اعلیٰ کا قیاس زیادہ غیر عقلی ہے تو پھر کسی بندر کو ٹائپ کی مشین پر اٹھلی مارتے دیکھ کر یہ باور کر لینا کہ اس مشین پر ٹائپ کیا ہوا (غالب کا) قصیدہ اسی بندر کی انگلیوں کی اتفاقی تصنیف و کتابت ہے، زیادہ قرین قیاس ہے اس یقین سے کہ کوئی شخص اس قصیدہ کو ٹائپ کر کے مشین پر چھوڑ گیا ہے۔

حواشی

۱۔ عام اور مشہور معنی تو وہی ہیں جس کو لسان میں بیان کیا گیا ہے

وَالشُّوَاتُ الطَّبَائِقُ سُبُتٌ بِذَلِكَ لَطَائِفُهُ بَعْضُهَا بَعْضًا أَوْ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ وَ قَبْلَ لَأَنَّ بَعْضَهَا مُطَبَّقٌ عَلَى بَعْضٍ.

لیکن اوپر نیچے میں یا ایک دوسرے پر ڈھکے ہوئے اور چھائے ہوئے ہیں سب کی رویت یا ممکن نہیں ہے یا بہت مستبعد ہے۔ حالانکہ

مَنْزَرِي فِي خَلْقِ الرُّخْمِ مِنْ تَفَوُّتٍ. أَيْ الْإِخْتِلَافُ مِنَ الْقُوَّةِ فَإِنَّ كُلًّا مِنَ التَّنَاضُذِ تَيْنِ فَاتٍ عَنْهُ بَعْضُ مَا فِي الْآخِرِ |۔ اور هَلْ نَرَى مِنْ قُطُوبٍ، وَالْقُطُوبُ

الشُّفُوفُ

میں رویت پر خاص زور دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں یکسانی سے تفاوت زیادہ مناسب ہے۔ مطابقت اصلًا اگرچہ مقدار اور پیمائش کی مساوات ہے لیکن دوسری طرح کی برابریوں میں بھی اس کا استعمال متعارف ہے لسان میں ہے :-

الْمُطَابَقَةُ، الْمُوَافَقَةُ، وَالْمُطَابَقَةُ الْإِتْفَاقُ، وَطَابَقَهُ عَلَى الْأَمْرِ جَابِعُهُ وَاطْبَقُوا عَلَى الشَّيْءِ أَجْمَعُوا عَلَيْهِ وَبَقَالَ طَابَقَ فَلَانٌ فَلَانًا إِذَا وَافَقَهُ وَغَارَنَهُ مُطَابَقَتُ الْمَرَاءِ رُؤُوسَهَا إِذَا وَافَقَتْهُ

۲۔ لسان العرب میں ہے :-

الْمُلُّ إِتْرَاعُ الشَّيْءِ وَإِخْرَاجُهُ فِي رَفْقٍ... سُلَالَةُ الشَّيْءِ مَا شَتَلَتْ مِنْهُ سُلَالَةٌ مِنْ مَاءٍ

دوسری ”من“ غالباً ابتدا کے لیے ہے۔ ولہذا اعلم

۳۔ تقریباً دس گیارہ دن میں ملاؤ تولید یا نطفہ بیضہ مادری کی جھلی میں بندہ بہتا ہوا دواور رحم تک پہنچ جاتا ہے اور پھر جھلی توڑ کر دواور رحم میں سد رہتا سرائت کر کے علقہ کی صورت میں استقرار پا جاتا ہے اور آہستہ آہستہ شیشے (Chorton) کے اندر جرثومی جھلی (Amnion) پھیل کر جنین کو پیٹ لیتی ہے۔ اس طرح شکم مادر کے اندر رحم، مشیمہ اور جرثومی جھلی کی تحین تدریکیوں میں جنین جسدی انداز (پہلے غیر مکتہ یا تاہم مضطرب اور پھر تاہم اور مکتہ مضطرب کی شکل میں) احتیاد کرنا شروع کر دیتا ہے۔

۴۔ لسان العرب میں ہے :- اَلْتَلْفُ الْعُصْبُ... وَتُلْفَانُ الْمَاءِ سُلَالَتُهُ

گویا بد در بننے پر نطفے کا اطلاق اس کی اس پہلو اور سیلان کی خصوصیت کی طرف اشارہ ہے۔

۵۔ عُلِقَ بِالشَّيْءِ غُلْفًا وَ غُلْفًا: نَسَبَ فِيهِ وَ عُلِقَ الشَّيْءُ غُلْفًا وَ غُلْفًا بِهِ عِلَاقَةٌ وَ غُلُوٌّ فَالْزَمَهُ .

لسان العرب کی اس تصریح کے موجب علقے میں تعلق، سرایت کرنے اور استقرار پا جانے کا مفہوم شامل ہے۔

۶۔ إِذَا صَارَتِ الْعُلْفَةُ الْبَنَى خُلِقَ مِنْهَا الْإِنْسَانُ لَحْمَةً فَهِيَ مُضَبَّغَةٌ .

۷۔ یوں پہلے مضغہ غیر مخلقہ اور پھر ناتمام اور تام لو تھوڑے کی شکلیں ظہور پذیر ہو جاتی ہیں۔ مخلقہ کو مقدم کرنے میں اس کی مثبت حیثیت کا لحاظ کیا گیا ہے تاکہ منفی غیر مخلقہ کا مفہوم واضح ہو جائے۔ ترتیب کو سامع کی عقل پر مجبور دیا گیا ہے۔

۸۔ ایک دوسرے موقع پر مضغے یا جسد اور ہیکر (Foetus) کے دوسرے اندرونی تغیرات کو بیان کیا ہے کہ مضغے میں پہلے.....

استخوانی ڈھانچہ متمیز اور ظاہر ہونے لگتا ہے اور اس تمیز اور ظہور کے بالکل عقب میں ہی اس ڈھانچے پر گوشت کا چڑھاؤ اور لپیٹ نمایاں ہونی شروع ہو جاتی ہے یہاں تک کہ ہڈیاں ڈھک جاتی ہیں اور ہم نے تو انسان کو پیدا کیا ہے (ماڈے یا) کارے کے جوہر سے، تو پھر اس کو قائم (اور جمے ہوئے) ٹھکانے میں نطفہ بنا دیا پھر نطفے کو علقہ بنایا اب علقے کو مضغہ (یا ہیکر) بنایا اب مضغے کو ہڈیاں کیا اب ہڈیوں پر گوشت پہنایا۔ پھر اس کو (بالکل) دوسری (اور نئی) انداز (پیدائش دیدی تو برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر خالق (۱۸-۲۳-۱))



سُورَةُ الْحَمْدِ كِي تَفْسِيرِ رَبَّانِي

مولانا محمد یسین ندوی

سُورَةُ الْحَمْدِ کی تفسیرِ ربّانی

مولانا محمد یسین ندوی

فاتحہ کلام

یہ سب تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن مجید کی اولین اور بہترین تفسیر خود اسی کی آیاتِ کریمہ میں موجود ہے۔ ایک مقام پر جو حقیقت مجمل و مختصر آئی ہے وہ دوسرے مقام پر مفصل و مطول بیان ہوئی ہے۔ قرآنِ کریم کی قرآنِ کریم سے تفسیر و تشریح کا اصول جس طرح مسلم ہے اسی طرح یہ کلیہ بھی حقیقتِ ثابتہ ہے کہ بہت سے دینی حقائق، قرآنی تعلیمات، اور کائناتی شواہد مواقعِ نزول اور مخاطبوں کے فہم و ادراک کے مطابق کھولے گئے ہیں۔ چونکہ یہ دونوں اصول و کلیے لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں اور ایک دوسرے کے مؤید ہیں اس لئے کلامِ الہی میں موقع و محل کی مناسبت سے معنی آفرینی پائی جاتی ہے۔ بیشتر علماء و محققین کا عقیدہ ہے کہ قرآنِ مجید میں آیات و کلمات، الفاظ و تراکیب اور حقائق و واقعات کی تکرار محض تکرارِ لفظی نہیں جو عبارت و کلام کی زیبائش و آرائش کے لئے لائی جاتی ہے، بلکہ وہ حسنِ کلام کے ساتھ ساتھ جدتِ معانی اور تجدیدِ مفاہیم کا جال بھی رکھتی ہے۔ اس لئے اگر قرآنِ مجید کی آیاتِ کریمہ کی تفسیر قرآنی الفاظ و تراکیب اور ہم معنی آیات و کلمات کی روشنی میں کی جائے تو ایک نیا جہانِ معنی اور ایک نیا طلسمِ حقیقت نظر آئے گا۔ جو قرآنِ فہمی کے نئے باب کھولنے کے ساتھ بندہ ناچیز کو اپنے خالقِ بیکراں کے اور قریب لے جائے گا۔ یوں نزولِ قرآنِ کریم اور رسالتِ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم ترین مقصد پورا ہو گا کہ انسان اپنے ربِّ کریم و جلیل کی صحیح معرفت حاصل کرے، اس کی صحیح عبادت کر کے اپنی تخلیق کا مقصد پورا کرے، اور انعامِ الہی کے نتیجہ میں اپنے رحیم و غفور رب کی مغفرت و بخشش سے ہمکنار ہو کر اپنے عظیم ترین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی امتِ مرحومہ میں ہونے کا حق ادا کرے اور دنیا و آخرت کی تمام سرمدی نعمتوں سے مستفیض ہو کر فوز و فلاح کی ابدی زندگی پائے۔

قرآنِ مجید ہی سے تفسیر و تشریح کا اصول و کلیہ مان لینے کے باوجود بہت کم ایسا ہوا ہے کہ تفسیرِ قرآن میں اس پر پوری طرح عمل کیا گیا ہو۔ ایسا نہیں ہے کہ ہمارے قدیم سلف، متوسط خلف اور جدید مفسرین اور معاصر علماء نے اپنی تفاسیرِ قرآنی میں یا دوسری اسلامی نگارشات میں تفسیرِ القرآن بالقرآن کے سنہری اصول کو بالکل نہ برتا ہو۔ انہوں

نے متعدد مقلات پر ایسا ضرور کیا ہے لیکن اسے زیادہ سے زیادہ جزوی کوشش یا بطور تھیل تفسیر بالقرآن کہا جاسکتا ہے۔ اس نہج پر ابھی تک پورے قرآن مجید کی تفسیر یا تو کی ہی نہیں گئی اور جو بعض کوششیں کی گئی ہیں وہ ادھوری، نامکمل اور ناقص ہونے کے علاوہ برائے بیت ہی ہیں۔ ظاہر ہے کہ پورے قرآن مجید کی اسی کی آیت کریمہ سے تفسیر کرنا خاصا مشکل، بہت دقت طلب اور کافی صبر آزما کام ہے۔ بیشتر انسانی طبائع تو اس کے خیال بے امکان ہی سے پر اگندگی کا شکار اور بشری ہمتیں دون ہمتی کی صید زبوں ہو جاتی ہیں۔ حالانکہ غور و فکر اور تدبر و تعقل سے کام لیا جائے اور ایک واضح فکر اور سوچے سمجھے منصوبہ سے کام کیا جائے تو پورے قرآن کریم کی ایسی تفسیر کرنی ناممکن و محال نہیں ہے۔ لیکن یہ خاصی پتہ ماری اور جگر کاوی کا عمل مسلسل ہے اور تن آسانی اور سہل انگاری دوسرے آسان ذرائع تفسیر اور متداول وسائل تشریح تلاش کر لیتی ہے۔ حیرت اس پر زیادہ ہوتی ہے کہ قرآن مجید کی بہت سی مختصر سورتوں کی تفسیر بھی قرآن کریم کی آیات کے حوالہ سے نہیں کی گئی۔ اس قسم کی جو بعض کوششیں علمی شکل میں نظر آتی ہیں وہ بھی جزوی، ادھوری اور غیر علمی ہیں۔ سورۃ فاتحہ اپنی اہمیت و اولیت کے سبب بہت سے مفسرین کرام کی تفسیری و تشریحی کاوشوں کی مدتوں سے محور و مطلق نظر رہی ہے اور غالباً اس کی مختلف زبانوں میں ہزار ہا تفسیریں کی گئی ہیں لیکن اسکی تمام آیات کریمہ کی مکمل تفسیر قرآن مجید کی دوسری آیات مقدسہ سے نہیں کی گئی ہے۔ البتہ چند مقلات پر دوسری آیات کا حوالہ ضرور دے دیا گیا ہے۔ اکثر و بیشتر یہ حوالہ استدلال و استشہاد کے بطور دیا گیا ہے جس سے تفسیر تقاضے اور تشریحی ضابطے پورے نہیں ہوتے۔

قرآن مجید کی کامل تفسیروں اور سورۃ فاتحہ کی مخصوص تشریحوں کے ایک بھرپور جائزے کے بعد اس پیغمبر پر یہ حقیقت تلخ اجاگر ہوئی کہ ہمارے شاندار تفسیری ذخیرے اور صدیوں اور قرونوں کے جمع کردہ ورثے میں سورۃ فاتحہ کی مکمل قرآنی تفسیر نہیں پائی جاتی۔ لہذا اپنی بے بضاعتی، علمی کم مائیگی اور ذہنی و جسمانی درمندی کے باوجود یہ خواہش خطیر اور تمنائے دشتِ امکان پیدا ہوئی کہ کم از کم سورۃ فاتحہ کی آیات قرآنی سے مکمل تفسیر لکھی جائے۔ اپنی خامیوں اور کوتاہیوں کے پورے احساس کے باوجود اور بڑے غور و فکر، تامل و تردد اور سوچ بچار کے بعد اس راہ پر خطر میں راہوارِ قلم کو محض توفیقِ الہی اور فضلِ ربانی کے سہارے بڑھا دیا ہے اور اسی سے اس اہم کام کی تکمیل کی امید ہے۔ یہ امید قوی اور آرزو پختہ ہے کہ اُس اللہ کے نام سے قلم اٹھایا ہے جو رحمان و رحیم ہے اور جس نے قلم کے ذریعہ علم کے دروازے ہم سب پر وا کئے ہیں اور جو اپنے راستہ پر جدوجہد کرنے والوں کے لئے اپنے راستے کھول دیتا ہے۔ خالص توفیقِ الہی اور فضلِ ربانی کی ارزانی کے ساتھ ساتھ رسولِ اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ مطہرہ کا سہارا ہے جس نے قرآن کریم کے سیکھنے سکھانے کو خیر و فلاح کہا ہے۔ یہی وہ رحمۃ للعالمین ہے جس نے امتِ مسلمہ کو کتاب و سنت کے چشمہ صافی سے ہمیشہ وابستہ رکھا ہے۔ یہاں یہ اعتراف بھی کرتا چلوں کہ سورۃ فاتحہ کی اس قرآنی تفسیر کی تحریر و تکمیل میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تفسیری روایتوں، تابعین و مفسرین سلف کی تشریحی

مکارشوں اور متوسط و معاصر شارحین کی قرآنی تفسیروں کو بھی حسب مراتب عالیہ پوری کارفرمائی حاصل ہے۔ کیسے نہ کہوں کہ اس میں میرے تمام اساتذہ کرام کی پُر سوز تعلیم و تدریس، تمام اسلامی مصنفین عظام جن کی تحریروں نے مجھے شعوری یا غیر شعوری طور پر متاثر کیا کی تحریر و تقریر کا بھی بھرپور دخل ہے۔ اور آخری بات یہ کہ میرے شفیق والدین خاص کر والد محترم کی دعاؤں اور تربیت و تعلیم کا خونِ جگر بھی شامل ہے۔ فوری مہمیز لگانے کا ثواب موجودہ مدبر نقوش کی قرآنی خدمت کو جاتا ہے۔

(۱) پہلی آیت

(الف) مختلف سورتوں میں ورود

سورۃ فاتحہ کی آیت فاتحہ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ قرآن مجید میں کل چھ مقلّمات پر اور پانچ دوسری سورتوں میں آئی ہے۔ ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ کے ”افتتاح“ میں یہ آیت شریفہ لائی گئی ہے جبکہ دوسری سورتوں میں وہ بطور ”خواتیم“ لائی گئی ہے۔ دوسرے ان کے موقعہ و محل اور مناسبت کا بھی کافی فرق ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کے سبب اس کے معانی و مفاہیم بھی مختلف ہیں۔ اس اختلافِ معنی و مفہوم نے اس کو ”قنہ مکرر“ کی بجائے ”آیت نو“ کا مقام عطا کر دیا ہے۔ سورۃ فاتحہ میں اس آیت کریمہ کے مقام و مرتبہ کے بارے میں علماء و مفسرین کا اختلاف ہے۔ جو مکتب فکر بسملہ کو سورۃ فاتحہ کی اولین آیت مانتا ہے ان کے نزدیک یہ دوسری آیت ہے مگر جو مفسرین و محققین بسملہ کو ایک آزاد و خود مختار اور آیت فاصل تسلیم کرتے ہیں ان کے نزدیک وہ اولین اور افتتاحی آیت ہے۔ دوسرے دلائل کے علاوہ اس آیت کریمہ کا مقام و مرتبہ بھی یہ تقاضا کرتا ہے کہ اس کو سورۃ فاتحہ کی اولین آیت مانا اور قرار دیا جائے کیونکہ اس کی اصلی معنویت اور بنیادی اہمیت اس کے افتتاحی کلمۃ الہی ہونے میں ہے نہ کہ دوسری یا درمیانی آیت ہونے میں۔ سنت الہی اور حکم ربانی دونوں کے مطابق کلام الہی کا آغاز و افتتاح خود صاحب کلامِ علی نے اپنے رحمان و رحیم نامِ نامی اور اسمِ جلالت و محبت سے کر کے پہلی حقیقتِ ثابتہ جو انسان و حیوان، جمادات و نباتات، عاقل و غیر عاقل غرض کہ کل کائنات اور اہل کائنات پر ظاہر کی وہ یہ ہے کہ ”سب تعریف اللہ کو ہے، جو صاحب سارے جہان کا۔“ ہر سورت کے ساتھ بسملہ کی تکرار و تجدید بھی یہ ثابت کرتی ہے کہ حمد الہی پر مشتمل آیت کریمہ بنی سورۃ فاتحہ کی اولین آیت ہے اور وہ بالواسطہ سہی اس کلمۃ علی کی معنویت، اہمیت، لطافت اور گہرائی و گیرائی کو اور واضح کرتی ہے۔ بلاریب ساری اور ہر طرح کی حمد کی سزاوار وہ ذاتِ علی صفات ہے جو اللہ جیسے عظیم الشان اور منفرد اسمِ جلالت سے موسوم و معروف ہے۔ پھر حمد کا اثبات اللہ کے لئے کیا گیا ہے، خالص اللہ کے لئے اور اس کی کسی صفت کو اس میں شریک نہیں کیا گیا۔ دوسری صفاتِ عالیہ اس ذاتِ علی کی بیکراں جہات سے مخلوقاتِ عالم کو متعارف کرانے کے لئے لائی گئی ہیں جو اپنی اپنی جگہ ضروری اور اہم ہیں۔

مصحف قرآنی کی موجودہ ترتیب کے مطابق سورہ انعام دوسری سورت ہے جس میں یہ آیت کریمہ (۴۵) ایک خاص سیاق و سباق میں لائی گئی ہے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ أُمَمٍ مِّن قَبْلِكَ فَآخَذْنَاهُم بِالْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُونَ ۝ فَلَوْلَا إِذْ جَاءَهُمْ
بَأْسُنَا تَضَرَّعُوا وَلَكِنْ قَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ
فَتَحْنَأُ عَلَيْهِمُ أَبْوَابُ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّىٰ إِذَا فَرِحُوا بِمَا أُوتُوا فَآخَذْنَاهُمْ بَغْتَةً فَإِذَا هُمْ مُبْلِسُونَ ۝ فَقُطِعَ دَابِرُ
الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا ۖ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ (الانعام: ۴۲-۴۵)

”اور ہم نے رسول بھیجے تھے بہت امتوں پر، تجھ سے پہلے، پھر ان کو پکڑا سختی میں اور تکلیف میں، شاید وہ گڑگڑاویں۔
پھر کیوں نہ، جب پہنچا ان پر عذاب ہمارا، گڑگڑائے ہوتے؟ اور لیکن سخت ہو گئے دل ان کے اور ان کو بھلے دکھائے
شیطان نے، جو کام کر رہے تھے۔ پھر جب بھول گئے جو نصیحت کی تھی ان کو، کھول دئے ہم نے ان پر دروازے ہر چیز
کے، یہاں تک کہ جب خوش ہوئے پائی ہوئی چیز سے، پکڑا ہم نے ان کو بے خبر، پھر تب ہی وہ رہ گئے ناامید، پھر کٹ
گئی جڑ ان ظالموں کی، اور سراپئے کام اللہ کا جو رب ہے سارے جہان کا۔“

یہاں پر وردِ کارِ عالم نے ظالموں کو سزا دینے اور ان کے ساتھ اپنے ابدی و سرمدی قانون کے مطابق عدل و انصاف
کرنے پر سارے جہانوں کے رب اللہ کی حمد کی ہے۔ وہ ستائش و تعریف کے معنی میں ہے۔ بعض مفسرین نے اس
سزائے ربانی کو بطور ”ربوبیتِ علمہ“ اور ”رحمتِ عظیم“ قرار دے کر رب العالمین اور پروردِ کارِ عالم کے لئے باعثِ حمد و
شکر کے معنی میں لیا ہے۔ مولانا شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں ”ظالموں کا استیصال بھی اسکی ربوبیتِ علمہ کا اثر اور مجموعہ
عالم کے لئے رحمتِ عظیم ہے اس لئے یہاں حمد و شکر کا اظہار فرمایا۔“ مولانا امین احسن اصلاحی نے اس خیال میں مزید
ترقی دی اور فرمایا کہ ”۔۔۔ رب کس طرح گوارا کر سکتا ہے کہ وہ اپنے چمن میں ایک ایسے درخت کو جگہ گھیرے رکھنے کے
لئے چھوڑ دے جس کی زہریلی ہوا اور جس کے مسموم برگ و بار پورے چمن کو غارت کر کے رکھ دیں۔ پس حمد و شکر کا
سزاوار ہے وہ رب العالمین جو ایسی نابکار قوموں کی جڑ کاٹ کر رکھ دیتا ہے۔“ مولانا موصوف کا خیال ہے کہ ”قرآن مجید
میں جہاں جہاں بھی یہ لفظ اس ترکیب کے ساتھ استعمال ہوا ہے اسی مفہوم کو ادا کرنے کے لئے استعمال ہوا ہے جس
مفہوم کو ہم شکر کے لفظ سے ادا کرتے ہیں۔“ انہوں نے اعراف نمبر ۴۳ یونس نمبر ۱۰ اور ابراہیم نمبر ۳۹ آیت کریمہ نقل
کی ہیں جو ان کے خیال سے شکر کا مفہوم رکھتی ہیں۔ اگرچہ ان کو بھی احساس ہے کہ ”استعمالات کے لحاظ سے اگرچہ
”حمد“ کا لفظ شکر کے مقابل میں زیادہ وسیع ہے۔ شکر کا لفظ کسی کی صرف انہی خوبیوں اور انہی کمالات کے اعتراف کے
موقع پر بولا جاتا ہے جن کا فیض آدمی کو خود پہنچ رہا ہو۔ برعکس اس کے حمد ہر قسم کی خوبیوں اور ہر قسم کے کمالات کا
اعتراف کے لئے عام ہے۔۔۔“ اس خیال کے پس پشت یہ نظریہ کار فرما ہے کہ ان مواقع پر انسان شکر ادا کرتا ہے۔ اللہ

تعالیٰ تو شکر نہیں ادا کرتا لہذا جن آیات کریمہ میں الحمد کا اظہار بطور قول الہی ہوا ہے وہاں حمد و تعریف ہی صحیح ہے۔ البتہ جہاں انسان کی زبان سے کسی نعمت کے ملنے پر لفظ حمد بولا گیا ہے وہاں شکر کا مفہوم آ سکتا ہے تاہم وہاں بھی تعریف و ثنا اور حمد ہی بہتر اور موزوں تر ہے کہ وہ ”شکر الہی بزبان انعام یافتہ“ کو بھی شامل ہے اور اللہ تعالیٰ کی سیکراں حمد کو بھی۔

اس کے بالکل برعکس سورہ یونس نمبر ۱۰ میں اس آیت کریمہ کا موقع و محل ہے۔ وہاں انعامات الہی سے اہل جنت کی سرفرازی و فیضیابی پر ان کی زبان شکر بیان سے اللہ رب العالمین کی حمد ادا کرائی گئی ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ بِإِيمَانِهِمْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ۝ دَعْوُهُمْ فِيهَا سُبْحَنَكَ اللَّهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ ۚ وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنْ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ

الْعَالَمِينَ ۝ (یونس: ۱۰-۱۵)

جو لوگ یقین لائے اور کئے کام نیک، راہ دے گا ان کو رب ان کا ان کے ایمان سے، بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں، باغوں میں آرام کے انکی دعا اس جگہ، یہ کہ پاک ذات ہے تیری یا اللہ! اور ملاقات ان کی سلام۔ اور تمام ان کی دعا اس پر کہ سب خوبی اللہ کو جو صاحب سارے جہان کا۔

شاہ عبد القادر دہلوی نے اس کی تشریح میں لکھا ہے کہ ”اول عجائب نعمتیں دیکھ کر کہیں گے پاک ذات یعنی سبحان اللہ۔ پھر اس کی لذت پا کر کہیں گے الحمد للہ۔۔۔“ مولانا عثمانی نے ان آیات کریمہ کی تفسیر میں شاہ صاحب موصوف کی عبارت کو مفصل بنادیا ہے ورنہ بنیادی مفہوم اور تشریح یکساں ہے۔ ان دونوں بزرگوں نے حافظ ابن کثیر کی بیان کردہ روایت کی تشریح اپنے الفاظ میں کر دی ہے۔ حافظ موصوف نے البتہ حمد کی مناسبت سے بہت عمدہ تشریح کی ہے۔ ”اس میں یہ دلالت بھی مستور ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہمیشہ سزاوار حمد (المحمود) ہے اور ہمیشہ ہمیشہ وہی معبود رہا ہے۔ اسی بنا پر اس نے اپنے نفس کی حمد اپنے خلق کی ابتدا اور اس کے استمرار کے وقت کی ہے اور اپنی کتاب کی ابتدا اور اس کی تنزیل کے آغاز پر بھی کی ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ (۱۸: ۱) (سراہنے اللہ کو جس نے اتاری اپنے بندے پر کتاب۔ کہف نمبر ۱) الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ (۶: ۱) (سب تعریف اللہ کو جس نے بنائے آسمان و زمین۔ انعام نمبر ۱) وغیرہ آیات جن کا مفصل بیان طول کلام کا موجب ہو گا۔ بلاریب وہی اول و آخر میں، اور وہی حیات دنیا اور آخرت میں، اور سارے احوال میں سزاوار حمد ہے۔“ انہوں نے اپنی اس تفسیر کی ایک حدیث نبوی سے تائید کی ہے جس میں اہل جنت کے تسبیح و تحمید کرنے کے الہام کا حوالہ ہے۔ مولانا اصلاحی فرماتے ہیں کہ ”یہ تکمیل نعمت پر اظہار شکر ہے کہ اہل جنت جب دیکھیں گے کہ ہر طرف نعمت ہی نعمت ہے تو بے تحاشا ان کی زبان سے یہ شکر کا کلمہ نکلے گا۔“ مولانا تھانوی، مفتی شفیع، اور مولانا دریابادی نے شاہ دہلوی اور

مولانا عثمانی سے اتفاق کیا ہے، بعض جزوی تشریحات اور الفاظ و تراکیب کا اختلاف ہے۔ البتہ مولانا دریابادی کے یہاں یہ تصریح ہے ”اور آخر میں منزل ادا سے شکر کی آتی ہے۔“ ان تمام تفسیری تشریحات کے باوجود یہ حقیقت اپنی جگہ رہتی ہے کہ قرآن مجید میں اس مقام پر حمد الہی کا مفہوم اصلی یعنی ستائش و تعریف ربانی ہی ہے۔ کیونکہ شکر الہی خواہ عام نعمتوں پر ہو یا جنت کی خاص نعمتوں پر وہ بہر حال محدود اور ایک خاص سیاق و سباق کے اندر محصور ہے جبکہ اللہ رب العالمین کی عام تعریف و حمد شکر و امتنان کے جذبت کی عکاسی اور ترجمانی کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی اس بیکران والا محدود حمد پر بھی مشتمل ہے جو اس کی ذات کا حق ہے خواہ وہ نعمت و فضل سے نوازے یا نہ نوازے۔ وہ نوازنے اور فضل و اکرام کرنے سے قبل بھی محمود و سزاوار حمد ہے اور اس کے بعد بھی۔ یہی حمد ازلی و ابدی اور تعریف و ستائش سرمدی یہاں مراد ہے۔ خود آیت کریمہ کی اندرونی شہادت بھی اسی معنی و مفہوم پر دلالت کرتی ہے۔ اور وہ ہے تسبیح و تحمید کی ایک دوسرے کے ساتھ مقارنت۔ جنت کی نعمتوں کو اول و ہد میں دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی تسبیح اہل جنت کی زبان سے نکلے گی اور جب وہ خود ان سے سرفراز ہوں گے تو ان کی زبان پر حمد و ستائش الہی جاری ہو جائے گی۔

تیسرا موقعہ و محل سورہ صافات نمبر ۱۸۲ میں نظر آتا ہے جہاں یہ آیت کریمہ حق و باطل کی آویزش و تفریق اور حزب الہی کی اطاعت اور اہل جہنم کی معصیت اور ان دونوں کے اعمال کے نتائج و عواقب کے پس منظر میں بیان کی گئی ہے:

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ ۖ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنصُورُونَ ۖ وَإِنْ جُنَدْنَاهُمْ لَغُلْبُونَ ۖ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ۖ وَأَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ ۖ أَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُونَ ۖ فَإِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ ۖ وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ۖ وَأَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ ۖ سُبْحَنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ۖ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ۖ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۖ (الصَّفَّت: ۱۷۱-۱۸۲)

اور پہلے ہو چکا ہمارا حکم اپنے بندوں کے حق میں جو رسول ہیں۔ بے شک انہی کو مدد دہونی ہے۔ اور ہمارا لشکر جو ہے، بے شک وہی زبر ہے۔ سو تو ان سے پھر یا ایک وقت تک۔ اور ان کو دیکھتا رہ، کہ آگے دیکھ لیں گے۔ کیا ہماری آفت شتاب مانتے ہیں؟ پھر جب آترے گی ان کے میدان میں، تو بُری صبح ہوگی ڈرائے گیوں (ڈرائے ہوئے لوگوں) کی۔ اور پھر یا ان سے ایک وقت تک۔ اور دیکھا رہ۔ اب آگے دیکھ لیں گے۔ پاک ذات ہے تیرے رب کی، عزت کا صاحب، پاک ہے ان باتوں سے جو کرتے ہیں اور سلام ہے رسولوں پر اور سب خوبی اللہ کو، جو رب ہے سارے جہان کا۔

حافظ ابن کثیر نے اس مقام پر بھی اللہ کو اول و آخر میں اور ہر حال میں سزاوار حمد کہا ہے۔ پھر تسبیح و تحمید کی مقارنت کی حقیقت اجاگر کی ہے کہ جس طرح تسبیح نقص سے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ کرتی اور ہر خامی سے اس کی براءت کرتی ہے اور کمال کے اثبات پر مطابقت کی دلالت کے ساتھ مستلزم ہے اسی طرح اس کے صفات کمال پر دلالت کرنے کے

ساتھ اس کی تنزیہ و براءت کرتی ہے۔ تسبیح و تحمید کی یہ مقارنت نہ صرف اس مقام پر ہے بلکہ بہت سی آیات کریمہ میں پائی جاتی ہے۔ شیخ الہند نے ترجمہ حمد میں شاہ عبد القادر کی اتباع کی ہے اور مولانا تھانوی نے ”خویوں“ سے تعبیر کیا ہے۔ مولانا مودودی نے ”ساری تعریف“ ترجمہ کیا ہے۔ اور مولانا اصلاحی فرماتے ہیں کہ ”اللہ حمد و شکر کا سزاوار ہے اس وجہ سے وہ اس کشمکش حق و باطل میں لازماً حق کا بول بالا کرے گا اور باطل کو شکست دے گا۔۔۔ اس کی اس پروردگاری کا لازمی تقاضا ہے کہ اس دنیا میں بھی اس کا عدل ظاہر ہو اور آخرت میں بھی اس کے عدل کامل کا ظہور ہو۔ یہی اس کی ربوبیت کا تقاضا ہے اور اسی بنیاد پر وہ دنیا اور آخرت دونوں میں سزاوار حمد ہے۔“ آیت کریمہ کی خارجی اور اندرونی دونوں قسم کی شہادت سے یہاں اللہ رب العالمین کی حمد و تعریف اور ستائش کے معنی نکلتے ہیں۔ اور اس کی عمدہ ترجمانی حافظ ابن کثیر کے ہاں ملتی ہے۔

سورہ زمر نمبر ۵۷ میں آیت کریمہ کا پس منظر یہ ہے کہ دوزخ والے دوزخ میں جھونکے جا چکے ہوں گے اور جنت والے جنت کے انعامات الہی سے سرخرو ہو کر حمد الہی میں مصروف ہوں گے اور حق کے ساتھ فیصلہ الہی ہونے کے بعد ملائکہ عرش الہی کو گھیرے ہوئے اپنے رب کی حمد کی تسبیح کرتے ہوں گے کہ نہ آئے گی کہ ساری اور ہر طرح کی حمد رب العالمین کے لئے ہی خاص ہے:

وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۖ وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○ (زمر-۷۵)

اور تو دیکھے فرشتے گھر رہے ہیں عرش کے گرد۔ پاکی بولتے ہیں اپنے رب کی خوبیاں۔ اور فیصلہ ہوا ہے ان میں انصاف کا۔ اور یہی بات ہوئی کہ سب خوبی ہے اللہ کو، جو صاحب ہے سارے جہان کا۔

حافظ ابن کثیر اس مقام پر آیت کریمہ کی تفسیر فرماتے ہیں کہ تمام کائنات نے خواہ وہ ناطق ہو یا غیر ناطق (بہیم) اللہ رب العالمین کے حکم اور عدل کے بارے میں یا ان کے حوالہ سے اس کی حمد سے اپنی سعادت نطق حاصل کی ہے اسی بنا پر اس قول کو کسی قائل کی طرف مسند نہیں کیا گیا بلکہ مطلق رکھا گیا۔ اس میں یہ دلالت پائی جاتی ہے کہ تمام مخلوقات نے اللہ کی حمد کی گواہی دی۔ حضرت قتادہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے الحمد للہ الذی خلق السموات والارض میں خلق کا حمد الہی سے افتتاح و آغاز کیا اور دوسرے قول الہی: وقیل الحمد للہ رب العالمین میں اسی کی حمد پر اس کا اختتام کیا ”مولانا عثمانی“ نے خاتمہ سورت پر تمام اصولی مضامین کا خلاصہ ”یعنی اللہ کی ذات تمام عیوب و نقائص سے پاک اور تمام محاسن و کمالات کی جامع ہے۔ سب خوبیاں اسی کی ذات میں مجتمع ہیں۔۔۔“ مولانا تھانوی نے ترجمہ و تشریح کی کہ ”کہا جاوے گا کہ ساری خوبیاں خدا کو زیبا ہیں جو تمام عالم کا پروردگار ہے (جس نے ایسا عمدہ فیصلہ کیا پھر اس نعرہ تحسین پر دربار برخاست ہو جاوے گا۔“ مولانا دریا بادی کے ہاں اپنے مرشد کے الفاظ و معانی کی بازگشت موجود ہے۔ مولانا مودودی کا مختصر تبصرہ ہے: ”یعنی پوری کائنات اللہ کی حمد پکار اٹھے گی۔“ مولانا اصلاحی کی تفسیر نسبتاً مفصل ہے: ”یعنی اس کامل عدل و رحمت کے

ظہور کے بعد ہر گوشے سے یہ صد ابلند ہوگی کہ شکر کا سزاوار ہے اللہ، عالم کا خداوند! یعنی اہل ایمان بھی یہ صد ابلند کریں گے اور حاملین عرش ملائکہ بھی ان کی ہم نوائی کریں گے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو جو چیز سزاوارِ حمد و شکر بناتی ہے وہ اس کا عدل اور نیک و بد کے درمیان اس کا فرق و امتیاز ہے۔ اگر یہ چیز نہ ہو تو یہ دنیا ایک اندھیر نگری ہے اور ایک اندھیر نگری کے خالق کو کوئی حمد و شکر کا سزاوار نہیں مان سکتا۔۔۔ ”مختلف تفسیری توجیہات اور تشریحی بیانات کے باوجود یہ حقیقت امری اپنی جگہ پر قائم ہے اور اسی کی طرف آیت کریمہ کے اس موقع و محل میں بھی وضاحت موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات سے محمود اور سزاوارِ حمد ہے، وہ اول میں بھی اور آخر میں حمد کا مستحق ہے اور جمیع احوال دنیا و آخرت میں بھی ہے۔ وہ فیصلہ و عدل کرنے سے پہلے اور اس کے بعد بھی لائق ستائش و تعریف ہے۔ اس کو کوئی چیز سزاوارِ حمد و شکر نہیں بناتی۔ کائنات کی تسبیح حمد الہی صفت الہی کی تحسینی اور اعترافی نعت ہے نہ کہ وجہ حمد الہی۔

آیت کریمہ کا آخری موقع و محل سورۃ مومن / غافر نمبر ۶۰ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے پہلے اپنے آپ کو ہر چیز کا خالق کہا ہے اور اپنی تخلیقات میں آسمان و زمین کی بطور چھت اور مقام قرار تخلیق، انسان کی بہترین صورت پر تشکیل اور طیبات کے رزق کی ارزانی کا ذکر کر کے انسان کو اپنی عبادت و اطاعت کی دعوت دی ہے اور خاتمہ حمد پر کیا ہے:

اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ قَرَارًا وَ السَّمَاءَ بِنَاءً وَ صَوَّرَكُمُ فَأَحْسَنَ صُورَكُمْ وَ رَزَقَكُم مِّنَ الطَّيِّبِ ۚ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ ۖ فَتَبَرَّكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝ هُوَ الْحَيُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ (۴۰: ۶۴-۶۵)

اللہ ہے جس نے بنادی تم کو زمین ٹھہراؤ، اور آسمان عمارت، اور تم کو صورت بنائی، پھر اچھی بنائیں صورتیں تمہاری، اور روزی دی تم کو ستھری چیزوں سے۔ وہ اللہ ہے رب تمہارا۔ سو بڑی برکت ہے اللہ کی جو رب ہے سارے جہان کا۔ وہ ہے زندہ رہنے والا، کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا، سو اس کو پکارو نری کر کر (خالص کر کے) اس کی بندگی۔ سب خوبی اللہ کو جو رب ہے سارے جہان کا۔

حافظ ابن کثیر نے اس آیت کی تشریح میں کئی احادیث نبوی اور سنن مطہرہ اور آثار صحابہ بیان کئے ہیں کہ جو شخص لا الہ الا اللہ کہے وہ اس آیت کی متابعت میں الحمد للہ رب العالمین ضرور کہے اور یہ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ضرور کہا کرتے تھے۔ مولانا عثمانی نے مختصر اس سنت و امر کا حوالہ دیا ہے اور مزید کہا ہے کہ ”کمالات اور خویاں سب وجود حیات کے تابع ہیں جو حی علی الاطلاق ہے وہ ہی عبادت کا مستحق اور تمام کمالات اور خویوں کا مالک ہو گا، اسی لئے ہوالحی کے بعد الحمد للہ رب العالمین فرمایا۔۔۔“ مولانا تھانوی نے صرف ترجمہ آیت پر اکتفا کی ہے اور ان کے مسترشد مولانا دریابادی نے بھی یہی کیا ہے۔ مولانا مودودی نے مختصر تشریح یوں کی ہے کہ ”کوئی دوسرا نہیں ہے جس کی حمد و ثنا کے گیت گائے جائیں اور جس کے شکرانے بجالائے جائیں۔“ مولانا اصلاحی نے بھی مختصر تفسیر پر قناعت کی ہے۔ ”اللہ ہی کو پکارو اور پورے اخلاص کے ساتھ اس کی اطاعت کرو۔ اس لئے کہ شکر کا سزا

وار اللہ ہی ہے جو تمام عالم کا رب ہے۔ "آیت کریمہ کی ترکیب و ساخت واضح کرتی ہے کہ اس میں جو صفاتِ الہی مذکور ہوئیں یعنی خالق، رازق، اللہ، رب، حی وہ سب کی سب بھی اسی حقیقت امری کو واضح کرتی ہیں کہ حمد ہر طرح کی اور ساری کی ساری اللہ ہی کے لئے ہے۔ اگر یہ صفاتِ عالیہ نہ بیان کی جاتیں تو بھی حمد اسی کی ذات کے لئے ہی ہے۔ کیونکہ وہ اپنی ذات سے محمود ہے۔ اس لئے محمود سزاوارِ حمد نہیں کہ یہ صفات اس میں پائی جاتی ہیں۔ حمد پر مشتمل آخری آیت کا فقرہ یہی بتاتا ہے۔

آیت کریمہ: **الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ** کے مذکورہ بالا چھ مقاماتِ قرآنی کے تفصیلی مطالعہ سے یہ حقیقت بھی عیاں ہوتی ہے کہ صرف سورۃ فاتحہ میں وہ مکمل آیت ہے مگر دوسری پانچ سورتوں میں سے صرف سورۃ صافات میں مکمل آیت ہے اور باقی چار میں جزو آیت۔ اس کے مختلف مقامات پر موقع محل کی مناسبت سے لائے جانے کی حکمت و معنویت کا اندازہ اس کے تجزیہ سے ہوتا ہے۔ سورۃ فاتحہ میں بغیر کسی پس منظر کے مطلق حمد کو اللہ کے لئے خاص ہونے کا واضح بیان ہے اور ہر طرح کی اور ساری حمد کے مخصوص ہونے کا اعلان ہے۔ سورۃ انعام میں ظالموں کے ظلم کے عقاب و عذاب کے پس منظر میں اور عدل و انصاف کے پیش منظر میں حمدِ الہی کے اللہ رب العالمین کے لئے خاص ہونے کا ذکر کیا گیا ہے جبکہ سورۃ یونس میں اہل جنت کے انعامات و اکراماتِ الہی سے اپنی سرفرازی کے بعد اللہ رب العالمین کی حمد کی ہے۔ یہ حمد تسبیحِ الہی کے ساتھ مقارنت رکھتی ہے اور ہر حمد و ستائش کو اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہونے کو بیان کرتی ہے۔ سورۃ صافات میں حق و باطل کی آویزش میں حق کی فتح اور باطل کی شکست اور حزبِ الہی کی فلاح اور اہل جہنم کی ناکامی کے پس منظر میں مطلق حمد کو صرف اللہ رب العالمین کے لئے مخصوص کیا گیا ہے۔ سورۃ زمر میں حق و باطل والوں کے درمیان آخری فیصلہ کرنے کے بعد اللہ رب العالمین کو سزاوارِ حمد و ثنا قرار دیا گیا ہے۔ اور چھٹی اور آخری آیت میں (سورۃ مومن / غافر میں) اللہ تعالیٰ کی مختلف صفات جیسے خالقیت، رزاقی، حیات، الوہیت، اور ربوبیت کو بیان کرنے کے بعد اللہ رب العالمین کو ہر قسم کی اور تمام حمد کا مستحق واحد قرار دیا گیا ہے۔ ان مختلف مقامات پر ان کے سیاق و سباق میں اللہ رب العالمین کو سزاوارِ حمد و ثنا دکھایا گیا ہے اور یہ ہی ثابت کرتا ہے کہ کوئی پس منظر، کوئی سیاق و سباق، کوئی صفت، کوئی سبب اور کوئی فعل یعنی کوئی بھی چیز حمد و ثنا کو اللہ رب العالمین کے لئے خاص نہیں کرتی، وہ اسے مشروط و محدود نہیں کرتی، اور واضح کرتی ہے جیسا کہ حافظ ابن کثیر نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں بھی، آخرت میں بھی اور ہر زمان و مکان کے تمام احوال میں بھی سزاوارِ حمد ہے۔ وہ ازل سے تابہ حمد ہے، کہ وہ اپنی ذات سے محمود (سزاوارِ حمد و مستحقِ ثنا) ہے۔

(ب) مفادِ یم و معانی حمد:

(۱) حمد کی ترکیبِ صلہ کے ساتھ

لفظ "حمد" قرآن مجید میں کل اڑتیس (۳۸) بار آیا ہے۔ اور اس کے مختلف انداز اور تراکیب ہیں۔ پہلی چھ آیات کا اوپر ان کے پس منظر کے ساتھ ذکر آچکا ہے۔ ایک انداز یہ ہے کہ سورتوں کا آغاز و اختتام، سورۃ فاتحہ کی مانند، حمد

کو اللہ کے لئے خاص کر کے کیا گیا ہے اور ان سب مقلمات پر ”الذی“ کے صلہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی کسی صفت فعل کا ذکر لایا گیا ہے۔ ایسی تین سورتیں ہیں۔ سورۃ انعام نمبر ۱، سورۃ کہف نمبر ۱ اور سورۃ سبا نمبر ۱۔ سورۃ انعام میں اللہ کی حمد کرنے کے بعد اس کی ”صفت خالقیت و ربوبیت“ کا ذکر کیا ہے:

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَ جَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ ۚ ثُمَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ ○ (۱: ۶)

سب تعریف اللہ کو، جس نے بنائے آسمان و زمین، اور ٹھہرایا اندھیرا اور اجالا، پھر یہ منکر اپنے رب کے ساتھ کسی کو برابر کرتے ہیں۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات والاصفات کی حمد اس بنا پر کرتا ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو اپنے بندوں کے لئے وجہ قرار بنا کر پیدا کیا ہے۔ اور ان کے رات دن میں ان کی منفعت کے لئے تاریکیوں اور نور کو تخلیق کیا ظلمات کو جمع اور نور کو واحد لائے کیونکہ موخر الذکر اشرف ہے۔ مولانا عثمانی نے اس طرح تفسیر کی ہے کہ ”وہ ذات پاک جو تمام صفات کمال کی جامع اور ہر قسم کی خویوں کا منبع ہونے کی وجہ سے سب تعریفوں اور ہر طرح کی حمد و ثنا کی بلا شرکت غیرے مستحق ہے جس نے آسمان و زمین یعنی کل علویات و سفلیات کو پیدا کیا۔“ مولانا تھانوی تفسیر کرتے ہیں کہ ”حمد کو اولاً اسم ذات کے متعلق کرنا پھر اس کو صفات خاصہ کے ساتھ موصوف کرنا اشارہ اس طرف ہے کہ حق تعالیٰ کو حمد کا استحقاق دو وجہ سے ہے۔ من حیث الذات بھی۔ من حیث الصفات بھی۔ اور من حیث الذات کے معنی نفی صفات کا نہیں بلکہ معنی یہ ہیں کہ اس وقت صفات کی طرف نظر نہیں۔“ مولانا دریابادی نے اپنے مرشد کی تفسیر مذکورہ بالا نقل کرنے کے علاوہ امام رازی کا نکتہ بھی نقل کیا ہے کہ اللہ کی ذات و صفات کو بندوں پر قیاس نہ کرنا چاہئے اور نہ ہی اس کو حمد کو۔ مولانا اصلاحی نے حمد کی تحقیق کے لیے سورۃ فاتحہ کا حوالہ دے کر دوسری تفسیریں کی ہیں۔ آیت کریمہ کی اپنی شہادت ہے کہ حمد کو صرف اللہ کے لئے ثابت کیا گیا ہے اور اس کی دوسری صفات فعلی کا ذکر بطور تعارف و احسان ہے۔ دوسرے یہ کہ تخلیق آسمان و زمین اور تفریق ظلمات و نور سے قبل بھی وہ اللہ تھا اور اس کام کے بعد بھی ہے اور ہمیشہ رہے گا اس لئے حمد و ثنا اس کی اپنی ذات کے ساتھ لازم ہے۔

سورۃ کہف میں حمد کا ذات الہی کے لئے اثبات کرنے کے بعد اس کی ایک اور صفت فعلی کا ذکر بطور احسان و منت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے انسانوں کی ہدایت کے لئے اپنے بندہ پر اپنی ایسی کتاب اتاری جس میں کوئی کمی نہیں ہے اور جو ہر طرح سے قیم (استوار) ہے:

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجًا ○ قَيِّمًا لِّيُنذِرَ بَأْسًا شَدِيدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا حَسَنًا ○ (۱: ۱۸)

سراپٹے اللہ کو، جس نے اتاری اپنے بندے پر کتاب اور نہ رکھی اس میں کچھ کچی، ٹھیک اتاری، تاؤر سنادے ایک سخت آفت کا اس کی طرف سے۔ اور خوشخبری دے یقین لانے والوں کو، جو کرتے ہیں نیکیاں، کہ ان کو اچھا نیک (اجر) ہے۔ حافظ ابن کثیر نے قرآنی آیات کی روشنی میں اس مقام پر حمد الہی کی تشریح کی ہے اور اس سے قبل بھی کی ہے جس کا یہاں حوالہ دے کر کہا ہے کہ ”اللہ تعالیٰ اپنے نفیس مقدس کی حمد معاملات امور کے فوارج اور خواتم (افتتاح و اختتام) پر کرتا ہے کہ وہ ہر حال میں محمود ہے اور اس کے لئے اولیٰ اور آخرت دونوں میں حمد ہے۔ اس لئے اس نے اپنے رسول کریم محمد صلوات اللہ وسلم علیہ پر اپنی کتاب عزیز نازل کرنے پر اپنی ذات کی حمد کی کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں میں جو اس نے زمین والوں پر کی ہیں وہ سب سے بڑی نعمت ہے کہ اس کے ذریعہ وہ ان کو تاریکیوں سے بحال کر نور کی طرف لے جاتا ہے۔ اس میں کوئی کچی نہیں بلکہ اس کو کتاب مستقیم بنایا ہے اور وہ صراط مستقیم کی ہدایت دیتی ہے۔ وہ ایک واضح روشن دلیل ہے جو کافروں کے لئے نذیر اور مومنین کے لئے بشیر ہے۔ مولانا عثمانی نے لکھا ہے کہ ”اعلیٰ سے اعلیٰ تعریف اور شکر کا مستحق وہ ہی خدا ہو سکتا ہے جس نے اپنے مخصوص و مقرب ترین بندے محمد رسول اللہ صلی اللہ وسلم پر سب سے اعلیٰ و اکمل کتاب اتاری۔“ مولانا تھانوی، ان کے مسترشد مولانا دریابادی اور دوسرے تمام مفسرین نے بھی جو تشریحات کی ہیں ان سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حمد اللہ تعالیٰ کے لئے وہ مخصوص و لازم صفت اور وہ سرمدی حق ہے جو اس کی تمام صفات فعلی کے صدور سے قبل ہی اسے حاصل تھا اور اس کے بعد بھی اسے حاصل ہے۔

اولین سورت کی مانند تیسری سورت جس کا آغاز حمد الہی سے ہوا ہے وہ سورہ سبا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی ملکیت کائنات کے ساتھ ساتھ آغاز و انجام میں حمد کو صرف اسی کی ذات کے لئے مخصوص ہونے کی وضاحت بھی کی گئی ہے:

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْآخِرَةِ ۖ وَهُوَ الْحَكِيمُ
الْخَبِيرُ ○ (۱: ۳۴)

سب خوبی اللہ کی ہے، جس کا ہے جو کچھ آسمان و زمین، اور اسی کی تعریف ہے آخرت میں، اور وہی ہے حکمتوں والا، سب جانتا۔

حافظ ابن کثیر نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ”اللہ تعالیٰ اپنی ذات کریمہ کے بارے میں خبر دیتا ہے کہ دنیا و آخرت میں حمد مطلق اسی کے لئے ہے کیونکہ وہ اہل دنیا و آخرت کا منعم اور فضل کرنے والا ہے اور وہ ان سب کا تمام حالات میں حاکم و مالک ہے۔“ انہوں نے اسی کی تائید میں سورہ قصص نمبر ۷ کی آیت کو بھی نقل کیا ہے۔ اسی بات کو مولانا عثمانی نے یوں بیان کیا ہے کہ ”سب خوبیاں اور تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جو اکیلا بلا شریک غیرے تمام آسمانی و زمینی چیزوں کا مالک و خالق اور نہایت حکمت و خبرداری سے ان کی تدبیر کرتا ہے۔“ مولانا مودودی کی تشریح یہ ہے: ”حمد کا لفظ عربی زبان میں تعریف اور شکر دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے اور یہاں دونوں مراد ہیں۔“ پھر مولانا

موصوف نے دنیا و آخرت میں جو جمال و کمال، حکمت و قدرت اور صناعی و کاریگری اور نعمتیں و برکتیں نظر آتی ہیں ان کی تعریف کا مستحق اسی کو بتایا ہے اس طرح دنیا و آخرت سے سرفرازی پر وہ تعریف کے علاوہ شکر کا مستحق بنتا ہے۔ مولانا اصلاحی نے ”اس سورہ کی بنیاد شکر اور اس کے لوازم و مقتضیات پر“ ہونے کی تفصیل بیان کی ہے اور اس آیت میں حمد کو ”اہل ایمان کا ترانہ حمد“ قرار دیا ہے جو آخرت میں تمام حقائق کے ظہور اور اللہ تعالیٰ کے جملہ وعدوں کے ایفاء کے بعد ان کی زبانوں سے بلند ہو گا۔ ”انہوں نے اپنی تائید میں سورہ یونس نمبر ۱۰ کا حوالہ بھی دیا ہے۔ مولانا دریابادی نے آیت کریمہ کے دوسرے فقرہ کی تشریح میں لکھا ہے کہ ”جس طرح آج سزاوار حمد وہ ذات اپنے تمام مظاہر تکوینی کے لحاظ سے ہے کل بروز کامل اور انکشاف حقائق کے وقت بھی قابل حمد وہی نظر آئے گی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ قابل حمد ہے وہ ذات ابتداء یعنی ازل میں باعتبار تخلیق و ایجاد کے اور آخرت میں باعتبار ربوبیت و عطایائے انعامات کے۔۔۔“ شکر کے معنی مراد لینے میں قباحت یہ ہے کہ اس آیت کو بہ تکلف اہل ایمان کا نعرہ حمد مانتا پڑے گا جبکہ آیت کریمہ کا پورا در و بست اسے قول الہی بتاتا ہے اور جو زبان الہی سے ذات الہی کی حمد ربانی ہے۔ کائنات کی ملکیت اور اس کی حکمت و خبریت اور اخروی حمد کی حقیقت اس کے بتائے بغیر واضح نہیں ہو سکتی۔ لہذا یہ حمد الہی درباب نفس الہی ہے جو اس کو ہر حال میں محمود ثابت کرتی ہے۔

اسی زمرہ میں سورہ فاطر کی اولین آیت آتی ہے جو اگرچہ کسی صلہ کے ساتھ نہیں ہے مگر حمد الہی پر مشتمل ہے۔ اس میں اللہ کی جو دوسری صفات لائی گئی ہیں وہ آسمان و زمین اور فرشتوں کے خالق کی ہیں اور اس کی خالقیت مطلق پر اصل زور ہے:

الْحَمْدُ لِلَّهِ فَاطِرِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ جَاعِلِ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا أُولِي أَجْنَحَةٍ مِّثْنَى وَثُلُثَ وَرُبْعَ ۖ يَزِيدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ (۱:۳۵)

سب خوبی اللہ کو ہے، جس نے بنا کمالے آسمان و زمین، جس نے ٹھہرائے فرشتے پیغام لانے والے، جن کے پر ہیں اور دو دو اور تین تین اور چار چار بڑھاتا ہے پیندائش میں جو چاہے۔ بے شک اللہ ہر چیز کر سکتا ہے۔

عام طور سے مفسرین کرام نے اس سورہ کریمہ کی اولین آیت میں حمد کی تفسیر کو نظر انداز کر کے دوسری تفسیرات پر توجہ مبذول کی ہے۔ مولانا اصلاحی ان معدودے چند مفسرین میں ہیں جنہوں نے یہاں بھی ”الحمد“ کو بمعنی شکر لیا ہے اور اسطور اس کی تفسیر کی ہے ”پچھلی سورہ کا آغاز بھی الحمد للہ ہی سے ہوا ہے۔ اس سے دونوں سورتوں کے مزاج کی مناسبت واضح ہوتی ہے دین کی بنیاد توحید پر ہے اور توحید کی حقیقت اللہ ہی کی شکر گزاری ہے اس لئے کہ آسمانوں اور زمین کو عدم سے وجود میں لانے والا اللہ ہی ہے اور بندوں کو جو ظاہری و باطنی نعمتیں بھی حاصل ہوئی ہیں سب اللہ ہی کا عطیہ ہیں۔“ زیادہ تر مفسرین کرام نے اللہ کے آسمانوں اور زمین کے فاطر ہونے، فرشتوں کے پیغام رساں بنانے، ان کے بازوؤں کی تعداد اور تخلیق عام میں اضافہ فرمانے پر بحث کی ہے۔ فاطر اور خالق کا فرق واضح کرتے

ہوئے بیشتر مفسرین یہ خیال پیش کرتے ہیں کہ فاطر وہ خالق ہے جو اول بار کسی شے کو عدم سے وجود میں لاتا ہے جبکہ خالق کے لئے ایسی کوئی شرط نہیں ہے۔ وہ محض تخلیق کار ہو سکتا ہے۔ مولانا عثمانی فرماتے ہیں کہ ”آسمان و زمین کو ابتداء عدم سے محال کر وجود میں لایا۔ پہلے سے کوئی نمونہ اور تخلیق کا قانون موجود نہ تھا۔“ مولانا دریا بادی تشریح کرتے ہیں کہ ”فاطر وہ ہے جو عدم سے وجود میں، نیستی سے ہستی میں لائے، نہ وہ کہ جو صرف ترتیب و تنظیم از سر نو کر دے۔“ انہوں نے امام راغب اور امام قرطبی کے علاوہ معالم التنزیل بغوی سے بھی اپنی تائید میں فاطر کی تعریفات نقل کی ہیں۔ آیت کریمہ کا اندرونی درو بست اور سورت میں اس کا مقام و مرتبہ واضح کرتا ہے کہ یہ قول الہی ہے جو ذات الہی کی حمد کی حقیقت اجاگر کر رہا ہے۔ قول بشر یا مقولہ مخلوق نہیں کہ وہ شکر و شکر گزاری بیان کرے۔

(۲) خالص حمد الہی بزبان الہی

الحمد للہ کی ترکیب و فقرہ قرآن مجید میں بارہ (۱۲) مقلات پر مزید آیا ہے۔ ان میں سے دو مقلات سورہ نحل ۵، اور سورہ زمر ۲۹، میں وہ مقولہ الہی ہے، پانچ مقلات پر اہل ایمان کے مقولہ کے بطور اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا ہے۔ سورہ اعراف نمبر ۴۳، سورہ ابراہیم نمبر ۳۹، سورہ نمل نمبر ۱۰، سورہ فاطر نمبر ۲۲ اور سورہ زمر نمبر ۴ میں۔ اور بقیہ پانچ مقلات پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کی وساطت سے تمام اہل ایمان کو حمد الہی کرنے کا حکم دیا ہے۔ سورہ اسراء نمبر ۱۱۱، سورہ مومنون نمبر ۲۸، سورہ نمل نمبر ۵۹ اور نمبر ۹۳ اور سورہ عنکبوت نمبر ۵۳ میں۔

سورہ نمل نمبر ۵، اور سورہ زمر ۲۹ میں جہاں یہ کلمہ طیبہ بطور مقولہ الہی نقل ہوا ہے دل چسپ بات یہ ہے کہ دونوں جگہ ایک جیسے پس منظر میں آیا ہے۔ دراصل وہ افضل و غیر افضل کے موازنے کے مواقع پر آیا ہے۔ سورہ نمل میں فرمان الہی ہے:-

ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا عَبْدًا مَمْلُوكًا لَا يَقْدِرُ عَلَى شَيْءٍ وَمَنْ رَزَقْنَاهُ مِنْ رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَجَهْرًا ۖ هَلْ يَسْتَوُونَ ۚ الْحَمْدُ لِلَّهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ (۱۶: ۷۵)

اللہ نے بتائی ایک کہاوت، ایک بندہ پر ایسا مال، نہیں مقدور رکھتا کسی چیز پر، اور ایک جس کو ہم نے روزی دی اپنی طرف سے خاصی روزی، سو وہ خرچ کرتا ہے اس میں بے چھے اور کھلے، کہیں برابر ہوتے ہیں، سب تعریف اللہ کو ہے، پر وہ بہت لوگ نہیں مانتے۔

سورہ زمر نمبر ۲۹ میں فرمان الہی ہے:

ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا رَجُلًا فِيهِ شُرَكَاءُ مُتَشَكِّسُونَ وَ رَجُلًا سَلَمًا لِرَجُلٍ ۚ هَلْ يَسْتَوِينَ مَثَلًا ۚ الْحَمْدُ لِلَّهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ (۳۹: ۲۹)

اللہ نے بتائی ایک کہاوت، ایک مرد ہے کہ اس میں کئی شریک ضدی، اور ایک مرد ہے پورا ایک شخص کا، کوئی برابری ہوتی ہے ان کی کہاوت، سب خوبی اللہ کو ہے، پر وہ بہت لوگ سمجھ نہیں رکھتے،

ان دونوں آیاتِ کریمہ میں افضل و غیر افضل کا جو عام طور سے مفسرین کے ہاں بالترتیب مومن و کافر سے عبارت ہیں موازنہ و مقابلہ کرنے کے بعد یہ سوال اٹھایا گیا ہے کہ کیا یہ دونوں برابر ہیں؟ ظاہر ہے کہ وہ برابر نہیں اور اول الذکر کو ہر حال میں فضیلت حاصل ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی حمد بیان کی کہ اُس نے مومن و موحد کافرق و امتیاز کافر و مشرک سے قائم کیا اور پھر ان کی مثال بیان کر کے دونوں راستوں کی وضاحت فرمادی۔ بعض مفسرین نے یہاں اہل ایمان کے حمد و شکر کرنے کے معنی لئے ہیں۔ حافظ ابن حجر نے سورہ نحل میں اللہ کو تعریفوں یعنی حمد کے لائق مانا ہے اور کہا ہے کہ اکثر مشرک بے علمی پر تلے ہوئے ہیں۔ جبکہ سورہ زمر میں ”اس ظاہر باہر روشن اور صاف مثال کے بیان پر بھی رب العالمین کی حمد و ثناء بیان کرنے“ کی بات کہی ہے کہ اس سے حقیقت بالکل عیاں ہو گئی۔ مولانا اصلاحی الحمد للہ کے تحت لکھتے ہیں کہ ”اگر صحیح طور پر سوچیں تو ان پر یہ حقیقت واضح ہوگی کہ شکر کا سزاوار اللہ ہے لیکن ان میں سے اکثر اس بد-بہی حقیقت سے واقف نہیں۔“ سورہ زمر میں بھی مولانا اصلاحی نے سزاوارِ شکر کے معنی لئے ہیں اور بندوں کو اس کا شکر ادا کرنے اور اطاعت و بندگی کرنے کا امر الہیٰ مراد لیا ہے۔ دونوں آیاتِ کریمہ کے در و بست اور پورے سیاق و سباق میں اللہ کے سزاوارِ حمد ہونے کا مفہوم ہی زیادہ صحیح و مناسب معلوم ہوتا ہے۔

(۳) حمدِ الہیٰ بزبانِ اہلِ ایمان و جنت

جن پانچ آیاتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے الحمد للہ کو بطور مقولہ اہلِ ایمان نقل فرمایا ہے وہ بالترتیب حسب ذیل ہیں:

وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِّنْ غَلٍ ۖ فَجَرَوْا مِنَ النَّجْمِ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا ۖ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنَّ هَدَانَا اللَّهُ ۚ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلٌ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۖ وَنُودُوا أَن تَبْلُغُوا الْجَنَّةَ ۚ أُوْرِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ○ (الاعراف ۴۳)

اور محال لی ہم نے، جو ان کے دل میں تھی خفگی، بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں، اور کہتے ہیں: شکر اللہ کو، جس نے ہم کو یہاں راہ دی، اور ہم نہ تھے راہ پانے والے، اگر نہ راہ دیتا ہم کو اللہ۔ بیشک لائے تھے رسول، ہمارے رب کی تحقیق بات، اور آواز ہوئی کہ یہ جنت ہے، وارث ہوئے تم اس کے، بدلا اپنے کاموں کا۔“

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَهَبَ لِي عَلَى الْكِبَرِ إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ ۖ إِنَّ رَبِّي لَسَمِيعُ الدُّعَاءِ □ (ابراہیم ۳۹)

شکر ہے اللہ کو، جس نے بخشا مجھ کو بڑی عمر میں اسماعیل اور اسحاق۔ بے شک میرا رب سنتا ہے پکار۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ عِلْمًا ۖ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي فَضَّلَنَا عَلَى كَثِيرٍ مِّنْ عِبَادِهِ

الْمُؤْمِنِينَ ○ (النمل ۱۵)

اور ہم نے دیا داؤد اور سلیمان کو ایک علم۔ اور بولے (وہ دونوں) شکر اللہ کا، جس نے ہم کو بڑھایا اپنے بہت بندوں ایمان والوں پر۔

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزْنَ ۖ إِنَّ رَبَّنَا لَغَفُورٌ شَكُورٌ ۝ (فاطر ۳۴)

اور کہیں گے شکر اللہ کا، جس نے دور کیا ہم سے غم، بے شک ہمارا رب بخشتا ہے قبول کرتا۔
وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقْنَا وَعَدَهُ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ ۖ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَمِلِينَ ۝ (الزمر ۷۴)

اور وہ بولے شکر اللہ کا۔ جس نے سچ کیا ہم سے اپنا وعدہ، اور وارث کیا ہم کو اس زمین کا گھر، پکڑ لیں بہشت میں جہاں چاہیں۔ سو کیا خوب نیک [اجر] ہے محنت کرنے والوں کا!

ان میں سے دوسری آیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قول کو نقل کرتی ہے جبکہ تیسری میں حضرات داؤد و سلیمان علیہما السلام کی بیان کردہ حمد و ثنائے الہی کا ذکر ہے۔ باقی تین آیات اہل جنت کے مقولے ہیں جو جنت میں انعامات الہی سے سرفرازی کے بعد کہیں گے۔ شاہ عبد القادر دہلوی نے اپنے ترجمہ میں ان پانچوں آیات میں حمد کا ترجمہ شکر کر کے اپنا موقف واضح کر دیا ہے۔ شیخ الہند اور مولانا عثمانی، مولانا تھانوی، مولانا دریابادی، اور مولانا اصلاحی غرضیکہ بیشتر مفسرین نے الحمد کا ترجمہ بھی بیشتر جگہ شکر سے کیا ہے اور تفسیر بھی۔ البتہ کہیں کہیں ترجمہ میں حمد اور تعریف کے الفاظ استعمال کئے ہیں اور ایک آدھ جگہ حمد سے تعریف بھی کی ہے جیسے مولانا دریابادی سورۃ اعراف کی آیت کریمہ کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ ”عبدیت تو اہل جنت کے رگ و ریشہ میں رچی ہوگی، وہاں پہنچ کر بھی زبان تمام ترجمہ الہی اور اپنی عبدیت ہی کے اقرار پر کھلے گی“ مولانا مودودی نے اس مقام پر ”حمد و ثنا اور شکر و احسان مندی میں رطب اللسان“ ہونے کا ذکر کیا ہے۔ حافظ ابن کثیر نے پہلی دو آیات کے بارے میں تو الحمد کی واضح تفسیر نہیں کی ہے لیکن سورۃ نمل میں حضرات داؤد و سلیمان کے کلمہ حمد و مقولہ ثنائے الہی کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس سے ان کا رجحان حمد کی طرف واضح ہوتا ہے۔ چنانچہ ان کے مطابق حضرت عمر بن عبد العزیز نے لکھا تھا کہ اللہ تعالیٰ جب بندہ پر کوئی انعام و نعمت کرتا ہے اور وہ اس پر اللہ کی حمد کرتا ہے تو اس کی حمد اس کی نعمت سے افضل ہو جاتی ہے جیسا کہ کلام الہی میں آیا ہے۔ اگرچہ یہاں ان تمام آیات کریمہ میں الحمد کا مفہوم شکر بالکل صحیح ہے تاہم حمد الہی میں جو بات، جو معنویت اور جو وسعت و گیرائی ہے وہ شکر میں نہیں۔ ظاہر ہے کہ لفظ شکر اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر اپنے کلام پاک میں استعمال کیا ہے۔ مگر ان مقامات پر اس نے ”الحمد“ کو ترجیح دی اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ حمد الہی میں شکر و احسان مندی کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی ذات حمیدہ و ستودہ کی عمیم و وسیع حمد شامل ہے جو کسی دوسرے منعم کے لئے نہیں ہو سکتی۔

(۴) اہل ایمان کو حمد الہی کا حکم ربانی

وہ پانچ آیات کریمہ جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنی حمد کہنے کا حکم دیا ہے بالترتیب یہ ہیں:

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ وَلِيٌّ مِّنَ الدُّلِّ وَكَثِيرُهُ
تَكْبِيرًا ○ (الاسراء ۱۱۱)

اور کہہ سراہے اللہ کو، جس نے نہیں رکھی اولاد، نہ کوئی اس کا ساتھی سلطنت میں، نہ کوئی اس کا مددگار ذلت کے وقت پر، اور اس کی بڑائی کر بڑا جان کر۔

فَإِذَا اسْتَوَيْتَ أَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلِكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي نَجَّيْنَا مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ○
(المومنون ۲۸)

پھر جب چڑھ چکے تو، اور جو تیرے ساتھ ہے، کشتی پر۔ تو کہہ: شکر اللہ کا، جس نے چھڑایا ہم کو، گنہگار لوگوں سے۔

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ ۚ ؕ اَللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ (النمل ۵۹)

تو کہہ، تعریف ہے اللہ کو، اور سلام ہے اس کے بندوں پر جن کو اس نے پسند کیا، بھلا اللہ بہتر یا جن کو وہ شریک کرتے ہیں؟

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سِيرَتُكُمْ اَيْتِه فَتَعْرِفُونَهَا ۚ وَ مَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ○ (النمل ۹۳)

اور کہہ، تعریف ہے سب اللہ کو، آگے دکھا دے گا تم کو اپنے نمونے تو ان کو پہچان لو گے۔ اور تیرا رب بے خبر نہیں ان کاموں سے جو کرتے ہو۔

وَلَبِئْسَ سَأَلَتْهُمْ مِّنْ نَّزَلٍ مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً فَآخِيَابِهِ الْاَرْضُ مِنْ ۙ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُولُنَّ اَللّٰهُ ۚ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ
بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ○ (العنكبوت ۶۳)

اور جو تو پوچھے ان سے کس نے اتارا آسمان سے پانی؟ پھر جلادیا اس سے زمین کو، اس کے مرے پیچھے؟ تو کہیں گے، اللہ نے تو کہہ، سب خوبی اللہ کو ہے، پر بہت لوگ نہیں بوجھتے۔

ان پانچوں میں سے صرف دوسری آیت کریمہ میں حضرت نوح علیہ السلام کو طوفان آنے کے بعد کشتی پر سوار ہونے اور ظالموں سے نجات پانے پر اللہ کی حمد کہنے کا حکم الہی ہے باقی چار آیات کریمہ میں خطاب رسول اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ شاہ عبد القادر علیہ الرحمہ نے صرف دوسری آیت میں ہی اس کو شکر کے معنی میں لیا ہے اور باقی آیات میں اگرچہ ان کا ترجمہ سراہنے، تعریف اور خوبی سے کیا ہے تاہم ان سب سے ان کی مراد حمد الہی ہی ہے۔ شیخ الہند اور مولانا عثمانی نے شاہ صاحب کی پیروی کی ہے۔ سورہ اسراء میں مولانا عثمانی فرماتے ہیں کہ ”یعنی

ساری خوییاں اور تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو اپنی ہر صفت و کمال میں بیکانہ ہے۔ ”انہوں نے اگرچہ دوسرے حاشیہ میں تعریف کے ساتھ شکر کا لفظ بھی استعمال کر کے دونوں کو جمع کر دیا ہے تاہم ان کے ہاں حمد کا رجحان زیادہ غالب ہے۔ چنانچہ سورہ نمل کی دونوں آیات میں وہ تعریف و حمد پر زیادہ زور دیتے ہیں۔ اگرچہ بعض دوسرے مفسرین کے حوالہ سے وہ حمد و ثنا اور شکر کو جمع بھی کرتے ہیں۔ مولانا تھانوی نے آیت کریمہ کا ترجمہ یوں کیا ہے: اور کہہ دیجئے کہ تمام خوییاں اسی اللہ کے لئے ہیں۔۔۔ فائدہ میں اس کی مزید تشریح کی ہے کہ ”تمام خوییاں اسی اللہ (پاک) کے لئے (خاص) ہیں۔۔۔“ اور لطیفہ دوم یہ لکھا ہے کہ ”سورت کو تسبیح سے شروع کیا اور تحمید و تکبیر پر ختم کیا پس

سبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر کے معانی پر فاتحہ اور خاتمہ ہوا۔“ ان کے ہاں بھی حمد ہی پر زور ہے۔ ان کے مسترشد مولانا دریا بادی نے سورہ اسراء میں لکھا ہے کہ ”اسی کی ذات و صفات کی تبلیغ کرتے رہئے۔“ سورہ مومنوں میں ترجمہ ”ساری حمد“ کر کے تشریح کی ہے انبیاء و مومنین کو ایک ایک ادب کی تعلیم اللہ کی طرف سے ہوتی رہتی ہے اور ہر نعمت کو اسی کی جانب منسوب کرنا سکھایا جاتا ہے۔“ سورہ نمل نمبر ۵۹ میں لکھا ہے کہ ”خیال رہے کہ حمد الہی زبان پر لانے کا یہ حکم عین ہلاکت کفار کے موقع پر مل رہا ہے جیسا کہ صاحب روح المعانی نے فوجہ دلائی ہے۔“ اسی سورہ کی آخری آیت میں ”ساری تعریف“ ترجمہ کر کے تشریح دوسرے امور کی ہے۔ اور اسی طرح سورہ عنکبوت میں الحمد للہ ہی قائم رکھی ہے۔ مولانا مودودی نے اکثر جگہ اس سے مراد حمد و تعریف ہی لی ہے صرف حضرت نوح کے بارے میں اس کو کلمہ شکر قرار دیا ہے اور سورہ عنکبوت میں دونوں معنی حمد و شکر مراد لئے ہیں۔ مولانا اصلاحی نے ہر جگہ شکر کو ترجیح دی ہے۔ حافظ ابن کثیر نے اکثر جگہ حمد و ثنا ہی کو مراد لیا ہے۔ سورہ اسراء میں فرماتے ہیں کہ جب اللہ نے اپنے نفس کریمہ کے لئے اسماء حسنی ثابت کر دیے تو اپنے نفس کو نقائص سے منزہ کر دیا۔ اور آخر میں سورہ اخلاص نقل کر دی ہے۔ حافظ موصوف نے دوسرے مقلدات پر بھی حمد و تعریف ہی کے معانی مراد لئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان تمام مقامات پر حمد کا استعمال کر کے واضح کر دیا ہے کہ یہاں حمد و ثنا ہی مراد ہو سکتی ہے کیونکہ اس میں جو وسعت و معنویت ہے اور جو کہرائی و گیرائی ہے وہ شکر میں نہیں۔ منعم کی اگر حمد کی جائے تو اس میں شکر از خود شامل ہو جاتا ہے۔ پھر شکر میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے محمود ہونے کا کوئی اشارہ نہیں ملتا جبکہ اصل بات تو حمد الہی کی ہے۔ پھر شکر تو صرف بندوں کی طرف سے ہو سکتا ہے اور حمد دونوں کی جانب سے۔

(۵) حمد کی تقدیم

تمام مفسرین کرام اور علماء محققین کا متفقہ فیصلہ و عقیدہ ہے کہ قرآن مجید میں ہر لفظ و ترکیب اور فقرہ و جملہ اپنے موقع و محل اور معنی و مفہوم کے اعتبار سے موزوں ترین معنی آگئیں اور مقصود آفرین ہے بایں طور کہ اس کی ساخت و ترتیب اور موقع و محل میں کوئی تبدیلی نہیں کی جاسکتی اور اگر کسی حرف و لفظ کو بدل دیا جائے یا صرف اس کی

جگہ تبدیل کر دی جائے تو معنی و مفہوم میں فرق پڑ جائے گا اور اعجازِ قرآنِ کریم متاثر ہو جائے گا۔ اگر مفسرین و محققین کا یہ فیصلہ و عقیدہ نہ بھی ہوتا تو عقلِ سلیم ذوقِ سخن اور مذاقِ وحی الہی یہ تقاضا کرتا کہ کلامِ الہی کلہر لفظ و فقرہ، ہر جملہ و ترکیب اور ہر آیت و عبارت اپنی جگہ انگشتی میں نگیں کی طرح نصب ہے اور اپنی اسی ہیئت و ساخت اور اسی ترکیب و ترتیب میں بہترین و دلنشین ترین اسلوب میں مقصود الہی اجاگر کرتی ہے اور ہر کی تمام آیاتِ کریمہ اور امثالِ قرآنیہ میں حمدِ الہی کی حقیقت کو عیاں کرنے والا فقرہ ”الحمد لله“ آیا ہے جس میں حمد کو اللہ پر ایک خاص مقصد سے مقدم رکھا گیا ہے۔ اور یہ مقصد یہ ہے کہ حمد کی ہر نوع اور ہر جنس اور ہر قسم کو اور تمام مخلد اور جمیع ثناؤں کو اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص اور محصور کر دیا جائے۔ اصطلاح میں اس کا الف لام استغراق اور جنس کے لئے ہے جس کا اظہار اللہ کے نام نامی کے ساتھ متصل حرف لام سے بھی ہوتا ہے۔ ورنہ حقیقتاً اللہ سے تو کوئی شے حتیٰ کہ اس کی حمد بھی مقدم نہیں۔ امام راغب اصفہانی، امام زمخشری، امام ابن کثیر اور بہت سے دوسرے علما و مفسرین نے اس موضوع پر کلام کیا ہے۔ اور سورۃ فاتحہ کی تفسیر کے گذشتہ جائزے میں ان کا ذکر آچکا ہے۔ ان کی بحثوں اور اوپر بیان کردہ ”الحمد لله“ پر مبنی آیات کی تشریحوں سے یہ بات واضح تر ہوتی ہے کہ ان تمام مقلدات پر اللہ تعالیٰ نے کلام کے سیاق و سباق اور موقعہ و محل کی مناسبت کے تقاضے میں ہر جگہ حمد کو اپنے نام نامی پر مقدم رکھا کہ یہ ثابت کرنا تھا کہ جو کچھ ہوا سو ہوا مگر حمد تو اللہ ہی کو زیب دیتی ہے کہ وہی تنہا سزاوارِ حمد ہے اور اس کے سوا اور کوئی نہیں۔

(۶) حمد کی تاخیر

لیکن قرآن مجید میں ایک جگہ ایسی بھی ہے جہاں یہ ترتیب و ترکیب بدل دی گئی ہے اور اللہ کو حمد پر مقدم کر دیا گیا ہے اور وہ مقام ہے سورۃ جاثیہ نمبر ۳۶۔ کلامِ الہی کا سیاق و سباق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان و عملِ صالح والوں کو اپنی رحمت میں داخل کر لے گا جو بڑی ظاہر کامیابی ہے لیکن جن لوگوں نے اس کا انکار کیا تھا ان سے فرمائے گا کیا تم کو میری آیات نہیں سنائی جاتی تھیں؟ لیکن تم تو کبر و غرور میں مبتلا اور جرم کے مرتکب لوگ تھے۔ تم کو جب قیامت کی یاد دہانی کرائی جاتی تھی تو تم کہتے تھے کہ ہم قیامت نہیں جانتے کیا ہے؟ وہ تو محض ایک وہم و گمان ہے جس پر ہمیں یقین نہیں آتا لیکن پھر جب وہ آئے گی تو ان کے برے اعمال ان کو گھیر لیں گے اور وہ اپنے مذاق و تمسخر کا نشانہ خود بنیں گے۔ آگے فرمانِ الہی اپنے اصلی الفاظ میں ملاحظہ ہو:

وَقَبْلَ الْيَوْمِ نَسُكُكُمْ كَمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا وَمَأْوُكُمُ النَّارُ وَمَالُكُمْ مِنْ نَصْرِينَ ۝ ذَلِكُمْ بِأَنكُمُ اخْتَذْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ هُزُؤًا وَغَرَّتْكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا فَالْيَوْمَ لَا يَخْرُجُونَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ۝ فَلِلَّهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمُوتِ وَرَبِّ الْأَرْضِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ (الجاثیہ ۳۴-۳۶)

اور حکم ہوا، کہ آج ہم تم کو بھلائیں گے، جیسے تم نے بھلا دیا اپنے اس دن کا ملنا۔ اور گھر تمہارا دوزخ ہے۔ اور کوئی نہیں

تمہارے مددگار۔ یہ تم پر اس واسطے کہ تم نے پکڑا اللہ کی باتوں کو ٹھٹھا (سمجھ کر) اور بہکے دنیا کے جینے پر۔ سو آج نہ ان کو محالنا ہے وہاں سے، اور نہ ان سے چاہیں توبہ۔ سو اللہ کو ہے سب خوبی، جو رب ہے آسمانوں کا اور رب ہے زمین کا، رب سارے جہان کا۔

ہمارے بیشتر متداول مفسرین نے اللہ کی حمد پر تقدیم کی حکمت پر کم از کم سورہ جاثیہ میں کسی نے بھی نہیں لکھا ہے۔ یہاں کلام کے سیاق و سباق کا یہی تقاضا ہے کہ اللہ کو حمد پر مقدم رکھا جائے۔ اگر حمد کو اللہ پر مقدم رکھا جاتا تو وہ زور و حصر اور اللہ کی ذات کے لئے اور صرف اس کے لئے حمد کے خاص ہونے کا مفہوم نہ پیدا ہوتا۔ اور اسی بنا پر اگلی اور سورت کی آخری آیت میں بھی یہی انداز اختیار کیا گیا ہے:

وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

(اور اسی کو بڑائی ہے آسمانوں میں اور زمین میں۔ اور وہی ہے زبردست حکمت والا)۔ ان دونوں آیات کریمہ میں حمد پر اللہ کی تقدیم اس امر کو واضح اور راسخ کرنے کے لئے ضروری تھی کہ اللہ تعالیٰ ہی حمد و کبریائی کا سزاوار اصلی ہے۔

اللہ کے لئے لائی جانے والی ضمیرہ کو حمد پر مقدم کر کے صرف اور صرف اللہ کے لئے حمد کا حصر پیدا کرنے کے لئے تین اور مقامات پر یہی انداز بیان اختیار کیا گیا ہے۔ اور وہ ہیں سورہ قصص نمبر ۷۰، سورہ روم نمبر ۱۸ اور سورہ سبا نمبر ۱ بالترتیب یہ آیات کریمہ یہ ہیں:

وَهُوَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۖ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُولَىٰ وَالْآخِرَةِ ۖ وَلَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ○ (قصص ۷۰)
اور وہی اللہ ہے! کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا۔ اسی کی تعریف ہے پہلے میں اور پچھلے میں، اور اسی کے ہاتھ حکم ہے، اور اسی پاس پھیرے جاؤ گے۔

فُسَبِّحْنَ اللَّهَ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ ○ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَغَشِيًا وَحِينَ تَنْظُرُونَ ○ (روم ۱۷-۱۸)

سو پاک اللہ کی یاد ہے۔ جب شام کرو اور صبح کرو۔ اور اسی کی خوبی ہے آسمان و زمین میں۔ اور پچھلے وقت اور جب (تم) دوپہر ہو (کرو)۔

وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْآخِرَةِ ۖ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ○ (سبا ۱)

اور اسی کی تعریف ہے آخرت میں اور وہی ہے حکمتوں والا سب جانتا۔

ان تینوں آیات کریمہ میں اول تو حمد کو اللہ تعالیٰ کے لئے خاص کر کے حصر کے معانی پیدا کئے کہ اور کوئی حمد کا مستحق نہیں پھر زمان و مکان اور ان کے سارے احوال و اوقات کا بھی احاطہ کر لیا۔ پہلی آیت میں اللہ کے قطعی وجود اور غیر اللہ کی حتمی نفی کر کے اس دنیا میں اور آخرت میں دونوں جگہ اسی کو سزاوار حمد و مستحق ثنا قرار دیا۔ اور اسی کے

حکم و فیصلہ کو قطعی و آخری اور اسی کی طرف واپسی کو لازمی اور منطقی بتایا۔ دوسری آیت کریمہ میں زمان و مکان کے تمام احوال گمیر لئے کہ خواہ صبح ہو یا شام، آسمان ہو یا زمین، رات ہو یا دوپہر یعنی رات دن کے ابتدائی اوقات ہوں یا درمیان کے ہر جگہ اور ہر آن اللہ کی حمد کا نغمہ گونج رہا ہے۔ اگرچہ دنیا میں دوسروں کی تعریف و ثنا ہوتی رہتی ہے مگر وہ عارضی اور فانی ہے۔ اصل حمد تو اللہ تعالیٰ ہی کی ہے اور اس کو سزاوار ہے اور آخری آیت میں جیسا کہ پہلے الحمد للہ کے ضمن میں دیکھ چکے ہیں کہ آسمان و زمین جو دنیا نے فانی کے مقامات و مکان میں حمد الہی سے معمور ہیں اور پھر آخرت میں حمد کی حصر کر دی کہ اس میں اللہ کے علاوہ کسی کی حمد کی گنجائش ہی نہ ہوگی۔ اس دن ساری کی ساری حمد اسی ذات کے لئے مخصوص ہوگی۔ اسی فرق کو واضح کرنے کے لئے اس آیت میں دو انداز اختیار کئے ہیں۔

ایک اور آیت کریمہ میں یہی اسلوب حصر اختیار کیا گیا ہے مگر اس میں حمد کے ساتھ ملک کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ سورہ تغابن نمبر ۱ میں فرمان الہی ہے:

يُسَبِّحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ (۶۴: ۱)
پاکي بولتا ہے اللہ کی، جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں، اسی کا راج ہے، اور اسی کی تعریف ہے۔ اور وہ ہر چیز کر سکتا ہے۔

حافظ ابن کثیر کے بقول یہ سورت مسبحات (اللہ کی تسبیح سے شروع ہونے والی سورتوں) میں آخری ہے۔ آسمان و زمین کی کل خلقت اپنے مالک و خالق کی تقدیس و تسبیح کرتی ہے کہ اسی کا ملک و راج اور اسی کی فرمانروائی و پادشاہی ہے اور صرف اسی کی حمد ہے۔ یعنی صرف اللہ تعالیٰ ہی تمام کائنات میں سزاوار حمد ہے۔ مولانا عثمانی لکھتے ہیں کہ ”جس کسی کا راج دنیا میں دکھائی دیتا ہے وہ اسی کا دیا ہوا ہے اور جس کسی کی تعریف کی جاتی ہے وہ حقیقت میں اسی کی تعریف ہے۔“ مولانا دریابادی کے نزدیک ”محمودیت کا مرکز صرف وہی ذات پاک ہے۔“ مولانا مودودی نے آغاز سورہ کے کئی الفاظ و کلمات کی مفصل تشریحات کر کے حمد کے بارے میں لکھا ہے کہ ”وہی اکیلا تعریف کا مستحق ہے، دوسری جس ہستی میں بھی کوئی قابل تعریف خوبی پائی جاتی ہے وہ اسی کی عطا کی ہوئی ہے۔ اور اگر حمد کو شکر کے معنی میں لیا جائے تو شکر کا بھی اصل مستحق وہی ہے، کیونکہ ساری نعمتیں اسی کی پیدا کی ہوئی ہیں، اور ساری مخلوقات کا حقیقی محسن اس کے سوا کوئی نہیں ہے۔“ مولانا اصلاحی نے شکر کے معنی میں کہا ہے مسبحات کی آخری سورت اتفاق سے ”الحمد“ والی ترکیب الہی کی بھی آخری سورت ہمارے اس جائزے میں بن گئی ہے۔ آیت کریمہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں زور و تاکید کے لحاظ سے اور اصل حقیقت کے اعتبار سے بھی اللہ کو ہر چیز پر مقدم رکھا گیا ہے۔ چنانچہ آسمان و زمین کی ملکیت ہو یا ملک و بادشاہی عام، یا حمد ہو یا ہر شے پر اسکی قدرت اللہ کو یا اسکی ضمیر کو مقدم رکھا گیا ہے اور یہ انداز حصر و تحقیق کے لئے زیادہ موزوں ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے سوا اور کوئی ان میں کسی شے کا مالک ہے اور نہ تسبیح و تحمید کا مستحق۔

(۷) حمد اضافت کے ساتھ

گذشتہ تمام آیاتِ کریمہ میں حمد کو حرف تعریف: ”ال“ کے ساتھ معرفہ بنا کر مطلق لایا گیا جس میں استغراق کے معنی ہیں۔ قرآن مجید کی متعدد آیات ایسی ہیں جن میں حمد کی اضافت کی گئی ہے۔ اکثر جگہ یہ اضافت ”رب“ کی طرف ہے اور کچھ مقلات پر وہ واحد یا جمع ضمیر غائب یا حاضر کی طرف مضاف ہے۔ ان اضافتوں والی آیات میں بھی مقام و محل کے اعتبار سے مختلف انداز اختیار کئے گئے ہیں۔ کہیں ”بحمد ربک“ ہے، تو کہیں ”حمد ربہم“ ہے۔ کہیں ”بحمدک“ ہے تو کہیں ”بحمدہ“ ہے۔ اور ایک اہم حقیقت یہ ہے کہ اس سے قبل جو فعل (اکثر جگہ امر) لایا گیا ہے وہ تسبیح سے مشتق ہے بقول حافظ ابن کثیر تمام مقلات پر تسبیح و تحمید کو مقرون کر کے دو آتشہ کرایا گیا ہے۔ اس قسم کی آیات کو ہم چار زمروں میں منقسم کر سکتے ہیں۔ اول زمرہ میں وہ آیات ہیں جن میں ”بحمدہ“ کی ترکیب آئی ہے اور وہ چار آیات ہیں: سورہ رعد نمبر ۱۳، سورہ اسراء نمبر ۴۴ اور نمبر ۵۲ اور سورہ فرقان نمبر ۵۸۔ اتنی ہی تعداد میں دوسرے زمرہ میں ”بحمد ربہم“ کی ترکیب آئی ہے: سورہ سجدہ نمبر ۱۰، سورہ زمر نمبر ۷۵، سورہ غافر نمبر ۷ اور سورہ شوریٰ نمبر ۵ صرف ایک آیت میں ”بحمدک“ کی ترکیب آئی ہے جو سورہ بقرہ نمبر ۳۰ ہے اور یہ تیسرا زمرہ ہے۔ اور چوتھے زمرہ میں ”بحمد ربک“ آئی ہے جو چھ آیات میں ہے: سورہ حجر نمبر ۹۸، سورہ طہ نمبر ۱۳، سورہ غافر نمبر ۵۵، سورہ ق نمبر ۳۹، سورہ طور نمبر ۴۸ اور سورہ نصر نمبر ۲۔

(الف) زمرہ اول: بِحَمْدِهِ

اول زمرہ کی آیاتِ کریمہ بالترتیب یہ ہیں،

وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ ؕ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُونَ فِي اللّٰهِ ؕ وَهُوَ شَدِيدُ الْمِحَالِ ۝ (۱۳: ۱۳)

اور پڑھتی ہے گرج خویاں اس کی، اور سب فرشتے اس کے ڈر سے اور بھیجتا ہے کڑا کے، پھر ڈالتا ہے جس پر چاہے، اور یہ لوگ جھگڑتے ہیں اللہ کی بات میں۔ اور اس کی آن سخت ہے۔

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَ مَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلٰكِنْ لَا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ۝ (۱۷: ۴۴)

اس کی ستھرائی بولتے ہیں آسمان ساتوں، اور زمین، اور جو کوئی ان میں ہے۔ اور کوئی چیز نہیں جو نہیں پڑھتی خویاں اس کی، لیکن تم نہیں سمجھتے ان کا پڑھنا۔ بے شک وہ ہے تحمل والا بخشتا۔

يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهِ وَتَظُنُّوْنَ اَنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ (۱۷: ۵۲)

جس دن تم کو پکارے گا، پھر چلے آؤ گے سراہتے اس کو اور انکو گے (گمان کرو گے) کہ دیر نہیں لگی تم کو مگر تھوڑی۔ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوْتُ وَتَسْبِّحْ بِحَمْدِهِ ؕ وَكَفٰى بِهِ بَذْنُوْبٍ عِبَادِهِ خَبِيْرًا ۝ (۲۵: ۵۹)

اور بھروسہ کر اس جیتے پر جو نہیں مرتا، اور یاد کر اس کی خوبیاں۔ اور وہ بس ہے اپنے بندوں کے گناہوں سے خبردار۔

آیت بالا کا معنوی تجزیہ کرنے سے یہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ بجلی کی کڑک اللہ کی حمد کی تسبیح پڑھتی ہے اور فرشتے خوفِ خدا سے تسبیح و تحمید کرتے ہیں۔ مولانا مودودی نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ”بادلوں کی گرج یہ ظاہر کرتی ہے کہ جس خدا نے یہ ہوائیں چلائیں۔ اور اس بجلی کو بارش کا ذریعہ بنایا۔ وہ سبوح و قدوس ہے، اپنی حکمت اور قدرت میں کامل ہے۔۔۔ اور اپنی خدائی میں لاشریک ہے۔ جانوروں کی طرح سننے والے تو ان بادلوں میں صرف گرج کی آواز ہی سنتے ہیں مگر جو ہوش کے کان رکھتے ہیں وہ بادلوں کی زبان سے توحید کا یہ اعلان سنتے ہیں۔۔۔ فرشتوں کے جلالِ خداوندی سے لرزنے اور تسبیح کرنے کا ذکر خصوصیت کے ساتھ یہاں اس لئے کیا کہ مشرکین ہر زمانے میں فرشتوں کو دیوتا اور معبود قرار دیتے رہے ہیں۔۔۔“ مولانا اصلاحی تشریح فرماتے ہیں: ”تسبیح میں تنزیہ کا پہلو غالب ہے اور حمد میں صفاتِ حسنی کے اقرار و اعتراف کا۔۔۔ ادھر رعد و برق اور فرشتوں کا حال یہ ہے کہ وہ ہر وقت خوفِ الہی سے اس کی تسبیح اور حمد میں مصروف رہتے ہیں۔“ مولانا موصوف کے نزدیک رعد بھی خوفِ خدا سے لرزتی اور تسبیح کرتی رہتی ہے۔ بہت سے مفسرین کرام نے جن میں امام رازی، مولانا تھانوی اور مولانا دریا بادی وغیرہ شامل ہیں۔ رعد سے مراد وہ فرشتہ بھی لیا ہے جو بادلوں کے انتظام پر متعین ہے۔ یہ مراد بہ تکلف ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان رعد کے بارے میں واضح ہے لہذا کسی دوسرے کو مراد لینے کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح رعد کی تسبیح و حمد کرنے کا اعلان اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے جو خبر اور واقعہ ہے۔ ہوش کے کان رکھنے والے اس میں توحید کا اعلان دیکھتے ہیں تو یہ اہل ایمان و خشیت الہی کا جذبہ ہے اور محمود ہے، مگر قرآن مجید کا مقصود نہیں معلوم ہوتا۔ تسبیح و تحمید تو اس کائنات کا ذرہ ذرہ کر رہا ہے جیسا کہ اگلی آیت میں واضح فرما دیا گیا۔ اور وہ تسبیح و تحمید رعد کی تائید کرتی ہے۔

تمام مفسرین کرام نے کائنات کی ہر شے کی تسبیح و تحمید الہی کرنے کا ذکر کر کے اس ظاہر و باہر حقیقت کی تشریح مختصر کی ہے۔ ان میں سے مولانا دریا بادی کی تشریح تمام محکمات اور مکاتب فکر کی ترجمانی کرتی ہے: ”ہر ایک مخلوق اپنے خالق کی قدوسیت کا اعلان اپنے مرتبہ وجود کے متناسب و مطابق برابر کرتی رہتی ہے خواہ زبان سے ہو یا زبانِ حال سے۔ موجوداتِ عالم کا ذرہ ذرہ اپنے حدوث و امکان کی بنا پر صانعِ مطلق کے نہ صرف وجوب وجود کی بلکہ یکتائی، صنائی، قدرت کی بھی شہادتِ علانیہ دے رہا ہے۔ محققینِ عارفین نے تصریح کی ہے اور یہی بات دل کو لگتی ہے کہ آیت میں لفظ تسبیح اپنے عموم کے ساتھ تسبیحِ قلی اور حقیقی اور تسبیحِ حلی اور حکمی دونوں پر شامل ہے۔ مطیعین کی تسبیح حقیقی و قلی ہوتی ہے، غیر مطیعین کی صرف حلی۔“ تقریباً تمام مفسرین نے یہ حقیقت تسلیم کی ہے کہ ”تسبیح کی اصل روح تنزیہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو ان تمام نسبتوں اور صفتوں سے بری اور بالاتر قرار دینا جو اسکی اعلیٰ ذات اور شان کے منافی ہیں۔ اس کے ساتھ جب ”بعمدہ“ کی قید لگ جاتی ہے۔ تو اس کے اندر تنزیہ کے ساتھ اثبات کا مفہوم بھی پیدا ہو جاتا ہے یعنی اسکو تمام اعلیٰ صفات سے متصف قرار دینا۔“

تیسری آیت کریمہ ایک اور حقیقت اجاگر کرتی ہے کہ جب رعد و فرشتے یعنی آسمانی مخلوقات اور کائنات کی برائے اللہ واحد و لا شریک کی تسبیح و تحمید میں ہر آن و زمان منہمک ہے تو قیامت کے دن جب تم سب اٹھائے جاؤ گے تو سب کے سب اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید کرتے ہوئے اٹھو گے اور سب سے بڑے دربار میں حاضر ہو گے۔ یعنی بقول دریابادی ”تعمیل ارشاد اور حمد الہی پر اپنے کو مجبور و مضطر پاؤ گے۔“ بقول مودودی ”یہ ایک بڑی حقیقت کی طرف ایک لطیف اشارہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مومن اور کافر ہر ایک کی زبان پر اس وقت اللہ کی حمد ہوگی: مومن کی زبان پر اس لیے کہ پہلی زندگی میں اس کا اعتقاد و یقین اور اس کا وظیفہ یہی تھا۔ اور کافر کی زبان پر اس لیے اس کی فطرت میں یہی چیز و دیت تھی مگر اپنی حماقت سے وہ اس پر پردہ ڈالے ہوئے تھا۔۔۔ سارے مصنوعی حجابات ہٹ جائیں گے اور اصل فطرت کی شہادت بلا ارادہ اس کی زبان پر جاری ہو جائے گی۔“

جب یہ ساری حقیقتیں ہیں تو پہلے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور پھر آپ کے واسطے سے پوری نوع انسانی کو آخری آیت میں حکم ہوا کہ ایسے لا شریک و واحد اللہ کی تسبیح و تحمید کرتے رہیں اور کسی وقت اس کو فراموش نہ کریں کہ اسی سے پوری کائنات کی فلاح وابستہ ہے۔ حافظ ابن کثیر کے مطابق تسبیح و تحمید کو مقرون کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اسی بنا پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے: ”سبحانک اللہم ربنا و بحمدک“ یعنی اسی کے لیے عبادت و توکل کو خالص کر لو۔“ مولانا عثمانی نے اسی کو مختصر اپنے الفاظ میں کہا ہے۔ مولانا اصلاحی کے نزدیک ”یہ حصول صبر و توکل کا وسیلہ ہے۔ قرآن مجید میں جہاں جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر و توکل کی تلقین فرمائی گئی ہے وہاں زیادہ سے زیادہ خدا کی تسبیح و تحمید میں مشغول رہنے اور اہتمام نماز کی تاکید فرمائی گئی ہے۔“

زیادہ تر مفسرین کرام نے فتح و نصر کی بشارت اور استغفار و تحمید کے امر الہی میں یہ تعلق جوڑا ہے کہ بقول مولانا تھانوی ”(اس وقت سمجھئے کہ مقصود دنیا میں رہنے کا اور بعثت کا تکمیل دین ختم ہوا اور اس وجہ سے سفر آخرت کا قریب ہے پس اس کے لیے تیاری کیجئے اور) اپنے رب کی تسبیح و تحمید کیجئے اور اس سے مغفرت کی درخواست کیجئے (یعنی ایسے امور سے جو خلاف اولیٰ واقع ہو گئے ہیں۔۔۔)“ مولانا موصوف نے اس کے لیے سورہ محمد ۱۹: فاعلم ان لا اله الا اللہ فاستغفر الخ سے استشہاد کیا ہے۔“ مولانا تھانوی کی مانند مولانا دریابادی، مولانا مودودی، مولانا اصلاحی وغیرہ نے بھی یہی مفہوم حمد و استغفار بیان کیا ہے کچھ اختلاف فرق کے ساتھ دراصل اس تفسیر کا منبع و ماخذ وہ ”احادیث کثیرہ مرفوعہ و موقوفہ“ ہیں جن میں ”اس سورت کی یہ تفسیر آئی ہے۔“ احادیث و آثار سے تفسیر قرآن کریم کرنا دوسرا بڑا اصول ہے اور اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ اور اس آیت کریمہ کے باب میں وہ سب سے بڑی خارجی شہادت ہے مگر قرآن مجید کی اندرونی شہادت یہ واضح کرتی ہے کہ فتح و کامرانی اور غلبہ اسلام کے وقت اور زیادہ استغفار و تحمید کرنی چاہیئے کہ ہر بندہ شکور کا یہی وطیرہ صادق اور سب سے بڑے بندہ شکور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی اسوۂ حسنہ رہا ہے۔

(ب) زمرہ دوم: بِحَمْدِ رَبِّهِمْ

دوسرے زمرہ کی چار آیات کریمہ بالترتیب حسب ذیل ہیں:

إِنَّمَا يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا الَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِهَا خَرُّوا سُجَّدًا وَسَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ○ (السجدة ۱۵)

ہماری باتوں کو مانتے وہ ہیں، کہ جب ان کو سمجھائیے ان سے، گر پڑیں سجدہ کر کر، اور پاک ذات کو یاد کریں اپنے رب کی خوبیوں سے، اور وہ بڑائی نہیں کرتے۔

وَنَرَى الْمَلَائِكَةَ خَافِئِينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۖ وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○ (الزمر ۷۵)

اور تو دیکھے، فرشتے گھر رہے ہیں عرش کے گرد، پاکی بولتے ہیں اپنے رب کی خوبیاں۔ اور فیصلہ ہوا ہے ان میں انصاف کا، اور یہ بات ہوئی کہ سب خوبی ہے اللہ کو، جو صاحب ہے سارے جہان کا۔

الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ○ (المومن / غافر ۷)

جو لوگ اٹھا رہے ہیں عرش، اور جو اس کے گرد ہیں، پاکی بولتے ہیں اپنے رب کی خوبیاں، اور اس پر یقین رکھتے ہیں، اور گناہ بخشواتے ہیں ایمان والوں کے، اے رب ہمارے! ہر چیز سمائی ہے تیری مہر میں اور خیر میں۔ سو معاف کر ان کو جو توبہ کریں، اور چلیں تیری راہ، اور بچا ان کو آگ کی مار سے

تَكَادُ السَّمُوتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلَائِكَةُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِمَنْ فِي الْأَرْضِ ۗ أَلَا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ○ (الشوری ۵)

قریب ہے، کہ آسمان پھٹ پڑیں اوپر سے، اور فرشتے پاکی بولتے ہیں خوبیاں اپنے رب کی، اور گناہ بخشواتے ہیں زمین والوں کا، سنتا ہے! وہی ہے معاف کرنے والا مہربان۔

چاروں آیات کریمہ اپنے معافی و مفاہیم کے لحاظ سے بہت واضح ہیں۔ اول اہل ایمان کی تسبیح و تحمید کو واضح کرتی ہے۔ اور باقی تینوں فرشتوں کی تسبیح و تحمید الہی کی حقیقت اجاگر کرتی ہیں۔ ان آیات میں ایک لحاظ سے معنوی ارتقا بھی پایا جاتا ہے کہ پہلے مومنوں کے تذکیر آیات الہی کے وقت تسبیح و تحمید کا ذکر ہے اور پھر دوسری آیت میں ان فرشتوں کی تسبیح و تحمید کا ذکر ہے جو عرش الہی کے ارد گرد گھیرا ڈالے اپنے وظیفہ میں منہمک ہیں۔ تیسری آیت میں عرش

الہی کے گرد موجود رہنے والوں کے ساتھ حالمین عرش الہی کی تسبیح و تحمید کو بیان کیا ہے جبکہ آخری آیت میں تمام فرشتوں کی عمومی تسبیح و تحمید کا بیان ہے۔ ان آیات میں ان کے اپنے ”رب کی حمد“ کا فقرہ ہر لحاظ سے اہم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے جو ان کے بارے میں دیا جا رہا ہے۔ وہاں ان کے رب کا ذکر خاص سیاق میں آیا ہے جو حمد الہی کو بھی خاص بناتا ہے۔

(ج) زمرہ سوم: بِحَمْدِكَ

تیسرے زمرہ کی واحد آیت جو سورہ بقرہ ۳۰ ہے حسب ذیل ہے:

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً ۚ قَالُوْۤا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۚ قَالَ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (البقرہ ۳۰)

اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو، مجھ کو بنانا ہے زمین میں ایک نائب۔ بولے: کیا تو رکھے گا اس میں، جو شخص فساد کرے وہاں اور کرے خون؟ اور ہم پڑھتے ہیں تیری خوبیاں، اور یاد کرتے ہیں تیری پاک ذات کو۔ کہا، مجھ کو معلوم ہے جو تم نہیں جانتے۔

حافظ ابن کثیر نے متعدد علماء سلف اور مفسرین قدیم کے اقوال تسبیح و تحمید اور تقدیس کے معانی میں بیان کر کے کئی احادیث صحیحہ و سنن مطہرہ سے اس کی تائید بھی کی ہے۔ مولانا اصلاحی فرماتے ہیں کہ ”تسبیح کی اصل حقیقت لغت کے اعتبار سے کسی کے سامنے عجز و تذلل کے ساتھ بچھ جانا ہے۔ تسبیح قول سے بھی ہوتی ہے اور عمل سے بھی ہوتی ہے۔ عمل سے خدا کی تسبیح کا مفہوم خدا کے احکام کی تعمیل میں ہر وقت سرگندہ رہنا ہے، یہ تسبیح اس کائنات کی وہ چیزیں بھی کرتی ہیں جو غیر ذی روح اور غیر ذی ارادہ ہیں... قول تسبیح سے مراد خدا کی پاکی بیان کرنا ہے... لیکن جب اس کے ساتھ حمد کی قید بھی بڑھادی جائے۔ تو اس میں تنزیہ کے ساتھ اثبات کا مفہوم بھی پیدا ہو جاتا ہے...“ مولانا دریا بادی نے روح المعانی وغیرہ تفاسیر کے حوالہ سے اس کی تفسیر یوں کی ہے۔ ”بحمدک میں ”ب“ تسبیح کے ساتھ حمد کے دوام معیت کے اظہار کے لیے ہے... لگ میں ”ل“ اظہار تخصیص کے لیے ہے۔ یعنی تقدیس خاص تیری رضا ہی کے لیے ہے... تسبیح کا اطلاق باعتبار طاعات کے ہوتا ہے اور تقدیس کا بلحاظ اعتقادات کے...“

ظاہر ہے کہ یہ مکالمہ فرشتوں اور اللہ تعالیٰ کے درمیان رو بہ رو رہا تھا اس لیے یہاں خطاب کی ضمیر کے ساتھ حمد کو متصل کر کے لایا گیا: ”بحمدک“ چونکہ تسبیح و تحمید کو مقرون کرنے سے نقائص و عیوب سے تنزیہ اور صفات کمال و جمال کے ساتھ اس کو متصف قرار دینے کا مفہوم یک وقت پیدا ہوتا ہے جو اصلی مقصود ہے اس لیے اکثر مقلات پر ان دونوں کو ہمیشہ جمع کر کے لایا گیا ہے۔ یہاں تقدیس کو بھی جمع کر دیا گیا ہے یعنی قولی، فعلی اور حلی تمام قسم کی تعریف و ثنا اس میں شامل ہے اس میں فکر و عقیدہ، خیال و خواب، عمل و فعل اور قال و قول کے ساتھ حال اور زبان حال یعنی ہر طرح کی ادائیگی کا اعتبار کیا گیا ہے۔

(د) زمرہ چہارم: بِحَمْدِ رَبِّكَ

چوتھے زمرہ کی چھ آیات کریمہ حسب ذیل ہیں جن میں فسح بحمد ربک کا حکم الہی موجود ہے:

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ ○ (الحجر ۹۸)

سو تو یاد کر خوبیاں اپنے رب کی، اور رہ سجدہ کرنے والوں میں۔

فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا وَمِنْ آنَاءِ اللَّيْلِ

فَسَبِّحْ وَ اطَّرَافِ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضَى ○ (طہ ۱۳۰)

سو تو سہتارہ جو کہیں، اور پڑھتارہ خوبیاں اپنے رب کی، سورج نکلنے سے پہلے اور ڈوبنے سے پہلے، اور کچھ گھڑیوں میں رات کی، پڑھا کر اور دن کی حدوں پر، شاید تو راضی ہو گا۔

فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعُشِيِّ

وَالْأَبْكَارِ ○ (المؤمن / غافر ۵۵)

سو تو ٹھہرا رہ، بے شک وعدہ اللہ کا ٹھیک ہے، اور بخشوا اپنے گناہ، اور پاکی بول اپنے رب کی خوبیاں، شام کو اور صبح کو۔

فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ ○ (ق ۳۹)

سو تو سہتارہ، جو کہتے ہیں، اور پاکی بول خوبیاں اپنے رب کی، پہلے سورج نکلنے سے اور پہلے ڈوبنے سے۔

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ ○ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ

النُّجُومِ ○ (طور ۴۸-۴۹)

اور تو ٹھہرا رہ منتظر اپنے رب کے حکم کا کہ تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ اور پاکی بول اپنے رب کی خوبیاں جس وقت تو اٹھتا ہے۔ اور کچھ رات میں بول اس کی پاکی، اور پیٹھ دیتے وقت تاروں کی۔

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ○ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا ○ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ

وَاسْتَغْفِرْهُ ○ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ○ (النصر ۱-۳)

جب پہنچ چکی مدد اللہ کی اور فیصلہ، اور تو نے دیکھے لوگ، پیٹھتے (داخل ہوتے) اللہ کے دین میں فوج فوج، اب پاکی بول اپنے رب کی خوبیاں، اور گناہ بخشوا اس سے، بیشک وہ معاف کرنے والا ہے۔

ان آیات کریمہ میں پہلی پانچ میں اول حقیقت یہ ہے کہ ان میں تسبیح و تحمید الہی کو مقرون کرنے کے علاوہ اس کو صبر کے ساتھ بھی جمع کر دیا ہے اگرچہ پہلی آیت میں اس کا صاف ذکر نہیں ہے۔ دوم یہ کہ ان پانچوں آیات کا موقع غم و اندوہ کا ہے کہ آپ کے دشمن اور اسلام کے مخالفین طرح طرح کی باتیں کرتے تھے اور آپ کو ستاتے اور پریشان کرتے تھے پہلے آپ کو حکم دیا گیا کہ ان کے کہے کی، ان کے استہزاء اور مذاق کی، ان کے لعن طعن اور ظلم و فساد کی پروانہ

کریں، ان سب پر صبر کریں کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ اور وہی ان کے استہزاء و مذاق کی آپ کی طرف سے کفایت و دفاع کرنے والا ہے اور پھر صبر کے ساتھ آپ کو حکم دیا گیا کہ آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے رہیں کہ وہ صبر کو پیدا اور قائم کرنے والی تیر بہدف دوا اور ترکیب بھی ہے۔ تیسری اہم حقیقت جس کا ان آیات کریمہ میں مفصل ذکر ہے وہ تسبیح و تحمید الہی کے اوقات ہیں۔ پہلی آیت میں عام ذکر ہے کہ خواہ دن ہو یا رات خواہ کوئی بھی حال ہو آپ کو اللہ کی تسبیح و تحمید کرتے رہنے کا حکم دیا گیا۔ دوسری آیت میں اوقات کی وضاحت و صراحت کر دی گئی کہ سورج کے طلوع و غروب سے قبل، رات کی خاموش گھڑیوں میں اور دن کے سارے سروں پر تسبیح و تحمید کیجئے۔ عام طور سے مفسرین کرام نے ان آیات کریمہ سے بالعموم اور سورہ طہ کی آیت سے بالخصوص نماز پنجگانہ کو مراد لیا ہے کہ وہ بہترین تسبیح و تحمید ہے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر نے سورج طلوع ہونے کے قبل کی تسبیح و تحمید سے نماز فجر، غروب شمس سے قبل سے نماز عصر مراد لے کر صحیحین سے حضرت جریر بن عبد اللہ بخلی کی روایت تائید میں بیان کی ہے اور بعض اور احادیث و روایات کا ذکر کیا ہے۔ رات کی گھڑیوں میں تسبیح و تحمید سے نماز تہجد مراد لی ہے اور بعض مفسرین کا مسلک بیان کیا ہے کہ وہ مغرب و عشاء اس سے مراد لیتے ہیں۔ حافظ موصوف نے اطراف النہار (دن کے سروں) سے وقت کی کوئی مراد نہیں بیان کی اسے صرف اثنائی الیل کے مقابل بتا دیا ہے۔ البتہ مولانا عثمانی نے حافظ موصوف کی دوسری تشریحات سے اتفاق کرتے ہوئے اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ”یہ ظہر کی نماز ہوئی کیونکہ اس وقت دن کے نصف اول اور نصف آخر کی حدیں ملتی ہیں۔“ اور صراح و قاموس وغیرہ سے اس کے لغوی معانی یعنی کسی شے کے حصہ بیان کر کے کہتے ہیں کہ ”اس صورت میں نہار کو جنس مان کر ہر دن کا ایک خاص حصہ مراد ہو سکتا ہے جہاں دن کی تنصیف ہوتی ہے“ مولانا دریابادی نے قبل غروب میں ظہر و عصر کی نمازیں، اثنائی الیل میں مغرب و عشاء کی نمازیں مراد لے کر فرمایا ہے کہ ”اطراف النہار سے نماز فجر و مغرب کی مکرر تاکید ہو گئی۔“ یہ بیضاوی کا خیال ہے۔ دوسرے اقوال بھی بیان کئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا عثمانی نے اطراف النہار کی تشریح بیضاوی سے لی ہے۔ مولانا مودودی نے ”رات کے اوقات میں عشاء اور تہجد کی نماز ۰۰۰۰۰ دن کے کناروں سے فجر، ظہر اور مغرب کی نماز“ مراد لی ہے۔ مولانا اصلاحی نے مولانا مودودی سے اتفاق کرتے ہوئے اطراف النہار سے چاشت، ظہر اور مغرب کی نمازیں مراد لی ہیں۔ انہوں نے صبر و عزیمت کے حصول کے لیے نوافل کے اہتمام کو بھی ضروری قرار دیا ہے اور ان اوقات سے نماز پنجگانہ کے علاوہ عام تسبیح و تحمید بھی مراد لی ہے۔

تیسری آیت کریمہ میں شام اور صبح کی تسبیح و تحمید کرنے کا حکم ہے۔ بیشتر مفسرین جیسے حافظ ابن کثیر، شاہ دہلوی، مولانا عثمانی، مولانا تھانوی، مولانا دریابادی، مولانا مودودی، مولانا اصلاحی کے علاوہ زرخشری، رازی اور آلوسی وغیرہ نے اس سے صبح و شام مراد لے کر عام تسبیح و تحمید، جو ہمہ وقتی اور دوامی ہو، مراد لی ہے۔ حافظ ابن کثیر وغیرہ کئی مفسرین نے سنت نبوی کا حوالہ بھی دیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر آن، اٹھتے بیٹھتے، کھاتے پیتے، ہر حال میں تسبیح و

تحمید فرمایا کرتے تھے۔ مسنون دعاؤں سے اس کی تائید مزید ہوتی ہے جو انسان کے ہر کام اور ہر وقت کے لیے آپ نے مسنون فرمائی ہیں۔ چوتھی آیت کریمہ (ق ۲۹) میں ایک بار پھر کئی اوقات — سورج کے طلوع و غروب سے قبل، راتوں میں اور سجدہ کے بعد — کی تصریح کی گئی ہے۔ عام طور پر سب ہی مفسرین کرام نے ان سے نماز پنجگانہ کے ساتھ ساتھ نوافل اور دوسری تسبیحات و اوراد مراد لئے ہیں۔ احادیث نبوی اور سنن مطہرہ سے واضح ہوتا ہے کہ آپ خود بھی فرض نمازوں کے علاوہ سنتوں اور نفلوں اور دعاؤں و تسبیحوں کا اہتمام فرماتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی تاکید کرتے تھے۔ اسی طرح پانچویں آیت میں ہمہ وقتی تسبیح و تحمید اور دن رات کے ہر لمحہ اور اپنے اوقات کے ہر حصہ میں ذکر الہی کرنے کا حکم ہے۔ یہی تمام مفسرین نے مراد لیا ہے، اور یہی آیات کریمہ کے مجموعی مفہوم سے واضح ہوتا ہے۔

ان آیات کریمہ کے برعکس آخری اور چھٹی آیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح و کامرانی، نصرت و حمایت ربانی اور عزت و شوکت سلطانی کے وقت اپنے رب کی حمد و تسبیح کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ بعض مفسرین عظام جیسے شاہ عبد القادر، مولانا عثمانی اور مولانا تھانوی وغیرہ نے اس سورت کے اس حکم کو صرف آپ کے وظیفہ آخر کی تکمیل پر حمد الہی سے متعلق قرار دیا ہے اور آپ کی وفات و اجل کا ذکر کیا ہے۔ جبکہ دوسرے طبقہ مفسرین جن میں حافظ ابن کثیر، مولانا دریا بادی، مولانا مودودی اور مولانا اصلاحی شامل ہیں دونوں پہلوؤں کو مراد لیا ہے۔ اول یہ کہ ”انتہائی فتح مند یوں، اور کامرانیوں کا وقت اللہ کی یاد کی منزلیں طے کرنے کے بعد حمد و تسبیح و استغفار میں اور لگ جائیے۔“ حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ فتح مکہ کے بعد آپ نے پہلی بار جو چاشت کی آٹھ رکعات نماز پڑھی تھی وہ دراصل صلاۃ فتح تھی اور دوسرے خلفاء اور امراء کرام جیسے حضرات عمر فاروق اور سعد بن ابی وقاص کا بھی یہی معمول و مسنون طریقہ تھا۔ بہت سی احادیث میں آتا ہے کہ آپ اس سورہ کے نزول کے بعد کثرت سے تسبیح و تحمید و استغفار کیا کرتے تھے اور اس پر برابر اضافہ کرتے رہے۔ غرض کہ فتح و مسرت ہو یا صدمہ و پریشانی ہر آن اللہ کی تحمید کرنی ضروری ہے۔ ان آیات مطہرہ کا مجموعی حکم یہی ہے۔

(۸) معانی حمد کی تحلیلی تلخیص

حمد الہی پر مشتمل تمام آیات قرآنی کا تجزیہ و تحلیل کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ:

۱۔ حمد کی تمام قسمیں اور سب کی سب حمد و ثنا اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو رب العالمین ہے اور بہت سی دوسری صفات عالیہ سے متصف اور تمام عیوب و نقائص سے منزہ ہے۔

۲۔ حمد و ثنا کا صرف اللہ تعالیٰ ہی سزاوار و مستحق ہے۔ اس کے سوا اور کوئی اس کا استحقاق نہیں رکھتا۔ دنیا جہاں میں جہاں کہیں اور جس کسی کی اور جس جگہ بھی حمد و تعریف ہو رہی ہے وہ فانی، عارضی اور غیر حقیقی ہے۔ لغائی مستقل،

اور حقیقی حمد و ثنا صرف اللہ تعالیٰ کی ہے کہ وہی اپنی ذات سے قائم ہے اور حمد و ثنا اس کی ذات گرامی سے وابستہ۔

۳۔ یہ خیال کہ غیر اللہ کی مدح و ثنا اور ستائش و تعریف بھی اصلاً اللہ تعالیٰ ہی کی ہے خطرناک اور غیر اسلامی رجحانات کا حامل بھی ہو سکتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ مالک و خالق اور پروردگار حقیقی ہونے کے سبب وہ اپنے مخلوقات اور تمام غیر اللہ کی ثنا و تعریف کا بایں طور مستحق ہے کہ مخلوقات و مصنوعات اپنے خالق و صانع کی صناعتی اور تخلیق پر دلالت کرتی ہیں تاہم اس میں شرک کی بو بھی آتی ہے کہ حمد الہی میں کسی غیر کی شرکت ہو جاتی ہے۔ اس لیے شنائے غیر اور حمد مخلوق مردود و ممنوع قرار دی گئی ہے اور صرف حمد الہی اور شنائے ربانی مدوح و جائز رکھی گئی ہے۔

۴۔ چونکہ حمد الہی اس کی کسی صفت فعلی یا صفت اسمی سے وابستہ نہیں بلکہ اس کی ذاتِ سرمدی سے وابستہ ہے اس لیے اس کی حمد کسی فعل و عمل کے نتیجہ یا پاداش میں وقوع پذیر نہیں ہوتی۔ وہ ذاتِ بیکراں ہے اور اس کی حمد بھی بیکراں۔

۵۔ اسی لیے حمد الہی کے بارے میں خود قرآن مجید نے واضح کیا ہے کہ اس دنیائے دنی بلکہ ازلی میں بھی اسی کی حمد تھی اور آج بھی اسی کی حمد ہے اور آخرت میں بھی اسی کی حمد ہوگی۔ یعنی جس طرح مکان کی قید اس کی ذات پر عائد نہیں ہوتی اسی طرح زمانہ — ماضی، حال اور مستقبل — کا بھی اس پر اطلاق نہیں ہوتا۔

۶۔ مکان کی قید سے حمد الہی کو آزاد کرنے کی حقیقت ان آیاتِ کریمہ میں بیان کی گئی ہے جن میں یہ کہا گیا ہے کہ خواہ آسمان ہوں یا زمین، خواہ ان دونوں کی پہنائیاں ہوں یا عرش الہی کی بلندی ہر جگہ اور ہر مکان پر اس کی حمد کا زمزمہ گونج رہا ہے۔

۷۔ حمد الہی کا یہ سرمدی نغمہ ہر نوع تخلیق ربانی کی فطرت میں ودیعت کر دیا گیا ہے اس لیے وہ اپنے قال و حال اور زبان و عمل غرضکہ ہر ممکن انداز میں اپنے اللہ کی حمد میں رطب اللسان ہیں۔ اس کائنات کی ہر شے حمد الہی میں مشغول و منہمک ہے۔ خواہ ان کی تسبیح و تحمید کا کسی کو شعور و ادراک ہو یا نہ ہو۔

۸۔ حمد الہی تو ہر مخلوق کا وہ وظیفہ حیات ہے جو اس کو تخلیق سے ملا ہے۔ لہذا وہ تخلیق علوی ہو یا سفلی، آسمانی ہو یا زمینی، بری ہو یا بحری، خلی ہو یا آبی، ناری ہو یا نوری — ہر مخلوق ہمہ وقت تسبیح اور تحمید الہی میں لگی ہوئی ہے۔ ان میں اللہ کے مقرب و مخصوص فرشتے، عام فرشتے، کارکن فرشتے ہر طرح کے فرشتے شامل ہیں اور اسی طرح تمام سفلی مخلوق خواہ جمادات و فطری قوتیں ہوں یا ذی روح اور باشعور افراد۔ آسمان و زمین ہوں یا ستارے، چاند سورج ہوں، یا تمام دوسری مخلوقات۔

۹۔ ذی شعور اور مکلف بندہ کان الہی میں اہل ایمان و صاحبانِ عمل صالح اپنے قول و عمل اور حال و زبان ہر طرح سے حمد الہی کرتے رہتے ہیں۔ جو اہل شقاق و حاملانِ نفاق اور صاحبانِ کفر و شرک ہیں وہ اپنی جہالتِ نفس اور عنادِ باطن سے زبان و قال کو تو روکے رکھتے ہیں کہ اللہ نے ان کو ان پر اختیار دیا ہے لیکن ان کے فطری قویٰ اور ان کا حال جن پر ان کو

کوئی قابو نہیں بہر حال حمد الہی کرتے ہیں۔ جس کا احساس و ادراک ان کو ہوتا رہتا ہے اور یہی وہ احساس و ادراک کی ضربِ کلیمی ہے جو آڑے اوقات میں ان کی زبان و عمل کو بھی حمد الہی پر مجبور کر دیتی ہے اگرچہ وہ اس کی چوٹ ٹھنڈی پڑتے ہی پھر اپنے ظلم و عناد پر اڑ جاتے ہیں۔ مگر بند کمان الہی اپنے اللہ کی حمد دنیا و آخرت میں دن رات میں، غمی خوشی میں، ہر آن اور ہر لمحہ کرتے رہتے ہیں اور کبھی اس فریضۃ الہی اور وظیفۃ حیات سے روگردانی نہیں کرتے۔

۱۰۔ حمد الہی سے کوئی فائدہ محمود و مدوح کو نہیں بلکہ وہ سراسر حمد کرنے والوں اور تسبیح حمد پڑھنے والوں کے فائدہ کی چیز ہے۔ وہ ان کو غمِ روزگار اور آلامِ دل سے نجات دیتی، ان کو صبر آزما اور حوصلہ شکن حالات میں صبر عطا کرتی، مسرت و انبساط میں اعتدال و استقامت بخشتی، اور دنیا جہان میں ہر قسم کی فوز و فلاح سے ہمکنار کرتی ہے۔ اسی لیے ان کے اللہ نے، ان کے مدوح نے اور ان کے محمود نے ان کی اپنی بھلائی کی خاطر ان کو حکم دیا ہے کہ وہ ہر آن و ہر لمحہ اپنے اللہ کی حمد کی تسبیح پڑھا کریں۔ ہر وقت اور ہر کام میں ذکر الہی کیا کریں۔ طیش کا زمانہ ہو تو، عیش کا دور ہو تو، غم و اندوہ کا موقع ہو تو، اور مسرت و سرور کا لمحہ ہو تو، ہر وقت و ہر مقام پر حمد الہی کیا کریں کہ یہی علاجِ دردِ دل اور داروئے نشاط ہے۔

۱۱۔ اللہ رب العالمین اگرچہ رب ہے، خالق و مالک ہے اور اپنی مخلوقات کے لیے سراپا رحمت و مغفرت ہے مگر اس تعلقِ خاطر کے باوجود جو اس کو اپنے بندوں سے ممتا بھری ماں سے بھی زیادہ ہے وہ ان کی حمد و تعریف اور ثنا و ستائش کا محتاج نہیں اور نہ اس کی پروا کرتا ہے۔ وہ غنی ہے وہ حمید ہے۔ یعنی وہ کسی کی حمد سے محمود نہیں بنا بلکہ وہ اپنی ذات سے حمید ہے۔ خواہ کوئی اس کی حمد کرے یا نہ کرے اس کی محمود ذات پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ نہ کسی کی حمد سے اس کی حمد میں اضافہ ہوتا ہے اور نہ کسی کے حمد نہ کرنے سے اس کی حمد میں نقصان ہوتا ہے کہ وہ ان کی حمد کرنے سے پہلے اتنا ہی محمود و حمید تھا جتنا اس کے کرنے کے بعد یا اس کے نہ کرنے کے بعد۔

۱۲۔ مذکورہ بالا آیاتِ کریمہ سے اللہ تعالیٰ کے محمود بالذات ہونے کا علم ہوتا ہے کیونکہ حمد کو بعض آیات میں اس کے لیے محصور کر دیا گیا ہے، بعض میں ہر ذرۃ کائنات کے حمد الہی کرنے کی حقیقت بیان کی گئی ہے مگر کسی قسم کا شبہ نہ رہ جائے اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں مزید صراحت کر دی ہے کہ وہ نہ صرف حمید ہے بلکہ غنی بھی ہے یعنی اپنی ذات سے محمود اور دوسروں کی حمد و تعریف سے مستغنی۔ حمد اس کی ذاتِ حمیدہ کا ایک لازمہ ہے اور غیر کی حمد و ثنا سے اس کا استغناء اس کا ایک لازمی وصف۔

(۹) اللہ غنی حمید ہے

قرآن مجید میں ایسی آیاتِ کریمہ جن میں اللہ تعالیٰ کو حمید کہا گیا ہے سترہ ہیں جن میں سے گیارہ وہ ہیں جو اس کو غنی بھی بتاتی ہیں۔

ان آیاتِ کریمہ کا تجزیہ ذیل میں پیش ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفَقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ صِرَ وَلَا تَتِمَّمُوا الْحَبِيثَ مِنْهُ تُنْفِقُونَ وَلَسْتُمْ بِآخِذِيهِ إِلَّا أَنْ تُغْمِضُوا فِيهِ ۖ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ۝ (البقرہ ۲۶۷)

اے ایمان والو! خرچ کرو ستھری چیزیں اپنی کمائی میں سے، اور جو ہم نے نکال دیا تم کو زمین میں سے، اور نیت نہ رکھو گندی چیز پر کہ خرچ کرو، اور تم آپ وہ نہ لو گے، مگر جو آنکھیں موند لو۔ اور جان رکھو کہ اللہ بے پروا ہے، خویوں والا۔
وَقَالَ مُوسَىٰ إِنَّ تَكْفُرُوا أَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ۖ فَإِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ حَمِيدٌ ۝ (ابراہیم ۸)

اور کہا موسیٰ نے، اگر منکر ہو گئے تم، اور جو لوگ زمین میں ہیں سارے، تو اللہ بے پروا ہے، سب خویوں سراہا۔

لَهُ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝ (الحج ۶۴)

اسی کا ہے، جو کچھ آسمان و زمین میں ہے، اور اللہ وہی ہے بے پروا سب خویوں سراہا۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَنَ الْحِكْمَةَ أَنْ اشْكُرْ لِلَّهِ ۚ وَمَنْ يَشْكُرْ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ۝ (لقمن ۱۲)

اور ہم نے دی ہے لقمان کو عقلمندی، کہ حق مان اللہ کا۔ اور جو کوئی حق مانے اللہ کا، تو مانے کا اپنے بھلے کو، اور جو کوئی منکر ہو گا، تو اللہ بے پروا ہے سب خویوں سراہا۔

لِلَّهِ مَا فِي السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ ۚ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝ (لقمن ۲۶)

اللہ کا ہے، جو کچھ ہے آسمان و زمین میں، بے شک اللہ ہی ہے بے پروا سب خویوں سراہا۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝ (الفاطر ۱۵)

لوگو! تم ہو محتاج اللہ کی طرف۔ اور اللہ وہی ہے بے پروا، سب خویوں سراہا۔

الَّذِينَ يَبْخُلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَمَنْ يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝ (حدید ۲۴)

وہ جو آپ نہ دیں، اور سکھاویں لوگوں کو نہ دینا۔ اور جو کوئی منہ موڑے، تو اللہ آپ ہے بے پروا سب خویوں سراہا۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ ۚ وَمَنْ يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ

الْحَمِيدُ ۝ (المتحنہ ۶)

البتہ تم کو بھلی چال چلنی ہے ان کی، جو کوئی امید رکھتا ہو اللہ کی، اور پچھلے دن کی، اور جو کوئی منہ پھیرے، تو اللہ وہی ہے

بے پروا خویوں سراہا۔

ذَلِكَ بِأَنَّهُ كَانَتْ تَأْتِيهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَقَالُوا أَبَشَرٌ يَهْدُونَنَا فَكَفَرُوا وَتَوَلَّوْا ۖ وَاسْتَغْنَى اللَّهُ ۚ وَاللَّهُ

غَنِيٌّ حَمِيدٌ ۝ (التغابن ۶)

یہ اس پر کہ لاتے تھے ان پاس ان کے رسول نشانیاں، پھر کہتے، کیا آدمی ہم کو راہ سوجھاویں گے؟ پھر منکر ہوئے اور منہ موڑا، اور اللہ نے بے پروائی کی۔ اور اللہ بے پروا ہے سب خوبیوں سراہا۔
غنی حمید پر مشتمل ایک اور آیت کا انداز ذرا مختلف ہے:

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِیْنَ اٰوْتُوْا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِیَّاكُمْ اَنْ اَتَّقُوا اللّٰهَ ۚ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِیًّا حَمِیْدًا ۝ (النساء ۱۳۱)
اور اللہ کا ہے، جو کچھ ہے آسمان و زمین میں۔ اور ہم نے کہہ رکھا ہے، پہلی کتاب والوں کو، اور تم کو، کہ ڈرتے رہو اللہ سے، اور اگر منکر ہو گئے، تو اللہ کا ہے، جو کچھ آسمان و زمین میں۔ اور اللہ بے پروا ہے، سب خوبیوں سراہا۔

(۱۰) اللہ حمید ہے

باقی آیات کریمہ میں غنی کی صفت نہیں ہے۔ یا تو صرف حمید ہے یا دوسری صفات ہیں:
قَالُوْا اَتَعْجِبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَکَتُهُ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ ۚ اِنَّهٗ حَمِیْدٌ مُّجِیْدٌ ۝ (ہود ۷۳)
وہ بولے: کیا تعجب کرتی ہے اللہ کے حکم سے؟ اللہ کی مہر ہے اور برکتیں تم پر، اے گھر والو! وہ ہے سراہا بڑائیوں والا۔
لَا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْ اَیِّنٍ یَّدِیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِیْهِ ۚ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَکِیْمٍ حَمِیْدٍ ۝ (فصلت / حم السجدة ۴۲)
اس پر جھوٹ کا دخل نہیں، آگے سے نہ پیچھے سے۔ اتاری ہے حکمتوں والے سب خوبیوں سراہے کی۔
وَهُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ مِنْۢ مَّعْبَدٍ مَّا قَنَطُوْا ۚ وَیَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ۚ وَهُوَ الْوَلِیُّ الْحَمِیْدُ ۝ (الشوریٰ ۲۸)
اور وہی ہے، جو اتارتا ہے مینہ، پیچھے اس سے کہ آس توڑ چکے اور پھیلاتا ہے اپنی مہر۔ اور وہی ہے کلام بنانے والا، خوبیوں سراہا۔

وَهٰذُوْا اِلَی الطَّیِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۚ وَهٰذُوْا اِلَی صِرَاطٍ الْحَمِیْدِ ۝ (الحج ۲۴)

اور راہ پائی انہوں نے ستھری بات کی اور راہ پائی اس خوبیوں سراہے کی راہ۔

اَلرَّسُوْلُ یُکْتَبُ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ۚ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلَی صِرَاطٍ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ ۝ اللّٰهُ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۚ وَوِیْلٌ لِّلْکٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ ۝ (ابراہیم ۱-۲)

ایک کتاب ہے کہ ہم نے اتاری تیری طرف، کہ تو نکالے لوگوں کو اندھیروں سے اجالے کو، ان کے رب کے حکم سے، راہ پر اس زبردست سراہے اللہ کی۔ جس کا ہے سب، جو کچھ آسمانوں و زمین میں۔ اور خرابی ہے منکروں کو، ایک سخت عذاب سے۔

وَيَرَى الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ الَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ هُوَ الْحَقُّ ۖ وَيَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ الْعَزِيزِ
الْحَمِيدِ ۝ (سبا ۶)

اور دیکھ لیں جن کو ملی ہے سمجھ، کہ جو تجھ پر اتراتیرے رب سے، وہی ٹھیک ہے، اور سو جھاتا ہے راہ اس زبردست
خوبیوں والے کی۔

وَمَا نَقْمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ۝ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَاللَّهُ عَلَى
كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝ (البروج ۸-۹)

اور ان سے بد لانا لیتے تھے، مگر اسی کا، کہ یقین لائے اللہ پر، جو زبردست ہے خوبیوں سراہا۔ جس کا راج ہے آسمانوں
میں اور زمین میں، اور اللہ کے سامنے ہے ہر چیز۔

ان آیات کریمہ کے مختصر تجزیہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کو صدقہ و زکوٰۃ میں اچھی چیزیں دینے اور
بُری چیزیں نہ دینے کے حوالہ سے غنی (مستغنی) اور حمید (اپنی ذات سے حمد سے متصف) قرار دیا گیا ہے۔ یعنی زکوٰۃ
و صدقہ میں اچھی چیزوں میں اللہ کا کوئی فائدہ ہے اور گندی چیزوں میں نہ اس کا کوئی نقصان ہے کیونکہ اس کو تمہارے
صدقہ و زکوٰۃ کی ضرورت نہیں اور وہ تمام صفات حمیدہ کا پیکر ذاتی ہے۔ دوسری آیت میں یہ حقیقت اجاگر کی گئی ہے کہ
اگر تمام لوگ، کائنات کے تمام ذی شعور اور ساری مخلوقات اللہ تعالیٰ کا انکار و کفر کر دیں تو اس کی ذات و صفات پر، اس کی
پادشاہی و فرمانروائی پر، اور اس کی مالکیت و ربوبیت پر کوئی حرف نہیں آتا کہ وہ بذات خود صفات حمیدہ سے متصف اور
مستغنی ہے اور کسی کی توصیف و تعریف، حمد و ثنا اور ستائش و زیبائش کا محتاج نہیں۔ پانچویں آیت میں اسی بات کو
مزید نکھارا گیا کہ اللہ تعالیٰ کا جو شکر کرتا ہے وہ اپنے بھلے کے لیے کرتا ہے اور حضرت لقمان جیسے صاحبان حکمت و بصیرت
ارشاد الہی کی تعمیل میں بھی اور اپنی سعید فطرت کے تقاضے کے تحت بھی اپنے مالک و خالق کا شکر ادا کرتے رہتے تھے
اور جو کفر کرتے ہیں وہ اپنا ہی نقصان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر نہ ان کے شکر کا فائدہ مرتب ہوتا ہے اور نہ ان کے کفر کا
نقصان، کیونکہ وہ تو مستغنی ذات ہے اور صفات حمد سے متصف پیکر۔ تیسری اور پانچویں آیات کریمہ معمولی لفظی فرق
کے ساتھ بالکل ہم لفظ و ہم معنی ہیں کہ جو ذات اعلیٰ و اقدس آسمان و زمین کی مالک و فرمانروا ہو اس کو کسی کی تعریف و
ستائش کی حاجت نہیں۔ وہ ان کی اطاعت و عبادت کا بھی محتاج نہیں کیونکہ وہ تو خود داتا ہے اور اپنی ذات میں پیکر حمد و
ثنا اور منبع جود و سخا ہے۔ چھٹی اور ساتویں آیات کریمہ میں یہ حقیقت مزید اجاگر کی کہ تمام مخلوقات بالخصوص انسان اللہ
کے محتاج ہیں اور ایک محتاج اپنے اللہ کو اپنے داتا کو کیا دے سکتا ہے کیونکہ وہ تو بلکہ وہی تو غنی اور حمید ہے۔ جو لوگ
اس کا ادراک رکھتے ہیں وہ اللہ کی راہ میں اسی کا دیا ہوا مال خرچ کر کے اس کی خوشنودی اور اپنی رفعت و منزلت حاصل
کرتے ہیں اور جو خود بخل کرتے ہیں اور اپنی سفلی فطرت کے تحت دوسروں کو بھی بخل کرنے اور اللہ کی راہ میں خرچ نہ
کرنے کا حکم دیتے ہیں وہ سرکشی کرتے ہیں اور خود اس کا خمیازہ بھگتیں گے۔ اللہ کو اس کی کیا پروا؟ وہ تو خود اپنی ذات

میں غنی صاحب صفات ستودہ ہے۔ اگلی دو آیات کریمہ۔ آٹھویں اور نویں میں رسولوں کو ہدایت الہی دینے والا اور ان کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کرنے پر اجر و ثواب اور نجات و فلاح کا مدار بتایا گیا۔ اب جو لوگ کسی سبب سے خواہ بشریت رسول کے سبب یا اپنی فطرت کی کسی کجی کے سبب ان ربانی ہادیوں سے فیض نہیں اٹھاتے، ان کے اسوۂ حسنہ کی پیروی نہیں کرتے اور کفر و انکار پر آمادہ ہیں تو کس کا نقصان ہے اللہ تو غنی اور حمید ہے۔ اس انداز کی آخری آیت میں اللہ کی کائناتی فرمانروائی اور تشریحی و تکوینی پادشاہی کا ذکر کر کے بتایا گیا ہے کہ اگر انسان کفر و سرکشی پر اڑا رہے تو یہ نہ سمجھے کہ اللہ کی کوئی اطاعت و فرمانبرداری نہیں کرتا۔ سارے آسمانوں اور پوری کائنات کی تمام چیزیں اس کی فرمانروائی کو تسلیم کرتی، اس کی اطاعت و عبادت اور تسبیح و تحمید کرتی ہیں مگر اس غنی و مستغنی اور حمید و محمود کو ان کی اطاعت و عبادت اور حمد و ثنا کی حاجت نہیں۔ وہ تو اپنا وظیفہ حیات ادا کر رہی ہیں۔ ان کے اللہ کی ذات تو خود حمید و محمود اور مستغنی و صمد ہے۔ غور و فکر اور تدبر و تعقل سے کام لیا جائے تو ان آیات سے یہ امر واضح کر دیا گیا ہے کہ خواہ عقیدہ و ایمان کا معاملہ ہو یا اس کے مخالف کفر و انکار کا، عمل صالح کا ہو یا اس کے برعکس عمل فاسد کا، اللہ تعالیٰ کو کسی کی بھی ذاتی و صفاتی حمد و ثنا کی حاجت و ضرورت نہیں۔ وہ صاحب حمد و مالک ثنا تو دوسروں کو محمود و قابلِ ثنا بناتا ہے۔ حمد و ثنا تو اس کی ذات سے وابستہ ہے۔ اسے کسی کے فعلِ ثنا اور عملِ حمد کی حاجت نہیں۔

باقی سات آیات کریمہ جن میں اللہ کی صفت حمید آئی ہے اور جو غنی کی صفت سے خالی ہیں مختلف حوالوں سے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کو ذاتی صفت ثابت کرتی ہیں۔ پہلی آیت کا خاص پس منظر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم اور ان کی اہلیہ محترمہ حضرت سارہ کو بڑھاپے میں اپنی رحمتِ کاملہ سے اولادِ نرینہ سے نوازنے کی خوشخبری دی۔ حضرت ابراہیم تو اللہ کے خلیل اور برگزیدہ نبی تھے اس لیے ان کو تو کوئی حیرت و استعجاب نہیں ہوا مگر ان کی اہلیہ کو ہوا۔ تو خوشخبری دینے والے فرشتوں نے ان کی حیرت دور کی اور بتایا کہ آپ کے گھرانے پر اللہ کی خاص رحمت و برکت ہے کیونکہ وہ تو اپنی ذات سے حمد و مجد والا ہے اور ایسی شاندار بشارت سن کر تو اس حمید مجید اللہ کی اور بھی حمد و مجد کرنی چاہیئے۔ حافظ ابن کثیر نے اس کی تشریح میں لکھا ہے کہ وہی اپنے تمام افعال و اقوال میں حمید ہے اور وہی اپنی تمام صفات میں اور ذاتِ احد میں محمود اور مُجْمَد (صاحبِ حمد و اہلِ مجد) ہے۔ جبکہ مولانا اصلاحی جیسے کئی مفسرینِ کرام نے شکر کے معنی یہاں خاص کر لئے ہیں۔ تیرھویں آیت میں مایوسی کے بعد انسانوں کو بارش جیسی نعمت سے سرفراز کرنے اور اس کے ذریعہ اپنی رحمت سے لوگوں کو ڈھانپ لینے کا ذکر ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی مایوسی کے بعد جب وہ نعمت غیر مترقبہ ملتی ہے تو اہل ایمان کی زبانیں اللہ کی حمد میں رطب اللسان ہو جاتی ہیں اور کفر و تردید پر آمادہ عناصر مزید کفر و سرکشی کرتے اور رحمتِ الہی کا انکار کر کے بغضات بکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کی حمد سے اور ناشکروں کی نکتہ چینی خاموشی یا ناشکری سے مستغنی اپنی ذات میں حمید ہے۔ باقی آیات میں کتابِ الہی (قرآن مجید)، وحیِ الہی (قرآن

مجید) کے کتاب ہدایت ہونے اُس کے ذریعہ لوگوں کو تاریکیوں سے نور میں لانے، اہل علم کے اعتراف حق کرنے اور خود کتاب الہی کو اپنی جگہ باطل سے ہر طرح محفوظ رکھنے اور اس کے نتیجہ میں اہل ایمان کے ایمان لانے اور اہل کفر و ترد کے ہاتھوں تغذیب سے گزرنے کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ کو حمید کہا ہے۔ اور ساتھ میں کئی مقلات پر دوسری مناسب صفات بھی اس کے ساتھ جوڑ دی ہیں۔ ان میں پندرہویں اور سترہویں آیات میں تین صفات الہی کو اسم ذات اللہ کے ساتھ مقرون کیا گیا ہے جو بہت اہم ہے۔ وہ صفات ہیں: عزیز، حمید اور ملک جس کا ذکر ملک یا پادشاہی ارض و سما کے معروف فقرہ سے کیا گیا ہے۔

حمد الہی پر مشتمل تمام آیات کریمہ کے اس غائر مطالعہ اور مفصل تجزیہ سے یہ حقیقت روشن ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات سے حمید و محمود ہے یعنی حمد و ثنا اور تعریف و تحسین اس کی ذات والا صفات کے ساتھ قائم و دائم ہے۔ یہی سبب ہے کہ وہ ازل سے تاابد حمید و محمود ہے اور حمد اس کے کسی کام کسی فعل اور کسی صفت کے وقت اس کی ذات سے کسی لمحہ اور کسی زمان و آن میں الگ نہیں ہوتی۔ اسی طرح وہ کسی غیر کے حمد کرنے اور تعریف و ثنا کرنے سے محمود و حمید نہیں ہوتا۔ کوئی حمد کرے یا نہ کرے وہ محمود ہی رہتا ہے اور اس کی حمیدیت میں شہد بھر فرق نہیں آتا۔ حتیٰ کہ کوئی اس کی جناب قد و سیت و محمودیت میں گستاخی کر کے اس کی۔ نعوذ باللہ۔ مذمت و برائی کرے تو بھی اس کی حمد جوں کی توں قائم رہتی ہے۔ جس طرح حمد اس کی ذات والا صفات کے ساتھ قائم و دائم ہے اسی طرح تمام مخلوقات کی جبلت و فطرت میں یہ امر ودیعت ہے کہ اپنے اللہ و رب کی حمد و ثنا کرے۔ اسی حقیقت کو قرآن مجید کی متعدد آیات کریمہ کے ذریعہ تمام مظاہر فطرت اور فرشتوں وغیرہ جیسی مجبور و مطیع اور مامور مخلوقات کی حمد و تسبیح مسلسل کرنے سے اجاگر کیا گیا ہے۔ جبکہ انسان و جن جیسی مخلوقات مختار کو ہر آن و زمان میں اور ہر مکان و مقام میں ہر کام و عمل پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے متقی و نیک بندے اس کے حکم کی تعمیل میں بھی اور اپنے جذبہ تشکر اور فطرت مخلوقیت کے تحت بھی اس کی ہمیشہ حمد کرتے رہتے ہیں۔ اور جو بد نہاد ہیں وہ ہی اس سے گریز کرتے ہیں اگرچہ ان کا گریز و اعراض ان کے اختیار کا اظہار ہوتا ہے تاہم ان کی جبلت و فطرت اپنے عمل و فعل سے اپنے خالق و مالک کی حمد کرتی رہتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس حمد ربانی اور ثنا خوانی الہی سے خود حامد و ثنا خواں کو فیض پہنچتا رہتا ہے کہ وہ محمود و حمید تو کسی کی حمد و ثنا سے مستغنی ہے مگر وہ چونکہ کریم و حلیم اور رحمن رحیم ہے اس لیے اپنے بندہ حامد اور چاکر ثنا خواں کی تعمیل ارشاد الہی سے خوش ہو کر اس کو ہر حمد و شکر پر بیش از بیش نعمت عطا کرتا ہے۔ قرآن مجید میں جہاں جہاں حمد زبان الہی سے ادا ہوئی ہے وہ خالص حمد ہے کہ زبان الہی سے شکر کس کا ادا ہو سکتا ہے؟ مگر جہاں وہ کسی بندہ الہی کی زبان سے ادا کی گئی ہے وہاں بھی شکر کے مقابلہ حمد کا مفہوم ہی زیادہ موزوں اور بہتر ہے کہ وہ شکر بندہ اور حمد الہی دونوں کا جامع ہے۔

(۱۱) ”اللہ“ قرآن میں: مختلف اسالیب

اللہ تعالیٰ کی کتاب حکیم میں اللہ کا ذکر آنا ناگزیر ہے لہذا وہ قرآن مجید میں ایک شمار و تجزیہ کے مطابق تقریباً دو ہزار

چھ سو ستانوے بار / مقامات پر آیا ہے۔ ان میں سے حالتِ فاعلی میں (اللہ) نو سو اسی مقلبت پر۔ حالتِ مفعولی میں (اللہ) پانچ سو بانوے بار اور حالتِ جر میں (اللہ) گیارہ سو پچیس مرتبہ مذکور ہوا ہے۔ پانچ آیاتِ کریمہ میں وہ حالتِ نداء میں اللہم آیا ہے۔ وہ آیات ہیں: آل عمران ۲۶، مائدہ: ۱۱۴، انفال: ۳۲، یونس: ۱۰ اور زمر: ۳۶۔ ظاہر ہے کہ اللہ کا قرآن مجید کی ان تمام آیاتِ کریمہ میں تجزیہ کرنا بڑا دقت طلب اور صبر آزما کام ہے جو دفتر کے دفتر چاہتا ہے اور بقولِ الہی کلماتِ الہی اتنے زیادہ اور حد و شمار سے اتنے ماورائیں کہ ان کے لکھنے کے لیے پوری زمین کے تمام درختوں کے قلم اور چودہ سمندروں کی روشنائی بھی ناکافی ہے۔ عقل و منطق بھی یہی بتاتی ہے کہ بیکراں و بے مکان و زمان اللہ کی صفات و افعال کا حال بھی بیکراں و بے حد و حساب ہے اور ہم محدود علم و عقل اور کم بصیرت والوں کے لیے محال، لہذا بعض صفاتِ عالیہ اور افعالِ جلیلہ کے پس منظر میں ان چاروں اقسام کی آیات کا ایک نمونہ کا تجزیہ پیش کیا جاتا ہے۔

(الف) اسلوبِ اول: لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ

اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی صفت الہ (معبود اور سزاوارِ عبادت) ہونا ہے۔ اس حقیقت کو قرآن مجید میں مختلف انداز اور گوناگوں اسلوب میں بیان کیا گیا ہے تاکہ کم عقل اور نا سمجھ انسانوں کے عقل و دماغ اور قلب و دل کے دروازے کھلیں اور وہ اپنے معبودِ حقیقی کو جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں صحیح صحیح پہچان سکیں۔ سب سے اہم اسلوب ”لا الہ الا اللہ“ ہے جو چند آیات میں آیا ہے جیسے صافات: ۳۵، محمد: ۱۹، اسی کا دوسرا رنگ جو دوسرے تمام اسالیب میں سب سے اہم ہے ”لا الہ الا ہو“ والا اسلوب ہے جو متعدد آیات میں آیا ہے جیسے بقرہ: ۱۶۳، ۲۵۵، آل عمران: ۲، ۱۸، ۶، ۱۸، نساء: ۸۷، انعام: ۱۰۲، ۱۰۶، اعراف: ۱۵۸، توبہ: ۳۱، ۱۲۹، ہود: ۱۲، رعد: ۳۰، طہ: ۸، ۹۸، مومنون: ۱۱۶، نمل: ۲۶، قصص: ۷۰، ۸۸، فاطر: ۳، زمر: ۶، غافر: ۳، ۶۲، ۶۵، حشر: ۲۲، ۲۳، تغابن: ۱۳ اور مزمل: ۹۔ چند آیاتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی جانب نسبت کر کے صیغہ متکلم کی ضمیر میں اپنی الوہیت ثابت کی ہے۔ جیسے سورہ نمل: ۲، طہ: ۱۳، اور سورہ انبیاء: ۲۵ صرف ایک آیت میں حضرت یونس علیہ السلام کی زبانِ اقرار سے لا الہ الا انت کہلوا یا گیا ہے (انبیاء: ۸۷) ان میں سے چند آیاتِ کریمہ بطور مثال پیش ہیں:

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ○ (بقرہ ۲۵۵، آل عمران ۲)

اللہ! اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں، جیتا ہے سب کا تھامنے والا۔

شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُوا الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ

الْحَكِيمُ ○ (آل عمران ۱۸)

اللہ نے گواہی دی، کہ کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا، اور فرشتوں نے، اور علم والوں نے، وہی حاکمِ انصاف کا، کسی کو بندگی نہیں اس کے سوا، زبردست ہے حکمت والا۔

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۖ لَيَجْمَعَنَّكُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ ۚ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا ۝
(النساء ۸۷)

اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔ تم کو جمع کرے گا قیامت کے دن، اس میں شک نہیں۔ اور اللہ سے سچی کس کی بات؟
ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۖ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۖ فَاعْبُدُوهُ ۚ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ
وَكِيلٌ ۝ (انعام ۱۰۲)

یہ اللہ ہے رب تمہارا، اس کے سوا کسی کو بندگی نہیں، بنانے والا ہر چیز کا سو تم اس کی بندگی کرو، اور اس پر ہر چیز کا حوالہ ہے۔

اتَّبِعْ مَا أَوْحَىٰ إِلَيْكَ ۖ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ وَاعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ۝ (۱۰۶ انعام)
تو چل اس پر، جو حکم آوے تجھ کو تیرے رب سے کسی کی بندگی نہیں سوا اس کے، اور جانے دے شرک کرنے والوں کو۔
اتَّخِذُوا أَخْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا
وَاحِدًا ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ سُبْحَنَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ (التوبہ ۳۱)

ٹھہرائے میں اپنے عالم اور درویش خدا، اللہ کو چھوڑ کر اور مسیح بیٹا مریم کا، اور حکم یہی ہوا تھا کہ بندگی کریں ایک صاحب
کی، کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا، وہ پاک ہے ان کے شریک بتانے سے۔

فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ۝ (توبہ ۱۲۹)
پھر اگر وہ پھر جاویں تو تو کہہ، بس ہے مجھ کو اللہ، کسی کی بندگی نہیں سوائے اس کے۔ اسی پر میں نے بھروسہ کیا۔ اور
وہی ہے صاحب تخت کا۔

فَلِمَ يَسْتَجِيبُوا لَكُمْ فَأَعْلَمُوا أَنَّمَا أُنْزِلَ بِعِلْمِ اللَّهِ وَأَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۝ (ہود ۱۴)
پھر اگر نہ کریں تمہارا کہنا، تو جان لو کہ یہ اترا ہے اللہ کی خبر سے، اور کوئی حاکم نہیں سوا اسکے، پھر اب تم حکم مانتے ہو؟
يُنْزِلُ الْمَلَكَةَ بِالرُّوحِ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ أَنْ أَنْذِرُوا أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاتَّقُونِ ۝ (نحل ۲)
اتارتا ہے فرشتے بھید لے کر اپنے حکم سے، جس پر چاہے اپنے بندوں میں، کہ خبر پہنچا دو، کہ کسی کی بندگی نہیں سوا
میرے سو مجھ سے ڈرو۔

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ ۝ (طہ ۸)

اللہ ہے جس کے سوا بندگی نہیں کسی کی، اس کے ہیں سب نام خاصے۔

إِنِّي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي ۚ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي ۝ (طہ ۱۴)

میں جو ہوں، میں اللہ ہوں، کسی کی بندگی نہیں سوا میرے، سو میری بندگی کر، اور نماز کھڑی رکھ میری یاد کو۔

إِنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۖ وَسَبَّحَ كُلُّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝ (طہ ۹۸)

تمہارا صاحب ہی اللہ ہے، جس کے سوا بندگی نہیں کسی کی سب چیز سمجھتی ہے اس کی خبر میں۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ ۝ (الانبیاء ۲۵)

اور نہیں بھیجا ہم نے، تجھ سے پہلے کوئی رسول، مگر اس کو یہی حکم بھیجا کہ بات یوں ہے کسی کی بندگی نہیں سوائے میرے، سو میری بندگی کرو۔

فَتَعَلَى اللَّهِ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ ۝ (المومنون ۱۱۶)

سو بہت اوپر ہے اللہ وہ بادشاہ سچا، کوئی حاکم نہیں اس کے سوا۔ مالک اس خاصے تخت کا۔

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ۝ (نمل ۲۶)

اللہ ہے! کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا۔ صاحب تخت بڑے کا۔

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ۚ لَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ

○ (القصص ۸۸)

اور مت پکار اللہ کے سوا اور حاکم، کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا، ہر چیز فنا ہے مگر اس کا منہ، اسی کا حکم ہے، اور اسی کی طرف پھر جاؤ گے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا لِلَّهِ عَلَيْكُمْ ۖ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللَّهِ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۚ لَا

إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ فَانْتَبِهُوا ۚ تَوَفَّكُونَ ۝ (فاطر ۳)

لوگو! یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر، کوئی ہے بنانے والا اللہ کے سوا؟ روزی دیتا تم کو آسمان اور زمین سے۔ کوئی حاکم نہیں مگر وہ۔ پھر کہاں سے اٹھتے جاتے ہو؟

هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ عَلِيمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ ۝ هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ

عَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۚ سُبْحَنَ اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ هُوَ اللَّهُ

الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى ۚ يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ

الْحَكِيمُ ۝ (الحشر ۲۲-۲۴)

وہ اللہ ہے جس کے سوا بندگی نہیں کسی کی، جانتا ہے چھپا اور کھلا، وہ ہے بڑا مہربان رحم والا۔ وہ اللہ ہے! جس کے سوا

بندگی نہیں کسی کی، وہ بادشاہ، پاک ذات، چنگا، امان دیتا، پناہ میں لیتا، زبردست دباؤ والا، صاحب بڑائی کا، پاک ہے اللہ

اس سے جو شریک بتاتے ہیں۔ وہ اللہ ہے بنانے والا، محال کھڑا کرتا، صورت کھینچتا، اسی کے ہیں سب نام خاصے، اس کی پاکی بولتا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں، اور وہی ہے زبردست حکمت والا۔

ان آیات کریمہ کی تشریح کی ضرورت نہیں کہ وہ خود منہ بولتی توحید الہی کی شہادت ہیں۔ چند ضروری نکات پر توجہ دلانے کے لیے عرض کیا جاتا ہے کہ ان آیات مقدسہ میں اللہ تعالیٰ کی ذات والا صفات کا ذکر اس کے اسم جلالت کے ساتھ بھی آیا ہے۔ اور ”ہو“ کی اہم ترین اور معنی خیز ضمیر کے ساتھ کہ اس سے اللہ کے سوا اور کوئی مراد نہیں ہو سکتا۔ دلچسپ حقیقت اور توحید ربانی کی سچی شہادت یہ ہے کہ ”ہو“ (وہ) دوسرے مذاہب عالم خاص کر آسمانی ادیان الہامی میں اللہ تعالیٰ کے لیے ہی آتا ہے۔ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے بعض آیات مقدسہ میں اپنی ذات کی طرف ”اَنَا“ (میں) کہہ کر بھی اشارہ کیا ہے جو بہت اہم اور ذاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی شہادت دی ہے کہ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور اس کی شہادت سے بڑھ کر کس کی گواہی ہو سکتی ہے؟ پھر اس حقیقت عالی پر ملائکہ بھی گواہ ہیں اور اہل علم بھی۔ اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں کو اس حقیقت سے آگاہ کر کے ان کو اور ان کی امتوں کو اپنی ہی بندگی کرنے کا حکم دیا تھا مگر بہت سی امتوں نے اس سے روگردانی کی اور غیر اللہ کو معبود بنالیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے عظیم رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اس کے سوا اور کسی کو الٰہ و معبود نہ مانیں اور سب کو اسی کی دعوت دیں۔ اگر کوئی اس سے اعراض کرے تو فرما دیں کہ وہی میرا اللہ ہے اور اس کے سوا اور کوئی نہیں۔ یہی حکم آپ سے پہلے حضرت موسیٰ کو دیا تھا اور اسی حکم کو فرشتوں کے ذریعہ تمام انسانوں تک پہنچایا تھا۔ یہ ایسی حقیقت امری ہے کہ اس کا انکار ممکن نہیں۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی کئی اہم ترین صفات ذاتی اور فعلی کا بھی ذکر ہے۔ وہ زندہ جاوید، دوسروں کو حیات بخشنے والا، خالق، رازق، وکیل، رب، علیم، اسماءِ حسنیٰ کا مالک، عالم غیب و شہادت، پادشاہ، عزیز اور جبار ہے۔ وہ دراصل تمام اسماءِ حسنیٰ اور صفاتِ عالیہ کا مالک ہے جیسا کہ ان آیات کریمہ کے علاوہ دوسری بے شمار آیات مقدسہ میں کہا گیا ہے۔

(ب) اسلوب دوم: وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا اللَّهُ

توحید الہی کو ثابت کرنے والی دوسری بہت سی آیات ہیں۔ ان میں ایک اسلوب ”وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا اللَّهُ“ ہے جو سورہ آل عمران ۶۲ اور ص ۶۵ میں پایا جاتا ہے اور وہ آیات بالترتیب حسب ذیل ہیں:

إِنَّ هَذَا لَهُ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا اللَّهُ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ○ (۶۲: ۳)

یہ جو ہے سو یہی ہے بیان تحقیق، اور کسی کی بندگی نہیں سوا اللہ کے، اور اللہ جو ہے وہی ہے زبردست حکمت والا۔

قُلْ إِنَّمَا أَنَا مُنْذِرٌ ۚ وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ○ (۶۵: ۳۸)

تو کہہ، میں تو یہی ہوں ڈر سنانے والا۔ اور حاکم کوئی نہیں مگر اللہ اکیلا دباؤ والا۔

(ج) اسلوب سوم: مَالَكُمْ مِّنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ

ایک اور اسلوب جو عام طور سے انبیاء کرام نے اپنی قوموں کو مخاطب کرتے وقت اختیار کیا تھا۔ یہ ہے:

لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ يَتَقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَالَكُمْ مِّنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ ۖ (الاعراف : ۵۹)

ہم نے بھیجا نوح کو، اس کی قوم کی طرف، تو بولا، اے قوم! بندگی کرو اللہ کی، کوئی نہیں تمہارا صاحب اس کے سوا۔

یہی اسلوب حضرات ہود، صالح اور شعیب علیہم السلام کی دعوتِ اسلام میں بیان کیا گیا ہے جیسا کہ اسی سورہ کی آیت: ۶۵، ۷۳ اور ۸۵ میں نظر آتا ہے۔ ان کے علاوہ دوسری سورتوں میں بھی یہ اسلوب پایا جاتا ہے مثلاً سورہ ہود: ۵۰، ۸۲، ۶۱، المؤمنون: ۲۳، ۳۲۔

(د) اسلوب چہارم: ءِإِلَهِ مَعَ اللَّهِ

اللہ تعالیٰ کی الوہیت ثابت کرنے کے لیے متعدد آیات میں استفہام کے کم از کم دو اسلوب اختیار کئے ہیں۔ ایک سورہ نمل کی متعدد آیات میں ہے جیسے:

ءِإِلَهِ مَعَ اللَّهِ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَعْدِلُونَ ○ (۲۷ : ۶۰)

اب کوئی حاکم ہے اللہ کے ساتھ؟ کوئی نہیں، ان بہتوں کو سمجھ نہیں۔

ءِإِلَهِ مَعَ اللَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ○ (۲۷ : ۶۱)

اب کوئی حاکم ہے اللہ کے ساتھ؟ کوئی نہیں، ان بہتوں کو سمجھ نہیں۔

ءِإِلَهِ مَعَ اللَّهِ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ○ (۲۷ : ۶۲)

اب کوئی حاکم ہے اللہ کے ساتھ؟ تم سوچ کم کرتے ہو۔

ءِإِلَهِ مَعَ اللَّهِ تَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ○ (۲۷ : ۶۳)

اب کوئی حاکم ہے اللہ کے ساتھ؟ اللہ بہت اوپر ہے اس سے جو شریک بناتے ہیں

ءِإِلَهِ مَعَ اللَّهِ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ○ (۲۷ : ۶۴)

اب کوئی حاکم ہے اللہ کے ساتھ؟ تو کہہ، لاؤ اپنی سند اگر سچے ہو۔

(س) اسلوب پنجم: مَن إِلَهٌ غَيْرُ اللَّهِ

دوسرا اسلوب استفہام سورہ قصص کی دو آیات کریمہ ۲-۱ میں پایا جاتا ہے:

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ اللَّيْلَ سَرْمَدًا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَمَةِ مَن إِلَهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيَكُمْ بِضِيَاءٍ ۖ أَفَلَا

تَسْمَعُونَ ۝ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ مَنْ إِلَهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيَكُمُ
بَلِيلٌ تَسْكُنُونَ فِيهِ ۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۝ (القصص: ۷۱-۷۲)

تو کہہ! دیکھو تو اگر اللہ رکھ دے تم پر رات ہمیشہ کو قیامت کے دن تک، کون حاکم ہے اللہ کے سوا، کہ لاوے تم کو کہیں
روشنی؟ پھر کیا تم سنتے نہیں؟ تو کہہ، دیکھو تو، اگر رکھ دے اللہ تم پر دن ہمیشہ کو قیامت کے دن تک، کون حاکم ہے اللہ
کے سوا؟ کہ لاوے تم کو رات جس میں چین پکڑو، کیا تم نہیں دیکھتے؟

یہی اسلوب بعض اور آیات کریمہ میں پایا جاتا ہے جیسے سورۃ انعام ۶۴، ”غیر“ کے ساتھ دوسرے کئی اسالیب بھی
اللہ کی الوہیت و وحدانیت ثابت کرنے کے لیے اختیار کئے گئے ہیں مثلاً سورۃ فاطر ۲ جس کا ذکر اوپر آچکا۔ یا جیسے سورۃ طور
کی آیت ۴۳ ہے:

أَمْ لَهُمْ إِلَهٌ غَيْرُ اللَّهِ ۚ سُبْحَنَ اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ (۵۲: ۴۳)

کیا ان کا کوئی حاکم ہے اللہ کے سوا؟ وہ اللہ نرا ہے ان کا شریک بتانے سے۔
اسی طرح سورۃ اعراف ۱۴۰ میں یہ اسلوب دوسرے الفاظ میں اختیار کیا گیا ہے۔

(ص) اسلوب ششم: لَا تَجْعَلْ / لَا تَجْعَلُوا مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ

متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے مختلف رسولوں کی زبانوں سے اور جدا جدا پس منظر اور گونا گوں اسالیب میں اللہ
کے ساتھ کسی اور کو الٰہ و معبود بنانے سے روکا ہے۔ جیسے سورۃ قصص نمبر ۸۸ میں گذر چکا۔ ایسی بعض اور آیات یہ ہیں:

لَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُومًا مَّخْذُولًا ۝ (۱۷: ۲۲)

نہ ٹھہرا اللہ کے ساتھ دوسرا حاکم، پھر بیٹھ رہے گا تو اولاہنا پا کر بے کس ہو کر۔

وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتُلْقَىٰ فِي جَهَنَّمَ مَلُومًا مَّدْحُورًا ۝ (۱۷: ۳۹)

اور نہ ٹھہرا اللہ کے سوا اور کی بندگی، پھر پڑے تو دوزخ میں اولاہنا کھلایا و کھیلایا۔ (اسراء نمبر ۲۲ اور نمبر ۳۹)۔

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتَكُونَ مِنَ الْمُعَذَّبِينَ ۝ (۲۶: ۲۱۳)

سو تو مت پکارا اللہ کے ساتھ دوسرا حاکم، پھر تو پڑے عذاب میں۔ (الشعراء نمبر ۲۱۳)

وَلَا تَجْعَلُوا مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ ۚ إِنِّي لَكُمْ مِنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ (۵۱: ۵۱)

اور نہ ٹھہراؤ اللہ کے ساتھ اور کوئی پوجنے کا، میں تم کو اس کی طرف سے ڈر سناتا ہوں کھول کر۔ (الذاریات نمبر ۵۱)

ایسی متعدد آیات ہیں اور ان کی تائید میں دوسری اسالیب کی بھی آیات ہیں۔

(ب) اسلوب، ہفتہ: اِلٰہُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ

آخر میں چند وہ آیات کریمہ جو واضح الفاظ و اسلوب میں اللہ کی وحدانیت کا اعلان کرتی ہیں:

وَإِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ (البقرہ ۱۶۳) اور تمہارا رب اکیلا رب

ہے۔ کسی کو پوجنا نہیں اسکے سوا، بڑا مہربان ہے، رحم والا۔ اِلٰہ واحد کا واضح ذکر بہت سی آیات میں آیا ہے جیسے نساء نمبر ۱۷۱، مائدہ نمبر ۷۳، انعام نمبر ۱۹، ابراہیم نمبر ۵۲، نحل نمبر ۲۲، نمبر ۵۱، کہف نمبر ۱۱۰، انبیاء نمبر ۱۰۸، الحج نمبر ۳۲، صافات نمبر ۶۵ اور فصلت نمبر ۶ وغیرہ۔

(۱۲) حالتِ فاعلی میں — افعالِ الہی کا مبتدا

حالتِ فاعلی میں اللہ یا تو بطور مبتدا آیا ہے یعنی اس کی خبر میں اس کی کوئی صفت آئی ہے یا کوئی اس کا فعل اور یہ دونوں لامحدود ہیں کیونکہ اللہ کے بے شمار اسمائے حسنیٰ اور صفاتِ علیا ہیں۔ اور وہ ہر کام اور ہر فعل کرنے پر قادر ہے۔ ان سب کا احاطہ ناممکن ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے بعض اہم ترین افعال کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جہاں تک اس کے اسمائے حسنیٰ کا تعلق ہے وہ کہیں اور زیر بحث لائے گئے ہیں اور ان کا حوالہ بلکہ اچھا خاصا ذکر اوپر بہت سی آیاتِ کریمہ میں آچکا ہے۔

اللہ تعالیٰ تخلیق فرماتا اور زندگی و موت دیتا ہے اور وہی قیامت میں تمام مخلوقات مکلفہ کو پھر سے جی اٹھائے گا: (بقرہ نمبر ۷۳، نمبر ۱۲۸، نمبر ۲۵۹، آل عمران نمبر ۴۷، نمبر ۱۵۶، انعام نمبر ۱۰۲، زمر نمبر ۴۲، جاثیہ نمبر ۲۲، نمبر ۲۶۔ وہ بندوں پر فضل فرماتا ہے: (بقرہ نمبر ۹۰، نمبر ۱۰۵، آل عمران ۳-۴، نساء نمبر ۳۲، مائدہ نمبر ۵۲، فتح نمبر ۲۵ وغیرہ)۔

وہ ان کو بارش کے ذریعہ زندگی اور رزق دیتا ہے: (بقرہ نمبر ۱۶۳، نمبر ۲۱۲، شوریٰ نمبر ۱۹، نمبر ۲۷، تغابن نمبر ۱۱، نوح نمبر ۹-۱۷ وغیرہ)۔

وہ ان کو ہدایت دیتا ہے اور اپنے رسولوں اور کتابوں کے ذریعہ ان کی دنیا و آخرت سنوارتا ہے: (بقرہ نمبر ۲-۲۱۳، آل عمران نمبر ۸۶، نساء نمبر ۸۸، انعام نمبر ۳۹، نمبر ۹۰، اعراف نمبر ۴۳، شوریٰ نمبر ۱۳، حجرات نمبر ۱۷، حدید نمبر ۱۰، نمبر ۲۱، اور متعدد آیات کریمہ) اور غرض کہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے کہ وہ ہر شے پر قادر ہے: (آل عمران نمبر ۴۰، نساء نمبر ۱۳۶، مائدہ نمبر ۱۷، نمبر ۴۰، اعراف نمبر ۵۴، توبہ نمبر ۳۹ وغیرہ)

(۱۳) حالتِ مفعولی میں

حالتِ مفعولی میں اللہ کا ذکر قرآن مجید کی جن آیات میں آیا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی کسی صفت اور فعل سے تعلق رکھتی ہیں۔ وہ بہت ہیں۔ چند کا مثال کے طور پر ذکر کیا جاتا ہے: اللہ عالم الغیب والشہادہ ہے: (بقرہ نمبر ۷، آل عمران

نمبر ۵، مائدہ نمبر ۷، انفال نمبر ۴۳)۔

اللہ کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرو: (بقرہ نمبر ۸۳، آل عمران نمبر ۶۳، نساء نمبر ۳۶، اعراف نمبر ۵۹، نمبر ۸۵-۲، ہود نمبر ۲ وغیرہ)۔

اللہ تعالیٰ رازق بلا حساب ہے: (آل عمران نمبر ۳۷، حج نمبر ۵۸، روم نمبر ۳۷، زمر نمبر ۵۲، شوریٰ نمبر ۱۲، وغیرہ)۔
اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے: (بقرہ نمبر ۱۰۶، نمبر ۱۰۹، آل عمران نمبر ۱۶۵، طلاق نمبر ۱۲، جن نمبر ۱۲ اور متعدد آیات کریمہ)۔

اللہ کا تقویٰ اختیار کرو: (مائدہ نمبر ۱۱، نمبر ۸۸، انفال نمبر ۶۹، مومنون نمبر ۲۳، حدید نمبر ۲۸، حشر نمبر ۱۸، ممتحنہ نمبر ۱۱ وغیرہ)۔

وہ آسمان و زمین اور پوری کائنات کا مالک ہے: (بقرہ نمبر ۱۰۷، مائدہ نمبر ۴، توبہ نمبر ۱۱۶، وغیرہ متعدد آیات میں ذکر ہے)۔

وہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے: (بقرہ نمبر ۱۵۳ وغیرہ)

وہ تقویٰ و احسان والوں اور مومنون کے ساتھ ہے: (بقرہ نمبر ۵-۱۹۳، نمبر ۲۲۲، وغیرہ)۔ وہ غفور رحیم ہے:
(بقرہ نمبر ۱۹۲، نمبر ۱۹۹، نمبر ۲۲۶، نساء نمبر ۱۲۹، مائدہ نمبر ۳۳، انفال نمبر ۶۹،)

(۱۴) حالتِ جرم میں:

حالتِ جرم میں اللہ تعالیٰ کا جہاں ذکر آیا ہے ان میں اس کی صفات و فعل کے لحاظ سے اس کی ملکیت و حاکمیت کا ذکر زیادہ غالب ہے۔ مثلاً رزق کی ملکیت الہی اور عطائے خاص کا ذکر یوں ہے:

کُلُوا وَاشْرَبُوا مِنْ رِزْقِ اللَّهِ وَلَا تَقْنُتُوا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ (بقرہ نمبر ۶۰) کھاؤ پیو روزی اللہ کی، اور نہ
پھرو ملک میں فساد مچاتے۔ رزق و طہیت رزق کا ذکر متعدد آیات میں ہے، بقرہ نمبر ۱۷۲، طہ نمبر ۱۳۱، ہود نمبر ۶ وغیرہ)۔

اس کے فضل عام کا ذکر متعدد آیات میں ہے: (بقرہ نمبر ۶۳، نساء نمبر ۷۰، نمبر ۸۳، نمبر ۱۱۳، یونس نمبر ۵۸، یوسف نمبر ۳۸ وغیرہ) اس کی آیات کا ذکر ہے: (سورہ بقرہ نمبر ۲۵۲، آل عمران نمبر ۱۰۸، نمبر ۱۱۲، انفال نمبر ۵۲، توبہ نمبر ۶۵، وغیرہ متعدد آیات میں) اس کی ملکیت کائنات کا ذکر یوں ہے: وَلِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ بقرہ نمبر ۱۱۵ (اور اللہ کے لئے ہے مشرق و مغرب) نیز ملاحظہ ہو بقرہ نمبر ۱۳۲، نمبر ۲۸۳، آل عمران نمبر ۱۸۰، نمبر ۱۸۹، نساء نمبر ۷۸، نمبر ۱۳۶، مائدہ نمبر ۱۷، نمبر ۱۲۰ یونس نمبر ۵۵ وغیرہ) اسی کی ہدایت ہے (بقرہ نمبر ۱۲، نمبر ۱۳۲، آل عمران نمبر ۷۳ وغیرہ) اور وہی مغفرت و رحمت والا ہے (آل عمران نمبر ۱۵۷ وغیرہ)۔

یہ تمام آیات بطور مثال قرآن مجید میں اللہ کے ذکر کو سمجھانے کے لئے پیش کی گئی ہیں۔ ورنہ ظاہر ہے کہ پورا کلام الہی اپنے متکلم کے اسمِ جلالت سے بھرا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کو اپنی معرفت دے اس

لئے اس نے طرح طرح سے اپنے بارے میں وہ حقائق کھولے ہیں جو ان کی فوز و فلاح دنیوی اور نجات و مغفرت اخروی کے لئے ضروری ہیں۔ اور ان حقائق و معلومات سے تعرض نہیں کیا جو انسانی فہم سے بالاتر ہیں اور ان کے لئے کسی مصرف کے نہیں۔ اسی بنا پر ذاتِ اللہ تعالیٰ کی تفصیلات نہیں بیان کی گئی ہیں۔ اور جو تفصیلات دی گئی ہیں وہ یا تو صفاتِ ربانی کے حوالہ سے ہیں یا بعض مثالوں کے ذریعہ سے۔ جیسے سورہ نصر میں اللہ تعالیٰ کو آسمانوں کا اور زمین کا نور کہا ہے ایک ایسا نور جو کسی طاقِ عالی میں رکھے ہوئے شیشہ کے چراغ سے ہویدا ہو اور اس کی روشنی اس بابرکت درخت کے تیل کی مریحون منت ہو جو نہ تو شرقی ہو نہ غربی اور جس کی صفائی اور شفافیت اتنی ہے کہ بلا آگ دکھائے وہ جل اٹھتا ہے۔ یہ تو محض اس کی ذاتِ بے ہمتا کی ایک قابلِ فہم مثال ہے ورنہ نہ اس کی ذات کی کوئی مثال ہے اور نہ اس کی مثال کی مثال۔ اس جیسا تو کوئی نہیں۔ مزید بحث کلامِ الہی میں ذاتِ الہی کے تصور پر بحث میں ملے گی۔

(۱۵) صفتِ ربوبیتِ الہی

اللہ تعالیٰ نے اپنے اسمِ جلالت کے لئے پہلی صفت جو بیان فرمائی ہے وہ ”رب العالمین“ ہے۔ قرآن مجید میں یہ صفتِ الہی کل چوراسی (۸۴) مقامات پر آئی ہے اور ”رب العالمین“ ان میں سے نصف یا تیس (۴۲) آیات میں وارد ہوئی ہے اور ”رب“ کے ساتھ مختلف تراکیب قرآنی اپنے مواقع و محال کے اعتبار سے مختلف تعداد میں لائی گئی ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے تمام آیات ”رب العالمین“ کا تجزیہ کر لیا جائے کہ سورۃ الحمد / الفاتحہ میں یہی صفتِ اولین ہے۔ ان آیاتِ مقدسہ کو چھوڑ کر جن کا ذکر ”محمد“ کی مناسبت سے آچکا ہے بقیہ میں سے کچھ آیاتِ کریمہ مختلف انبیاء کرام کی ”رسالتِ رب العالمین“ کے ضمن میں آئی ہیں یا ان کے پاس حکم و اطاعتِ الہی کے نزول کے باب میں وارد ہوئی ہیں۔ کچھ ان انبیاء کرام کے مومنوں کے حوالہ سے مذکور ہوئی ہیں۔ بعض منشائے و حکمِ الہی کے متعلق ہیں تو بعض میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رب العالمین کی اطاعت و عبادت کا حکم ہے کچھ خلق و امر الہی کا حوالہ دیتی ہیں اور ایک دو روز قیامت، اہل جنت و جہنم کے حوالہ سے ہیں۔ کئی ایک قرآن مجید کو تنزیل رب العالمین بتاتی ہیں اور حد یہ کہ ایک میں شیطان رجیم بھی رب العالمین کا اعتراف کرتا نظر آتا ہے۔ ان تمام آیاتِ کریمہ کا تجزیہ ان کے طبقہ اور زمرہ کے مطابق ذیل میں کیا جا رہا ہے:

(الف) رب العالمینی

نوع انسانی کے زمانہ تقدم کے لحاظ سے پہلی وہ آیت ہے جو ہابیل و قابیل کے متعلق سورہ مائدہ نمبر ۲۸ میں

ہے۔

لَئِنْ، بَسَطْتُ إِلَى يَدِكَ لِتَقْتُلَنِي مَا أَنَا بِبَاسِطٍ يَدِيَ إِلَيْكَ لِأَقْتُلَكَ، إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ
الْعَالَمِينَ ○ (۲۸: ۵)

اگر تو ہاتھ چلاوے گا مجھ کو مارنے کو، میں نہ ہاتھ چلاؤں گا تجھ پر مارنے کو میں ڈرتا ہوں اللہ سے، جو صاحب ہے سب جہان کا۔

اس آیت کا پس منظر یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں ہابیل و قابیل نے جناب الہی میں نذر و قربانی پیش کی۔ اللہ تعالیٰ نے ہابیل کی نذر قبول کر لی اور قابیل کی نہ کی۔ قابیل نے مارے حسد کے اپنے بھائی کا خاتمہ کرنا چاہا۔ یہ ہابیل کا مقولہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف سے ادا کیا ہے۔ اس آیت میں ہابیل نے حضرت آدم کے حین حیات ہی اللہ کی رب العالمین کا اعلان کیا تھا۔

اس کے بعد کئی سورتوں میں حضرت نوح علیہ السلام کے حوالہ سے اللہ رب العالمین کہا گیا ہے: سورۃ اعراف نمبر ۶۱ میں ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ واحد کی عبادت کی طرف بلایا جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور ان کو قیامت سے ڈرایا تو ان کی قوم نے خود ان کو گمراہی میں مبتلا بتا دیا۔ اس پر حضرت نوح نے فرمایا:

قَالَ يَقَوْمِ لَيْسَ بِي ضَلَالَةٌ وَلَكِنِّي رَسُولٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ○ (۷: ۶۱)

بولا اے قوم! میں کچھ بہکا نہیں ہوں، لیکن میں بھیجا ہوں جہان کے صاحب کا۔
حضرت نوح نے اپنی قوم کو دعوت الہی دی تو واضح کر دیا کہ وہ رسول امین ہیں اور وہ ان سے کوئی اجر نہیں چاہتے کہ ان کا اجر رب العالمین کے پاس ہے:

وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنِ أَجْرِي إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○ (الشعراء ۱۰۹)

اور مانگتا نہیں میں تم سے اس پر کچھ نیک (اجر) میرا نیک ہے اسی جہان کے صاحب پر۔
حضرت نوح کی طرح بالکل یہی پس منظر اور کلام چار اور پیغمبر ان الہی کے بارے میں نقل کیا گیا ہے۔ یہ انبیاء کرام میں حضرات ہود، صلح، لوط اور شعیب علیہم السلام (سورۃ الشعراء نمبر ۱۲۷، نمبر ۱۳۵، نمبر ۱۶۳، اور نمبر ۱۸۰ بالترتیب) ان سب آیات کریمہ میں مذکورہ بالا انبیاء کے کرام نے اللہ کو ”رب العالمین“ بتا کر اسی سے اپنا اجر چاہا تھا۔ سورۃ اعراف نمبر ۶۷ میں حضرت ہود کو بھی حضرت نوح کی مانند ”رسول رب العالمین“ فرمایا گیا ہے۔ ان میں اللہ کو رب العالمین اس لئے کہا گیا کہ وہ بندوں کی مادی اور روحانی دونوں ضروریات پوری کرتا ہے اور ان کی دونوں طرح سے تربیت و پرورش فرماتا ہے۔

دوسرے جلیل القدر پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں جن کے حوالہ سے کئی آیات میں یہ فقرہ مبارک آیا ہے:

إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمَ ۖ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ○ (البقرة ۱۳۱)

جب اس کو کہا اس کے رب نے، حکم بردار ہو! بولا، میں حکم میں آیا جہان کے صاحب کے۔

قَالَ أَفَرَأَيْتُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ ○ أَنْتُمْ وَ آبَاؤُكُمْ الْأَقْدَمُونَ ○ فَإِنَّهُمْ عَدُوِّي إِلَّا رَبَّ

الْعَلَمِينَ ○ (الشعراء ۷۵-۷۷)

کہا، بھلا دیکھتے ہو؟ جن کو پوجتے رہے ہو، تم اور تمہارا باپ دادے اگلے سو وہ میرے غنیم ہیں مگر جہان کا صاحب۔
اِذْ قَالَ لِاِبْنِهِ وَقَوْمِهِ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ○ اِنْفُكَا اِلٰهَۃَ دُوْنِ اللّٰهِ تُرِيدُوْنَ ○ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ
الْعَلَمِينَ ○ (الصّٰفّٰت ۸۵-۸۷)

جب کہا اپنے باپ کو اور اس کی قوم کو: تم کیا پوجتے ہو؟ کیوں جھوٹ بنائے حاکموں کو، اللہ کے سوا چاہتے ہو؟ پھر کیا خیال کیا ہے تم نے جہان کے صاحب کو۔

ان آیات مقدسہ میں یہ حقیقت واضح کی گئی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم بشمول ان کے والد آزر کے بتوں اور جھوٹے خداؤں کی عبادت اس لئے کرتے تھے کہ وہ ان کی پرورش و تربیت کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی غلط فہمی اور ان کی غلطی درست کی اور فرمایا کہ عبادت و پرستش کے لائق صرف اللہ ہی ہے جو رب العالمین ہے یعنی سارے جہانوں کا رب۔ اسی بنا پر ان کو جب حکم ہوا کہ اطاعت الہی کریں تو انہوں نے اس کی ربوبیت کا اعتراف کرتے ہوئے اس کی اطاعت کی اور اس پر اسلام لے آئے۔

حضرت موسیٰ اور ان کے برادر عزیز حضرت ہارون علیہ السلام اور دربار فرعون کے مقابل جادو گروں کے حضرت موسیٰ سے ہار جانے کے بعد ایمان لانے کے پس منظر میں کئی آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ کو ”رب العلمین“ کہا گیا ہے:

قَالَ يَقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَلَمِيْنَ ○ (اعراف ۶۷)

بولا، اے قوم! میں کچھ بے عقل نہیں، لیکن میں بھیجا ہوں جہان کے صاحب کا۔

وَقَالَ مُوسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّىْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَلَمِيْنَ ○ (اعراف ۱۰۴)

اور کہا موسیٰ نے، اے فرعون! میں بھیجا ہوں جہان کے صاحب کا۔

... فَاتٰىا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَا اِنَّا رَسُوْلٌ رَّبِّ الْعَلَمِيْنَ ○ (الشعراء ۱۶)

سو جاؤ فرعون کے پاس، اور کہو، ہم پیغام لائے ہیں جہان کے صاحب کا۔

قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعَلَمِيْنَ ○ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ

مُوقِنِيْنَ ○ (الشعراء ۲۳-۲۴)

بولو فرعون، کیا معنی جہان کا صاحب؟ کہا، صاحب آسمان و زمین کا، اور جو ان کے بیچ ہے، اگر تم یقین کرو۔

فَلَمَّا جَاءَهَا نُودِيَ اَنْ : بُورِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ⁂ وَنُفِخَ فِي السُّنْحٰنِ اللّٰهِ رَبِّ الْعَلَمِيْنَ ○ (النمل ۸)

پھر جب پہنچا اس پاس، آواز آئی، کہ برکت رکھتا ہے جو کوئی آگ میں ہے، اور جو اس کے آس پاس، اور پاک ہے ذات اللہ کی جو صاحب سارے جہان کا۔

فَلَمَّا اتَّهَا نُودِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْأَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبْرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ أَنْ يَمْوَسَىٰ إِنِّي أَنَا اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ○ (القصص ۳۰)

پھر جب پہنچا اس پاس، آواز ہوئی میدان کے داہنے کنارے سے، برکت والے تختے سے، اس درخت سے کہ اے موسیٰ! میں ہوں، میں اللہ جہان کا رب۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَقَالَ إِنِّي رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○ (الزخرف ۴۶)

اور ہم نے بھیجا موسیٰ اپنی نشائیاں دے کر، فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس، تو کہا، میں بھیجا ہوں جہان کے صاحب کا۔

وَالْقِيَ السَّحَرَةُ سَاجِدِينَ ○ قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ○ رَبِّ مُوسَىٰ وَ هَارُونَ ○ (اعراف ۱۲۰-۱۲۱)

اور ڈالے گئے ساحر سجدہ میں، بولے، ہم نے مانا جہان کے صاحب کو، جو صاحب موسیٰ اور ہارون کا۔

فَالْقِيَ السَّحَرَةُ سَاجِدِينَ ○ قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ○ رَبِّ مُوسَىٰ وَ هَارُونَ ○ (الشعراء ۴۶-۴۸)

پھر اوندھے کرے جادوگر سجدہ میں، بولے، ہم نے مانا جہان کے رب کو جو رب موسیٰ اور ہارون کا۔

دوسرے انبیاء کرام کی مانند حضرات موسیٰ و ہارون نے اللہ کو رب العالمین مانا کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت

علم سے رسول و نبی بنایا تھا اور اسی حیثیت سے جب وہ دربار فرعون میں دعوتِ حق لے کر آئے تو انہوں نے اپنے آپ

کو رب العالمین کا فرستادہ بنا کر پیش کیا کہ جس طرح وہ اس کی ربوبیت سے نبی و رسول بنے ہیں اسی طرح سب لوگوں کو

اللہ کو رب العالمین مان لینا چاہئے اور حقیقت کھلتے ہی جادوگروں نے اسے رب العالمین تسلیم کر لیا کہ جھوٹے مجاہدات

ربوبیت ان کی آنکھوں سے ہٹ گئے تھے۔ ایک آیت (سورۃ نمل نمبر ۴۴) میں ملکہ سبا جب دربار سلیمانی میں آتی اور

اسلام قبول کرتی ہے تو وہ اللہ رب العالمین کا نام لیتی ہے جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے رب تھے۔ کیونکہ مظاہر

فطرت کی پرستش کا حجاب اٹھ چکا تھا اور اس نے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پہچان لی تھی۔

کئی آیاتِ کریمہ میں ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یا تو رب العلمین پر اسلام لانے کا حکم دیا گیا یا

دوسرے احکام رب العالمین کے حوالہ سے دئے گئے ہیں۔ یہ آیاتِ کریمہ ہیں: سورۃ انعام نمبر ۱، ۱۶۲، غافر نمبر ۶۶،

فصلت نمبر ۹۔

... قُلْ إِنْ هَدَىٰ اللَّهُ هُوَ الْهُدَىٰ ۖ وَأَمْرًا يُسْلِمَ لِربِّ الْعَالَمِينَ ○ (انعام ۷۱)

تو کہہ، اللہ نے راہ بتائی، وہی راہ ہے، اور ہم کو حکم ہوا ہے کہ تابع رہیں جہان کے صاحب کے۔

قُلْ إِنْ صَلَّيْتُ وَنُسَكِنُ وَنَحْيَا وَنَمَاتُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○ لَا شَرِيكَ لَهُ ۚ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ

الْمُسْلِمِينَ ○ (انعام ۱۶۲-۱۶۳)

تو کہہ، میری نماز اور قربانی، اور میرا جینا اور مرنا اللہ کی طرف ہے، جو صاحب سارے جہان کا۔ کوئی نہیں اس کا شریک اور یہی مجھ کو حکم ہوا، اور میں سب سے پہلے حکم بردار ہوں۔

قُلْ إِنِّي نُهَيْتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَمَّا جَاءَنِيَ الْبَيِّنَاتُ مِنْ رَبِّي وَأُمِرْتُ أَنْ أُسْلِمَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ○ (غافر / مومن ۶۶)

تو کہہ، مجھ کو منع ہوا کہ پوجوں جن کو تم پکارتے ہو سوا اللہ کے، جب پہنچ چکیں مجھ کو کھلی نشانیاں میرے رب سے، اور حکم ہوا کہ تابع رہوں جہان کے صاحب کے۔

قُلْ إِنَّا نَحْنُ الْكَافِرُونَ بِالَّذِي خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُونَ لَهُ أَنْذَاذًا ذَلِكَ رَبُّ الْعَالَمِينَ ○ (حم السجده / فصلت ۹)

تو کہہ، کیا تم منکر ہو اس سے جس نے بنائی زمین دو دن میں؟ اور برابر کرتے ہو اس کے ساتھ اوروں کو؟ وہ ہے رب جہان کا۔

اگرچہ یہ آیات کریمہ اپنے معانی و مفاہیم کے اعتبار سے بالکل واضح ہیں تاہم ان کے بیان کردہ چند حقائق پر توجہ دلائی ضروری ہے۔ پہلی حقیقت تو یہ آشکار کی گئی کہ اللہ کی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے اور وہ یہ کہ ہم رب العالمین کے آگے سر تسلیم خم کر دیں۔ دوسری حقیقت یہ کہ ہماری عبادت، ہماری زندگی اور ہماری موت سب اللہ رب العالمین کے لئے ہے جو الالہ شریک ہے اور تیسری حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے علم آجانے کے بعد غیر اللہ کی عبادت حرام ہے اور صرف اسی کی عبادت کرنی چاہئے کیونکہ وہی اکلوتا رب العالمین ہے اور اس کے ساتھ ہمیں کسی کو شریک نہیں کرنا چاہئے یہ چوتھی حقیقت ہے۔ یہ سارے حقائق تکوینی و تشریعی اللہ رب العالمین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ تمام انسانوں پر منکشف فرمائے ہیں اور اس طرح اپنی رب العالمینی کا اظہار فرمایا ہے کہ وہ ربوبیت عالم کے سبب ہی انسانوں کو زندگی دیتا، موت سے ہمکنار کر کے آخرت کی مستقل اور دائمی زندگی عطا فرماتا ہے۔ پھر وہ ان کو ہدایت دیتا ہے کہ وہ ان کی پرورش روحانی کرتا ہے۔ اس لئے نماز و روزہ اور زندگی و موت سب اللہ رب العالمین کے لئے ہونا چاہئے دوسروں کے لئے نہیں کہ وہ رب نہیں ہیں۔

ظاہر ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو قرآن مجید کا تعلق ہے اس کا تقاضا تھا کہ اس کتاب عزیز کے حوالہ سے بھی اللہ رب العالمین کا ذکر خیر آتا ہے چنانچہ کئی آیات میں اللہ رب العالمین نے اپنی کتاب ربانی کے ذریعہ ربوبیت عامہ کا اظہار فرمایا ہے۔ یہ آیات کریمہ ہیں: یونس نمبر ۳۷، شعراء نمبر ۱۹۲، سجدہ نمبر ۲ واقعہ نمبر ۸۰ اور حاقہ نمبر ۴۳۔

وَمَا كَانَ هَذَا الْقُرْآنُ أَنْ يُفْتَرَىٰ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ تَصْدِيقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلُ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○ (۱۰: ۳۷)

اور وہ نہیں یہ قرآن کہ کوئی بنا لے اللہ کے سوا، اور لیکن سچا کرتا ہے اگلے کلام کو، اور بیان کتاب کا۔ جس میں شبہ نہیں، جہان کے صاحب ہے۔

وَإِنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعَلَمِينَ ۝ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ۝ عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ ۝ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ ۝ (۱۹۵-۱۹۲: ۲۶)

اور یہ قرآن ہے اتارا جہان کے صاحب کا۔ لے اترتا ہے اس کو فرشتہ معتبر، تیرے دل پر، کہ تو ہوئے ڈر سنانے والا کھلی عربی زبان سے۔

تَنْزِيلُ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِنْ رَبِّ الْعَلَمِينَ ۝ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا أَتَهُمْ مِنْ نَذِيرٍ ۚ مِنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ۝ (۲: ۳۲)

اتارا کتاب کا ہے، اس میں کچھ دھوکا نہیں، جہان کے صاحب سے۔ کیا کہتے ہیں یہ باندھ لایا؟ کوئی نہیں، وہ ٹھیک ہے تیرے رب کی طرف سے کہ تو ڈر سنا دے ایک لوگوں کو جن کو نہیں آیا کوئی ڈرانے والا تجھ سے پہلے، شاید وہ راہ پر آویں۔

إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ ۝ فِي كِتَابٍ مَكْنُونٍ ۝ لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ۝ تَنْزِيلُ مِنْ رَبِّ الْعَلَمِينَ ۝ (۸۰-۷۷: ۵۶)

بے شک یہ قرآن ہے عزت والا، لکھا چھپی کتاب میں، اس کو وہی چھوتے ہیں جو پاک بنے ہیں۔ اتارا ہے جہان کے صاحب سے۔

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۝ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۚ قَلِيلًا مَّا تُوْمِنُونَ ۝ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۚ قَلِيلًا مَّا تَذْكُرُونَ ۝ تَنْزِيلُ مِنْ رَبِّ الْعَلَمِينَ ۝ (۴۳-۴۰: ۶۹)

یہ کہا ہے ایک پیغام لانے والے سردار کا، اور نہیں یہ کہا کسی شاعر کا، تم تھوڑا یقین کرتے ہو، اور نہ کہا پیروں والے کا، تم تھوڑا دھیان کرتے ہو۔ یہ اتارا ہے جہان کے رب کا۔

ان تمام آیات میں جو حقیقتیں مشترک ہیں وہ یہ کہ یہ قرآن مجید رب العالمین کا نازل کردہ ہے اور اس میں یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ اس کی رویت کا تقاضا تھا کہ وہ انسانوں کی روحانی تربیت کے لئے اپنے پاس سے ہدایت نامہ بھیجے۔ اس میں بایں طور کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ وہ تذکیر کے لیے اتارا گیا ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر ایک معتبر پیغامبر الہی اور معتمد فرشتے کے ذریعے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو باخبر کریں اور لوگ جو پہلے ڈرائے یا باخبر نہیں کئے گئے وہ پیغام الہی پا کر ہدایت پائیں۔ وہ کسی انسان شاعر یا کاهن یا اور کسی کا گھڑا ہوا نہیں بلکہ وہ کلام پاک ہے جو اگلے صحیفوں کی تائید کرتا ہے۔ یہ اس بات کی مزید دلیل ہے کہ وہ اسی کتاب مکنون سے اسی رب

العالمین کا نازل کردہ ہے جس سے اگلے صحیفے اترے تھے۔ لیکن اس ذکر الہی سے انسان اسی وقت مستفید ہو سکتا ہے جب اللہ رب العالمین کی مرضی ہو جیسا کہ وہ سورۃ تکویر نمبر ۲۹ میں فرمایا ہے:

إِنَّهُ هُوَ الْاَذْكُرُ لِلْعٰلَمِیْنَ ۝ لَمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ اَنْ یَّسْتَقِیْمَ ۝ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّا اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (۸۱: ۲۷-۲۹)

یہ تو ایک سمجھوتی ہے جہان کے واسطے۔ جو کوئی چاہے تم میں کہ سیدھا چلے، اور تم جی بھی چاہو کہ چاہے اللہ جہان کا صاحب۔

انبیاء و رسل، اہل ایمان اور کتاب و قرآن کے حوالوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے ان محالفوں اور منکروں کی زبان سے اپنی ”رب العالمین“ کا اقرار و اعتراف کرایا جو اپنی زندگی بھر اس کا بظاہر اور اپنے اقوال میں انکار کرتے رہے لیکن حالات کی سنگینی اور نوشتہ دیوار کی ناقابل تردید خیرگی نے ان کی زبانوں پر اقرار ربوبیت الہی کا اعلان جاری کر دیا۔ کفر و انکار سے جو مقامِ سرمدی ابلیس / شیطان کو ملا اور اس مردود کے بہکاوے میں آکر جو انجامِ اہل دوزخ کا ہوا وہ انکار و کفر کا بدترین نمونہ ہے اور قرآن مجید کی دو آیات کریمہ — سورۃ حشر نمبر ۱۶ اور سورۃ شعراء نمبر ۹۸ — میں انہیں دونوں انتہائی سرکشوں کا اقرار رب العالمین نقل کیا گیا ہے جو بالترتیب حسب ذیل ہیں:

كَمَثَلِ الشَّیْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اٰكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّیْۤ اَبْرِیْءٌ مِّنْكَ اِنِّیْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (۵۹: ۱۶)

جیسے کہاوت شیطان کی، جب کہے انسان کو، تو منکر ہو، پھر جب وہ منکر ہوا، کہے کہ میں الگ ہوں تجھ سے، میں ڈرتا ہوں اللہ سے جو رب ہے سارے جہان کا۔

فَكَبِکُۢوْا فِیْہَا هُمْ وَالْغَآوُنَ ۝ وَجُنُوۡدُۤ اِبْلِیْسَۤ اَجْمَعُوۡنَ ۝ قَالُوۡا وَهَمُّ فِیْہَا یَخْتَصِمُوۡنَ ۝ تَاللّٰہِ اِنْ کُنَّا لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ۝ اِذْ نُسَوِّیْکُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (۲۶: ۹۴-۹۸)

پھر اوندھے ڈالے اس میں وہ اور سب بے راہ۔ اور لشکر ابلیس سارے کہیں کے جب وہ وہاں جھکڑنے لگیں، قسم اللہ کی! ہم تھے صریح غلطی میں۔ جب تم برابر کرتے تھے جہان کے صاحب کے۔

شیطان انسان کو کفر پر آمادہ کرتا ہے اور جب وہ نابلد و نا سمجھ اپنی جہالت کے سبب اس کی گمراہی سے بہک کر کفر کا راستہ اختیار کرتا ہے تو چونکہ شیطان حقیقت حال سے باخبر ہے لہذا وہ اللہ رب العالمین سے خوف کا اظہار کرتے ہوئے انسان کے کفر سے اپنی براءت کا اظہار کرتا ہے۔ حضرت شاہ عبد القادر دہلوی کا خیال ہے کہ دنیا میں بدر کے دن فرشتوں کو دیکھ کر شیطان بھاکا تھا اور قیامت کے دن وہ یہ کہے کا بھی۔ مولانا عثمانی نے بعض اور مفسرین کی مانند شیطان کے اس قول کو ریا اور مکاری پر محمول کیا ہے۔ مولانا تھانوی فرماتے ہیں کہ ”۔۔۔ اس شیطان نے اس انسان کو

اول بہکایا پھر وقت پر ساتھ نہ دیا اور دونوں خسران میں پڑے۔ ”معاملہ کچھ بھی ہو۔ بہر حال یہ بہکے ہوئے، گمراہ لوگ توبہ سے محروم اور ایمان سے خالی مریں گے تو جہنم کا ایندھن بنیں گے اور وہاں ان کو اپنا خراب انجام نظر آئے گا تو اللہ کی رب العالمین کا اقرار زبان سے بھی کر اٹھیں گے۔ مگر اس وقت ان کو اس اقرارِ ربوبیت الہی سے کوئی فائدہ نہ پہونچے گا کہ انہوں نے اس سے استفادہ کا زمانہ گنوا دیا تھا۔

مذکورہ بالا تمام ذرائع اور وسائل کے ذریعہ انسان کو سیدھی راہ کی خبر دینے اور اس پر چلنے کے فوائد کمانے اور اس سے اعراض کرنے کے عواقب جتانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے براہِ راست اپنی خَلْق اور قدرت کا ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو رب العالمین ہے انسانوں کے علاوہ آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق کرتا اور ان کے مابین کی تمام چیزوں کی پرورش و پرداخت کرتا ہے لہذا اسی کی عبادت و اطاعت کرنی ہے کہ اس کا بھی وہ رب العالمین انعام و اجر عطا کرے گا اور جس نے روگردانی اور نافرمانی پر کمر باندھی وہ سمجھ لے کہ واپسی اسی رب العالمین ہی کے پاس ہوگی۔ ان ہی حقائق کو مندرجہ ذیل آیات میں پیش کیا ہے:

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ ۚ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا ۚ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِهِ ۚ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ ۚ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ○ (الاعراف ۵۴)

تمہارا رب اللہ ہے، جس نے بنائے آسمان و زمین، چھ دن میں، پھر بیٹھا تخت پر، اوڑھاتا ہے رات پر دن، اس کے پیچھے لگا آتا ہے دوڑتا، اور سورج اور چاند اور تارے، کالم لگے اس کے حکم پر اس لو! اسی کا کام ہے بنانا اور حکم فرمانا۔ بڑی برکت اللہ کی جو صاحب سارے جہان کا۔

اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ قَرَارًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَصَوَّرَكُمُ فَاخْسَنَ صُورَكُمْ وَرَزَقَكُم مِّنَ الطَّيِّبِ ۚ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ ج فَتَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ○ (المومن / غافر ۶۴)

اللہ ہے جس نے بنادی تم کو زمین ٹھہرائی، اور آسمان عمارت، اور تم کو صورت بنائی، پھر اچھی بنائیں صورتیں تمہاری، اور روزی دی تم کو ستھری چیزوں سے۔ وہ اللہ ہے رب تمہارا۔ سو بڑی برکت ہے اللہ کی، جو رب ہے سارے جہان کا۔ ان دونوں آیاتِ کریمہ میں اللہ کے رب ہونے کا اور پھر رب العالمین ہونے کا ذکر انتہائی خوبصورت انداز اور دلنشیں اسلوب میں کیا گیا ہے۔ اس نے محض کائنات کی تخلیق نہیں اور نہ صرف انسان کو پیدا کیا بلکہ اس کی تخلیق کا کالم برابر جاری اور اس کا امر و حکم برابر ساری ہے۔ تمام کائنات کی حکومت اسی کے ہاتھ میں ہے اور وہ اللہ رب العالمین بڑی برکت والا ہے لہذا یہ نہ سمجھ لینا چاہئے کہ بس یہی دنیا ہے۔ اس کے بعد آخرت آنے والی ہے اور لوگوں کو اپنے رب العالمین کے حضور حاضر ہونا ہے۔

الْأَبْظُنَّ أُولَئِكَ أَنَّهُمْ مَبْعُوثُونَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ (مطففين ۶-۷)
 کیا خیال نہیں رکھتے وہ لوگ؟ کہ ان کو اٹھنا ہے ایک بڑے دن میں۔ جس دن کھڑے رہیں لوگ راہ دیکھتے جہان کے صاحب کی۔

(۱۶) رب دوسری اضافتوں کے ساتھ (الف) رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ:

اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو سارے جہانوں کا رب کہہ کر اور ”رب العالمین“ بتا کر یہ واضح کر دیا کہ صرف وہی پروردگار عالم ہے اور اس کے سوا اور کوئی نہیں تاہم نا سمجھ انسانوں کو سمجھانے اور ان کو تذکیر کر کے اپنی راہ پر چلانے کے لئے اللہ رب العالمین نے طرح طرح سے ”رب“ کا کبھی اضافت کے ساتھ کبھی صفت کے ساتھ اور کبھی مختلف افعال و صفات ربانی سے جوڑ کر اپنے کلام پاک میں تذکرہ کیا ہے تاکہ کسی قسم کا شک و شبہ نہ رہ جائے۔ اوپر بعض آیات کریمہ میں گزر چکا ہے کہ رب العلمین کی مزید تشریح پروردگار عالم نے رب موسیٰ و ہارون کہہ کر کی تھی تاکہ بنو اسرائیل کی سمجھ میں بات خوب اچھی طرح آجائے اور پروردگار عالم کے بارے میں کوئی شبہ نہ رہ جائے کہ اس سے مراد وہی ذات مقدس ہے جو ابتدائے آفرینش سے تمام انبیاء و رسل اور پوری کائنات کا رب ہے۔ حضرات موسیٰ و ہارون کا رب تین مزید آیات کریمہ — اعراف نمبر ۱۲۲، طہ نمبر ۷۰ اور شعراء نمبر ۲۸ میں بھی کہا گیا ہے۔ اسی طرح ”رب العالمین“ کو ایک آیت کریمہ میں ہر شے کا رب کہہ کر عاقل و غیر عاقل ساری مخلوقات کو شامل کر لیا گیا ہے:

قُلْ أَغْنِيَ اللَّهُ عَنْكَ رَبًّا وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ كُلَّ نَفْسٍ إِذَا عَلِيَهَا جَوْلَانُ وَازِرَةٌ وَازِرَةٌ
 أُخْرَىٰ ۚ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ مَرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝ (انعام ۱۶۴)

تو کہہ، اب میں سوا اللہ کے تلاش کروں کوئی رب؟ اور وہی ہے رب ہر چیز کا۔ اور جو کوئی کماوے سو اس کے ذمہ پر۔ اور جو بوجھ نہ اٹھاوے گا ایک شخص دوسرے کا۔ پھر تمہارے رب پاس ہے رجوع تمہاری (تمہارا) سو وہ جتاوے گا جس بات میں تم جھگڑتے تھے۔

اس آیت کریمہ میں واضح طور سے اللہ کو رب قرار دے کر ہر شے کا رب بتایا گیا ہے اور پھر تمہارے رب کہہ کر اسی کی طرف انسانوں کے لوٹنے کی حقیقت واضح کر کے یہ بتا دیا گیا کہ انسان کی آفرینش اور بعث بعد الموت دونوں اسی رب کے ہاتھ ہیں جو ان دونوں مراحل حیات کے درمیان تمہاری پرورش کرتا رہتا ہے۔ اس سے قبل کی آیت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ اپنی نماز و قربانی اور حیات و موت کو اللہ رب العلمین کے لئے سمجھیں اور اسی پر ایمان رکھیں اور اسی کی اطاعت کریں کہ وہ لاشریک ہے۔ اس طرح رب العلمین کو شخصی پروردگار، ہر شے کا رب، انسانوں کا رب اور لاشریک بتایا گیا۔

(ب) رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمْ

اپنی ربوبیت خاصہ اور شخصی پروردگاری کا ایک اور اظہار قرآن مجید میں رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ

(تمہارا اور تمہارے پہلے آباء و اجداد کا رب) کہہ کر کیا گیا ہے۔ ایسا فقرہ تین آیات میں آیا ہے: شعراء نمبر ۲۶، صافات نمبر ۱۳۶ اور دخان نمبر ۸۔

قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ○ (الشعراء ۲۶)

کہا، صاحب تمہارا اور صاحب تمہارے اگلے باپ دادوں کا۔

اتذعنون بعلًا و تذرؤن أحسن الخالقين ○ الله ربكم ورب آبائكم
الأولين ○ (الصفت ۱۲۵-۱۲۶)

کیا تم پکارتے ہو بعل کو؟ اور چھوڑتے ہو بہتر بنانے والے کو۔ جو اللہ ہے رب تمہارا، اور رب تمہارے اگلے باپ دادوں کا۔

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ○ (الدخان ۸)

کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا، جلاتا ہے اور مارتا ہے، رب تمہارا، اور رب تمہارے اگلے باپ دادوں کا۔
ان تینوں آیات کریمہ میں اول آیت حضرت موسیٰ اور فرعون مصر کے درمیان ہونے والے مکالمہ سے تعلق رکھتی ہے جس میں فرعون نے حضرت موسیٰ سے سوال کیا تھا کہ رب الغلمین کون ہے؟ تو انہوں نے اس کی تشریح پہلے یہ کہہ کر کی کہ وہ آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے درمیان کی ہر شے کا رب ہے لیکن جب فرعون مصر نے ازراہ تمسخر و استعجاب اپنے دربار والوں کو مخاطب کر کے کہا کہ تم لوگ سن رہے ہو یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ تو حضرت موسیٰ نے ان سب کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ وہی رب تمہارا اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا بھی ہے اور افسوس کہ تم نے دوسروں کو رب بنا رکھا ہے۔ حضرت موسیٰ نے اس کے بعد اللہ کو مشرق و مغرب اور ان دونوں کے درمیان کی چیزوں کا رب بھی بتایا تھا۔ گویا کہ انہوں نے زمان و مکان کے ہر مرحلہ اور ہر حالت کو شامل کر لیا تھا۔ دوسری آیت حضرت الیاس کی دعوت ربانی کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کو قومی بت ”بعل“ کی عبادت ترک کر کے اپنے اللہ اور اپنے حقیقی رب کی عبادت کی دعوت دی تھی۔ آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے اس حقیقت امری کو واضح کیا ہے کہ وہ تمہارا ہی نہیں بلکہ تمہارے باپ دادا کا بھی رب ہے اور اب جو تم اس کی راہ چھوڑ کر باپ دادا کی راہ پر چلنے کا اظہار و اعلان کرتے ہو تو وہ غلط ہے کیونکہ ان کی اصل راہ تو اسی رب کی راہ تھی جو ان کا خالق و مالک اور پروردگار اور جلاتا اور مارتا ہے وہی ان کا اصلی الہ و معبود ہے اور اس کے سوا ان کا اور تمہارا کوئی معبود نہیں۔

(ج) اضافت کی مختلف شکلیں

انسانوں کے مختلف طبقات اور گروہوں کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ نے کبھی اپنی زبان مبارک سے اپنے کلام میں ”رَبِّکُمْ“ (تم سب کا رب) کہا ہے کبھی موقع و محل کے لحاظ سے ”رَبُّکُمْ“ (تم دونوں کا رب) کہا ہے اور کبھی خاص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یا کسی اور رسول و برگزیدہ شخص کو مخاطب کر کے ”رَبِّکَ“ (آپ کا رب) فرمایا ہے۔ ایک اندازہ کے مطابق ”رَبِّکُمْ“ پورے قرآن مجید میں ایک سو اٹھارہ بار ”رَبُّکُمْ“ صرف تینتیس بار اور ”رَبِّکَ“ دو سو بیالیس مقلات پر آیا ہے۔ اسی طرح ضمیر غائب میں رَبُّ (اس مرد کا رب) چھتر مرتبہ ”رَبُّہَا“ (اس عورت کا رب) نو مقلات پر ”رَبُّہُمْ“ (ان سب مردوں کا رب) ایک سو پچیس بار، ”رَبُّہُمْ“ (ان دونوں کا رب) تین مرتبہ آیا ہے۔ ضمیر متکلم کے ساتھ اضافت کر کے ”رَبُّنَا“ (ہمارا رب) ایک سو دس بار اور ”رَبِّی“ (میرا رب) ایک سو ایک مرتبہ لایا گیا ہے۔ جبکہ انسانوں کی طرف بطور منادی ”رَبِّ“ (اے میرے رب) سرسٹھ آیات میں آیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان سب کا احاطہ کرنا ناممکن ہے محض ایک ایک مثال ہر ایک کی دی جاتی ہے۔

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً (البقرہ ۳۰)

اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو، مجھ کو بنانا ہے زمین میں ایک نائب۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ (البقرہ ۲۱)

لوگو! بندگی کرو اپنے رب کی جس نے بنایا تم کو اور تم سے اگلوں کو۔

سَنَفْرُغُ لَکُمْ اٰیَۃَ الثَّقَلِیْنِ ؕ فَبَاۤیَ الْاَیِّ رَبَّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ (الرحمن ۳۱-۳۲)

ہم فارغ ہوتے ہیں تمہاری طرف سے! دو بوجھل قافلو! پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے۔

اِذْ قَالَ لَہٗ رَبُّہٗۤ اَسْلِمِ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (البقرہ ۱۳۱)

جب اس کو کہا اس کے رب نے، حکم بردار ہو، بولا، میں حکم میں آیا جہان کے صاحب کے۔

وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّہَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ (الزمر ۶۹)

اور چمکی زمین اپنے رب کے نور سے، اور لا دھرا دفتر۔۔۔

اُولٰٓئِکَ عَلٰی هُدٰی مِّنْ رَبِّہِم ۝ وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (البقرہ ۵)

انہوں نے پائی ہے راہ اپنے رب کی، اور وہی مراد کو پہونچے۔

فَلَمَّا اٰتٰتُکُمُ اللّٰہُ رَبَّہُمَا لَئِنْ اٰتٰتِنَا صٰلِحًا لَّنُکُوْنَنَّ مِنَ الشَّکْرِیْنَ ۝ (اعراف ۱۸۹)

پھر جب بوجھل ہوئی، دونوں نے پکارا اللہ اپنے رب کو، اگر تو ہم کو بخشے چنکا بھلا، تو ہم تیرا شکر کریں۔

رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِہِۤ اِلٰہًا (کہف ۱۴)

ہمارا رب ہے رب آسمان زمین کا، نہ پکاریں گے ہم اس کے سوا کسی کو ٹھاکر۔
 اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۚ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ۝ (ال عمران ۵۱)
 بے شک اللہ ہے رب میرا اور رب تمہارا، سو اس کی بندگی کرو یہ سیدھی راہ ہے۔
 قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْ اِلٰی یَوْمٍ یَّتَغَوَّنُوْنَ ۝ (الحجر ۳۶)
 بولالے رب! تو مجھ کو ڈھیل دے اس دن تک کہ مردے جیویں۔

ان آیات کریمہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، تمام انسانوں اور جن و انس دونوں کو مخاطب کر کے اللہ کو ان کا رب بتایا گیا ہے۔ دوسری قسم کی آیات میں حضرت ابراہیم کے رب کو رب العالمین اور زمین کا رب بتایا گیا اور تمام ہدایت یافتہ لوگوں کا رب بھی اسی کو کہا گیا ہے۔ اور ایک آیت کریمہ میں میاں بیوی یعنی مرد و عورت کا رب کہہ کر یاد کیا گیا ہے۔ ہمارے رب کو آسمان و زمین کا رب بتایا گیا ہے اور اس کے سوا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے کہلوا یا گیا ہے کہ میرا اور تمہارا رب اللہ ہی ہے اور اس کی عبادت ہی صراط مستقیم ہے اور تو اور شیطان نے اللہ کی نافرمانی کرنے کے باوجود جب اپنی گمراہ کرنے کی پالیسی کی اجازت چاہی تو اللہ کو میرا رب کہہ کر خطاب کیا تھا۔

(د) رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

اوپر کئی آیات کریمہ میں گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے تئیں ”رب السموات والارض“ اور اسی طرح کی اور چیزوں کا رب کہا ہے۔ چنانچہ کم از کم گیارہ آیات میں ”رب السموات والارض وما بینہما“ فرمایا ہے جو یہ ہیں: رعد نمبر ۱۶، اسراء نمبر ۱۰۲، کہف نمبر ۱۴، مریم نمبر ۶۵، انبیاء نمبر ۵۶، شعراء نمبر ۲۲، صافات نمبر ۵، زخرف نمبر ۸۲، دخان نمبر ۱، اور نبا نمبر ۲۷۔ ایک آیت کریمہ (مومنون نمبر ۸۶) میں ”رب السموات السبع“ آیا ہے۔ اور ایک آیت میں (جاثیہ نمبر ۳۱) ”رب السموات ورب الارض رب العالمین“ آیا ہے اور ایک ہی آیت (ذاریت نمبر ۲۲) میں ”رب السماء والارض“۔ ان میں سے بعض آیات اوپر گزر چکی ہیں اور چند بطور نمونہ پیش ہیں کہ آسمان و زمین اور ان دونوں کی پہنائیوں کا رب ہمارا رب ہے:

قُلْ مَنْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ قُلِ اللّٰهُ ۚ قُلْ اَفَاتُخَذْتُمْ مِنْ دُوْنِہٖ اَوْلِیَآءَ لَا یَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِہِمۡ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ۚ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ ۚ اَمْ هَلْ تَسْتَوِی الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۚ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰہِ شُرَکَآءَ خَلَقُوْا کَخَلْقِہٖ فَتَشَابَہَ الْخَلْقُ عَلَیْہِمۡ ۚ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ وَہُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ (الرعد ۱۶)
 پوچھ کون ہے رب آسمان و زمین کا؟ کہہ، اللہ۔ کہہ، پھر تم نے پکڑے ہیں اس کے سوا حاسی، جو مالک نہیں اپنے بھلے برے کے؟ کہہ، کوئی برابر ہوتا ہے اندھا اور دیکھتا؟ یا کہیں برابر ہے اندھیرا اور اجالا، یا ٹھہرائے ہیں انہوں نے اللہ کے شریک۔ کہ انہوں نے کچھ بنایا ہے جیسے بنایا اللہ نے، پھر مل گئی پیدا ئش ان کی نظر میں۔ کہہ، اللہ ہے بنانے والا ہر چیز

کا، اور وہی ہے اکیلا زبردست۔

رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهِ ۖ هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا ۝ (مریم ۵۶)
رب آسمانوں کا اور زمین کا اور جو ان کے بیچ ہے، سو اسی کی بندگی کر، اور ٹھہرا رہ اس کی بندگی پر، کوئی پہچانتا ہے؟ تو اس کے نام کا۔

قَالَ بَلْ رَبُّكُمْ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الَّذِي فَطَرَهُنَّ ۚ وَأَنَا عَلَىٰ ذَلِكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ ۝ (الانبیاء ۵۶)

بولا، نہیں پر رب تمہارا وہی ہے، رب آسمان اور زمین کا، جس نے ان کو بنایا، اور میں اسی بات کا قائل ہوں۔
إِنَّ إِلَهُكُمْ لَوَاحِدٌ ۝ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۝ (الصافات ۴-۵)
بے شک حاکم تمہارا ایک ہے۔ رب آسمانوں کا اور زمین کا، اور جو ان کے بیچ ہے۔ اور رب مشرقوں کا۔
قُلْ إِنَّمَا أَنَا مُنذِرٌ ۚ وَمَا مِن إِلَهٍ إِلَّا اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ ۝ (ص ۶۵-۶۶)

تو کہہ، میں تو یہی ہوں ڈر سنانے والا۔ اور حاکم کوئی نہیں مگر اللہ اکیلا، دباؤ والا۔ رب آسمانوں کا اور زمین کا۔ اور جو ان کے بیچ ہے زبردست گناہ بخشنے والا،
قُلْ مَنْ رَبُّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ۝ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ ۚ قُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ۝ (المومنون ۸۶-۸۷)

تو کہہ، کون ہے مالک سات آسمانوں کا اور مالک اس بڑے تخت کا؟ بتاویں گے اللہ کو، تو کہہ، پھر تم ڈر نہیں رکھتے؟

(س) رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ

آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے ”رب العرش العظیم“ کا فقرہ استعمال کیا ہے۔ یہ اور کئی آیات میں آیا ہے، کبھی اسی صفت عظیم کے ساتھ، کبھی دوسری صفت کے ساتھ، اور کبھی بلا صفت۔ عرش الہی کا تصور بڑا قدیم ہے۔ اور مشرکین عرب بھی اس سے واقف تھے اور ان کے نزدیک اس کی بڑی عظمت تھی جیسے کہ شاہی تخت کی ہوتی ہے کہ وہ ملک و سلطنت، طاقت و شوکت اور اقتدار و اختیار کا نشان ہوتا ہے۔ چنانچہ اس آیت کے علاوہ توبہ نمبر ۱۲۹، انبیاء نمبر ۲۲، مومنون نمبر ۱۱۶، نمل نمبر ۲۶، اور زخرف نمبر ۸۲ میں اللہ تعالیٰ کے لئے رب العرش کا مزید ذکر آیا ہے۔ ان میں سے کئی ایک کا ذکر اوپر کسی نہ کسی ذیل میں آیا ہے۔ جن کا ذکر نہیں آسکا ہے وہ درج ذیل ہیں:

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحَنَ اللَّهُ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ۝ (الانبیاء ۲۲)

اگر ہوتے ان دونوں میں اور حاکم، سوا اللہ کے، دونوں خراب ہوتے، سو پاک ہے اللہ، تخت کا صاحب، ان باتوں سے جو بتاتے ہیں۔

ان تمام آیاتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ کو آسمان و زمین کا رب، اللہ کے سوا اور کسی کے معبود نہ ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔ صرف اسی اللہ واحد کی الوہیت و معبودیت کا ناقابلِ تردید اعلان کیا گیا ہے۔ اسی کو زمین و آسمان کا محور اور ان کے قیامِ صحیح کا باعث بتایا گیا ہے۔ وہ مشرکوں اور کافروں کی بیان کردہ صفات اور الزامات سے پاک و صاف ہے۔ وہی انسان کا محورِ توکل اور مرکزِ کفایت ہے۔ اسی پر بھروسا و اعتماد کرنا چاہئے کہ اس کے سوا اور کوئی اعتماد کے لائق نہیں ہے۔ وہی سچا بادشاہ (الملك الحق) ہے اور وہ بلندی و رفعت والا ہے اور وہی عرشِ عظیم کا رب ہے۔ اس عرشِ عظیم کا جو امر الہی اور حکمِ ربانی کا مظہر اور تدبیر کا ثبات اور تنظیم مخلوقات کا مرکز ہے کہ اللہ رب العالمین اپنی کائنات و مخلوقات کا اسی مقامِ عالی سے انتظام کرتا ہے۔ یہی وہ رب العرشِ العظیم ہے جو اللہ ہے اور جو رب العالمین ہے۔

(س) رَبُّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ

قرآن مجید کی کئی آیاتِ مقدسہ میں اللہ کی ربوبیت کو سمتوں سے بھی مربوط کیا گیا ہے۔ یہ آسمان و زمین کی پہنائی اور عرشِ الہی سے فرشِ ارضی تک پہنائی کی عمودیت کو مشرق و مغرب یا جنوب و شمال کی افقی پہنائی سے جوڑ کر ربوبیت الہی کو میکران گیرائی و گہرائی اور آفاقیت عطا کرنے کی تعبیر ہے۔ جن آیاتِ کریمہ میں ربوبیت الہی کو سمتوں سے جوڑا گیا ہے وہ یہ ہیں: شعراء نمبر ۲۸، صافات نمبر ۵، رحمن نمبر ۱۷، معارج نمبر ۴۰ اور مزمل نمبر ۹۔

قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۖ إِنَّ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ ۝ (الشعراء ۲۸)

کہا، رب مشرق اور مغرب کا اور جو ان کے بیچ ہے، اگر تم بوجھ رکھتے ہو۔

رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۝ (۵: ۳۷)

رب آسمانوں کا اور زمین کا، اور جو ان کے بیچ ہے، اور رب مشرقوں کا۔

رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝ (۱۷: ۵۵)

مالک دو مشرق کا، اور مالک دو مغرب کا۔ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے؟

فَلَا أُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ إِنَّا لَقَدِرُونَ ۝ عَلَىٰ أَنْ تُبَدِّلَ خَيْرًا مِنْهُمْ ۚ وَ مَا نَحْنُ

بِمُسْبِقِينَ ۝ (۷۰: ۴۰-۴۱)

سو میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے مالک کی، ہم سکتے ہیں کہ بدل کر لے آویں ان سے بہتر، اور ہم سے چہر (بڑھ) نہ جاویں گے۔

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا ۝ (۷۳: ۹)

مالک مشرق اور مغرب کا، اس بن کسی کی بندگی نہیں، سو پکڑا سکو کام سو نہا۔

پہلی آیت اس مکالمہ سے تعلق رکھتی ہے جو حضرت موسیٰ اور فرعون مصر کے درمیان پہلی دعوت الہی کے دوران ہوا تھا۔ اس میں پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو بتایا کہ وہ رسول رب العالمین ہیں اور اس کو ایمان کی دعوت دی۔ پھر اس کے سوال و استعجاب و استہزا پر یکے بعد دیگرے اللہ کی ربوبیت ثابت کرنے کے لئے اللہ کو آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے درمیان کی پہنائی کا رب کہا، پھر ان کا اور ان کے گزشتہ باپ دادا کا رب بتایا اور پھر مشرق و مغرب اور ان کے درمیان کی پہنائی کا رب بتایا جس پر فرعون لاپار و جواب ہو کر غضب و تہمت پر اتر آیا۔ بقیہ آیت میں بھی اللہ کی آفاقی اور کائناتی ربوبیت انسانوں اور جنات پر اس کی حکومت، آفاق و انفس پر اس کی قدرت، بلا شرکت غیرے اس کی الوہیت اور اسی کی اکلوتی و کالت کا واضح بیان ہے جو یہ بتاتا ہے کہ وہ نہ صرف ان سب چیزوں کا، اس پوری کائنات کا مالک و خالق اور حاکم و مدبر ہے بلکہ ان کا رب اور پروردگار بھی ہے۔ اسی ضمن میں سورہ فلق نمبر ۱ آتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ کو رب الفلق (صبح کا رب) کہا گیا ہے کہ آسمان و زمین اور مشرق و مغرب سے اس کا تعلق واضح ہے۔

(ط) رَبُّ الشَّعْرِی

بعض مواقع دعوت اور مقلات انداز کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے تئیں بعض اور چیزوں کا رب بھی کہا ہے جن کو عرب سماج میں بڑی اہمیت تھی ان کے دل و دماغ پر ان کی حکومت تھی۔ مثلاً سورہ نجم نمبر ۴۹ میں فرمایا ہے:

وَإِنَّهُ هُوَ رَبُّ الشَّعْرِی ○ (۵۳ : ۴۹)

اور یہ کہ وہی ہے رب شعری کا۔

عربوں کے نزدیک بڑے تارے (شعری) کی بہت اہمیت تھی اتنی اہمیت کہ وہ اس کو معبود سمجھ کر پوجنے لگے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ ”عالم کے احوال میں اس کی بڑی تاثیر ہے۔“ اور یہ کچھ شعری یا تاروں پر موقوف نہیں تمام اہل شرک اسی غلط فہمی اور خبط میں مبتلا ہیں کہ مظاہر الہی کو کسی قسم کی ذاتی تاثیر حاصل ہے جو ان کو انسانوں پر خاص کر اور کائنات کی دوسری اشیاء پر تاثیر عطا کرتی اور حکومت فراہم کرتی ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے جہاں عربوں کے دوسرے معبودان باطل۔ لات و عزیٰ اور منات۔ وغیرہ کی تردید کی اور ان کے خیالات فاسدہ اور افکار مشرکانہ پر ضرب لگائی وہاں یہ بھی بتا دیا کہ وہ شعری کا بھی رب ہے جو اپنے پروردگار کا وِساہی محکوم، عابد اور مطیع ہے جس طرح کائنات و عالمین کی دوسری تمام چیزیں۔ اور اس میں بذاتہ کوئی تاثیر و قوت نہیں اور جو کچھ ہے وہ اسی کا رب، جو رب العالمین، کی عطا کردہ ہے

(ع) رَبُّ الْبَيْتِ وَالْبَلَدِ

عربوں کے نزدیک شہر مکہ اور خانہ کعبہ کی بھی بڑی اہمیت تھی اللہ تعالیٰ نے ان کے اس عقیدہ کے پس منظر میں

اپنی ربوبیت والوہیت عامہ کی تذکیر فرمائی کہ جس شہر اور جس گھر کی تم اتنی عزت و تکریم کرتے ہو وہ دراصل اس کے پروردگار کی عطا کردہ ہے اور اسی کی عبادت تم کو کرنی چاہیئے اگر تم سچ مچ اس شہر کے عاشق اور اس گھر کے عقیدت مند ہو:

إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَذِهِ الْبَلَدَةِ الَّتِي حَرَّمَهَا وَلَهُ كُلُّ شَيْءٍ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ○ (النمل ۹۱)

مجھ کو یہی حکم ہے کہ بندگی کروں اس شہر کے مالک کی جس نے اس کو رکھا ادب کا۔ اور اسی کی ہے ہر چیز۔ اور حکم ہے کہ رہوں حکم برداروں میں۔

فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ ○ الَّذِي أَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوعٍ ۖ وَآمَنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ ○ (ابلاف / قریش ۳-۴)

تو چاہئے بندگی کریں اس گھر کے رب کی، جس نے ان کو کھانا دیا بھوک میں، اور امن دیا ڈر میں۔

(ف) رَبِّ النَّاسِ

اللہ تعالیٰ نے مختلف چیزوں، قوتوں اور عناصر پر اپنی ربوبیت ثابت کرنے کے بعد یہ واضح فرمادیا کہ وہ انسان کا اور لوگوں کا رب ہے۔ اس لئے سورہ الناس نمبر ۱ میں جو آخری آیت ہے اس حقیقت کو جو پہلے سے ظاہر و باہر تھی بالکل واضح انداز میں واضح کر دیا:

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ○ مَلِكِ النَّاسِ ○ إِلَهِ النَّاسِ ○ (الناس ۱-۳)

تو کہہ، میں پناہ میں آیا لوگوں کے رب کی، لوگوں کے بادشاہ کی، لوگوں کے پوجے (معبود) کی۔

یہاں نہ صرف وہ رب کی صورت میں جلوہ گر ہے بلکہ وہ لوگوں کا بادشاہ و معبود بھی ہے اور تمام انسانوں کی آخری جائے پناہ۔ بادشاہ کی حیثیت سے اس کی اطاعت فرض ہے، الٰہ و معبود کی حیثیت سے اس کی عبادت فرض ہے اور رب کی حیثیت سے اس کی محبت و محبوبیت فرض ہے۔ اگرچہ رب میں پروردہ کی محبت و شفقت اور پروردگار کی مغفرت و بخشش کا مفہوم موجود ہے تاہم پروردگار عالم نے بعض آیات کریمہ میں کسی نہ کسی حوالہ سے اس کو بھی واضح فرمادیا ہے:

لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ ۖ جَنَّتٍ عَنْ يَمِينٍ وَشِمَالٍ ۚ كُلُّوا مِنْ رِزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ ۖ بَلَدَةٌ طَيِّبَةٌ وَرَبُّ غَفُورٌ ○ (سبا ۱۵)

قوم سبا کو تھی ان کی بستی میں نشانی، دو باغ داہنے اور بائیں کھاؤ روزی اپنے رب کی، اور اس کا شکر کرو، دیس ہے پاکیزہ اور رب ہے گناہ بخشتا۔

اگرچہ اس آیت کریمہ میں قوم سبا کے حوالے سے اللہ کو ”رب غفور“ کہا گیا ہے تاہم کوئی ایسی بستی نہیں جو اس

کی مغفرت اور اس کی بخشش اور اس کی عطایا و انعامات سے محروم ہو کہ وہ اصلاً رب رحیم ہے۔ ”سلم قولاً من رب رحیم“ (سلام بولنا ہے، رب مہربان سے) اہل جنت کی سلامتی اور رب رحیم کی رحمت سے فیضیابی صرف اسی وقت ممکن ہے جب وہ اس دنیا میں بھی اس کی رحمت و مغفرت سے ہمکنار و فیضیاب ہوں۔ اور اللہ تو رب العالمین ہے اور وہ اپنے بندوں پر رحیم و کریم ہے۔ کیونکہ وہ تو بلند و عزت و کبریائی والا ہے اور اسی کو ساری حمد و ستائش زیبا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی عالی صفات والا رب ہی عزت و تکریم کا، عبادت و اطاعت کا اور حمد و ستائش کا مستحق ہو سکتا ہے:

سُبْحَنَ رَبِّكَ رَبَّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ۝ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ (الصافات ۱۸۰-۱۸۲)

پاک ذات ہے تیرے رب کی، عزت کا صاحب، پاک ہے ان باتوں سے جو کرتے ہیں۔ اور سلام ہے رسولوں پر، اور سب خوبی اللہ کو، جو رب ہے سارے جہان کا۔

(۱۷) معانی و مفاہیم الْعَالَمِينَ
(الف) بنو اسرائیل کے حوالہ سے

قرآن مجید کی یہاں آیت کریمہ کے تجزیہ سے جن میں ”العالمین“ رب کا مضاف الیہ بن کر آیا ہے بخوبی اس لفظ کے معانی و مفاہیم واضح ہو چکے ہیں اور متعدد دوسری آیت کریمہ سے ”رب“ کے معانی و مفاہیم سے ان پر مزید روشنی پڑ چکی ہے تاہم یہ ایک قرآنی حقیقت ہے کہ اس لفظ ”العالمین“ کو تنہا مختلف سیاق و سباق میں اکتیس مختلف مقامات پر مزید لایا گیا ہے۔ ان آیات کے مطالعہ و تجزیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے ایک نوع کی وہ آیات ہیں جن میں کسی قوم یا طبقہ کو تمام عالموں پر فضیلت بخشنے کی بات کہی گئی ہے جیسے:

يٰۤاَيُّهَا اِسْرَآءِیْلُ اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ وَاَنْتُمْ فُضِّلْتُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ۝ (بقرہ ۴۷، ۱۲۲)

اے بنی اسرائیل! یاد کرو احسان میرا، جو میں نے تم پر کیا۔ اور وہ جو میں نے تم کو بڑا کیا جہان کے لوگوں سے۔

وَ اِذْ قَالَ مُوسٰی لِقَوْمِهٖ یَقُوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِیْكُمْ اَنْبِیَآءَ وَ جَعَلَ لَكُم مَّلُوْكَاً وَاَتٰکُمْ مَّآلٌ یُّوْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (مائدہ ۲۰)

اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو، اے قوم! یاد کرو، احسان اللہ کا اپنے اوپر، جب پیدا کئے تم میں نبی، اور کر دیا تم کو بادشاہ، اور دیا تم کو، جو نہیں دیا کسی کو، جہان میں۔

قَالَ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْکُمْ اِلٰہًا وَّهُوَ فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ۝ (اعراف ۱۴۰)

کہا، کیا اللہ کے سوا لادوں تم کو کوئی معبود؟ اور اس نے تم کو بزرگی دی سب جہان پر۔

وَلَقَدْ اخْتَرْنَاهُمْ عَلَىٰ عِلْمٍ عَلٰی الْعٰلَمِیْنَ (دخان ۳۲)

اور ان کو ہم نے پسند کیا جان بوجھ کر، جہان کے لوگوں سے۔

وَلَقَدْ اٰتٰنَا بَنٰی اِسْرَآءِیْلَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰی

الْعٰلَمِیْنَ ○ (جاثیہ ۱۶)

اور ہم نے دی ہے بنی اسرائیل کو، کتاب اور حکومت اور پیغمبری، اور کھانے کو دیں ستھری چیزیں، اور بزرگی دی ان کو جہان پر۔

ان تمام آیاتِ کریمہ میں سارے جہانوں (عالمین) پر بنو اسرائیل کو فضیلت دینے کی بات کہی گئی ہے۔ مفسرین کرام نے فضیلت بنی اسرائیل کی طرح طرح سے تفسیر کی ہے۔ امام قرطبی کے نزدیک یہ فضیلت اس بنا پر تھی کہ ان میں انبیاء بنائے اور یہ ان کے لئے خاص تھی اور کسی اور کو حاصل نہ تھی۔ امام رازی اسے مطلق تفضیل نہیں ایک خاص قسم کی فضیلت مانتے ہیں۔ مولانا عثمانی کے نزدیک یہ فضیلت عام تھی اور بنو اسرائیل کے وجود کے دن سے شروع ہو کر نزولِ قرآن تک باقی رہی۔ مولانا دریابادی اس کو نسلی یعنی بنو اسرائیل کی فضیلت مانتے ہیں نہ کہ امتِ موسوی کی، اور وہ فضیلت ”مسلکِ توحید کی تھی“ جو ان کے ہر زمانہ میں ان کو حاصل رہی مولانا مودودی کے نزدیک وہ اس دور میں تھی جب تمام دنیا کی قوموں میں ایک بنی اسرائیل کی قوم ہی ایسی تھی جس کے پاس اللہ کا دیا ہوا علم حق تھا اور جسے اقوامِ عالم کا امام و رہنما بنا دیا گیا تھا تاکہ وہ بندگیِ رب کے راستے پر سب قوموں کو بلائے اور چلائے۔ “مولانا اصلاحی نے اس کو ایک خاص دور سے وابستہ و محدود اور قوموں کی ہدایت و رہنمائی سے مشروط اور اللہ تعالیٰ ہی کی عطا کردہ نعمت بتائی ہے۔

قرآن مجید کی آیاتِ خمسہ مذکورہ بالا پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ نے جو نعمت کی تھی اور عالمین پر ان کو جو فضیلت عطا کی تھی وہ اس طور تھی کہ ان میں بہت سے انبیاء بنائے، ان کو بادشاہ و حکمران بنایا، ان کو توحیدِ الہی کی نعمت دی، ان کو کتابِ الہی سے نوازا، ان کو حکم و نبوت سے سرفراز کیا، ان کو بہترین رزق عطا کیا اور ان کو وہ سب عنایت فرمایا جو جہانوں میں سے کسی کو نہیں دیا۔ یہ فضیلت آفاقی تھی اور ان کے وجود بلکہ نعمتِ الہی کے آغاز سے شروع ہوئی اور جب تک اللہ تعالیٰ کی مذکورہ بالا نعمتیں ان کو حاصل رہیں ان کو سارے جہان پر فضیلت و تفوق حاصل رہا۔ ان آیاتِ کریمہ سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اسرائیل کی سارے عالموں اور تمام جہانوں پر یہ فضیلت صرف ان اسباب و انعاماتِ الہی کے سبب تھی اور ان میں انہیں کو فضیلت و نعمت حاصل تھی جو اس سے سرفراز و ممتاز کئے گئے تھے۔ ان کی یہ فضیلت نہ نسلی تھی اور نہ کسی، وہ خالص عطیہِ الہی تھی اور ان اسباب و عوامل کے سبب تھی جن کے لئے ان کا تمام اقوامِ عالم میں انتخاب ہوا تھا۔ گویا یہ ”منصبی فضیلت“ تھی۔ عالمین کے لفظ سے یہ غلط فہمی نہ ہوئی چاہئے کہ وہ ازلی وابدی یا سرمدی فضیلت تھی، کہ اس میں اول تا آخر تمام عالم شامل ہیں۔ کیونکہ بنو اسرائیل خود آفاقی یا ازلی وابدی نہ تھے۔ وہ ایک خاص دور میں ابھرے اور ایک خاص نقطہ وقت تک ”منصبی فضیلت“ سے یا نعمتِ الہی سے فیضیاب رہے اور اس

کے اختتام کے ساتھ ان کی فضیلت بھی ختم ہو گئی۔ ان کی فضیلت سے متعلق تمام آیات میں نعمتِ الہی کا واضح یا مضمر ذکر ضرور موجود ہے اور نعمت کو فضیلت سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح اللہ کی رب العالمین میں جو عالمین کا تصور ہے اس پر بھی اس کو قیاس نہ کرنا چاہئے کہ اللہ تو ازلی وابدی اور سرمدی اور بیکراں ہے اس کے لئے عالمین بھی اس کی شان کے مطابق اسی طرح ازلی، ابدی اور سرمدی ہیں۔ محدود اور محصور بندوں کے عالمین نہیں جو موقت و محدود ہیں۔

(ب) انبیائے کرام کے حوالہ سے

اسی قوم بنی اسرائیل کے دو افراد کی فضیلت کا بھی دو آیات میں ذکر آیا ہے:

وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَكَةُ يَمْرُؤُكَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلَى نِسَاءِ الْعَالَمِينَ ○ (ال عمران ۴۲)

اور جب فرشتے بولے، اے مریم! اللہ نے تجھ کو پسند کیا، اور ستھرا بنایا، اور پسند کیا تجھ کو سب جہان کی عورتوں سے۔
وَالَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهَا مِنْ رُوحِنَا وَجَعَلْنَاهَا وَابْنَهَا آيَةً لِّلْعَالَمِينَ ○ (الانبیاء ۱۹)
اور وہ عورت، جس نے قید میں رکھی اپنی شہوت، پھر پھونک دی ہم نے اس عورت میں اپنی روح، اور کیا اس کو اور اس کے بیٹے کو نمونہ جہان والوں کو۔

ان دونوں آیات میں حضرت مریم اور ان کے فرزند حضرت عیسیٰ کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور ان کے آیت ربانی ہونے کا ذکر کیا گیا ہے اسی طرح سورہ عنکبوت نمبر ۱۰ میں حضرت نوح کی کشتی کو سارے جہانوں کے لئے ایک آیت ربانی بنانے کی بات کہی گئی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ تینوں چیزیں سچ مچ آیت ربانی اس وقت سے لے کر اب تک سارے جہانوں کے لئے ہیں۔ اسی طرح کئی آیت کریمہ میں بعض انبیائے کرام کا نام لے کر عالموں پر ان کو فضیلت دینے کی صراحت کی گئی ہے:

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ ○ (ال عمران ۳۳)

اللہ نے پسند کیا آدم کو، اور نوح کو، اور ابراہیم کے گھر کو، اور عمران کے گھر کو سارے جہان سے۔

وَبَلَّكَ حُجَّتًا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَىٰ قَوْمِهِ ۖ نَرَفَعُ دَرَجَاتٍ مِّنْ نَّشَأٍ ۖ إِنَّ رَبَّكَ خَكِيمٌ عَلِيمٌ ○ وَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ۖ كُلًّا هَدَيْنَا ج. وَنُوحًا هَدَيْنَا مِن قَبْلُ ۚ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ ۖ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ○ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِبْرَاهِيمَ ۖ كُلٌّ مِّنَ الصَّالِحِينَ ○ وَاسْمِعِيلَ وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا ۖ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ ○ (الانعام ۸۳-۸۶)

اور یہ ہماری دلیل ہے، کہ ہم نے دی ابراہیم کو اس کی قوم کے مقابل، درجے بلند کرتے ہیں، جس کو چاہیں۔ تیرا رب تدبیر والا ہے خبردار۔ اور اس کو بخشا ہم نے، اسحق اور یعقوب۔ سب کو ہدایت دی۔ اور نوح کو ہدایت دی ان سب

سے پہلے، اور اس کی اولاد میں داؤد اور سلیمان کو، اور ایوب و یوسف کو اور موسیٰ اور ہارون کو، اور ہم یوں بدلا دیتے ہیں، نیک کام والوں کو۔ اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو، سب ہیں نیک بختوں میں، اور اسمعیل اور الیسع کو اور یونس اور لوط کو، اور سب کو ہم نے بزرگی دی سارے جہان والوں پر۔

سَلَّمَ عَلَى نُوحٍ فِي الْعَلَمِينَ ○ (الصُّنَّت ۷۹)

کہ سلام ہے نوح پر سارے جہان والوں میں۔

ان آیات کریمہ میں جن انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر خیر ہے ان کی عالمین پر فضیلت تو ہے ہی، ان تمام انبیاء کی بھی فضیلت موجود ہے خواہ مضمر و غیر صریح ہو جن کا ذکر نہیں آیا ہے کہ وہ طبقہ انبیاء کی تمام غیر انبیاء پر فضیلت کا معاملہ ہے۔ ان میں سے ہر ایک کو اپنے زمانے سے تاقیامت فضیلت حاصل ہے۔ یہ ان کی فضیلت عام ہے۔ پھر ان کی باہمی فضیلت ہے جو خاص ہے اور جس کا ذکر سورہ بقرہ نمبر ۲۵۳ میں ہے تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ (یہ سب رسول، بڑائی دی ہم نے ان پر ایک کو ایک سے) ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو فضیلت خاص حاصل ہے وہ ختم المرسلین اور رحمۃ للعالمین ہونے کے سبب ہے اور وہ خاص الخاص فضیلت ہے۔

(ج) بلاد و مقامات کے حوالہ سے

طبقات و اہم اور افراد و انبیاء کی طرح بعض مقامات و بلاد کو بھی دوسروں پر فضیلت دی ہے اور ان کو تمام عالمین کے لئے بابرکت اور وجہ ہدایت بنایا ہے:

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ ○ (ال عمران ۹۶)

تحقیق پہلا گھر جو ٹھہرا لوگوں کے واسطے یہی ہے جو مکہ میں ہے، برکت والا اور نیک راہ جہان کے لوگوں کو۔

وَنَجَّيْنَاهُ وَلُوطًا إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَرَكْنَا فِيهَا لِّلْعَالَمِينَ ○ (الانبیاء ۷۱)

اور بچا نکالا ہم نے اس کو اور لوط کو، اس زمین کی طرف جس میں برکت رکھی ہم نے جہان کے واسطے۔

پہلی آیت میں خانہ کعبہ / بیت اللہ کے تمام عالموں اور سارے جہانوں کے لئے ہدایت اور بابرکت ہونے کا ذکر ہے اور روایات کے مطابق اس کی یہ برکت و ہدایت حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق و بعثت سے قبل ہی مقدر ہو چکی تھی اور انسان کی تخلیق کے نقطہ آغاز سے تاقیام قیامت جاری رہے گی کہ انسانی تاریخ کے ہر دور میں وہ نہ صرف انبیاء کرام اور رسولان عظام کا مرکز قلب و نظر اور جولان کاہ دعوت و بشارت رہا بلکہ تمام انسانوں اور ساری مخلوقات اور تمام جہانوں کے لئے بھی مبارک ہدایت بنا رہا ہے۔ جبکہ دوسری آیت کریمہ میں حضرت ابراہیم اور حضرت لوط علیہما السلام کی جائے پناہ اور مقام ہجرت کی طرف اشارہ ہے کہ وہ اللہ کی بنائی ہوئی بابرکت سرزمین ہے اور جو سارے جہانوں کے لئے بابرکت رہی ہے۔ مورخین کی روایات اور مفسرین کی تشریحات کے مطابق وہ سرزمین شام تھی۔ حافظ ابن کثیر کی بیان کردہ بیشتر روایات میں ارض شام ہے، ایک روایت میں حضرت ابن عباس کا قول مکہ کے بارے میں نقل کیا گیا ہے شاہ عبد القادر۔

مولانا عثمانی۔ مولانا تھانوی اور مولانا دریابادی نے اس سے ارضِ شام مراد لی ہے جبکہ مولانا مودودی نے ارضِ شام و کنعان کہا ہے اور مولانا اصلاحی نے صرف ارضِ کنعان کہا ہے۔ واقعات و روایات اور انبیاء کرام کی دعوت و سرگرمی اور دوسری مادی اور روحانی ترجیحات کے لحاظ سے وہ وسیع تر علاقہ شام ہی مراد معلوم ہوتا ہے کہ جس میں ارضِ فلسطین خاص کر وہ ارضِ مقدس شامل ہے جس کا ذکر قرآن مجید کی کئی اور آیات میں آیا ہے۔ واقعی یہی علاقہ آج تک اقوامِ عالم کے لئے مقدس و بابرکت ہے بایں طور اسے حرمین شریفین کے بعد سارے جہانوں پر فضیلت حاصل ہے۔

(د) مختلف حوالوں سے

اسی طرح بعض دوسری آیاتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے سارے جہانوں سے اپنے غنی ہونے کا ذکر فرمایا ہے (آل عمران نمبر ۹۷ عنکبوت نمبر ۷)۔ بعض میں اپنے آفاقی اور کائناتی فضل و کرم کا اعلان کیا ہے (البقرہ نمبر ۲۵۱)، بعض میں اپنے عالم الغیب ہونے کا ذکر کیا ہے (عنکبوت نمبر ۱۰)، کسی میں عالمین پر اپنے ظلم سے انکار کیا ہے (آل عمران نمبر ۱۰۸)، کہیں اپنے سخت ترین عذاب کی عالمین کے حوالہ سے وعید فرمائی ہے (مائدہ نمبر ۱۱۵)، کہیں قوم لوط کی جنسی کجروی اور امرِ دہشتی کو سارے جہانوں میں بدترین گناہ قرار دیا (اعراف نمبر ۸۰، حجر نمبر ۷۰، شعراء نمبر ۱۶۵، عنکبوت نمبر ۲۸)۔ ان تمام آیات میں عالمین کا ذکر اللہ کے اعتبار سے ازلی اور ابدی اور افراد و طبقاتِ انسانی کے لحاظ سے مقید و محدود ہے۔ عالمین کے حوالہ سے دو قسم کی اور آیات ہیں جو عالمی اور آفاقی حیثیت رکھتی ہیں: اول وحی الہی خاص کر قرآن مجید کے سارے جہانوں کے لئے باعثِ تذکیر و ذکر اور وجہ ہدایت و رہنمائی کے متعلق اور دوسری رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آفاقی و کائناتی رسالت اور رحمۃ للعالمین کے بارے میں، جو بالترتیب یہ ہیں:-

قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا ۖ إِنِّ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ○ (انعام ۹۱)

تو کہہ، نہیں مانگتا تم سے اس پر کچھ مزدوری، یہ محض نصیحت ہے جہان کے لوگوں کو۔

وَمَا تَسْأَلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنِّ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ○ (یوسف ۱۰۴)

اور تو مانگتا نہیں ان سے، اس پر کچھ نیک (اجر) یہ تو اور کچھ نہیں مگر نصیحت سارے عالم کو۔

تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا ○ (فرقان ۱)

بڑی برکت ہے اس کی جس نے اتارا فیصلہ اپنے بندے پر کہ رہے جہان والوں کو ڈر۔

قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ ○ إِنِّ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ○ (ص ۸۶-۸۷)

تو کہہ، میں مانگتا نہیں تم سے اس پر کچھ نیک۔ اور میں نہیں آپ کو بنانے والا۔ یہ تو ایک سمجھوتی (ذکر) ہے سارے

جہان والوں کو۔

وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ○ (القلم ۵۲)

اور یہ تو یہی سمجھوتی ہے سارے جہان والوں کو۔

إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ○ (تکویر ۲۷)

یہ تو ایک سمجھوتی ہے جہان کے واسطے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (انبیاء ۱۰۷)

اور تجھ کو جو ہم نے بھیجا سو مہر کر کر جہان کے لوگوں پر۔

ان تمام آیاتِ کریمہ میں یہ حقیقت واضح کر دی گئی کہ آپ سارے جہانوں کے لئے نذیر اور سارے عالموں کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں اور آپ کو یہ قرآن و کلام الہی دیا گیا ہے وہ تمام انسانوں اور تمام عالموں اور جہانوں کے مکلفین کیلئے باعث ہدایت ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جس طرح دوسرے تمام انبیاء کرام رب العالمین کے رسول تھے اسی طرح آپ بھی رب العالمین کے رسول ہیں اور آپ کو یہ فضیلتِ خاص ہے کہ آپ سارے جہانوں کے لئے رسول و پیغمبر بنا کر بھیجے گئے ہیں اور آپ کی کتاب بھی آفاقی ہے۔

۲۔ دوسری آیتِ کریمہ

سورۃ فاتحہ کی دوسری آیتِ کریمہ: ”الرحمن الرحیم“ ہے جو اللہ تعالیٰ کی دوسری اور تیسری اہم ترین صفات ہیں۔ بسملہ / تسمیہ کے علاوہ ”الرحمن الرحیم“ کی دونوں صفاتِ ربانی مربوط کر کے پانچ اور مقلات / آیاتِ مقدسہ میں آئی ہے: سورۃ فاتحہ نمبر ۲، بقرہ نمبر ۱۶۳، نمل نمبر ۳۰، فصلت / ثم السجدہ نمبر ۲ اور حشر نمبر ۲۲۔ ان دونوں صفات میں سے ”الرحمن“ قرآن مجید میں کل ستاون مقامات پر آئی ہے اور ”الرحیم“ کل پچانوے مقامات پر۔ ”الرحمن“ کو ”الرحیم“ کے علاوہ اور کسی صفتِ ربانی کے ساتھ مربوط نہیں کیا گیا ہے اور اسی بنا پر مفسرین و محققین کا یہ خیال صحیح ہے کہ جس طرح اس کا اسمِ جلالت اللہ دوسری صفتِ الہی کے موصوف کے طور پر آتا ہے اور وہ خود کسی کی صفت نہیں بنتا اسی طرح اس کا اسمِ محبت الرحمن بھی دوسری صفتِ ربانی کے موصوف کے اعتبار سے آتا ہے اور وہ خود صفت نہیں آتا۔ یہ دونوں دراصل اللہ تعالیٰ کے اسمِ جلال و اسمِ جمال ہیں۔

(۱) الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ کا زوج

پہلے ان آیاتِ گرامی کا مطالعہ جو ان دونوں اسمائے جمال و صفاتِ محبت کا ارتباط رکھتی ہیں یعنی جن میں الرحمن الرحیم زوج بن کر ایک ساتھ بطور موصوف و صفت آئے ہیں:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ○ (بِسْمَلَةٍ)

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا۔

الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ ○ (الْفَاتِحَةُ ۲)

بہت مہربان، نہایت رحم والا۔

وَالْهُكْمُ إِلَهُ وَاحِدٌ - لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ (البقرہ ۱۶۳)

اور تمہارا رب اکیلارب ہے۔ کسی کو پوجنا نہیں اس کے سوا بڑا مہربان ہے رحم والا۔

إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ○ (النمل ۳۰)

وہ خط ہے سلیمان کی طرف سے، اور وہ ہے شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا۔

تَنْزِيلٌ مِنَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ○ (حُم السجدہ ۲)

کچھ اتارا ہے بڑے مہربان رحم والے سے۔

هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ ○ (الحشر ۲۲)

وہ اللہ ہے جس کے سوا بندگی نہیں کسی کی، جانتا ہے چھپا اور کھلا۔ وہ ہے بڑا مہربان رحم والا۔

ان تمام آیات مقدسہ میں الرحمن الرحیم کی جوڑی یا زوج کو کسی نہ کسی سیاق و سباق اور پس منظر میں لایا گیا ہے۔ اولین آیت مطہرہ میں وہ اسمِ جلالت اللہ کی دو صفتوں کے طور پر لائی گئی ہے اور پس منظر اسمِ الہی سے آغاز وابتدا کرنے کا ہے جبکہ دوسری آیت میں وہ بذاتِ خود دو صفاتِ عالیہ ہیں لیکن ان کا ربط پہلی آیت سے ہے اور اس کے مطابق وہ اسمِ جلالت کی صفات ہونے کے ساتھ حمدِ الہی سے بھی وابستہ ہیں اور اس کا مظہر بھی۔ اسی کے ساتھ وہ اسمِ جلالت کی ایک اور صفت ”رب العالمینی“ سے بھی مربوط ہیں۔ گویا کہ وہ سہ گونہ نسبت رکھتی ہیں۔ تیسری آیت میں وہ ہمارے ایسے الہ کی صفات کے طور پر آئی ہیں جو واحد ہے اور جس کے سوا اور کوئی الہ ہے ہی نہیں۔ یہاں رحمان ورحیم اللہ تعالیٰ کے مثبت طور سے الہ واحد اور معبود واحد ہونے کے ساتھ وابستہ ہے اور منفی طور سے اس کے سوا اور کسی کے الہ نہ ہونے کے اعلان کے ساتھ بھی مربوط ہے۔ چوتھی آیت میں بسملہ کی مانند آغاز وافتتاح اورابتدا کرنے کے عام اور مطلق مفہوم اور حقیقت امری کا اظہار کرنے کے علاوہ ایک خاص و مخصوص افتتاح و آغاز کرنے کا بھی اعلان کرتی ہے۔ اور وہ ہے حضرت سلیمان علیہ السلام کے خطِ مبارک کے نامِ الہی سے آغاز کرنے کا جو انہوں نے اپنی جانب سے ملکہ سبا کے نام اس کو دعوتِ اسلام لانے کے لئے لکھا تھا۔ پانچویں آیت میں الرحمن الرحیم کی صفات بطور اسمِ جمال آئی ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اسمِ جلالت کے ساتھ یہاں وابستہ نہیں کی گئیں بلکہ الرحمن کو بطور اسمِ جمال لایا گیا ہے اور رحیم اس کی صفت ہے۔ اس آیت کریمہ میں ایک اہم حقیقت یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ قرآن مجید اس ذاتِ گرامی کا نازل کردہ ہے جو الرحمن الرحیم ہے۔ یعنی وہ خالق و مالک اور رحمان رحیم جو ہمارا الہ و معبود ہے اس نے ایسی کتاب نازل کی ہے جو جاتے والی قوم کے لئے قرآنِ عربی ہے اور جسکی آیات تفصیل کر کے بیان کر دی گئی ہیں تاکہ وہ انکو بشارت دے اور انکو عاقبت سے ڈرائے بھی۔ کیونکہ اکثر لوگ اس سے روگردانی کر کے سننے سے انکار کر دیتے ہیں۔ آخری آیت میں ایک مزید صفتِ ربانی کا اضافہ کیا گیا ہے کہ وہ عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ اس کے علاوہ دوسری صفات اوپر ولی بیان ہوئی ہیں کہ وہ واحد الہ ہے اور اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور وہ رحمن رحیم ہے اور ان سب کو اللہ کے اسمِ جلالت سے جوڑ دیا گیا ہے۔

(۲) رَحْمَن رَحِيم کے معانی

لغت کے اعتبار سے رحمان فَعْلَان کے وزن پر اسم مبالغہ ہے جبکہ رحیم فَعِيل کے وزن پر اسم مبالغہ۔ اسم مبالغہ ہونے کے سبب یہ واضح ہے کہ حامل صفت یا موصوف میں رحم کا مادہ مبالغہ کے ساتھ یعنی بہت زیادہ پایا جاتا ہے۔ اس اعتبار سے دونوں اسمائے مبالغہ یکساں معنی رکھتے ہیں لیکن دونوں کی ساخت میں فرق ہونے نیز مختلف اوزان پر ہونے کے سبب ان کے معانی و مفاہیم میں فرق بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ فَعْلَان کے وزن کی خصوصیت کے مطابق رَحْمَن رحم سے بھرا ہوا ہے جیسے کہ سکران نشہ سے اور عطشان پیاس سے لبالب بھرا ہوتا ہے۔ فَعِيل کے وزن میں معنی مبالغہ کے ساتھ ساتھ استقلال کے معنی بھی پائے جاتے ہیں۔ رَاحِم جو فعل رَحِم کا اسم فاعل ہے اگرچہ رحم کرنے والے کے معنی رکھتا ہے تاہم اس کا رحم کرنا مستقل فعل اور دوامی عمل نہیں۔ وہ ایک بار رحم کر کے بھی راحم بن سکتا ہے اور اپنے فعل رحم سے پہلے یا بعد میں بے رحم بھی ہو سکتا ہے۔ جبکہ رحیم فعل رحم اور عمل مہر سے کبھی خالی نہیں ہو سکتا کہ وہ اس کی ایسی لازمی صفت ہے جو اس کی ذات سے وابستہ ہوتی ہے اور کبھی اس سے جدا نہیں ہوتی۔ رحمان رحیم کہہ کر اللہ تعالیٰ نے یہ واضح فرمادیا کہ وہ پیکر رحم ہے اور اس کی صفت رحم اس کی فطرتِ ثانیہ ہے جو ازل سے تا ابد سرمدی طور سے جاری رہتی ہے۔

مفسرین عظام اور ماہرین لغت کرام نے ان دونوں اسمائے جمال اور صفاتِ محبت کے معانی و مفاہیم اور ان کے باہمی فرق کو اپنی اپنی تفاسیر و کتب میں بیان کیا ہے۔ ان کا مفصل بیان تو سورۃ فاتحہ کے تفسیری جائزے میں پیش کیا گیا ہے تاہم یہاں چند مفسرین کی تشریحات بطور نمونہ پیش کی جاتی ہیں تاکہ ان کے معانی و مفاہیم کی اور بہتر ترسیل کی جاسکے۔ حافظ ابن کثیر نے رَحْمَن اور رحیم کے بارے میں دو نقطہ نظر پیش کئے ہیں: اور یہ کہ رَحْمَن رحیم سے زیادہ مبالغہ کا صیغہ ہے اور اس کے حامل علامہ ابن جریر اور بہت سے علمائے سلف ہیں بلکہ انہوں نے علمائے سلف کا اس پر اتفاق نقل کیا ہے۔ جبکہ دوسرے نقطہ نظر کے مطابق رحیم رَحْمَن سے زیادہ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ لیکن ابن کثیر کو خود اس سے اتفاق نہیں اس لئے انہوں نے اس خیال کو ”زَعْم“ کے لفظ سے شروع کیا ہے جو اس روایت کی کمزوری کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ان دونوں میں ایک اور فرق یہ بیان کیا ہے کہ رحمان اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے اور کسی غیر کے لئے استعمال نہیں ہو سکتا جبکہ رحیم غیر اللہ کے لئے بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی موخر الذکر دونوں کے لئے عام ہے۔ بلاشبہ یہ فرق دونوں میں پایا جاتا ہے مگر اسم مبالغہ کی حیثیت سے نہیں بلکہ اس بنا پر کہ رَحْمَن اللہ تعالیٰ کے لئے اسم خاص ہے اس کے اسم جلالت اللہ کی مانند، جیسا کہ ہم بعد میں اپنی بحث میں ملاحظہ کریں گے۔ شیخ الہند مولانا محمود حسن کے خیال میں ”رَحْمَن اور رحیم دونوں مبالغہ کے صیغے ہیں اور رَحْمَن میں رحیم سے زیادہ مبالغہ ہے۔“ مولانا تھانوی، مولانا عثمانی اور مولانا مودودی نے تقریباً یہی بت کہی ہے۔ مولانا دریابادی کے خیال میں رحمان ”مصدرِ رحمت سے صیغہ مبالغہ ہے فَعْلَان کے وزن پر، زیادتی صفت کے لئے، جس کے بعد زیادتی کا کوئی درجہ نہ ہو۔۔۔ رحیم بھی اسم صفت صیغہ مبالغہ ہے، فَعِيل کے وزن پر تکرار و تواتر کے اظہار کے لئے۔ گویا صفتِ رحمت و شفقت کی انتہائی قوت کا اظہار رَحْمَن سے ہو رہا

ہے اور انتہائی کثرت کارحیم سے۔۔۔ رحمن میں شانِ کرم کا عموم مومن و کافر سب کے لئے اور اسی لئے اس کا ظہور اسی دنیا میں بھی ہو رہا ہے۔ رحیم میں تجلی رحمت و مغفرت کا خصوص ہے اہل ایمان کے ساتھ، اس لئے اس کا پورا ظہور آخرت ہی میں ہو گا۔ اور اسی معنی میں یہ حدیث صحیح مسلم میں صحابی ابن مسعود کے واسطے سے آئی ہے: الرحمن الرحیم الدنیا والرحیم الرحیم الآخرۃ (رحمن دنیا کا رحمن ہے جبکہ رحیم آخرت کا رحیم ہے)۔ یہی قول اور تشریح اور بہت سے مفسرین علماء سے منقول ہے۔ مولانا دریابادی نے صوفیانہ مذاق کی یہ تشریح بھی نقل کی ہے کہ ”رحمانیت وہ تربیت ہے جو ذرائع و وسائط کے ساتھ ہو اور رحیمیت و تربیت ہے جو براہ راست و بلا واسطہ ہو، رحمانیت وہ شفقت ہے جو طبیب مریض کے ساتھ رکھتا ہے اور رحیمیت محض شفقت محض ہے۔“ اور اس کے لئے انہوں نے روح المعانی کا حوالہ دیا ہے۔ اس پر مکمل بحث تو بعد میں آنے کی لیکن یہ صوفیانہ تشریح عربی زبان و لغت کے خلاف تو ہے ہی۔ قرآن مجید اور اسلام کی روح کے خلاف بھی ہے۔ مولانا اصلاحی نے دونوں اسمائے جمال کے صیغوں اور ان کے معانی کی بحث کے بعد فرمایا ہے کہ ”۔۔۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ”رحیم“ کے مقابل میں ”رحمان“ میں زیادہ مبالغہ ہے اس وجہ سے ”رحمان“ کے بعد ”رحیم“ کا لفظ ان کے خیال میں ایک زائد لفظ ہے جس کی چنداں ضرورت تو نہیں تھی لیکن یہ تاکید مزید کے طور پر آگیا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ عربی زبان کے استعمالات کے لحاظ سے فَعْلَان کا وزن جوش و خروش اور ہیجان پر دلیل ہوتا ہے اور فَعِیل کا وزن دوام و استمرار اور پائیداری و استواری پر۔ اس وجہ سے ان دونوں صفتوں میں سے کوئی صفت بھی برائے بیت نہیں ہے بلکہ ان میں سے ایک خدا کی رحمت کے جوش و خروش کو ظاہر کر رہی ہے، دوسری اس کے دوام و تسلسل کو۔۔۔ پھر اس کی رحمتیں اسی چند روزہ زندگی ہی تک محدود نہیں ہیں بلکہ جو لوگ اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے رہیں گے ان پر اس کی رحمت ایک ایسی ابدی اور لازوال زندگی میں بھی ہوگی جو کبھی ختم ہونے والی نہیں ہے۔۔۔ یہ ساری حقیقت اس وقت تک ظاہر نہیں ہو سکتی جب تک یہ دونوں لفظ مل کر اس کو ظاہر نہ کریں۔“ مولانا اصلاحی کی یہ تفسیر بہت دلنشین اور صحیح ہے جبکہ ان کے ترجمہ میں رحمان و رحیم کے الفاظ جوں کے توں موجود ہیں۔ ان سے تقریباً ڈیڑھ سو سال قبل حضرت سید احمد شہید نے اپنی تفسیر سورۃ فاتحہ میں ان دونوں صفاتِ ربانی کا ترجمہ کیا ہے: ”بہت رحم والا ہمیشہ کو رحم کرتا ہے۔“ پھر اس کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ ”جو شخص کہ رحم اور پرورش کرتا ہے اور اس سے ہر کوئی وقت بے وقت مانگے تو گھبرا جاتا ہے اور کبھی کبھی خفا ہو کر سخت کہنے لگتا اور جھنجھلاتا ہے۔ اللہ کا ایسا رحم اور ہمیشہ بہت اور ہمیشہ ہے کہ اس کو کبھی کسی کے مانگنے اور پرورش کرنے سے خفگی اور جھنجھلاہٹ نہیں آتی۔ جتنا کوئی مانگے وہ اتنا ہی خوش ہو۔ اس لئے اس نے الرحمن الرحیم فرمایا۔۔۔“ لہذا ”الرحمن الرحیم“ کا ترجمہ حضرت سید احمد شہید کا بہترین ہے یعنی ”ہیکر رحمت اور دوا می رحمت والا۔“ جسکی ذات میں رحمت اسی طرح پیوست ہے جس طرح اس کی حیات اور اس سے رحمت کا صدور و فیضان ہر آن بلا کسی انقطاع کے ہوتا رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات والا صفات کے لئے دوسرا اسمِ علمِ رحمن استعمال کیا ہے اور وہ اس حیثیت سے کم از کم کیا اون بار آیا ہے۔ یعنی الرحمن بطور اسمِ رحمت و اسمِ ذات۔ وہ اسمِ جلالت اللہ کے بدل کا کام بھی دیتا ہے جیسا کہ قرآن مجید کی کئی آیاتِ کریمہ میں تصریح کی گئی ہے اور ان میں سب سے واضح سورہ اسراء کی آیت ہے پھر سورہ فصلت کی آیت: قُلْ اَدْعُوا اللّٰهَ اَوْ اَدْعُوا الرَّحْمٰنَ ۖ اَيَّامًا تَذَعُّوْنَ فَلَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی (الاسراء ۱۱۰)

کہہ، اللہ کو پکارو یا رحمن کو، جو کہہ کر پکارو گے، سو اسی کے ہیں سب نام خاصے۔

تَنْزِيلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (فُصِّلَتْ ۲)

کچھ اتارا ہے بڑے مہربان رحم والے سے۔

ان دونوں آیاتِ کریمہ کے علاوہ اور تمام آیاتِ مقدسہ جن میں الرحمن اللہ کی جگہ آیا ہے اسمِ علم اور اسمِ معرفہ ہی کا کام دیتا ہے جیسا کہ اگلے تجزیہ سے معلوم ہو گا۔

اسمِ جمالِ رحمان پر مشتمل آیاتِ مقدسہ کو معانی و مضامین اور سیاق و سباق اور پس و پیش منظر کے اعتبار سے کئی زمروں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے: ایک نوع ان آیاتِ مطہرہ کی ہے جن میں رحمن کی عبادت و اطاعت کرنے کا واضح ذکر ہے۔ پھر عبادت و اطاعت کی نوع کے لحاظ سے ان کی ایک ذیلی تقسیم کی جاسکتی ہے۔ ایک نوع اہل ایمان کے رحمن پر ایمان و عقیدہ کے لحاظ سے کی جاسکتی ہے کہ ان پر ان کے ایمان و عقیدہ کے نتیجے میں کیا اثر مرتب ہوتا ہے اور دوسری نوع اہل کفر و عصیان کے انکار و تردید کے اعتبار سے کی جاسکتی ہے کہ ان کے کفر و ضلالت کے کیا عواقب ہو سکتے ہیں۔ کئی آیاتِ مقدسہ میں ذاتِ الہی کے ایجابی اوصافِ حمیدہ بیان کئے گئے ہیں جیسے وہ لمجاوماوی ہے، شفاعت کا حق عطا کرتا ہے، عرش پر استواء فرماتا ہے ہر شے کا حاکم و مالک ہے، وہ ان کا محافظ ہے، اسی سے استعانت کی جاسکتی ہے، وہ ذکر و وحی الہی اور قرآنِ کریم کا نازل کرنے والا ہے، اسی کا ارادہ و منشا حتمی ہے، وہ معلم و صادق الوعد ہے۔ وہ عالم الغیب والشہادہ ہے۔ وہ خالق اور اپنی خلق کو قائم رکھنے والا ہے۔ وہ رب ہے وہ منصور و ناصر ہے۔ اس کی بعض سلبی صفات ستودہ کا بھی ذکر ہے اور ان میں خاص کر اس کا بے ولد ہونا بہت سی آیات میں مذکور ہوا ہے۔ ان کے علاوہ بھی اور کئی سلبی صفات ہیں جن کا ذکر اگلے تجزیہ میں آ رہا ہے۔

الرحمن الرحیم کی زوج والی آیاتِ کریمہ اور اوپر سورہ اسراء نمبر ۱۱۰ کی آیت مذکورہ بالا سے اس کے معبود ہونے کا واضح ذکر ملتا ہے اور اسی طرح مومنوں کے ایمان و عقیدہ اور کافروں و مشرکوں کے کفر و انکار پر مشتمل آیاتِ کریمہ سے بھی رحمن کے معبود حقیقی ہونے کا ذکر معلوم ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جن آیاتِ کریمہ میں رحمن کی عبادت کرنے کا حکم دیا گیا ہے یا جن میں اس کے تمام مخلوقاتِ عالم کے معبود ہونے کا اعلان کیا گیا ہے وہ بھی اس کی معبودیت اور الوہیت پر دلالت کرتی ہیں۔ ذیل میں ایسی ہی آیاتِ کریمہ پہلے بیان کی جاتی ہیں:

اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّا اَبٰی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ۝ (مریم ۹۳)

کوئی نہیں آسمان و زمین میں جو نہ آوے رحمان کا بندہ ہو کر۔

وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا ○ (الفرقان ۶۳)
اور بندے رحمن کے وہ ہیں جو چلتے ہیں زمین پر دبے پاؤں، اور جب بات کرنے لگیں ان سے بے سمجھ لوگ کہیں صاحب سلامت۔

وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمَنِ إِنَاثًا ۖ أَشْهَدُوا خَلْقَهُمْ ۖ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْأَلُونَ ○ وَقَالُوا لَوْ شَاءَ الرَّحْمَنُ مَا عَبَدْنَاهُمْ ۖ مَا لَهُمْ بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۖ إِنْ هُمْ إِلَّا يَخِرُّونَ ○ (الزخرف ۱۹-۲۰)
اور ٹھہرایا فرشتوں کو، جو بندے ہیں رحمن کے، عورت۔ کیا دیکھتے تھے ان کا بننا؟ اب لکھ رکھیں گے ان کی گواہی، اور ان سے پوچھ ہوگی۔ اور کہتے ہیں، اگر چاہتا رحمن، ہم نہ پوجتے ان کو، کچھ خبر نہیں ان کو اس کی۔ یہ سب اٹھکیں دوڑاتے ہیں۔

وَسْأَلُ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا ۖ أَجَعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ إِلَهًا يُعْبَدُونَ ○ (الزخرف ۴۵)
اور پوچھ دیکھ، جو رسول بھیجے ہم نے تجھ سے پہلے، کبھی ہم نے رکھے ہیں رحمن کے سوا اور حاکم، کہ پوجے جاویں؟
ان آیات کریمہ میں اور ان کے علاوہ دوسری میں بھی اللہ تعالیٰ کو معبود حقیقی اور الہ واحد کہا گیا ہے اور دوسری تمام مخلوقات کو رحمن کا بندہ۔ اولین آیت میں آسمانوں اور زمین کی تمام جاندار و مکلف مخلوق کو رحمن کے بندے بتلایا گیا ہے جبکہ دوسری آیت میں نیک بندوں کو، تیسری میں فرشتوں کو اور منکرین حق کو بھی حقیقت حال کے لحاظ سے بندہ رحمن قرار دیا گیا ہے۔ آخری آیت میں اس بات کی صاف وضاحت کر دی گئی کہ رحمن کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہیں جن کی عبادت کی جائے اور یہ حقیقت امری ازلی وابدی ہے۔ رحمن ہی کی عبادت کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام رسولوں کو دیا تھا اور یہی حکم علی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دیا گیا۔ اسی رحمن کی عبادت تمام نیک بندے کرتے ہیں اور کافرا اسی کے منکر ہیں۔

وحی الہی کا حکم، اہل ایمان کے اقرار و عبادت، اہل کفر و طغیان کا انکار و سرکشی، اور ان دونوں کے عواقب و نتائج کے اعتبار سے آیات کریمہ ترتیب وار یہ ہیں:

قَالَتْ إِنِّي أَعُوذُ بِالرَّحْمَنِ مِنْكَ إِنْ كُنْتَ نَقِيًّا ○ (مریم ۱۸)
بولی، مجھ کو رحمن کی پناہ تجھ سے، اگر تو ڈر رکھتا ہے۔

إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَنِ صَوْمًا فَلَنْ أُكَلِّمَ الْيَوْمَ إِنْسِيًّا ○ (مریم ۲۶)
میں نے ملنا ہے رحمن کا ایک روزہ، سو بت نہ کروں گی آج کسی آدمی سے۔

يَا بْتَ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ ۖ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلرَّحْمَنِ عَصِيًّا ○ يَا بْتَ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يَمْسُكَ عَذَابٌ مِنَ الرَّحْمَنِ فَتَكُونَ لِلشَّيْطَانِ وَلِيًّا ○ (مریم ۴۴-۴۵)

اے باپ میرے! مت پوج شیطان کو۔ بے شک شیطان ہے رحمان کا بے حکم۔ اے باپ میرے! میں ڈرتا ہوں کہیں آگے تجھ کو ایک آفت رحمن سے، پھر تو ہو جاوے شیطان کا ساتھی۔

اِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ بُکْیًا ۝ (مریم ۵۸)

جب ان کو سنائے آیتیں رحمان کی، گرتے ہیں سجدے میں، اور روتے (ہیں)۔

جَنَّتْ غَدٰیۃُ النَّبِیِّ وَغَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَہٗ بِالْغَیْبِ ؕ اِنَّہٗ كَانَ وَعْدُہٗ مَآتِیًا ۝ (مریم ۶۱)

باغوں میں بننے کے، جن کا وعدہ دیا ہے رحمن نے اپنے بندوں کو بن دیکھے۔ بیشک ہے اس کے وعدہ پر پہنچنا۔

یَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَشٰیئِیْنَ اِلَی الرَّحْمٰنِ وَفَدًا ۝ (مریم ۸۵)

جس دن ہم اکٹھا کر لاویں گے پرہیز کاروں کو رحمن کے پاس مہمان بلائے

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَّہُمْ الرَّحْمٰنُ وُدًا ۝ (مریم ۹۶)

جو یقین لائے اور کی ہیں نیکیاں ان کو دے گا رحمن محبت۔

اِنَّ رَبَّکُمْ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِیْ وَاَطِیْعُوْا اَمْرِیْ ۝ (طہ ۹۰)

اور تمہارا رب رحمن ہے، سو میری راہ چلو اور مانو میری بات۔

وَ اِذَا قِیْلَ لَّہُمْ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ ۙ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ اَنْتَۤ اَنْسَجِدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَ زَادَہُمْ نِفُوْرًا ۝ (الفرقان ۶۰)

اور جب کہئے ان کو، سجدہ کرو رحمن کو، کہیں: رحمان کیا ہے؟ کیا سجدہ کرنے لگیں گے ہم جس کو تو فرماوے گا؟

اِنَّمَا تُنذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّکْرَ وَخَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ ۖ فَبَشِّرْہٗ بِمَغْفِرَۃٍ وَّاَجْرِ کَرِیْمٍ ۝ (یس ۱۱)

تو تو ڈر سناوے اس کو، جو چلے سمجھانے پر، اور ڈرے رحمن سے بن دیکھے۔ سو اس کو دے خوشخبری معافی کی اور عزت

کے نیک (اجر) کی۔

قَالُوْا یٰوٰیِلَّنَا مَنْ ۙ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۚ اَھٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ۝ (یس ۵۲)

کہیں گے، اے خرابی ہماری! کس نے اٹھا دیا ہم کو ہماری نیند کی جگہ سے۔ یہ وہ ہے جو وعدہ دیا تھا رحمن نے، اور سچ کہا

تھا بھیجے ہوؤں نے۔

مَنْ خَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِیْبٍ ۙ ۙ دَخَلُوْہَا بِسَلٰمٍ ؕ ذٰلِکَ یَوْمَ الْخُلُوْدِ ۝ (ق ۳۳-۳۴)

جو ڈرا رحمن سے بن دیکھے، اور لایا دل جس میں رجوع ہے، چلے جاؤ اس میں سلامت، یہ دن ہے ہمیشہ رہنے کا۔

قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اَمَّنَا بِہٖ وَ عَلَیْہِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ (الملك ۲۹)

تو کہہ، وہی رحمن ہے، ہم نے اس کو مانا، اور اسی پر بھروسہ کیا، سو اب جان لو گے، کون پڑا ہے صریح بہکاوے میں؟

اگرچہ اوپر کی بعض آیات میں کافروں اور منکروں کا بھی ضمناً ذکر آگیا ہے لیکن وہ زیادہ تر ایسی آیات ہیں جو حکم

الہی اور اہل ایمان کے طرز عمل پر مبنی ہیں۔ ان میں پہلی دو آیات حضرت مریم کے ایمان الہی اور عبادت ربانی کی طرف

اشارہ کرتی ہیں تو تیسری آیت کریمہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوتِ اسلامی اور ان کے ایمان و تبلیغ کو بیان کرتی ہے۔ چوتھی آیت میں دنیا میں اہل ایمان کی کلامِ رحمن سے تاثر و قبولیت بتاتی ہے اور پانچویں میں رحمن کی جانب سے انکے ایمان و عمل کے بدلے جنت کا وعدہ کرتی ہے۔ چھٹی اور ساتویں آیت بھی اہل ایمان کے دنیا و آخرت میں انعاماتِ رحمن سے مستفیض ہونے کو بیان کرتی ہیں۔ آٹھویں آیت اپنے رب رحمن کی عبادت اور رسولوں کی اطاعت کی دعوت دیتی ہے تو نویں رحمن کی عبادت کی طرف بلانے کے ساتھ اہل کفر و عناد کے مرد و سرکشی کو بھی بیان کرتی ہے۔ باقی چار آیت کریمہ بھی اہل ایمان کے ایمان، قبولِ حق، خشیتِ رحمن توکلِ ربانی اور انجامِ کارِ آخرت میں رحمن کے عطایائے بیکراں سے ان کی سرفرازی کی خوشخبری سناتی ہیں۔ ان کے علاوہ کئی آیاتِ مقدسہ خالصتاً اہل کفر و مرد کے رحمن سے بغاوت کرنے اور نتیجتاً اپنے انجامِ بد کو پہنچنے کی تصویر کشی کرتی ہیں۔

كَذَلِكَ ارْسَلْنَاكَ فِي أُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَا أُمَمٌ لِّتَلْوَا عَلَيْهِمُ الَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُونَ
بِالرَّحْمَنِ ۖ قُلْ هُوَ رَبِّي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۖ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ مَتَابِ ۝ (الرعد ۳۰)

اسی طرح تجھے کو بھیجا ہم نے ایک امت میں، کہ ہو چکی ہیں اس سے پہلے امتیں، تا سناوے تو ان کو، جو حکم بھیجا ہم نے تیری طرف، اور وہ منکر ہوتے ہیں رحمن سے، تو کہہ وہی میرا رب ہے، کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا، اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور اسی کی طرف آتا ہوں چھوٹ کر۔

ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمَنِ عِتِيًّا ۝ (مریم ۶۹)
پھر جدا کریں گے ہم ہر فرقہ میں سے، جو نسا ان میں سخت رکھتا تھا رحمن سے اکڑ۔

أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتِيَنَّ مَالًا وَ وَلَدًا ۝ أَطَّلَعَ الْغَيْبَ أَمْ اِتَّخَذَ الرَّحْمَنُ عَهْدًا ۝ (مریم ۷۷-۷۸)

بھلا تو نے دیکھا، وہ جو منکر ہوا ہماری آیتوں سے، اور کہا مجھے کو ملنا ہے مال اور اولاد کیا جھانک آیا غیب کو، یا لے رکھا ہے رحمن کے ہاں اقرار۔

قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلَالَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمَنُ مَدًّا ۝ حَتَّىٰ إِذَا رَأَوْا مَائِدَ عَذُوْنٍ أَمَّا الْعَذَابُ وَإِنَّمَا السَّاعَةُ ۖ
فَسَيَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَأَضْعَفُ جُنْدًا ۝ (مریم ۷۵)

تو کہہ، جو کوئی رہا بھٹکا، سو چاہئے اس کو کھینچ لے جاوے رحمن لبا۔ یہاں تک کہ جب دیکھیں گے جو وعدہ پاتے ہیں، یا آفت، اور یا قیامت سو تب معلوم کریں گے کس کا برادرِ جہ ہے اور کس کی فوج کمزور ہے۔

أَهَذَا الَّذِي يَذْكُرُ أَهْتِكُمْ ۖ وَهُمْ يَذْكُرُ الرَّحْمَنُ هُمْ يَكْفُرُونَ ۝ (الانبیاء ۳۶)

کیا یہی شخص ہے؟ کہ نام لیتا ہے تمہارے ٹھاکروں (بتوں) کا اور وہ رحمن کے نام سے منکر ہیں۔

قُلْ مَنْ يَكْلُوْكُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمَنِ ۖ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُونَ ۝ (الانبیاء ۴۲)

تو کہہ، کون چوکی دیتا ہے تمہاری، رات میں اور دن میں، رحمن سے؟ کوئی نہیں، وہ اپنے رب کے ذکر سے ٹال (مثول)

کرتے ہیں۔

وَمَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمَنِ مُخَذَّبٍ إِلَّا كَانُوا عَنْهُ مُعْرِضِينَ ○ (الشعراء ۵)

اور نہیں پہونچتی ان پاس کوئی نصیحت، رحمن سے، تھی، جس سے منہ نہیں موڑتے۔

قَالُوا مَا آتَانَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚ وَمَا أَنزَلَ الرَّحْمَنُ مِن شَيْءٍ ۖ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَكْذِبُونَ ○ (یسر ۱۵)

وہ بولے، تم تو یہی انسان ہو ہم جیسے، اور رحمن نے کچھ نہیں اتارا تم سارا جھوٹ کہتے ہو۔

وَلَوْلَا أَنْ يَكُونَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَن يَكْفُرُ بِالرَّحْمَنِ لِبُيُوتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَمَعَارِجَ عَلَيْهَا

يَظْهَرُونَ ○ (الزخرف ۳۳)

اور اگر یہ نہ ہوتا، کہ لوگ ہو جاویں ایک دین پر، تو ہم دیتے ان کو، جو منکر ہیں رحمن سے، ان کے گھروں کو چھت روپے

(چاندی) کے اور سیر مھیاں جن پر چڑھیں۔

وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ ○ (الزخرف ۳۶)

اور جو کوئی آنکھ چراوے رحمن کی یاد سے، ہم اس پر تعین کریں ایک شیطان، پھر وہ رہے اس کا ساتھی۔

اوپر کی تمام آیات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ رحمن ہی اللہ ہے، وہ رب ہے اور اس پر ایمان لانا ضروری ہے اور کفر کرنا

ہلاکت ہے۔ ان کے علاوہ کچھ ایسی آیت کریمہ ہیں جن میں رحمن کی اولاد / لڑکا ہونے کی تردید کی گئی ہے:

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا ۚ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا ○ تَكَادُ السَّمُوتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ

الْجِبَالُ هَدًّا ○ أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمَنِ وَلَدًا ۚ وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمَنِ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا ○ (مریم ۸۸-۹۲)

اور لوگ کہتے ہیں، رحمن رکھتا ہے اولاد، تم آگئے ہو بھاری چیز میں۔ ابھی آسمان پھٹ پڑیں اس بات سے، اور ٹکڑے

ہو زمین، اور گر پڑیں پہاڑ ڈھے کر، اس پر کہ پکارتے ہیں رحمن کے نام پر اولاد۔ اور نہیں بن آتا رحمن کو، کہ رکھے

اولاد۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا سُبْحَنَهُ ۚ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ ○ (الانبیاء ۲۶)

اور کہتے ہیں رحمن نے کر لیا کوئی بیٹا۔ وہ اس لائق نہیں۔ لیکن وہ بندے ہیں جن کو عزت دی۔

وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادِهِ جُزْءًا ۚ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَكَفُورٌ مُّبِينٌ ○ أَمْ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنَاتٍ وَأَصْفَكُمْ بَالِبِينَ ○

وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمَنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ○ (الزخرف ۱۵-۱۷)

اور ٹھہرائی ہے انہوں نے اس کو اولاد اس کے بندوں سے تحقیق انسان بڑا ناشکر ہے صریح۔ کیا رکھ لیں اپنی پیدائش

میں سے بیٹیاں؟ اور تم کو چن کر دئے بیٹے؟ اور جب ان میں کسی کو خوشخبری ملے اس چیز کی، جو رحمن پر نام دہرا،

سارے دن رہے اس کا منہ سیاہ، اور وہ دل میں گھٹ رہا۔

وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمَنِ إِنَاثًا . . . ○ (۱۹)

اور ٹھہرایا فرشتوں کو جو بندے ہیں رحمن کے، عورت۔

قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمَنِ وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَبْدِينَ ○ (الزخرف ۸۱)

تو کہہ، اگر ہو رحمن کو اولاد! تو میں سب سے پہلے ہو جوں۔

ان آیات کریمہ میں دو عقیدوں کی تردید ہے۔ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اور یہودی حضرت عزیرؑ کو اللہ کا بیٹا کہتے تھے اور عرب کے جاہلی بدو اور شہری دونوں ملائکہ کو اللہ کی بیٹیاں ٹھہراتے تھے۔ ان دونوں عقیدوں کی تردید کر کے دراصل بندے اور اللہ کے درمیان سفارش، وسیلہ اور شفاعت کی اس جڑ کو کاٹ دیا جس کے بغیر وہ براہ راست اللہ تعالیٰ تک نہ پہنچنے کا تصور رکھتے تھے۔ چونکہ بیٹے اور بیٹیاں سب سے قریبی رشتہ دار ہوتے ہیں اور انسان کے چہیتے بھی اس لئے ان کی سفارش و شفاعت زیادہ موثر ہوتی ہے۔ قرآن مجید نے نہ صرف شریک الہ کا تصور مٹایا بلکہ اس سفارش کی جڑ بھی کاٹ دی۔

چنانچہ کئی آیات کریمہ میں رحمن کی جناب میں کسی کے سفارشی نہ ہونے کی صراحت کر دی گئی اور واضح کر دیا گیا کہ اگر کسی کو شفاعت کا حق روزِ قیامت ملے گا بھی تو وہ بھی رحمن کی ہی اجازت و مرضی سے۔ رحمن کے حوالہ سے اللہ کے مالک الكل، قادر مطلق، مدبر واحد اور حاکم اعلیٰ ہونے کا ذکر جن آیات میں آیا ہے وہ یہ ہیں:

لَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَنِ عَهْدًا ○ (مریم ۸۷)

نہیں اختیار رکھتے لوگ سفارش کا، مگر جس نے لے لیا رحمن سے اقرار۔

يَوْمَئِذٍ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا ○ (طہ ۱۰۹)

اس دن کام نہ آوے گی سفارش، مگر جس کو حکم دیا رحمن نے، اور پسند کی اس کی بات۔

ءَاتَخِذْ مِنْ ذُوْنِهٖ اِهْلًا اِنْ يُرِذِّنِ الرَّحْمَنُ بِضُرٍّ لَا تُغْنِيْ عَنْهُمْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا وَلَا يُنْقِذُوْنَ ○ (يس ۲۳)

بھلا میں پکڑوں اس کے سوا اوروں کو پوجنا، کہ اگر مجھ پر چاہے رحمن تکلیف، کچھ کام نہ آوے مجھ کو ان کی سفارش، اور نہ۔

وہ مجھ کو چھڑاویں۔

يَوْمَ يَقُومُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا لَا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اٰذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَاَقَالَ صَوَابًا ○ (النبا ۳۸)

جس دن کھڑی ہوگی روح اور فرشتے قطار ہو کر، کوئی نہیں بولتا، مگر جس کو حکم دیا رحمن نے، اور بولا بات ٹھیک۔

سفارش و شفاعت کی نفی کرنے کے ساتھ ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ کے قادر مطلق اور حاکم اعلیٰ ہونے کا واضح

بیان موجود ہے۔ اس کے ساتھ بعض اور آیات کریمہ میں اس کی حاکمیت مطلقہ، قوت نافذہ، ربوبیت علمہ اور خلافت عظمیٰ اور ملکیت و ملوکیت کا واضح ذکر کیا گیا ہے۔ وہ عرش الہی پر متمکن تدبیر و انتظام کا تئیں فرماتا ہے وہ حق کے ساتھ

فیصلے کرتا اور انصاف و عدل کرتا ہے۔ وہ آسمانوں اور زمین کا خالق و رب ہے۔ ایسا خالق کہ اس کی تخلیق میں کوئی نقص

و شکاف نہیں، اور ایسا مالک و رب کہ ہواؤں اور فضاؤں میں پرندوں کو سنبھالے رکھتا ہے اور انسان کو قرآن و بیان

سکھاتا ہے اور تمام کائنات کو پیدا کر کے ان کی پرورش و پرداخت کرتا ہے۔ وہ ایسا رحمٰن ہے کہ اس کے سوا اور کوئی نہیں ہے ایسا۔ وہ ایسا پر جلال و پر ہیبت ہے کہ کسی کی مجال نہیں کہ اس سے خطاب کر سکے، اور قیامت کے دن تو ساری آوازیں خاموش ہوں گی کہ رحمان کا دربار لگا ہو گا۔ وہ ہر شے پر نظر رکھتا ہے۔ اور ہر چیز کا علم رکھتا ہے اور کوئی اس کے علم و نظر کا ادراک و احاطہ نہیں کر سکتا۔ رحمٰن ہی انسان کا، کل کائنات کا رب ہے اور اسی سے تمام مخلوقات استعانت مانگتی اور اسی کی طرف رجوع کرتی ہیں:

تَنْزِيلًا يَمْنُنُ خَلْقَ الْأَرْضِ وَالسَّمَوَاتِ الْعُلَى ○ الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى ○ لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرَى ○ (طہ ۴-۶)

اتارا ہے اس شخص کا، جس نے بنائی زمین، اور آسمان اونچے، وہ بڑی مہر والا، تخت کے اوپر قائم ہوا، اسی کا ہے، جو کچھ ہے آسمان و زمین میں، اور ان دونوں کے نیچے، اور نیچے سیلی زمین کے۔

يَوْمَئِذٍ يَتَّبِعُونَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهُ ○ وَخَشَعَتِ الْأَصْوَاتُ لِلرَّحْمَنِ فَلَا تَسْمَعُ إِلَّا هَمْسًا ○ (طہ ۱۰۸)

اس دن پیچھے دوڑیں گے پکارنے والے کے، میرٹھی نہیں جس کی بات۔ اور دب گئیں آوازیں، رحمٰن کے ڈر سے، پھر نہ تو سننے کا مگر کھس کھسی آواز۔

قُلْ رَبِّ احْكُم بِالْحَقِّ ○ وَرَبُّنَا الرَّحْمَنُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ ○ (الانبیاء ۱۱۲)

رسول نے کہا، اے رب! فیصلہ کر انصاف کا، اور رب ہمارا رحمٰن ہے، اسی سے مدد مانگتے ہیں، ان باتوں پر جو تم بناتے ہو۔

الْمَلِكُ يَوْمَئِذٍ ○ الْحَقُّ لِلرَّحْمَنِ ○ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكَافِرِينَ عَسِيرًا ○ (الفرقان ۲۶)

راج اس دن سچا ہے رحمٰن کا۔ اور ہے وہ دن منکروں پر مشکل۔

الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ○ ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ ○ الرَّحْمَنُ فَسْتَلِ بِهِ خَبِيرًا ○ (الفرقان ۵۹)

جس نے بنائے آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے نیچے ہے، چھ دن میں پھر قائم ہوا تخت پر، وہ بڑی مہر والا، سو پوچھ اس سے جو اس کی خبر رکھتا ہو۔

الرَّحْمَنُ ○ عَلَّمَ الْقُرْآنَ ○ خَلَقَ الْإِنْسَانَ ○ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ○ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ○ وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدْنَ ○ (الرحمن ۱-۶)

رحمٰن نے، سکھایا قرآن، بنایا آدمی، پھر سکھائی اس کو بات، سورج اور چاند کو ایک حساب ہے، اور جھاڑ اور درخت لگے ہیں سجدے میں۔

الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَوَاتٍ طِبَاقًا ۚ مَا تَرَىٰ فِي خَلْقِ الرَّحْمَنِ مِن تَفَوتٍ ۚ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۚ هَلْ تَرَىٰ مِن فُطُورٍ ۝ (المَلِك ۳)

جس نے بنائے سات آسمان تہ بر تہ۔ کیا دیکھتا ہے رحمن کے بنائے میں کچھ فرق؟ پھر دہرا کر بھاہ کر، کہیں دیکھتا ہے دڑاڑ؟

أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صَفْتٍ وَيَقْبِضْنَ ۚ مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا الرَّحْمَنُ ۚ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ بَصِيرٌ (المَلِك ۱۹)

اور کیا نہیں دیکھتے اڑتے جانور اپنے اوپر؟ پر کھولے اور جھپکتے۔ ان کو کوئی نہیں تھام رہا رحمن کے سوا۔ اس کی بھاہ میں ہے ہر چیز۔

أَمَّنْ هَذَا الَّذِي هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُونِ الرَّحْمَنِ ۚ إِنَّ الْكَافِرُونَ إِلَّا فِي غُرُورٍ ۝ (المَلِك ۲۰)

بھلا وہ کون ہے؟ جو فوج ہے تمہاری۔ مدد کرے گی تمہاری، رحمن کے سوا، منکر پڑے ہیں نرے بہکاوے میں۔

جَزَاءً مِّن رَّبِّكَ عَطَاءٌ حِسَابًا ۝ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمَنُ لَا يَمْلِكُونَ مِنْهُ خِطَابًا ۝ (النَّبَا ۳۶-۳۷)

بدلا ہے تیرے رب کا دیا، حساب سے۔ جو رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا۔ اور جو ان کے بیچ ہے، بڑی مہر والا۔ قدرت نہیں کہ کوئی اس سے بات کرے۔

اللہ تعالیٰ کے دوسرے اسم ذات واسم علم ”الرحمن“ کو قرآن مجید نے مختلف آیات کریمہ میں جس طرح اور جس سیاق و سباق اور پس منظر میں استعمال کیا ہے اس کے مجموعی تجزیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ بیشتر وہ صفات ربانی لائی گئی ہیں جو اسم جلالت کے ساتھ آتی ہیں۔ کئی آیات مطہرہ میں وہ اللہ و معبود کے معنی اور صفت کے طور پر اور دوسرے ”آلہ“ و معبودوں کے بالمقابل لایا گیا ہے۔ وہ معبود لاشریک ہے کہ اس کے سوا اور کوئی اللہ و معبود نہیں۔ اور صرف اسی کی عبادت کی جانی چاہئے۔ تمام انبیائے کرام و رسولان عظام نے اسی رحمن کی عبادت کی، دعوت اپنی اپنی قوم کو دی۔ آسمان و زمین اور ان دونوں کی پہنائیوں کے درمیان کی تمام مخلوقات کا وہی رحمن معبود ہے۔ اور سب اس کے بندے۔ ملائکہ مقربین ہوں یا بندہ کان فرش سب اسی رحمن کے بندے ہیں۔ وہ نہ صرف اللہ و معبود ہے بلکہ آسمانوں و زمینوں اور ان کی پہنائیوں میں بسنے والی مخلوقات اور ساری کائنات کا خالق ہے۔ ایسا خالق کہ جس کی تخلیق میں کوئی نقص و کمی تلاش کرنے کے باوجود نہیں مل سکتی۔ وہی رحمن رب بھی ہے کہ وہ تخلیق کر کے اپنی مخلوقات کی پرورش و پرداخت کرتا اور ان کی ہمہ وقتی دیکھ بھال کرتا ہے۔ وہ دنیاوی پرورش و پرداخت کے علاوہ روحانی تربیت و تعلیم بھی فرماتا ہے۔ اسی سعادت دارین کی بخشش کے لئے اس رحمن نے ہر امت میں رسول و نبی اور پیغمبر بھیجے جو ان کو وحی الہی

اے ایمان والو! نہ کھاؤ مال ایک دوسرے کے آپس میں ناحق، مگر یہ کہ سودا ہو آپس کی خوشی سے۔ اور نہ خون کرو آپس میں، اللہ کو تم پر رحم ہے۔

بیشتر مفسرین کرام نے مذکورہ بالا آیت کریمہ میں ناحق مال کھانے اور باہمی قتل کرنے کو دو الگ الگ اور مستقل مفہوم لفظی میں لیا ہے۔ حافظ ابن کثیر ان متقدمین میں ہیں جنہوں نے ان دونوں حکموں کو ایک ہی حقیقت سے متعلق مانا ہے کہ اللہ کے محارم کے ارتکاب اور اس کے معاصی میں مبتلا نہ ہو اور آپس میں ناحق مال کھا کر اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔ جدید مفسرین میں مولانا مودودی نے ان دونوں فقروں کو مستقل اور ایک دوسرے کا تتمہ دونوں مانتے ہوئے تین مفہوم بیان کئے ہیں: ”اگر پچھلے فقرہ کا تتمہ سمجھا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسروں کا مال ناجائز طور پر کھانا خود اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ دنیا میں اس سے نظام تمدن خراب ہوتا ہے اور اس کے برے نتائج سے حرام خور آدمی خود بھی نہیں بچ سکتا۔ اور آخرت میں اس کی بدولت آدمی سخت سزا کا مستوجب بن جاتا ہے۔ اور اگر اے مستقل فقرہ سمجھا جائے تو اس کے دو معنی ہیں: ایک یہ کہ ایک دوسرے کو قتل نہ کرو۔ دوسرے یہ کہ خود کشی نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے الفاظ ایسے جامع استعمال کئے ہیں اور ترتیب کلام ایسی رکھی ہے کہ اس سے یہ تینوں مفہوم نکلتے ہیں اور تینوں حق ہیں۔“ اگرچہ حافظ ابن کثیر وغیرہ نے خود کشی کرنے کے بارے میں بھی چند روایات نقل کی ہیں لیکن اوپر صرف عام محرمات الہی سے بچنے کا مفہوم ہی بیان کیا ہے۔ لیکن آیات کا دروبست اور سیاق و سباق بلکہ اگلی بعض آیات کا پیش منظر بھی یہ بتاتا ہے کہ یہاں صرف ایک مفہوم یعنی ناحق مال کھا کر خود کو ہلاکت میں ڈالنا ہی مراد ہے اور اسی سے بچنے کو اس میں اور دوسری آیات میں کہا گیا ہے اور نہ بچنے کو عذاب و سزا کا باعث و سبب بتایا گیا ہے۔ اللہ کے یہاں ”رحیم“ ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ اس نے تم کو اپنی رحمت ہی کے سبب اس سبب ہلاکت (یعنی ناحق مال کھانے) سے آگاہ کر دیا جو بظاہر تم کو دنیاوی فارغ البالی اور فوز و فلاح نظر آتا ہے مگر حقیقت میں وہ بربادی اور خود کشی کا سبب ہے۔ لہذا اس نے اپنی میکراں رحمت سے تم کو اس سے آگاہ کر دیا کہ تم اپنی جان اُس جہان اور اس دنیا دونوں میں بچا سکو۔ رَبُّكُمْ الَّذِي يُزْجِي لَكُمْ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ ۚ إِنَّهُ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ۝ (اسراء: ۶۶) تمہارا رب وہ ہے جو ہانکتا ہے تمہارے واسطے کشتی دریا میں، کہ تلاش کرو اس کا فضل۔ وہ ہے تم پر مہربان۔

پہلی آیت کی طرح اس آیت کریمہ میں بھی مال کے تعلق سے اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو رحیم کہا ہے۔ یہاں مال حق کا معاملہ ہے کہ سمندروں سے جو مال و اسباب — مچھلی اور غذا کے دوسرے سلمان یا موتی وغیرہ — حاصل ہوتے ہیں وہ فضل الہی ہے۔ مال کی یہ فراہمی عام اللہ کی رحمت عام ہے اور جس کو یہ مال مل بھی جائے وہ اس کی رحمت خاص سے متمتع ہوتا ہے شاہ عبد القادر فرماتے ہیں کہ ”روزی کو قرآن میں اکثر فضل فرمایا ہے۔“ احزاب نمبر ۴۳ میں ہدایت ربانی کو رحمت الہی بتایا گیا ہے:

هُوَ الَّذِي يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا ۝ (الاحزاب: ۴۳)

وہی ہے جو رحمت بھیجتا ہے تم پر، اور اس کے فرشتے، کہ مکالمے تم کو اندھیروں سے اجالے میں۔ اور ہے ایمان والوں پر مہربان۔

اس آیت کا پس منظر یہ ہے کہ اس سے پہلی دو آیتوں میں اہل ایمان کو اللہ کو کثرت سے یاد کرنے اور صبح و شام تسبیح الہی کرنے کا حکم ربانی ہے اور ظاہر ہے کہ جو اللہ کو کثرت سے یاد کرے گا اور صبح و شام اس کی تسبیح پڑھے گا وہ ہدایت بھی پائے گا اور رحمت الہی سے بھی بہرہ مند ہو گا۔ اہل ایمان کو ایمان کی دولت اور اندھیروں سے اجالے میں آنے کی سعادت محض رحمت الہی سے ملتی ہے پھر مزید رحمت الہی اہل ایمان پر یہ ہے کہ وہ ذکر الہی و تسبیح ربانی کے نتیجہ و ثواب کے طور پر ان کو اپنے درود سے نوازتا ہے اور فرشتوں کے درود و صلوة سے بھی۔ مولانا عثمانی فرماتے ہیں کہ ”اللہ کو بکثرت یاد کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ اپنی رحمت تم پر نازل کرتا ہے جو فرشتوں کے توسط سے آتی ہے۔ یہ ہی رحمت و برکت ہے جو تمہارا ہاتھ پکڑ کر جہالت و ضلالت کی اندھیرویوں سے علم و تقویٰ کے اجالے میں لاتی ہے۔ اگر اللہ کی خاص مہربانی ایمان والوں پر نہ ہو تو دولت ایمان کہاں سے ملے اور کیونکر محفوظ رہے۔ اسی کی مہربانی سے مومنین رشد و ہدایت اور ایمان و احسان کی راہوں میں ترقی کرتے ہیں۔ یہ تو دنیا میں ان کا حال ہوا۔ آخرت کا اعزاز و اکرام آگے مذکور ہے۔“

(الف) غَفُورٌ رَحِيمٌ کی زوج

”رحیم“ کے ساتھ ”غفور“ کی زوج سب سے زیادہ آئی ہے اور اللہ تعالیٰ کی یہ دونوں صفات کا باہمی ربط و امتزاج مواقع و محلات کے تعلق و مناسبت سے ہے اور یہ مناسبت و ربط مختلف آیات میں مختلف نظر آتا ہے۔ ذیل میں ان میں سے مختلف زمروں کا مطالعہ الگ الگ کیا جاتا ہے۔ ان میں سے ایک زمرہ ان آیات کریمہ کا ہے جن میں حرام کھانوں میں یا اسی طرح کے دوسرے ممنوع کاموں میں اضطراب مبتلا ہونے پر رحمت و مغفرت الہی کا وعدہ کیا گیا ہے۔ دوسرے زمرہ کی آیات کریمہ میں جاہلیت میں یا بلا علم محارم الہی کا ارتکاب کرنے کو مغفرت و رحمت کا مصداق قرار دیا گیا ہے۔ تیسرے زمرہ میں بُرے کاموں سے توبہ و استغفار کرنے کا سیاق و سباق ہے چوتھے زمرہ میں ایمان و تقویٰ اور اطاعت الہی کا حوالہ ہے۔ پانچویں زمرہ میں احسان اور عملِ صالح کے نتیجہ میں رحمت و مغفرت کا ذمہ لیا گیا ہے۔ چھٹے زمرہ میں صبر و توکل کے حوالہ سے ان کا وعدہ کیا گیا ہے۔ کچھ آیات میں علم الہی اور وحی الہی سے مغفرت و رحمت کا تعلق جوڑا گیا ہے جو ساتواں زمرہ ہو سکتا ہے۔ آٹھویں زمرہ میں نعمت الہی اور مغفرت و رحمت الہی کا تعلق ہے۔ نویں زمرہ میں خالص رحم الہی ہی اس کا باعث بتایا گیا ہے۔ اور دسویں اور آخری زمرہ میں رحمت و عقوبت اور مغفرت و عقاب کو خالصتاً اللہ تعالیٰ کا حقِ خالص قرار دیا گیا ہے۔

اول زمرہ کی آیات کریمہ جن میں حرام کھانوں اور ممنوع کاموں سے روکا گیا ہے لیکن اگر کوئی مجبوری سے ان میں مبتلا ہو جائے تو اس کی مغفرت اور اس پر رحمت کرنے کا وعدہ کیا گیا ہے یا اس کی خوشخبری دی گئی ہے یہ ہیں:

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهْلَ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ : فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ * إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ○ (البقرہ ۱۷۳)

یہی حرام کیا ہے تم پر، مردہ اور لہو، اور گوشت سور کا، اور جس پر نام پکارا اللہ کے سوا۔ پھر جو کوئی پھنسا ہو، نہ بے حکمی کرتا ہے اور نہ زیادتی، تو اس پر نہیں گناہ۔ اللہ بخشنے والا ہے مہربان۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهْلَ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيخَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ * وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ * ذَلِكَ فِسْقٌ * فَمَنْ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمِهِ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ○ (المائدہ ۳)

حرام ہوا تم پر، مردہ اور لہو، اور گوشت سور کا، اور جس چیز پر نام پکارا اللہ کے سوا، اور جو مر گیا گھٹ کر، یا چوٹ سے، یا کر کر، یا سینک مارے سے، اور جس کو کھایا پھاڑنے والے (درندہ)، مگر جو ذبح کر لی۔ اور جو ذبح ہوا کسی تھان پر، اور یہ کہ بیشا کرو پانے ڈال کر یہ گناہ کا کام ہے۔۔۔ پھر جو کوئی ناچار ہو گیا بھوک میں، کچھ گناہ پر نہیں ڈھلتا تو اللہ بخشنے والا ہے مہربان۔

قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهْلَ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ : فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ○ (الانعام ۱۴۵)

تو کہہ، میں نہیں پاتا، جس حکم میں کہ مجھ کو پہنچا، کوئی چیز حرام، کھانے والے کو جو اس کو کھاوے مگر یہ کہ مردہ ہو، یا لہو پھینک دینے کا، یا گوشت سور کا، کہ وہ ناپاک ہے۔ یا گناہ کی چیز، جس پر پکارا اللہ کے سوا کسی کا نام، پھر جو کوئی عاجز ہو، نہ زور کرتا نہ زیادتی، تو تیرا رب معاف کرتا ہے مہربان۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَى حَتَّى يُثْجِنَ فِي الْأَرْضِ * تُرِيدُونَ عَرَصَ الدُّنْيَا * وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ * وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ○ فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا * وَاتَّقُوا اللَّهَ * إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ○ (الانفال ۶۷-۶۹)

نہیں چاہیے نبی کو کہ اس کے ہاں قیدی آویں، جب تک نہ خون کرے ملک میں۔ تم چاہتے ہو جنس دنیا کی، اور اللہ چاہتا ہے آخرت، اور اللہ زور آور ہے حکمت والا۔۔۔ سو کھاؤ جو غنیمت لاؤ حلال ستھری، اور ڈرتے رہو اللہ سے، اللہ ہے بخشنے والا مہربان۔

..... وَلَا تُكْرِهُوا فَتِيَّتَكُمْ عَلَى الْبَغَاءِ إِنْ أَرَدْتَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوا عَرَصَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا * وَمَنْ يُكْرِهْهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ مِنْ بَعْدِ إِكْرَاهِهِمْ غَفُورٌ رَحِيمٌ ○ (النور ۳۳)

اور نہ زور کرو اپنی چھو کڑیوں پر بد کاری کے واسطے۔ اگر وہ چاہیں قید سے رہنا، کہ کمایا چاہو اسباب دنیا کی زندگانی کا۔ اور جو کوئی ان پر زور کرے تو اللہ ان کی بے بسی پیچھے بخشنے والا مہربان ہے۔

ان تمام آیات کریمہ میں چند حرام کھانوں کا ذکر ہے اور آخری دو آیات میں بالخصوص غلط مالِ غنیمت اور بد کاری کے مال کی حرمت بیان کر کے ان سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے اور ظاہر ہے کہ جو امت یا شخص ان حرام کاموں اور کھانوں سے بچے گا وہ رحمتِ الہی کا مستحق ہو گا اور جو ان میں مجبوراً مبتلا ہو گا اپنے حالات کے جبر سے یا دوسروں کے تقاضے و زور زبردستی سے وہ مغفرت و رحمت دونوں کا مستحق ہو گا۔

دوسرے زمرہ کی آیات کریمہ حسب ذیل ہیں ان میں جہالت، خطا اور بلا علم محارمِ الہی کے ارتکاب پر مغفرت و رحمت کا وعدہ ہے:

أَدْعُوهُمْ لِأَبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ فَإِنْ لَمْ تَعْلَمُوا آبَاءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَ مَوَالِيكُمْ ۖ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُمْ بِهِ ۚ وَلَكِنْ مَتَّعِمَدَتْ قُلُوبُكُمْ ۖ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝ (الاحزاب ۵)

پکارو لے پاکوں کو انکے باپ کا نام لیکر، یہی پورا انصاف ہے اللہ کے ہاں پھر اگر نہ جانتے ہو انکے باپ کو، تو تمہارے بھائی ان کو قتل کرنے یا سولی چڑھانے، یا کاٹنے ان کے ہاتھ اور پاؤں مقابل کا، یا دور کرینے اس ملک سے۔ یہ ان کی رسوائی ہے بخشنے والا مہربان ہے۔

وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا ۝ (النساء ۲۳)

اور حرام ہیں تم پر وہ کہ اکٹھے کرو دو بہنوں سے نکاح مکروہ جو آگے ہو چکا۔

اسی زمرہ میں ایک حد تک وہ آیات بھی آتی ہیں جن میں جہالت سے خطا کرنے اور پھر توبہ کرنے کا ذکر ہے جیسے سورۃ انعام نمبر ۵۴ وغیرہ مگر چونکہ ان میں توبہ کرنے کی شرط بھی لگادی گئی ہے اس لئے ہم نے ان کو تیسرے زمرہ میں رکھا ہے اور اس کی آیات کریمہ کافی تعداد میں اور نوع بنوع معاملات سے متعلق پائی جاتی ہیں:

لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِنْ نِسَاءِهِمْ تَرْبُصُ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ ۖ فَإِنْ فَاءَ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ (البقرہ ۲۲۶)

جو لوگ قسم کھا رہتے ہیں اپنی عورتوں سے، ان کو فرصت ہے چار مہینے پھر اگر مل گئے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَأَصْلَحُوا ۚ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ (ال عمران ۸۹)

مگر جنہوں نے توبہ کی اس کے بعد اور سنوار پکڑی، تو البتہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ۚ ذَلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَقْدِرُوا عَلَيْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ

رَّحِيمٌ ○ (مائده ۳۳-۳۴)

یہی سزا ہے ان کی جو لڑائی کرتے ہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور دوڑتے ہیں ملک میں فساد کرنے کو، کہ ان کو قتل کر دیے یا سولی چڑھائیے، یا کاٹیے ان کے ہاتھ اور پاؤں مقابل کا، یا دور کر دیے اس ملک سے۔ یہ ان کی رسوائی ہے دنیا میں اور ان کو آخرت میں بڑی مار ہے۔ مگر جنہوں نے توبہ کی تمہارے ہاتھ پڑنے سے پہلے۔ تو جان لو کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا جِزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○ فَمَنْ تَابَ مِّنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهِۦ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (مائده ۳۸-۳۹)

اور جو کوئی چور ہو، مرد یا عورت، تو کاٹ ڈالو ان کے ہاتھ۔ سزا ان کی کمائی کی، تنبیہ اللہ کی طرف سے، اور اللہ زور آور ہے حکمت والا۔ پھر جس نے توبہ کی، اپنی تقصیر کے پیچھے، اور سنوار پکڑی، تو اللہ اس کو معاف کرتا ہے۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ ؕ . . . ○ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَ يَسْتَغْفِرُوْنَہُ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (مائده ۷۳-۷۴)

بے شک کافر ہوئے جنہوں نے کہا، اللہ ہے تین میں کا ایک۔ اور بندگی کسی کو نہیں مگر ایک معبود کو۔ کیوں نہیں توبہ کرتے اللہ پاس، اور گناہ بخشواتے۔ اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان۔

وَ اِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِآيٰتِنَا فَقُلْ سَلَمٌ عَلٰیكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ ۙ اَنَّهُۥ مَنۢ عَمِلَ مِّنْكُمْ سُوْۤءًاۙۤ اِۡ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِّنْۢ بَعْدِہِۥ وَاَصْلَحَ فَاِنَّہُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (انعام ۵۴)

اور جب آویس تیرے پاس ہماری آیتیں مانتے والے، تو کہہ، سلام ہے تم پر، لکھی ہے تمہارے رب نے اپنے اوپر مہر کرنی، کہ جو کوئی کرے تم میں برائی نادانی سے، پھر اس کے بعد توبہ کی، اور سنوار پکڑی تو یوں ہے کہ وہ ہے بخشنے والا مہربان۔

فَاِذَا اَنْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرْمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاَحْصُرُوْهُمْ وَاَقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصِدٍۭۙ فَاِنْ تَابُوْۤا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوْۤا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْۤا سَبِيْلَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (التوبہ ۵)

پھر جب گذر جاویں مہینے پناہ کے، تو مارو مشرکوں کو جہاں پاؤ۔ اور پکڑو اور کھیرو اور بیٹھ ہر جگہ ان کی تاک پر، پھر اگر وہ توبہ کریں، اور کھڑی رکھیں نماز، اور دیا کریں زکات، تو چھوڑو ان کی راہ، اللہ ہے بخشتا مہربان۔

وَ اٰخِرُوْنَ اَعْتَرَفُوْۤا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْۤا عَمَلًا صٰلِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسٰی اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلٰیہُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

غُفُورٌ رَّحِيمٌ ○ (التوبہ ۱۰۲)

اور بعضے مانے اپنا گناہ، ملایا ایک کام نیک اور دوسرا بد۔ شاید اللہ معاف کر لے ان کو، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔
ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ عَمِلُوا السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوا مِنْهُ بَعْدَ ذَلِكَ وَأَصْلَحُوا إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغُفُورٌ رَّحِيمٌ ○ (النحل ۱۱۹)

پھر یوں ہے کہ تیرا رب، ان لوگوں پر جنہوں نے برائی کی نادانی سے پھر توبہ کی اس کے پیچھے، اور سنوار پکڑی، تیرا رب ان باتوں کے پیچھے بخشنے والا مہربان ہے۔

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمْنِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ○ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْهُ بَعْدَ ذَلِكَ وَأَصْلَحُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○ (النور ۴-۵)

اور جو لوگ عیب لگاتے ہیں قید والیوں کو، پھر نہ لائے چار مرد شاہد، تو مارو ان کو اسی چوٹ قمچی کی، اور نہ مانو ان کی کوئی گواہی کبھی، اور وہی لوگ ہیں بے حکم، مگر جنہوں نے توبہ کی اس پیچھے اور سنوار پکڑی تو اللہ بخشتا ہے مہربان۔
إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ ۖ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ○ (الفرقان ۷۰)

مگر جس نے توبہ کی اور یقین لایا، اور کیا کچھ کام نیک، سو ان کو بدل دے گا اللہ برائیوں کی جگہ بھلائیاں۔ اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان۔

إِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا بَعْدَ سُوءٍ فَإِنِّي غُفُورٌ رَّحِيمٌ ○ (النمل ۱۱)

مگر جس نے زیادتی کی، پھر بدل کر نیکی کی برائی کے پیچھے، تو میں بخشنے والا مہربان ہوں۔

مذکورہ بالا تمام آیات کریمہ میں خطا و گناہ، ظلم و زیادتی، حتیٰ کہ کفر و شرک کا ارتکاب کرنے کے سلسلہ میں علم و جہالت دونوں کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی جہالت سے یا علم کے بعد ان کامرتکب ہو مگر پھر وہ توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ کی طرف اسکے لئے مغفرت و رحمت کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔ مذکورہ بالا آیات مطہرہ میں ایلاء، کفر، اسلام کے خلاف جنگ و جدال اور لوٹ مار، فساد فی الارض، چوری، شرک، قذف و بہتان تراشی اور ظلم و زیادتی وغیرہ جیسے جرائم کا ذکر کر کے توبہ کا دروازہ کھلا رکھا گیا ہے۔ بعض آیات کریمہ میں ایمان و اسلام سے قبل جرائم کے ارتکاب کا ذکر ہے اور بعض میں اسلام و ایمان قبول کرنے کے بعد۔ ان دونوں صورتوں میں توبہ کے ساتھ اصلاح حال کی شرط بھی لگادی گئی ہے۔ بیشتر آیات میں صراحتاً اور بعض میں مضمر طور سے۔ گزشتہ سے توبہ اور آئندہ کے لئے اصلاح اور ان دونوں کی مناسبت سے بالترتیب غفور اور رحیم کی صفات ہیں۔ گزشتہ کی مغفرت اور اصلاح پر رحمت۔ مغفرت ربانی بھی دراصل رحمت

الہی کا پر تو ہے۔ اگر رحمت الہی نہ ہو تو نہ مغفرت ملے اور نہ توبہ قبول ہو۔ بلکہ مجرم و خطاکار کا وجود ہی باقی نہ رہے۔ اسی زمرہ میں وہ آیات کریمہ بھی شامل کی گئی ہیں جن میں استغفار پر اللہ تعالیٰ نے اپنی مغفرت و رحمت سے نوازنے کی خوشخبری سنائی ہے۔ یہ استغفار تین طرح کا ہے: اول کہ بندہ خود اپنے لئے استغفار کرے، دوم یہ کہ فرشتے نیک بندوں کے لئے استغفار کریں اور سوم یہ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو خود رحمۃ للعالمین ہیں اپنے خطاکار و صلح امتیوں کے لئے اللہ سے ان کے گناہوں کی مغفرت اور درجات کی بلندی کی دعا اور التجا فرمائیں۔ یہ آیات کریمہ سورتوں کی ترتیب سے حسب ذیل ہیں۔

ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (البقرہ ۱۹۹)

پھر طواف کو چلو جہاں سے سب لوگ چلیں، اور گناہ بخشوا اللہ سے۔ اللہ ہے بخشنے والا مہربان۔

وَاسْتَغْفِرِ اللَّهُ ۖ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا ۝ (النساء : ۱۰۶)

اور بخشو اللہ سے بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

قَالَ سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّي ۖ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝ (یوسف ۹۸)

کہا، رہو، بخشواؤں کا تم کو اپنے رب سے۔ وہی ہے بخشنے والا مہربان۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَى أَمْرٍ جَامِعٍ لَمْ يَذْهَبُوا حَتَّى يَسْتَأْذِنُوهُ ۖ إِنَّ

الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأَذَنْ لِمَنْ شِئْتَ

مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللَّهُ ۖ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ (النور ۶۲)

ایمان والے وہ ہیں، جو یقین لائے ہیں اللہ پر، اور اس کے رسول پر، اور جب ہوتے اس کے ساتھ کسی جمع ہونے کے

کام میں، تو چلے نہیں جاتے جب تک اس سے پروا نہ لیں۔ جو لوگ تجھ سے پروا لگی لیتے ہیں وہی ہیں جو مانتے ہیں

اللہ کو اور اس کے رسول کو۔ پھر جب پروا لگی مانگیں تجھ سے اپنے کسی کام کو، تو دے پروا لگی جس کو ان میں تو چاہے۔

اور معافی مانگ ان کے واسطے اللہ سے، اللہ بخشنے والا ہے مہربان۔

قَالَ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي فَغَفَرَهُ ۖ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝ (القصص ۱۶)

بولا، اے رب! میں نے برا کیا اپنی جان کا سو بخش مجھ کو، پھر اس کو بخش دیا۔ بے شک وہی ہے بخشنے والا مہربان۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يَبَايِعْنَكَ عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ

أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ

لَهُنَّ اللَّهُ ۖ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ (الممتحنہ ۱۲)

اے نبی! جب آویں تیرے پاس مسلمان عورتیں، اقرار کرنے کو اس پر کہ شریک نہ ٹھہراویں اللہ کا کسی کو، اور چوری نہ،

کریں، اور بد کاری نہ کریں، اور اپنی اولاد نہ ماریں، اور طوفان نہ لاویں باندھ کر اپنے ہاتھوں پاؤں میں۔ اور تیری بے

حکمی نہ کریں کسی بھلے کلم میں۔ تو ان سے اقرار کر اور معافی مانگ ان کے واسطے اللہ سے۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن مِّنْ أَرْوَاحِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عُذُوًا لَّكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ ۚ وَ إِن تَغْفُوا وَ تَصْفَحُوا وَ تَغْفِرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○ (التغابن ۱۴)

اے ایمان والو! بعضی تمہاری جو روئیں اور اولاد دشمن ہیں تمہارے سوا ان سے بچتے رہو۔ اور اگر معاف کرو اور درگزر کرو، اور بخشو، تو اللہ ہے بخشنے والا مہربان۔

... فَأَقْرَأُوا مَا تيسَّرَ مِنْهُ ۚ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا ۚ وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ نَّجِدُوهُ عِنْدَ اللَّهِ هُوَ خَيْرٌ وَأَعْظَمُ أَجْرًا ۚ وَ اسْتَغْفِرُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○ (المزمل ۲۰)

سو پڑھو جتنا آسان اس میں سے، اور کھڑی رکھو نماز، اور دیتے رہو زکوٰۃ اور قرض دو اللہ کو اچھی طرح قرض دینا۔ اور جو آگے بھیجو گے اپنے واسطے کوئی نیکی، اس کو پاؤ گے اللہ کے پاس بہتر، اور ثواب میں زیادہ اور معافی مانگو اللہ سے۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ان تمام آیات کریمہ میں استغفار کرنے کا حکم ہے یا استغفار کرنے کی حقیقت کا اظہار۔ اور ان دونوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے غفور اور رحیم ہونے کا اعلان۔ پہلی آیت میں حاجیوں کو بالخصوص مکہ مکرمہ کے قریش کو حکم طواف دیا گیا اور مغفرت مانگنے کا حکم بھی۔ دوسری آیت کا پس منظر یہ ہے کہ برادرانِ یوسف نے جب اپنی غلطی تسلیم کر کے اپنے والد ماجد حضرت یعقوب سے معافی چاہی تو انہوں نے ان کے لئے جناب الہی سے بھی مغفرت کرنے کا وعدہ کر لیا۔ تیسری آیت میں صحابہ کرام کے لئے عام طور سے استغفار نبوی کا ذکر ہے اور پانچویں آیت میں ان مومنات و مسلمات کے لئے مغفرت چاہنے کا آپ کو حکم دیا گیا ہے جو آپ کے ہاتھ پر بیعت اسلام کر لیں۔ جبکہ چوتھی آیت میں حضرت موسیٰ کا استغفار کرنے اور اس کے قبول ہونے کا ذکر ہے۔ آخری دو آیات میں عام مومنین کو استغفار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہاں سورہ شوریٰ نمبر ۵ کا حوالہ بھی دیا جاسکتا ہے جس میں فرشتوں کے استغفار کا ذکر ہے جو وہ اہل زمین کے لئے کرتے ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ رحیم ہے اور غفور بھی اس لئے وہ اپنے بندوں کا استغفار ہمیشہ قبول کرتا رہتا اور ان کو اپنی مغفرت و رحمت سے نوازتا رہتا ہے۔

چوتھے زمرہ کی وہ آیات کریمہ جن میں ایمان و تقویٰ اور اطاعتِ الہی کے حوالہ سے اللہ تعالیٰ کو ”غفور رحیم“ فرمایا گیا ہے اپنی ترتیب مصحفی کے ساتھ یہ ہیں:

قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○ (آل عمران ۳۱)

تو کہہ، اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ کی، تو میری راہ چلو، کہ اللہ تم کو چاہے اور بخشے تمہارے گناہ، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔
وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَمْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ أُولَٰئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيهِمْ أُجُورَهُمْ ؕ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا (النساء ۱۵۲)

اور جو لوگ یقین لائے اللہ پر اور اس کے رسولوں پر اور جدا نہ کیا کسی کو ان میں، ان کو دے گا ان کا ثواب۔ اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان۔

وَقَالَ ارْكَبُوا فِيهَا بِسْمِ اللَّهِ نَجْرِبُهَا وَنُمَسِّسُهَا ؕ إِنَّ رَبِّي لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ○ (ہود ۴۱)

اور بولا، سوار ہو اس میں، اللہ کے نام سے ہے اس کا پہنا اور ٹھہرنا تحقیق میرا رب ہے بخشنے والا مہربان۔
رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضَلُّنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ ؕ فَمَنْ تَبِعْنِي فَإِنَّهُ مِنِّي ؕ وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○ (ابراہیم ۳۶)

اے رب! انہوں نے بہکایا بہت لوگوں کو، سو جو کوئی میری راہ چلا، سو وہ تو میرا ہے۔ اور جس نے میرا کہا نہ مانا، سو تو بخشنے والا مہربان ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرُسُلِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِن رَّحْمَتِهِ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○ (الحديد ۲۸)

اے ایمان والو! ڈرتے رہو اللہ سے، اور یقین لاؤ اس کے رسول پر، دیوے تم کو دو بوجھے اپنی مہر کے، اور رکھ دے تم میں روشنی، جس کو لے پھرو اور تم کو معاف کرے۔ اور اللہ معاف کرنے والا ہے مہربان۔

یہ اور ان جیسی بعض اور آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ایمان الہی، ایمان و تصدیق رسول، تقویٰ و اتباع اور اطاعت و فرمانبرداری کے حوالہ سے اپنی مغفرت و رحمت کا وعدہ کیا ہے۔ اولین آیت میں واضح اعلان ہے کہ جو کوئی رسول اکرم کا اتباع کرے گا اس کو اللہ کی محبت و مغفرت اور رحمت ملے گی۔ دوسری آیت واضح کرتی ہے کہ اللہ اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان ضروری ہونے کے علاوہ یہ بھی ایمان والوں پر واجب ہے کہ رسولوں کے درمیان تفریق نہ کریں کہ کسی کو مانیں اور کسی کو نہ مانیں۔ مائتے کی صورت میں ان کو اجر و ثواب اپنے عمل کا ملے گا اور اللہ کی مغفرت و رحمت انعام مزید کے طور پر ملے گی۔ تیسری آیت میں حضرت نوح پر ایمان لانے والوں کی دنیاوی نجات اور اخروی مغفرت و رحمت کا ذکر ہے اور چوتھی میں حضرت ابراہیم کی اطاعت و فرمانبرداری کے حوالہ سے الہی مغفرت و رحمت کا ذکر کیا گیا ہے۔ جبکہ آخری آیت میں تمام مومنوں کو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے پر اجر و ثواب اور مغفرت و رحمت کا وعدہ کیا گیا ہے۔ (مزید آیات کریمہ کے لئے ملاحظہ ہوں: بقرہ نمبر ۱۸۲، نمبر ۱۹۲، نساء نمبر ۴۸، نمبر ۱۱۶، احزاب نمبر ۷۱، زمر نمبر ۵۳، حجرات نمبر ۱۳، احقاف نمبر ۳۱ وغیرہ متعدد آیات کریمہ)۔

پانچویں زمرہ کی آیت کریمہ احسان و عملِ صالح کے نتیجہ میں مغفرت ربانی اور رحمت الہی کا وعدہ کرتی ہیں جو

بالترتیب یہ ہیں:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ ۖ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○ (البقرہ ۲۱۸)

جو لوگ ایمان لائے، اور جنہوں نے ہجرت کی، اور لڑے اللہ کی راہ میں، وہ امیدوار ہیں اللہ کی مہر کے۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

... وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا أَجْرًا عَظِيمًا ○ دَرَجَاتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَرَحْمَةً ۖ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ○ (النساء ۹۵-۹۶)

اور زیادہ کیا اللہ نے لڑنے والوں کو، بیٹھنے والوں سے، بڑے ثواب میں بہت درجوں میں اپنے ہاں کے اور بخشش میں اور مہربانی میں۔ اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان۔

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضَىٰ وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يَنْفِقُونَ حَرَجٌ إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ ۖ مَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِن سَبِيلٍ ۖ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○ (التوبہ ۹۱)

ضعیفوں پر تکلیف نہیں، نہ مریضوں پر، نہ ان پر جن کو پیدا نہیں جو خرچ کریں، جب دل سے صاف ہوں اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ نہیں نیکی والوں پر الزام کی راہ۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرْبَتٍ عِنْدَ اللَّهِ وَصَلَوَاتِ الرَّسُولِ ۖ أَلَا أَنهَا قُرْبَةٌ لَهُمْ ۖ سَيُدْخِلُهُمُ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ ۖ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○ (التوبہ ۹۹)

اور بعضے کنوار وہ ہیں، کہ ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور پچھلے دن پر، اور ٹھہراتے ہیں اپنا خرچ کرنا نزدیک ہونا اللہ سے، اور دعا لینی رسول کی۔ سنتا ہے! وہ ان کے حق میں نزدیکی ہے۔ داخل کرے گا ان کو اللہ اپنی مہر میں اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

وَمَنْ يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرْعًا كَثِيرًا وَسَعَةً ۖ وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكُهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ ۖ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ○ (النساء ۱۰۰)

اور جو کوئی وطن چھوڑے اللہ کی راہ میں، پاوے اس کے مقابلے میں جگہ بہت اور کشائش اور جو کوئی نکلے اپنے گھر سے وطن چھوڑ کر اللہ اور رسول کی طرف، پھر آپکڑے اس کو موت، سو ٹھہر چکا اس کا ثواب اللہ پر اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

وَأَخْرَوْا غَتَرُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا ۖ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ ۖ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○ (التوبہ ۱۰۲)

اور بعضے مانے اپنا گناہ، ملایا ایک کام نیک اور دوسرا بد۔ شاید اللہ معاف کرے ان کو۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

وَلَا يَأْتِلْ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولَى الْقُرْبَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۚ أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ (النور ۲۲)

اور قسم نہ کھاویں بڑائی والے تم میں اور کشائش والے اس سے کہ دیویں نالتے والوں کو، اور محتاجوں کو، وطن چھوڑنے والوں کو اللہ کی راہ میں اور چاہیے کہ معاف کریں اور درگزر کریں۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کرے؟ اور اللہ بخشنے والا ہے مہربان۔

قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا ۚ قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ ۚ وَإِنْ تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَا يَلِتْكُمْ مِنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ (الحجرات ۱۴)

کہتے ہیں گنوار، ہم ایمان لائے۔ تو کہہ، تم ایمان نہیں لائے، پر کہو مسلمان ہوئے، اور ابھی نہیں بیٹھا (داخل ہوا) ایمان تمہارے دلوں میں، اور اگر حکم پر چلو گے اللہ کے اور اس کے رسول کے کاٹ نہ لے گا تمہارے کاموں میں سے کچھ، اللہ بخشتا ہے مہربان۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِمُوا بَيْنَ يَدَيْهِ نَجْوَكُمْ صَدَقَةٌ ۚ ذَلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَأَظْهَرُ ۚ فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ (المجادلہ : ۱۲)

اے ایمان والو! جب تم کان میں بات کہو رسول سے، تو آگے دھر لو اپنی بات کہنے سے پہلے خیرات۔ یہ بہتر ہے تمہارے حق میں اور بہت ستمرا۔ پھر اگر نہ پاؤ تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمِيلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ۚ وَإِنْ تُصْلِحُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا ۝ (النساء : ۱۲۹)

اور تم ہرگز برابر نہ رکھ سکو گے عورتوں کو، اگرچہ اس کا شوق کرو، سوزے پھر بھی نہ جاؤ، کہ ڈال رکھو ایک کو جیسے ادھر میں لٹکتی۔ اور اگر سنوارتے رہو اور پرہیز کاری کرو، تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُذْنِبْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ۚ ذَلِكَ أَذْنَىٰ أَنْ يُعْرِفْنَ فَلَا يُؤْذِينَ ۚ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝ (الاحزاب : ۵۹)

اے نبی! کہہ دے اپنی عورتوں کو، اور اپنی بیٹیوں کو، اور مسلمانوں کی عورتوں کو، نیچی لٹکالیں اپنے اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں۔ اس میں لگتا ہے کہ پہچانی پڑیں تو کوئی نہ ستاوے، اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان۔

ان آیات کریمہ میں سے بعض مطلق عملِ صلح اور بلا قید احسان پر زور دیا گیا ہے اور بعض دوسری آیات میں خاص

عملِ صلح کی نشاندہی کی گئی ہے مثلاً عملِ صلح کا ذکر چھٹی اور آٹھویں آیات میں ہے جبکہ ہجرت اور جہاد کے حوالہ سے اللہ تعالیٰ کی مغفرت و رحمت کا وعدہ پہلی، دوسری اور پانچویں آیاتِ مطہرہ میں موجود ہے۔ صدقہ و خیرات، ضرورت مندوں کے ساتھ احسان اور عزیز و اقارب کے ساتھ حسن سلوک اور مالی امداد کا ذکر تیسری، چوتھی، ساتویں اور نویں آیات میں موجود ہے۔ آخری تین آیات خاص طور سے سماجی اہمیت کے پیش نظر بعد میں ذکر کی گئی ہیں۔ ان میں سے پہلی میں (ترتیب سے نویں میں) سرکوشی سے قبل صدقہ کا حکم ہے کہ عام طور سے کانا پھوسی اچھی نہیں ہوتی اس لئے گناہ کے ارتکاب کے خدشہ پر بھی صدقہ کا حکم ملا۔ دسویں اور گیارہویں آیاتِ کریمہ میں بالترتیب عورتوں/بیویوں کے ساتھ انصاف و تقویٰ پر مبنی معاشرتی روابط رکھنے اور مسلم عورتوں کے پردہ کرنے کا حکم ہے۔ اہم بات ہے کہ ان معاشرتی انصاف و تقویٰ کی چیزوں پر بھی مغفرت و رحمتِ الہی کا وعدہ ہے۔

چھٹے زمرہ کی صبر و توکل کی جو ایمان و اطاعت کی دوسری صورتیں ہیں کئی آیاتِ کریمہ میں جیسے:

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلاً أَنْ يَنْكَحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتْيَتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ۚ ذَٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ۚ وَأَنْ تَصْبِرُوا خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○ (النساء: ۲۵)

اور جو کوئی نہ پاوے تم میں مقدور اس کا کہ نکاح میں لاوے یتیمیاں مسلمان، تو جو ہاتھ کا مال ہیں آپس کی، تمہاری لونڈیاں مسلمان۔۔۔ (سوان کو نکاح کرو)۔۔۔ یہ اس کے واسطے، جو کوئی تم میں ڈرے تکلیف میں پڑنے سے، اور صبر کرو، تو بہتر ہے تمہارے حق میں، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ هَاجَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوا ثُمَّ جَاهَدُوا وَصَبَرُوا إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ○ (النحل: ۱۱۰)

پھر یوں ہے کہ تیرا رب، ان لوگوں پر کہ وطن چھوڑا ہے بعد اس کے کہ بچلائے (آزمائے) گئے، پھر لڑتے رہے اور ٹھہرے رہے، تیرا رب ان باتوں کے بعد بخشنے والا مہربان ہے۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّى تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○ (الحجرت: ۵)

اور اگر وہ صبر کرتے، جب تک تو نکلتا ان کی طرف، تو ان کو بہتر تھا۔ اور اللہ بخشتا ہے مہربان۔

صبر و توکل اسلام کی دو بنیادی تعلیمات ہیں جو انسان کو ہر حال میں اطمینان و فراغت اور خوشدلی و استواری بخشتی ہیں۔ وہ محض نامساعد حالات اور زمانہ تکالیف میں زیست کرنے کے آلاتِ کشائش نہیں ہیں بلکہ مسرت و انبساط اور فارغ البالی اور خوشحالی کے دوران بھی حدِ ادب و حصارِ اعتدال میں رکھنے کے اسباب ہیں۔ ان آیاتِ کریمہ میں خاص طور سے نکاح و جنس، ہجرت و جہاد کے بعد مشکل حالات اور احرامِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے صبر کا حکم دیا گیا ہے۔ پہلی آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو لوگ نکاح کی جائز صورتیں نہ پائیں تو ان کو صبر سے کام لینا چاہئے اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ ان کے لئے کوئی راستہ نکل آئے گا ورنہ صبر کا ثواب و مغفرت تو ہے ہی۔ اسی طرح ہجرت و جہاد

کی مشکلات اور بعد کے حالات پر بھی صبر کا فائدہ ہے کہ مشکل کشائی غفور رحیم کے ہاتھ ہے۔ ظاہر ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اندرونِ خانہ ہونے کے دوران باہر سے آپ آواز دے کر بلانا جیسا بدوی کیا کرتے تھے آپ کو تکلیف دینے کا باعث اور آپ کے احترام کے منافی تھا۔ یہ صبر بھی ضروری ہے کہ احترام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عدم رعایت نفی ایمان اور سلب اسلام تک لے جاسکتی ہے۔

ساتویں زمرہ کی آیات کریمہ جن کا تعلق وحی الہی اور علم ربانی کے ساتھ رحمت و مغفرت الہی سے ہے یہ ہیں:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَنْ فِي أَيْدِيكُمْ مِنَ الْأَسْرَىٰ إِنَّ يَعْلَمَ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ خَيْرًا يُؤْتِيكُمْ خَيْرًا مِّمَّا أُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرَ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○ (الانفال: ۷۰)

اے نبی! کہہ دے ان کو، جو تمہارے ہاتھ میں ہیں قیدی، اگر جانے کا اللہ تمہارے دل میں کچھ نیکی، تودے کا بہتر تم کو اس سے، جو تم سے چھین گیا، اور تم کو بخشے گا۔ اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان۔

قُلْ أَنْزَلَهُ الَّذِي يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ إِنَّهُ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا ○ (الفرقان: ۶)

تو کہہ، اس کو اتارا ہے اس شخص نے، جو جانتا ہے چھپے بھید آسمانوں میں اور زمین میں، بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا ۚ وَهُوَ الرَّحِيمُ الْغَفُورُ ○ (سباء: ۲)

جانتا ہے جو داخل ہوتا ہے زمین میں، اور جو نکلتا ہے اس سے، اور جو اترتا ہے آسمان سے اور جو چڑھتا ہے اس میں۔ اور وہی ہے رحم والا بخشتا۔

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۚ قُلْ إِنْ افْتَرَيْتُهُ فَلَا تَمْلِكُونَ لِي مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۚ هُوَ أَعْلَمُ بِمَا تُفِيضُونَ فِيهِ ۚ كَفَىٰ بِهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۚ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ○ (الاحقاف: ۸)

کیا کہتے ہیں، یہ بنا لیا ہے؟ تو کہہ، اگر میں یہ بنا لیا ہوں، تو میرا بھلا نہیں کر سکتے، اللہ کے سامنے کچھ، اس کو خوب خبر ہے، جن باتوں میں لگے ہو، وہ بس ہے حق بتانے والا میرے تمہارے بیچ، اور وہی ہے گناہ بخشتا مہربان۔

علم الہی میں انسان کی ضروریات مادی و روحانی کے صحیح ادراک کا ذریعہ اور وحی الہی ان کی تکمیل و تسکین کا بہترین وسیلہ ہے۔ پہلی آیت کریمہ میں قیدیوں کے حوالہ سے اللہ تعالیٰ نے مادی ضرورتوں کی تکمیل کا وعدہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تو تمہارے دل کی نیکی پر عطا کرتا ہے وہ وسائل کا محتاج نہیں۔ اگر تم سے قیدی چھین گئے، جن سے تم کو مالی یافت یا مادی آسائش کی توقع تھی تو فکر نہ کرو کہ عطا کرنے والا وہ غفور رحیم ہے جو تم کو اپنی رحمت سے نہ صرف نوازے گا بلکہ تمہارے دل کی نیکی کے سبب تمہاری مغفرت بھی کرے گا۔ دوسری آیت میں قرآن مجید کے نزول کو عالم

الغیب و الشہادہ کی صفت سے مربوط کر کے اللہ کی مغفرت و رحمت کا وعدہ کیا گیا کہ وہ جانتا ہے کہ اس نسخہ کی کیا میں تمہارے سارے غموں کا مداوا اور تمہارے سارے دکھوں کا علاج ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ اس کی رحمت و مغفرت ہے چوتھی آیت کریمہ بھی قرآن مجید کے نسخہ کی کیا کے فوائد پر مشتمل ہے اور ساتھ ہی وضاحت ہے کہ وہ انسان کا نہیں اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ ہے اور اس کے نسخہ کی کیا ہونے میں کیا شک ہے؟ آخری آیت اللہ تعالیٰ کی مطلق رحمت و مغفرت کو اس کے علم مطلق سے جوڑ دیتی ہے۔

آٹھویں زمرہ کی آیات کریمہ وہ ہیں جن میں عام نعمت الہی اور خاص فضل ربانی کو مغفرت و رحمت الہی سے وابستہ و مربوط کیا گیا ہے:

وَإِنْ تَعَدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ○ (النحل ۱۸)

اور اگر گنو نعمتیں اللہ کی، نہ پورا کر سکو ان کو، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ الَّتِي آتَيْتَ أَجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ بِمَا آفَاءَ اللَّهُ عَلَيْكَ . . .

خَالِصَةً لَّكَ مِنَ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ط قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِي أَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا

يَكُونَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ط وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ○ (الاحزاب ۵۰)

اے نبی! ہم نے حلال رکھیں تجھ کو تیری عورتیں، جن کے مہر تو دے چکا اور جو مال ہو تیرے ہاتھ کا، جو ہاتھ لگا دے تجھ کو اللہ۔۔۔ نری تجھی کو، سوا سب مسلمانوں کے۔ ہم کو معلوم ہے، جو ٹھہرا دیا ہم نے ان پر ان کی عورتوں میں، اور ان کے ہاتھ کے مال میں، تاکہ رہے تجھ پر تنگی، اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان۔

عَسَى اللَّهُ أَنْ يَجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِينَ عَادَيْتُمْ مِنْهُمْ مَوْدَّةً ط وَ اللَّهُ قَدِيرٌ ط وَاللَّهُ غَفُورٌ

رَحِيمٌ ○ (المتحنہ: ۷)

امید ہے کہ کر دے اللہ تم میں، اور جو دشمن ہیں تمہارے ان میں، دوستی، اور اللہ سب کر سکتا ہے۔ اور اللہ بخشنے والا ہے مہربان۔

حق یہ ہے کہ انسان اپنے اوپر کئے گئے انعامات الہی اور احسانات ربانی کا شمار تو درکنار شکر ادا کرنے سے بھی قاصر ہے۔ اسی بنا پر اولین آیت میں یہ فرمایا کہ اگر تم شمار ہی احسانات و انعامات میں کو تاہی کر کے شکر کا حق نہ ادا کر سکو تو اللہ تعالیٰ تمہارے تھوڑے شکر کو بھی قبول کر کے تمہارے قصور سے درگزر کرے گا اور شکر کے عوض تمہارے اوپر رحمت کا مزید فیضان کرے گا۔ دوسری آیت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان خاص اور انعام مخصوص کا ذکر ہے کہ نہ صرف آپ کو تمام بیباں عطا فرمائیں بلکہ آپ سے حرج بھی دور کر دیا۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا خاص رحم و کرم ہے اور آپ پر مخصوص مغفرت و بخشش الہی کا انعام ہے۔ تیسری آیت میں دشمنوں کے درمیان یا مسلمانوں کے ان

کے جانی دشمنوں کے ساتھ عداوت و مخالفت ختم کر کے ان کو باہمی محبت و مودت کے انعام سے نوازنے کا وعدہ ہے جیسا کہ بعد میں ہوا بھی کہ جو آپ کے دشمن اور خون کے پیاسے تھے وہ آپ کے جاں نثار بن گئے یہ اللہ کی رحمت میکران اور مغفرت بے پایاں کا ادنیٰ کرشمہ ہے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

نویں زمرہ میں وہ آیات کریمہ آتی ہیں جن کا تعلق خالص رحم الہی سے ہے کہ انسان کی غلطی، خطا اور مجبوری کے سبب جو ارتکابات ہوتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل خاص سے معاف فرماتا ہے اور رحم کرتا ہے:

إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌۢ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي ۚ إِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○ (یوسف ۵۳)

جی تو سکھاتا ہے برائی۔ مگر جو رحم کیا میرے رب نے، بیشک میرا رب بخشنے والا ہے مہربان۔

قُلْ يَعْبَادِي الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا ۚ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ○ (الزمر ۵۳)

کہہ دے! اے بند و میرے! جنہوں نے زیادتی کی اپنی جان پر نہ آس توڑو اللہ کی مہر سے۔ بے شک اللہ بخشتا ہے سب گناہ وہ جو ہے وہی ہے معاف کرنے والا مہربان۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَرْوَاحِكَ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○ (التحریم ۱)

اے نبی! تو کیوں حرام کرے، جو حلال کیا اللہ نے تجھ پر؟ چاہتا ہے رضامندی اپنی عورتوں کی، اور اللہ بخشنے والا ہے مہربان۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت و شفقت، رحم و کرم، احسان و فضل ہی اصلاً اس کی رحمت و مغفرت کے اظہار و فیضان کا ذمہ دار و باعث ہے نہ کہ مخلوقات میں سے کسی کا کوئی کام، نیکی یا عمل۔ اگر اس کا فضل و کرم نہ ہو تو انسان تباہ اور دنیا ویران ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ انسان کے ساتھ اس کا نفس لگا ہے جو اسے برائی ہی پر زیادہ ابھارتا ہے اور اس نفس امارہ سے اور اس کے ابتلاء و اغواء سے صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی بچا سکتی ہے۔ جو اس کی مغفرت کی ضمانت دیتی ہے دوسری آیت میں ان ایمان والوں کو اللہ کی رحمت کی بشارت دی گئی ہے جو اپنی جانوں کے ساتھ زیادتی کر گزرتے ہیں۔ ان کو یہ ڈھارس دی گئی ہے کہ وہ اپنے کرتوتوں پر مایوسی کا شکار نہ ہوں کیونکہ وہ تمام گناہوں کو بخشتا ہے اور وہی غفور رحیم ہے۔ آخری آیت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک فروگزاشت کو معاف کر کے اللہ تعالیٰ نے اپنی مغفرت و رحمت کو واضح کیا ہے۔ ان تمام آیات کریمہ میں رحمت الہی کی عمومیت اور ہر شے پر اس کے محیط و حاوی ہونے کا ذکر مضمرا انداز میں موجود ہے جس کا واضح اظہار سورہ اعراف نمبر ۱۵۶ میں رحمتی و سعت کل شئی (اور میری مہر شامل ہے ہر چیز کو) میں کیا گیا ہے۔

آخری زمرہ کی آیات کریمہ جن میں مغفرت و رحمت الہی کو اللہ تعالیٰ کا اختیار خالص اور حق بلا شرکت غیرے قرار دیا گیا ہے بہت سی ہیں:

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ يَغْفِرُ لِمَن يَشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (ال عمران ۱۲۹)

اور اللہ کا مال ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے۔ بخشے جس کو چاہے اور عذاب کرے جس کو چاہے۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (المائدہ ۹۸)

جان رکھو کہ اللہ کی مار سخت ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْخَلِيْفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوْكُمْ فِىْ مَا اٰتٰكُمْ ۗ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ۗ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (الانعام ۱۶۵)

اور اسی نے تم کو کیا ہے نائب زمین میں، اور بلند کئے تم میں درجے ایک کے ایک پر، کہ آزماوے تم کو اپنے دئے حکم میں۔ تیرا رب شتاب کرتا ہے عذاب، اور وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ۗ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (اعراف ۱۶۷)

تیرا رب شتاب سزا دیتا ہے اور بخشتا بھی ہے مہربان۔

وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهٖ ۗ يُصِيْبُ بِهٖ مَن يَشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۗ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ (يونس ۱۰۷)

اور اگر پہونچاوے اللہ تجھ کو کچھ تکلیف، تو کوئی نہیں اس کو کھولنے والا اس کے سوا۔ اور اگر چاہے تجھ پر کچھ بھلائی، تو کوئی پھیرنے والا نہیں اس کے فضل کو۔ پہونچاوے وہ جس پر چاہے اپنے بندوں میں۔ اور وہی ہے بخشنے والا مہربان۔

نَبِيُّ عِبَادِي اِنِّىْ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ۝ (الحجر ۴۹-۵۰)

خبر سنا دے میرے بندوں کو، کہ میں ہوں اصلی بخشنے والا مہربان، اور یہ بھی کہ میری مار دکھ کی مار ہے۔

لَيَجْرِيَ اللّٰهُ الصُّدٰقِيْنَ بِصَدَقَتِهِمْ وَيُعَذِّبُ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (الاحزاب ۲۴)

تا بد لادے اللہ سچوں کو ان کے سچ کا، اور عذاب کرے منافقوں کو اگر چاہے۔ یا توبہ ڈالے ان کے دل پر۔ بے شک اللہ ہے بخشتا مہربان۔

لَيُعَذِّبُ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقَتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (الاحزاب ۷۳)

تا عذاب کرے اللہ منافق مردوں کو، اور عورتوں کو، اور شریک والے مردوں کو اور عورتوں کو، معاف کرے اللہ ایمان دار مردوں کو اور عورتوں کو، اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ - يَغْفِرُ لِمَن يَشَآءُ و يُعَذِّبُ مَن يَشَآءُ - وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (الفتح ۱۴)

اور اللہ کا ہے راج آسمانوں کا اور زمین کا بخشے جس کو چاہے، اور مار دے جس کو چاہے۔ اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان۔ جو مالک و متصرف، اللہ و رب اور حاکم و مقتدر کائنات کا مطلق پادشاہ ہو وہی مغفرت و رحمت کا بھی خالص اور بلا شرکت غیر سے حق رکھتا ہے اور عذاب و عقاب کا بھی۔ جسے چاہے، سزا دے جسے چاہے معاف کر کے رحمت سے نواز دے۔ یہ اسے اختیار ہے لیکن وہ غفور رحیم ہے اس لئے اس نے کئی آیات مذکورہ اور غیر مذکورہ میں واضح کر دیا ہے کہ وہ اطاعت و عملِ صالح پر معاف کرتا اور رحم کرتا ہے کہ اس کی رحمت ہر شے پر حاوی ہے۔

(ب) تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ کی زوج

”غفور“ اور ”تواب“ میں معنی کا فرق تو ظاہر ہے کہ اول الذکر مغفرت و بخشش کرنے والا ہے تو دوسرا توبہ قبول کرنے والا۔ اس سے واضح ہوا کہ ایک تو فرق یہ ہے کہ غفور چاہے تو بغیر توبہ کے مغفرت فرمادے اور تواب رجوع و انابت اور توبہ کرنے ہی پر بخشش فرماتا ہے۔ دوسرا فرق یہ بھی ہے کہ غفور اپنے خطا کار بندوں کی خطا کو اکثر و بیشتر چھپا بھی لیتا ہے اور اس کو دوسروں پر ظاہر نہیں کرتا۔ اظہار و اعلان میں بھی وہ اس کی رعایت کرتا ہے کہ تعریض سے کام لے اور براہ راست اور واضح طور سے خطا کار کی خطا کاری اور گناہ کا اعلان نہ کرے جبکہ ”تواب“ میں زیادہ تر خطا کار کی توبہ کرنے کی ندامت اور اس سے رجوع کا بھی اظہار و اعلان مقصود ہوتا ہے تاکہ دوسروں کے کان ہوں اور متمرّد و ضدی طبائع بالکل سرکشی پر کمر نہ باندھ لیں۔ اس اعتبار سے غفور کی رحیم کے ساتھ جوڑی بنانے کے بعد تواب اور رحیم کی زوج بھی مصلحت آمیز اور حکمت بیز ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے زوج کو کئی آیات میں استعمال فرمایا ہے۔ ان میں سے بعض اہم ترین آیات کریمہ یہ ہیں:

فَتَلَقٰۤی اٰدَمَ مِنْ رَّبِّهٖ فَكَلِمَتٍ فَنَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ (البقرہ: ۳۷)

پھر سیکھ لیں آدم نے اپنے رب سے کئی باتیں، پھر متوجہ ہوا اس پر، برحق وہی ہے معاف کرنے والا مہربان۔

ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ ؕ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ (البقرہ ۵۴)

یہ بہتر ہے تم کو اپنے خالق کے پاس، پھر متوجہ ہوا تم پر۔ برحق وہی ہے معاف کرنے والا مہربان۔

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمِيْنَ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا اُمَّةٌ مُّسْلِمَةٌ لَّكَ ۙ مَرَّ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۙ اِنَّكَ اَنْتَ

التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ (البقرہ ۱۲۸)

اے رب! اور کر ہم کو حکم بردار اپنا، اور ہماری اولاد میں بھی ایک امت حکم بردار اپنی۔ اور جتنا ہم کو دستور حج کرنے کے، اور ہم کو معاف کر تو ہی ہے اصل معاف کرنے والا مہربان۔

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا فَاُولَٰئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ ؕ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝ (البقرہ ۱۶۰)
مگر جنہوں نے توبہ کی، اور سنوارا اور بیان کر دیا، تو ان کو معاف کرتا ہوں اور میں ہوں معاف کرنے والا مہربان۔
أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ ۖ وَيَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ ۖ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ
الرَّحِيمُ ۝ (توبہ ۱۰۴)

کیا جان نہیں چکے، کہ اللہ آپ قبول کرتا ہے توبہ اپنے بندوں سے، اور لیتا ہے زکاتیں۔ اور اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

... ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا ؕ إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝ (توبہ ۱۱۸)

پھر مہربان ہوا ان پر کہ وہ پھر آویں۔ اللہ ہی ہے مہربان رحم والا۔
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ ۖ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ ۖ وَلَا تَجَسَّسُوا ۚ وَلَا يَغْتَبِ بَعْضُكُم بَعْضًا ؕ
أَيُّجِبُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ
رَّحِيمٌ ۝ (الحجرت: ۱۲)

اے ایمان والو! بچتے رہو بہت تہمتیں کرنے سے، مقرر بعضی تہمت گناہ ہے اور بحید نہ ٹٹو لو کسی کا، اور بد نہ کہو پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کو۔ بھلا خوش لگتا ہے تم میں کسی کو کہ کھاوے گوشت اپنے بھائی کا جو مردہ ہو سو کھن آئے تم کو اس سے اور ڈرتے رہو اللہ سے۔ بے شک اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے۔

ان تمام آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ کے تواب رحیم ہونے کا پس منظر اگرچہ واقعات و حالات کے اعتبار سے الگ ہے تاہم خطا کار کی خطا اور اس کی توبہ کرنے کے لحاظ سے یکساں ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے جنت میں ایک خاص شجر ممنوعہ کے پھل ممانعت ربانی کے باوجود کھائے تھے جس کی سزا میں وہ دنیا میں بھیجے گئے اور پھر جب انہوں نے توبہ کی تو تواب رحیم نے ان کو معاف کر دیا۔ یہ پہلی آیت کا پس منظر ہے۔ دوسری میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو ان کے گناہ پر توبہ کی ترغیب دی تھی۔ تیسری میں حضرت ابراہیم واسمعیل علیہما السلام نے عام توبہ یا مطلق معافی مانگی تھی کہ انسان سے نادانستہ خطائیں سرزد ہوتی رہتی ہیں چوتھی آیت میں بنو اسرائیل کے ان خطاکاروں کا ذکر ہے جو وحی الہی اور احکام ربانی کو چھپانے کے مجرم ہوتے ہیں مگر پھر توبہ کر لیتے ہیں۔ پانچویں اور چھٹی آیات میں غزوہ تبوک کے خطاکاروں کا اور آخری آیت میں عام مسلم خطاکاروں اور ان کی خطاؤں کا ذکر کر کے واضح فرمایا کہ ان غلطیوں اور خطاؤں سے تم اگر صدق دل سے توبہ کرو تو اللہ تعالیٰ کو تواب و رحیم پاؤ گے۔

(ج) دوسری صفات کی زوج

توبہ قبول کرنا اور مغفرت و بخشش کرنا دراصل رافت و محبت الہی کے سبب ہے جو اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے

ہے۔ اس لئے اس نے کئی آیات کریمہ میں اس حقیقت کا اظہار کرنے کے لئے ”رحیم“ کو اپنی ایک اور صفت ”رؤف“ کے ساتھ مربوط کر کے ان کی زوج بنائی اور کئی آیات میں ”وَدُود“ کا ارتباط ”رحیم“ کے ساتھ کیا ہے۔ یہ آیت بالترتیب حسب ذیل ہیں:

... وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَى عَقْبَيْهِ ۖ وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ ۚ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّ إِيْمَانَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَّءُوفٌ رَّحِيمٌ ○ (البقرہ: ۱۴۳)

اور وہ قبلہ ہم نے ٹھہرایا جس پر تو تھا، نہیں مگر اسی واسطے، کہ معلوم کریں کون تابع رہے گا رسول کا، اور کون پھر جاوے گا اٹھے پاؤں۔ اور یہ بات بھاری ہوئی۔ مگر ان پر جن کو راہ دی اللہ نے۔ اور اللہ ایسا نہیں کہ ضائع کرے تمہارا یقین لانا۔ البتہ اللہ لوگوں پر شفقت رکھتا ہے مہربان۔

لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ○ (التوبہ: ۱۱۷)

اللہ مہربان ہوا نبی پر اور مہاجرین اور انصار پر، جو ساتھ رہے نبی کے مشکل کی گھڑی میں، بعد اس کے کہ قریب ہوئے کہ دل پھر جاوے بعضوں کے ان میں سے، پھر مہربان ہوا ان پر۔ وہ ان پر مہربان ہے، رحم کرنے والا۔

وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ ○ وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ إِلَىٰ بَلَدٍ لَّمْ تَكُونُوا بَلِغِيهِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنْفُسِ ۚ إِنَّ رَبَّكُمْ لَرَّءُوفٌ رَّحِيمٌ ○ (النمل ۶-۷)

اور تم کو ان سے رونق ہے جب شام کو پھیر لاتے ہو اور جب چراتے ہو۔ اور اٹھالے چلتے ہیں بوجھ تمہارے ان شہروں تک، کہ تم نہ پہنچتے وہاں مگر جان توڑ کر۔ بیشک تمہارا رب بڑا شفقت والا مہربان ہے۔

أَوْيَاخُذْهُمْ عَلَىٰ تَخَوُّفٍ ۚ فَإِنَّ رَبَّكُمْ لَرَّءُوفٌ رَّحِيمٌ ○ (النمل: ۴۷)

یا پکڑ لے ان کو ڈرانے کر (خوف و دہشت سے) سو تمہارا رب بڑا نرم ہے مہربان۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ ۚ وَأَنَّ اللَّهَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ○ (النور: ۲۰)

اور کبھی نہ ہوتا اللہ کا فضل تم پر، اور اس کی مہر، اور یہ کہ اللہ نرمی کرنے والا ہے مہربان، تو کیا کچھ ہوتا۔

هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ عَلَىٰ عَبْدِهِ آيَاتٍ ۖ بَيِّنَاتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ بِكُمْ لَرَّءُوفٌ رَّحِيمٌ ○ (الحديد: ۹)

وہی ہے جو اتارتا ہے اپنے بندے پر آیتیں صاف، کہ محال لاوے تم کو اندھیروں سے اجالے میں۔ اور اللہ تم پر نرمی رکھتا ہے مہربان۔

... وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ○ (الحشر: ۱۰)

۔۔۔ اور نہ رکھ ہمارے دل میں بے ایمان والوں کا۔ اے رب! تو ہی ہے نرمی والا مہربان۔

صرف ایک مقام پر جہاں حضرت ہود اپنی قوم کو استغفار کا حکم دیتے ہیں ”رحیم ودود“ کی زوج آئی ہے:

وَاسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تَوْبُوا إِلَيْهِ ۖ إِنَّ رَبِّي رَحِيمٌ وَدُودٌ ○ (ہود: ۹۰)

اور گناہ بخشو اپنے رب سے، اور اس کی طرف رجوع آؤ، البتہ میرا رب مہربان ہے محبت والا۔

اسی طرح ایک آیت میں ”البر الرحیم“ کی زوج لائی گئی ہے جو اہل جنت کا مقولہ ہے جس میں وہ انعام الہی کا ذکر

کریں گے:

إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوهُ ۖ إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ ○ (طور: ۲۸)

ہم آگے سے پکارتے تھے اس کو، بے شک وہی ہے نیک سلوک رحم والا۔

اور اہل جنت ہی کے ایک اور مقولہ میں صرف ”رب رحیم“ کی زوج ہے:

سَلَامٌ ۚ قَوْلًا مِنْ رَبِّ رَحِيمٍ ○ (یس: ۵۸)

سلام بولنا ہے رب مہربان سے۔

رؤف رافت سے، ودود دُود سے اور برُّ بر سے بنا ہے۔ ان میں مہربانی، محبت اور نرمی کے معانی پائے جاتے ہیں

اور رحمت الہی کے مختلف مظاہرے پیش کرتے ہیں۔ اسی طرح ”رب“ میں ربوبیت عام و خاص کا مفہوم ہونے کے

ساتھ مرحمت و رحمت کا مفہوم بھی مضمر ہے جس کی توضیح ”رب العالمین“ کے ضمن میں پہلے آچکی ہے۔ حقیقت یہ

ہے کہ جس طرح ذات الہی بیکراں اور ہمارے علم و ادراک سے پرے ہے اسی طرح اس کی صفات و افعال بھی ہمارے فہم

و سمجھ سے بالاتر اور باہر ہیں۔ پھر اس کی رحمت و رافت، محبت و مودت، احسان و بر اور دوسرے افعال و صفات کا

(جن کا تعلق اس کی مخلوقات سے ہے) بیان کیونکر ہو۔ اوپر کی بعض تعبیرات اس کی بیکراں رحمت کی مختلف مثالیں اور

تعبیریں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ایک اور اہم صفت العزیز کا ارتباط ”الرحیم“ کے ساتھ کئی آیات کریمہ میں کیا گیا ہے ان میں سے سورہ

شعراء کی آیات کریمہ نمبر ۹، نمبر ۶۸، نمبر ۱۰۴، نمبر ۱۲۲، نمبر ۱۴۰، نمبر ۱۵۹، نمبر ۱۷۵، نمبر ۱۹۱ میں بالترتیب حضرت موسیٰ،

حضرت ابراہیم، حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت لوط، حضرت شعیب علیہم السلام اور ان کی قوموں اور

قرآن کریم کی تنزیل کے حوالہ سے آیت کریمہ: وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ (اور تیرا رب وہی ہے زبردست رحم

والا) ہر واقعہ کے بعد لائی گئی ہے۔ اور اسی سورہ کی آیت نمبر ۲۱۷ میں آپ کو حکم دیا گیا ہے: وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ

الرَّحِيمِ (اور بھروسہ کر اس زبردست رحم والے پر)۔ بقیہ آیات کریمہ میں جن میں ان دو صفات ربانی کا ارتباط کیا گیا ہے

حسب ذیل ہیں:

بَنَصْرَ اللَّهِ - بَنَصْرُ مَنْ يَشَاءُ - وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ○ (الروم : ۵)

اللہ کی مدد سے، مدد کرے جس کی چاہے اور وہی ہے زبردست رحم والا۔

ذَلِكَ عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ○ (السجده ۶)

یہ ہے جانتے والا، چھپے اور کھلے کا، زبردست رحم والا

تَنْزِيلَ الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ○ (یسر نمبر ۵)

اتار زبردست رحم والے کا۔

الَّذِي رَحِمَ اللَّهُ - إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ (الدخان ۴۲)

مگر جس پر مہر کرے اللہ۔ بیشک وہی ہے زبردست رحم والا۔

ان تمام آیات کریمہ میں مواقع و محال کی مناسبت یہ ہے کہ ایسے کاموں کا وہاں ذکر ہے جن میں اللہ تعالیٰ کی طاقت و شوکت اور قدرت کا مظاہرہ ضروری ہے اور ساتھ ہی اس کے رحم و کرم کے اظہار کا بھی۔ یعنی وہ زبردست بھی ہے اور رحیم بھی۔ سورۃ شعراء کی تمام آیات میں اقوامِ انبیاء کرام کے منکروں اور مومنوں کا ذکر ہے اور ان میں سے نجات یافتہ کے لئے رحیم اور ہلاکت شدہ کے لئے عزیز کی صفاتِ ربانی موزوں و مناسب ہیں۔ قرآن کریم اور وحی کی تنزیل کے حوالہ سے جو ان دونوں صفات کو لایا گیا ہے اس میں رحمت کے ساتھ قدرتِ الہی کی طرف اشارہ ہے۔ سورۃ روم میں یہ حوالہ پہلے آیا ہے کہ جلد ہی مغلوب رومی غالب ہو جائیں گے اور اس دن مسلمانوں کو بھی اللہ کی مدد ملنے پر مسرت حاصل ہوگی کہ وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے۔ عالم غیب و شہادت کے لئے بھی قوت و شوکت ضروری ہے اور بندوں پر چونکہ وہ رحیم ہے اس لئے رحمت کی صفت بھی۔ اصل نکتہ یہ ہے کہ وہ قوت و شوکت اور عزت و جاہ کا مالک ہونے کے باوجود بھی رحم کا پیکر ہے کہ وہ اپنی ذات سے رحیم ہے۔

(د) الرَّحِيمُ کے معانی و مفاہیم

مختلف مواقع و مقلات پر مختلف مناسبات کے پس منظر میں اللہ تعالیٰ نے آیات قرآنی میں اپنی صفت ”رحیم“ کا ذکر کیا ہے۔ کبھی اس کو صفتِ واحد کی طرح لایا گیا ہے اور کبھی اس کو کسی دوسری صفت یا اسمِ محبت رحمن کے ساتھ زوج کیا گیا ہے۔ ”الرحمن الرحیم“ کی زوج سے اللہ تعالیٰ کی اپنی ذات سے پیکر رحمت ہونے اور مخلوق پر ہمیشہ رحمت کرنے کا مفہوم ثابت ہوتا ہے۔ جبکہ مستقل صفت ”رحیم“ اس کی رحمتِ مسلسل کے فیضان کو واضح کرتی ہے۔ دوسری صفاتِ ربانی کے ساتھ رحیم کی زوج کو مختلف سیاق و سباق بلکہ متناسب موقعہ و محل میں لایا گیا ہے۔ ”غفور رحیم“ کی زوج میں گزشتہ فروگزاشت پر مغفرت اور گزشتہ سے پیوستہ پر رحمت کرنے کا وعدہ موجود ہے۔ ان میں مختلف زمرے نظر آتے ہیں جن کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے۔ ان میں مجموعی طور سے تمام اعتقادی اور عملی جرائم شامل ہیں اور ظاہر ہے کہ بڑے سے بڑا گناہ اور چھوٹی سے چھوٹی تقصیر مغفرتِ ربانی اور رحمتِ الہی کے دائرے سے خارج نہیں یہ تو

پروردگارِ عالم، اللہ جل جلالہ اور رحمان کی ذاتی و صفاتی حیثیت سے ہے لیکن اس کے بندوں کو اپنے تمام گناہوں اور خطاؤں کی بخشش اور مغفرت اور اللہ رحمن رحیم کی رحمت سے متمتع ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ خود استغفار کریں، یا ان کیلئے استغفار کا فریضہ فرشتے ادا کریں یا خود رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں۔ پھر اپنے گناہ پر توبہ تو انکو خود کرنی ہے۔ یہ توبہ اسی وقت مقبول ہے جب وہ ایمان و تقویٰ کی بنیاد پر ہو اور اطاعتِ الہی کا بہرہ حال لحاظ رکھا جائے احسان و عملِ صالح بھی اطاعتِ الہی کی ایک صورت اور ایمان و تقویٰ ایک مظاہرہ ہیں اور وہ بجائے خود مغفرت و رحمتِ الہی کا باعث بنتے ہیں جس طرح صبر و شکر اور توکل اللہ کی رحمت و مغفرت کو بلاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مغفرت و رحمت کا ایک مظاہرہ یہ ہے کہ اس نے بے حد و شمار نعمتیں اپنی مخلوقات پر محض اپنے علم و وحی کے ذریعہ اور اپنے فضلِ عمیم اور کرمِ میکراں کے سبب کر رکھی ہیں اور وہ سب کی سب محض اسی کی رحمت و مغفرت کے خالص حق و اختیار سے فیضان پاتی ہیں۔ وہ تو اب اس لئے توبہ قبول کرتا ہے وہ کسی کی توبہ سے متاثر ہو کر یا کسی کی سفارش اور دباؤ سے مجبور ہو کر قبول نہیں کرتا۔ وہ تو اپنی بے پایاں اور اتھاہ محبت و کرم کی بنا پر رحمت کرتا ہے جو اس کو اپنے بندوں سے ہے۔ ورنہ وہ ایسا طاقتور اور سخت گرفت والا ہے کہ وہ ہر گناہ اور ہر خطا پر پکڑ سکتا ہے اور متمدنوں اور دشمنوں کو پکڑتا رہا ہے تاہم وہ اپنی طاقت و شوکت کے باوجود بھی رحمت کرتا ہے کہ اس کی ذات ہیکر رحمت ہے اور وہ مستقل و مسلسل رحمت کرتا ہے کہ یہی اس کی اصل صفت ہے۔

۳۔ تیسری آیتِ کریمہ

سورہ فاتحہ کی تیسری آیتِ کریمہ ”ملکِ یوم الدین“ ہے۔ مترجمین عظام اور مفسرین کرام نے اس کا ترجمہ و مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ ”وہ قیامت کے دن کا جو روز جزا بھی ہے مالک ہے۔“ پورے قرآن مجید میں یہ آیتِ کریمہ اپنی اس ہیئت و ساخت کے اعتبار سے صرف سورہ فاتحہ میں آئی ہے۔ جبکہ مالک تین سورتوں۔ فاتحہ نمبر ۳، آل عمران نمبر ۲۶ اور زخرف نمبر ۷۷ میں آیا ہے۔ (آخر الذکر آیت میں مالک جہنم کے داروغہ کے نام کے طور پر آیا ہے۔ اس لئے وہ صفتِ ربانی نہیں ہے) یوم الدین تیرہ آیاتِ کریمہ میں: فاتحہ نمبر ۳، شعراء نمبر ۸۲، صافات نمبر ۲۰، ص نمبر ۷۸، ذاریات نمبر ۱۲، معارج نمبر ۳۶، مدثر نمبر ۴۶، انفطار نمبر ۹، نمبر ۱۵، نمبر ۸۔ ۱۷ اور مطففین نمبر ۱۱۔ مالک کی دوسری صورتیں بھی آئی ہیں جیسے ملیک (صرف سورہ القمر نمبر ۵۵ میں) اور الملک جو پانچ مقلات پر آئی ہے: طہ نمبر ۱۱۳، مومنون نمبر ۱۱۶، حشر نمبر ۲۳، جمعہ نمبر ۱ اور الناس نمبر ۲۔ جبکہ اس کا مصدر ملک یہاں آیتِ قرآنی میں سے ہی بنتیس بار اللہ تعالیٰ کے لئے آیا ہے۔ اور ”الدین“ کا لفظ قرآن مجید میں کل باسٹھ مقلات پر ذکر کیا گیا ہے۔ اس آیتِ کریمہ کا صحیح مفہوم۔ قرآنی مفہوم۔ جاتے کے لئے ان آیاتِ قرآنی کا مطالعہ ناگزیر ہے۔

(الف) مالک کا مفہوم

”مالک“ سورۃ فاتحہ کے بعد سورہ آل عمران نمبر ۲۶ میں مالک کُل کے معنی میں آیا ہے اور بندوں کی زبان سے کہلوایا گیا ہے:

قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۖ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ تُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ۖ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (آل عمران: ۲۶-۲۷)

تو کہہ، یا اللہ! مالک سلطنت کے! تو سلطنت دیوے جس کو چاہے، سلطنت چھین لے جس سے چاہے۔ اور عزت دیوے جس کو چاہے اور ذلیل کرے جس کو چاہے۔ تیرے ہاتھ سب خوبی۔ بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ تو لے آوے رات کو دن میں اور تو لے آوے دن کو رات میں اور تو نکالے جیتا مردے سے اور تو نکالے مردہ جیتے سے۔ اور تو رزق دیوے جس کو چاہے بے شمار۔

ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی کئی صفات بیان کی گئی ہیں۔ وہ مالک کل اور صاحب امر حقیقی ہے، اسی کے ہاتھ عزت و ذلت دینے کا اختیار ہے، اسی کے ہاتھ پر خیر ہے۔ اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔ اس کی قدرت کا ادنیٰ کرشمہ یہ ہے کہ رات دن گردش میں لاتا ہے اور وہی موت و حیات کا نہ صرف مالک و حاکم ہے بلکہ وہ مردے میں سے زندہ اور زندہ میں سے مردہ پیدا فرماتا ہے یعنی عدم و وجود اسی کے ہاتھ میں اور اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ اسی سے یہ حقیقت بھی اجاگر ہوئی کہ وجود تو صرف اسی کا ہے، ہستی صرف اسی کی ہے اور وہی موجود حقیقی ہونے کے ساتھ لغائی و لازوال ہے۔ جبکہ سارے وجود اور تمام ہستیاں حقیقی نہیں مستعار و فانی ہیں کہ وہ عدم سے وجود میں آتی اور پھر وجود سے عدم کو جاتی ہیں۔ مزید برآں وہ رازقِ کل ہے جس کو چاہتا ہے بے حد و حساب رزق عطا فرماتا ہے اور جس کو چاہتا ہے کم دیتا ہے، تول کر ناپ کر دیتا ہے یا محدود مقدار میں دیتا ہے۔ یہ اس کے علم و حکمت پر مبنی ہے کہ کس کے لئے کتنا رزق مناسب ہے۔ ان صفات ربانی کے علاوہ یہاں اصل زور ”مالک الملک“ پر دینا ہے کہ وہ ہمارا موضوع بحث ہے۔ مالک الملک کہہ کر اللہ تعالیٰ نے یہ حقیقت واضح کر دی کہ وہ تمام ملک و پادشاہی، فرمانروائی و سلطنت کا مطلق مالک ہے۔ اس کا ملک اور اس کی پادشاہی بھی مطلق ہے۔ یعنی سارے جہانوں کی پادشاہی، ہر قسم کی فرمانروائی، ہر نوع کی سلطنت، خواہ سلطنت دنیاوی ہو یا ملک اخروی۔ وہ پادشاہی مادی ہو یا فرمانروائی روحانی۔ یہاں زمان و مکان، نوع و قسم، جنس و ہیئت غرضیکہ کسی قسم کی کوئی قید نہیں ہے۔ پھر مزید وضاحت کی کہ وہی جس کو چاہتا ہے سلطنت و پادشاہی دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے اس سے چھین لیتا ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہوا کہ تمام دنیاوی مالکوں، حکمرانوں و فرمانرواؤں کی حکومت و فرمانروائی اور پادشاہت مستعار اور عطیہ ربانی تو ہے ہی فانی اور زوال پذیر بھی ہے۔ اس کو استقرار و استقلال نہیں۔ اسی

طرح اخروی مالکان یا روحانی مالکان جو نظر آتے ہیں یا آئیں گے یا جن کا مذکور ملتا ہے وہ بھی اسی ملکیت الہی مطلقہ کے صرف مظاہر ہیں اور بس۔ چنانچہ فرشتے جو بارش و رزق کی تقسیم، حیاتِ مستعار کی سہولتیں فراہم کرنے اور حتیٰ کہ موت تک طاری کرنے پر مقرر ہیں وہ بھی مامور محض ہیں اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتے بلکہ مالک الملک کی حکمرانی کرتے ہوئے اپنے موعودہ فرائض انجام دیتے ہیں۔ ایک لحاظ سے دیکھا جائے تو ان دونوں آیاتِ کریمہ میں بیان کردہ تمام صفاتِ ربانی اور افعالِ الہی مالک الملک کی ہی صفات و افعال بنا کر لائے گئے ہیں۔

(ب) ملک کی قراءت:

مالک کی ایک متواتر قراءت ”الملک“ ہے جو بہت سے مفسرین و محققین کے نزدیک زیادہ بلیغ ہے۔ جن پانچ آیاتِ کریمہ میں ”الملک“ آیا ہے وہ درج ذیل ہیں:

فَتَعَلَى اللَّهِ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُقْضَى إِلَيْكَ وَحْيُهُ ۚ وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا ۝ (طہ ۱۱۴)

سو بلند درجہ اللہ کا، اس سچے پادشاہ کا۔ اور تو جلدی نہ کر قرآن لینے میں جب تک نہ پورا ہو چکے اس کا اترنا۔ اور کہہ، اے رب! مجھ کو بڑھتی دے بوجھ۔

فَتَعَلَى اللَّهِ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ ۝ (المومنون ۱۱۶)

سو بہت اوپر ہے اللہ وہ سچا پادشاہ۔ کوئی حاکم نہیں اس کے سوا، مالک اس خاصے تخت کا۔

هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۚ سُبْحَنَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ (الحشر ۲۳)

وہ اللہ ہے! جس کے سوا بندگی نہیں کسی کی۔ وہ بادشاہ، پاک ذات، چنکا، امان دیتا، پناہ میں لیتا، زبردست دباؤ، صاحب بڑائی کا۔ پاک ہے اللہ اس سے جو شریک بتاتے ہیں۔

يُسَبِّحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ (الجمعة ۱)

اللہ کی پکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں۔ بادشاہ، پاک ذات، زبردست، حکمت والا۔

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝ إِلَهِ النَّاسِ ۝ (الناس: ۱-۳)

تو کہہ، میں پناہ میں آیا، لوگوں کے رب کی، لوگوں کے بادشاہ کی، لوگوں کے پوجے (معبود) کی۔

ملک کی ایک اور قراءت ملیک ہے جو امالہ کے۔ ماتھ سورہ قمر نمبر ۵۵ میں صرف ایک جگہ آئی ہے:

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ ۝ فِي مَقْعَدِ صَدَقٍ عِنْدَ مَلِكٍ مُّقْتَدِرٍ ۝ (قمر ۵۴-۵۵)

جو لوگ ڈر والے ہیں، باغوں میں ہیں اور نہروں میں۔ بیٹھے سچی بیٹھک میں نزدیک بادشاہ کے جس کا سب پر قبضہ

ہے۔

الملک (بادشاہ) پر مشتمل تمام آیاتِ کریمہ میں اس صفت کے لئے موصوف اسمِ جلالت اللہ ہی آیا ہے جو سچا اور سب سے بڑا بادشاہ ہے۔ پہلی دو آیات میں اللہ کے لئے ”الملک الحق“ (سچا بادشاہ) کی صفت لائی گئی اور فعلِ مقدم میں اس کی بلندی اور رفعت کا ذکر ہے۔ اول الذکر میں اسے قرآنِ کریم کے نازل کرنے والے اور علم میں اضافہ کرنے والے اللہ اور ملکِ حق کے بطور لایا گیا ہے جبکہ دوسری میں اسی کو معبودِ واحد قرار دیا گیا ہے اور اس کے سوا تمام دوسرے معبودوں کی نفی کی گئی ہے اور اسے عرشِ کریم کا رب بھی بتایا گیا ہے۔ تیسری آیت میں معبودِ برحق و واحد کے علاوہ اس کو ”الملک“ کہہ کر اس کی بہت سی صفات اور لائی گئی ہیں اور یہ ساری صفات اللہ تعالیٰ کے لئے الملک کی رعایت سے ہیں یعنی اصلاً وہ ملک کے لئے ہیں اور ملکِ اللہ کے لئے۔ وہ ایسا بادشاہ ہے جو قدوس ہے، سلامتی کا پیکر ہے، امان دینے والا، پناہ دینے والا، زبردست طاقتور، عظیم پکڑ والا اور بڑائی والا ہے اور وہ مشرکوں کی بیان کردہ صفات سے پاک ہے۔ چوتھی آیت میں ان میں سے چند صفات بیان ہوئی ہیں اور آسمان و زمین کی بادشاہی کا بھی اضافہ ہے۔ پانچویں آیت میں اسی کو رب، ملک اور الہ کہا گیا ہے جبکہ آخری آیت میں اقتدار والا بادشاہ جو متقیوں کو جنت کی سچی پناہ دے گا کہا گیا ہے۔

مفسرینِ کرام میں سے اکثر نے مالک اور ملک کا فرق بتایا ہے کہ اول الذکر ”ملک“ سے اور ثانی الذکر ”ملک“ سے مشتق ہے۔ یہاں تک تو بات بالکل صحیح ہے لیکن پھر ان میں مالک اور ملک میں سے ایک کو دوسرے سے زیادہ بلیغ و فصیح قرار دینے کے اختلاف نے دونوں میں سے قراءت کو زیادہ صحیح تر اور بلیغ تر قرار دینے کی کوشش کی ہے۔ وہ اپنی اپنی جگہ ان کے دلائل کی روشنی میں صحیح ہیں لیکن قرآنی آیاتِ کریمہ کی روشنی میں مالک بہر حال ملک سے افضل نظر آتا ہے کہ آلِ عمران نمبر ۲۶ کے مطابق اسے ایسا مالک الملک بتایا گیا ہے کہ وہ جسے چاہتا ہے اسے ملک و پادشاہی دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے اور اسی کے ہاتھ میں ہر چیز ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔ اس میں اسے زندگی اور موت دینے والا اور رازق بھی بتایا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ مالک الملک اور ایسا مالک الملک ہر ملک اور ہر بادشاہ سے افضل ہے۔ پھر قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے صرف ایک جگہ مالک الملک استعمال فرمایا ہے جبکہ ملک کا استعمال متعدد جگہ آیا ہے۔ یہ انفرادیت بھی اس کی امتیازی حیثیت کو اجاگر کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو مالکِ یومِ الدین خاص کر اس لئے بیان کیا کہ وہ خاص دن ہے جب ساری ملکیتیں ختم ہو چکی ہوں گی اور اس دن ظاہری اور باطنی ہر طرح کی ملکیت و پادشاہی صرف اللہ تعالیٰ کی ہوگی۔ اس لئے جب خاص پادشاہی اس کی ہو تو عام ملکیت و پادشاہی تو لازماً اسی کی ہوگی ہی۔

(ج) مُلْکِ الٰہی کا مفہوم: آسمان و زمین کا مُلْک

جس مالکِ مُلْک، مُلْکِ حق اور مُلْکِ مُقْتَدِر کا ذکر اس کی بعض صفاتِ ربانی کے ساتھ مذکورہ بالا آیاتِ کریمہ میں ہے

اس کی ملکیت و مالکیت، پادشاہی و فرمانروائی اور سلطنت و قدرت کا ذکر ہینتیس آیاتِ مطہرہ میں مختلف حوالوں کے ساتھ کیا گیا ہے۔ ان میں سب سے زیادہ ”ملک السموات والارض“ (آسمانوں کی اور زمین کی بادشاہت) کی صراحت بیس آیاتِ کریمہ میں آئی ہے جبکہ سورۃ تغابن نمبر ۱ میں ایک جگہ وہ ضمناً بیان ہوئی ہے۔ ان میں سے بعض آیاتِ کریمہ میں آسمان و زمین دونوں کے درمیان (وما بینہما / وما فیچن) کا بھی اظہار و اعلان کیا گیا ہے۔ اور اگر نہ کیا جاتا تو بھی ان کی پہنائیوں کی بادشاہت بھی اسی کی مفہوم ہوتی کیونکہ منطق و عقل تقاضا کرتی ہے کہ دوسرے حصوں کے درمیان کی زمین بھی اسی کی ملکیت ہے جو ان سرحدوں کا مالک ہے ملک مطلق کا ذکر سورۃ آل عمران نمبر ۲۶ کے علاوہ سورۃ اسراء نمبر ۱۱۱، فاطر نمبر ۱۳، زمر نمبر ۶، الملک نمبر ۱ میں آیا ہے۔ ان میں سے ملک اخروی / روز قیامت کی بادشاہی کا ذکر سورۃ انعام نمبر ۳، سورۃ حج نمبر ۵۶، فرقان نمبر ۲۶۔ غافر نمبر ۱۶ میں ہے۔ ان آیاتِ کریمہ میں اہم ترین حسب ذیل ہیں:

أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ○ (البقرہ: ۱۰۷)

کیا تجھے کو معلوم نہیں؟ کہ اللہ ہی کو سلطنت ہے آسمان اور زمین کی، اور تم کو نہیں اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور مدد وال۔

وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ○ (آل عمران: ۱۸۹)

اور اللہ کو ہے سلطنت آسمان اور زمین کی، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَىٰ نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ ۚ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُم بِذُنُوبِكُمْ ۚ بَلْ أَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ۚ يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ ۚ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ وَ إِلَهِ الْمَصِيرُ ○ (المائدہ: ۱۸)

اور کہتے ہیں یہود اور نصاریٰ، ہم بیٹے ہیں اللہ کے، اور اس کے پیارے۔ تو کہہ، پھر کیوں عذاب کرتا ہے تم کو تمہارے گناہوں پر؟ کوئی نہیں تم بھی ایک انسان ہو اس کی پیدائش میں۔ بخشنے جس کو چاہے اور عذاب کرے جس کو چاہے۔ اور اللہ کو ہے سلطنت آسمان و زمین کی، اور جو دونوں کے بیچ ہے۔ اور اسی کی طرف رجوع ہے۔

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُم جَمِيعًا ۚ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۚ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ○ (الاعراف: ۱۵۸)

تو کہہ، لوگو! میں رسول ہوں اللہ کا، تم سب کی طرف، جس کی حکومت ہے آسمان اور زمین میں، کسی کی بندگی نہیں سوائے اس کے، جلاتا ہے اور مارتا ہے۔ سو مانو اللہ کو اور اس کے بھیجے نبی اُمی کو، جو یقین کرتا ہے اللہ پر، اور اس کے سب کلام پر، اور اس کے تابع ہو، شاید تم راہ پاؤ۔

الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَرَهُ تَقْدِيرًا ○ (الفرقان : ۲)

اور وہ جس کی ہے سلطنت آسمان اور زمین کی، اور نہیں پکڑا اس نے بیٹا، اور نہیں کوئی اس کا ساتھی راج میں، اور بنائی ہر چیز، پھر ٹھیک کیا اس کو ماپ کر۔

لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ إِمَّا نًا وَيَنْهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ الذُّكُورَ ○ (الشوریٰ : ۵۰)

اللہ کا راج ہے آسمانوں میں اور زمین میں۔ پیدا کرتا ہے جو چاہے بختا ہے جس کو چاہے بیٹیاں، اور بختا ہے جس کو چاہے بیٹے۔

وَتَبَرَّكَ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَ مَا بَيْنَهُمَا ۚ وَعِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ○ (الزخرف : ۸۵)

اور بڑی برکت ہے اس کی، جس کا راج ہے آسمانوں میں اور زمین میں، اور جو ان کے بیچ ہے۔ اور اسی پاس ہے خبر قیامت کی، اور اسی تک پھر جاؤ گے۔

وَاللَّهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ يَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ○ (الفتح : ۱۴)

اور اللہ کا راج ہے آسمانوں کا اور زمین کا۔ بخشنے جس کو چاہے اور مار دے جس کو چاہے۔ اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان۔ ان آیات کریمہ کے گہرے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آسمانوں اور زمین کی پادشاہی کے ساتھ اس کی متعدد صفات کریمہ اور افعال حمیدہ بھی جوڑے گئے ہیں جن سے اس کی حکمرانی اور فرمانروائی کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے۔ پہلی آیت میں اللہ ہی کو انسانوں کا اصل ولی اور سچا مددگار کہا گیا ہے جبکہ دوسری میں ہر شے پر قادر بتلایا گیا ہے۔ تیسری آیت بڑی اہم ہے کہ اس میں کسی مخصوص قوم و نسل کا فرزند الہی اور خاصانِ خدا ہونے کی نفی کر کے اس کے مقام و مرتبہ کا تعین اس کے درجہ بشریت کی بنیاد پر کیا گیا ہے اور گناہوں کی پاداش میں سزا کا امکان ہے سوائے اس کے کہ وہ غفور رحیم معاف کر دے کہ اس کو معافی اور سزا دہی دونوں کا کلی اختیار ہے۔ چوتھی آیت ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آفاقی / عالمی رسالت کو شہنشاہِ ارض و سما کی پادشاہی سے جوڑتی ہے اور لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر صاف ایمان لانے کا حکم دیتی ہے۔ وہ اللہ کی ایک اور صفت۔ جلانے اور مارنے کی صفت۔ بھی بیان کرتی ہے پانچویں میں فرزند کی نفی اور پادشاہی میں شرکت کی تردید کے ساتھ اس کو خالق و مالک کل کہا گیا ہے جبکہ چھٹی اس کی سلطنت کا تعلق اس کی تخلیقِ کُلّی کی قدرتِ تملکہ سے جوڑتی ہے اور ساتویں اس کے علمِ قیامت سے اور

اسی کی طرف سب کے رجوع سے قائم کرتی ہے اور آخری آیت اس کی مغفرت کے حق کلی کے علاوہ اس کی غفوریت اور رحیمیت سے مربوط کردہتی ہے۔ ان کے علاوہ بعض اور آیات کریمہ میں اللہ کی پادشاہی افلاک و خاک کا ذکر آیا ہے ان کا ایک مختصر تجزیہ ذیل میں دیا جا رہا ہے۔

سورۃ بقرہ نمبر ۱۰۷ کا مضمون، سورۃ مائدہ نمبر ۴۰ میں اس اضافہ کے ساتھ موجود ہے کہ اس میں مائدہ نمبر ۱۸ کی مانند غذاب الہی و مغفرت ربانی کی مرضی مالک سموات و ارض پر منحصر و موقوف قرار دیا گیا ہے۔ سورۃ مائدہ نمبر ۱۲۰ میں بھی یہی مضمون ہے اس اضافہ کے ساتھ کہ آسمانوں اور زمین کے فقرہ کے بعد اس میں و ما فیہن (جو کچھ ان میں ہے) بھی موجود ہے۔ سورۃ توبہ نمبر ۱۱۶ میں سورۃ بقرہ نمبر ۱۰۷ والا مضمون ہے صرف اس اضافہ کے ساتھ کہ اللہ جلتا اور مارتا ہے جو سورۃ اعراف نمبر ۱۵۸ میں بھی ہے۔ سورۃ النور نمبر ۴۲ میں سورۃ مائدہ نمبر ۱۸ کی مانند مضمون ہے کہ اللہ آسمان و زمین کا مالک ہے اور اسی کی طرف واپسی ہوتی ہے۔ سورۃ زمر نمبر ۴۴ میں آسمان و زمین کی پادشاہی کے ساتھ تمام کی تمام شفاعت اسی کے لئے ہونے اور اسی کی طرف لوٹنے کا ذکر ہے۔ سورۃ زخرف نمبر ۸۵ کا مضمون سورۃ جاثیہ نمبر ۲۷ میں ہے صرف اس فرق کے ساتھ کہ قیامت کے دن جھوٹے خسارہ میں ہوں گے۔ سورۃ حدید نمبر ۲ اور نمبر ۵ کے مضامین اوپر سورۃ آل عمران اور سورۃ ملک کی آیات میں دہرائے گئے ہیں صرف قیامت کا ذکر نہیں ہے۔ اور سورۃ بروج نمبر ۹ کا مضمون بھی انہیں آیات میں موجود ہے ایک معمولی فرق کے ساتھ کہ قدیر کی جگہ شہید (گواہ) ہے۔

(ب) مُلْکِ مطلق

متعدد آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی مُطلق پادشاہی (الْمُلْکِ) کا ذکر ہے۔ وہ حسب ذیل ہیں:

... الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَهُ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ وَّلَمْ یَکُنْ لَهُ وَلِیٌّ مِّنَ الذَّلِّ وَکَبِّرَہُ تَکْبِیْرًا ۝ (اسراء ۱۱۱)

جس نے نہیں رکھی اولاد، نہ کوئی اس کا ساتھی سلطنت میں، نہ کوئی اس کا مددگار ذلت کے وقت پر، اور اس کی بڑائی کر بڑا جان کر۔

یُولِجُ اللَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَیُولِجُ النَّهَارَ فِی اللَّیْلِ ۚ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ کُلٌّ یَّجْرِیْ لِإِجْلِ مُّسَمًّی ۚ ذَٰلِکُمْ اللّٰهُ رَبُّکُمْ لَهُ الْمُلْکُ ۚ وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُونِہِ مَا یَمْلِکُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ ۝ (فاطر: ۱۳)

رات پیٹھاتا ہے دن میں، اور دن پیٹھاتا ہے رات میں، اور کام لکایا سورج اور چاند، ہر ایک چلتا ہے ایک ٹھہرائے وعدہ پر۔ یہ اللہ ہے تمہارا رب اسی کی پادشاہی ہے، اور جن کو تم پکارتے ہو اس کے سوا مالک نہیں ایک چھلکے کے۔

خَلَقْکُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْہَا زَوْجَهَا وَانْزَلَ لَکُم مِّنَ الْأَنْعَامِ ثَمَنِیۃً أَزْوَاجًا ۚ یَخْلُقْکُمْ فِیْ بُطُونِ أُمَّهَاتِکُمْ خَلْقًا مِّنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِیْ ظُلُمٍ ثَلَاثٍ ۚ ذَٰلِکُمْ اللّٰهُ رَبُّکُمْ لَهُ الْمُلْکُ ۚ لَا إِلَہَ إِلَّا ہُوَ ۚ فَآَنِیْ

نُصْرَفُونَ ○ (الزمر: ۶)

بنایا تم کو ایک جی سے، پھر بنایا اس سے اس کا جوڑا، اور اتارے تمہارے واسطے چوپایوں سے آٹھ نرو مادہ۔ بناتا ہے تم کو ماں کے پیٹ میں، طرح پر طرح بناتا تین اندھیروں کے بیچ۔ وہ اللہ ہے رب تمہارا، اسی کا راج ہے کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا، پھر کہاں سے پھرے جاتے ہو؟

نَبْرَكَ الَّذِي يَبْدِئُ الْمُلْكَ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ○ (الملک نمبر ۱)

بڑی برکت ہے اس کی جس کے ہاتھ ہے راج، اور وہ سب چیز کر سکتا ہے۔

ملک مطلق یا پادشاہی عام سے متعلق ان آیات کریمہ میں کئی اہم نکات غور و فکر کے لائق ہیں۔ ان میں سے اول یہ کہ پادشاہی اور ملک مطلق کا صرف اللہ تعالیٰ کے لئے اثبات کیا گیا ہے اور ماسوا سے اس کی نفی کلی کر دی گئی ہے۔ دوم یہ کہ اللہ کے فرزند و اولاد اور پادشاہی میں کسی اور شریک کی بھی نفی کی گئی ہے۔ اولاد خاص کر فرزند اپنے باپ کے معاملات میں دخیل اور اکثر اوقات شریک و سہیم ہوتے ہیں اور باپ کے انتقال کے بعد اس کی سلطنت کے مالک بن جاتے ہیں فرزند و شریک کی نفی میں یہ حقیقت اور نکتہ بھی شامل ہے کہ نہ اب اور نہ آئندہ کبھی کوئی غیر اس کی پادشاہی میں شریک ہو سکتا ہے۔ اسی طرح اس کی بڑائی اور عظمت عام کا اعلان کر دیا گیا کہ کوئی ایسا نہیں کہ اس کو ذلیل کر سکے گویا کہ وہ ذلت میں اوروں کا ولی ہے۔ پھر رات دن، سورج چاند اور ہر شے کی گردش اور چال سے اللہ تعالیٰ کی سلطنت کا تعلق جوڑا گیا کہ وہی یہ سب کرتا ہے اور تمام مظاہر فطرت اسی کی فطرت کے تابع ہیں۔ چہارم یہ کہ وہ خالق انسان ہے جس نے عجیب و غریب طریقے سے اس کو پیدا کیا پھر گونا گوں جانوروں کو پیدا کیا۔ پنجم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات کریمہ میں اس کی بنیادی صفات بلکہ اسم ذات سے بھی اس کی سلطنت کا تعلق پیدا کیا چنانچہ ان میں اس کو ”قدیر“ (ہر شے پر قادر) ”کبیر“ (سب سے بڑا) کہنے کے علاوہ اس کو ”اللہ“ اور ”رب“ بھی کہہ کر ”مالک“ یا ”ملک“ سے مربوط کیا گیا ہے۔

(ج) ملک اخروی

ان تمام آیات کریمہ کے علاوہ کئی آیت مقدسہ ایسی بھی ہیں جو اس کی اخروی فرمانروائی پادشاہی اور خالص سلطنت کا ذکر کرتی ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

قَوْلُهُ الْحَقُّ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ ۚ عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ○ (انعام ۷۴)

اسی کی بات سچ ہے، اسی کو سلطنت ہے جس دن پھونکا جاوے صور، چھپا اور کھلا جاتے والا، اور وہی ہے تدبیر والا خبردار۔

الْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِلَّهِ ۚ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ۚ فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ○ (الحج ۵۶)

راج اس دن اللہ کا ہے۔ ان میں چکوٹی (فیصلہ) کرے گا جو یقین لائے اور کیں بھلائیاں: نعمت کے باغوں میں ہیں۔

الْمَلِكُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ لِلرَّحْمَنِ - وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكَافِرِينَ عَسِيرًا ○ (الفرقان : ۲۶)
راج اس دن سچا ہے رحمن کا۔ اور ہے وہ دن منکروں پر مشکل۔

يَوْمَ هُمْ بَارِزُونَ لَا يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ۚ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۖ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ○ (المومن : ۱۶)

جس دن وہ لوگ نکل کھڑے ہوں گے، چھپی نہ رہے گی اللہ پر ان کی کوئی چیز۔ کس کا راج ہے اس دن؟ اللہ کا ہے، جو اکیلا ہے، دباؤ والا۔

جس ملک مطلق اور پادشاہی عام کا ذکر دوسری آیات کریمہ میں ہے قیامت کے دن وہ بلا شرکت غیرے اور واضح و غیر مبہم انداز میں نظر آئے گا۔ دنیا کے جن حکمرانوں اور بادشاہوں کی سلطنت جو اصلاً مستعار و فانی ہے اور اسی مالک الملک کی عطا کردہ ہے نہ تو ہوگی اور نہ نظر آئے گی۔ صرف اسی کی بادشاہت اور اسی کی فرمانروائی نظر آئے گی۔ اللہ تعالیٰ اس دن لوگوں کے درمیان حق و انصاف کے ساتھ فیصلے کرے گا اور اپنی مغفرت و رحمت سے نوازے گا۔ ایمان و عمل صالح والے نعمت والی جنتوں میں ہوں گے اور کفر و شرک والے جہنم کا عذاب بھگتیں گے۔ اس دن وہی اور صرف واحد و قہار ہو گا۔ یہ اس کی خالص اور ظاہر و باہر بادشاہی ہوگی۔ دنیاوی بادشاہی نہیں جس پر اس نے خاص مصلح سے تکوینی حجاب ڈال رکھے ہیں۔

ملک اور پادشاہی میں ویسے بھی تمام اختیارات و تصرفات شامل ہوتے ہیں لہذا مالک کہہ کر ان تمام اختیارات و تصرفات کو سمیٹ لیا گیا ہے۔ پھر اللہ کی پادشاہی اور ملک عام دنیاوی حکمرانوں کی طرح محدود و مقید نہیں کہ بعض اختیارات و تصرفات ہوں اور بعض نہ ہوں۔ ان دونوں میں سب سے بڑا فرق تو یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پادشاہی میں کوئی شریک و سہیم اور مددگار نہیں جبکہ مخلوقات کی پادشاہی مددگاروں اور شریکوں کے تعاون و اشتراک کے بغیر لحظہ بھر کے لئے بھی چل نہیں سکتی۔ اسی فرق کو اللہ تعالیٰ نے دوسرے فرق کی بنیاد بنایا ہے اور اپنی ان صفات پادشاہی اور افعال شہنشاہی کا ذکر کیا ہے جو کسی بادشاہ کو حاصل نہیں ہوتے۔ وہ ہیں خالق و رازق، معبود والد، کائنات کے تسخیر کرنے والے، قدیر و کبیر، واحد و قہار، ولی و نصیر مرجع و ماویٰ، جلانے اور مارنے والے، عذاب و مغفرت عطا کرنے والے اور متعدد دوسرے ایسے صفات و افعال جو اسی کے لئے خاص ہیں۔ آخری اہم بات یہ کہ ان آیات کریمہ میں واضح طور سے اللہ تعالیٰ نے اپنی بادشاہی اور ملک کا تعلق اپنے اسم ذات ”اللہ“ اور دوسرے اسم علم ”رحمن“ کے ساتھ قائم کر کے ”رب“ کے ساتھ بھی جوڑا ہے۔ اس طرح سورۃ فاتحہ کے اسم علم اور اس کی بنیادی صفات ربانی۔ اللہ، رحمن، رحیم، رب اور مالک۔ سب ان آیات ملک میں پائی جاتی ہیں۔

(د) یوم الدین کے معانی

اس آیت کریمہ کے دوسرے جزو فقرہ ”یوم الدین“ کا ذکر تیرہ مقلات پر آیا ہے اور وہ سورۃ فاتحہ کے سوا

حسب ذیل ہیں:

وَإِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ ○ (الحجر: ۳۵)

اور تجھ پر پھٹکار ہے انصاف کے دن تک۔

وَالَّذِي أَطْمَعُ أَنْ يَغْفِرَ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ ○ (الشعراء: ۸۲)

اور وہ جو مجھ کو توقع ہے کہ بخشے میری تقصیر دن انصاف کے

وَقَالُوا يُوَيْلَنَا هَذَا يَوْمُ الدِّينِ ○ هَذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ ○ (الصف: ۲۰-۲۱)

اور کہیں گے، اے خرابی ہماری! یہ آیا دن جزا کا، یہ ہے دن فیصلے کا، جس کو تم جھٹلاتے تھے۔

وَإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِي إِلَى يَوْمِ الدِّينِ ○ (ص: ۷۸)

اور تجھ پر میری پھٹکار ہے، اس جزا کے دن تک۔

يَسْأَلُونَ أَيَّانَ يَوْمُ الدِّينِ ○ يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُونَ ○ ... إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَ

عُيُونٍ ○ (الذريت: ۱۲)

پوچھتے ہیں کب ہے دن انصاف کا؟ جس دن وہ آگ پر اٹھے سیدھے پڑیں گے البتہ ڈروالے باغوں میں ہیں اور چشموں میں۔

هَذَا نَزْلُهُمْ يَوْمَ الدِّينِ ○ (الواقعه: ۵۶)

یہ مہمانی ہے ان کی انصاف کے دن۔

وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بَيَّوْمِ الدِّينِ ○ (المعارج: ۲۶)

اور جو یقین کرتے ہیں انصاف کے دن کو۔

وَكُنَّا نُكَذِّبُ بَيَّوْمِ الدِّينِ ○ (المدثر: ۴۶)

اور ہم تھے جھٹلاتے انصاف کے دن کو

كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُونَ بِالَّذِينَ ○ (الانفطار: ۹)

کوئی نہیں پر تم جھوٹ جاتے ہو انصاف ہونا۔

وَمَا آذْرَبَكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ ○ ثُمَّ مَا آذْرَبَكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ ○ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِنَفْسٍ شَيْئًا وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ

لِلَّهِ ○ (الانفطار: ۱۷-۱۹)

اور تجھ کو کیا خبر ہے کیسا ہے دن انصاف کا؟ پھر بھی تجھ کو کیا خبر ہے کیسا ہے دن انصاف کا؟ جس دن بھلا نہ کر سکے کوئی جی، کسی جی کا کچھ۔ اور حکم اس دن اللہ کا ہے۔

وَيَلْ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ○ الَّذِينَ يُكَذِّبُونَ بَيَّوْمِ الدِّينِ ○ (المطففين: ۱۰-۱۱)

خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی، جو جھوٹ جانتے ہیں انصاف کا دن۔

مذکورہ بالا آیاتِ کریمہ میں اول اور چہارم کا پس منظر یہ ہے کہ ابلیس / شیطان نے اللہ کے حکم کی تعمیل سے انکار کیا تو اس پر لعنت الہی پڑی اور اسے سرکشی کرنے کی قیامت کے دن تک جھوٹ دے دی گئی جیسے دوسرے منکرین و شیاطین کو کچھ مدت تک دی جاتی ہے۔ اس آیت میں بھی یہ مضمر ہے کہ اس دن جب اس کی مہلت ختم ہوگی اس کو اپنے کرتوتوں کا بدلہ ملے گا۔ اور اس کے بعد کی آیات تو واضح طور سے یہ بیان کرتی ہیں۔ دوسری آیتِ کریمہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آرزو بیان کرتی ہے کہ یوم الدین کو ان کا رب ان کی خطا بخش دے گا۔ یہاں بھی جزا کا مفہوم موجود ہے۔ بقیہ آیاتِ مقدسہ میں تیسری چھٹی، آٹھویں، نویں اور بارہویں آیات ان لوگوں کی تکذیب کو بیان کرتی ہیں جو بدلے کے دن کو جھٹلاتے تھے اور ان میں خاص کر تیسری میں فیصلہ الہی کا ذکر موجود ہے اور چھٹی میں ان کہنکاروں اور جھٹلانے والوں کی جہنمی مہمانی کا ذکر کیا گیا جبکہ ان کو گرم کھولتا پانی اور زقوم پلایا کھلایا جائے گا۔ جبکہ پانچویں آیت میں یوم الدین اسے قرار دیا گیا ہے جس دن منکرین دوزخ میں جھوٹے جاتیں گے اور متقی اور تقویٰ والے جنت میں داخل ہوں گے۔ ساتویں ایمان والوں کی روز جزا کی تصدیق بتاتی ہے۔ دسویں۔ گیارہویں آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کے حکم مطلق، امرِ مستقل اور ملکیت تام کی وضاحت کرتی ہے کہ اس دن صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا حکم و فیصلہ ہو گا اور جس دن وہ بڑوں کو عذاب کا اور ایمان والوں کو ثواب کا بدلہ دے گا۔ یہی بدلہ کا دن ہے۔

(س) دین کا مفہوم قرآنی

بعض آیاتِ کریمہ میں ”دین“ کا لفظ جزا کے معنی میں آیا ہے اگرچہ کل مقدمات قرآنی باسٹھ ہیں مگر ان میں دین و مذہب بھی شامل ہے۔ ایسی آیت کریمہ جو دین کے معنی جزا کے بتاتی ہیں حسب ذیل ہیں:

يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ يَوْمَئِذٍ يُوفِّيهِمُ اللَّهُ دِينَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِينُ ۝ (نور: ۲۴-۲۵)

جس دن بتاویں گی ان کی زبانیں، اور ہاتھ، اور پاؤں، جو کچھ کرتے تھے۔ اس دن پوری دے گا ان کو اللہ ان کی سزا جو چاہے اور جانیں گے کہ اللہ وہی ہے، سچا کھولنے والا

إِنَّمَا تُوْعَدُونَ لَصَادِقٍ ۝ وَإِنَّ الدِّينَ لَوَاقِعٌ ۝ (الذّٰرِیٰت ۵-۶)

بے شک جو وعدہ دیا تم کو سچ ہے۔ اور بے شک انصاف ہونا ہے۔

كَلَّا بَلْ تُكْذِبُونَ بِالَّذِينَ ۝ (الانفطار: ۹)

کوئی نہیں، پر تم جھوٹ جانتے ہو انصاف ہونا۔

فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدَ بِالذِّينِ ۝ أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمَ الْحَكِمِينَ ۝ (التین: ۷-۸)

پھر تو اس کے پیچھے کیوں جھٹلاؤ گے بدلہ لانا۔ کیا نہیں ہے اللہ سب حاکموں سے بہتر حاکم؟

أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالْذِّينِ ○ (الماعون : ۱)

تو نے دیکھا؟ وہ جو جھٹلاتا ہے انصاف ہونا۔

ان تمام آیاتِ کریمہ میں واضح طور سے دین کے معنی بدلے اور انصاف کے ہیں جو بُروں کے لئے سزا ہوگی اور اچھوں کے لئے جزا۔ مفسرین کرام نے زیادہ تر سورۃ صافات نمبر ۵۳ سے ”یوم الدین“ کی تشریح کی ہے جو یہ ہے:

إِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا ؕ إِنَّا لَمَدِينُونَ ○ (۵۳ : ۳۷)

کیا جب مر گئے اور ہو گئے مٹی اور ہڈیاں، کیا ہم کو بدل لائے؟

فَلَوْ لَا إِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ ○ تَرْجِعُونَهَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ○ (۵۶ : ۸۶-۸۷)

اگر تم نہیں کسی کے حکم میں، کیوں نہیں پھیر لیتے اس کو؟ اگر تم ہو سچے۔

اس پوری بحث اور آیاتِ کریمہ کے تجزیہ سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو رب العالمین اور ”الرحمن الرحیم“ ہے وہ ”یوم الدین“ کا مالک ہے۔ یعنی ایسے دن کا مالک ہے جو روزِ آخر ہو گا۔ جس دن سب انسان جمع کئے جائیں گے، اور ان کے کاموں کا حساب لیا جائے گا۔ جھٹلانے والوں اور تکذیب کرنے والوں اور انحراف کرنے والوں کو جہنم کی سزا دی جائے گی اور اچھے لوگوں کو، ایمان و عملِ صالح والوں کو اور اطاعت والوں کو جنت کی جزا دی جائے گی۔ اس دن یہ اور سارے فیصلے صرف اللہ رب العالمین کو حاصل ہوں گے کہ ساری ملکیتیں، پادشاہتیں اور حکمرانیاں اس دن ختم ہو جائیں گی اور صرف اللہ کا حکم و فیصلہ اور ملک چلے گا۔ کئی مفسرین کرام نے عقوبتِ الہی کو بھی اس کی رحمت و رحیمیت سے تعبیر کیا ہے یا اسے ربوبیتِ علمہ اور رحمتِ واسعہ کا جزو مانتا ہے اور اس طرح اس کو رحمانِ رحیم سے جوڑ دیا ہے مگر قرآن کریم کی آیاتِ کریمہ سے مالکِ یوم الدین اللہ تعالیٰ کی ایک نئی صفت ثابت ہوتی ہے جو اس کی پادشاہی اور عدل و انصاف کو ثابت کرتی ہے۔

۴۔ چوتھی آیتِ کریمہ

سورۃ فاتحہ کی چوتھی آیتِ کریمہ ”ایک نعبہ وایک نستعین“ ہے۔ پورے قرآن مجید میں لفظ ”ایک“ صرف دو جگہ اسی سورۃ کریمہ میں آیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے آیا ہے۔ اور اس کے لغوی معنی حصر کے ہیں کہ ”صرف تجھ کو / تجھ سے“ اس سے فعل کے معنی میں اختصاص پیدا ہوتا ہے۔ مفسرین کرام اور علمائے لغت اور ماہرینِ معانی و بیان نے ”ایک“ کے مفعول کی فعل پر تقدیم کے سبب حصر اور اختصاص کے معنی بیان کئے ہیں یعنی ”تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے ہم مدد چاہتے ہیں“۔ اس کے علاوہ اس میں نفی غیر کے معانی بھی پیدا ہو جاتے ہیں یعنی ”ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور کسی غیر کی نہیں کرتے اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں اور تیرے سوا کسی اور سے نہیں چاہتے“۔

(الف) عبادت کا قرآنی مفہوم

قرآن مجید میں تَعْبُدُ یعنی عبادت کے مختلف صیغے استعمال کئے گئے ہیں: ان میں ”تَعْبُدُ“ سات آیات میں، اَعْبُدُ تیرہ آیات میں، تَعْبُدُ تین آیات میں، تَعْبُدُوا سات میں، تَعْبُدُونَ تینیس میں آیا ہے اور بہت سی آیات میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا حکم مطلق دیا گیا ہے۔ سب سے پہلے ان آیاتِ کریمہ کا ایک مختصر جائزہ جن میں اللہ تعالیٰ اور صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیا گیا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ○ (البقرہ : ۲۱)
لوگو! بندگی کرو اپنے رب کی، جس نے بنایا تم کو، اور تم سے اگلوں کو، شاید تم پرہیزگاری پکڑو۔

وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا (النساء : ۳۶)
اور بندگی کرو اللہ کی، اور ملاؤ مت اس کے ساتھ کسی کو۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ : ... (النحل : ۳۶)

اور ہم نے اٹھائے ہیں ہر امت میں رسول، کہ بندگی کرو اللہ کی، اور بچو ہر دنگے (سرکش) سے۔۔۔

فَأَرْسَلْنَا فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَهِ غَيْرُهُ ۖ أَفَلَا تَتَّقُونَ ○ (المومنون : ۳۲)

پھر بھیجا ہم نے ان میں ایک رسول ان میں کا، کہ بندگی کرو اللہ کی، کوئی نہیں تمہارا حاکم اس کے سوا، پھر کیا تم کو ڈر نہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ○ (الحج : ۷۷)

اے ایمان والو! رکوع کرو اور سجدہ کرو، اور بندگی کرو اپنے رب کی، اور بھلائی کرو، شاید تم بھلا پاؤ۔

فَاسْجُدُوا لِلَّهِ وَاعْبُدُوا ○ (النجم : ۶۲)

سو سجدہ کرو اللہ کے آگے، اور بندگی (کرو)۔

ان کے علاوہ متعدد آیاتِ مطہرہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ رسولوں کے ذریعہ ان کی قوموں کو اور ان کے ذریعہ تمام انسانوں کو صرف اپنی عبادت کرنے کا حکم دیا ہے چنانچہ حضرت عیسیٰ مسیح سے لیکر حضرت نوح تک مختلف انبیاء کرام کے اسمائے گرامی گنائے گئے ہیں جیسے حضرات ہود، صالح، شعیب، ابراہیم علیہم السلام وغیرہ (ملاحظہ ہو سورہ مائدہ نمبر ۷۲، نمبر ۱۱۴، سورہ اعراف نمبر ۵۹، نمبر ۶۵، نمبر ۷۳، نمبر ۸۵، سورہ ہود نمبر ۵۰، نمبر ۶۱، نمبر ۸۴، سورہ المومنون نمبر ۲۳، سورہ النمل نمبر ۲۵، سورہ عنکبوت نمبر ۱۶، نمبر ۳۶ وغیرہ)،

عربی لغت کے اعتبار سے عبادت کے معنی انتہائی فروتنی، عاجزی اور انکسار کے ہیں۔ لیکن ان آیاتِ کریمہ سے عبادت کا جو مفہوم واضح ہوتا ہے اس میں لغوی معانی کے علاوہ اللہ کے آگے رکوع و سجدہ کرنے کا مفہوم بھی واضح طور سے عبادت میں شامل کر دیا گیا ہے۔ اس سے یہ حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ عبادت الہی کی جو قسم اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ مطلوب ہے وہ نماز ہے کیونکہ نماز (صلوٰۃ) ہی میں رکوع و سجدہ ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ عبادت محض رکوع و سجدہ یا

نماز کی صورت و ہیئت نہیں ہے بلکہ وہ دل سے اللہ تعالیٰ کے سامنے تذلل کرنے اور اس سے خشوع و خضوع کرنے کا نام بھی ہے اور جسمانی طور سے اس کے آگے جھکنے اور سجدہ ریز ہونے کا بھی۔ تاکہ جسم و جان، مادہ و روح جن کے امتزاج سے انسان عبارت ہے دونوں یک وقت اپنے اللہ اپنے رب العالمین اور اپنے رحمن و رحیم مالک کے آگے فروتنی اور تذلل کا اظہار و مظاہرہ کریں۔ سجدہ کرنے کو سورہ فصلت / لحم السجدہ نمبر ۲ کی آیت کریمہ میں عبادت کرنے کا لازمی حصہ قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

... لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ○
(لحم السجدہ ۳۷)

سجدہ نہ کرو سورج کو، اور نہ چاند کو، اور سجدہ کرو اللہ کو جس نے وہ بنائے، اگر تم اسی کو پوجتے ہو۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کرنے کا حکم دیا تھا اس میں نماز کو اپنے ذکر کے لئے قائم کرنے کا حکم بھی تھا (طہ نمبر ۱۴) اسی طرح عبادت میں دین کو خالص کرنے کا مفہوم بھی شامل کیا گیا ہے۔ سورہ البینہ نمبر ۵ میں ارشاد الہی یوں ہے:

وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقِيَمَةِ ○

اور ان کو حکم یہی ہوا کہ عبادت کریں اللہ کی، نری کر کر اس کے واسطے بندگی، ابراہیم کی راہ پر اور کھڑی کریں نماز، اور دیں زکوٰۃ، اور یہ ہے راہ مضبوط لوگوں کی۔

اس آیت کریمہ میں نماز کے ساتھ زکوٰۃ کو بھی عبادت الہی میں شامل کیا گیا ہے اور اسی طرح اس کو دین خالص اور دین قیم کہا گیا ہے۔ دین کو خالص کرنے کی عبادت کے ساتھ شامل کرنے کی وضاحت اور کئی آیات کریمہ میں بھی کئی گئی ہے (الزمر نمبر ۲، نمبر ۱۱، نمبر ۱۴ وغیرہ) اسی طرح اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کو بھی اللہ کی عبادت کہا گیا ہے جیسا کہ سورہ البقرہ نمبر ۱۷۲ سورہ النحل نمبر ۱۱۴، سورہ زمر نمبر ۶۶ میں ارشاد ربانی ہے:

... وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ○ (البقرہ: ۱۷۲)
اور شکر کرو اللہ کا، اگر تم اسی کے بندے ہو۔

... وَاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ○
اور شکر کرو اللہ کی نعمت کا، اگر تم اسی کو پوجتے ہو۔

... بَلِ اللَّهُ فَاغْبُذْ وَكُنْ مِنَ الشَّكِرِينَ ○ (الزمر: ۶۶)

بلکہ اللہ ہی کو پوج، اور رہ حق مانتے والوں میں (شکر کرنے والوں میں)۔

سورہ ہود نمبر ۲۳ میں اس کی عبادت کرنے کے ساتھ اس میں توکل کو بھی شامل کر دیا گیا ہے جبکہ سورہ مریم نمبر ۶۵

میں عبادت و صبر کو عبادت کے لئے لازم و ملزوم قرار دیا گیا ہے۔ سورہ نوح نمبر ۳ میں حضرت نوح نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے، اس کا تقویٰ اختیار کرنے اور اپنی اطاعت کرنے کا حکم دیا تھا۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ عبادت میں تقویٰ اور اطاعت بھی شامل ہے۔ بیشتر آیات کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں جہاں عبادت کو مطلق استعمال کیا گیا ہے اس سے اطاعت و فرمانبرداری ہی مقصود و مطلوب ہے۔ کیونکہ عبادت تو اطاعتِ مطلقہ تامہ کی ایک شاخ یا ایک جزئیہ ہے۔ پھر اسلام نے قرآن مجید کی آیت کریمہ کی شکل میں سب سے پہلے اور احادیث و آثار اور روایات میں اس کے بعد عبادت کا جو مفہوم پیش کیا ہے وہ دوسرے مذاہب و ادیان اور مکاتب فکر کی عبادت کے تصور سے بالکل مختلف ہے۔ ان میں دیوی / دیوتا یا معبود باطل کی پوجا پاٹھ کا ایک رسمی طریقہ ہے اور اس کے رسوم و آداب بجالانے سے ان کی عبادت اور پوجا پوری ہو جاتی ہے جبکہ اسلام میں عبادت کا مفہوم مختصر الفاظ میں یہ ہے کہ زندگی کے ہر شعبہ میں خواہ اس کا تعلق دین و مذہب سے ہو یا سیاست و سماج اور تہذیب سے احکامِ الہی کی تعمیل کی جائے۔ یہاں اسلام کی گرفت سے یا عبادت کے حصار سے کوئی شے، کوئی فعل و عمل اور کوئی قول خارج نہیں ہے۔ اس پر بس ایمان و احتساب یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل اور تعمیل ارشادِ الہی پر اس سے اجر و ثواب کی امید رکھنے کی شرط ہے۔ جن لوگوں نے اسلام و قرآن کے اس تصور عبادت کو نہیں سمجھا ہے ان کو قدم قدم پر ٹھوکر کھیں لگی ہیں اور اس کے نتیجہ میں انہوں نے دوسرے ادیان و مذاہب کے افکار کج سے متاثر ہو کر دین و دنیا کی تفریق کی ہے اور تصور عبادتِ الہی کو خبط کر دیا ہے۔

قرآن مجید سے اس تصور عبادت کی کافی وضاحت تو مذکورہ بالا آیات کریمہ سے ہوتی ہی ہے لیکن اس ضمن میں سب سے اہم وہ آیات مبارکہ ہیں جن میں انسان و کائنات کی تخلیق ربانی کی علت و وجہ بلکہ غایت بیان کی گئی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝ (الذّٰرِیٰۃ ۵۶)

اور میں نے جو بنائے ہیں جن اور آدمی، سوا اپنی بندگی کو۔

یہی مفہوم سورہ یٰس نمبر ۲۲ میں اس طرح بیان ہوا ہے:

وَمَا لِيَ لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي (یٰس: ۲۲)

”اور مجھ کو کیا ہے کہ میں بندگی نہ کروں اس کی، جس نے مجھ کو بنایا۔“

تمام انبیاء، صالحین اور اہل ایمان تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہی رہے ہیں مگر کائنات کی ہر شے اس کی عبادت ہے جیسا کہ متعدد آیات کریمہ میں صراحتاً ضمناً ذکر آیا ہے۔ ظاہر ہے کہ تخلیق کائنات کی اس غایتِ علیا کا مقصود صرف یہ نہیں کہ بندگی کی چند رسوم بجالائی جائیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی تمام امور و معاملات میں اطاعت ہی کا نام عبادت ہے۔ اس کا مزید ثبوت اس حقیقت سے ملتا ہے کہ انسان کا اصل اور سب سے بڑا نام ”عبد“ (بندہ) یعنی عبادت گزار ہے۔ یہی افضل نام جس سے انسان کا شرف پیدا ہوتا اور قائم رہتا ہے تمام انبیاء و مرسلین کو عطا کیا گیا اور اسی سے سید المرسلین صلی اللہ

علیہ وسلم بھی مشرف و ممتاز ہوئے (جیسا کہ سورۃ نساء نمبر ۱۷۲، اسراء نمبر ۳، کہف نمبر ۶۵، مریم نمبر ۳۰، ص نمبر ۴۴، زخرف نمبر ۵۹، جن نمبر ۱۹، علق نمبر ۱۰ اور متعدد آیات کریمہ جو ”العباد“ ”عبادنا“ ”عبادہ“ ”عبادی“ وغیرہ کے ذریعہ پورے قرآن کریم میں موجود ہیں واضح ہوتا ہے۔ اللہ نے عبد کو دوسرے امتیازات پر بھی اسی وجہ سے مقدم رکھا ہے امام راغب اور حافظ ابن کثیر اور بہت سے مفسرین کرام نے اس آیت کریمہ میں عبد / عبادت سے اللہ تعالیٰ کی توحید کے اثبات اور شرک کی نفی و تردید کا مضمون بھی نکالا ہے۔ جو ایک کی ضمیر اور مفعول کی فعل پر تقدیم سے مزید مؤکد ہو گیا ہے۔ مولانا مودودی نے عبادت کے مفہوم میں تین چیزیں شامل کی ہیں: ”پوجا اور پرستش، اطاعت اور فرمانبرداری اور بندگی اور غلامی۔ اس مقام پر تینوں معنی یک وقت مراد ہیں۔“ یہ تعبیر عبادت الہی کے مفہوم کو صحیح تر اور وسیع تر دائرے میں پیش کرتی ہے۔

(ب) استعانت کے قرآنی معنی

اس آیت کریمہ کا دوسرا جزئیہ ”وایاک نستعین“ ہے۔ عربی لغت کے اعتبار سے اس کا مفہوم ہے ”کسی سے جو اس کی استطاعت و طاقت اور میلان رکھتا ہے مدد اور اعانت چاہنا۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کی تمام امور و معاملات میں اطاعت کی جائے اور اس کے ساتھ ساتھ ان کی انجام دہی میں اللہ تعالیٰ کی ہی جناب سے مدد اور اعانت کی دعا بھی کی جائے کیونکہ بغیر اس کی اعانت و امداد کے ان کا انجام دینا ناممکن ہے۔ بیشتر مفسرین نے جن میں حافظ ابن کثیر وغیرہ بھی شامل ہیں اس سے یہ مراد لیا ہے کہ عبادت میں جس طرح توحید الہی کا اقرار ہے اسی طرح استعانت میں اس کے شرک سے براءت کا اعلان بھی ہے۔ بعض دوسرے مفسرین کرام نے یہ بھی لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی سے استعانت جائز نہیں ہے کہ وہ شرک کو لازم ہے۔ بعض نے استعانت کو عبادت کے لئے لازم بتایا ہے کہ عبادت الہی پر اس سے اس کی اپنی اعانت چاہی گئی ہے۔ قرآن مجید کی کئی آیات سے ان مفہیم و معانی کی توثیق و تصدیق ہوتی ہے۔ لفظ ”نستعین“ قرآن مجید میں صرف سورۃ فاتحہ میں آیا ہے۔ اللہ سے مدد مانگنے اور استعانت کرنے کا حکم تین اور آیات کریمہ میں دیا گیا ہے:

وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ ۖ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ ۝ (البقرہ: ۴۵)

اور قوت پکڑو و محنت سہارنے سے، اور نماز سے، اور البتہ وہ بھاری ہے، مگر انہیں پر جن کے دل پکھلے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ ۖ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝ (البقرہ: ۱۵۳)

اے مسلمانو! قوت پکڑو و ثابت رہنے اور نماز سے بیشک اللہ ساتھ ہے ثابت رہنے والوں کے۔

قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ وَاصْبِرُوا ۚ إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ ۖ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۚ وَالْعَاقِبَةُ

لِلْمُتَّقِينَ ۝ (الاعراف: ۱۲۸)

موسیٰ نے کہا اپنی قوم کو، مدد مانگو اللہ سے، اور ثابت رہو۔ زمین ہے اللہ کی، اس کا وارث کرے جس کو چاہے اپنے

بندوں میں۔ اور آخر بھلا ہے ڈر والوں کا۔

پہلی دو آیاتِ کریمہ میں صبر و نماز کے ذریعہ استعانت کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور تیسری میں بھی صبر کرنے کا حکم موجود ہے۔ اس میں اللہ سے استعانت کا واضح ذکر ہے۔ لہذا یہ ثابت ہوا کہ صرف اللہ تعالیٰ سے استعانت کرنی چاہئے اور اس کی اعانت سے مستفید ہونے کا بہترین طریقہ نماز اور صبر ہے۔

دو مزید آیاتِ مبارکہ میں یہ تصریح کر دی گئی کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی استعانت کے لائق و قابل ہے:

... فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ۝ (یوسف ۱۸)

اب صبر ہی بن آوے، اور اللہ ہی سے مدد مانگتا ہوں، اس بات پر جو بتاتے ہو۔

قُلْ رَبِّ احْكُم بِالْحَقِّ ۗ وَرَبُّنَا الرَّحْمَنُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ۝ (الانبیاء: ۱۱۲)

رسول نے کہا، اے رب! فیصلہ کر انصاف کا۔ اور رب ہمارا رحمن ہے، اسی سے مدد مانگتے ہیں ان باتوں پر جو تم بناتے

ہو۔

ان دونوں آیاتِ مبارکہ میں حضرت یعقوب علیہ السلام اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے اللہ تعالیٰ کو ”مستعان“ کہا گیا ہے اور آخری آیت میں تو حسن اتفاق سے ”رب“ اور ”رحمن“ کے دو الفاظ مشترک بھی موجود ہیں۔ ان سے اور اللہ کے اسمائے جلال سے بھی یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اس کے سوا اور کوئی معین و مددگار ہو ہی نہیں سکتا۔ عبادت میں بھی یہ مفہوم موجود ہے کیونکہ جس کی عبادت کی جاتی ہے اس سے استعانت بھی کی جاتی ہے۔

حافظ ابن کثیر نے بعض سلف سے نقل کیا ہے کہ قرآن مجید کالب لباب اور خلاصہ سورۃ فاتحہ میں موجود ہے اور سورۃ فاتحہ کالب لباب اس آیتِ کریمہ ”ایک نعبہ وایک نستعین“ میں موجود ہے۔ وہ حدیث قدسی کے مطابق بندہ اور اس کے معبود کے درمیان آیتِ مشترکہ ہے کہ پروردگار اپنے فضل و کرم سے بندہ کو وہ عطا کرتا ہے جو وہ مانگتا ہے۔ اس نکتہ پر دراصل امام ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم نے بہت طویل اور عمدہ بحث اپنی اپنی تفاسیر (بالترتیب دقائق التفسیر اور التفسیر القیم) میں کی ہے حافظ موصوف فرماتے ہیں کہ ”خلق و امر، کتاب و شریعت اور ثواب و عقاب کی انہی دونوں کلموں پر انتہا ہوئی ہے اور انہیں دونوں پر عبودیت اور توحید کا مدار ہے۔ حتیٰ کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک سو چار کتابیں نازل کیں اور ان کے تمام معانی تورات، انجیل، اور زبور میں جمع کر دئے اور ان تینوں کے معانی قرآن کریم میں جمع کر دئے، قرآن کریم کے تمام معانی مفصل (سورتوں) میں اور مفصل (سورتوں) کے معانی فاتحہ میں اور فاتحہ کے معانی ”ایک نعبہ وایک نستعین“ میں جمع کر دئے ہیں۔“ (التفسیر القیم، مکہ مکرمہ ۱۹۴۹ء ص ۶۵)۔

۵۔ پانچویں آیتِ کریمہ

(الف) ہدایت کا مفہوم

سورۃ فاتحہ کی پانچویں آیتِ کریمہ ”اهدنا الصراط المستقیم“ کا مفہوم یہ ہے کہ ”ہم کو سیدھے راستے کی ہدایت عطا

فرما اور اس پر چلا۔ عربی لغت کے اعتبار سے ”اِهْدِنَا“ کے معنی ہیں کہ ہدایت و توفیق کے ساتھ اور کمال مہر و محبت سے ہم کو دکھا اور چلا۔ اس میں صرف ارشاد کر دینے اور بتا دینے یا رہنمائی کر دینے کے معنی نہیں بلکہ اس کے ساتھ اس پر چلانے کے بھی ہیں۔ قرآن مجید میں ”اِهْدِنَا“ صرف دو آیات کریمہ میں استعمال ہوا ہے۔ دوسری آیت سورہ ص نمبر ۲۲ ہے جس میں ارشاد الہی ہے:

اِذْ دَخَلُوا عَلَىٰ دَاوُدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوا لَا تَخَفْ ۚ خَصِمَنَّ بَنِي بَعْضُنَا عَلَىٰ بَعْضٍ فَاحْكُم بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَا إِلَىٰ سَوَاءِ الصِّرَاطِ ۝ (سورہ ص ۲۲)

جب پیٹھ (گھس) آئے داؤد پاس، تو ان سے کھبرایا، وہ بولے مت کھبرا، ہم دو جھگڑتے ہیں، زیادتی کی ہے ایک نے دوسرے پر، سو فیصلہ کر دے ہم میں انصاف کا۔ اور دور نہ ڈال بات کو۔ اور بتا دے ہم کو سیدھی راہ۔

اس آیت کا پس و پیش منظر یہ ہے کہ دو شخصوں میں ایک بات پر جھگڑا ہوا تو وہ اپنے وقت کے پیغمبر الہی اور بادشاہ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس فیصلہ کرانے آئے اور حق و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے کی درخواست کی۔ اس میں سیدھی راہ بتانے کے معنی صرف یہ نہیں کہ ان کو فتویٰ دے دیا جاتا بلکہ ان کے تنازعہ کا تصفیہ کرنا بھی شامل تھا اور اسی کو سیدھی راہ بتانے سے تعبیر کیا گیا۔ یعنی صحیح فیصلہ کر کے اس کو نافذ بھی کیجئے۔ جسے استعارہ و کنایہ کی زبان میں کہا گیا کہ ہم کو سیدھی راہ بتا کر اس پر چلائے بھی۔ اسی معنی میں سورہ صافات نمبر ۲۳ میں ہدایت کے معنی ہیں:

أَحْشَرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَاَرْوَا جَهُمْ وَمَا كَانُوا يَعْبُدُونَ ۝ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَاهْدُوهُمْ إِلَىٰ صِرَاطِ الْجَحِيمِ ۝ (۳۷ : ۲۲-۲۳)

جمع کرو گنہگاروں کو، اور ان کے جوڑوں کو، اور جو کچھ پوجتے تھے، اللہ کے سوا، پھر چلاؤ ان کو راہ پر دوزخ کی۔

آیت کریمہ کا موقع محل یہ ہے کہ قیامت کے دن جب فیصلہ الہی ہو گا تو فرشتوں کو اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ ظالموں اور مشرکوں کو جہنم میں جھونک دو۔ اس کو دوزخ کی راہ پر چلانے سے تعبیر کیا گیا۔ محض ارشاد و رہنمائی کر دینے سے اس کا مفہوم نہیں نکلتا کیونکہ راستہ بتا دینے اور رہنمائی کر دینے سے یہ لازمی نہیں کہ سالک اس راہ پر چل بھی پڑے، وہ کسی دوسری راہ پر جاسکتا ہے، سرے سے چلنے سے رک سکتا ہے۔ لہذا یہ ضروری ہے کہ اسے اس راہ مطلوب پر چلا بھی دیا جائے تاکہ وہ اپنی منزل مقصود تک پہنچ ہی جائے۔ اس لئے اس دعائے بشری میں جو سورہ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو سکھائی یہ مفہوم لازمی طور سے موجود ہے کہ پروردگار! ہم کو اس سیدھی راہ کی رہنمائی کر کے اس پر چلا بھی دے۔

ہدایت کا یہی مفہوم قرآن مجید کی بہت سی آیات سے واضح ہوتا ہے۔ چند بطور مثال پیش ہیں:

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَىٰ اللَّهُ فَبِهَدْيِهِمْ أَتَقْتَدُونَ ۚ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا ۖ إِنِّ هُوَ الْاِذْ ذِكْرِي لِلْعَالَمِينَ ۝ (الانعام ۹۰)

وہ لوگ تھے جن کو ہدایت دی اللہ نے، سو تو چل ان کی راہ، تو کہہ، میں نہیں مانگتا تم سے اس پر کچھ مزدوری، یہ محض نصیحت ہے جہان کے لوگوں کو۔

وَعَلَى اللَّهِ فَضْلُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا جَاذِرٌ ۖ وَلَوْ شَاءَ لَهَدَيْكُمْ أَجْمَعِينَ ○ (النحل ۹)

اور اللہ پر پہنچتی ہے سیدھی راہ، اور کوئی راہ کج بھی ہے۔ اور وہ چاہے تو راہ دے تم سب کو۔

وَحَاجَّةٌ قَوْمُهُ ۖ قَالَ اتَّخَذَ جُؤُنَيْي فِي اللَّهِ وَقَدْ هَدِينِ ۖ وَلَا أَخَافُ مَا تُشْرِكُونَ بِهِ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبِّي شَيْئًا ۖ

وَسَبَّحَ رَبِّي كُلُّ شَيْءٍ عِلْمًا ۖ أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ ○ (انعام ۸۰)

اور اس سے جھگڑی اس کی قوم، بولا تم مجھ سے جھگڑتے ہو اللہ پر؟ اور وہ مجھ کو سو جھاچکا۔ اور میں ڈرتا نہیں ان سے، جن کو شریک ٹھہراتے ہو اس کا۔ مگر کہ میرا رب کچھ چاہے۔ سمائی ہے میرے رب کے علم میں سب چیز کو، کیا تم دھیان نہیں کرتے۔

وَمَا لَنَا إِلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللَّهِ وَقَدْ هَدَيْنَا سُبُلَنَا ۖ وَلَنْصَبِرَنَّ عَلَىٰ مَا آذَيْتُمُونَا ۖ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ

الْمُتَوَكِّلُونَ ○ (ابراہیم ۱۲)

اور ہم کو کیا ہوا کہ بھروسہ نہ کریں اللہ پر، اور وہ سو جھاچکا ہم کو ہماری راہیں اور ہم صبر کریں گے ایذا پر جو ہم کو دیتے ہو، اور اللہ پر بھروسہ چاہئے بھروسے والوں کو۔

أَوْ تَقُولَ لَوْ أَنَّ اللَّهَ هَدَانِي لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ○ (الزمر نمبر ۵۷)

یا کہنے لگے، اگر اللہ مجھ کو راہ دیتا، تو میں ہوتا ڈرنے والوں میں۔

الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ ۖ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمْ أُولُوا

الْأَلْبَابِ ○ (الزمر : ۱۸)

جو سنتے ہیں بات، پھر چلتے ہیں اس کے نیک پر۔ وہی ہیں جن کو راہ دی اللہ نے، اور وہی ہیں عقل والے۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ○ (آل عمران : ۸)

اے رب، ہمارے دل نہ پھیر، جب ہم کو ہدایت دے چکا، اور دے ہم کو اپنے ہاں سے مہربانی، تو ہی ہے سب دینے والا۔

وَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ۖ كُلًّا هَدَيْنَا ۖ وَنُوحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ ۚ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ ۚ وَأَيُّوبَ

وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ ۖ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ○ (الانعام ۸۴)

اور اس کو بخشا ہم نے اسحاق و یعقوب، سب کو ہدایت دی، اور نوح کو ہدایت دی ان سب سے پہلے اور اس کی اولاد میں داؤد اور سلیمان کو، اور ایوب اور یوسف کو، اور موسیٰ اور ہارون کو، اور ہم یوں بدلادیتے ہیں نیک کلام والوں کو۔

إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا ۖ وَإِمَّا كَفُورًا ○ (الانسان / الدهر ۳)

ہم نے اس کو سوجھائی راہ، یا حق مانتا یا ناشکر (ہونا)۔

يَا بَنِي آدَمُ قَدْ جَاءَنِي مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِي أَهْدِكُ صِرَاطًا سَوِيًّا ○ (مریم : ۴۳)

اے بپ میرے! مجھ کو آئی ہے خبر ایک چیز کی، جو تجھ کو نہیں آئی، سو میری راہ چل، سوجھا دوں تجھ کو سیدھی راہ۔

اِنَّكَ لَا تُهْدِي مَنْ اَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ : وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ○ (القصص : ۵۶)

تو راہ پر نہیں لاتا جس کو چاہے، پر اللہ راہ پر لائے جس کو چاہے۔ اور وہی خوب جانتا ہے جو راہ پر آویں گے۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِيْهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ○ (العنکبوت : ۶۹)

اور جنہوں نے محنت کی ہمارے واسطے ہم سوجھا دیں گے ان کو اپنی راہیں اور بیشک اللہ ساتھ ہے نیکی والوں کے۔

ہدایت کے اس معنی و مفہوم کی آیاتِ کریمہ بشمار ہیں جو رہنمائی کے ساتھ ساتھ راہ پر چلانے کا مفہوم بتاتی

ہیں۔ مذکورہ بالا آیاتِ کریمہ میں ہدایت اسی معنی میں آئی ہے۔ اصل ہدایت کو اللہ تعالیٰ کا قصد و ارادہ کر کے اسی کی

خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرنا ہے اور اس کی اصل رہنمائی اور اس سے حقیقی بہرہ مندی اس کے عظیم، رسولوں

نے فراہم کی تھی۔ لہذا رسولوں کی پیروی کو ہدایت کہا گیا ہے نہ کہ صرف ان کے راستے کو جان لینے اور اس کی رہنمائی پالینے

کو کہا گیا۔ ہدایت الہی کا مطلب ہے کہ اس کے پانے والوں میں خوف و خشیت الہی ہو اور غیر اللہ کا کوئی ڈرنہ ہو۔ وہ

اللہ ہی پر توکل کریں، اسی کا تقویٰ اختیار کریں اس راہ میں جو ایذا و تکلیف ملے اس پر صبر کریں۔ احکام الہی اور وحی

ربانی میں سے جو کچھ ان کے گوش گزار ہو اس میں سے سب سے اچھے احسن یا عزیمت والے راستے کی پیروی کریں۔

تعمیل احکام و اتباع وحی کو ہی ہدایت قرار دیا گیا ہے۔ صبر شکر کرنے، احسان و عمل صالح کرنے اور شکر ادا کرنے کو

ہدایت بتایا گیا ہے جبکہ ان کے برعکس جزع و فزع کرنے سے برے کاموں کا ارتکاب کرنے سے اور کفر و ناشکری کرنے

سے روکا گیا ہے کہ وہ ہدایت یافتہ لوگوں کا کام ہے ہی نہیں۔ رسولوں کی سچی پیروی اور اللہ تعالیٰ کے احکام و فرامین کی

خالص تعمیل کو ہدایت بتایا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ صرف اچھے کام کی طرف اشارہ و ارشاد کرنا ہدایت نہیں ہے بلکہ تبلیغ ہے

اور ہدایت کرنا اس راہ پر حقیقت میں چلانا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسے سید المرسلین اور عظیم

ترین پیغمبر کو بھی کہا دیا گیا کہ ہدایت دینا آپ کا کام نہیں۔ آپ کا کام اور فریضہ تو بس لوگوں کو تبلیغ کرنا اور اللہ کا

پیغام پونہچانا ہے۔ اس کی ہدایت دینا اور ان پر چلانا تو اللہ کا کام ہے اور اسی ہدایت کی دعا بندوں کو سورہ فاتحہ میں

سکھائی گئی ہے۔

(ب) صراطِ مستقیم کی مراد و ماہیت

(الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِیْمُ) کے معنی عربی لغت کے لحاظ سے ایسی راہ کے ہیں جو سیدھی ہو اور جس میں کوئی کجی نہ ہو۔

قرآن مجید میں یہ ترکیب متعدد آیات میں مختلف مواقع پر مختلف مناسبت سے آئی ہے۔ ایک تجزیہ کے مطابق وہ معرف

یا نکرہ پچیس آیاتِ کریمہ میں آئی ہے اور بعض دوسرے انداز سے بھی اس کو مختلف مقلات پر لایا گیا ہے۔ ان میں

، صِرَاطَ الْمُسْتَقِيمِ ، صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا صِرَاطٌ عَلَى مُسْتَقِيمٍ صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيمًا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا
ہیں۔ پہلے ان آیاتِ کریمہ کا مطالعہ جن میں سورۃ فاتحہ کی مانند معرفہ ”الصراط المستقیم“ لائی گئی ہے: دل چسپ بات یہ
ہے کہ وہ صرف ایک اور آیت میں ہے جو حسب ذیل ہے۔

وَهَذَيْنِهَا الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيمُ ○ (الصَّفَّت ۱۱۸)
اور سو جھائی (ہم نے) ان (دونوں) کو سیدھی راہ۔

زیادہ تر وہ نکرہ ”صراط مستقیم“ آئی ہے اور وہ تمام آیات بالترتیب حسب ذیل ہیں:
سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَهُمْ عَن قِبَلِهِمُ الَّذِي كَانُوا عَلَيْهَا ۚ قُلْ لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ يَهْدِي
مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ○ (البقرہ ۱۴۲)
اب کہیں گے بے وقوف لوگ، کابے پر پھر گئے مسلمان اپنے قبلے سے، جس پر تھے۔ تو کہہ، اللہ کی ہے مشرق اور
مغرب۔ چلاوے جس کو چاہے سیدھی راہ۔

... فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ ۚ وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ
مُسْتَقِيمٍ ○ (البقرہ: ۲۱۳)
۔۔۔ پھر اب راہ دی اللہ نے ایمان والوں کو اس سچی بات کی جس میں وہ جھگڑ رہے تھے اپنے حکم سے۔ اور اللہ چلاوے
جس کو چاہے سیدھی راہ۔

إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ○ (آل عمران: ۵۱)
بے شک اللہ ہے، رب میرا، اور رب تمہارا، سو اس کو بندگی کرو۔ یہ سیدھی راہ ہے۔
وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ وَأَنْتُمْ تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ آيَاتُ اللَّهِ وَفِيكُمْ رَسُولُهُ ۚ وَمَنْ يَعْقِصَ بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَى
صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ○ (آل عمران: ۱۰۱)
اور تم کس طرح منکر ہو؟ اور تم پر پڑھی جاتی ہیں، آیتیں اللہ کی، اور تم میں اس کا رسول ہے۔ اور جو کوئی مضبوط پکڑے
اللہ کو، وہ پہنچا سیدھی راہ پر۔

يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى
صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ○ (المائدہ: ۱۶)
جس سے اللہ راہ پر لاتا ہے، جو کوئی تابع ہوا اس کی رضا کا، بچاؤ کی راہ پر، اور ان کو نکالتا ہے اندھیروں سے روشنی میں،
اپنے حکم سے، اور ان کو چلاتا ہے سیدھی راہ۔

وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا صُمُّ وَبُكْمٌ فِي الظُّلُمَاتِ ۚ مَنْ يَشِئِ اللَّهُ يَضِلُّهُ ۚ وَمَنْ يَشِئِ اللَّهُ يَجْعَلْهُ عَلَى صِرَاطٍ
مُسْتَقِيمٍ ○ (الانعام: ۳۹)

اور وہ جو جھٹلاتے ہیں ہماری آیتیں، بہرے اور کونگے ہیں اندھیروں میں۔ جس کو چاہے، اللہ گمراہ کرے، اور جس کو چاہے ڈال دے سیدھی راہ پر۔

وَمِنْ آبَائِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ ۖ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ (الانعام : ۸۷)
اور بعضوں کو ان کے باپ دادوں میں، اور اولاد میں اور بھائیوں میں، اور ان کو ہم نے پسند کیا، اور راہ سیدھی چلایا۔
قُلْ إِنِّي هَدَيْتُ رَبِّي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۖ دِينًا قَبِيلاً ۖ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ (الانعام ۱۶۱)

تو کہہ، مجھ کو تو سوجھائی میرے رب نے، راہ سیدھی، دین صحیح، ملت ابراہیم کی، جو ایک طرف کا تھا، اور نہ تھا شریک والوں میں۔

قَالَ فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ (الاعراف ۱۶)
بولا، تو جیسا تو نے مجھے بد راہ کیا ہے، میں بیٹھوں گا ان کی تاک میں تیری سیدھی راہ پر۔۔۔
وَاللَّهُ يَدْعُوا إِلَى دَارِ السَّلَامِ ۖ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ (يونس ۲۵)
اور اللہ بلاتا ہے سلامتی کے گھر کو۔ اور دکھاتا ہے جس کو چاہے راہ سیدھی۔

إِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ رَبِّي وَرَبِّكُمْ ۖ مَا مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا ۖ إِنَّ رَبِّي عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ (هود ۵۶)

میں نے بھروسہ کیا اللہ پر جو رب ہے میرا اور تمہارا، کوئی نہیں پاؤں دھرنے والا، مگر اس کے ہاتھ میں ہے چوٹی اس کی۔ بیشک میرا رب ہے سیدھی راہ پر۔

وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا رَجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا أَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلَى شَيْءٍ وَهُوَ كَلٌّ عَلَى مَوْلَاهُ ۖ أَيْنَمَا يُوَجِّههُ لَأَيَاتٍ بِخَيْرٍ ۖ هَلْ يَسْتَوِي هُوَ ۖ وَمَنْ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ (النحل : ۷۶)

اور بتائی اللہ نے ایک مثال، دو مرد ہیں، ایک گویا کچھ کام نہیں کر سکتا، اور وہ بوجھ ہے اپنے صاحب پر، جس طرف اس کو بھیجے، کچھ بھلا نہ کر لاوے۔ کہیں برابر ہے وہ، اور ایک شخص، جو حکم کرتا ہے انصاف پر اور ہے سیدھی راہ پر۔

إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلَّهِ حَنِيفًا ۖ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ شَاكِرًا لِّلنِّعَمِ ۖ إِجْتَبَاهُ وَهَدَاهُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ (النحل ۱۲۰-۱۲۱)

اصل (میں) ابراہیم تھا راہ ڈالنے والا، حکم بردار اللہ کا، ایک طرف کا ہو کر اور نہ تھا شریک والوں میں، حق مانتے والا اس کے احسانوں کا، اس کو اللہ نے چن لیا، اور چلایا سیدھی راہ پر۔

وَإِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ۝ (مریم : ۳۶)

اور کہا، بے شک اللہ ہے رب میرا اور رب تمہارا، سو اسی کی بندگی کرو۔ یہ ہے راہ سیدھی۔

وَإِنَّ اللَّهَ هُوَ رَبُّكَ وَرَبُّكُمْ . . . (الزخرف ۶۴)

بیشک اللہ جو ہے وہی ہے۔ رب میرا اور رب تمہارا۔۔۔

وَلْيَعْلَمِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَيُؤْمِنُوا بِهِ فَتُخْبِتَ لَهُ قُلُوبُهُمْ ۗ وَإِنَّ اللَّهَ لَهَادِ الَّذِينَ

أَمِنُوا إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ○ (الحج ۵۴)

اور اس واسطے کہ معلوم کریں جن کو سمجھ ملی ہے، کہ یہ تحقیق ہے تیرے رب کی طرف سے، پھر اس پر یقین لاویں، اور
دیں اس کے آگے ان کے دل، اور اللہ سو جھانے والا ہے یقین لانے والوں کو، سب راہ سیدھی۔

وَإِنَّكَ لَتَدْعُوهُمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ○ (المومنون : ۷۳)

اور تو تو بلاتا ہے ان کو سیدھی راہ پر۔

لَقَدْ أَنْزَلْنَا آيَاتٍ مُبَيِّنَاتٍ ۖ وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ○ (النور : ۴۶)

ہم نے اتار دیں آیتیں کھول (کر) بتانے والی، اور اللہ لاوے جس کو چاہے سیدھی راہ پر۔

يَسَّ ۙ وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ ۝ إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ (يس ۱-۴)

۔۔۔ قسم ہے اس کے قرآن کی، تو تحقیق ہے بھیجے ہوؤں (رسولوں) میں سے، اوپر سیدھی راہ کے۔

وَ أَنْ اعْبُدُونِي ۖ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ○ (يس : ۶۱)

اور یہ کہ پوجو مجھ کو، یہ راہ ہے سیدھی۔

وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا ۚ مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَّهْدِي

بِهِ مَن نَّشَاءُ ۖ مِنْ عِبَادِنَا ۖ وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ○ (الشورى : ۵۲)

اور اسی طرح بھیجا ہم نے تیری طرف ایک فرشتہ اپنے حکم سے، تو نہ جانتا تھا کہ کیا ہے کتاب، اور نہ ایمان، پر ہم نے رکھی

ہے یہ روشنی، اس سے راہ دیتے ہیں جس کو چاہیں اپنے بندوں میں۔ اور تو البتہ سو جھاتا ہے سیدھی راہ۔

فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِي أُوحِيَ إِلَيْكَ ۚ إِنَّكَ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ○ (الزخرف : ۴۳)

سو تو مضبوط رہ، اسی پر جو تجھ کو حکم آیا، تو ہے بیشک سیدھی راہ پر۔

وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُون ۖ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ○ (الزخرف : ۶۱)

اور وہ نشان ہے اس گھڑی کا، سو اس میں دھوکا نہ کرو، اور میرا کہا مانو۔ یہ ایک سیدھی راہ ہے۔

قَالُوا يَقُومُنَا إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا أُنْزِلَ مِنْ ۖ بَعْدِ مُوسَى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ وَإِلَى طَرِيقِ

مُسْتَقِيمٍ ○ (الاحقاف : ۳۰)

بولے، اے قوم ہماری! ہم نے سنی ایک کتاب، جو اتری ہے موسیٰ کے بعد، سچا کرتی سب اکلوں کو، سو جھاتی سچا دین،

اور ایک راہ سیدھی۔

أَفَمَنْ يَمْشِي مُكِبًّا عَلَى وَجْهِهِ أَهْدَىٰ أَمَّنْ يَمْشِي سَوِيًّا عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ○ (الملك : ۲۲)
 بھلا ایک جو چلے اوندھا اپنے منہ پر، وہ سیدھی راہ پاوے؟ یا وہ جو چلے سیدھا ایک سیدھی راہ پر؟
 ان کے علاوہ بعض اور آیات کریمہ اسی مضمون کی دوسرے انداز و اسلوب سے لائی گئی ہیں اور وہ یہ ہیں:
 قَالَ هَذَا صِرَاطٌ عَلَىٰ مُسْتَقِيمٍ ○ (الحجر : ۴۱)

فرمایا، یہ راہ ہے مجھ تک سیدھی۔

... وَلَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ بِهِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ وَأَشَدَّ ثَبَاتًا ○ وَإِذَا لَأَتَيْنَهُمْ مِّنْ لَّدُنَّا أَجْرًا عَظِيمًا ○
 وَلَهَدَيْنَهُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ○ (النساء : ۶۶-۶۸)

اور اگر یہی کریں جو ان کو نصیحت ہوتی ہے، تو ان کے حق میں بہتر ہو، اور زیادہ ثابت ہوں دین میں۔ اور اسی میں ہم دیں ان کو اپنے پاس سے بڑا ثواب، اور چلا دیں ان کو سیدھی راہ۔

فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَاعْتَصَمُوا بِهِ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِي رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۖ وَيَهْدِيهِمْ إِلَيْهِ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ○ (النساء : ۱۷۵)

سو جو یقین لائے اللہ پر، اور اس کو مضبوط پکڑا، تو ان کو داخل کرے گا اپنی مہر میں، اور فضل میں، اور پہونچا دے گا اپنی طرف سیدھی راہ

... وَهَذَا صِرَاطٌ رَبِّكَ مُسْتَقِيمًا ۖ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ ○ (الانعام : ۱۲۷)

اور یہ ہے راہ تیرے رب کی سیدھی، ہم نے کھول دئے نشان، دھیان کرنے والوں کو۔

وَ أَنَّ هَذَا صِرَاطُنِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ۚ ذَلِكُمْ وَصَّكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ○ (الانعام : ۱۵۳)

اور کہا، یہ راہ ہے میری سیدھی، سو اس پر چلو، اور مت چلو کئی راہیں پھر تم کو پھٹا دیں گے اس کی راہ سے۔ یہ کہہ دیا ہے تم کو۔ شاید تم بچتے رہو۔

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا ○ لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ○ (الفتح : ۱-۲)

ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے صریح فیصلہ۔ تا معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہوئے تیرے گناہ، اور جو پیچھے رہے۔ اور پورا کرے تجھ پر اپنا احسان، اور چلا دے تجھ کو سیدھی راہ۔

وَعَدَكُمُ اللَّهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هَذِهِ وَكَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُونَ آيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ○ (الفتح : ۲۰)

وعدہ دیا ہے تم کو اللہ نے بہت غنیمتوں کا، تم ان کو لو گے، سو شتہب ملا دی تم کو یہ، اور رو کے لوگوں کا ہاتھ تم سے، اور

تا ایک نمونہ ہو قدرت کا مسلمانوں کے واسطے، اور چلادے تم کو سیدھی راہ۔

صراطِ مستقیم پر مبنی تمام آیاتِ کریمہ کا اگر بغائر مطالعہ اور بخوبی تجزیہ کیا جائے تو واضح ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے کیا مراد لی ہے؟ مونے طور پر ان آیات کو ہم دو اہم خانوں میں تقسیم کر سکتے ہیں: اول وہ جن میں مطلق ایمان و عمل کو صراطِ مستقیم قرار دیا گیا ہے اور دوم وہ جن میں بعض اہم اصولی اور بنیادی حقائق و تعلیمات کو صراطِ مستقیم بتایا گیا ہے۔ پھر ان میں بھی ان کی اپنی ذیلی تقسیمیں ہیں۔ مطلق کی مثالوں میں پہلے دوسری آیتِ کریمہ آتی ہے جس کے مطابق اہل ایمان کا اختلاف کے بعد حق پالینا صراطِ مستقیم بتایا گیا ہے۔ اسی طرح اللہ کا اعتصام (مضبوطی سے پکڑ لینا)، اس کی رضا کی اتباع کرنا، اللہ کا سلامتی کے گھر (جنت) کی طرف دعوت دینا، رب کریم کی طرف سے حق کے نزول پر ایمان لانا اور اس سے اپنے دل گداز کرنا، وحی الہی کو مضبوطی سے تھامنا (اس سے تمسک کرنا اور اس پر عمل کرنا)، نصیحتِ الہی پر عمل کرنا صراطِ مستقیم پر چلنا ہے جیسا کہ مذکورہ بالا آیاتِ کریمہ میں سے دوسری، چوتھی، پانچویں، دسویں، پندرہویں، سترہویں، اکیسویں، چھبیسویں اور ستائیسویں میں بیان کیا گیا ہے۔ ان میں تیسری اور چودھویں آیات کی دونوں قراءتیں اور انیسویں آیات بہت اہم ہیں جن میں یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ اللہ ہی رب ہے سب کا اور اسی کی عبادت کرنی صراطِ مستقیم پر چلنا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس عبادت میں اطاعت اور رسمی یا دستوری عبادت دونوں شامل ہیں۔ اس کی مزید توضیح ان آیاتِ کریمہ سے ہوتی ہے جن میں رسولوں نے اپنی اتباع کی دعوت دی ہے جیسا کہ بائیسویں اور اسیسویں آیات سے معلوم ہوتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی اپنی ناقابلِ تردید شہادت ہے کہ یہ تمام رسولانِ الہی اور پیغمبرانِ ربانی صراطِ مستقیم پر کاملین، ہدایتِ صحیح سے فیضیاب اور انہیں کے داعی تھے، جیسا کہ ساتویں آیت میں ہے۔ اس کا مزید پس و پیش منظر یہ ہے کہ اس میں متعدد انبیاء کرام کا ذکر خیر آیا ہے جن کا حوالہ اوپر آچکا ہے اور نہ صرف ان کو بلکہ ان کے بعض آباء و اجداد اور ان کے بھائیوں اور اولادوں کو بھی صراطِ مستقیم کا راہرو بتایا گیا ہے۔ پھر خاص طور سے ہمارے حضورِ پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو صراطِ مستقیم کا راہی اور ہدایتِ ربانی سے بہرہ مند بتایا گیا ہے۔ ایسا آٹھویں اور اٹھارویں آیات میں مذکور ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں مزید صراحت کی گئی ہے کہ آپ صراطِ مستقیم کی دعوت دیا کرتے تھے اس سے کتب و سنت دونوں کا طریقہ ہی صراطِ مستقیم ٹھہرتا ہے۔ کہ کتب پر جو عمل آپ نے کیا اور دوسروں کو کر کے دکھایا وہی سنت ہے۔ جیسا کہ آیت نمبر ۱۶ اور نمبر ۲۰ میں ہے۔ جن آیات میں رسولوں کی اتباع کا حوالہ ہے وہ بھی بالواسطہ آپ کی سنت کی اتباع بیان کرتی ہیں۔ بعض آیات میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ کار کو اور ان کے دین کو ”دینِ قیم“ (صحیح دین) اور ”صراطِ مستقیم“ کہا گیا ہے اور اسی پر آپ کے چلنے اور اسی کی طرف آپ کے دعوت دینے کی وضاحت بھی کی گئی ہے جیسا کہ آیت نمبر ۸ اور نمبر ۱۳ میں ہے۔ پھر صرف ایک راہ کو جو راہِ الہی ہے صراطِ مستقیم کہا گیا ہے اور بقیہ راہوں کو تفرقہ میں ڈالنے والی۔ ظاہر ہے کہ وہ شیطانی راہیں ہیں اور خود شیطان کو اعتراف ہے کہ صرف اللہ کی راہ ہی صراطِ مستقیم ہے (آیتِ کریمہ نمبر ۹، نمبر ۲۹)

میں اس کی وضاحت موجود ہے) کئی آیات میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان و عمل والوں کو ہی صراطِ مستقیم کی ہدایت دیتا ہے اور وہی سچا اور اصلی ہدایت بخش ہے (ملاحظہ ہوں آیات نمبر ۲، نمبر ۴، نمبر ۵، نمبر ۶، نمبر ۱۰، نمبر ۱۳، نمبر ۱۵، نمبر ۱۷، نمبر ۳۶، نمبر ۲۷ وغیرہ متعدد آیات کریمہ)۔

بعض مخصوص واقعات و حقائق اور احکام و تعلیمات کو ”صراطِ مستقیم“ سے تعبیر کیا گیا ہے ان میں کعبۃ اللہ کو قبلہ بنانا، اللہ پر توکل کرنا، اس کی عبادت کرنا، عدل کرنا، حضرت عیسیٰ کے نزولِ ثانی کو علامتِ قیامت مانتا، فتحِ مکہ اور صلح حدیبیہ کے واقعات کی روشنی میں صحیح اقدامات کرنا اور مغنم کے حصول کے بعد اور لوگوں کی دست درازی کے رکنے کے نتیجہ میں صحیح حکمتِ عملی اختیار کرنا شامل ہیں۔ پھر کئی آیات میں اللہ تعالیٰ کے صراطِ مستقیم پر ہونے کا ذکر ہے (ملاحظہ ہوں آیات نمبر ۱، نمبر ۱۱، نمبر ۱۲، نمبر ۱۴، نمبر ۲۲، نمبر ۳۰، نمبر ۳۱ نیز آخری نکتہ کے لئے نمبر ۹، نمبر ۱۱، نمبر ۲۵، نمبر ۲۸ وغیرہ) ظاہر ہے کہ یہ بظاہر فروعی مسائل و احکام بھی اطاعتِ ربانی مطلقہ کی جزئیات ہیں اور ان سے مراد اصل میں اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دکھائے ہوئے راستہ کی پیروی کرنا ہے۔ دوسرے الفاظ میں کتابِ الہی اور سنتِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خالص و حقیقی اتباع ہی صراطِ مستقیم پر کامزن ہونے کی ضمانت فراہم کر سکتی ہے اور بقیہ تمام راستوں کی پیروی گمراہی کی طرف ہی لے جاتی ہے۔

اسی صراطِ مستقیم کو اللہ تعالیٰ نے بعض اور تعبیرات کے ذریعہ قرآن مجید کی کئی آیات میں واضح کیا ہے۔ ان میں ”الصِّرَاطُ السَّوِيُّ“ اور ”سَوَاءِ الصِّرَاطِ“ اسی معنی و مفہوم میں ہیں جبکہ ”صِرَاطِ الْحَمِيدِ“ صِرَاطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ“ اور ”صِرَاطِ اللَّهِ“ کہہ کر ان کی بالکل وضاحت کر دی ہے۔ یہ آیات کریمہ بالترتیب یوں ہیں:

قُلْ كُلٌّ مُتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوا ۖ فَسَتَعْلَمُونَ مَنْ أَصْحَبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدَى ۚ (طہ : ۱۳۵)

تو کہہ، ہر کوئی راہ دیکھتا ہے، سو تم راہ دیکھو۔ آگے جان لو گے، کون ہیں سیدھی راہ والے، اور کون سو جھے ہیں راہ۔

... وَاهْدِنَا إِلَى سَوَاءِ الصِّرَاطِ ۝ (ص : ۲۲)

۔۔۔ اور بتادے ہم کو سیدھی راہ۔

وَهْدُوا إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۚ وَهُدُوا إِلَى صِرَاطِ الْحَمِيدِ ۝ (الحج : ۲۴)

اور راہِ پائی انہوں نے ستھری بات کی اور راہِ پائی اس خوبیوں سرا ہے کی راہ۔

الرَّحْمَنُ أَنْزَلَ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۚ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ إِلَى صِرَاطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ۝

اللَّهُ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ ... (ابراہیم : ۱)

ایک کتاب ہے کہ ہم نے اتاری تیری طرف، کہ تو نکالے لوگوں کو اندھیروں سے اجالے کو، ان کے رب کے حکم سے، راہ پر اس زبردست سرا ہے اللہ کی، جس کا ہے سب، جو کچھ آسمانوں و زمین میں۔۔۔

وَيَرَى الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ الَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ هُوَ الْحَقُّ ۖ وَيَهْدِي إِلَى صِرَاطِ الْعَزِيزِ

الحَمِيدُ ○ (سباء ۶)

اور دیکھ لیں جن کو ملی ہے سمجھ، کہ جو تجھ پر اترتا ہے رب سے، وہی ٹھیک ہے۔ اور سو جھاتا ہے راہ اس زبردست خویوں والے کی۔

صِرَاطِ اللَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ لَا إِلَى اللَّهِ تَصِيرُ الْأُمُورُ ○ (الشوریٰ : ۵۳)

راہ اللہ کی، جس کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں۔ سنتا ہے اللہ ہی تک پہنچ ہے کاموں کی۔
ان میں سے پہلی آیت کریمہ میں عذاب الہی سے ہلاک ہونے والے منکروں اور کافروں کو مخاطب کر کے بتایا گیا ہے کہ دراصل رسول کی اتباع کرنے والے اور آیات الہی پر عمل کرنے والے ہی سیدھی راہ کے راہرو اور ہدایت الہی سے سرفراز لوگ ہیں۔ دوسری آیت میں فریقین کے اس مقدمہ کا حوالہ ہے جو انہوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا تھا اور ان سے انصاف کرنے کی درخواست کی تھی۔ یہاں صَوَاءِ الصِّرَاطِ (سیدھی راہ) سے انصاف و عدل مراد لیا گیا ہے اور صِرَاطِ مستقیم پر چلنے کے لئے وہ ناگزیر ہے۔ تیسری آیت میں وضاحت کر دی گئی کہ جن لوگوں کو ایمان و عملِ صالح کی ہدایت ملتی ہے وہ دراصل سیدھے راستہ کی ہدایت ہوتی ہے جو اس طاقتور و محمود ذات والا صفات کی راہ ہے جو اللہ ہے۔ اس کی سب سے خوبصورت وضاحت چوتھی آیت میں کی گئی ہے جہاں عزیز حمید سے مراد اللہ کو لیا گیا ہے جیسا کہ دوسری آیت میں آیا ہے۔ یہی بات پانچویں آیت میں کہی گئی ہے۔ چھٹی آیت دراصل ان تمام آیات کریمہ میں واضح ترین ہے۔ سورۃ شوریٰ نمبر ۵۲ میں جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔ صِرَاطِ مستقیم کی طرف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت دینے کی حقیقت بیان کی گئی ہے اور پھر سورۃ شوریٰ نمبر ۵۳ میں اس کی یہ عظیم ترین صراحت کر دی گئی کہ وہ اس اللہ کی راہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے اور جو تمام امور و معاملات کا منبع و مرجع ہے۔ ظاہر ہے کہ اس توضیح و تشریح کے بعد مزید کسی تشریح کی حاجت نہیں رہتی۔ مفسرین کرام نے بالعموم جو تشریح و تفسیر کی ہے وہ اس صِرَاطِ مستقیم کے کسی ایک پہلو کی ہے۔ زیادہ مفسرین کا بیان یہ ہے کہ وہ طریق واضح ہے جس میں کوئی کمی نہیں۔ پھر بقول حافظ ابن کثیر صراط کی تفسیریں سلف و خلف کے مفسرین کی تعبیرات مختلف ہو گئی ہیں، اگرچہ اہل حاصل شے واحد ہے یعنی اللہ و رسول کی متابعت بلاشبہ یہ جامع ترین تعریف ہے جس میں تمام اقوال و آثارِ صحابہ و تابعین اور احادیثِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شامل ہو جاتی ہیں۔

۶۔ چھٹی آیت کریمہ

(الف) انعام یافتہ سے مراد

اللہ تعالیٰ نے صِرَاطِ مستقیم کی مزید وضاحت سورۃ فاتحہ میں ”صِرَاطِ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ“ فرما کر کر دی۔ اس کو علمائے لغت اور مفسرین کرام نے ”صِرَاطِ مستقیم“ کا بدل قرار دیا ہے۔ یعنی ان لوگوں کی راہ دکھا اور چلا جن پر تو نے

انعام کیا۔ مفسرین کرام نے قرآنی آیات، تفسیری روایات، احادیث نبوی اور آثارِ صحابہ و اقوالِ علماء کی روشنی میں ”الہی انعام یافتہ لوگوں“ سے مراد لینے کے ضمن میں طرح طرح کے اقوال و آرا نقل کی ہیں۔ بیشتر مفسرین عظام نے قرآن مجید کی صرف ایک آیت سورہ نساء نمبر ۶۹ کو نقل کیا ہے جو بڑی وضاحت سے اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ طبقات کا ذکر کرتی ہے:

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ
وَالصَّالِحِينَ ۖ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ۝ (النساء : ۶۹)

اور جو لوگ حکم میں چلتے ہیں اللہ کے اور رسول کے، سوان کے ساتھ ہیں جن کو اللہ نے نوازا، نبی اور صدیق، اور شہید اور نیک بخت اور خوب ہے ان کی رفاقت۔

بلاشبہ یہ آیت کریمہ بڑی جامع ہے اور تمام انعام الہی سے بہرہ مند طبقات کو شامل کر لیتی ہے۔ اسی بنا پر تقریباً تمام مفسرین کرام نے سورہ فاتحہ کی مذکورہ بالا آیت نمبر ۶ کی تفسیر و توضیح اس آیت کریمہ سے کی ہے اور خوب کی ہے۔ حافظ ابن کثیر نے سورہ نساء نمبر ۶۹ کا حوالہ دے کر مختلف اقوالِ صحابہ و تابعین نقل کئے ہیں۔ اسی طرح شاہ عبد القادر دہلوی اور شیخ الہند اور مولانا عثمانی نے ان چاروں طبقات کی تعریف کر کے ان کے ساتھ ان لوگوں کی شمولیت بھی ثابت کی ہے جو اطاعتِ الہی اور اتباعِ رسول کرتے ہیں اگرچہ وہ اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ چاروں طبقات۔ انبیاء، صدیقین، صالحین، اور شہداء سے تعلق نہیں رکھتے۔ مولانا دریابادی لکھتے ہیں کہ ”تعلیمات و ہدایات تو ساری کی ساری قرآن مجید کے لفظ و عبارت میں آگئیں لیکن مشیتِ الہی نے مزید شفقت و کرم سے ان تعلیمات و ہدایات کے عملی نمونے بھی انسانی روح و قالب و بشری صورت و سیرت میں بہ کثرت بھیج دئے کہ اس صراطِ مستقیم پر چلنا اور زیادہ آسان ہو جائے۔ یہ انعام پائے ہوئے لوگ انبیاء و مرسلین ہیں۔ ان کی زندگی کے واقعات و حالات قرآن مجید میں بکثرت نقل ہوئے ہیں، اور ان میں بھی علی الخصوص اس پاکیزہ جماعت کے پاکیزہ ترین سردار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ آپ کی سیرت مبارکہ کا ایک ایک جزئیہ تک محفوظ ہے۔ پھر اس کے بعد آپ کے جو صحیح نائب و جانشین آپ کے معاً بعد ہوئے ہیں، اور پھر ہر دور میں ہوتے آئے ہیں۔ یعنی اولیائے امت یا صدیقین، یا پھر شہیدانِ راہ حق اور عام صالحین، کہ یہ بھی اپنے اپنے درجہ میں نمونہ کا کام اپنے بعد آنے والوں کے لئے دے سکتے ہیں۔“ مولانا دریابادی نے پھر سورہ نساء نمبر ۶۹ نقل کر کے امام طبری اور امام تھانوی کے اقوال نقل کئے ہیں۔ اول الذکر نے یہ نکتہ نکالا ہے کہ انعام الہی سے فیضیابی محض فضلِ الہی ہے۔ ”مرشد تھانوی۔۔۔۔۔ نے فرمایا کہ ”الذین انعمت علیہم“ سے اشارہ اس طرف ہو گیا کہ صراطِ مستقیم میسر نہیں ہوتا بغیر اس کے کہ پیروی اہل صراطِ مستقیم کی کی جائے، اور اس کے لئے محض اوراق و کتب کافی نہیں۔“ مرشد تھانوی کا آخری مقولہ ان کے تصوف و سلوک کا آئینہ دار ہے۔ ورنہ قرآن مجید میں خاص کر اور اسلام میں عام طور سے کتابِ الہی اور سنتِ نبوی کی پیروی کافی ہے۔ اصل یہ ہے کہ ہدایت تو اللہ کا فضل و انعام ہے جو بقول ابن جریر

طبری کسی مطیع کو اس کی اطاعت کے سبب نہیں ملتی بلکہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ملتی ہے۔ ان بشری منونوں کی اطاعت و پیروی سے صراطِ مستقیم کی وضاحت تو ہو جاتی ہے مگر ہدایت کے ملنے کے لئے وہ شرط نہیں ہے سوائے رسولِ الہی صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع و پیروی کے۔ مولانا مودودی نے سورۃ نساء نمبر ۶۹ کا حوالہ نہیں دیا ہے اور اس کی تشریح یہ کی ہے کہ ”یہ اس سیدھے راستے کی تعریف ہے جس کا علم ہم اللہ تعالیٰ سے مانگ رہے ہیں۔ یعنی وہ راستہ جس پر ہمیشہ سے تیرے منظورِ نظر لوگ چلے آ رہے ہیں۔ وہ بے خطا راستہ کہ قدیم ترین زمانے سے آج تک جو شخص اور جو گروہ بھی اس پر چلا وہ تیرے انعامات کا مستحق ہوا اور تیری نعمتوں سے مالا مال ہو کر رہا۔“ مولانا اصلاحی نے بھی اس مقام پر سورۃ نساء نمبر ۶۹ کا ذکر نہیں کیا ہے البتہ انہوں نے ”احدنا الصراط المستقیم“ کو رسالت کی ضرورت پر ایک دلیل مانا ہے اور اطاعتِ الہی کا طریقہ بتانے کے لئے نبیوں اور رسولوں کے بھیجنے کا ذکر کیا ہے۔ مگر انہوں نے ”صراط الذین انعمت علیہم“ سے مراد انعام یافتہ طبقاتِ مذکورہ کا کوئی حوالہ نہیں دیا ہے۔

(ب) انعامِ الہی کا مفہوم قرآنی

یہ صحیح ہے کہ سورۃ نساء نمبر ۶۹ انعامِ الہی سے بہرہ ور طبقات کی واضح اور غیر مبہم نشاندہی کرتی ہے تاہم وہ قرآن مجید میں مذکورہ دوسرے انعام یافتہ لوگوں کی تفصیل و توضیح نہیں فراہم کرتی۔ پھر یہ ایک آیتِ کریمہ سے استشہاد و استدلال کا معاملہ ہے۔ لہذا ضروری ہو جاتا ہے کہ اس امر کا جائزہ لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اور دوسرے طبقات و افراد کے انعام یافتہ ہونے کا ذکر کیا ہے یا نہیں۔ جب ہم اس حقیقت کا جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف مواقع پر متعدد مقامات میں گونا گوں تناسبات کے لحاظ سے اپنے فضل و انعام سے بہرہ مند لوگوں کا ذکر کیا ہے۔ لہذا ذیل میں ان آیاتِ کریمہ کا مطالعہ پیش کیا جا رہا ہے۔

انعام سے متعلق آیاتِ کریمہ مختلف صیغوں میں آئی ہیں۔ ان میں سے اولین تو وہی ہے جس میں سورۃ نساء نمبر ۶۹ ہے یعنی ”انعم اللہ“۔ اس صیغہ اور اسلوب کا ذکر مزید تین آیاتِ کریمہ میں کیا گیا ہے یعنی مائدہ نمبر ۲۳، مریم نمبر ۵۸ اور احزاب نمبر ۲۷۔ جو بالترتیب حسب ذیل ہیں:

قَالَ رَجُلَانِ مِنَ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۖ فَإِذَا دَخَلْتُمُوهُ فَإِنَّكُمْ غَالِبُونَ ۝
وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ (۲۳: ۵)

کہا دو مردوں نے ڈروالوں میں سے، خدا کی نوازش ان دو پر، پیٹھ (کھس) جاؤ ان پر حملہ کر کے دروازے میں، پھر جب تم اس میں پیٹھو (داخل ہو) تو تم غالب ہو۔ اور اللہ پر بھروسہ کرو اگر یقین رکھتے ہو۔

أُولَئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ مِنْ ذُرِّيَةِ آدَمَ ۖ وَبِمَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ ۖ وَمِنْ ذُرِّيَةِ إِبْرَاهِيمَ ۖ وَاسْرَآئِيلَ ۖ وَبِمَنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ۖ إِذِ اتَّخَذُوا الرِّحْلَ خُرُوجًا ۚ وَبِكَيْتَا ۝ (مریم: ۵۸)
وہ لوگ ہیں جن پر نعمت دی اللہ نے پیغمبروں میں، آدم کی اولاد میں اور ان میں جن کو لا دیا ہم نے نوح کے ساتھ، اور ابراہیم کی اولاد میں اور اسرائیل، اور ان میں جن کو ہم نے سوجھ دی، اور پسند کیا۔ جب ان کو سنائیے آیتیں رحمن کی،

کرتے ہیں سجدے میں اور روتے (ہیں)۔

وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ ۚ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ . . . الخ (الاحزاب : ۳۷)

اور جب تو کہنے لگا اس شخص کو، جس پر اللہ نے احسان کیا، اور تو نے احسان کیا، رہنے دے اپنے پاس اپنی جورو، اور ڈر اللہ سے اور تو چھپاتا تھا اپنے دل میں ایک چیز جو اللہ اس کو کھولا چاہتا ہے۔ اور تو ڈرتا تھا لوگوں سے۔۔۔

سورہ مائدہ کی آیت کریمہ میں انعام الہی سے بہرہ یاب جن دو مردوں کا ذکر خیر ہے اس سے حضرات موسیٰ اور ہارون علیہما السلام مراد ہیں جیسا کہ اس سے پیشتر کی آیت کریمہ بتاتی ہیں، اور ان دونوں اولوالعزم پیغمبروں کے انعام الہی سے فیضیاب ہونے کی وجہ ان کی رسالت و نبوت ہے اور ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی انعام نہیں ہو سکتا دوسری آیت کریمہ میں حضرت آدم کی اولاد میں، حضرت نوح کے ساتھ کشتی والوں میں سے اور حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب کی اولاد کے انبیاء اور صالحین کا ذکر بطور انعام یا فتح کان الہی کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ انبیاء کرام تو اللہ تعالیٰ کے عظیم ترین انعام اور اعلیٰ فضل سے بہرہ مند ہوتے ہیں اور حضرت نوح کی کشتی کے اصحاب کرام بھی بہترین انعام الہی سے سرفراز ہوئے تھے۔ ان میں سب سے اہم ایک لحاظ سے تیسری آیت مبارکہ ہے جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر بطور انعام یا فتح ربانی کیا گیا ہے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی حیات مبارک پر نظر کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کو غلامی سے آپ نے آزاد کر کے ان کی پرورش و پرداخت کی، ان کو اپنا فرزند بنایا، تجارت و ہر معاملہ میں شریک رکھا، بعثت مبارکہ کے بعد ان کو سفر و حضر کا ساتھی بنایا، ان کو اسلام کی دولت بخشی، ہجرت مدینہ کے بعد ان کی بہترین مواخاۃ فرمائی، مختلف سرایا میں ان کو امیر بنایا، غزوات کے دوران ان کو مدینہ منورہ میں اپنا نائب و خلیفہ بنا کر نظم و نسق حکومت کا ذمہ دار بنایا، اور دوسری سماجی، سیاسی اور انتظامی ذمہ داریاں سونپیں اور پھر اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب بنت جحش سے ان کی شادی کر کے ان کے سماجی مرتبہ کو بلند و معزز کیا۔ ان سب چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انعام سے تعبیر کیا ہے۔ ان تین آیت کریمہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ انعام الہی کیا ہے۔ نبوت و رسالت کے عظیم ترین منصب اور بلند ترین انعام کے علاوہ صحبت نبوت، عذاب الہی سے تحفظ، ذریت انبیاء کرام میں علیٰ صلح کے ساتھ ہونے کا شرف اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایت و محبتوں کو بھی ”انعام الہی“ شمار کیا گیا ہے۔

اسی زمرہ کی ایک بہت اہم بلکہ اہم ترین آیت کریمہ سورہ انفال نمبر ۵۳ ہے جس میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِعْمَةً أَنْعَمَهَا عَلَىٰ قَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ ۚ وَ أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ○ (الانفال : ۵۳)

یہ اس پر کہا، کہ اللہ بدلنے والا نہیں نعمت کا، جو دی تھی ایک قوم کو جب تک وہ نہ بد لیں اپنے جیوں کی بات، اور اللہ سنتا

ہے جانتا۔

یہ دراصل غیر متبدل قانونِ الہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم / طبقہ / فرد کو اپنی عطا کردہ نعمت اس وقت تک ان سے نہیں چھینتا ہے جب تک وہ اس کو خود نہ بدل ڈالیں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور کفرانِ نعمت کر کے خود کو اس سے محروم کرنے کی سبیل نہ پیدا کر لیں شاہ عبدالقادر دہلوی وغیرہ بعض مفسرین کرام نے صرف ”اعتقاد و نیت“ کے بدلنے کی بات کہی ہے لیکن اگلی پچھلی آیاتِ کریمہ کا سیاق و سباق یہ بتاتا ہے کہ اس میں عقیدہ و فکر کے ساتھ عمل اور فعل کو بھی برابر برابر کامقام و اہمیت حاصل ہے۔ کیونکہ اس سے قبل کی متصل آیت میں اور اسی طرح اس کے بعد کی متصل آیت میں اللہ تعالیٰ نے ”كَذٰبُ آلِ فِرْعَوْنَ وَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ“ (جیسے دستور فرعون والوں کا اور جو ان سے پہلے تھے) بیان کر کے آیتِ کریمہ متعلقہ کی تصریح کر دی ہے۔ پہلی آیت میں یہ صراحت ہے کہ آلِ فرعون اور ان کی پیشرو قوموں نے آیاتِ الہی کا کفر کیا اور بعد والی آیت میں ہے کہ انہوں نے آیاتِ ربانی کی تکذیب کی۔ ان دونوں صورتوں میں ان کو ان کے گناہوں کے سبب عذابِ الہی سے دوچار ہونا پڑا۔ یعنی ان کو اس نعمتِ الہی سے جو ان کو محض فضلِ ربانی سے حاصل و میسر تھی اپنی کرتوتوں کے سبب محروم ہونا پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ظالم کہا ہے کیونکہ انہوں نے نعمتِ الہی کا حق جو ان کو بن مانگے اور بلا استحقاق مل گئی تھی ادا نہیں کیا تھا۔ ماقبل و مابعد والی متصل آیاتِ کریمہ سے پہلے قریش مکہ کا ذکر کیا ہے جنہوں نے جنگِ بدر برپا کی تھی اور اس کے لئے مکہ مکرمہ سے بڑے گھمنڈ و غرور اور ریاکاری و نمود و نمائش کے ساتھ نکلے تھے، ان کے مشیر کار اور جنگ بھڑکانے والے کے طور پر شیطان کا ذکر کیا ہے۔ پھر عام منافقوں اور کافروں کے مرضِ قلبی اور انجامِ بد کا ذکر کر کے آلِ فرعون اور ان کے پیشرو لوگوں (منکروں) کی مثال دی ہے۔ اسی طرح مابعد کی آیت کے بعد اور آلِ فرعون و ان کے پیشروؤں کا ذکر کر کے بے عہد اور غدار کافروں کا ذکر کیا ہے جو ہر بار معاہدہ امن توڑ ڈالتے ہیں اور عام کافروں کا ذکر کر کے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ معاہدہ کی پروا کرنے والے اور صلح جو کافروں کے ساتھ صلح کریں مگر بد عہدوں کو سزا دیں اور کافروں کو ان کی دشمن اسلام اور منافی امن حرکتوں کے لئے جنگ کی تیاریاں کریں۔ یہاں انعامِ الہی کا یہ پس منظر ہے۔

انعامِ الہی کے بیان کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دو اور صیغے واحد و جمع متکلم ”أَنْعَمْتُ“ اور ”أَنْعَمْنَا“ استعمال کئے ہیں۔ اور تین جگہ واحد حاضر مذکر کا سورۃ فاتحہ کی مانند ”أَنْعَمْتُ“ اپنے لئے بندوں کی زبان سے سورۃ قصص نمبر ۱۷ اور سورۃ احقاف نمبر ۱۵ میں استعمال فرمایا ہے۔ سورۃ قصص نمبر ۱۷ میں ارشادِ الہی یہ ہے:

قَالَ رَبِّ إِنِّي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ أَكُونَ ظَهِيرًا لِّلْمُجْرِمِينَ ○ (القصص: ۱۷)

بولا، اے رب! جیسا تو نے فضل کیا مجھ پر، پھر میں کبھی نہ ہوں کامدکار گنہگاروں کا۔

یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقولہ نقل کیا گیا ہے اور اس کا پس منظر یہ ہے کہ انہوں نے بازار میں دو آدمیوں کو جھگڑتے دیکھا۔ ان میں سے ایک ان کی قوم (بنی اسرائیل) کا تھا اور دوسرا ان کے دشمن (آلِ فرعون کا) تھا۔ انہوں نے اپنے قومی فرد کا اس کی پکار و استغاثہ پر ساتھ دیا اور اس کے فریقِ مخالف کو ایک گھونسا جڑ دیا جس سے وہ ٹھنڈا ہو گیا۔

حضرت موسیٰ کو محض احساس ہوا کہ یہ تو ان سے شیطانی عمل سرزد ہو گیا۔ چنانچہ انہوں نے جناب الہی میں مغفرت مانگی جو مل گئی کہ ان کا ارادہ قتل کا نہ تھا صرف تنبیہ کا تھا۔ اور یہ قتل بلا عمد تھا۔ اس پر انہوں نے نعمت الہی کا شکر ادا کر کے وعدہ کیا کہ وہ مجرموں کا کبھی ساتھ نہ دیں گے یعنی جس گناہ کے بخشنے جانے پر نعمت الہی کا شکریہ ادا کیا تھا اسکے دوبارہ نہ کرنے کا عزم کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اعتراف نعمت الہی کا یہ تو فوری سبب تھا۔ مگر اس میں ان تمام نعمتوں کا شکر و اعتراف بھی شامل ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کی پیدائش سے پہلے سے لے کر اس واقعہ کے آخر تک کی تھیں۔ یعنی پیدائش سے قبل ان پر اور ان کی والدہ ماجدہ اور اہل بیت پر فضل، پیدائش کا خفیہ رکھنا، تابوت میں رکھ کر زندہ و سلامت فرعون کے محل میں ان کو پہنچانا، فرعون کے ارادہ قتل سے فرعون کی نیک بخت بیوی کا ان کو محفوظ رکھنا، فرعونی محلات میں ان کی تعلیم و تربیت پانا، جوان ہو کر ”حکم و علم“ سے سرفراز ہونا، اور آخر اس بلا عمد قتل نفس پر مغفرت الہی سے سرخرو ہونا۔ یہ سب بھی الہی نعمتیں تھیں جن کا اعتراف و شکر بھی اس میں شامل ہو سکتا ہے۔ پھر یہ تمام نعمتیں ان کو منصب نبوت و رسالت پر سرفرازی سے قبل ملی تھیں اور یہ بہت اہم نکتہ ہے جس کا یہاں لحاظ کرنا ضروری ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ انبیاء کرام کی ماقبل بعثت زندگی بھی انعام الہی سے اسی طرح فیضیاب ہوتی ہے۔

سورہ نمل نمبر ۱۹ میں انعام الہی کا اعتراف و شکر زبان سلیمانی سے بیان ہوا ہے جو یوں ہے:

فَتَبَسَّمْ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ ○ (النمل : ۱۹)

پھر مسکرا کر ہنس پڑا اس کی بات سے، اور بولا، اے رب! میری قسمت میں دے کہ شکر کروں تیرے احسان کا، جو تو نے کیا مجھ پر اور میرے ماں باپ پر اور یہ کہ کروں کام نیک جو تو پسند کرے، اور ملائے مجھ کو اپنی مہر سے اپنے نیک بندوں میں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس نعمت الہی کے شکر و اعتراف کا فوری محرک تو وادی نخل (چونٹیوں کی وادی) سے گزرتے ہوئے ایک چیونٹی کے قول کو سمجھ لینے کا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی نبوت و رسالت اور اپنے پیغمبر بادشاہ والد گرامی حضرت داؤد علیہ السلام کی سلطنت وراثت میں عطا کرنے کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جانوروں (پرندوں چرندوں) کی بولی جسے قرآن کریم میں ”منطق الطیر“ کہا گیا ہے سمجھ لینے کی صلاحیت و علم سے بھی نوازا تھا۔ اور پھر ان کو ایسی سلطنت و حکومت عطا فرمائی تھی جو ان کے علاوہ کسی اور کو نہیں عطا کی کہ اس کا سکھ جن و انس اور جانوروں پر بھی قائم تھا اور ہواؤں کے دوش پر بھی۔ ان کی دعا اور اعتراف و شکر نعمت الہی میں اس فوری نعمت ربانی کے سوا تمام انعامات الہی کا اعتراف و شکر بھی موجود ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر اور ان کے والدین گرامی پر فرمائے تھے اور جن کا اگرچہ ذکر یہاں نہیں آیا تاہم ان کا اندازہ کیا جاسکتا ہے یہ انعامات الہی بے حد و بے حساب تھے اور ان کا احصاء اور شمار مشکل ہے اور ان کا شکر و اعتراف بھی کما حقہ ناممکن ہے تاہم قاصر شکر اور کم اعتراف بھی نعمت ربانی کے قیام کا نہ

صرف سبب ہوتا ہے بلکہ فضلِ ربانی سے اس میں اضافہ کا باعث بھی۔ جیسا کہ بہت سی آیاتِ کریمہ، احادیثِ نبویہ اور آثارِ صحابہ و اقوال سے واضح، معلوم اور ثابت ہوتا ہے۔ اس آیت میں صالحین کا لفظ بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نبی گرامی اور رسولِ معظم تھے، اور اتنی گونا گوں اور عظیم انعاماتِ الہی سے بہرہ مند بھی کہ اوروں کے نصیب میں ان میں سے ایک بھی نہ تھی تاہم ان کی دعا میں یہ آرزوئے قلبی بھی شامل تھی کہ پروردگار مجھے اپنے صالح بندوں میں شامل فرمائیں۔ معلوم ہوا کہ صالحین ربانی کا درجہ کوئی معمولی درجہ نہیں۔ یہ عام نیکو کار بھی ہیں جو ان کا ادنیٰ درجہ ہے اور ان کا اعلیٰ درجہ تو مقربینِ الہی کا ہے جنکو صرف وہی ذاتِ مطلق جاتی ہے جو ان کو تقرب بخشتی ہے۔

سورۃ احقاف نمبر ۱۵ میں سورۃ نمل کی مانند اعتراف و شکرِ الہی ہے تاہم وہ ایک عام انسان کی زبان سے ادا کیا گیا ہے:-

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا ۖ خَمَلْتَهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعْتَهُ كُرْهًا ۖ وَحَمَلُهُ وَفِضْلُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ اَشُدَّهُ وَبَلَغَ اَرْبَعِينَ سَنَةً ۖ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِي اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَى الْوَالِدَيَّ ۚ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ ۚ وَاَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي ۚ اِنِّى تَبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّى مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ (احقاف: ۱۵)

اور ہم نے تقید (پابند) کیا ہے انسان کو اپنے ماں باپ سے بھلائی کا۔ پیٹ میں رکھا اس کو اس کی ماں نے تکلیف سے اور جناس کو تکلیف سے اور حمل میں رہنا اس کا اور دودھ چھوڑنا تیس مہینے میں ہے۔ یہاں تک کہ جب پہنچا اپنی قوت کو اور پہونچا چالیس برس کو، کہنے لگا، اے رب! میری قسمت میں کر کہ شکر کروں تیرے احسان کا، جو مجھ پر کیا، اور میرے ماں باپ پر، اور یہ کہ کروں نیک کام، جس سے تو راضی ہو، اور نیک دے مجھ کو اولاد میری، میں نے توبہ کی تیری طرف، اور میں ہوں حکم بردار۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا اعترافِ نعمتِ الہی اور شکرِ فضلِ ربانی اور اس دعا و اعتراف میں کافی مماثلت ہے فرق یہ ہے کہ یہ دعا جو عام انسان کی ہے جو سنِ شعور کو پہونچ کر دعا کرتا ہے اور اعترافِ نعمت کرتا ہے۔ دوسرے اس میں یہ اضافہ ہے کہ وہ اپنی خدمت کی اصلاح کی دعا مانگتا ہے، تیسرے یہ کہ وہ جنابِ الہی میں توبہ کرتا ہے اور چوتھے یہ کہ وہ مسلمین میں ہونے کا اقرار کرتا ہے۔ اس آیتِ کریمہ کی ماقبل کی آیت میں ان بندگانِ الہی کا ذکر ہے جو اللہ کی ربوبیت کا اعلان و اعتراف کر کے اس پر استقامت اختیار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اصحابِ جنت کہا ہے اور ان کے عملِ صالح کے بدلہ میں جنت والوں میں شامل کیا ہے اسی طرح اگلی آیت کریمہ میں بھی اس دعا جو اور توبہ و انابت کرنے والے اور اعترافِ نعمتِ الہی کرنے والے کے لئے یہ وعدہ ہے کہ ان کو ان کے گناہوں سے پاک و صاف کر کے، ان سے تجاوز کر کے ان کو جنت والوں میں سے بنا دیا جائے گا اور یہ سچا وعدہ الہی ہے اس سے اگلی آیت میں ان احسان

فراموشوں کا ذکر ہے جو اپنے ماں باپ کے احسان کے علاوہ نعمتِ الہی کا بھی کفر کرتے ہیں اس پس منظر میں اس آیت کریمہ میں نیک نعمتِ الہی سے مراد وہ تمام نعمتیں معلوم ہوتی ہیں جو اللہ تعالیٰ ایک مسلمان پر اس کی پیدائش سے لے کر اس کی ساری زندگی کرتا رہتا ہے۔ اور جس کا اعتراف و شکر بالعموم وہ نہیں کرتا۔

جن تین آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے انعام کے فیضان کے لئے واحد متکلم کا صیغہ ”أَنْعَمْتُ“ استعمال کیا ہے وہ سب کی سب بنو اسرائیل سے متعلق ہیں۔ اور وہ مندرجہ ذیل ہیں:

يٰۤاَيُّهَا اِسْرَآءِیْلُ اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ وَاَوْفُوا بِعَهْدِیْ اَوْفٍ بِعَهْدِكُمْ ؕ وَ اِیَّایْ فَاَرْهَبُوْنَ ۝ (البقرہ: ۴۰)

اے بنی اسرائیل! یاد کرو احسان میرا، جو میں نے کیا تم پر، اور پورا کرو اقرار میرا، میں پورا کروں قرار تمہارا، اور میرا ہی ڈر رکھو۔

يٰۤاَيُّهَا اِسْرَآءِیْلُ اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ وَاِنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ۝ (البقرہ: ۴۷)

اے بنی اسرائیل! یاد کرو احسان میرا، جو میں نے تم پر کیا، اور وہ جو میں نے بڑا کیا تم کو جہان کے لوگوں سے۔ عام طور سے مفسرین کرام نے بنو اسرائیل کی فضیلت اور ان پر اللہ تعالیٰ کی نعمت کی مختلف تعبیریں کی ہیں کسی نے ان کی توحید کی نعمت کو فضیلت قرار دیا ہے، کسی نے دنیا کی امانت و سیادت کو، کسی نے ان کے انبیاء و بادشاہوں کی اولاد ہونے کو اور ان کے نبوت و رسالت کی عظمت سے سرفراز ہونے کو اور کسی نے کسی اور چیز کو کیا ہے۔ لیکن قرآن مجید کی متعدد آیات کریمہ سے ان تمام نعمتوں کا شمول معلوم ہوتا ہے جن کا ذکر قرآن مجید نے کیا ہے۔ اس میں مذکورہ بالا نعمتوں کے علاوہ تورات و زبور و انجیل جیسی کتب مقدسہ کی عطا، دشمنان بنی اسرائیل سے مختلف ادوار میں ان کی نجات، شریعت الہی سے سرخروئی، من و سلویٰ اور وادی تیبہ میں دوسری نعمتوں سے فیضیابی، مختلف علاقوں پر حکمرانی اور بہت سی دوسری نعمتیں بھی شامل ہیں جن کا تجزیہ ”نعمۃ“ کے لفظ کے تحت زیر بحث آئے گا۔

اسی طرح تین آیات کریمہ میں جمع متکلم کا صیغہ ”أَنْعَمْنَا“ لیا گیا ہے جن میں سے دو انسان مطلق کے حوالہ سے ہیں اور ایک انسان خاص کے حوالہ سے۔ بالترتیب آیت یہ ہیں۔

وَ اِذَا اَنْعَمْنَا عَلَی الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَ نَابِجَانِیْہٖ ؕ وَاِذَا مَسَّہُ الشَّرُّ کَانَ یُّسُوْا ۝ (الاسراء: ۸۳)

اور جب ہم آرام بھیجیں انسان پر، ٹلا جاوے اور ہٹا دے اپنا بازو اور جب لگے اس کو برائی۔ رہ جاوے آس ٹوٹا۔

وَ اِذَا اَنْعَمْنَا عَلَی الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَ نَابِجَانِیْہٖ ؕ وَاِذَا مَسَّہُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ

غَرِیْبٍ ۝ (حم السجدہ/ فصلت: ۵۱)

اور جب ہم نعمت بھیجیں انسان پر، ٹلا جاوے اور موڑ لے اپنی کروٹ اور جب لگے اس کو برائی، تو دعائیں کرے چوڑی۔

اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَیْہٖ وَ جَعَلْنٰہُ مَثَلًا لِّبَنِیْ اِسْرَآءِیْلَ ۝ (الزخرف: ۵۹)

وہ کیا ہے؟ ایک بندہ ہے، کہ ہم نے اس پر فضل کیا، اور کھڑا کیا بنی اسرائیل کے واسطے۔ پہلی دو آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے عام انسانی فطرت کا ذکر کیا ہے کہ عیش و تنعم میں اسے خوفِ الہی نہیں رہتا اور وہ اللہ تعالیٰ کے انعامات و الطاف سے بہرہ ور ہوتے ہی سرکشی اور اعراض پر اتر آتا ہے۔ اور جب اس سے وہ نعمت چھن جاتی ہے اور وہ اسیر گردابِ بلا اور گرفتارِ رنج و محن ہوتا ہے تو مایوس ہو جاتا ہے یا پھر خوب لمبی چوڑی دعائیں مانگتا ہے۔ حالانکہ اسے حکمِ الہی تھا کہ وہ عیش میں ذکرِ الہی کرتا رہے اور غم میں صبر و شکر سے دوبارہ نعمتِ الہی کی طلب کرتا رہے۔ حضرت شاہ عبد القادر دہلوی نے اس کو یوں تعبیر کیا ہے کہ ”یہ سب بیان ہے انسان کے نقصان کا، نہ سختی میں صبر ہے نہ نرمی میں شکر“ تیسری آیت کریمہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انعامِ الہی سے بہرہ مند بندہ فرمایا گیا ہے اور اس کی وضاحت اس سے پہلے کی آیاتِ مطہرہ کرتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان کے منعم علیہ اور انعام یافتہ ہونے میں کیا شک و شبہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نبی و رسول، برگزیدہ بندہ، کلمۃ الہی اور آیتِ ربانی تھے۔

(ج) نعمتِ الہی کی وسعت

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان افعالِ نعمت کے علاوہ اسم ”نعمتہ“ مختلف سیاق و سباق میں چوتیس مقامات پر استعمال کیا ہے۔ یہ اسم نکرہ آیا ہے۔ اور عربی لغت کے اعتبار سے اس میں عموم کے معنی پائے جاتے ہیں۔ قرآنی آیات کے پس و پیش منظر سے ہر جگہ کی نعمت خاص بھی ہو جاتی ہے۔ پھر اپنی طرف نسبت کر کے ”نعمتی“ (میری نعمت) کو چھ آیات کریمہ میں استعمال کیا ہے جو اس نعمت متعلقہ کو خاص معافی عطا کرتی ہے۔ پھر ایک اور نسبت اپنی جانب صیغہ واحد کی ضمیر کے ساتھ کی ہے یعنی نعمتہ (اس کی نعمت)۔ یہ پانچ مقامات پر آئی ہے اور اس میں بھی ایک نسبت خاص پائی جاتی ہے اور ایک مخصوص معنویت بھی۔ ان تینوں فقروں اور کلموں کا تجزیہ نہ صرف ان کے مخصوص اور عام معانی کا پتا دیں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی کونا کونی بھی ظاہر کریں گے اور ہم سورہ فاتحہ میں مذکورہ انعامِ الہی کے معانی صحیح تناظر میں متعین کر سکیں گے۔

نعمتِ الہی جن آیات کریمہ میں لفظاً نکرہ اور معنأ عام آئی ہے اس کے ایک مفصل مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ ان میں سے کچھ کا حوالہ بنو اسرائیل کے حوالہ سے ہے، کچھ انبیاء کرام سے متعلق ہیں جن میں سے زیادہ تر بنو اسرائیل کے ہیں۔ ان میں بنو اسمعیل کے صرف ہمارے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم شامل ہیں۔ بعض معاصر مسلمانوں یعنی صحابہ کرام پر نعمتِ الہی کو بیان کرتی ہیں۔ بعض ان کے مخالف کافروں خاص کر قریش مکہ پر نعمتِ الہی کے فیضان کا سراغ دیتی ہیں۔ اور کئی ایک کا تعلق بنی نوع انسان یعنی عام آدمی سے ہے۔ ذیل میں اسی ترتیب سے ان آیاتِ مطہرہ کا موضوعاتی تجزیہ پیش کیا جاتا ہے: اسی کے ساتھ ساتھ ”نعمتہ“ اور ”نعمتی“ پر مشتمل آیات بھی شامل کر لی گئی ہیں کہ وہ موضوعاتی اعتبار سے ”نعمتہ“ کے مماثل ہیں:

بنو اسرائیل سے متعلق پہلی آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ ان پر جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے ارزانی فرمائی ہیں اگر وہ ان کو بد لیں گے تو اللہ ان کی سخت پکڑ کرے گا (البقرہ نمبر ۲۲۱) دوسری آیت کریمہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی

قوم کو اللہ تعالیٰ کی نعمت یاد دلاتے ہیں کہ اس رب کریم نے ان میں انبیاء اور بادشاہ پیدا کئے اور ان کو وہ سب عطا فرمایا جو جہانوں میں کسی کو نہ دیا (مائدہ نمبر ۲۰)، جبکہ ایک اور آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو آل فرعون کے شکنجے سے بچ جانے کی نعمت ربانی یاد دلائی ہے (ابراہیم نمبر ۶)۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تربیت و پرورش قصر فرعون میں ہوئی تھی۔ جب وہ نبی ربانی بن کر دربار فرعون میں اسلام کی دعوت دینے اور بنو اسرائیل کو آزاد کر کے ان کے ساتھ بھینچنے کے لئے تشریف لائے تو فرعون نے ان کی تربیت کے حوالہ سے طنز کیا۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ یہی تمہاری نعمت ہے کہ تم نے بنو اسرائیل کو غلام بنا کر رکھا۔ (الشعراء نمبر ۲۲)۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بچپن میں خواب میں گیارہ ستاروں اور چاند اور سورج کو اپنے لئے سجدہ ریز دیکھا تو اپنے والد ماجد سے خواب کہہ سنایا اور انہوں نے کسن فرزند کو خواب پوشیدہ رکھنے کی نصیحت کی مبادا برادران یوسف کوئی مکر و فریب کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اس پس منظر میں حضرت یوسف کے انتخاب اور تعلیم و تاویل خواب سکھانے اور اپنی نعمت ان پر اور آل یعقوب پر تمام کرنے کی بشارت دی جیسی کہ اس نے ان کے باپ دادا حضرت ابراہیم و اسحاق علیہما السلام پر پوری کی تھی (یوسف نمبر ۶)۔ حضرت لوط علیہ السلام کو ان کی قوم مردود پر اترنے والے عذاب الہی سے سحر کے وقت نجات دے کر بچا لینے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کے فضل و نعمت (نعمتہ من عندنا) سے تعبیر کیا ہے اور اسکو شکر گزاروں کی جزا کہا ہے (سورۃ القمر نمبر ۳۵) اسی طرح حضرت یونس علیہ السلام کو ”ان کے رب کی نعمت کے فیضان“ کے سبب پھنسی کے پیٹ سے نجات دینے کو بھی نعمت کہا گیا ہے (القلم نمبر ۴۹)۔ جبکہ حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت مریم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت یاد دلائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کی روح القدس سے تائید کی، ان کو گود اور بڑھاپے میں کلام کی کرامت عطا کی، ان کو کتاب و حکمت اور تورات و انجیل سکھائی، انکو مٹی سے جانور کی صورت بنا کر اذن الہی سے روح پھونک کر جیتے جاگتے جانور بنانا، اندھوں اور کوڑھیوں کو شفا بخشنا، مردوں کو اٹھا کھڑا کرنا سکھایا، ان کی بنو اسرائیل سے حفاظت کی، اور ان پر حواریوں کو ایمان لانے کی ہدایت کی۔ (مائدہ نمبر ۱۱-۱۱۰)۔

خاص رسول اکرم صلی اللہ وسلم کے حوالہ سے جن نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ زیادہ تر آپ کی نبوت و رسالت اور آپ پر عام نعمت ربانی سے متعلق ہیں۔ سورۃ طور نمبر ۲۹ میں ذکر ہے کہ آپ کے رب کی آپ پر یہ نعمت تھی کہ آپ نہ کاہن تھے اور نہ مجنون۔ نہ شاعر نہ کلام الہی کے بنانے والے بلکہ آپ نبی مرسل تھے۔ اسی طرح سورۃ قلم نمبر ۲ و مابعد میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ آپ نعمت ربانی سے مجنون و پاگل نہیں ہیں بلکہ بڑے صاحب خلق اور اجر عظیم کے مالک ہیں۔ عام نعمت ربانی کے تعلق سے سورۃ فتح نمبر ۲ میں اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنی نعمت کی تکمیل و اتمام کرنے کا وعدہ فرمایا ہے اور سورۃ الضحیٰ نمبر ۱۱ میں آپ کو اس عظیم و عام نعمت ربانی کو بیان کرنے اور اس پر شکر و احسان کرنے کا حکم دیا ہے۔ آخری دونوں آیات کریمہ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اس میں یعنی نعمت عام میں اللہ تعالیٰ کی وہ تمام نعمتیں شامل ہیں جو آپ کے رب کریم نے آپ پر خاص طور سے کی تھیں، خواہ ان کا ذکر علیحدہ کیا جاتا یا نہ کیا جاتا۔

معاصر مسلمانوں یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حوالہ و تعلق اور تہذیب کے ساتھ جن آیات کریمہ میں نعمتِ الہی کا ذکر کیا گیا ہے وہ گونا گوں قسم کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر جو نعمتِ عام فرمائی تھی اس میں سے ایک نصیحت والی کتاب و حکمت کا نزول ہے اور دل چسپ بات یہ ہے کہ اس نعمت کو عورتوں کو حسن سلوک کے ساتھ طلاق دے کر رخصت کرنے کا حکم اور ان کو زیادتی کر کے اور نقصان پہنچانے کے سبب خواہ مخواہ روکے رکھنے کی ممانعت کے پس منظر میں بیان کیا ہے کہ یہ سہولت اور معاشرتی طمانیت اسی کتابِ الہی کی عطا کردہ اور اسی حکمتِ ربانی کی مقتضی ہے کہ اس سے ان میں تقویٰ پیدا ہو گا (البقرہ نمبر ۲۱۳) دوسری اہم ترین نعمتِ ربانی ان پر ہے کہ ان جیسے دشمنوں کے دلوں میں ایک دوسرے کی الفت پیدا کر کے آپس میں بھائی بھائی بنا دیا جو ایک دوسری آیتِ ربانی کے مطابق زمین کی ساری دولت خرچ کر کے بھی حاصل نہ کی جاسکتی تھی۔ (آل عمران نمبر ۱۰۳) سچے مسلمان خاص کر صحابہ کرام کی زندگی یا تو غازی کی ہوتی ہے یا شہید کی۔ شہید تو جنت میں اللہ تعالیٰ کی نعمت و فضل پانے پر خوش ہوں گے جبکہ مسلمان غازی نعمتِ الہی اور فضلِ ربانی کے ساتھ جن میں غنیمتِ جنگ بھی شامل ہوتی ہے اپنے گھروں کو لوٹتے ہیں (آل عمران نمبر ۱۷۱ اور نمبر ۱۷۴ بالترتیب)۔ اللہ تعالیٰ نے عام مسلمانوں پر جو دو خاص نعمتیں اور کی ہیں ان میں سے ایک تو تیمم کی سہولت ہے جس کو ”اتمامِ نعمتِ ربانی“ سے تعبیر کیا گیا ہے (مائدہ نمبر ۶) اور دوسری عہدِ الست میں اطاعتِ الہی اور ایمان باللہ کے وعدہ و میثاق میں ان کو باندھ لینے کی نعمت ہے (مائدہ نمبر ۷)۔ ایک اور نعمت یہ ہے کہ ان کو دشمنوں کے حملوں سے محفوظ رکھا گیا (مائدہ نمبر ۱۱) جبکہ تحویلِ قبلہ کے پس منظر میں بھی اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی نعمت کا اتمام کیا تھا (البقرہ نمبر ۱۵) جنگِ بدر میں مالِ غنیمت کے حصول کے پس منظر میں اللہ تعالیٰ نے یہ حقیقت اجاگر کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی عطا کردہ نعمت اس وقت تک تبدیل نہیں کرتا جب تک بندے خود اس نعمت کو کفرانِ نعمت سے تبدیل نہ کر دیں (الانفال نمبر ۵۳)۔ ان پر ایک سب سے بڑی نعمتِ ربانی یہ جتائی گئی ہے کہ انہوں نے جو کچھ مانگا وہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ان کو عطا فرمایا اور اگر وہ ان تمام نعمتوں کو شمار کریں تو شمار نہ کر سکیں اور اس ضمن میں اللہ تعالیٰ کی ایک اور نعمت یہ ہے کہ وہ ان کے اس قصورِ اعتراف کو بھی معاف کر دیتا ہے (ابراہیم نمبر ۳۴، النحل نمبر ۱۸)، ظاہر ہے کہ ان کے پاس اور تمام انسانوں کے پاس جو نعمتیں ہیں وہ صرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہی عطا ہوتی ہیں اور تکلیف و سزا ان کے اپنے کر تو توں کا بدلہ ہوتا ہے۔ ان عام نعمت ہائے ربانی میں سے ایک مادی خوشحالی اور رزق کی فراوانی ہے اور دوسری ان میں سے بعض کی بعض پر برتری اور فضیلت ہے اور تیسری یہ کہ مالدار اور رزق کے لحاظ سے افضل لوگوں کو اپنے زیر دستوں پر خرچ کرنے کی عبادت ہے۔ انسان کی مادی فراغتوں اور خوشحالیوں میں ازواج کی طرف سے ٹھنڈک اور اولاد اور پوتوں کی عطا سے طمانیت اور ہر طرح کی پاکیزہ چیزوں کی عنایت بھی عظیم ترین نعمتِ ربانی ہے۔ لہذا مسلمانوں کو اللہ کی نعمت کا شکر کرنا چاہیے جبکہ کافرین و منکرین ان کے انکاری اور ناشکرے ہوتے ہیں (النحل نمبر ۵۳، نمبر ۲-۱، نمبر ۸۳، ۱۱۴) صحابہ کرام پر ایک خاص نعمتِ الہی یہ بھی تھی کہ جنگِ خندق میں اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمن لشکرِ احزاب

کو سخت طوفانی ہواؤں اور اپنی غیر مرئی فوجوں کے ذریعہ ہزیمت دے کر بے نیل مرام واپس کر دیا تھا اور ان کی طرف سے خود جنگ کی کفایت کی تھی (احزاب نمبر ۹) پھر ان پر سب سے بڑی نعمت یہ تھی کہ ان کے دلوں میں ایمان کو مزین کر دیا تھا اور اس کو ان کی محبوب شے بنا دیا تھا جبکہ ان کے دلوں میں کفر و فسق اور نافرمانی کو محض اپنے فضل و کرم سے مکروہ بنا دیا تھا۔ (الحجرات نمبر ۸-۷) اور سب سے عظیم ترین نعمت ربانی ان پر یہ فرمائی کہ ان کے دین کی تکمیل کر کے ان پر اپنی نعمت کا اتمام کر دیا (المائدہ نمبر ۳)۔

صحابہ کرام کے معاصر کافروں کا حوالہ اوپر بعض آیات کریمہ میں آچکا ہے کہ وہ اللہ کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں اور ناشکری کا ارتکاب کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے لوگ خود گمراہ ہوتے ہیں اور نعمت الہی کو بدل کر دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں اور پھر ان کا ٹھکانا جہنم ہوتا ہے (ابراہیم نمبر ۲۸)۔ کیونکہ وہ نعمت الہی کو پہچانتے کے بعد اس کا انکار کرتے ہیں (النحل نمبر ۸۳)۔ ان پر یعنی قریش مکہ پر خاص نعمت الہی یہ تھی کہ مکہ مکرمہ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا حرم مقدس بنا دیا تھا جہاں ان کی جان و مال اور آبرو سبھی کچھ محفوظ تھا جبکہ اس کے حصار محفوظ کے باہر لوگوں کا حال یہ تھا کہ ان کو شکار بے بس اور صید زبوں کی مانند اچک لیا جاتا تھا اللہ تعالیٰ نے اس پر یہ فرمایا کہ کیا وہ باطل پر اس کے باوجود بھی ایمان لاتے ہیں اور اللہ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں (عنکبوت نمبر ۶۷) اس نعمت کا اللہ تعالیٰ نے اور کئی آیات کریمہ میں ذکر فرمایا ہے اگرچہ وہاں صراحتاً لفظ نعمت نہیں ذکر کیا مگر وہ ہر جگہ مضمر ہے۔

عام انسان یا بنی نوع انسان کو مخاطب کر کے یا ان کے حوالہ سے جن آیات کریمہ میں نعمت الہی کا ذکر آیا ہے وہ نعمت مطلق کے علاوہ بعض مخصوص نعمتوں سے بھی متعلق ہے۔ اوپر کئی آیات کریمہ میں اگرچہ مخاطب صحابہ کرام اور معاصر مسلمانوں سے ہے تاہم ان کا مخاطب و تعلق عام ہے اور اس میں تمام انسان شامل ہیں خاص کر معاشی فراغت اور رزق میں باہمی تفاضل کا معاملہ کہ وہ ایک عالمگیر حقیقت ہے۔ دولت اس معنی میں نعمت الہی ہے کہ اس کو کس طرح جائز کاموں میں خرچ کیا جاتا ہے اور اس کے حقوق بندوں اور بندہ نواز دونوں کے ادا کئے جاتے ہیں ورنہ وہ لعنت و عذاب کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔ عام انسانوں پر دوسری بعض نعمتوں کا جو خاص طور سے ذکر کیا ہے ان میں سمندر و دریا میں نعمت الہی سے کشتیوں اور جہازوں کا چلنا اور ان کے سفر کو آسان بنانا (لقمان نمبر ۳۱)، ان کو جانوروں کی سواری فراہم کرنا (الزخرف نمبر ۱۳) تمام مظاہر فطرت پہاڑ وغیرہ کا ان کے لئے مفید بنانا (النحل نمبر ۸۱) شامل ہے۔ متقی اور صالح انسان ان نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہیں اور ان کا حق ادا کرتے ہیں لہذا اس کا اجر و ثواب پائیں گے (اللیل نمبر ۱۹ صافت نمبر ۵۷)۔ لیکن عام انسانی فطرت میں ناشکری کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا گیا ہے۔ اور یہ اس بنا پر ہے کہ وہ معرفت الہی سے بے خبر اور ایمان ربانی سے اپنی ضد و انکار کے سبب محروم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب اس کو نعمت ربانی ملتی ہے تو وہ غرور و گھمنڈ میں مبتلا ہو جاتا ہے، اپنی سابقہ حالت غیر بھول جاتا ہے اور اکڑ کر کہنے لگتا ہے کہ یہ تو اس کے علم و فن کی دین ہے حالانکہ اس کو رزق کی تمام چیزیں اور ہر طرح کی نعمتیں صرف اللہ تعالیٰ ہی عطا فرماتا ہے (الزمر نمبر ۸، نمبر ۲۹ اور فاطر نمبر ۳ وغیرہ)۔

نعمتِ الہی پر مشتمل تمام آیاتِ قرآنی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے ہر قسم کی نعمت مراد ہے۔ جو دنیاوی بھی ہو سکتی ہے اور اخروی بھی، روحانی بھی ہو سکتی ہے اور مادی بھی، اور نظامِ فطرت کا کارخانہ اسباب کے توازن و تعامل سے پیدا شدہ وہ حالت بھی جو انسانی زندگی کو بہتر اور زیست کے قابل بناتی ہے۔ اس میں کسی کو شک و اختلاف نہیں ہو سکتا کہ وہ نعمتِ ادنیٰ بھی ہو سکتی ہے اور اعلیٰ بھی، بلکہ اس کے مراتب و درجات مختلف حالات میں مختلف ہو سکتے ہیں اعلیٰ و بلند ترین نعمتِ الہی تو نبوت و رسالت ہے جو اللہ تعالیٰ اپنی حکمت و مصلحت کے تحت اپنے پیچیدہ و برگزیدہ بندوں کو عطا فرماتا ہے اور اس میں بھی درجہ بندی یا فرقِ مراتب کر کے بعض رسولوں کو دوسروں پر فضیلت و برتری عطا فرماتا ہے۔ یہی درجہ بندی اور فرقِ مراتب صدیقین، شہداء اور صالحین میں بھی نظر آتا ہے اور کتاب و سنت سے ثابت ہوتا ہے۔ بعض مفسرین کی تشریحات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان چاروں طبقات میں اعلیٰ سے ادنیٰ کی جانب ترقی کا اصول کار فرما دیکھتے ہیں۔ بلاشبہ انبیاء کرام تو سب سے بلند اور عظیم ترین منصبِ انسانی سے تعلق رکھتے ہیں کہ وہ خالصاً و ہبی ہے اور من جانب اللہ عطا ہوتا ہے اور اس میں کسی اکتساب کو دخل نہیں ہوتا۔ مگر دوسرے تین طبقات فضل و توفیقِ الہی کے علاوہ اکتساب و عمل کے درجات و مراتب ہیں اور ان میں اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف رجحان کا اصول کار فرما نہیں ہے۔ صالحین سے عام صالح شخص ہی مراد نہیں ہوتے اس کی بعض ایسی بلند درجہ بندیاں ہیں جن کے حصول کے لئے حضرت ابراہیم و حضرت سلیمان علیہما السلام جیسے انبیاء کرام بھی تمنا اور دعا کرتے ہیں۔ اسی طرح نعمتِ الہی صرف انہیں چاروں طبقات میں محصور و محدود نہیں ہے بلکہ نعمتِ الہی کے یہ اعلیٰ طبقات ہیں جن میں انبیاء کرام تو استثنائی امتیاز رکھتے ہیں کہ وہ بقیہ تین طبقات میں بھی شامل ہو سکتے ہیں مگر تینوں طبقات ان کے درجہ علی تک کبھی نہیں پہنچ سکتے۔ یہ بھی واضح ہے کہ انبیاء کرام کے سوا دوسرے طبقات عام ہیں یعنی صدیقیت، شہیدیت اور صالحیت کی کوئی حتمی وجہ نہیں بتائی جاسکتی۔ شہیدیت کے بارے میں البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ راہِ الہی میں جان دے دے۔ مگر راہِ الہی بھی بڑی وسیع ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے کہ کون شہید ہوا۔ اسی طرح صدیقیت اور صالحیت کی حقیقت اور ان کے مراتب اسی کو معلوم ہیں۔

بعض اور انعاماتِ الہی سے مستفیض افراد و طبقات کا خاص ذکر اوپر کی آیاتِ کریمہ میں آیا ہے۔ ان کو ہم دو بڑے طبقوں میں منقسم کر سکتے ہیں: نبی اور غیر نبی۔ انبیاء میں حضرات موسیٰ و ہارون وغیرہ غرضیکہ ذریتِ آدم کے تمام انبیاء شامل ہیں اور ان میں سے کئی کافر و کافر ذکر کیا گیا ہے۔ غیر انبیاء میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا ذکر بطور خاص آیا ہے اور ظاہر ہے کہ ان پر جو انعاماتِ الہی ہوئے تھے ان میں روحانی اور مادی، اخروی اور دنیاوی سبھی شامل تھے۔ یہ فرمانِ الہی ان کی شہادت سے قبل نازل ہوا تھا لہذا ان کا شمار یا تو صدیقین میں ہو گا یا صالحین میں اور عین ممکن ہے کہ دونوں میں ہوا ہو۔ جن غیر نبی اشخاص پر خاص فضل و نعمتِ الہی کا ذکر آیا ان میں بطور طبقہ و جماعت بنو اسرائیل بھی ہیں۔ ان کو ایک نعمتِ الہی کتاب و حکمت کی صورت میں ملی تھی تو دوسری نبوت و حکمرانی کی شکل میں۔ اور

بہت سی ایسی نعمتیں بھی ان کو عطا کی گئی تھیں جو کسی اور کو ان سے قبل نہیں دی گئی تھیں۔ پھر فرعون اور فرعونوں سے ان کے بچ نکلنے اور عذاب و قتل سے محفوظ ہونے اور مصر سے نجات پانے کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت کہا ہے۔ عذاب الہی سے نجات کو نعمت الہی حضرت لوط جیسے نبی مکرم کے حال میں بھی بتایا ہے تو حضرت نوح کے اصحاب سفینہ جیسے غیر انبیاء کے لئے بھی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بطور نبی و رسول جو انعامات الہی تھے ان کے علاوہ فتح حدیبیہ / مکہ کو بھی نعمت کہا گیا ہے۔ بطور جماعت صحابہ کرام پر جن نعمتوں کے ارزانی فرمانے کا ذکر آیا ہے ان میں کتاب و حکمت کے نزول عام کے علاوہ زواج و طلاق کی سہولت، ان کے درمیان باہمی الفت و مودت و اخوت، جنگ میں مال غنیمت یا شہادت، تیمم کی آسانی، تحویل قبلہ، دشمنوں کے حملوں سے حفاظت، عہد الست میں ایمان و تصدیق کا وعدہ، اور ان کے مانگنے پر ہر سوال و دعا کی اجابت کو بھی نعمت الہی بتایا گیا ہے۔ عام انسانوں کو جن انعامات سے نوازا گیا ہے ان میں رزق کی کشائش، مال و دولت کی سہولت، اقتصادی درجہ بندی، ازواج و اولاد کی طمانیت وغیرہ شامل ہیں۔ ان میں مسلم و مومن اور کافر و مشرک کی کوئی تمیز نہیں کی گئی بلکہ ان نعمتوں کو کافروں اور مشرکوں کو بھی عطا فرمانے کی رحمت کا ذکر ہے۔ قریش مکہ پر خاص نعمت الہی یہ بیان کی گئی کہ وہ حرم مکہ کے تقدس کے سبب بعثت نبوی سے قبل اور بعد بھی محفوظ رکھے گئے تھے۔ عام نعمتوں میں سمندر میں کشتیوں اور خشکی پر جانوروں کی سواری کو بھی نعمت الہی کہا گیا ہے۔ پھر پوری کائنات یعنی مظاہر فطرت خدمت انسانی پر مامور کئے گئے۔ ان میں پہاڑوں وغیرہ کا بطور خاص ذکر کیا گیا۔ ان مخصوص و معلوم نعمتوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے بطور اصول یہ بیان فرمادیا کہ اس نے انسانوں پر اتنی نعمتیں ارزانی فرمائی ہیں کہ وہ ان کو شمار کرنا چاہیں تو حد و شمار اور ادراکِ حساب میں کبھی نہ لاسکیں۔ دوسرا اصول یہ بیان فرمایا کہ وہ اپنی نعمتوں کو کسی قوم، فرد یا جماعت سے اس وقت تک نہیں چھینتا یا تبدیل کرتا جب تک کہ وہ خود اپنی کرتوتوں سے تبدیل یا چھنوا نہ لیں۔ تیسرا اصول یہ بیان فرمایا کہ نعمت الہی کے استقلال و استقرار اور استمرار کے لئے اس کا اعتراف اور شکر الہی ضروری ہے۔ اس اعتراف و شکر میں ان کے زبان و عمل سے شکر و اعتراف دونوں شامل ہیں یعنی اطاعت الہی اور بندہ کان الہی کے ساتھ حسن سلوک۔ یہی نعمتوں کا حق ادا کرنے کا طریقہ ہے اور یہی ان کے اعتراف و شکر کا معاملہ۔ لہذا جو متقی، خوف و خشیت الہی اور ایمان و اطاعت والے لوگ ہیں وہ ان نعمتوں کا اعتراف کرتے رہتے ہیں اور اس کے نتیجہ میں ان کو ایک کے بعد دوسری نعمت الہی ملتی رہتی ہے۔ مگر چونکہ انسان کی فطرت میں نا صبری اور عجلت ہے اس لئے بعض طبائع نفسانی خیر و شر کے احوال میں احکام الہی کا پاس نہیں رکھتی ہیں اور حدود الہی سے تجاوز کر کے خیر میں غرور و گھمنڈ اور شر میں مایوسی و قنوطیت کا شکار ہو جاتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ اعتراف و شکر نعمت نہیں کرتے اور ان سے ایک کے بعد دوسری نعمت چھن جاتی ہے۔ یہ حقیقت بڑی ظاہر و باہر ہے کہ کائنات کی کوئی بھی مخلوق اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے محروم یا غیر مستفید نہیں ہے سب انسانوں کو بھی نعمتیں ملی ہیں۔ اہل ایمان و اطاعت کو عام نعمتوں کے علاوہ خاص نعمتیں بھی عطا ہوئی ہیں جبکہ عام انسانوں کو عام نعمتوں سے نوازا گیا ہے۔ حتیٰ کہ منکروں،

وغیرہ کا بھی ذکر اسی طرح پایا جاتا ہے۔ ”اولین نقطہ نظر کے حاملین میں سے اردو مفسرین و مترجمین نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ ”غیر المغضوب علیہم ولا الضالین“ دو الگ الگ طبقہ نظر آتے ہیں یعنی منعم علیہم ملا کر تین ایک دوسرے سے علیحدہ اور منفرد طبقت۔ مولانا تھانوی کا ترجمہ آیت یہ ہے: ”نہ رستہ ان لوگوں کا جن پر آپ کا غضب کیا گیا اور نہ ان لوگوں کا جو رستہ سے کم ہو گئے۔“ یہی انداز مولانا دریابادی کے ہاں پایا جاتا ہے: ”نہ ان لوگوں کا (راستہ) جو زیر غضب آچکے ہیں اور نہ بھٹکے ہوؤں کا۔“ شاہ عبد القادر دہلوی نے جو ترجمہ کیا ہے وہ یوں ہے: ”نہ وہ جن پر غصہ ہوا اور نہ بھٹکنے والے۔“

دوسرے مکتب فکر کے اردو مترجمین اور مفسرین میں شیخ الہند کا ترجمہ ہے: ”جن پر نہ تیرا غصہ ہوا اور نہ وہ گمراہ ہوئے۔“ مولانا مودودی ترجمہ کرتے ہیں: ”جو محتوب نہیں ہوئے، جو بھٹکے نہیں ہیں۔“ مولانا اصلاحی نے یوں ترجمانی کی ہے: ”جو نہ مغضوب ہوئے اور نہ گمراہ۔“ موخر الذکر کے یہاں اس مکتب فکر کی سب سے اچھی ترجمانی و تفسیر ملتی ہے: ”۔۔۔ اور یہ وضاحت مثبت اور منفی دونوں پہلوؤں سے ہے۔ مثبت پہلو یہ ہے کہ رستہ ان لوگوں کا جن پر تیرا انعام ہوا اور منفی پہلو یہ ہے کہ جو نہ تو مغضوب ہوئے ہیں اور نہ گمراہ۔۔۔ طالب اپنے مطلوب حقیقی کی طلب کے ساتھ ساتھ ان لوگوں سے اپنی بیزاری کا اظہار بھی کر رہا ہے جنہوں نے اس محبوب و مطلوب سے منہ موڑا یا اس سے بھٹک گئے۔ نیز اپنے لئے استقامت و استواری کا بھی طلب کار ہے کہ اس راستہ کو پا جانے کے بعد اس پر قائم رہنا نصیب ہو، ان لوگوں کا حشر نہ ہو جن کو یہ رستہ ملنے کو تو ملا لیکن وہ اس کو پا لینے کے بعد یا تو دیدہ و دانستہ اس سے منحرف ہو جانے کے سبب سے خدا کے غضب میں مبتلا ہوئے یا اپنی بدعت پسندیوں کی وجہ سے اس کو پا کر محروم ہو گئے۔ دوسرے الفاظ میں اس کی صحیح ترجمانی یہ معلوم ہوتی ہے کہ ”مغضوب علیہم“ اور ”ضالین“ دونوں طبقت بھی انعام الہی سے مستفید ہوئے تھے مگر اول الذکر نے انحراف و ضد، عناد و دشمنی اور تکذیب و تکفیر کی راہ اپنائی۔ نہ تو انہوں نے انعامات الہی کا اعتراف کیا نہ ان کا شکر اس کے برعکس انہوں نے ان کی تکذیب و تردید کی، ان کا حق ادا کرنے سے انکار کیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے انعامات و احسانات کو اپنی طاقت و صلاحیت اور علم و فن کا اکتساب محض سمجھ لیا۔ اس لئے یہ طبقہ تو ”مغضوب علیہم“ ہوا یعنی اللہ تعالیٰ کے غضب و غصہ کا مستحق بنا کہ انہوں نے مثبت و منفی دونوں انداز سے انعام الہی کو ٹھکرا دیا اور اپنے آپ کو اس سے محروم کر کے غضب الہی کا مستحق بنا لیا۔ جبکہ دوسرے طبقہ نے انکار و تردید کی راہ تو نہیں اپنائی مگر سچی اور سیدھی راہ پر قائم بھی نہیں رہے یعنی انہوں نے انعام الہی کا حق ادا نہیں کیا اور یوں سیدھے راستے سے بھٹک گئے۔ احادیث صحیحہ میں ان دونوں سے یہود و نصاریٰ کے بالترتیب مراد ہونے کا یہی مفہوم ہے۔

ظاہر ہے کہ یہود و نصاریٰ دونوں بنو اسرائیل تھے اور وہ دونوں اپنی ذات میں اور اپنے اپنے طبقہ کے اعتبار سے بھی اور بنو اسرائیل کے نامتو طبقہ اور خاندانی وارثین ہونے کے سبب سے بھی انعامات الہی سے خوب خوب سرفراز و مستفیض ہوئے تھے۔ ان کی فضیلت و برتری بلکہ ان کے اپنے عہد میں سارے جہانوں پر ان کی فضیلت و تقوق کا تو

قرآن مجید نے کئی مقلمت پر اعتراف و اعلان کیا ہے۔ متعدد آیات میں ان پر انعامِ الہی کے فیضان و باران کا بھی اسی طرح بر ملا اور واشکاف اعلان و اظہار موجود ہے۔ وہ نہ صرف انعامِ الہی سے مستفیض و مستفید ہوئے تھے بلکہ ان کو پروردگارِ عالم نے وہ سب دیا تھا جو اوروں کو کسی زمانے اور کسی جہان میں نہیں دیا تھا۔ انعام و فضلِ الہی پر مشتمل آیتِ کریمہ کے مذکورہ بالا تجزیے سے یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ دنیا جہان میں کوئی ایسا فرد، طبقہ اور امت ایسی نہیں ہے جس کو انعامِ الہی نہ ملا ہو۔ اس آیتِ کریمہ میں ان لوگوں کے راستہ کو مستثنیٰ کر دیا جنہوں نے انعامِ الہی کو ٹھکرا کر یا اس کا حق نہ ادا کر کے اپنے آپ کو غضبِ الہی کا مستحق بنایا یا ضلال کا۔ مفسرین کرام نے ان دونوں آخری آیاتِ سورہ فاتحہ کی تفسیر میں جن تین طبقات کی بات کہی ہے وہ اپنے انجام کے لحاظ سے صحیح ہے۔ ورنہ اصلاً تو ساری مخلوقات اور سارے انسان ”منعم علیہم“ میں شامل ہیں، کچھ اعلیٰ درجہ میں کچھ ادنیٰ درجہ کے اور بہت سے ان دونوں سرحدوں کے درمیان کی ان گنت منزلوں کے۔ ان انعام یافتہ لوگوں میں ہر طرح کی نعمتوں سے متمتع ہونے والے شامل ہیں۔ ان میں عارضی اور دنیوی نعمتوں کا استثنا کرنا صحیح نہیں کہ وہ قرآنی آیتِ کریمہ کی توضیح کے خلاف ہے۔ پھر عارضی ان کو انسان اپنی ناشکری سے بناتا ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تو اپنی ہر نعمت مستقل طور سے عطا فرماتا ہے۔ “ان انعام یافتہ لوگوں سے ان طبقات و افراد کو مستثنیٰ کر دیا گیا جو اپنے مرد و سرکشی اور تکذیب سے غضبِ الہی کے مستحق بنتے ہیں یا اپنے ناشکرے پن سے ضلال کے راستہ کے راہی۔ بایں طور یہ ثابت ہوتا ہے کہ ”غیر المغضوب علیہم ولا الضالین“۔ پہلی آیتِ کریمہ ”صراط الذین انعمت علیہم“ میں الذین انعمت علیہم کی صفتِ مزید ہے یعنی پہلے ان کی ایجابی صفت لائی گئی، پھر ان کی دو سلبی صفت لاکر ان سے الگ طبقات کو ممتاز و مستثنیٰ کر دیا گیا۔

(ب) غضبِ الہی کے معانی و مفہام

قرآن مجید نے بہت سی آیاتِ کریمہ میں غضبِ الہی کا بیان پیش کیا ہے۔ یہ بہت اہم حقیقت ہے کہ صرف سورہ فاتحہ میں یعنی ایک آیت میں ”المغضوب علیہم“ آیا ہے۔ جبکہ اللہ کے غضب کرنے کے فعل کو پانچ آیاتِ کریمہ میں لایا گیا ہے اور اسم غضب بارہ آیات میں وارد ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف یائے نسبت کے ذریعہ منسوب کر کے دو آیات میں ”غضبی“ فرمایا ہے۔ وہ آیاتِ کریمہ جن میں فعل غضب وارد ہوا بالترتیب یہ ہیں:

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا ○ (نساء: ۹۳)

اور جو کوئی مارے مسلمان کو قصہ کر کر تو اس کی سزا دوزخ ہے پڑا رہے اس میں، اور اللہ کا اس پر غضب ہوا، اور اس کو لعنت کی، اور اس کے واسطے تیار کیا بڑا عذاب۔

قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ بِشَرِّ مِمَّنْ ذَلِكُمْ مَثُوبَةٌ عِنْدَ اللَّهِ ۖ مَنْ لَعَنَهُ اللَّهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمْ الْقِرَدَةَ

وَالْخَنَازِيرَ وَ عِبَادَ الطَّاغُوتِ ۖ أُولَٰئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَأَضَلُّ عَن سَوَاءِ السَّبِيلِ ۝ (المائدہ : ۶۰)

تو کہہ، میں تم کو بتاؤں، ان میں سے کس کی بُری جزا ہے اللہ کے ہاں؟ وہی جس کو اللہ نے لعنت کی، اور اس پر غضب ہوا، اور ان میں بعضے بند رکئے اور سوز، اور پوجنے لگے شیطان کو، وہی بدترین درجہ میں، اور بہت بیکے سیدھی راہ سے۔

وَيُعَذِّبُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ الظَّالِمِينَ بِاللَّهِ ظَنَّ السَّوْءِ ۖ عَلَيْهِمْ ذَاتُ السَّوْءِ ۖ وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۝ (الفتح : ۶)

اور تا عذاب کرے دغا باز مردوں کو اور عورتوں کو، اور شرک والے مردوں کو اور عورتوں کو، جو اٹکتے ہیں اللہ پر بری اٹکیں۔ انہیں پر پڑے پھیر مصیبت کا، اور غصے ہوا اللہ ان پر، اور ان کو پھٹکارا، اور رکھا ان کے واسطے دوزخ، اور بُری جگہ پہونچے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ۖ مَا هُمْ مِنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ ۚ وَيَخْلِفُونَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝ (المجادلة : ۱۴)

تو نے نہ دیکھے؟ وہ جو رفیق ہوئے ہیں ایک لوگوں کے، جن پر غصے ہوا ہے اللہ۔ نہ وہ تم میں ہیں نہ ان میں ہیں۔ اور قسمیں کھاتے ہیں جھوٹ بات پر، اور خبر رکھتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوا مِنَ الْآخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ ۝ (المتحنة : ۱۳)

اے ایمان والو! مت دوستی کرو ان لوگوں سے، کہ غصے ہوا اللہ ان پر، وہ آس توڑ چکے ہیں پچھلے گھر سے، جیسے آس توڑی منکروں نے قبر والوں سے۔

ان آیاتِ کریمہ میں جن لوگوں / طبقات کو غضب الہی کا مستحق کہا گیا ہے ان میں بالترتیب مومن کا قاتلِ عمد، اہل کتاب جو مومنین کا اور ان کے دین کا مذاق اڑاتے ہیں، منافقین اور مشرکین، منکرین اور کافرین اور وہ تمام لوگ جو اللہ کے دین کا مذاق اڑاتے اور اس کی تکذیب کرتے اور اس کے رسول و کتاب اور اسی کے ماتے والوں سے عداوت کرتے ہیں، شامل ہیں، ان تمام طبقات کو اللہ تعالیٰ نے ”مغضوب علیہم“ اور غضب الہی کا مستحق، لعنتِ ربانی کا مورد اور کندہ دوزخ قرار دیا ہے۔ عام طور سے مفسرین کرام ان سے صرف یہود کو مراد لیتے ہیں اور سورہ مائدہ کی آیت مذکورہ بالا ہی اس کی تائید و تشریح میں نقل کرتے ہیں حالانکہ قرآن مجید نے یہود کے علاوہ ان افراد و طبقات کو بھی غضب الہی کا سزاوار قرار دیا ہے۔ لہذا اس سے یہ سب لوگ مراد ہیں۔ حدیثِ نبوی میں یہود کو ان سے مراد لینے کی بات کہی ہے تو اس کی وہ تشریح و تعبیر صحیح ہے جو بہت سے شارحین و مفسرین نے کی ہے کہ صرف یہود ہی اس سے مراد نہیں اور ان کا ذکر اس ”مغضوب علیہم“ یا غضب الہی کے مورد طبقات کے نامزدہ کے بطور کیا گیا ہے۔ مولانا دریا بادی نے بڑی حد تک صحیح لکھا ہے کہ ”مغضوب علیہم اور ضالین کے مصداقوں کا حصر انہیں دو مذہب والوں کا ساتھ کر لینا مشکل ہے جو

کھلے ہوئے مشرکین و ملحدین ہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ ضلالت میں ان سے بھی بڑھے ہوئے اور غضب الہی کے ان سے مستحق تر ہیں۔ محقق رازی کی رائے میں بہتر یہ ہے کہ کل غلی غلطیوں والوں کو زمرہ ”مغضوب علیہم“ میں رکھا جائے اور کل اعتقادی غلطیوں والوں کا شمار طبقہ ”ضالین“ میں کیا جائے۔۔۔ “شیخ الہند نے لکھا ہے کہ ”صراطِ مستقیم سے محرومی کل دو طرح پر ہوتی ہے: عدم علم یا جان بوجھ کر کوئی فرقہ گراہ، اگلا پچھلا ان دو سے خارج نہیں ہو سکتا۔ سونصاریٰ تو وجہ اول میں اور یہود دوسری میں ممتاز ہیں۔“ مولانا اصلاحی فرماتے ہیں کہ ”مغضوب علیہم سے مراد دو قسم کے لوگ ہیں: ایک وہ جنہوں نے اپنی سرکشی کے سبب شریعتِ الہی کی نعمت نہ صرف یہ قبول نہیں کی بلکہ اس کی مخالفت کی، اور دوسرے وہ لوگ جنہوں نے دل کی آمادگی کے ساتھ قبول نہیں کیا اور بہت جلد شہواتِ نفس میں پڑ کر اس کو ضائع کر دیا اور اس میں تحریف کر ڈالی۔۔۔“ ”پچھلی امتوں میں اس کی سب سے واضح مثال یہود ہیں۔۔۔“ انہوں نے سورہ بقرہ اور سورہ مائدہ کی آیات نقل کی ہیں مگر دوسری آیات کا ذکر نہیں کیا ہے۔ یہ تمام تفسیری تشریحات صرف ایک حد تک ہی صحیح ہیں کہ وہ قرآنی آیاتِ کریمہ میں سے صرف ایک قسم کی آیات سے یا چند آیاتِ مطہرہ سے استشہاد و استدلال کرتی ہیں اور مجموعی قرآنی فکر و استدلال کو پیش نظر نہیں رکھتیں۔

متعدد آیاتِ کریمہ جن میں اسمِ غَضَب استعمال کیا گیا ہے بالترتیب حسب ذیل ہیں:

... وَضَرَبْتُ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةَ وَالْمَسْكَنَةَ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ

وَيَقْتُلُونَ النَّبِيَّ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۚ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ ○ (البقرہ: ۶۱)

اور ڈالی گئی ان پر ذلت اور محتاجی، اور کمالائے غصہ اللہ تعالیٰ کا، یہ اس پر کہ وہ تجھے نہ مانتے حکم اللہ کا، اور خون کرتے نبیوں کا ناحق، یہ اس لئے کہ بے حکم تھے، اور حد پر نہ رہے تھے۔

بَنَسْنَا اِشْرَآؤَآ بِهٖ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًاۤ اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ

فَبَآءُوْا بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ۚ وَلِلْكَافِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِينٌ ○ (البقرہ: ۹۰)

برے مول خرید اپنی جان کو، کہ منکر ہوئے اللہ کے اتارے کلام سے، اس ضد پر کہ اتارے اللہ اپنے فضل سے جس پر چاہے اپنے بندوں میں، سو کمالائے غصے پر غصہ اور منکروں کو عذاب ہے ذلت کا۔

ضَرَبْتُ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةَ اَيْنَ مَا تُثْقِفُوا اِلَّا يُجْبِلُ مِنَ اللّٰهِ وَحَبْلٌ مِّنَ النَّاسِ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ

وَضَرَبْتُ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةَ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ الْاَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقِّ ۚ ذَٰلِكَ بِمَا

عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ ○ (ال عمران: ۱۱۲)

ماری گئی ہے ان پر ذلت جہاں دیکھئے، سوائے دست آویز اللہ کے، اور دست آویز لوگوں کے، اور کمالائے غصہ اللہ کا، اور ماری ہے ان پر محتاجی۔ یہ اس واسطے کہ وہ رہے ہیں منکر اللہ کی آیتوں سے، اور مارتے رہے نبیوں کو ناحق۔ یہ اس لئے کہ وہ بے حکم ہیں اور حد سے بڑھتے ہیں۔

قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّن رَّبِّكُمْ رَجْسٌ وَغَضَبٌ ۖ أَتُجَادِلُونِنِي فِي أَسْمَاءِ سَمَّيْتُمُوهَا أَنتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا نَزَّلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ ۖ فَانْتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِينَ ○ (الاعراف: ۷۱)

کہا، تم پر پڑ چکی ہے تمہارے رب کے ہاں سے، بلا اور غصہ، کیوں جھگڑتے ہو مجھ سے؟ کئی ناموں پر کہ رکھ لئے ہیں تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے نہیں اتاری اللہ نے ان کی کچھ سند۔ سو راہ دیکھو، میں بھی تمہارے ساتھ راہ دیکھتا ہوں۔

إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ ○ (الاعراف: ۱۵۲)

البتہ جنہوں نے بچھڑا بنا لیا، ان کو پہنچے گا، غضب ان کے رب کا، اور ذلت دنیا کی زندگی میں۔ اور یہی سزا دیتے ہیں ہم جھوٹ باندھنے والوں کو۔

وَمَن يُوْهِم يَوْمَئِذٍ دُبْرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّرًا إِلَىٰ فِتْنَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَا وَهُ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ○ (الانفال: ۱۶)

اور جو کوئی ان کو پیٹھ دے اس دن، مگر یہ کہ ہنر کرتا ہے لڑائی کا، یا جا ملتا ہے فوج میں سو وہ لے پھرا غضب اللہ کا، اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے، اور کیا بُری جگہ جا ٹھہرا۔

مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ مِنۢ بَعْدِ إِيْمَانِهِ إِلَّا مَنْ أَكْرَهَ ۖ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيْمَانِ وَلَكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللَّهِ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ○ (النحل: ۱۰۶)

جو کوئی منکر ہو اللہ سے یقین لائے پیچھے، مگر وہ نہیں جس پر زبردستی کی، اور اس کا دل برقرار رہے ایمان پر، لیکن جو کوئی دل کھول کر منکر ہوا، سو ان پر غضب ہے اللہ کا، اور ان کو بُری مار ہے۔

فَرَجَعَ مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ غَضْبَانَ أَسِفًا ۚ قَالَ يَقَوْمِ أَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۚ أَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ أَمْ أَرَدْتُمْ أَن يَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّن رَّبِّكُمْ فَاخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِي ○ (طہ: ۸۶)

پھر الٹا پھرا موسیٰ اپنی قوم پاس، غصے بھرا پچھتاہٹا، کہا: اے قوم! تم کو وعدہ نہ دیا تھا تمہارے رب نے اچھا وعدہ؟ کیا لمبی ہو گئی تم پر مدت؟ یا چاہا تم نے کہ اترے تم پر غضب تمہارے رب کا۔ اس سے خلاف کیا تم نے میرا وعدہ؟

وَالْخَامِسَةُ أَنَّ غَضَبَ اللَّهِ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ ○ (النور: ۹)

اور پانچویں یہ کہ اللہ کا غضب آوے اس عورت پر اگر وہ شخص سچا ہے۔

وَالَّذِينَ يُحَاجُّونَ فِي اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا اسْتُجِيبَ لَهُ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ○ (الشوری: ۱۶)

اور جو لوگ جھگڑا ڈالتے ہیں اللہ کی بات میں، جب خلق اس کو مان چکی، ان کا جھگڑا ڈگ رہا ہے ان کے رب کے ہاں۔ اور ان پر غصہ ہے اور ان کو سخت مار ہے۔

دو اور آیات کریمہ میں ”غضب“ آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف غضب کی نسبت کر کے فرمایا ہے:

كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَلَا تَنْطَفَعُوا فِيهِ فَيَجِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِي ۖ وَمَنْ يَحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِي فَقَدْ هَوَىٰ ۝ (طہ: ۸۱)

کھاؤ ستھری چیزیں، جو روزی دی ہم نے تم کو، اور نہ کرو اس میں زیادتی پھر اترے تم پر میرا غصہ، اور جس پر اترامیرا غصہ وہ پٹکا گیا۔

ان تمام آیات کا تجزیہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض آیات کریمہ میں اہل کتاب خاص کر یہود کا ذکر ہے اور غضب الہی کے مستحق لوگوں سے ان ہی کو مراد لیا گیا ہے۔ چنانچہ پہلی دوسری، تیسری، پانچویں، آٹھویں، دسویں اور گیارہویں میں صاف صاف اہل کتاب اور خاص کر یہود یا قوم موسیٰ کو مراد لیا گیا ہے۔ ان تمام آیات میں ان پر غضب الہی کے نازل ہونے کے اسباب، ان کے بعض کرتوت بتائے گئے ہیں کہ انہوں نے من و سلویٰ کی جگہ خراب اور ادنیٰ کھانا مانجا، آیات الہی کا کفر کیا، نبیوں کو ناحق قتل کیا، نافرمانی کی اور حد سے تجاوز کیا۔ بقیہ آیات کریمہ میں چوتھی میں قوم نوح کو غضب الہی کا مستحق قرار دیا گیا ہے کہ وہ کفر و شرک کے مرتکب تھے۔ ساتویں میں قلبی کافروں کو اور دسویں میں نزاع پیدا کرنے والوں کو مراد لیا گیا ہے جبکہ ایمان لانے والوں میں سے جہاد میں عین جنگ کے وقت پیٹھ دکھا کر بھاگنے والوں کو سوائے اس کے کہ وہ جنگی چال ہو یا کسی دوسری جماعت سے جاملنا ہو، اور شادی شدہ عورت کے ارتکاب زنا کرنے کے باوجود لعان کے وقت اپنے شوہر کو جھوٹا قرار دینے پر غضب الہی کی وعید کی گئی ہے۔ اس سے قبل مسلمان کے عدا قاتل کو بھی اسی کی وعید سنائی گئی ہے۔ معلوم ہوا کہ غضب الہی کا استحقاق نہ صرف ایمان و دین کی مخالفت پر ہوتا ہے بلکہ بعض اعمال دین اور اجزائے ایمان کے انکار پر اور دین اللہ کے خلاف طرز عمل اپنانے پر بھی ہوتا ہے۔ سورہ فاتحہ میں مذکور ”مغضوب علیہم“ سے یہ تمام لوگ مراد ہیں کہ وہ انعام الہی کو پانے کے بعد اس کی تکذیب و تردید اور مخالفت کے مرتکب ہوئے تھے۔

(ج) ضالین کے معانی قرآنی

سورہ فاتحہ کے سوا ”ضالین“ سات اور آیات کریمہ میں مختلف سیاق و سباق میں لایا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ وہ موقع و محل کے متناسب و مناسبت کی رعایت سے استعمال کیا گیا ہے۔ یہ آیات کریمہ بالترتیب ہیں بقرہ نمبر ۱۹۸، انعام نمبر ۸۱، مومنون نمبر ۱۰۶، شعراء نمبر ۲۰، نمبر ۸۶، صافات نمبر ۶۹ اور واقعہ نمبر ۹۲۔ ان کے علاوہ پانچ مزید آیات میں اس کو بحالت فاعلی و باعراپ رفع ”ضَالُّونَ“ استعمال کیا گیا ہے۔ یہ آیات کریمہ بالترتیب ہیں: آل عمران نمبر ۹۰، حجر نمبر ۵۶، واقعہ نمبر ۵۱، قلم نمبر ۳۶ اور مطففین نمبر ۳۲۔ مزید برآں مصدر ”ضَلَّ / ضَلَالٌ“ متعدد آیات کریمہ میں وارد ہوا ہے اور اسی طرح اس

کے مختلف افعال و مشتقات۔ ”ضلال“ مختلف صفات کے ساتھ آیا ہے جن میں ”ضلال مبین“ سب سے زیادہ کثرت سے آیا ہے۔ اور اس کی بھی مختلف حالتیں ہیں۔ ان تمام آیاتِ کریمہ کے گہرے مطالعہ اور تحلیلی تجزیے کے بعد ہی سورہ فاتحہ میں مذکور طبقہ ضالین کی صحیح تعریف و تعبیر کی جاسکتی ہے۔ پہلے اُس لفظ سے متعلق آیاتِ کریمہ جو سورہ فاتحہ کا ہے اور اصل مبحث کا مرکزی نقطہ۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ ۖ فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۖ وَادْكُرُواهُ كَمَا هَدَانَكُمْ ۚ وَإِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهِ لَمَنِ الضَّالِّينَ ۝ (البقرہ: ۱۹۸)

کچھ گناہ نہیں تم پر کہ تلاش کرو فضل اپنے رب کا۔ پھر جب طواف کو چلو عرفات سے، تو یاد کرو اللہ کو نزدیک مشعر الحرام کے۔ اور اس کو یاد کرو جس طرح تم کو سکھایا۔ اور تم تھے اس سے پہلے راہ بھولے۔

فَلَمَّا رَا الْقَمَرَ بَارِغًا قَالَ هَذَا رَبِّي ۚ فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِي رَبِّي لَأَكُونَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ ۝ (الانعام: ۷۷)

پھر جب دیکھا چاند چمکتا، بولا، یہ ہے رب میرا۔ پھر جب وہ غائب ہوا، بولا: اگر نہ راہ دے مجھ کو رب میرا، تو بیشک میں رہوں بہکتے لوگوں میں۔

قَالُوا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَالِّينَ ۝ (المومنون: ۱۰۶)

بولے، اے رب ہمارے! زور کیا ہم پر ہماری کم بختی نے، اور رہے ہم لوگ بہکے۔

قَالَ فَعَلْتُهَا إِذَا وَأَنَا مِنَ الضَّالِّينَ ۝ (الشعراء: ۲۰)

کہا، کیا تو ہے میں نے وہ اور میں تھا چوکنے والا۔

وَأَغْفِرْ لِأَبْنِي إِنَّهُ كَانَ مِنَ الضَّالِّينَ ۝ (الشعراء: ۸۶)

اور معاف کر میرے باپ کو، وہ تھا راہ بھولوں میں۔

إِنَّهُمْ أَلَفُوا أَبَاءَهُمْ ضَالِّينَ ۝ (الصف: ۶۹)

انہوں نے پائے اپنے باپ دادے بہکے ہوئے۔

وَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِينَ الضَّالِّينَ ۝ فَنُزِّلُ مِّنْ حَمِيمٍ ۝ وَتَصْلِيَةُ جَحِيمٍ ۝ (الواقعه: ۹۲-۹۴)

اور جو اگر وہ ہوا جھٹلانے والوں بہکوں میں، تو مہمانی ہے جلتا پانی اور پیٹھانٹا (داخل کرنا) آگ میں۔

ان آیاتِ کریمہ میں سے پہلی آیت میں مسلمانوں کو مناسک حج کے سلسلہ میں کچھ ہدایات دی گئی ہیں اور اسلام سے قبل ان کی گمراہی / گمراہ ہونے (ضالین) کے حوالہ سے ان روایات و مناسک کی تردید و تنسیخ کی گئی ہے جو وہ اپنی جہالت کے دور میں اختیار کر چکے تھے۔ اس میں ایک اہم نکتہ ہدایت و ضلال کا تقابل ہے جس پر ہم ذرا بعد میں بحث کریں گے۔ دوسری آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چاند کی ربوبیت سے انکار کر کے اپنے رب حقیقی سے دعا

کی تھی کہ اگر وہ ان کو ہدایت نہ دے گا تو وہ گمراہ (ضالین) لوگوں میں ہو جائیں گے۔ اس میں بھی ہدایت و ضلالت کا وہ تقابل موجود ہے جو لازم و ملزوم نظر آتا ہے پانچویں آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کو گمراہ لوگوں (ضالین) میں ہونے کے باوجود اس کی مغفرت کی دعا کی تھی۔ یہ دعا اگرچہ قبول نہیں ہوئی اور ان کو ہدایت کی گئی کہ وہ کافروں / ضالین کے لئے دعائے مغفرت نہ کیا کریں تاہم پدر ابراہیم کی ضلالت مسلمہ ہو گئی کہ وہ اپنی زندگی بھر اسلام نہیں لیا تھا یا ہدایت نہیں پائی تھی۔ اور اس کی موت بھی اس کی ضلالت پر ہوئی تھی۔ چوتھی آیت کریمہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس اعترافِ ضلالت کا اشارہ موجود ہے جو انہوں نے اپنی بعثت و نبوت سے قبل غلطی سے ایک شخص کو قتل کر کے کیا تھا اور جسے اللہ تعالیٰ نے انکی دعائے استغفار پر بخش دیا تھا۔ ایک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور ماقبل از بعثت و نبوت کو ”دورِ ضلالت“ کہنا اہم اور نازک مسئلہ ہے اور اس پر بعد میں بحث ہوگی۔ باقی تینوں آیات کریمہ میں دوزخیوں اور جہنمیوں کے اپنی ضلالت پر قائم رہنے اور اسی پر مرنے کا واضح ذکر موجود ہے اور ان کا یہ مقولہ / مقولے دوزخ میں دخول کے بعد یا اس سے پہلے حال کے متعلق بیان کئے ہیں اور آخری آیت میں اللہ تعالیٰ کی ان گمراہیوں کے لئے صاف وعید ہے کہ ایسے گمراہوں اور تکذیب کرنے والوں کے لئے صرف دوزخ کی مہمانی ہے۔

(د) ”ضالون“ کا استعمالِ قرآنی

اللہ تعالیٰ نے ”ضالون“ صفت و لفظ پر مشتمل آیت کریمہ میں وضاحت کی ہے کہ کیسے لوگ ضال / گمراہ ہیں اور ان کے ضلال و گمراہی کے اسباب و عوامل اور کروت کیا ہیں:

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ ثُمَّ اِزْدَادُوا كُفْرًا لَّنْ تَقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ - وَأُولَٰئِكَ هُمُ الضَّالُّونَ ○ (ال عمران : ۹۰)

جو لوگ منکر ہوئے مان کر پھر بڑھتے رہے انکار میں، ہرگز قبول نہ ہوگی ان کی توبہ، اور وہی ہیں راہ بھولے۔

قَالَ وَمَنْ يَقْنَطُ مِنْ رَحْمَةِ رَبِّهِ إِلَّا الضَّالُّونَ ○ (الحجر : ۵۶)

کہا، اور کون آس توڑے اپنے رب کی مہر سے؟ مگر جو راہ سے بھولے ہیں:-

ثُمَّ إِنَّكُمْ أَنتُمُ الضَّالُّونَ الْمُكَذِّبُونَ ○ لَا تَكْلُونُ مِنْ شَجَرٍ مِنْ زُقُومٍ ○ (الواقعه : ۵۱-۵۲)

پھر تم جو ہوائے بہکو جھٹلانے والو! البتہ کھاؤ گے ایک درخت سیہنڈ (زقوم) کے سے۔

فَلَمَّا رَأَوْهَا قَالُوا إِنَّا لَضَّالُّونَ ○ (القلم : ۲۶)

پھر جب اس کو دیکھا، بولے: ہم راہ بھولے۔

وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَضَّالُّونَ ○ (المطففين : ۳۲)

اور جب ان کو دیکھتے، کہتے: بیشک یہ لوگ بہک رہے ہیں۔

پہلی آیت کریمہ میں ان مرتدوں کو ضال / گمراہ کہا ہے جو ایمان لانے کے بعد کفر کے مرتکب ہوئے اور کفر میں

ترقی معکوس کرتے رہے۔ دوسری میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان مبارک / مقولہ سے یہ حقیقت اجاگر کی کہ رحمت ربانی سے صرف گمراہ ہی مایوس ہوتے ہیں۔ یعنی گمراہوں کو اپنے رب کی رحمت کی معرفت ہی نہیں ہوتی اور نہ اپنے سیدھے راستہ کی۔ نتیجہ مایوسی اور قنوطیت۔ تیسری آیت میں دوزخیوں کو یعنی ضلال و گمراہی پر مرنے والوں کو گمراہ (ضالون) کہا گیا ہے کہ وہ اپنی موت سے قبل ایمان سے بے بہرہ رہے۔ چوتھی آیت میں ان بلغ والوں کی مثال دی گئی ہے جنہوں نے اپنے بلغ کی ہید اور سے مسکینوں اور حق والوں کو ان کے حق سے محروم کرنے کا منصوبہ بنایا تھا اور صبح سویرے چپ چاپ فصل کٹ لینی چاہی تھی مگر راتوں رات ان کے بلغ پر عذاب الہی آیا اور اس نے اس کو تہس نہس کر دیا۔ وہ جب اس پر پہونچے تو اس کی تباہی و بربادی کے سبب اسے پہچان نہ سکے۔ اسی طرح آخری آیت میں مکہ کے کافروں کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ وہ اہل ایمان کو گمراہ سمجھتے تھے کہ وہ ان کے آبائی دین یا جاہلی طریقے کو چھوڑ چکے ہیں۔

(س) ضلالت کے معانی قرآنی

قرآن مجید کی بہت سی آیات کریمہ میں ضلال و ضلالت کی تعریف کی گئی ہے اور گمراہی کی وجہ بھی بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ بہت سی آیات مطہرہ میں ایمان کے بالمقابل کفر و شرک اختیار کرنے کو گمراہ ہونے (ضل / ضلوا) سے تعبیر کیا گیا ہے (البقرہ نمبر ۱۰۸، نساء نمبر ۱۱۶، نمبر ۱۳۶، نمبر ۱۶۷، مائدہ نمبر ۱۲، نمبر ۷۷، نمبر ۱۰۵، الانعام نمبر ۱۴۰، اعراف نمبر ۳۷، نمبر ۱۴۹، الاسراء نمبر ۴۸، کہف نمبر ۱۰۴، طہ نمبر ۹۲، الفرقان نمبر ۹، نمبر ۱۷، النمل نمبر ۲، احزاب نمبر ۳۱، الصفات نمبر ۷۱، الممتحنہ نمبر ۱ وغیرہ) ان آیات کریمہ کے تجزیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کفر و شرک کے علاوہ اللہ و رسول کی نافرمانی اور معصیت کو بھی ”ضلالت“ کہا گیا ہے خواہ وہ زبانی انکار بشکل کفر و شرک ہو یا علی معصیت جیسے سورہ ممتحنہ میں اللہ کے دشمنوں سے دوستی کرنے اور ان سے تعلقات بنانے کو ضلالت قرار دیا ہے یا سورہ احزاب میں جہاں اللہ و رسول کے فیصلہ کو بطیب خاطر قبول کر لینے کا حکم ہے اور ان کے فیصلہ کو نافرمانی اور عدم تعمیل کو ضلالت قرار دیا ہے۔ ان میں بعض آیات کریمہ میں واضح طور سے اہل کتاب کو بھی ”ضلالت“ کا سوداگر کہا ہے اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے درپے بتایا ہے (نساء نمبر ۴۴ وغیرہ)۔ سورہ طہ کی آیت میں حضرت موسیٰ کی غیر حاضری میں بنو اسرائیل کی گوسالہ پرستی کو ضلالت بتایا ہے۔ یہی تقریباً صورت حال ”ضلاًلاً“ میں پائی جاتی ہے کہ بیشتر ایسی آیات میں کفر و شرک اور معصیت الہی و نافرمانی رسول کو ”ضلال“ کہا ہے جیسے نساء نمبر ۱۱۶، نمبر ۱۳۶، نمبر ۱۶۷، احزاب نمبر ۳۱ لفظ ضلالت پر مشتمل سلت آیات کریمہ میں زیادہ تر ہدایت کے مقابلہ میں ضلالت خریدنے کی بات کہی گئی ہے ان کا تجزیہ ایک اور بحث میں کیا جائے گا۔ اکتیس آیات مطہرہ میں ”ضلال“ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ ان میں سے بیشتر میں کفر و شرک کو وجہ ضلال کہا ہے جیسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ سے قبل مومنین کے ضلال مبین کا حوالہ آل عمران نمبر ۱۶۴ اور جمعہ نمبر ۲ میں ہے، حضرت ابراہیم نے اپنے باپ اور قوم کو ضلال مبین میں مبتلا بتایا تھا (انعام نمبر ۷۴، انبیاء نمبر ۵۴)، آخرت پر دنیاوی زندگی کو

ترجیح دینے اور سبیل اللہ سے روکنے اور اس سے اعراض و کجی کو بھی ضلال بعید فرمایا ہے (ابراہیم نمبر ۳)، جو لوگ اپنے رب کے ساتھ کفر کرتے ہیں، ان کے تمام اعمال خاکستر ہیں جسے ہوا اڑالے جاتی ہے اور یہی تو بڑی گمراہی (ضلال بعید) ہے (ابراہیم نمبر ۱۸)۔ اسی طرح تمام ظالم لوگ بھی گمراہی میں مبتلا ہیں (مریم نمبر ۳۸، لقمان نمبر ۱۳) نفع و ضرر نہ پہونچانے والے معبودانِ باطل کی پرستش کرنے کو بھی بڑی گمراہی (ضلال بعید) کہا ہے (الحج نمبر ۱۲)۔ آخرت پر نہ ایمان لانا یا نہ رکھنا ضلال بعید ہے (سبا نمبر ۸)۔ رحمن کے علاوہ دوسرے معبود بنانا بھی ضلال مبین ہے (یس نمبر ۲۴)۔ ذکرِ الہی سے دلوں کی سختی اور بد بختی بھی ضلال مبین ہے (زمر نمبر ۲۲)۔ اور جو قیامت کے بارے میں محض اٹھکیں لگاتے ہیں وہ گمراہی (ضلال بعید) کے شکار ہیں (شوریٰ نمبر ۱۸)۔ داعی الہی کی دعوت کو قبول نہ کرنے والے ضلال مبین میں مبتلا ہیں (احقاف نمبر ۲۲)۔ جہنمیوں اور دوزخیوں کے بارے میں مزید آیات آئی ہیں جن میں ان کو ضلال میں مبتلا بتایا گیا ہے (ق نمبر ۲۷، قمر نمبر ۴۷، ملک نمبر ۹ وغیرہ)۔

ضلال و ضلالت سے متعلق تمام آیاتِ کریمہ کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ راہ پانے کے بعد اور انعامِ الہی سے متمتع ہونے کے بعد خواہ ہدایت و انعام کو چھوڑا جائے یا اس کی رسائی ہی نہ ہو دونوں کو ضلال و گمراہی سے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ ان دونوں صورتوں میں صراطِ مستقیم اور سبیل الہی کھو جاتی ہے اور سالکین دوسری راہوں پر بھٹکتے پھرتے ہیں اور اپنی منزل مقصود کو نہیں پہونچتے۔ اس باب میں ایمان لانے کے بعد ضلالت کا معاملہ بہت اہم ہے۔ دنیاوی اور مادی چیزوں کو اخروی اور روحانی چیزوں پر ترجیح دینا بھی اسی طرح ضلالت کا سبب بن سکتا ہے جس طرح کفر و شرک کہ اس رویہ میں انعامِ الہی کو اپنی خواہشات کی بھینٹ چڑھا دینے کا کافرانہ و مشرکانہ جذبہ موجود ہے۔ اسی بنا پر اللہ و رسول کی معصیت کو ایمان لانے کے بعد بھی ضلالت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس میں علی انکار ہو یا قولی انکار دونوں کو شامل کیا گیا ہے۔ ایک دلچسپ اور اہم بات اس ضمن میں یہ ہے کہ بیجا محبت کو یا زنا کی دعوت کو بھی کھلی گمراہی بتایا گیا ہے (سورہ یوسف نمبر ۸، اگرچہ حضرت یوسف سے ان کے والد ماجد کی محبت بیجانہ تھی جیسا کہ ان کے دوسرے فرزندوں کا خیال تھا۔ کئی ایسی آیاتِ کریمہ آئی ہیں جن میں ضلال / ضلالت کا استعمال صرف صحیح راہ سے بھٹکنے اور منزل مقصود پر نہ پہونچنے اور بے نیل مرام رہنے کے معنی عام میں ہے جیسے کافروں کی دعاؤں کا ضلال / گمراہی میں پھنسا ہونا (رعد نمبر ۱۴، غافر نمبر ۵۰) یا ان کے مکر و فریب کا ضلال میں ہونا (غافر نمبر ۲۵)۔

مفسرین و مترجمین کے لئے ایک مشکل مسئلہ یہ رہا ہے کہ قرآن مجید نے بعض انبیائے کرام کے لئے ضلال (گمراہ) کا لفظ یا ضلال / گمراہی میں ہونے کا ذکر بعض آیاتِ کریمہ میں کیا ہے مگر اس کی صحیح تعبیر کیا ہے؟ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے سورہ طہ کی مذکورہ بالا آیت میں ان کی بعثت سے قبل کے دور کی طرف جو حوالہ آیا ہے یا سورہ الضحیٰ نمبر ۱ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف **وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ** (اور پایا تجھ کو بھٹکتا، پھر راہ دی) کا اشارہ ہے۔ عام طور پر مفسرین نے اس سے مراد صاف اور کھلا ہوا راستہ ایمان نہ پانا مراد لیا ہے۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ یہ

آیت سورۃ شوریٰ نمبر ۵۲ کی مانند ہے۔ اور بعض لوگوں نے اس سے آپ کے بچپن میں راہ سے بھٹک جانا مراد لیا ہے۔ اور بعض لوگوں نے سفرِ شام میں آپ کے راستے بھول جانے کو مراد لیا ہے۔ خود حافظ موصوف فرماتے ہیں کہ یہ سب آپ کی بشت سے پہلے کے مراحل حیات تھے۔ شاہ عبد القادر دہلوی لکھتے ہیں کہ ”جب حضرت جوآن ہوئے قوم کی رسم و راہ سے بیزار تھے اور اپنے پاس کوئی رسم و راہ نہ تھی“۔ یہی بات مولانا عثمانی نے دوسرے الفاظ میں لکھی ہے کہ ”۔۔۔ قلب میں خدائے واحد کی عبادت کا جذبہ پورے زور کے ساتھ موجزن تھا۔۔۔ لیکن کوئی صاف کھلا ہوا راستہ اور مفصل دستور العمل بظاہر دکھائی نہ دیتا تھا۔۔۔“ انہوں نے سورۃ شوریٰ نمبر ۵۲ اور سورۃ نمبر ۹۵: قَالُوا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِي ضَلَالِكَ الْقَدِيمِ (لوگ بولے: قسم اللہ کی تو ہے اپنی اسی غلطی میں قدیم کی) کو ”ضالاً“ کے معنی کرتے وقت پیش نظر رکھنے کی بات کہی ہے۔ مولانا دریابادی نے ”ضالاً“ حیران و سرگرداں کے معنی میں لیا ہے اور تشریح کی ہے کہ ”آپ ابتداء و اصلاً اصول و ارکان شریعت سے یکگانہ محض تھے۔۔۔ سو ”ضال“ آپ کو آپ کی زندگی کے دورِ قبل نبوت کے اعتبار سے فرمایا جب آپ راہِ فلاح و اصلاح کے لئے بیچین تھے۔“ مولانا مودودی نے بڑی مفصل بحث کی ہے۔ جس کا مرکزی نقطہ یہ ہے کہ ”ضال“ کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص راستہ نہ جانتا ہو اور ایک جگہ حیران کھڑا ہو کہ مختلف راستے جو سامنے ہیں ان میں سے کدھر جاؤں۔۔۔ ایک اور معنی کھوئے ہوئے کے ہیں۔۔۔ ضائع ہونے کے لئے بھی ”ضلال“ کا لفظ بولا جاتا ہے۔۔۔ غفلت کے لئے بھی ضلال کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔۔۔ باقی معنی کسی نہ کسی طور پر یہاں مراد ہو سکتے ہیں (انہوں نے گمراہی کے معنی کی نفی کی ہے) مولانا اصلاحی نے جو یائے راہ کے معنی میں یہاں خاص کر لیا ہے۔ اور سورۃ شوریٰ نمبر ۵۲ اور سورۃ یوسف نمبر ۲ نقل کر کے غفلت کے معنی بھی لئے ہیں۔ حالانکہ حقیقت میں یہ معنی صحیح ہیں کہ انبیاء کرام کو اپنی نبوت و رسالت سے قبل صراطِ مستقیم کا صاف پتہ نہ تھا نہ ہی وہ اس سے واقف تھے اگرچہ ان کے دل اور ان کی زندگی کفر و شرک سے پاک تھی۔

(ص) ضلالت و ہدایت کا قرآنی تقابل

قرآن مجید کی مختلف آیاتِ کریمہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ضلال / ضلالت دراصل ہدایت کا متضاد و مخالف ہے اور بہت سی آیات میں ان دونوں کو ایک دوسرے کے متضاد و مخالف کی حیثیت سے استعمال بھی کیا گیا ہے۔ چنانچہ اس معنی کی اہم ترین آیاتِ مطہرہ حسب ذیل ہیں: پہلے فعلِ ضل کے مقابل ہدی / اہتدی پر مبنی آیاتِ کریمہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسُكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ○ (المائدہ: ۱۰۵)

اے ایمان والو! تم پر لازم ہے فکر اپنی جان کا۔ تمہارا کچھ نہیں بگاڑتا جو کوئی بہکا جب تم ہوئے راہ پر۔ اللہ پاس پھر جانا ہے تم سب کو، پھر وہ جنادے کا جو کچھ تم کرتے تھے۔

قُلْ يَٰٓأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ : فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ : وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا : وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ ○ (يونس : ۱۰۸)

تو کہد: لوگو! حق آپکا تم کو تمہارے رب سے، اب جو کوئی راہ پر آوے، سو وہ راہ پاتا ہے اپنے بھلے کو، اور جو کوئی بھولا پھرے، سو بھولا پھرے گا اپنے برے کو۔ اور میں تم پر نہیں ہوا مختار۔

أَدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ○ (النحل : ۱۲۵)

بلا اپنے رب کی راہ پر، پکی باتیں سمجھا کر، اور نصیحت کر کر بھلی طرح، اور الزام دے ان کو جس طرح بہتر ہو۔ تیرا رب بہتر جانتا ہے، جو بھولا اس کی راہ سے، اور وہی بہتر جانے جو راہ پر ہیں۔

وَأَنْ أَتْلُوا الْقُرْآنَ : فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ : وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ إِنَّمَا أَنَا مِنَ الْمُنذِرِينَ ○ (النمل : ۹۲)

اور یہ کہ سنادوں قرآن۔ پھر جو کوئی راہ پر آیا، سو راہ پر آوے گا اپنے بھلے کو۔ اور جو کوئی بہکا رہا، تو کہد سے، میں یہی ہوں ڈر سنانے والا۔

إِنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ : فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَلِنَفْسِهِ : وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا : وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ ○ (الزمر : ۴۱)

ہم نے اتاری ہے تجھ پر کتاب، لوگوں کے واسطے، سچے دین کے ساتھ۔ پھر جو کوئی راہ پر آیا، سو اپنے بھلے کو، اور جو کوئی بہکا، سو یہی کہ بہکا اپنے برے کو۔ اور تجھ پر ان کا ذمہ نہیں۔

ذَٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ ۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ اهْتَدَىٰ ○ (النجم : ۳۰)

یہاں ہی تک پہنچی ان کی سمجھ۔ تیرا رب ہی بہتر جانے، جو بہکا اس کی راہ سے اور وہی بہتر جانے جو آیا راہ پر۔ (نیز سورہ قلم نمبر، معمولی فرق کے ساتھ)۔

لفظ ضلوا (گمراہ ہونے) پر مشتمل آیات یہ ہیں:

قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَ حَرَّمُوا مَا رَزَقَهُمُ اللَّهُ افْتِرَاءً عَلَى اللَّهِ ۚ قَدْ ضَلُّوا وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ○ (الانعام : ۱۴۱)

یشک خراب ہوئے جنہوں نے مار ڈالی اپنی اولاد نادانی سے، بن سمجھے۔ اور حرام ٹھہرایا جو اللہ نے ان کو رزق دیا، جھوٹ باندھ کر اللہ پر۔ یشک بہکے اور نہ آئے راہ پر۔

انْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا ○ (الاسراء : ۴۸)

دیکھ! کیسی بٹھاتے ہیں تجھ پر کہاوتیں۔ اور سبکتے ہیں، سوراہ نہیں پاسکتے۔

اسی طرح فعل مضارع یَضِلُّ پر مشتمل کئی آیات کریمہ میں ہدایت کو ضلالت کے مقابل لایا گیا ہے جیسے انعام نمبر ۱۱۷، یونس نمبر ۱۰۸، اسراء نمبر ۱۵، طہ نمبر ۱۲۳، زمر نمبر ۳۱ وغیرہ۔

مصدر ضلال / ضلالت کے بالمقابل ہدایت پر مشتمل آیت کریمہ حسب ذیل ہیں:

إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَأْدُكَ إِلَى مَعَادٍ ۖ قُلْ رَبِّي أَعْلَمُ مَنْ جَاءَ بِالْهُدَىٰ وَمَنْ هُوَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ (القصص: ۸۵)

جس شخص نے حکم بھیجا تجھ پر قرآن کا، وہ پھیر لانے والا ہے تجھ کو پہلی جگہ تو کہہ، میرا رب خوب جانتا ہے، کون لایا راہ کی سوجھ اور کون پڑا ہے صریح بہکاوے میں۔

قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ قُلِ اللَّهُ ۖ وَإِنَّا أَوْأَيُّكُمْ لَعَلَىٰ هُدًى أَوْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ (سبا: ۲۴)

تو کہہ یا کون روزی دیتا ہے تم کو، آسمانوں سے اور زمین سے؟ بتا کہ اللہ اور یا، ہم یا تم بے شک سوجھ پر ہیں یا پڑے ہیں بہکاوے میں صریح۔

أَفَأَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ أَوْ تَهْدِي الْعُمْىٰ وَمَنْ كَانَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ (الزخرف: ۴۰)

سو کیا تو سناوے گا، بہروں کو؟ یا سوجھاوے گا اندھوں کو؟ اور صریح غلطی میں بھٹکتوں کو؟

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ ۖ فَمَا رَبَحَتِ تِجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ۝ (البقرہ: ۱۶)

وہی ہیں جنہوں نے خرید کی راہ کے بدلے گمراہی۔ سو قطع نہ لائی ان کی سوداگری اور نہ راہ پائے۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ ۖ وَالْعَذَابُ بِالْمَغْفِرَةِ ۖ فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ۝ (البقرہ: ۱۷۵)

وہی ہیں جنہوں نے خرید کی گمراہی، بدلے راہ کے، اور مار بدلے مہر کے۔ سو کیا سہارا ہے ان کو آگ کی؟

فَرِيقًا هَدَىٰ وَفَرِيقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلَالَةُ ۚ إِنَّهُمْ اتَّخَذُوا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ اللَّهِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ

مُهْتَدُونَ ۝ (الاعراف: ۳۰)

ایک فرقے کو راہ دی، اور ایک رتے پر ٹھہری گمراہی۔ انہوں نے پکڑے شیطان رفیق، اللہ چھوڑ کر اور سمجھتے ہیں کہ وہ

راہ پر ہیں۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ۖ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَىٰ اللَّهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ

حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ ۖ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ۝ (النحل: ۳۶)

اور ہم نے اٹھائے ہیں ہر امت میں رسول، کہ بندگی کرو اللہ کی، اور بچو ہر دونگے (سرکش) سے، سو کسی کو راہ دی اللہ نے

اور کسی پر ثابت ہوئی گمراہی۔ سو پھر زمین میں، تو دیکھو کیا ہوا آخر جھٹلانے والوں کا۔

وَمَا أَنْتَ بِهَدِي الْعُمَىٰ ۖ إِنْ تُسْمِعُ إِلَّا مَنْ يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ مُسْلِمُونَ ○ (النمل : ۸۱)
اور نہ تو دکھا سکے اندھوں کو، جب راہ سے بچلیں، تو تو سناتا ہے اس کو جو یقین رکھتا ہو ہماری باتوں پر، سو وہ حکمبردار
ہیں۔

ان تمام آیاتِ کریمہ میں ضلالت و ہدایت کو ایک دوسرے کا مقابل و متضاد قرار دیا ہے۔ اور ان کا تعلق صراطِ مستقیم سے جوڑا ہے۔ خواہ لفظ سبیل استعمال کیا ہو یا کوئی اور۔ غرضیکہ ہدایت کے معنی میں صراطِ مستقیم پر چلنا اور ضلالت کے معنی میں اس صراطِ مستقیم پر نہ چلنا یا اس سے دور رہنا۔ یہ ایسا جامع مفہوم ہے جو ہر سیاق و سباق میں صحیح معلوم ہوتا ہے خواہ اس کا استعمال کسی کیلئے کیا جائے۔ ہدایت کے لئے بعض دوسری آیاتِ کریمہ میں حق وغیرہ کا استعمال بھی کیا ہے جس طرح ضلال / ضلالت کے لئے اندھا پن / عمی استعمال کیا ہے۔ مفہوم ایک ہے کہ صراطِ مستقیم پر چلنا حق ہے ہدایت ہے اور ایمان ہے اور اس سے دور ہونا کراہی اور اندھا پن ہے۔

مفسرینِ کرام نے ”المغضوب علیہم“ کی جس طرح تفسیر و تشریح کی ہے اسی طرح انہوں نے ”ضالین“ کی کی ہے اور عام طور سے اول الذکر سے یہود اور ثانی الذکر سے نصاریٰ مراد لئے ہیں۔ یہود اور ”المغضوب علیہم“ پر مذکورہ بالا بحث کی مانند مفسرینِ کرام کی ”ضالین“ پر بحث بھی مختلف تعبیریں پیش کرتی ہے۔ احادیث و آثار میں ان سے نصاریٰ مراد ہیں اور ان کی مفسرین نے توجیہ کی ہے کہ ان سے صرف یہی طبقہ مراد نہیں بلکہ ”ضالین“ کے نامائندہ طبقہ کے مثل ان کا ذکر کیا گیا ہے ورنہ ہر طرح کے گمراہ لوگ مراد ہیں۔ حافظ ابن کثیر، مولانا محمود حسن وغیرہ کے بیانات اوپر ذکر کئے جا چکے ہیں۔ اسی ضمن میں مولانا دریا بادی کے حوالہ سے امام رازی کا خیال بھی اوپر آچکا ہے کہ ”اس سے اعتقادی غلطیوں والوں کو مراد لیا جائے اور مغضوب علیہم سے عملی غلطیوں والوں کو“ حالانکہ یہ تقسیم قرآنی آیاتِ بالا کی روشنی میں صحیح نہیں معلوم ہوتی کہ اللہ تعالیٰ نے ضلال و ضلالت کو اعتقادی اور عملی دونوں غلطیوں کے ارتکابِ جرم کے مترادف قرار دیا ہے۔ مولانا مودودی نے ان دونوں طبقات کی تشریح ایسی نہیں کی کہ اس سے ان کے درمیانی فرق کو جانا جاسکے۔ مولانا اصلاحی کے نزدیک ”ضالین“ سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے دین میں غلو کیا، جنہوں نے اپنے پیغمبر کا رتبہ استابرٹھلایا کہ اس کو خدا بنا کر رکھ دیا۔۔۔ بلکہ اپنے جی سے رہبانیت کا ایک پورا نظام کھڑا کر دیا۔۔۔ اور صرف مائدہ نمبر ۷۷ سے استشہاد کیا ہے جس میں غلو نہ کرنے کا حکم، غیر حق کی اتباع اور پیشروؤں کی خواہشوں بدعتوں کی پیروی کی ممانعت الہی آئی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس تشریح و تعبیر میں مفسرِ گرامی کی نظر میں صرف نصاریٰ ہیں جس کے سبب انہوں نے ایک طبقہ کو مراد لے کر اس کی تعریف کی ہے حالانکہ قرآن مجید کی دوسری آیاتِ کریمہ میں غلو کے علاوہ کفر و شرک اور دوسری اعتقادی اور عملی غلطیوں کا ذکر صریح موجود ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ”مغضوب علیہم“ ان طبقات و افراد کو کہا گیا ہے جنہوں نے کفر و شرک میں مرد و سرکشی کی انتہائی راہ اختیار کی اور غضبِ الہی کے مستحق بنے جبکہ ”ضالین“ سے وہ کافر و مشرک اور غیر ایمان والے مراد ہیں جنہوں نے انتہائی مرد نہیں کیا لہذا وہ نہ لوٹنے والے نقطہ

سے پہلے ابھی ضلالت میں ہیں اور ابھی تک اس غضب الہی کے سزاوار نہیں ہوئے کہ پھر حق و ہدایت کی راہ ان پر یکسر بند کر دی جائے جیسی کہ مغضوب علیہم پر بند کر دی گئی ہے۔

تجزیہ آخریس

کلام الہی کی آیات کریمہ کے پس منظر اور حوالہ سے سورۃ فاتحہ کا سب سے اچھا اور سب سے موزوں نام ”سورۃ الحمد“ معلوم ہوتا ہے کہ اسی سے نہ صرف اس سورۃ کریمہ کا مبارک آغاز ہوا ہے بلکہ حمد کی روح اس کی تمام آیات مقدسہ میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ پہلی تین آیات کریمہ میں یہ حمد الہی تو اتنی واضح اور غیر مبہم ہے کہ تشریح و تفصیل کی کوئی حاجت نہیں۔ بقیہ چار آیات کریمہ میں تھوڑے تدبر و تفکر اور غور و فکر سے روح حمد کو جاری و ساری دیکھا جاسکتا ہے۔ عبادت الہی اور استعانت ربانی بھی تو حمد رحمانی ہے کہ عبادت و استعانت پر مامور ہم بند کائنات الہی اپنے قول و کلام اور زبان و نطق سے حمد و ثنائے ربانی کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے اعضاء و جوارح قلب و دماغ، اور فکر و نظر اور شعور و ادراک غرضیکہ روح و مادہ کے اس حسین و متوازن امتزاج کے ساتھ کہ جس سے ہم بنے ہیں اپنے رحمن و رحیم اور رب العالمین اللہ کی عبادت کی شکل اور استعانت کی صورت میں حمد کرتے ہیں۔ اور پھر اسی سے صراطِ مستقیم کی طلب کرتے ہیں جو حسن طلب کی حمد و ثناء ہے۔ اور اس صراطِ مستقیم کی طلب جو حمد کرنے والوں کو بطور نعمت ربانی حاصل ہوئی ہے اور جس سے حمد نہ کرنے والے محروم ہو کر غضب الہی اور ضلالت کے سزاوار بنے ہیں ہماری عبادت الہی کی مانند کائنات کی ہر شے اس کی حمد و ثناء کر رہی ہے اور یہی ان کی عبادت و پرستش ہے۔ قرآن مجید کی بہت سی آیات کریمہ بالخصوص حمد و ثنائے ربانی پر مشتمل آیات مطہرہ یہ حقیقت روز روشن اور طہارت باطن کی طرح اجاگر کرتی ہیں کہ تمام مظاہر فطرت اور جمیع خلقت کائنات اللہ رب العالمین کی حمد و ثناء ہی کرتی ہے خواہ وہ فرشتگانِ افلاک ہوں یا حاملینِ عرش الہی، خواہ وہ خاک بسرِ اولادِ آدم ہوں یا آب و باد و خاک کے چرند و پرند۔ اس نیلگوں آسمان کے نیچے، اور اس فرشِ خاک کے اوپر صرف حمد الہی کا زمزمہ گونج رہا ہے۔

ایک حقیقت قرآنی یہ ہے کہ کلام الہی کا آغاز و افتتاح بسملہ یا تسمیہ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سے ہوتا ہے جو قرآن مجید کی اولین آیت کریمہ باعتبار ترتیب مصحفی ہے۔ مفسرین و شارحین کے درمیان اس امر پر اختلاف ہے کہ بسملہ سورۃ فاتحہ کی اولین آیت ہے یا ایک آزاد و مستقل آیت کریمہ۔ احادیث نبویہ، روایات شریفہ اور آثارِ صحابہ سے قطع نظر قرآن مجید کے اندرون کی شہادت بتاتی ہے کہ وہ ایک آزاد و خود مختار آیت جلیلہ ہے جو سورتوں کے بنام الہی آغاز و افتتاح اور دوسری سورت کریمہ سے فصل کرنے کے لئے نازل کی گئی تھی۔ اس پر بسملہ کی قرآن مجید میں حیثیت و مقام اور سورتوں سے الگ کتابت کرنے کا انداز بھی دلالت کرتا اور شہادت دیتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور اہم مسئلہ یہ ہے کہ مفسرین و شارحین کرام بسم اللہ نے قبل ایک فعلِ محذوف مانتے ہیں جو عام طور سے اقراء (پڑھتا ہوں) یا اتلوا (تلاوت کرتا ہوں) یا ابدأ (شروع کرتا ہوں) وغیرہ ہیں یعنی ایسے تمام افعال جو صرف انسانی مخلوق کے تو ضرور لائق

میں تاہم وہ مُنَزَّلِ قرآن کریم کے شایانِ شان نہیں معلوم ہوتے۔ لہذا اللہ تعالیٰ کی ذاتِ والا صفات کے لئے اُنَزَّلَ / تُنَزَّلُ (نازل کرتا ہوں) کی قبیل کے الفاظ محذوف مانتے چاہئیں اگر اس سے پہلے محذوف مانتا استنباطی ضروری ہے۔ بسملہ کی ساخت و دروبست واضح کرتے ہیں کہ کسی فعل محذوف کو مانتے کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ یہ وہ کلمہ عالیہ ہے یا ان کلمات و تراکیب میں سے ہے جو بجائے خود فعل کے بغیر کلامِ تام ہوتے ہیں اور پورے معانی کی ترسیل کرتے ہیں۔ بلاغتِ قرآنی اور فصاحتِ الہی کا یہ مزید معجزہ ہے کہ یہ کلمہ عالیہ خود بخود موقع و محل کی مناسبت سے اپنے موزوں ترین اور بہترین معنی کا حامل بنتا اور اس کی ترسیل کرتا ہے۔ مزید برآں اس کی فصاحت و بلاغت کی انتہا یہ ہے کہ وہ اگر زبانِ الہی سے ادا ہو تو اپنے عظیم الشان متکلم کے شایانِ شان مفہوم کا ابلاغ کرتا ہے اور اگر زبانِ مخلوق سے نکلے تو اس کے فروتر مرتبہ کی رعایت کرتا ہے۔ بسملہ سے حذفِ فعل کی یہی حکمتِ الہی ہے۔

عربی لغت کے اعتبار سے مفسرینِ کرام اور شارحینِ عالی مقام نے ”الحمد“ میں الف لام کو حرفِ استغراق و جنس مان کر تمام اور ہر قسم کی حمد و ثنا کو اس میں شامل مانا ہے۔ اور طرح طرح کی تفسیریں کی ہیں جو اسی نکتہ کے محور پر گھومتی ہیں۔ قرآن مجید کی بہت سی آیاتِ کریمہ نے حمدِ الہی کی بہت سی نئی تشریحات اور تعبیریں کی ہیں جو مفسرین و شارحین کی تعبیرات میں نئی جہتیں جوڑتی ہیں اور انسانی تشریحات و تعبیرات سے کہیں اہم اور کہیں دلکش معانی پیدا کرتی ہیں۔ پہلی تعبیر و حقیقت تو یہ ہے کہ سورۃ الحمد میں مذکور حمدِ الہی اللہ رب العالمین کی زبانِ ترجمان حقیقت سے ادا کی گئی ہے جس سے دوسرا نکتہ یہ واضح ہوتا ہے کہ جس ذاتِ والا صفات کی وہ حمد و ثنا ہے وہ اسی کی شانِ ارفع و اعلیٰ کے مطابق اور شایانِ شان اس کی زبانِ مبارک ادا کر سکتی ہے۔ کیونکہ جو ذاتِ گرامی مخلوقاتِ عالم خاص کر انسانِ آب و گل کے شعور و ادراک کے پرے ہے اس کی تمام صفات بھی اس کے فہم و عقل سے ہلاترہیں۔ ظاہر ہے کہ ذاتِ بیکراں و لامحدود کی ذات و صفات بند کانِ فانی و محدود کی سمجھ سے باہر ہیں۔ اس لئے خود اسی ذاتِ عالی مقام کو اپنی صفاتِ جمال و جلال ظاہر کرنی پڑیں۔ اور اسی سبب سے اپنی حمد و ثنا بھی کرنی پڑی تاکہ اس ذاتِ عالی کی رفعت کے مطابق اور مرتبہ بلند کے موافق ہو ”الحمد“ میں نہ صرف معنی استغراق و جنس یعنی ہر قسم کی اور سب کی سب حمد کا مفہوم شامل و موجود ہے بلکہ حصر و حد کے مناسب مفہوم بھی شامل ہے کہ اس کے سوا اور کسی کے لئے حمد نہ ہو سکتی ہے اور نہ ہوتی ہے۔ ساتھ ہی یہ مفہوم بھی ہے کہ وہ حمدِ الہی جو اللہ تعالیٰ کی علو شان اور رفعتِ مقام کے شایانِ شان ہے اور جس کی تصریح حدیثِ نبوی میں یوں آئی ہے کہ ”میں تیری حمد و ثنا کا احاطہ و احصا نہیں کر سکتا تو ویسا ہی ہے جیسا کہ تو آپ اپنی ثنا و حمد کرتا ہے۔“ اس میں بے حد و بے حساب ذاتِ گرامی کے لئے حد و شمار سے خارج، لامتناہی، ازلی و ابدی اور سرمدی حمد و ثنا بھی شامل ہے۔ اس میں زبانِ بشر سے حمد و ثنا کا مفہوم بعد میں شامل ہوتا ہے کہ وہ متابعتِ امرِ الہی کا نتیجہ ہے۔

قرآن مجید کی مختلف آیاتِ جلیلہ میں حمدِ الہی کا موقع و محل کی مناسبت سے بیان اس کو وسعتِ معانی اور رفعتِ مفہیم عطا کرتا ہے۔ مطلق حمد کے سوا ظالموں کے استیصال، نعمتِ الہی سے سرفرازی، حق و باطل کی آویزش میں حق کی

فتح، فیصلہ عدل و انصاف اور مخلوق کو رزق و حیات عطا کرنے اور اللہ تعالیٰ کی الوہیت و ربوبیت کا اظہار کرنے کے بعد اللہ رب العالمین کی حمد سورہ فاتحہ کی اولین آیت کی مانند چھ آیت کریمہ میں کی گئی ہے۔ جو حمد و ثنائے ربانی کے نئے مضامین اور نئے معانی عطا کرتی ہے سورہ فاتحہ میں جس طرح حمد الہی کو ربوبیت الہی کی صفت کے ساتھ جوڑا گیا ہے متعدد آیت کریمہ میں پروردگار عالم کی دوسری صفات کے ساتھ اس کو ربط دیا گیا ہے۔ آسمان و زمین اور نور و ظلمت کے خالق، کتابِ قیم کے مُنَزَّل، آسمان و زمین اور تمام کائنات کے مالک و پادشاہ، خالقِ مطلق اور فرشتوں کے خالق، اور آخرت کے مالک و پادشاہ کی حیثیت سے اس کی حمد کی گئی ہے۔ اور یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ اس دنیائے فانی میں بھی اسی کو حمد سزاوار ہے اور آخرت میں بھی اسی کو ہی ہوگی۔ ان سب آیت میں رب العالمین کی صفت ضرور لائی گئی ہے۔ آیت کریمہ کے درمیان میں کلمہ الحمد نہ مختلف سیاق و سباق اور پس منظر میں لاکر حمد الہی کے معنی کو نئی وسعتیں دی گئی ہیں۔ دو آیت کریمہ میں ایک صاحبِ قدرت و استطاعت اور انفاق کرنے والے شخص اور دوسرے ضدی، ذرفے بمقدار اور مملوک بندہ کے درمیان تقابل کر کے اللہ کے لئے حمد ثابت کی گئی ہے اور یہ حمد بزبانِ الہی ہے۔ جبکہ اہل ایمان و صاحبانِ جنت کی زبانِ شکر بیان سے اولادِ نرینہ، علم و فضل، ہدایت و نعمت، رفع غم و حزن اور جنت کی نعمت عطا ہونے پر حمد الہی ادا کرائی گئی ہے۔ پھر موقع و محل کی مناسبت سے کبھی اللہ کی حمد پر مقدم کر کے الوہیت کے لئے حمد کو ثابت کیا گیا ہے اور کبھی حمد کو اللہ پر مقدم کر کے حمد کی ذاتِ الہی کے لئے تحفیف و حصر کی گئی ہے۔ پھر زمان و مکان۔ صبح و پہر شام اور رات کی گھڑیوں۔ اور زمین و آسمان اور انکی پہنائیوں میں حمد کو ذاتِ الہی کے لئے ثابت کیا گیا ہے۔ ذاتِ الہی کے لئے زبانِ الہی سے حمد الہی کے اثبات کے علاوہ واضح کیا گیا ہے کہ تمام مخلوقات عالم۔ زمین و آسمان اور ان کی پہنائیوں کی تمام کائنات۔ اللہ تعالیٰ کے لئے ہمہ وقت تسبیح و تحمید کرتی ہے۔ مظاہرِ فطرت میں رعد و برق و آسمان و زمین اور فرشتوں کے ذکر خاص کے ساتھ ہر شے کے حمد الہی و تسبیح ربانی کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نیک اور متقی بندے اپنے قول و عمل دونوں سے حمد الہی ادا کرتے ہیں جبکہ منکرین و کافرین اگرچہ زبان کو اس کے وظیفہ حیات سے اپنے اختیار سے روک لیتے ہیں تاہم ان کے قویٰ اور فطری اعمال از خود حمد الہی کا وظیفہ زندگانی ادا کرتے رہتے ہیں۔ اسی لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص کر اور تمام بندگانِ ربانی کو عام طور سے ہر آن و ہر لمحہ میں حیاتِ بشری کے سرد و گرم کے تمام لمحات میں حمد الہی کرنے کا حکم ہے۔ سورہ فاتحہ کی الحمد میں یہ تمام محملہ شامل ہیں۔

الحمد میں حصر و اختصاص کے معانی بھی مضمین ہیں کہ حمد صرف ذاتِ الہی کو سزاوار و زیبا ہے اور اس کے علاوہ کسی اور کے لئے وہ بنی ہی نہیں۔ اگر کوئی غیر اللہ کے لئے حمد کرتا ہے تو حمد ہی نہیں ہوتی البتہ وہ ظلم و شرک کا مجرم ضرور بن جاتا ہے۔ پھر یہ بھی حقیقت اسی سے ہویدا ہوتی ہے کہ حمد اللہ کے لئے اسکی الوہیت کے سبب ہے نہ کہ کسی اور وجہ و عامل کی بنا پر۔ لہذا کوئی فعل یا صفتِ ربانی حمدِ الہی کے اثبات و اطلاق کے لئے ضروری اور لازمی نہیں ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ حمد الہی ذاتِ الہی کے ساتھ مستلزم ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنی ذات والا صفات اور اللہ ہونے کے سبب ہی حمید

اور محمود ہے۔ بالفاظِ دیگر وہ کسی حمد کی حمد کرنے سے محمود و حمید نہیں بنتا۔ اس کا منطقی نتیجہ یہ نکلا کہ اسکی ذاتِ حمید و محمود پر کسی کے حمد کرنے سے جس طرح فیض و فائدہ کا اثر مرتب نہیں ہوتا اسی طرح کافرین حق اور منکرین دین کے انکار کرنے اور حمد سے باز رہنے سے نقصان و نقص کا اثر نہیں ہوتا۔ یعنی وہ حمد کرنے والے کی حمد سے پہلے بھی اسی طرح محمود و حمید تھا جس طرح اسکی حمد و ثنا کے بعد اور منکر و کافر کے حمد الہی سے انکار کرنے سے پہلے بھی وہ ویسا ہی محمود و حمید تھا جیسا اس کے انکار و کفر کے بعد۔ ثابت ہوا کہ وہ اپنی ذاتِ والا صفات سے نہ صرف حمید و محمود ہے بلکہ وہ حمد کرنے والوں کی حمد سے اور نہ کرنے والوں کی حرکت سے مستغنی اور غنی ہے۔ ظاہر ہے کہ حمد سے جب ذاتِ الہی کو فائدہ و نقصان نہیں پہونچتا تو لازمی طور سے حمد کرنے والے کو فائدہ پہونچتا ہے اور نہ کرنے والے کو نقصان۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی حمد کا جذبہ فطرتِ مخلوق میں اسی طرح ودیعت کر دیا ہے جس طرح ان میں حیات و ممات کی صلاحیت اور ان کی اس کارگر شیشہ گری میں کارکردگی تمام مظاہرِ فطرت اسی بنا پر حمد الہی میں ہم تن اور ہم وقت مصروف و منہمک رہتے ہیں جبکہ انسان و جن میں اہل ایمان و یقین حمد الہی کا وظیفہ دونوں جہانوں میں ادا کرتے ہیں اور منکرین و کافرین اپنے اختیارِ بشری کو غلط استعمال کر کے اپنی زبان و عمل کو حمد الہی کے وظیفہ حیات سے روک لیتے ہیں تاہم ان کی فطرت اسکو ادا کرتی رہتی ہے۔ یہی وہ ہم گیر ازلی و ابدی اور سرمدی حمد ہے جو الحمد للہ میں اپنی تمام و بے شمار و بے حساب وسعتوں، پہنائیوں اور ہم گیریوں کے ساتھ موجود و مضر ہے۔

جس اللہ کی ذات کے لئے ایسی ہم گیر و وسیع حمد و ثنا کا کلمۃُ الحمد میں اثبات کیا گیا ہے اسکی تعریف تعارف میں قرآن مجید کی تمام آیاتِ کریمہ بطور شہیدِ عادل پیش کی جاسکتی ہیں۔ اس کی ذات کی سب سے بڑی صفت اسکی وحدانیتِ واحدیت ہے یعنی اس کے سوا اور کوئی الہ و معبود نہیں۔ اس کے دو پہلو ہیں کہ صرف اللہ ہی الہ و معبود ہے اور اس کے سوا اور کوئی الہ و معبود وجود ہی نہیں رکھتا۔ اور جس کو کافرین و مشرکین مسندِ الوہیت پر بٹھا دیتے ہیں وہ اللہ واحد و احد کی مخلوق بے اختیار ہے۔ دوسری صفتِ ربانی کا ذکر کرنا ناممکن ہے کیونکہ وہ قرآن مجید کی ہر آیت و ہر کلمہ میں موجود ہے۔ البتہ ان میں سے جو اہم ترین صفات و تعریفات ہیں وہ بیان کی جاسکتی ہیں۔ اللہ کی ذات میں الوہیت موجود ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ خود زندہ (حی) اور قیم ہے اسی طرح وہ قیوم بھی ہے۔ وہ ازلی و ابدی اور سرمدی ہے کہ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔ وہ سمیع و بصیر اور علیم ہے۔ وہ مالک و ملک، پادشاہ و فرمانروا ہے۔ وہ قدیر و عزیز ہے۔ وہ حکیم و عدیل ہے وہ عالم الغیب و الشہادہ ہے۔ وہ پوری کائنات کا مدبر و منتظم ہے۔ وہ دنیا و آخرت دونوں جہانوں کا مالک و پادشاہ ہے وہ بلند و تعالیٰ، رفیع و عظیم ہے۔ وہ رحمن و رحیم ہے۔ وہ سرتاپا سلامتی اور غفار ہے، وہ جبار و متکبر اور مومن و مہیمن ہے۔ وہ استا عظیم استا یکراں، استا و سبع، استا علی مقام ہے کہ ہماری سرحد اور اک سے پرے اور ہمارے حصارِ شعور سے بالاتر و بلند تر ہے۔ مگر اس کے ساتھ وہ اپنی مخلوقات و بندوں کے لئے رحمن و رحیم ہے، کریم و وسیم ہے، وہ ان کا خالق و رازق ہے، ان کا رب و مربی ہے۔ ان کا منعم و محسن ہے۔ ان کا لجا و ماویٰ

ہے۔ اسی کے پاس سے وہ سب آتے ہیں، اپنی حیاتِ مستعار میں اسی کے کرم و انعام سے متمتع ہوتے ہیں اور پھر اسی کے پاس لوٹ کر انہیں جانا ہے۔ جہاں وہ جنت یا جہنم کی مہمانی کے مزے لوٹیں گے۔ اپنے اعمال و کرتوتوں کے سبب۔ اس لئے یہ اسکا اپنے بندوں پر حق ہے کہ وہ اس کو پہچانیں، اس کی عبادت کریں، اسکی اطاعت و فرمانبرداری کریں اور اسی کے لئے اپنے دین کو خالص کر لیں۔ صرف اللہ تعالیٰ ہی اللہ و معبود، مالک و مختار اور پادشاہ و فرمانروا ہے اور باقی سب اس کے محتاج بندے۔

اگرچہ ذاتِ الہی میں اسکی تمام صفاتِ ربانی موجود و مستلزم ہیں اور وہ اللہ کے کلمہ میں مضمر بھی تاہم اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض اہم ترین صفات کو سورۃ فاتحہ کی آیاتِ کریمہ میں مزید واضح کر دیا ہے تاکہ بندگانِ ذاتِ علی کو اپنے اللہ تعالیٰ کی اور زیادہ معرفت و محبت عطا ہو۔ اسمِ جلالت اللہ کی پہلی صفت سورۃ فاتحہ میں ”رب“ ہے اور وہ العالمین کی طرف مضاف ہو کر مزید واضح ہو گئی ہے۔ مجمل طور سے اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے سوا تمام مخلوقاتِ عالم کی ہر طرح کی مادی اور روحانی تربیت ان کے مقام و مرتبہ اور ضرورت و حاجت کے مطابق اور موقعہ و محل کی مناسبت و رعایت سے فرماتا ہے۔ اس کی ربوبیت مطلقہ قید زمان و مکان سے آزاد ہے تاہم وہ العالمین کے اعتبار سے ہر مکان و زمان کے ساتھ مشروط بھی ہے۔ سارے جہانوں اور جمیع عالموں کی تربیت و پرورش میں اگرچہ تمام غیر اللہ کی پرورش و پرداخت شامل ہے تاہم قرآن مجید کی متعدد آیاتِ کریمہ نے اس اجمال کی تفصیل بھی بیان کر دی ہے۔ یہ رب العالمین دنیاوی حیات و زندگانی کی عطا و برقراری، انسانوں کی روحانی تربیت و مادی پرورش کے صحیح طریقہ کی ہدایتِ عام و خاص کے لئے رسولوں اور نبیوں کی بعثت و رسالت، ان کی تبلیغ و انداز کے ذریعہ صحیح عبادتِ الہی کی تعلیم و تدریس اور اطاعتِ ربانی کے طریق احسن کی رہنمائی و ہدایت، رب العالمین کی غیر مشروط و بے چون و چرا اطاعت، اسکی تسہیل و تعلیم کے لئے کتب مقدسہ بالخصوص قرآن کریم کی تنزیل و ترسیل کے حوالہ و تفصیل سے واضح کی گئی ہے مزید وضاحت آسمان و زمین اور ان کی پہنائیوں کی ربوبیت، رات دن، چاند سورج اور ستاروں کی گردش و تسخیر، بہترین صورت گری انسانی، طیب رزق کی فراہمی، زمین و آسمان کی انسان کے لئے افادیت، ہر شے کی ربوبیت، ہر نفس کی اپنی خالص ذمہ داری عملِ جنابِ الہی میں انسان و مخلوقات کی مرجعیت، زندگانی مخلوقات و مرگ انبوہ کی قدرت، اللہ تعالیٰ کی رزاقیت، خالقیت اور مالکیت غرضیکہ امر و خلق کے ہر جزئیہ و کلیہ کے حوالہ سے کی گئی ہے۔ اللہ ایسا رب العالمین ہے جو اپنے تمام مربوبوں (پرورش یافتہ) اور مخلوقات کی ہر طرح سے تربیت و پرورش فرماتا ہے۔ اس دنیا میں بھی اور دارِ آخرت میں بھی، اور دنیاوی و مادی بھی اور اخروی و روحانی بھی، اسکی ربوبیت عرش سے فرش تک ازل سے ابد تک ہر زمان و مکان اور ہر مخلوق و بندہ کے لئے ہمیشہ ہمیش سے جاری ہے اور جاری رہے گی۔

حمد و ثنائے سیکراں جس اللہ تعالیٰ کے لئے الحمد میں ثابت کی گئی ہے وہ الوہیت سرمدی اور ربوبیت آفاقی کے اوصافِ حمیدہ کے علاوہ رحمن و رحیم کی صفاتِ ستودہ سے بھی متصف ہے۔ وہ الرحمن اپنی ذات والا صفات سے اس کی

ہستی اور اس کا وجود اس کا پیکر اور اس کی ذات یکسر رحم و رحمت ہے۔ وہ رحمت ہی رحمت ہے۔ وہ مہربانی و لطف سے بھرا ہوا ہے اور اس میں صرف رحم و کرم کا مادہ ہے۔ وہ اپنی ذات سے پیکر رحمت ہے۔ اس رحمت کا ظہور اس کی صفت رحیمیت سے ہوتا ہے جو اس کی رحمت کی طرح دوامی اور مستقل ہے۔ جس طرح اس کی ذات علی سے رحمت کبھی بھی جدا نہیں ہوتی اسی طرح اس کی رحمت کا فیضان اس کے بندوں سے کبھی دور نہیں ہوتا۔ وہ مسلسل، بلا انقطاع، بلا طلب و بلا سبب، اپنی رحمت اپنی مخلوقات عالم پر نچھاور کرتا رہتا ہے۔ قرآن مجید کی متعدد آیات کریمہ اسکی ان دونوں صفتوں رحمتیت و رحیمیت کو لازم و ملزوم بنا کر اللہ کی ذات گرامی کے لئے ثابت کرتی ہیں۔ اسی کے نام نامی اور ذات گرامی سے ہر شے کے آغاز و افتتاح، اس کی الوہیت اور وحدانیت بلا شرکت غیرے، اسی کی تنزیل رحمت، اسی کے علم غیب و شہادت کے حوالوں سے ان دونوں صفات کا ذکر کیا گیا ہے الرحمن اللہ تعالیٰ کا اسمِ جمال ہے جس طرح اللہ اس کا اسمِ جلال ہے۔ وہ الرحمن ہے اس لئے وہ معبود ہے اور اس کے سوا تمام اشیاء اور تمام مخلوقات عالم اس کے بندے اور عبد ہیں اور اس کی رحمتیت سے مستفیض۔ ان میں فرشتگانِ افلاک، بند کائناتِ خلکی نہاد، اور کرویشانِ پاک بنیاد شامل ہیں۔ اہل ایمان و یقین نے اسی الرحمن کی رحمتیت سے اس کی اطاعت و فرمانبرداری کی اور اس کی رحیمیت سے اچھے ثمرات دونوں جہان میں پائے اور اہل کفر و طغیان نے اس کی رحمتیت کا انکار کیا اور اس کی رحیمیت سے محروم ہو کر بُرے نتائج بھگتے۔ وہ ایسا الرحمن ہے کہ نہ اس کی رحمتیت و مملکت میں کوئی شریک ہے نہ سہیم، نہ کوئی شفیع ہے اور نہ سفارشی، نہ اولاد ہے اور نہ بیوی۔ وہ تو معبود حقیقی ہے اور باقی سب اس کے بندہ عابد۔ وہ عرشِ الہی پر متمکن، خالقِ سموات و ارض، مالکِ دو جہان، مُنزِلِ قرآنِ معلّمِ بیان، مدبر و منتظمِ شمس و قمر و کواکب اور ہر شے کا رب و مربی ہے۔ اسکی رحیمیت رافت و محبت، عزت و تربیت اور برّ و احسان کی شکل میں مسلسل برستی ہے۔ وہ مومنوں کے لئے سرپایا رحم ہے۔ وہ ان کا گناہ چھپاتا اور معاف کرتا ہے۔ وہ غفور و صبور ہے اور طرح طرح سے ان کی مغفرت کرتا ہے۔ مختصر یہ کہ اس کی رحمتیت اپنی ذات سے جیسی بیکراں ہے ویسی ہی اسکی رحیمیت بھی بے حد و حساب ہے۔ وہ اپنی رحیمیت سے اپنی حکمت و تدبیر کے مطابق اپنے بندوں کو نوازتا ہے کہ وہ رحمت و وسیع کا مالک ہونے کے ساتھ رحمت کا کلی حق رکھتا ہے۔

وہ اللہ تبارک و تعالیٰ جو ہر طرح کی حمد و ثنا کا سزاوار ہے اور جو رب العالمین، اور رحمان و رحیم ہے وہ روزِ جزا کا مالک بھی ہے۔ وہ یومِ آخرت کا مالک و عادل ہے کہ وہ ملکیتِ مطلقہ کا انتہائی عروج اور نقطہ کمال ہے جبکہ اس دنیا میں اور سارے جہانوں میں اس کی ملکیتِ مطلقہ کا اظہار ہر آن و ہر لمحہ ہوتا رہتا ہے۔ اگرچہ اس دنیا نے فانی میں بہت سے حاکمانِ وقت اور فراعین بے سلاں نظر آتے ہیں تاہم ان کی پادشاہی و حکمرانی وقتی اور عارضی ہوتی ہے کہ وہ زوال و بحال سے محفوظ نہیں۔ ان میں سے کسی کی پادشاہی اور فرمانروائی کو استقرار و استقلال نہیں بلکہ یکے بعد دیگرے وہ مسلسل بدلتی رہتی ہیں اور پھر ان میں سے بڑے سے بڑے حاکمِ وقت اور پادشاہِ دوراں کو دوسروں کی اعانت و لہذا سے مفر

نہیں لہذا ان کے ہزار ہا شریک و سہیم ہوتے ہیں اور طرفہ ستم یہ کہ ان کے زوال و محال کے وقت، ذلت و بے آبروئی کے زمانہ میں ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا۔ دنیاوی حکمرانوں کی حکومت و سلطنت کی اس عارضی اور زوال پذیر فطرت اور غیر مستقل و فانی طبیعت کے نتیجے میں اس حاکم مطلق اور مقتدر باقی کی طاقت و اقتدار کی کار فرمائی جاری رہتی ہے جو ازلی و ابدی اور سرمدی حکمران ہے جسکی حکومت و سلطنت کو زوال نہیں جس کی فرمانروائی و پادشاہی میں کوئی شریک و سہیم نہیں، جس کو عزت ہی عزت اور اقتدار ہی اقتدار حاصل ہے، جس کو ذلت و زوال چھو بھی نہیں سکتا۔ وہ زمان و مکان کی قید سے پرے اور وقت و عصر کی پابندیوں سے آزاد مالک عزت و افتخار اور صاحب اقتدار و اختیار ہے وہ دنیا میں بھی اسی طرح حکمران و فرمانروا ہے کہ جس طرح قیامت کے دن اور آخرت میں ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ یہاں اس دنیائے فانی میں لوگوں کو اقتدار و اختیار عارضی دیتا ہے اور چھین کر ثابت کرتا رہتا ہے کہ ان تمام حکمرانوں اور شاہوں کے اوپر ایک حاکم اعلیٰ اور قادر مطلق ہے۔ قرآن مجید میں اسی ملکیت تام، اسی مالکیت مطلقہ، اسی سرمدی پادشاہی اور اسی ازلی و ابدی ملک کو مختلف انداز میں بیان کیا ہے۔ سورہ فاتحہ میں اسے بدلہ کے دن اور جزا کے روز کا مالک بتایا۔ اس کی مزید تشریح مختلف آیات میں یوں کی کہ وہ مالک الملک ہے چاہتا ہے ملک دیتا اور جس سے چاہتا ہے چھینتا ہے۔ وہ عزت و ذلت بھی دینے اور لینے پر قادر ہے اور ہر طرح کے خیر کا مالک ہے۔ اس کی قدرت و سلطنت پوری کائنات پر آسمانوں پر زمین پر ان کی دونوں پہنائیوں میں، ملاء اعلیٰ پر، عرش الہی پر، تحت الثریٰ میں، زندوں و مردوں پر، رزق و دولت کے تمام وسائل و ذرائع اور ان کی تقسیم پر انسانوں و جنوں پر ایمان و ہدایت اور کفر و ضلالت پر، اولاد کی عطا پر، تخلیق و تدبیر پر، مغفرت و عقوبت پر، زندگی و موت پر، دنیا و آخرت پر غرضیکہ ہر شے پر قائم و دائم ہے اور اس میں نہ کوئی اس کا ساجھی شریک ہے نہ مددگار و معین۔ وہ بلا شریک غیرے مقتدر اعلیٰ اور مالک مختار ہے۔ مالک یوم الدین میں یہی مفہوم مضمر ہے۔

ظاہر ہے کہ جس اللہ رب العالمین کیلئے ساری حمد اور ہر طرح کی ثنا ہو اور جو رب العالمین ہونے کے علاوہ رحمن رحیم اور مالک یوم الدین ہو اسی کی عبادت کی جانی چاہئے اور اسی سے استعانت کرنی چاہئے کہ وہی سزاوار عبادت اور لائق استعانت ہے۔ اللہ کے مفہوم میں، پھر رب العالمین کے تقاضے سے، رحمن رحیم کے معنی میں اور مالک یوم الدین کے مطلب میں اس کی الوہیت و معبودیت اور اسکے مستعان و معین ہونے کی وحدانی صلاحیت موجود ہے۔ ان پانچوں صفات ربانی سے خود بخود غور و فکر اور تدبر و تعقل کے بعد واضح ہوتا ہے کہ وہی اور صرف وہی معبود حقیقی اور معین اصلی ہے۔ اور اس کے سوا اور کوئی نہ معبود ہے نہ معین۔ قرآن مجید کی بہت سی آیات سے اللہ تعالیٰ کے معبود اور صاحب اعانت ہونے کا ذکر ملتا ہے۔ ان میں انبیاء کرام اور اہل ایمان و یقین کے حوالہ سے بھی ذکر آیا ہے اور عقلی استدلال اور کائناتی شواہد کے ذریعہ سے بھی۔ پھر براہ راست اللہ تعالیٰ کا حکم صریح ہے کہ صرف اسی کی عبادت کی جائے اور صرف اسی سے استعانت کی جائے۔ واضح طور سے کہا گیا ہے کہ اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تمام انسانوں کو پیدا کیا،

اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو کہ تمہارا اس کے سوا اور کوئی اللہ و معبود نہیں ہے۔ سورج اور چاند کی پرستش نہ کرو بلکہ اس اللہ کی کرو جس نے ان کو پیدا کیا۔ میری عبادت کرو اور نماز کو میرے لئے قائم کرو۔ اللہ کی نماز و زکوٰۃ کی ادائیگی کے ذریعہ عبادت دین کو خالص کر کے کرو۔ اس کا شکر کرو اور اس کی نعمت کا شکر کرو اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔ کیونکہ تمام جن و انس کی خلقت کا مقصد ہی یہ ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کریں جس کے پاس سے آئے ہیں اور جس کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ اس عبادت الہی میں لفظ کے لغوی مفہوم کے اعتبار سے اور قرآنی آیت کی تشریحات کے لحاظ سے بھی دستوری عبادت یعنی پرستش بھی شامل ہے جس میں ارکان اربعہ۔ نماز و روزہ اور حج و زکوٰۃ آتے ہیں اور دوسری تمام جسمانی، مالی اور ہر طرح کی عبادت بھی پوری طرح شامل ہے اور اس کے ساتھ مکمل اطاعت و فرمانبرداری بھی شامل ہے اس لئے کہ عبدیت کا یہی فرض اور معبودیت کا یہی تقاضا ہے کہ بندہ اپنے آقا و مالک اور معبود والا کی اطاعت کھلی کرے۔ اور اس عبادت و اطاعت پر بندہ کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنے معبود سے مدد بھی چاہتا رہے کہ اسکی اعانت و لہذا، توفیق و تصدیق کے بغیر اس کی عبادت و اطاعت کرنے پر وہ قادر نہیں ہے۔ عبادت سے جو کبر و غرور پیدا ہوتا ہے استعانت سے اس کا ازالہ ہوتا ہے اور بندہ میں بندگی آتی اور فروتنی پیدا ہوتی ہے۔ چونکہ یہ بندگی بندہ کی فطرت میں ودیعت ہے اس لئے وہ اپنے اللہ جو رب العالمین، رحمان رحیم ہے کا ذکر سنتا ہے تو از خود عبادت کا اقرار کر لیتا ہے۔ اور بے اختیار اپنی عبدیت کا اظہار کرنے لگتا ہے۔

اللہ رب العالمین جو رحمن و رحیم اور مالک یوم الدین ہے اور ساری حمد جس کی ذات والا کے لئے وقف و محصور ہے کی عبادت اور اس سے استعانت کا بندہ جب اقرار و اعتراف اور اعلان و اظہار کر لیتا ہے تو اس کی عبدیت و غلامی اسے اپنی بے بسی اور بے چارگی اور مجبوری و معذوری کا احساس دلاتی ہے۔ اور اس کی فطرت و طبیعت میں ایمان و یقین کی مضمحل سعادت اور فطری لیاقت و صلاحیت عبدیت سمجھاتی اور واضح کرتی ہے کہ یہ راہ عبدیت بڑی خارزار وادی ہے اور اس پر بآسانی کلہاڑی نہ چلے گی لہذا اس کے ہوشوں پر دل سے ٹھکی ہوئی دعا آتی ہے کہ پروردگار! بار الہا! ہمیں سیدھی راہ پر ہمیشہ چلا تا رہیو! وہ محض راہ راست اور صراطِ مستقیم کی ہدایت میں اس کو دکھانا اور بتانا مراد نہیں لیتا بلکہ اس پر استقامت و استقلال، ثابت قدمی اور پامردی کی دعا کرتا ہے۔ رہنمائی کرنا اور راہ بتانا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص کر اور دوسرے رسولانِ عظام علیہم السلام کا عام طور سے کام تھا جو انہوں نے باحسن طریق اور بحسن و خوبی انجام دے دیا اور اس کو راہ دکھادی۔ اب ہدایت دینا اور رسولوں کی بتائی ہوئی راہ پر چلنا اور چلا کر اس پر استقامت و ثبات بخشنا تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور وہ جسے چاہتا ہے یہ سعادت ازلی و ابدی عطا کرتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے اس کو اس سے محروم رکھتا ہے۔ قرآن مجید کی متعدد آیات کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ہدایتِ صراطِ مستقیم کے معنی یہاں راہ راست پر چلنے اور ثابت قدم رکھنے کے ہیں۔ پھر یہ راہ راست اور صراطِ مستقیم کی ہدایت کی دعائے بندہ صرف اپنے لئے نہیں ہے بلکہ وہ اپنے ساتھ سب کو جمع کر لیتا ہے کہ ہم سب کو کلہاڑی نہ رکھ اور استقامت بخش۔ اور وہ

ہدایت دے جو تو نے اپنے رسول آخریس صلی اللہ علیہ وسلم کو دی اور جو آپ سے پہلے تمام انبیائے کرام۔ حضرات نوح و ابراہیم، اسحاق و یعقوب، داؤد و سلیمان، ایوب و یوسف، موسیٰ و ہارون وغیرہ علیہم السلام کو دی اور تمام محسنین و صالحین کو بھی عطا فرمائی۔ اور ہمیں اس لئے عطا فرما کہ ہم تیری ذات کے لئے مجاہدہ کر رہے ہیں اور تیرا وعدہ ہے کہ اپنے مجاہدوں کے لئے اپنی راہوں کو کھول دیتا ہے خالص تیری ذات کے لئے ہماری عبادت و اطاعت اور تجھ سے ہی استعانت و استمداد ہمارا مجاہدہ ہے ہمارا جہاد ہے۔ قرآن مجید کی متعدد آیات کریمہ واضح کرتی ہیں کہ صراطِ مستقیم وہ راہِ راست ہے جس میں کوئی کجی نہیں، کوئی اونچ نیچ نہیں وہ سیدھی سیدھی اللہ کی واحد راہ ہے جو اللہ کی طرف لے جاتی ہے۔ وہ راہ الہی جس کی ہدایت اللہ تعالیٰ نے حضرات موسیٰ و ہارون کو دی تھی اور ان کے علاوہ تمام رسولوں اور ایمان والوں کو عطا کی تھی اور جس پر ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کامل بن کیا۔ یہ راہِ مستقیم خالص عبادت الہی کی ہے، اللہ تعالیٰ کے اعتصام کی ہے، بیت اللہ کو قبلہ مان کر سجدہ ریز ہونے کی ہے، ظلمات سے نور میں آنے کی اور رضوان الہی پانے کی ہے، دینِ قیم اور محبتِ ابراہیمی کی اور دینِ حنیف کی ہے۔ سلامتی اور سعادت کی ہے، عدل و انصاف اور صبر و شکر کی ہے، دعوتِ محمدی اور قرآنِ کریم کی ہے، کتاب و ایمان کی ہے، وحی الہی اور شریعت ربانی کے تسک کی ہے، آخرت و ثواب کی ہے اور اللہ رب العالمین کی رحمت و رحیمیت اور ربوبیت کی ہے۔

صراطِ مستقیم کی مزید وضاحت یوں کی کہ وہ ان لوگوں کی راہ ہے جن پر اے اللہ تو نے انعام و فضل اور کرم و رحم فرمایا۔ سورۃ فاتحہ ہی میں اس کی مزید صراحت اس لئے کر دی کہ کسی قسم کی تشویش و تعویق، شک و شبہ اور ابہام و اختلال نہ رہے اللہ تعالیٰ نے یہاں اپنے مطلق انعام کا ذکر فرمایا ہے لہذا اس سے مراد وہ تمام انعام یافتہ لوگ ہیں جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس سے سرفراز و نصیب ور اور بہرہ مند رہے۔ جن کو انعام الہی دوامی طور سے استقلال و استقرار کے درجہ میں ملی اور کبھی چھینی نہیں گئی۔ دوسرے یہ کہ مطلق انعام الہی کا ذکر خیر تمام نعمتوں کو شامل و لازم ہے اور اس میں لازمی طور سے مادی اور دنیاوی، روحانی اور اخروی ہر طرح کی نعمت الہی شامل ہے۔ کوئی خاص نعمت الہی یا واحد نعمت ربانی مراد و مفہوم نہیں ہے بس اس کے لئے استقلال و استمرار کی شرط ہے کلام الہی سے اس مفہوم کی پوری تصدیق و تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کی متعدد آیات میں بہت سے افراد و طبقات کو نعمت الہی سے سرفراز قرار دیا گیا ہے۔ ان میں سب سے اعلیٰ طبقات تو چار ہیں اور یہ ہیں انبیائے کرام، صدیقین عظام، شہداء انام اور صالحین تمام اللہ تعالیٰ نے ”منعم علیہم“ میں جن انبیاء کرام اور افراد انسانی کو کنایا ہے ان میں ذریتِ آدم کے تمام انبیاء جیسے حضرات نوح، ابراہیم اسرائیل اور ان دونوں کی ذریت کے انبیاء اور موسیٰ و ہارون اور سلیمان و عیسیٰ وغیرہ کا ذکر خاص ہے۔ ان کے علاوہ غیر نبی افراد میں حضرت مریم اور حضرت زید بن حارثہ کا بطور خاص ذکر فرمایا ہے۔ طبقاتِ انسانی میں بنو اسرائیل پر اپنی نعمتوں کے فیضان کا بطور خاص حوالہ دیا ہے۔ اور آخر میں تمام بنی نوع انسان کو اپنی نعمتوں سے سرفراز کر کے طبقہ منعم علیہم میں شامل کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کوئی فرد بشر، کوئی مخلوقِ عالم اس کی نعمت سے محروم نہیں ہوا حتیٰ کہ منکروں

اور کافروں پر بھی کرم و انعام کیا ہے کیونکہ اس کا فرمان ہے کہ ہر بندہ و مخلوق پر اس نے انعام و اکرام کیا ہے اور وہ غیر متبدل ہے تا آنکہ اس کو خود بندہ اپنی سرکشی و انحراف اور کفرانِ نعمت سے نہ بدل دے اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں اس سے محروم نہ کر لے۔ اللہ تعالیٰ نے ان انعامات میں نبوت و رسالت، حکومت و سلطنت، ظلم و عذاب سے نجات دیناوی، تعلیم، تاویلِ خواب، وحی الہی اور قرآن کریم کی تنزیل، فتح و نصرت اور کتاب و حکمت کی سعادت، مخرج و طلاق کی سہولت، باہمی اخوت و محبت، تیمم و طہارت کی سہولت، تحویلِ قبلہ کی عنایت، عہدِ الست میں میثاقِ الہی میں بندہ لینے کی دولت، رزق و مال کی کشائش اور باہمی اقتصادی درجہ بندی اولاد و ازواج کی طمأنینہ، پاکیزہ رزق کی نعمت، دشمن سے جنگ میں حفاظت، ایمان و ایقان کی زینت اور کفر و فسق کی نفرت اور تکمیلِ دین کی سعادت دیناوی کے علاوہ ان گنت دوسری مادی اور روحانی نعمتوں کو گنایا ہے اور پھر اخروی نعمتوں میں اجر و ثواب اور جنت کی تمام نعمتوں کو شامل کیا ہے۔ کافروں اور منکروں کو عام نعمتوں سے نوازا ہے جن میں حرمِ مکہ کی حفاظت اور جانوروں و کشتیوں کی سہولت اور تمام مظاہرِ فطرت کی خدمت وغیرہ شامل ہیں۔ لہذا ان انعاماتِ الہی میں تمام مادی اور روحانی نعمتیں شامل ہیں اور تمام انعام یافتہ شامل ہیں۔

اس اعتبار سے تو تمام انسان خواہ مومن ہوں یا کافر انعام یافتہ طبقہ میں شامل ہو جاتے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی انعامِ الہی سے بے بہرہ نہیں رہا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے معاً ”غیر المغضوب علیہم ولا الضالین“ کی صراحت کر کے واضح کر دیا کہ صرف وہ انعام یافتہ طبقات و افراد شامل ہیں جو مستقل طور سے الہی انعامات و اکرامات سے فیضیاب و بہرہ مند ہوئے اور تابدار رہے کیونکہ جو فرد و طبقہ اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام سے کسی لمحہ میں بھی محروم ہو گیا وہ انعام یافتہ کہاں رہا؟ اس لئے دوامی انعام یافتگانِ الہی مراد ہیں اس میں وہ لوگ شامل نہیں وہ انعام یافتہ لوگ شامل نہیں جو انعامِ الہی سے سرفراز ہونے کے بعد غضبِ الہی اور ضلالت کے سزاوار بنے اللہ تعالیٰ نے صراحت سے اپنا اصول بیان فرما دیا کہ وہ انعام و نعمت عطا کر کے کبھی کسی منعم علیہ سے نہیں چھینتا تا آنکہ اسے وہ بندہ ناصبور خود اپنی کرتوت اور کفرانِ نعمت سے بدل نہ دے۔ یہ غضبِ الہی اور ضلالتِ راہ کے مارے ہوئے لوگ وہی ہیں جنہوں نے اپنی کرتوتوں اور اپنے کفرانِ نعمت اور اپنے افعالِ شنیعہ سے ان نعمتوں کو بدل ڈالا۔ ان میں سے جن لوگوں نے حد سے تجاوز کیا اور ساری حدود کو پار کر گئے ان کو ضلالت سے آگے غضبِ الہی کا مورد بھی ہونا پڑا اور جو مرد و سرکشی کی آخری حد سے پہلے رک گئے مگر ضلالت پر قائم رہے وہ غضبِ الہی سے افراط والے طبقہ کی مانند ہلاکت اور محرومی میں نہیں پڑے۔ قرآن مجید کی متعدد آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود و نصاریٰ خاص طور سے ان دونوں طبقات کے نمائندے ہیں جبکہ تمام منکرینِ حق اور کافرین و مشرکین عام طور سے ان کے زمرہ میں آتے ہیں۔ ان کے علاوہ غضبِ الہی کا مستحق مومن کے قاتلِ عمد جنگ میں پیٹھ دکھانے والے اور ڈھیٹ زنا کار عورت کو بھی قرار دیا گیا ہے۔ مشرکین و مشرکات کے ساتھ ساتھ منافقین اور منافقات کو بھی مغضوب علیہم میں گنایا گیا ہے۔ غرضیکہ تمام منکرینِ حق، مشرکین، کافرین اور منافقین اس طبقہ ناپسندیدہ میں شامل

میں۔ خاص کر وہ بنو اسرائیل اور یہود جنہوں نے ایمان و یقین کے بعد گمراہی اختیار کی، گو سالہ پرستی کی، انبیاء کو قتل کیا اور کفرانِ نعمت کیا۔ ضالین میں راہ حق نہ پانے والوں اور انبیاء کرام کی بعثت سے قبل عدم علم کے سبب صراطِ مستقیم سے دور ہونے والوں کی طرح وہ لوگ بھی شامل ہیں جنہوں نے راہ حق پانے کے بعد کھودی۔ ایمان کے بعد کفر کیا اور کفر میں ترقی کرتے رہے، وحی الہی اور رسولوں کی تکذیب کی اور نعمتِ الہی کو ٹھکرا دیا۔ ان سے صرف عدم علم کے سبب سیدھا راستہ اور صریح صراطِ مستقیم نہ پانے والے ہی شامل نہیں بلکہ تمام گمراہ لوگ شامل ہیں۔ ان دونوں طبقات میں فرق درجات کا ہے۔ مغضوب علیہم ضلالت کے درجہ آخر کے لوگ ہیں اور ضالین ضلالت کے پہلے اور آخری درجہ کے کسی بھی درجہ کے لوگ۔ ان دونوں طبقات کو منعم علیہم سے مستثنیٰ کیا ہے کہ ایسے لوگوں کی راہ نہیں جو نعمت کو کسی سبب سے کھو چکے اور غضبِ الہی یا ضلالت کے مستحق بن چکے۔

قرآن مجید کی آیاتِ کریمہ کی روشنی میں سورۃ فاتحہ کا ترجمہ مفصل یوں ہو گا:

[ہر طرح کی، سب کی سب، شایانِ شان، قیدِ زمان و مکان سے آزاد، دنیا و آخرت، زبانِ مخلوقات و نطقِ ربانی سے ادا ہونے والی] حمد اللہ کے لئے ہی ہے۔ وہ سارے جہانوں کی جمیع مخلوقات کا رب اور پروردگار ہے۔ وہ ہیکرِ رحمت مسلسل رحمت کرنے والا ہے۔ وہ روز جزا کا مالک و پادشاہ ہے۔ ہم [تمام بندگانِ درگاہِ علی] تیری ہی عبادت و اطاعت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد و امداد چاہتے ہیں۔ ہم سب کو اپنی واحد سیدھی راہ دکھا، اس پر چلا اور ہمیشہ ثابت قدم رکھ۔ ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے [اے پروردگار اللہ] مستقل انعام و کرم کیا، نہ کہ ان میں سے ان کی جو غضبِ الہی کے سزاوار بنے اور راہ سے بے راہ ہوئے۔

آمین یا رب العالمین



رسول نمبر کے بعد
دونسلوں کی عاجزانہ کاوش

نقوش قرآن نمبر

- ہر مسلمان گھرانے کی ضرورت۔
- اپنے آپ کو اور اپنی آئندہ نسلوں کو سنواریں۔
- گھر میں رکھیں۔
- احباب کو تحفہ دیں۔
- 20-25 جلدوں پر مشتمل ایک طویل سلسلہ جس کی تکمیل کا کام تیزی سے جاری ہے۔
- اللہ پر پہلی دو جلدیں ان شاء اللہ جلد دستیاب ہوں گی۔
- صفحات فی جلد 650 تقریباً = قیمت فی جلد - 250/- روپے

نقوش

اردو بازار ○ لاہور

حَمْدُ اللَّهِ

الْمُنْتَجِبِ

الْمُنْتَظَرِ

الْبَرِّ

الْمَصُونِ

الْغَفْلَةِ

الْقَلْبِ

الْعَهْدِ

الْمُنْقِذِ

الْمُنْتَجِبِ

حَمْدُ اللَّهِ كَلَامُ رِسَالَتَيْنِ

اللہ

احادیثِ رسول کی روشنی میں

محمد صلاح الدین عمری

اللہ

احادیث رسول کی روشنی میں

محمد صلاح الدین عمری

اسلام اور اس کی ساری تعلیمات کی بنیاد اللہ وحدہ لا شریک پر ایمان کامل ہے۔ اس کا سارا عملی اور فکری نظام اسی ایک مکمل فکر پر تشکیل پاتا ہے کہ اس پر یقین رکھنے والے افراد کے نفوس میں 'اللہ' کا مکمل تصور رچا بسا ہونا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام، قرآن و احادیث نبوی کے توسط سے اللہ کا ایک مکمل تصور پیش کرتا ہے۔ کیونکہ ایمان و یقین کی کیفیت اسی وقت وجود میں آتی اور اسی وقت اس میں استحکام پیدا ہو سکتا ہے جب قلب مومن میں اللہ کی ذات و صفات کے سلسلہ میں کسی قسم کا اشکال نہ ہو اور اس کا نفس خود کو ایک ایسی ہستی کے روبرو محسوس کرے، جو اپنی ذات و صفات، ربوبیت والوہیت، ابدیت و ازلیت، اختیار و مشیت، بخت و رضا، قدامت و دوام اور جملہ اعمال و افعال کے ارادہ و تدبیر میں مکمل ترین ہے۔

آیات قرآن اور احادیث رسول کی روشنی میں، اللہ، کا جو تصور واضح ہوتا ہے، اگرچہ اہل علم سے پوشیدہ نہیں، تاہم اس تصور کو اگر آیات و احادیث کو یکجا کر کے ایک جامع مضمون کی شکل میں پیش کر دیا جائے، تو شاید آج کی بھاگتی دوڑتی مصروف زندگی کے حیران و پریشان انسان کو اللہ اپنے صحیح تصور کی توفیق بخش دے۔

اسلام کے نزدیک ایمان باللہ کا مفہوم صرف یہی نہیں کہ خدا کا وجود ہے اور وہ یکتا ہے بلکہ اس کا مقصد، مومن کے نفس میں خدا کی ذات و صفات کا وہ تصور جاگزیں کرنا ہے، جس کے بغیر اس کی زندگی کامیابیوں سے ہمکنار نہیں ہو سکتی۔ اسی تصور سے ہمارے تمام اعمال و افعال میں جلا پیدا ہوتی اور ہمارے اخلاق و عادات میں صفائی و ستھرائی اور ہمارے کردار و گفتار میں نظم و حسن پیدا ہوتا ہے۔ اسی تصور نے اسلامی تہذیب و ثقافت کو استحکام بخشا اور اسی تصور سے نفوس کی تطہیر و تزکیہ کا کام لیا گیا۔ چنانچہ اللہ کا تصور مومن کے قلب میں اتنا واضح اور روشن ہونا چاہیے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا، جس میں انہوں نے قیامت کے روز اللہ کے دیدار کے سلسلہ میں استفسار کیا تھا۔

حضرت سعید بن المسیبؓ اور حضرت عطاء بن یزید لیشی روایت کرتے ہیں۔ ابو ہریرہؓ نے ان دونوں سے بیان

کیا کہ لوگوں نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم قیامت کے دن اپنے پروردگار کو دیکھ سکیں گے؟ آپ نے فرمایا:

هَلْ تُمَارُونَ فِي الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَذْرِ لَيْسَ دُونَهُ سَحَابٌ قَالُوا لَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ فَهَلْ تُمَارُونَ فِي الشَّمْسِ لَيْسَ دُونَهَا سَحَابٌ قَالُوا لَا قَالَ فَإِنَّكُمْ تَرَوْنَهُ كَذَلِكَ (۱) الخ

(یعنی، چودھویں رات کو جب کوئی بادل نہ ہو، تو تمہیں چاند کے نظر آنے میں کوئی شک ہوتا ہے؟ بولے نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: اگر مطلع بالکل صاف ہو، تو کیا سورج کے دیکھنے میں کوئی شبہ ہوتا ہے۔ لوگوں نے کہا نہیں۔ فرمایا۔ بس تم اسی طرح اپنے پروردگار کو دیکھو گے)۔

اسی مفہوم کی اور بھی احادیث کتب صحاح میں منقول ہیں، ان میں سے بعض ملاحظہ ہوں:

جریر بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں کہ ”ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ نے چودھویں شب کے چاند کی طرف نظر اٹھائی اور فرمایا:

أَمَا إِنَّكُمْ سَتَرُونَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرُونَ هَذَا لَا تَضَامُونَ أَوْ لَا تَضَاهُونَ فِي رُؤْيَيْهِ فَإِنْ اسْتَطَعْتُمْ إِلَّا تَغْلِبُوا عَلَى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوبِهَا فَافْعَلُوا ثُمَّ قَالَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوبِهَا (۲) الخ

(یعنی تم لوگ عنقریب اپنے پروردگار کو بغیر کسی دقت کے دیکھو گے، جس طرح چاند کو دیکھ رہے ہو۔ لہذا اگر تم سے یہ ہو سکے کہ تم طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے قبل کی نمازوں میں (شیطان سے) مغلوب نہ ہو، تو ایسا ضرور کرو۔ پھر آپ نے (آیت)

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوبِهَا : الخ کی تلاوت کی۔

اسلام نے الہ کا ایک ایسا مکمل تصور پیش کیا ہے، جس میں شرک و مشابہت کا اگر ذرا سا شائبہ بھی شامل ہو جائے، تو اس الہی تصور کی بنیاد پر کھڑی اسلامی تعلیمات کی پوری عمارت ہی منہدم ہو جاتی ہے، کیونکہ ’الہ‘ کے جو معنی علماء اور لغویین نے بیان کیے ہیں، ان میں حیرت و درماندگی، جس کی پناہ لی جائے۔ مصائب سے دوچار ہو کر جس کا سہارا ڈھونڈھا جائے اور نظروں سے پوشیدگی وغیرہ کا مفہوم شامل ہے۔ یعنی وہ ذات جس کے روبرو انسان خود کو سرگرداں محسوس کرتا ہے۔ یا وہ ہستی مصائب و الجھنوں سے نجات حاصل کرنے کے واسطے انسان جس کی پناہ ڈھونڈھتا ہے اور خود کو درماندہ و عاجز سمجھ کر اس ذات کی بندگی اختیار کر لیتا اور اسی کو اپنا ملجا و ماویٰ تسلیم کر لیتا ہے۔ یا وہ ایسی ہستی ہے، جو انسان کے فہم و ادراک سے بالاتر ہے۔ (۲) لہذا الوہیت کی مستحق وہی ذات ہو سکتی ہے، جو اپنی ذات و صفات میں اکمل ہو، جس کے احساس کے ساتھ کسی دوسرے کا احساس اور جس کے تصور کے ساتھ کسی دوسرے کا

تصور نہ صرف انسان کے ذہن و ضمیر کو کش مکش میں مبتلا کرتا ہے بلکہ اس کی ساری زندگی کو مجموعہ تضاد بنادیتا ہے اور اسی مجموعہ تضاد کی بناء پر اس کے سارے اعمال و افعال، اوہام و خرافات اور غیر دانشمندی کا مظہر ہوتے ہیں۔ بالآخر یہی غیر دانشمندانہ افعال اس کی زندگی کو میرٹھی میرٹھی اندھیری کلیوں میں گم کر دیتے ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کی ذات واحد و یکتا ہے اور اس کی خدائی میں نہ تو عملاً اس کا کوئی شریک ہے اور نہ خدا کی الوہیت یہ گوارا کرتی ہے کہ اس کا کوئی شریک گردانا جائے۔ بلکہ اللہ کی الوہیت میں کسی کو شریک سمجھنا گویا اس کی الوہیت کو زبردست چیلنج کرنا ہے، اور اس چیلنج کا جواب اللہ، ہمیشہ ہمیشہ کے لیے انسان کو جہنم کے شعلوں کے سپرد کر کے دے گا۔ شرک خواہ عبادت میں ہو یا انسان کی روزمرہ زندگی میں پیش آنے والے واقعات و حادثات سے بٹھنے میں، کسی خوشی کے اظہار کے موقع پر یا کسی غم کی گہرائی سے دل گرفتگی میں، کسی حاکم، آقا یا افسر کے سامنے اپنے ایمان کا سودا کرنے یا دولت و سیادت کے پیچھے اپنے ایمانی اصولوں کو بیچ دینے میں ہو۔ اللہ تعالیٰ کسی حال میں بھی انسان کے اس عمل شرک کو گوارا نہیں کرتا۔ اس کی شان الوہیت کا تقاضا ہے کہ انسان ہر حاجت و ضرورت اور ہر خوشی و غمی کے وقت اسی ہستی کا دروازہ کھٹکھٹائے۔ اللہ نہ صرف انسان کی ہر ضرورت پوری کرتا اور ہر دعا قبول کرتا ہے، بلکہ اس کو وہی بندہ زیادہ محبوب ہوتا ہے، جو اپنے اللہ کے سامنے خود سپردگی کا انداز اختیار کر لیتا ہے۔ اس سلسلہ میں شارح قرآن حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ملاحظہ ہو جس سے واضح ہوتا ہے کہ جب کوئی بندہ اللہ کا وسیلہ تلاش کرتا ہے، اور اس کے روبرو التجا کرتا ہے، تو اللہ اس کی دعاؤں کو ضائع نہیں کرتا۔ اللہ کو حیات ابدیت حاصل ہے، جس کی نہ کوئی ابتداء ہے اور نہ انتہا۔ وہ ازل سے ابد تک باقی رہے گا۔ وہ کریم ہے۔ یعنی اس کے روبرو اگر کوئی بندہ گڑگڑاتا ہے، تو اس کی شان کریمی کی بارشیں بندہ مومن کو سرشار کر دیتی ہیں۔ کریم اللہ کے کمال احسان و انعام کا نام ہے۔ یعنی اللہ بغیر حاجت روائی کی دعا کے اپنی نعمتوں کا آغاز کرتا ہے اور بغیر سوال کے احسانات کی نوازشیں کرتا ہے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

عَنْ سَلْمَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنْ رَبُّكُمْ حَيٌّ كَرِيمٌ - يَسْتَحْيِي مَنْ عَبْدُهُ أَنْ يَرْفَعَ إِلَيْهِ يَدَيْهِ ، فَيَرُدُّهُمَا صِفْرًا (أَوْ قَالَ) خَائِبَتَيْنِ ۱ (۲)

(یعنی اللہ حی و کریم ہے۔ اس کو اس بات سے بڑی شرم آتی ہے کہ اس کا کوئی بندہ اس کے روبرو ہاتھ پھیلائے اور وہ ان کو خالی یا نامراد واپس کر دے)۔

وہ تو ایسی ہستی ہے جو تھوڑے سے عمل پر بے پایاں ثواب سے نوازتا ہے، جو بن مانگے انسان کو نعمتوں سے مالا مال کر دیتا ہے جس کو گناہوں کو بخشنے اور عیب پوشی کرنے کا صرف بہانہ چاہیے، جس کے خزانہ رحمت کا در ہمیشہ بندوں کے لیے کھلا رہتا ہے، تو وہ مانگنے والے کو کیوں نہ دے گا۔

اللہ اپنے مومن بندوں پر کس قدر کرم فرمائی کرتا اور کیسی کیسی نوازشوں کا معاملہ کرتا ہے۔ بندوں کا ہر انداز خود

سپر دگی اس کو کتنا بھاتا ہے اور اس کے جود و کرم کا انداز کتنا انوکھا ہے۔ ملاحظہ ہو فرمانِ رسول:

«يَقُولُ اللَّهُ أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي وَأَنَا مَعَهُ إِذَا ذَكَرَنِي فَإِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَأْ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَأْ خَيْرٍ مِنْهُمْ وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ بِشِبْرٍ تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ بَاعًا وَمَنْ أَتَانِي يَمْشِي أَتَيْتُهُ هُرُولًا» (۵)

(یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میں اپنے بندہ کے یقین پر پورا اترتا ہوں، جو وہ مجھ سے رکھتا ہے، اور میں اس کے ساتھ ہوں، جب وہ مجھے یاد کرتا ہے، تو اگر وہ مجھے اپنے جی میں یاد کرتا ہے، تو میں بھی اسے اپنے جی میں یاد کرتا ہوں۔ اور اگر وہ مجھے کسی مجمع میں یاد کرتا ہے، تو میں اس سے بہتر مجمع میں اسے یاد کرتا ہوں۔ وہ اگر میری طرف ایک بالشت بڑھتا ہے، تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہوں اور اگر وہ میری طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہے، تو میں اس کی طرف کئی ہاتھ بڑھتا ہوں، اور جو میرے پاس پیدل چل کر آتا ہے، تو میں اس کے پاس دوڑ کر جاتا ہوں۔)

اللہ کی یاد اور اس کا ذکر ہی بندہ کو خدا کی بندگی کا احساس دلاتا ہے۔ اپنے پورے وجود سے بندہ کا ذکر کرنا گویا پوری طرح سے خود کو اللہ کی بندگی کے سپرد کر دینا اور اس کی یاد کو نَس نَس میں بسالینا ہے کہ شعور سے لاشعور تک اس کے ذکر کی گونج سنائی دے۔

یہی نہیں بلکہ جو بندہ اپنے آقا کی بارگاہ میں ہاتھ نہیں پھیلاتا، تو گویا اس میں اپنے آقا سے سرکشی و بغاوت کی بو آتی ہے۔ ایسے بندہ سے اللہ اپنی سخت ناراضگی کا اظہار کرتا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ مَنْ لَمْ يَسْأَلِ اللَّهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ (۶)

(یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کرتا، اللہ اس پر غصہ ہوتا ہے۔)

اسلام کے نزدیک الوہیت میں کسی صنم علامت یا بت کی شرکت روا نہیں۔ اللہ نہ صرف خالق کائنات ہے بلکہ اس کی حیثیت رب کی بھی ہے۔ یعنی ساری مخلوقات کے سلسلہ میں پوری قدرت کے ساتھ اور اپنے ارادہ سے تصرف کر سکتا ہے۔ وہ قادر مطلق ہے۔ اس کی تخلیق کردہ کائنات کی ہر شے اس کے وجود، قدرت، علم، ارادہ اور حکمت پر دلالت کرتی ہے۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ وہ اول ہے اور قدیم بھی۔ وہ ازل ہی ہے اور وہی آخر بھی۔ اس کے وجود کی نہ تو کوئی ابتدا ہے اور نہ کوئی انتہا، وہ حکیم بھی ہے، مدبر بھی اور دانا بھی۔ وہ محیط ہے یعنی اس کی قدرت سب پر غالب ہے۔ اس کے علم سے کوئی بات خارج نہیں، اس کی رحمتوں کی وسعت کی کوئی حد و انتہا نہیں۔ وہ اپنی قدرت اور بندوں سے شفقت کی وجہ سے قریب بھی ہے۔ اس کے قبضہ قدرت میں موت و زندگی اور نفع و ضرر ہے۔ وہی سب کا ملجا و ماویٰ ہے۔ اس کی بخششوں کے سب محتاج ہیں۔ سب اس کے دست نگر ہیں، وہ مختار کل ہے، اس کی مشیت و ارادہ میں کسی کو دخل دینے کی جرأت نہیں۔ وہ ایک ایسی ذات ہے جس کی تقسیم و تجسیم نہیں کی جاسکتی، اس نے ہر چیز ایک اندازہ سے پیدا کی، اس سے وابستہ تمام صفات ایک ذات میں جمع ہو سکتی ہیں۔ وہی سب کو دوبارہ زندہ کرے گا اور

سب کا حساب کتاب لے گا اور سب کو اُن کے اعمال کی جزا و سزا دے گا، وہی کائنات ارضی و سماوی کا نظام چلاتا ہے۔ وہی مالکِ کُل ہے۔ سارے خزانوں کی مالک و متصرف اسی کی ذات ہے۔ اسی کے قبضہ میں سب کی کنجیاں ہیں۔ قرآن میں کئی مواقع پر اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کا تذکرہ آیا ہے۔ چنانچہ سورۃ الحشر میں ہے:

هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِي الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى (۷)

(یعنی وہ اللہ ہی ہے، جو تخلیق کا منصوبہ بنانے والا اور اس کو نافذ کرنے والا اور اس کے مطابق صورت گری کرنے والا ہے۔ اس کے لئے بہترین نام ہیں،) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اسماء حسنیٰ کو یاد کرنے کی ترغیب دی ہے تاکہ اس ذات لاشریک پر ایمان لانے والوں کے ذہن میں اس ذات کا ایک مکمل تصور اجاگر ہو جائے، جو ان کے ایمان کو پختگی عطا کرے اور ان کو ایمان کی حلاوتوں سے ہمکنار کر کے ان کے اخلاق و عادات اور کردار و گفتار میں صفائی و ستھرائی اور جلا پیدا ہو۔ چنانچہ بخاری کی حدیث ہے:

حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ لِلَّهِ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ اسْمًا مِائَةً إِلَّا وَاحِدًا مَنْ أَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ (۸)

(یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ کے تین سو نام ہیں، یعنی ایک کم سو جس نے انہیں یاد کر لیا وہ جنت میں داخل ہوا) ترمذی کی ایک حدیث سے ان تین سو اسماء حسنیٰ کی فہرست بھی معلوم ہو جاتی ہے کہ:

عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِلَّهِ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ اسْمًا مِائَةً غَيْرَ وَاحِدَةٍ مَنْ أَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيَّمُنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ الْخَالِقُ الْبَارِي الْمُصَوِّرُ الْغَفَّارُ الْقَهَّارُ الْوَهَّابُ الرَّزَّاقُ الْفَتَّاحُ الْعَلِيمُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الْخَافِضُ الرَّافِعُ الْمُعِزُّ الْمَذِلُّ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ الْحَكَمُ الْعَدْلُ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ الْحَلِيمُ الْعَظِيمُ الْغَفُورُ الشَّكُورُ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ الْخَفِيفُ الْمُقَيِّتُ الْحَسِيبُ الْجَلِيلُ الْكَرِيمُ الرَّقِيبُ الْمُجِيبُ الْوَاسِعُ الْحَكِيمُ الْوَدُودُ الْمُجِيبُ الْبَاعِثُ الرَّشِيدُ الْحَقُّ الْوَكِيلُ الْقَوِيُّ الْمَتِينُ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ الْمُحْصِي الْمُبْدِي الْمُعِيدُ الْمُخِي الْمُمِيتُ الْحَيُّ الْقَيُّومُ الْوَاحِدُ الْأَمَّادُ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ الْقَادِرُ الْمُقْتَدِرُ الْمُؤَخِّرُ الْأَوَّلُ الْآخِرُ الظَّاهِرُ الْبَاطِنُ الْوَالِي الْمُتَعَالِ الْبَرُّ التَّوَّابُ الْمُتَّقِمُ الْعَفُوفُ الرَّؤُوفُ مَالِكُ الْمَلِكِ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ الْمُقْسِطُ الْجَامِعُ الْغَنِيُّ الْمَغْنَى الْمَنَعُ الضَّارُّ النَّافِعُ النُّورُ الْهَادِي الْبَدِيعُ الْبَاقِي الْوَارِثُ الرَّشِيدُ الصَّبُورُ (۹)

(حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے تانوںے نام ہیں، یعنی ایک کم سو۔ جس نے انہیں یاد کر لیا، وہ جنت میں داخل ہوا)۔

ان اسماء حسنی میں سب سے پہلا اور منفرد نام اسم ذات 'اللہ' ہے، جس کو تمام صفات و خصائل کا مجموعہ کہا جاسکتا ہے۔ یہ نام صرف خالق کائنات کے لیے مخصوص ہے اور اس میں ربوبیت کی تمام صفات پنہاں ہیں۔ امام ابو حنیفہ امام شافعی اور دیگر ائمہ کے نزدیک نہ تو زمانہ جاہلیت میں یہ نام کسی مخلوق کا رہا ہے اور نہ اسلام آنے کے بعد کلمہ توحید جس پر اسلام کی پوری عمارت کھڑی ہے۔ اسی نام کو معبود واحد تسلیم کرنے سے عبارت ہے۔ جس کے بغیر کوئی مومن یا مسلم نہیں ہو سکتا۔ ملاحظہ ہو فرمانِ رسول:

عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُولُهُ وَ إِقَامُ الصَّلَاةِ وَ إِيْتَاءُ الزَّكَاةِ وَ الْحَجُّ وَ صَوْمُ رَمَضَانَ (۱۰)

(یعنی حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔ اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے بندے اور اُس کے رسول ہیں۔ اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا اور حج کرنا، اور رمضان کے روزے رکھنا)۔

یعنی اسلام جن پانچ بنیادوں پر قائم ہے، ان میں اولیت اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو واحد تسلیم کرتے ہوئے انسان اپنے قول و عمل سے یہ ثابت کر دکھائے کہ وہ اللہ ہی کو معبود، حاکم اعلیٰ اور آقا سمجھتا ہے۔ سارے انسان اسی ہستی کے محتاج اور دست نگر ہیں۔ اس کی جستجو کا جذبہ ہماری فطرت ہے۔ اس کے علاوہ کسی دوسرے آقا، حاکم کو ہم اپنی جد و جہد کامرکز نہیں بنا سکتے۔ ایسے موحدین سے اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ ان کو جہنم کی آگ سے محفوظ رکھے گا۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ ابْنِ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَتَّبِعْنِي بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ (۱۱)

(حضرت محمود بن ربیع انصاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر آگ حرام کر دی جو لا الہ الا اللہ کہہ دے، اور اس کا مقصد صرف اللہ کی خوشنودی ہو) اسی مفہوم کی ایک اور حدیث ملاحظہ ہو، جس میں بتایا گیا ہے کہ جو بندہ اللہ کے حق کو پہچانتا اور اس سے ڈرتا ہے اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔ اللہ اس کو جہنم کے عذاب سے محفوظ کر کے اس کو بخش دے گا:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ فِي هَذِهِ الْآيَةِ هُوَ أَهْلُ التَّقْوَى وَ أَهْلُ الْمَغْفِرَةِ قَالَ قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى أَنَا أَهْلُ أَنْ اتَّقَى فَمَنْ اتَّقَانِي فَلَمْ يَجْعَلْ مَعِيَ إِلَهًا فَأَنَا أَهْلُ

أَنْ أَغْفَرَ لَهُ؟ (۱۲)

(حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کریمہ **وَأَهْلَ التَّقْوَىٰ** (اللہ تعالیٰ لائق ہے کہ اس سے ڈریں اور مغفرت فرمانے کے لائق ہے) کی تفسیر میں یوں کہا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس لائق ہوں کہ بندے مجھ سے ڈریں اور جو مجھ سے ڈرا اور جس نے میرے سوا کسی کو معبود نہ ٹھہرایا، تو مجھے چاہیے کہ اسے بخش دوں)۔

جب اللہ کے روبرو اس کی وحدانیت، صمدیت اور بلا شرکت غیرے اس کی الوہیت کے ترانے گائے جاتے تو اللہ اپنے اس بندہ پر رحم و کرم کی بارش کر دیتا ہے، اور اس کی ہر دعا کو شرف قبولیت عطا فرماتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَقُولُ : اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ بِاَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَكُنْ لَهٗ کُفُوًا اَحَدٌ - فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ سَاَلَ اللّٰهُ بِاسْمِهِ الْاَعْظَمِ الَّذِیْ اِذَا سُئِلَ بِهِ اُعْطِیْ وَاِذَا دُعِیْ بِهِ اُجَابَ (۱۳)

(حضرت عبد اللہ بن بریدہؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کہتے ہوئے سنا کہ اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو اللہ اکیلا و بے نیاز ہے، جس نے نہ تو کسی کو جنا اور نہ جو کسی کی اولاد ہے اور جس کا کوئی ہمسر نہیں، اکیلا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص نے اسم اعظم کے ذریعہ اللہ سے سوال کیا ہے۔ یہ وہ نام ہے کہ جس کے ذریعہ جب اللہ سے کچھ مانگا جاتا ہے، تو وہ عطا کرتا ہے اور جب اس کے ذریعہ دعا کی جاتی ہے تو اللہ اس کی دعا قبول کرتا ہے۔

اسی مفہوم کی دوسری حدیث ملاحظہ ہو جس میں اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی صفتِ خلافت، یکتائی اور احدیت و صمدیت میں شک کرنے والوں کو متنبہ کرتا ہے کہ ان کا یہ عمل دراصل اپنے خالق حقیقی کی شان میں سخت گستاخی ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : كَذَبَنِیْ اِبْنُ اٰدَمَ وَلَمْ یَكُنْ لَهٗ ذٰلِكَ وَشَتَمَنِیْ وَلَمْ یَكُنْ لَهٗ ذٰلِكَ فَاَمَّا تَكْذِیْبُهُ اِیَّایْ فَقَوْلُهُ لَنْ یُعِیْدَ نِیْ كَمَا بَدَأَنِیْ وَلَیْسَ اَوَّلُ الْخَلْقِ بِاَهْوَنَ عَلٰی مِنْ اِعَادَتِهِ وَاَمَّا شَتْمُهُ اِیَّایْ فَقَوْلُهُ اَتُخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا وَاَنَا الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ اُوْلَدْ وَلَمْ یَكُنْ لِّیْ كُفُوًا اَحَدٌ (۱۴)

(حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ابنِ آدم نے مجھے جھٹلایا حالانکہ یہ بات اسے نہ چاہیے تھی اور اس نے مجھے کالی دی یہ بات اسے نہ چاہیے نہ تھی میری تکذیب، تو اس کا یہ کہنا ہے کہ جس طرح (اللہ نے) مجھے پہلی بار پیدا کیا ہے وہ (مرنے کے بعد) دوبارہ ہرگز زندہ نہیں کرے گا۔ حالانکہ

میرے لیے پہلی بار پیدا کرنا اس کے دوبارہ پیدا کرنے کی بہ نسبت زیادہ آسان نہ تھا۔ اور مجھے کالی دینا اس کا یہ قول ہے کہ اللہ نے اپنا بیٹا بنایا ہے، حالانکہ میں یکتا، بے نیاز و مرجع کل ہوں۔ نہ میں کسی کا باپ ہوں اور نہ بیٹا اور نہ کوئی میرا ہمسر ہے۔)

مرنے کے بعد اللہ لوگوں کو دوبارہ زندہ کر کے ان کے اعمال کا حساب کتاب لے کر ان کو جزا و سزا دے گا۔ لیکن کچھ لوگ حیات بعد الممات کا انکار کر کے گویا اللہ کو جھوٹا قرار دیتے ہیں اور اس طرح وہ اللہ کی اس حکمت علی کو ہی باطل قرار دیتے ہیں، جس کے تحت کائنات کو اس نے وجود بخشا ہے۔ حالانکہ غور کرنے پر یہ بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ جو ہستی انسان کو عدم سے وجود میں لاسکتی ہے۔ کیا وہی ہستی اس کو دوبارہ زندہ نہیں کر سکتی۔ پھر خدا کی اولاد کے بارے میں سوچنا درحقیقت خدا کی عظمت و یکتائی سے انکار ہے کہ اس سے اس کی وحدانیت والوہیت کی نفی ہوتی ہے۔

اللہ کے ساتھ شرک اور اس کی الوہیت میں کسی قسم کا شبہ نہ کرنا اور اس کی خالص عبادت کرنا اللہ والوں کا شیوہ ہے۔ ایسے لوگوں کے واسطے اللہ کے یہاں اعزاز و اکرام کا برتاؤ کیا جائے گا۔ ملاحظہ ہو:

عَنْ مَعَاذِ قَالَ كُنْتُ رَدَفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى حِمَارٍ يُقَالُ لَهُ عُفَيْرٌ فَقَالَ يَا مَعَاذُ هَلْ تَذَرِي مَا حَقَّ لِلَّهِ عَلَى عِبَادِهِ وَمَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ قُلْتُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّ حَقَّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ أَنْ لَا يُعَذِّبَ مَنْ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَلَا أُبَشِّرُ بِهِ النَّاسَ قَالَ لَا تُبَشِّرْهُمْ فَيَتَكَبَّلُوا (۱۵)

(حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے گدھے پر سوار ہوا، جس کو عُفیر کہتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا اے معاذ! کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کا اپنے بندوں پر کیا حق ہے؟ اور بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے؟ میں عرض گزار ہوا: اللہ اور اُس کا رسولؐ ہی بہتر جانتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا بندوں پر یہ حق ہے کہ اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور بندوں کا اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ ان میں جو شرک نہ کرتا ہوا اسے عذاب نہ دے۔ میں عرض گزار ہوا کہ یا رسول اللہ، کیا میں لوگوں کو یہ خوشخبری سُنا دوں؟ فرمایا: یہ خوشخبری نہ سناؤ، ورنہ اس پر بس کر جائیں گے) (اور نیک اعمال چھوڑ دیں گے)۔

لیکن اللہ کسی ایسے شخص سے کوئی سروکار نہیں رکھتا، جو اس کی الوہیت میں کسی کو شریک گردانتا ہے، اور اللہ اور اس کے رسولؐ کا رویہ مشرکین کے ساتھ بہت سخت ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى يَقُولُ دَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْأَحْزَابِ عَلَى الْمُشْرِكِينَ فَقَالَ اللَّهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ، سَرِيعَ الْحِسَابِ اللَّهُمَّ أَهْزِمِ الْأَحْزَابَ اللَّهُمَّ أَهْزِمْهُمْ وَزَلْزَلْهُمْ (۱۶)

(حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ فرماتے ہیں کہ جنگِ خندق کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے لیے بد دعا کی: اے اللہ! کتاب نازل فرمانے والے، جلد حساب لینے والے، اے اللہ! کافروں و مشرکوں کے گروہوں کو بکھیر دے، اے اللہ انہیں پر اکندہ فرما، اور ان کے قدم اکھاڑ دے)۔

اگر کوئی شخص ایسا کوئی کام کرتا ہے، جو اللہ اور اس کے شریکوں کے لیے ہو، تو اللہ اسے قبول نہیں کرتا بلکہ اپنے غیر شریک کے لیے چھوڑ دیتا ہے کیونکہ اللہ کسی شریک کی شرکت سے اپنے کاموں میں بے نیاز ہے۔ اے نہ کسی شریک کی ضرورت ہے اور نہ اس کی پروا۔ ملاحظہ ہو، فرمانِ رسول:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَنَا أَغْنَى الشَّرِكَا عَنْ الشَّرِكِ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا أَشْرَكَ فِيهِ مَعِيَ غَيْرِي تَرَكْتُ وَشِرْكُهُ وَفِي رِوَايَةٍ فَأَنَا مِنْهُ بَرِيءٌ هُوَ لِلَّذِي عَمِلَهُ (۱۷)

(حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: میں تمام شرکاء میں سب سے زیادہ شرک سے بے نیاز ہوں۔ جو شخص کوئی عمل کرتا ہے، اور اس میں میرے ساتھ کسی اور کو بھی شریک کر لیتا ہے، تو میں اسے اور اس کے شرک کو چھوڑ کر الگ ہو جاتا ہوں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میں ایسے عمل سے بیزار ہوں، وہ عمل اسی کے لیے ہے، جس کے لیے اس نے کیا ہے) غیرتِ الہی کبھی یہ برداشت نہیں کرتی کہ اس کی ذات و صفات میں کسی غیر کو شریک کیا جائے، کوئی بھی اس کا ہم سر نہیں، اس کے علاوہ ہر شے اور ہر جاندار اس کی مخلوق ہے اور خدا کو بندوں سے خالص اپنی بندگی مطلوب ہے۔ جس عبادت میں شرک کی آمیزش ہو یا جس عمل میں غیر خدا کی رضا اور خوشنودی بھی پیش نظر ہو، وہ خدا کے یہاں شرفِ قبولیت نہیں حاصل کر سکتا۔ جس طرح قرآن میں شرک کرنے والے مردوں اور عورتوں اور زانی مردوں اور زانیہ عورتوں کا ذکر ایک ساتھ کیا گیا ہے۔ (۱۸) اسی طرح حدیثِ نبوی میں شرک اور زنا کو تقریباً ایک ہی قسم کی گھناؤنی حرکت اور بد کاری شمار کیا گیا ہے۔ چنانچہ عمرو بن شریل سے روایت ہے کہ:

سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الذَّنْبِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللَّهِ قَالَ أَنْ تَجْعَلَ لِلَّهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ قُلْتُ إِنَّ ذَلِكَ لَعَظِيمٌ قُلْتُ ثُمَّ أَيُّ قَالَ ثُمَّ أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ تَخَافُ أَنْ يُطْعِمَ مَعَكَ قُلْتُ ثُمَّ أَيُّ قَالَ ثُمَّ أَنْ تَزْنِيَ الْخَلِيلَةَ جَارَكَ (۱۹)

(میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کونسا گناہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا ہے؟ فرمایا: کہ تو کسی کو خدا کی برابر ہی کرنے والا ٹھہرائے، حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے۔ میں عرض گزار ہوا کہ یہ گناہ، تو واقعی بہت بڑا ہے۔ لیکن پھر کونسا ہے؟ فرمایا: پھر یہ کہ تو اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کر دے کہ وہ تیرے ساتھ کھائے گی۔ میں عرض گزار ہوا کہ پھر کونسا ہے؟ فرمایا یہ کہ تو اپنے ہمسائے کی بیوی سے بد کاری کرے)

غیر اللہ کی خوشنودی کی خاطر کیا جانے والا اچھے سے اچھا کام حتیٰ کہ حصولِ علم بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نہ صرف مقبولیت ہی نہیں حاصل کرتا بلکہ اس کو دوزخ کے شعلوں کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا لِيُغَيِّرَ اللَّهُ أَوْ أَرَادَ بِهِمْ غَيْرَ اللَّهِ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (۲۰)

(حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو (دین کا) کوئی علم غیر اللہ کے لیے سیکھ یا فرمایا کہ اس سے غیر اللہ کا ارادہ کر دے، تو وہ اپنی جگہ دوزخ میں ڈھونڈے) اللہ اپنی الوہیت کی شان میں گستاخی کے مرتکب ہونے والوں اور اس کی نشانیوں کا انکار کرنے والوں کو وقتاً فوقتاً اپنی قدرت کا مشاہدہ کراتا رہتا ہے۔

عَنْ ابْنِ بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنَ آيَاتِ اللَّهِ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَكِنَّ اللَّهَ يُخَوِّفُ بِهِمَا عِبَادَهُ (۲۱)

(حضرت ابوبکرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، جو کسی کی موت کی وجہ سے نہیں گہناتے، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اس کے ذریعہ سے ڈراتا ہے)۔

کائنات کا سارا نظام اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ اس کے حکم کے بغیر نہ تو ہوا کا ایک جھونکا آسکتا ہے۔ نہ سورج کی کرن چمک سکتی ہے۔ نہ چاند کی چاندنی چھٹک سکتی ہے اور نہ بارش کا ایک قطرہ گر سکتا ہے۔ لہذا ستاروں کی گردش کے نتیجے میں، ہواؤں کے رخ سے، یا چاند و سورج کے گرہن سے پیشینگوئی کرنے والے یا ان خود ساختہ علامات کے نتیجے میں کسی واقعہ یا موسم وغیرہ کو منسوب کرنے والے مشرکین و کافرین کے زمرہ میں آتے ہیں، جن سے اللہ اپنے غضب و غصہ کا معاملہ کرتا ہے:

عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّهُ قَالَ صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الصُّبْحِ بِالْحَدِيثِ عَلَى إِثْرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ هَلْ تَذَرُونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ عَزَّ وَجَلَّ قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بَنِي وَكَافِرٌ فَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللَّهِ وَرَحْمَتِهِ فَذَلِكَ مُؤْمِنٌ بَنِي وَكَافِرٌ بِالْكَوَاعِبِ وَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنُوءٍ كَذَا وَكَذَا فَذَلِكَ كَافِرٌ بَنِي وَ مُؤْمِنٌ بِالْكَوَاعِبِ (۲۲)

(حضرت زید بن خالد جہنیؓ روایت کرتے ہیں کہ ہمیں حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر پڑھائی، جب کہ رات کو بارش ہو چکی تھی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے، تو آپؐ نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: اللہ و رسولؐ بہتر جانتے ہیں (فرمایا) اس نے ارشاد فرمایا ہے: میرے بندوں میں کچھ لوگ مومن ہوئے اور کچھ کافر، جنہوں نے کہا ہم پر اللہ کے فضل اور رحمت سے بارش ہوئی، تو

ایسے لوگ ایمان والے اور ستاروں کا انکار کرنے والے بنے اور جنہوں نے کہا، فلاں ستارے کے فلاں جگہ آجانے سے بارش ہوئی وہ میرے منکر اور ستاروں پر ایمان لانے والے بنے۔

اللہ شرک کسی حال میں بھی معاف نہیں فرماتا۔ وہ جو خود مصور ہے۔ جس نے تمام مخلوقات کی شکل و صورت ترتیب دی ہے، جس نے مخلوقات کی صورتوں و شکلوں میں تمیز و تنوع پیدا کیا ہے، اور ہر جاندار اور ہر فرد کو ایک مخصوص قسم کی صورت عطا کی ہے اور پھر ان میں روح پھونکی، وہ یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ اس کی ذات و صفات میں کوئی دخل اندازی کر کے اپنے خالق سے بغاوت کا ارتکاب کرے۔ چنانچہ اللہ کے نزدیک سب سے بدترین اور قابل گرفت وہ لوگ ہیں، جو اس کی خدائی میں سے کسی بھی پہلو سے اس کی ہمسری کرنے کی کوشش کرتے اور اس کی الوہیت میں شریک کرنے کا ارتکاب کرتے ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ وَ أُمَّ سَلَمَةَ ذَكَرَتَا كَنِيْسَةً رَأَيْنَهَا بِالْحَبَشَةِ فِيهَا تَصَاوِيرُ فَذَكَرَتَا ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ أَوْلَئِكَ إِذَا كَانَ فِيهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ قَمَاتَ بَنُوا عَلَى قَبْرِهِ مَسْجِدًا وَ صَوَّرُوا فِيهِ تِلْكَ الصُّوْرَ فَأَوْلَئِكَ شَرَّارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (۳۳)

(حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ام حبیبہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما نے حبش کے ایک گرجا گھر کا ذکر کیا جس کو وہاں دونوں نے دیکھا تھا اور جس میں تصویریں تھیں۔ انہوں نے اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپؐ نے فرمایا: ان میں جب کوئی نیک شخص فوت ہو جاتا تھا تو وہ اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے اور اس میں تصویریں سجا دیتے تھے۔ وہ لوگ قیامت کے دن خدا کے نزدیک بدترین مخلوق شمار کیے جائیں گے)۔ ایسے لوگوں کو اللہ چیلنج کرتا ہے کہ یہ لوگ اس کی ہمسری کرنے اور اس کی صفت خلافت میں خود شریک ہونے چل تو پڑے ہیں، لیکن بڑی مخلوق تو درکنار وہ ایک معمولی سادہ ہی بنا کر دکھائیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَ مَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخَلْقِي فَلْيَخْلُقُوا ذَرَّةً أَوْ لِيَخْلُقُوا حَبَّةً أَوْ شَعِيرَةً (۳۴)

(حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے، جو میری تخلیق کی مانند تخلیق کرنا چاہتا ہے۔ اچھا وہ لوگ ایک ذرہ گندم یا جو کا دانہ ہی بنا کر دکھا دیں) اللہ کا شریک گرداتے والوں اور دنیا میں اس کی ہمسری کرنے والوں کو قیامت کے روز یہ معلوم ہو جائے گا کہ یہ ساری کائنات، زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے، سب کی خالق بھی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور سب کچھ اس کے قبضہ قدرت میں بھی ہے۔ اس دنیا میں جو فرمانروا، جابر حکمران اپنی جھوٹی حکمرانی کا سکہ چلا رہے ہیں۔ اس دن ان کی ساری حکمرانی خاک میں مل چکی ہوگی:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبِضُ اللَّهُ الْأَرْضَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَطْوِي السَّمَاءَ يَمِينِهِ ثُمَّ يَقُولُ أَنَا الْمَلِكُ آيْنَ مُلُوكُ الْأَرْضِ (۳۵)

(حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے روز اللہ زمین کو مٹھی میں دبا لے گا اور آسمان کو اپنے دائیں ہاتھ میں لپیٹ کر فرمائے گا۔ میں بادشاہ ہوں کہاں ہیں زمین کے بادشاہ؟) ساری کائنات کی بادشاہت اس ایک اللہ کی ہے، وہی مالک کل ہے۔ کسی مخلوق کو روا نہیں کہ وہ خود کو حکمران، بادشاہ یا حاکم اعلیٰ تصور کرے۔ اس قسم کا خیال خام رکھنے والا اور جھوٹی حکمرانی کا دعویٰ کرنے والا اللہ کے نزدیک بدترین شخص ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْنَى الْأَسْمَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ اللَّهِ رَجُلٌ تَسَمَّى مَلِكُ الْأَمْلاَكِ (۲۱)

(حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بُرا نام اسی شخص کا ہو گا جو اپنے آپ کو ملک الاملاک (سارے جہاں کا مالک) کہلائے گا۔

خفیہ و علانیہ اور قریب و دور کی کوئی بات اس کے احاطہ علم سے باہر نہیں۔ وہ آسمانوں اور زمینوں اور ان کے مابین کی تمام اشیاء کا پیدا کرنے والا ہے، وہ ہر چیز کا مالک ہے، لہذا وہی اس لائق ہے کہ اس کی بندگی کی جائے اور وہی اس بات کا سرِ اوار ہے کہ کائنات پر اس کی حکمرانی ہو۔ لہذا انسان کو صبح و شام اس سے مدد اور نفس و شیطان کے شر سے پناہ مانگنی چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ مُرْنِي بِشَيْءٍ أَقُولُهُ إِذَا أَصْبَحْتُ وَإِذَا أَمْسَيْتُ قَالَ قُلْ اَللّٰهُمَّ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ، فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ وَ مَلِيْكُهُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ وَمِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ وَشَرِّكُمْ قَالَ قُلْهُ إِذَا أَصْبَحْتَ وَإِذَا أَمْسَيْتَ وَإِذَا أَخَذْتَ مَضْجَعَكَ (۲۲)

(حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسی چیز بتائیے کہ اس کو صبح و شام پڑھا کروں۔ آپؐ نے فرمایا تم یہ دعا کیا کرو: اے اللہ تو چھپی اور کھلی باتوں کا جانتے والا اور آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا اور ہر چیز کا پالنے والا اور مالک ہے، میں شہادت دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں اپنے نفس اور شیطان کے شر اور اس کے شرک سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ دعا صبح و شام اور سوتے وقت پڑھ لیا کرو)۔

اللہ کا ایک خوب صورت نام سلام ہے، یعنی وہ اپنی ذات و صفات اور اعمال و افعال میں درجہ کمال پر فائز ہے اس لیے وہ تمام عیوب و نقائص سے منزہ و مبرا ہے:

عَنْ شَقِيقِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا السَّلَامُ

عَلَى جِبْرِيلَ وَ مِيكَائِيلَ السَّلَامُ عَلَى فُلَانٍ وَ فُلَانٍ فَالْتَفَتَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّلَامُ فَإِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَةُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللَّهِ وَ بَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ فَإِنَّكُمْ إِذَا قُلْتُمُوهَا أَصَابَتْ كُلَّ عَبْدٍ لِلَّهِ صَالِحٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُولُهُ (۲۸)

(حضرت شقیق بن مسلمہ عبد اللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے، تو یہ دعا کرتے کہ جبریل و میکائیل اور فلاں فلاں پر سلام ہو۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف دیکھا اور فرمایا: اللہ تو خود ہی سلام ہے، لہذا جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو کہے:

التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَةُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللَّهِ وَ بَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ ○

(یہ دعا اللہ کے ہر نیک بندے کو پہنچ جائے گی۔ چاہے وہ آسمان میں ہو یا زمین میں،)

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُولُهُ

اللہ رحیم و غفور ہے۔ رحیم کے معنی علماء نے آخرت میں اللہ کی بندوں پر بخشش و کرم کے مراد لیے ہیں، جبکہ رحمن وہ ہے، جو دنیا میں بندوں کی عیب پوشی اور ضرورت مندوں پر خیر کی بارش کرتا رہتا ہے۔ بعض کے نزدیک رحمن وہ ہے جو سوال کیے جانے پر عطا کرتا ہے، اور رحیم وہ ہے، جو سوال نہ کیے جانے پر بندوں سے خفا ہوتا ہے۔ مجموعی طور سے علماء رحمن دنیا اور رحیم آخرت کے مفہوم مراد لیتے ہیں کہ دنیا میں اللہ کی رحمت مومن و مشرک دونوں کو محیط ہے، جبکہ آخرت میں اس کی رحمت مومنین کے لیے مخصوص ہوگی۔ اللہ کے یہاں رحمت کا مقام بہت اعلیٰ ہے۔ اسی لیے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمت سے متصف فرمایا: اللہ غفور ہے۔ یعنی بہت زیادہ بخشش کرنے والا اور عیب پوشی کرنے والا ہے۔ غفر کے لغوی معنی ستر کے ہیں۔ چنانچہ اللہ کی ایک صفت الغفار بھی آتی ہے۔ یعنی وہ دنیا میں گناہوں کی عیب پوشی کرتا اور آخرت میں ان کی سزاؤں سے درگزر کرتا ہے۔ اللہ کی صفت الغافر بھی ہے۔ لیکن الغفور میں الغافر سے زیادہ معنویت ہے۔ اسی طرح الغفار میں الغفور سے زیادہ معنویت و بلاغت ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ وَ عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَنِي دُعَاءًا أَذْعُو بِهِ فِي صَلَاتِي قَالَ قُلِ اللَّهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيرًا وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ فَاغْفِرْ لِي مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِي إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (۲۹)

(حضرت عبد اللہ بن عمر و رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق کے بارے میں کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: مجھے کوئی ایسی دعا بتائیے، جو میں اپنی نماز میں پڑھا کروں۔ آپ نے فرمایا: یہ دعا پڑھا کرو میں نے

اپنے نفس پر بہت زیادہ ظلم کیا ہے اور تیرے علاوہ کوئی گناہ بخشنے والا نہیں۔ تو اپنے پاس سے مجھے مغفرت عطا فرما، اور مجھ پر رحم فرما، بے شک تو غفور الرحیم ہے) اللہ کی رحمتیں بے پایاں ہیں اور اس کی شفقتیں ان گنت ہیں، جس کی ایک جملک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دکھائی کہ اللہ کی رحمت میں سے صرف ایک حصہ اس دنیا کے جن و انس، چوپایوں اور حشرات الارض اور تمام مخلوقات میں تقسیم ہوا ہے اور تنانوے حصے اس کے پاس ہیں، جن سے وہ اپنے بندوں کو قیامت کے روز نوازے گا:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ لِلَّهِ مِائَةَ رَحْمَةٍ أَنْزَلَ مِنْهَا رَحْمَةً وَاحِدَةً بَيْنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ وَالْبَهَائِمِ وَالْهَوَامِ فِيهَا يَتَعَاطَفُونَ وَبِهَا يَتَرَاحَمُونَ وَبِهَا تَغْطِفُ الْوُحُشُ عَلَى وَلَدِهَا وَآخَرَهَا اللَّهُ تِسْعًا وَتِسْعِينَ رَحْمَةً يَرْحَمُ بِهَا عِبَادَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (۲۰)

(حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی سو رحمتیں ہیں، جن میں سے اس نے صرف ایک حصہ جن و انس، چوپاؤں اور حشرات الارض وغیرہ کو عطا کیا ہے، جس کی وجہ سے وہ باہم شفقت کرتے اور ایک دوسرے پر رحم کھاتے ہیں، اس کی وجہ سے وحشی جانور اپنے بچوں پر لطف و کرم کرتا ہے اور تنانوے رحمتوں کو اس نے اپنے پاس رکھ چھوڑا ہے۔ ان سے وہ قیامت کے روز اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا، یہی نہیں اللہ کی صفت غضب پر اس کی صفت رحمت غالب ہے، بندہ جب بالکل ہی بغاوت پر آمادہ ہو جاتا ہے، تو اللہ اسے سزا اور غضب کا مستحق قرار دیتا ہے۔ ورنہ اس کی رحمت کے دروازے تو ہر وقت اور ہر لمحہ کھلے رہتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا خَلَقَ اللَّهُ الْخَلْقَ كَتَبَ فِي كِتَابِهِمْ هُوَ يَكْتُبُ عَلَى نَفْسِهِ وَهُوَ وَضَعَ عِنْدَهُ عَلَى الْعَرْشِ إِنَّ رَحْمَتِي تَغْلِبُ غَضَبِي (۲۱)

(حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا، تو اس نے اپنی کتاب میں لکھا: وہ اپنی ذات کے متعلق لکھتا ہے، جو اس کے پاس عرش پر رکھی ہوئی ہے کہ میرے غضب پر میری رحمت غالب ہے) یہ اس کی رحمت ہی تو ہے کہ اس نے انسانوں کو اس دنیا میں پیدا کیا ہے، اور ان کی ہدایت کے لیے پیغمبروں کو بھیجا۔ اس کی رحمت ہی تو ہے کہ وہ فساد برپا کرنے والوں اور باغیوں کی فوراً گرفت نہیں کرتا، بلکہ انہیں ظلم وعدوان سے باز آنے کے مواقع فراہم کرتا رہتا ہے۔ وہ اس کی خدائی سے انکار کرتے ہیں لیکن وہ ان کو رزق فراہم کرتا ہے، وہ اللہ کے بھیجے ہوئے رسولوں کو ستاتے اور تنگ کرتے ہیں، لیکن اللہ ان پر فوراً عذاب نہ نازل کر کے ان کو سنبھلنے کے مواقع فراہم کرتا ہے۔ روز قیامت بھی اس کی رحمتوں کا دور دورہ ہو گا۔ حدیث کا مفہوم یہی ہے کہ اللہ کے یہاں بنیادی حیثیت غضب کو نہیں بلکہ اس کی رحمت کو حاصل ہے۔ اور اس کائنات کا سارا نظم اس کی رحمت کا جیتا جاگتا ثبوت ہے، اس کے غضب کے مستحق تو وہی بد نصیب ہیں جو اپنی سرکشی اور بغاوت میں حد سے تجاوز کر جاتے ہیں۔

اللہ رحمن و رحیم ہے۔ وہ اپنے بندوں کو بھی اخلاق و کردار کی اعلیٰ قدروں کا حامل و یکمنا چاہتا ہے۔ چنانچہ باہمی عفو و درگزر اور آپسی رحمت و مودت ایک مثالی معاشرہ کے لیے بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔ لہذا اللہ نے اپنے بندوں پر اپنی رحمت کو انسانی رحمت و مودت سے مشروط کر دیا ہے:

عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرْحَمُ اللَّهُ مَنْ لَا يَرْحَمُ النَّاسَ (۳۳)
(جریر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم نہیں فرماتا، جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔)

اللہ مہربان ہے اور نرم خوئی و مہربانی کا انداز اللہ کو پسند ہے۔ بنیادی طور پر کائنات میں اس کی مہربانیوں اور رحمتوں کا بول بالا ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِنَّ اللَّهَ رَفِيقٌ وَيُحِبُّ الرِّفْقَ وَيُعْطِي عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعَنْفِ وَمَا لَا يُعْطِي عَلَى مَا سِوَاهُ - (۳۴)

(حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا مہربان ہے اور نرمی و مہربانی کو پسند کرتا ہے اور نرمی پر وہ چیز عطا فرماتا ہے، جو درشتی اور سختی پر نہیں عطا فرماتا اور نہ کسی اور ہی چیز پر عطا فرماتا ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے رحم کی درخواست کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے اس نکتہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ بندہ کو اللہ کے سامنے عزم کے ساتھ سوال کرنا چاہیے کیونکہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَقُلْ أَحَدُكُمْ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي إِنْ شِئْتَ ، إِنْ شِئْتَ ، إِنْ شِئْتَ ، أَرْزُقْنِي إِنْ شِئْتَ وَلْيَعْزَمْ مَسْئَلَتَهُ إِنَّهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ لَا مُكْرَهَ لَهُ (۳۵)

(حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم فرما۔ اگر تو چاہے تو مجھے روزی عطا فرما۔ بلکہ اس سے عزم کے ساتھ سوال کرے کیونکہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، اس پر جبر کرنے والا کوئی نہیں)۔

اللہ غیور ہے یعنی اس کا کوئی بندہ جب کسی فحش و شرمناک حرکت کا مرتکب ہوتا ہے تو اسے بڑی غیرت آتی ہے، اس کی شان الوہیت اپنے ماتے والوں سے توقع کرتی ہے کہ ان کا ظاہر و باطن صاف ستھرا اور ان کی زندگی میں وقار و نکھار ہو:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ وَاللَّهِ مَا مِنْ أَحَدٍ أَغْيَرُ مِنَ اللَّهِ أَنْ يَزْنِيَ عَبْدُهُ أَوْ تَزْنِيَ أَمَتُهُ (۳۶)

(حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے امت محمد! بخدا اللہ سے زیادہ کوئی اس بات کی غیرت نہیں رکھتا کہ اس کا غلام یا اس کی لونڈی زنا کرے) جس طرح انسان کی غیرت یہ برداشت

نہیں کر سکتی کہ کوئی اس کی سیوی پر بری ٹکاہ ڈالے یا دست درازی کرے، اسی طرح اللہ کی غیرت کو یہ گوارا نہیں کہ اس کے بندے فحش اور بے حیائی کی حرکات کا ارتکاب کریں۔ اس کو یہ بھی گوارا نہیں کہ اس کے بندے اس کی بندگی میں کسی کو شریک ٹھہرائیں۔ شرک کو وہ کسی قیمت پر برداشت نہیں کرتا اور مشرکوں کے واسطے اس کی صفتِ قہر جوش میں آتی اور ان کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم رسید کر دیتی ہے۔

عَنِ الْمَغِيرَةِ قَالَ قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ لَوْ رَأَيْتُ رَجُلًا مَعَ امْرَأَتَيْنِ لَضَرْبَتُهُ بِالسَّيْفِ غَيْرَ مُضْفِحٍ فَبَلَغَ ذَلِكَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اتَّعَجِبُونَ مِنْ غَيْرَةِ سَعْدٍ وَاللَّهِ أَنَا أَغَيْرُ مِنْهُ وَاللَّهُ أَغَيْرُ مِنِّي وَمِنْ أَجْلِ غَيْرَةِ اللَّهِ حَرَّمَ اللَّهُ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا أَحَدٌ أَحَبُّ إِلَيَّ الْعُذْرُ مِنَ اللَّهِ وَمِنْ أَجْلِ ذَلِكَ بَعَثَ الْمُنْذِرِينَ وَالْمُبَشِّرِينَ وَلَا أَحَدٌ أَحَبُّ إِلَيَّ الْمَذْحَةُ مِنَ اللَّهِ وَمِنْ أَجْلِ ذَلِكَ وَعَدَ الْجَنَّةَ (۳)

(حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ سعد بن عبادہؓ نے کہا کہ اگر میں کسی مرد کو اپنی عورت کے ساتھ (ناروا حالت میں) دیکھ لوں تو تلوار سے اس کے ٹکڑے کر ڈالوں۔ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی، تو آپؐ نے فرمایا: کیا تمہیں سعد کی غیرت پر تعجب ہے؟ بخدا میں ان سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ مجھ سے بڑھ کر غیرت والا ہے۔ اس لئے اس نے تمام بے حیائی اور بے غیرتی کی باتوں کو خواہ کھلی ہوں یا چھپی حرام کر دیا۔ اسی طرح اللہ سے زیادہ یہ بات کسی کو پسند نہیں کہ اتمامِ حجت ہو، اس لیے اس نے (عذابِ جہنم سے) ڈرانے والے اور (جنت کی) خوشخبری دینے والے (انبیاء) بھیجے اور اللہ سے بڑھ کر حمد و ثنا بھی کسی کو پسند نہیں ہے۔ اس لیے اس نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے) اللہ تمام مخلوق کی ہر بات کو سُنتا اور دیکھتا ہے۔ اس کے علم میں کائنات کی ساری باتیں رہتی ہیں۔ اس کی نظروں سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں۔ وہ اپنے علم و قدرت کے ذریعہ مخلوق سے قریب ہے:

عَنْ أَبِي عَثْمَانَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَكُنَّا إِذَا عَلَوْنَا كَبَّرْنَا فَقَالَ أَرْبِعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ فَإِنَّكُمْ لَا تَدْعُونَ أَصَمَّ وَلَا غَائِبًا تَدْعُونَ سَمِيعًا بَصِيرًا قَرِيبًا ثُمَّ أَتَى عَلِيٌّ وَأَنَا أَقُولُ فِي نَفْسِي لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ فَقَالَ لِي يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنِ قَيْسٍ قُلْ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ فَإِنَّهَا كَنْزٌ مِنْ كُنُوزِ الْجَنَّةِ أَوْ قَالَ أَلَا أَدُلُّكَ بِهِ (۴)

(ابو عثمان کا بیان ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک سفر میں ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ جب ہم بلندی پر چڑھتے تو زور سے تکبیر کہتے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اپنی جانوں پر نرمی کرو، کیونکہ تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکارتے بلکہ اس کو پکارتے ہو جو سُنتا دیکھتا اور قریب ہے۔ پھر آپؐ میرے پاس تشریف لائے اور اس وقت میں دل میں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ کہہ رہا تھا۔ آپؐ نے مجھ سے فرمایا کہ اے عبد اللہ بن

قیس . لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ کہو کیونکہ یہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے، یا یہ فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں) اللہ مقلب القلوب ہے۔ یعنی انسان کا ظاہر و باطن اللہ کے قبضہ میں ہے، وہ دلوں کو جس طرف چاہے پھیر دے۔ لہذا ہمیں اللہ سے اس بات کی التجا کرنی چاہیے کہ وہ ہمارے قلوب کو اپنی بندگی کی جانب جھکائے اور بدی کی راہ اور شیطانی اعمال سے ہمارے قلوب کو پھیر دے، کیونکہ انسان میں جس چیز کی طلب ہوتی ہے، اللہ اس کے قلب کو اس کی طرف راغب کر دیتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کی دعا فرمائی:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ قُلُوبَ بَنِي آدَمَ كُلَّهَا بَيْنَ أَصْبَعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ الرَّحْمَنِ يَصْرِفُهُ كَيْفَ يَشَاءُ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ مُصْرِفَ الْقُلُوبِ صَرِّفْ قُلُوبَنَا عَلَى طَاعَتِكَ (۳۸)

(حضرت عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بنی آدم کے دل رحمن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں۔ وہ جیسا چاہتا ہے انہیں پھیرتا ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دلوں کو پھیرنے والے اللہ! ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت کی طرف پھیر دے) اس سلسلہ میں ایک اور حدیث ملاحظہ ہو:

عَنْ سَالِمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ أَكْثَرَ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْلِفُ لَا وَ مُقَلِّبُ الْقُلُوبِ (۳۹)

(حضرت سالم بن عبد اللہ کا بیان ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یوں قسم کھایا کرتے کہ قسم ہے دلوں کو پھیرنے والے کی)

اللہ عالم و علیم ہے۔ کائنات کی کوئی بھی خفیہ و علانیہ بات اور بعید و قریب کا کوئی بھی معاملہ اس کے علم سے پوشیدہ نہیں۔ وہ گزشتہ اور آئندہ ظاہر و باطن سب کا علم رکھتا ہے۔ غیب کے پوشیدہ امور بھی اس کے علم میں ہیں۔ اس کا علم بندوں کے علم جیسا نہیں کیونکہ وہ کسی ذریعہ یا حواس کا مرہون منت نہیں۔ نہ اس کے علم کو زوال ہے۔ اس کا علم ہر اعتبار سے مکمل ہے علماء کی متفقہ رائے ہے کہ اللہ کو العلامۃ نہیں کہنا چاہیے کیونکہ اس لفظ کا اطلاق اس اہل علم پر ہوتا ہے، جس نے قلت سے کثرت کی طرف سفر کیا ہو، جبکہ اللہ کا علم ازل سے ہی درجہ کمال پر ہے:

عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِفْتَاحُ الْغَيْبِ خَسٌّ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللَّهُ لَا يَعْلَمُ أَحَدٌ مَّا يَكُونُ مِنْ غَيْبٍ وَلَا يَعْلَمُ أَحَدٌ مَّا يَكُونُ فِي الْأَرْحَامِ وَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَآذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَذَرِي نَفْسٌ بَآئٍ أَرْضٍ تَمُوتُ وَمَا يَذَرِي أَحَدٌ مَتَى يَجِيءُ الْمَطَرُ (۴۰)

(حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غیب کی کنجیاں پانچ ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ کسی کو یہ معلوم نہیں کہ کل کیا ہونے والا ہے؟ نہ یہ جانتا ہے کہ مادہ کے رحم میں کیا ہے؟ نہ کسی

کو یہ علم ہے کہ وہ کل کیا کرے گا؟ نہ کسی کو یہ پتہ ہے کہ وہ کہاں مرے گا؟ اور نہ کسی کو یہ خبر ہے کہ بارش کب ہوگی؟
 اللہ عظیم ہے۔ انسان کی عقل و خرد اس کی ذات کی عظمتوں اور اس کی عزت کی بلندیوں کا احاطہ نہیں کر سکتی۔
 اس کے جلال کی نہ کوئی انتہا ہے اور نہ اس کی عظمت کی کوئی ابتدا۔ اللہ اپنی ذات، وجود، علم، قدرت، حکمت اور قوت میں
 عظیم ہے۔ اس کی عظمت کو کوئی نہیں پاسکتا۔ وہ اپنی ذات و صفات و افعال میں اپنی مخلوق کی مشابہت سے برتر و بالا
 ہے اور اس کی کبریائی مخلوق کے وجم و گمان اور ان کی ذہنی رسائی سے ماوراء ہے۔ اس کو ذات و صفات اور افعال میں
 کبریائی حاصل ہے، اللہ کی ان صفات میں جو بھی قیل و قال کرے گا اور اس کے دائرہ عظمت و کبریائی میں دخل اندازی
 کی جرأت کرے گا، تو اس کا یہ عمل گویا خدا کی خدائی کے خلاف اعلان جنگ ہو گا۔ جس کا خمیازہ اسے دوزخ میں ڈال دیے
 جانے کی صورت میں بہر حال بھگتنا پڑے گا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى الْكِبْرِيَاءُ رِذَائِي وَالْعِظْمَةُ
 إِذَا رِئِي فَمَنْ نَارَ عَنِّي وَاحِدًا مِنْهَا أَدْخَلْتُهُ النَّارَ وَ فِي رِوَايَةٍ قَذَفْتُهُ فِي النَّارِ (۴۱)

(حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”بزرگی میری چادر ہے اور
 عظمت میرا تہ بند۔ جو شخص ان دونوں میں سے کسی ایک میں مجھ سے جھگڑے گا میں اُسے دوزخ کی آگ میں
 داخل کر دوں گا۔ ایک روایت میں ہے: (دوزخ کی) آگ میں پھینک دوں گا۔“)

اللہ عزیز ہے۔ اس کے غلبہ اور عظمت و کبریائی کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ اسی کو ساری قوت اور غلبہ حاصل ہے،
 اس کی کوئی نظیر نہیں۔ اس کی ذات و صفات میں کوئی شریک نہیں، وہ معبود حقیقی ہے، وہی خالق ہے، وہ امر ہے، اس
 کی کوئی نظیر نہیں۔ تمام مخلوق زوال پذیر ہے:

عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ أَعُوذُ بِعِزَّتِكَ الَّتِي لَا
 إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الَّذِي لَا يَمُوتُ وَالْجَنُّ وَالْإِنْسُ يَمُوتُونَ (۴۲)

(یحییٰ بن یعمر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہا کرتے تھے میں
 تیری عزت کی پناہ پکڑتا ہوں، تو وہ ذات ہے، جس کے سوا کوئی اور معبود نہیں، تجھے موت نہیں جبکہ جن و انس سب مر
 جائیں گے۔)

اللہ قادر مطلق ہے۔ اس کی بادشاہت میں اسی کی مشیئت اور اس کا حکم چلتا ہے۔ کوئی اس کے حکم کو ٹالنے والا
 نہیں اور نہ اس میں ذرا بھی تاخیر کرنے کی جرأت رکھتا ہے۔ وہ حقیقی شہنشاہ ہے جس طرح چاہے تصرف کر سکتا ہے۔
 کسی کو اس کے امور میں دخل دینے کا یارا نہیں:

عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَقْبِضُ اللَّهُ الْأَرْضَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ

يَطْوِي السَّمَاءَ بِيَمِينِهِ ثُمَّ يَقُولُ أَنَا الْمَلِكُ آيَنَ مُلْكُكَ الْآرْضِ وَ قَالَ شُعَيْبُ وَالزَّبِيدِي وَابْنُ مُسَافِرٍ
وَإِسْحَاقُ بْنُ يَحْيَى عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ (۴)

(سعید بن مسیبؓ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے روز اللہ تعالیٰ زمین کو اپنی مٹھی میں لے لے گا اور آسمان کو اپنے دائیں ہاتھ میں لپیٹ کر فرمائے گا کہ حقیقی بادشاہ میں ہوں۔ دنیا کے بادشاہ کہاں ہیں؟ (یہ روایت شعیب و زید بن اسحاق بن یحییٰ نے زہری کے واسطے سے ابو سلمہ سے نقل کی ہے) اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی قدرت و قوت اور عظمت و کبریائی کو بڑے اچھوتے انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ روز حساب میں جھوٹے حکمرانوں اور فرمانرواؤں کی حکمرانی کا نشہ ٹوٹ چکا ہو گا اور ان کے سامنے یہ حقیقت واضح ہو کر سامنے آجائے گی کہ زمین و آسمان سب کچھ اس ذات کے قبضہ قدرت میں ہیں، لیکن جو لوگ دنیا میں اللہ کے حق کو پہچانیں گے۔ قیامت کے روز ان کو ان کی وفا شعار کی پوری پوری جزا ملے گی۔ اللہ ان پر ایسے روز سایہ کرے گا، جس روز اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہو گا۔ دنیا میں جنہوں نے صرف خدا کی محبت و عظمت کی بنیاد پر رشتے استوار کیے ہوں گے، جنہوں نے اللہ کے علاوہ کسی کی پرستاری نہیں کی ہوگی اور جنہوں نے زندگی کے ہر موڑ پر ملنے والے جھوٹے خداؤں اور کجکلموں کی خدائی اور حکمرانی کو اپنے پیروں تلے روندنا ہو گا، جو صرف اور صرف خدا کے پرستار تھے، جنہوں نے اللہ کے واسطے سچی محبتوں اور خلوص کی دنیا آباد کی ہوگی۔ اللہ قیامت کے روز ان کو اپنی پناہ دے گا کہ اس روز اس کی پناہ کے علاوہ کوئی پناہ نہ ہوگی۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ آيَنَ الْمُتَحَابُّونَ بِجَلَالِي الْيَوْمَ أَظْلَهُمْ فِي ظِلِّي يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلِّي (۴)

(حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا: میری عظمت کی وجہ سے آپس میں محبت کرنے والے کہاں ہیں، آج میں ان پر سایہ کروں گا۔ آج میرے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں)، اس مفہوم کی ایک اور حدیث منقول ہے:

عَنْ مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ الْمُتَحَابُّونَ فِي جَلَالِي لَهُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُورٍ يُغْبِطُهُمُ النَّبِيُّونَ وَالشُّهَدَاءُ (۵)

(حضرت معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ ارشاد کرتا ہے، میرے جلال و محبت کی بناء پر محبت کرنے والوں کے لیے نور کے منبر ہیں جن پر پیغمبر اور شہید بھی رشک کریں گے۔)

اللہ عظیم و حلیم ہے۔ یعنی انسانی عقل اس کی عظمتوں کی تہ نہیں پاسکتی اور وہ قدرت کے باوجود استقام میں

جلدی سے کام نہیں لیتا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تکلیف کے وقت یوں دعا فرماتے:

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو عِنْدَ الْكَرْبِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْعَظِيمُ الْحَلِيمُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ (۳)

(حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تکلیف کے وقت یوں دعا کیا کرتے تھے۔ اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے۔ وہ عظمت اور حلم والا ہے۔ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ وہ جو آسمان اور زمین کا رب ہے اور وہ عرش عظیم کا رب ہے)، اسی طرح قبیلہ بنو سلیم کے ایک (صحابی) شخص کا بیان ہے کہ:

قَالَ عَدَّهَنَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي يَدَيَّ أَوْفَى يَدِهِ قَالَ التَّسْبِيحُ نِصْفُ الْمِيزَانِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ يَمْلَأُهُ وَالتَّكْبِيرُ يَمْلَأُ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَالصَّوْمُ نِصْفُ الصَّبْرِ وَالطُّهُورُ نِصْفُ الْإِيمَانِ (۴)

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ پر شمار کر کے فرمایا۔ تسبیح نصف میزان کو بھر دیتی ہے اور الحمد للہ اسے پورے طور پر پُر کر دیتا ہے اور تکبیر جو کچھ آسمان اور زمین کے بیچ ہے، سب کو بھر دیتی ہے اور روزہ نصف صبر اور پاکیزگی نصف ایمان ہے)، یعنی خدا کی عظمت و برتری کا اظہار ایسا عمل ہے، جو نصف میزانِ عمل کو بھر دینے کے لیے کافی ہے۔ بشرطیکہ یہ اظہار صدق دل سے ہوا ہو، کیونکہ سچے دل سے اللہ کی عظمت کا اظہار اقرارِ انسانی کی ساری زندگی ہی کو بدل سکتا ہے اور جو زندگی خدا کی تسبیح اور حمد و ستائش سے عبارت ہو۔ اسی زندگی کو مکمل زندگی کہا جاسکتا ہے۔ اسی طرح اللہ کی تکبیر کرنا یعنی جو ہستیاں واقعی اللہ کی عظمتوں اور کبریائی سے واقف ہیں، ان کو کائنات میں ہر طرف تکبیر ہی کے نغمے سنائی دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ صبر کی اہمیت یوں واضح کی گئی کہ جس شخص نے روزہ رکھا، گویا اس نے صبر و قناعت کی تربیت حاصل کر لی، جو مومن کی زندگی میں مطلوب ہوتا ہے۔ ان سب کے ساتھ ساتھ انسان کو لازم ہے کہ اللہ سے استغفار کرتا رہے، اس سے سلامتی و رحمت کی دعائیں کرتا رہے اور اس کی عظمت و بزرگی کے گُن گاتار ہے۔ حضرت ثوبان سے مروی ہے:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَلَّمَ يَسْتَغْفِرُ ثَلَاثًا وَيَقُولُ اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ (۵)

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام پھیرتے، تو تین بار استغفار کرتے۔ پھر دعا فرماتے: اھم انت السلام۔ الخ یعنی اے اللہ تو سراپا سلامتی ہے اور تیری ہی طرف سے سلامتی لو ممتی ہے، تُو برکت والا اور بلند و برتر ہے۔ اے عظمت و نوازش والے)۔

وہی (زندہ) ہے۔ یعنی اللہ کو حیاتِ ابدیت حاصل ہے، جس کی نہ کوئی ابتداء ہے اور نہ انتہا، وہ ازل سے ابہ تک باقی رہے گا۔ وہ کریم ہے یعنی اس کے روبرو اگر کوئی بندہ گڑگڑاتا ہے اور اس کا وسیلہ تلاش کرتا ہے، تو اس کی شان

کریم کی بارشیں بندہ مومن کو سرشار کر دیتی ہیں۔ اللہ کو اس بات سے بڑی شرم آتی ہے کہ اس کا کوئی بندہ اس کے روبرو ہاتھ پھیلائے اور وہ ان کو خالی و نامراد واپس کر دے۔ وہ تو ایسی ہستی ہے، جو تھوڑے سے عمل پر بے پایاں ثواب سے نوازتی ہے جو بن مانگے انسان کو نعمتوں سے مالا مال کرتی ہے، جس کو گناہوں کو بخشنے اور عیب پوشی کرنے کا صرف بہانہ چاہیے، جس کے خزانہ رحمت کا درہر بندہ کے لیے ہمیشہ کھلا رہتا ہے، تو وہ مانگنے والوں کو کیوں نہ دے گا۔ اللہ کریم ہے، جب کوئی بندہ اس کا وسیلہ تلاش کرتا اور اس کے روبرو التجا کرتا ہے، تو اللہ اسے ضائع نہیں کرتا۔ کریم اللہ کے کمال احسان و انعام کا نام ہے۔ یعنی بغیر حاجت روائی کی دعا کے اللہ اپنی نعمتوں کا آغاز کرتا ہے اور بغیر سوال کے احسان کی نوازش کرتا ہے۔

عَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ رَبَّكُمْ حَيٌّ كَرِيمٌ - يَسْتَحْيِي مِنْ عَبْدِهِ إِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ إِلَيْهِ أَنْ يَرُدَّهَا صِفْرًا (أَوْ قَالَ) خَائِبَتَيْنِ (۴۹)

(حضرت سلمانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا رب بڑا حیادار اور کریم ہے۔ اُس کو اس بات سے شرم آتی ہے کہ جب اس کا بندہ دونوں ہاتھ اٹھا کر اس سے دعا کرے، تو وہ انہیں خالی لوٹا دے) اللہ قیوم ہے۔ یعنی اپنی مخلوق کی تدبیر میں وہ پوری قدرت رکھتا ہے۔ وہ ہر چیز کا نگہبان، قائم کرنے والا اور عطا کرنے والا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک اللہ کی صفت حی و قیوم کا شمار اللہ کے عظیم اسماء میں ہوتا ہے۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ جنگ بدر کے دن میں تھوڑی دیر جنگ کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ دیکھنے آیا کہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ آپ سجدہ ریز ہیں اور یاجی یا قیوم کا ورد فرما رہے ہیں۔ میں پھر آیا اور آپ کو پھر اس حالت میں دیکھا۔ پھر میں برابر آتا جاتا رہا اور دیکھتا رہا کہ آپ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کر رہے تھے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے فتح و کامرانی سے نوازا: (۵۰)

عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ وَ اتُوبُ إِلَيْهِ غُفِرَتْ ذُنُوبُهُ وَإِنْ كَانَ قَدْ فَرَّ مِنَ الزَّحْفِ (۵۱)

(حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کہا استغفر اللہ . اتوب الیہ میں اللہ سے مغفرت چاہتا کہ اس کے سوا کوئی الہ نہیں، وہ زندہ جاوید اور قیوم ہے اور اس کے حضور میں توبہ کرتا ہوں) اس کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ خواہ وہ جنگ سے (پیٹھ پھیر کر) بھاگا ہو۔

اللہ محیی (زندگی دینے والا) ہے۔ یعنی اجسام کی تشکیل کر کے ان میں ارواح کو لا موجود کرتا ہے، اسی طرح ارواح کو محال کر اجسام کو موت دیتا ہے۔ وہی ابتداء میں بھی تخلیق کرتا ہے اور انتہاء میں بھی۔ مخلوق کی تخلیق کے بعد دنیا میں اس کی زندگی کے اسباب رزق کو بھی وہی مہیا کرتا ہے۔ اس کی عمر اور سعادت و شقاوت بھی اس کے احاطہ علم میں ہوتی ہے۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى وَكَلَّ بِالرَّحْمِ مَلَكًا يَقُولُ يَا رَبِّ نُظْفَةُ يَا رَبِّ عِلْقَةُ يَا رَبِّ مُضْغَةٌ فَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يَقْضِيَ خَلْقَهُ قَالَ أَذْكَرٌ أَمْ أُنْثَى ، شَقِيٌّ أَمْ سَعِيدٌ ، فَمَا الرِّزْقُ وَمَا الْأَجَلُ قَالَ فَيَكْتُبُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ (۵۲)

(حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ بزرگ و برتر نے رحم پر ایک فرشتہ مقرر کیا ہے جو کہتا ہے پروردگار نطفہ پڑ گیا۔ پروردگار! اب خون بن گیا، پروردگار! اب گوشت کا لو تھرا ہو گیا، جب اللہ تعالیٰ اپنی مرضی سے تخلیق مکمل کر لیتا ہے، تو فرشتہ پوچھتا ہے: مرد (ہو کا) یا عورت، بد بخت (بنے کا) یا نیک بخت، رزق کتنا ہو گا اور عمر کتنی ہو گی؟ فرمایا: پھر وہ فرشتہ (سب کچھ) رحم مادر میں ہی (اس کی تقدیریں) لکھ دیتا ہے۔)

اللہ صبور ہے۔ صبر نفس کو قابو میں رکھنے اور ناپسندیدہ امور پر بے قابو نہ ہونے کو کہتے ہیں۔ اللہ چونکہ حکیم ہے اور وہ کسی حکمت کی وجہ سے مقررہ مدت تک سزا کو روکے رکھتا ہے، لہذا اللہ ہی صبر پر زیادہ قادر ہے۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيِّ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَحَدٌ أَصْبَرَ عَلَى أَذَى يَسْمَعُهُ مِنَ اللَّهِ يَدْعُونَ لَهُ الْوَلَدُ ثُمَّ يُعَافِيهِمْ وَيَرْزُقُهُمْ (۵۳)

(حضرت ابو عبد الرحمن سلمی نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! کوئی ایسا نہیں، جو اذیت ناک بات سُن کر اللہ سے زیادہ صبر کر سکے۔ لوگ اس کے لیے بیٹھا قرار دیتے ہیں، پھر بھی وہ انہیں عافیت میں رکھتا اور رزق دیتا ہے۔)

اللہ وتر ہے اور وتر کو پسند کرتا ہے۔ یعنی وہ اپنی الوہیت و ربوبیت اور ازلیت و ابدیت میں منفرد اور یکتا ہے۔ اس کی ذات و صفات میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ چونکہ وہ وتر ہے لہذا اس کے تمام اسماء و صفات بھی وتر ہیں:

عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَوَايَةً قَالَ لِلَّهِ تِسْعَةٌ وَ تِسْعُونَ اسْمًا مِائَةً إِلَّا وَاحِدًا لَا يَحْفَظُهَا أَحَدٌ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَهُوَ وَتَرٌ يُحِبُّ الْوَتَرَ (۵۴)

(اعرج نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تین سو نام ہیں۔ انہیں جو کوئی یاد کرے گا، وہ جنت میں داخل ہو گا۔ یہ تعداد وتر (طاق) ہے اور اللہ تعالیٰ وتر کو پسند فرماتا ہے)۔ وہ مقدم اور مؤخر ہے۔ یعنی اپنی قدرت اور علم و حکمت سے جسے چاہتا ہے اپنی بارگاہ کی طرف بڑھاتا ہے اور جسے چاہتا ہے پیچھے کرتا ہے۔ یا یوں کہیے جسے چاہتا ہے اپنا قرب بخشتا ہے اور جسے چاہتا ہے خود سے دور کرتا ہے۔

عَنْ ابْنِ أَبِي مُوسَى عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ كَانَ يَدْعُو بِهَذَا الدُّعَاءِ : رَبِّ اغْفِرْ لِي خَطِيئَتِي وَجَهْلِي وَإِسْرَافِي فِي أَمْرِي كُلِّهِ وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي خَطَايَايَ وَعَمْدِي وَ

جَهَنِّي وَهَزَلِي وَكُلَّ ذَلِكَ عِنْدِي اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ أَنْتَ الْمَقْدِمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (۵۵)

(حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے: اے اللہ میری خطا، جہل اور کلام میں کمی بیشی کو معاف فرما دے جن کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ اے اللہ میری خطائیں معاف کر دے، خواہ وہ دانستہ یا نادانستہ یا ہنسی مذاق میں کی ہوں، کیونکہ وہ سب میری جانب سے ہیں۔ اے اللہ میں نے جو پہلے کیا اور جو بعد میں کیا، جو چھپایا اور جو ظاہر کیا، سب کو معاف فرما دے۔ تو ہی آگے بڑھانے والا اور تو ہی پیچھے کرنے والا ہے اور تو سب کچھ کر

سکتا ہے)۔ اللہ المانع ہے۔ یعنی وہ جس بندے کو اپنے فضل کا مستحق نہیں سمجھتا اس سے اپنے فضل و کرم کی دولت کو روک لیتا ہے اور اپنی عنایات سے محروم کر دیتا ہے۔ ظاہر ہے جس پر اللہ اپنے فضل و کرم کی عنایات نہ کرے۔ اے دنیا میں کون کچھ دے سکتا ہے۔ وہ وحدہ لا شریک ہے۔ اس کے کارخانہ میں دخل دینے کا کسی کو یارا نہیں:

عَنْ وَرَادٍ كَاتِبِ الْمَغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ أَمَلَى عَلَيَّ الْمَغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ فِي كِتَابِ أَبِي مُعَاوِيَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْجَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطَى لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ (۵۶)

(حضرت مغیرہ کے کاتب و راد روایت کرتے ہیں۔ مغیرہ بن شعبہ نے مجھ سے ایک خط میں حضرت معاویہؓ کو یہ لکھوایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد پڑھتے تھے: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ — مِنْكَ الْجَدُّ یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ وحدہ لا شریک ہے، اس کے واسطے بادشاہی اور اسی کے واسطے تمام حمد و ثنا ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ جس کو تو عطا کرے اس سے کوئی روکنے والا نہیں اور جس سے تو روک لے اُسے کوئی دینے والا نہیں اور کوشش کرنے والوں کی سعی تیرے مقابل میں لا حاصل ہے۔

اللہ تعالیٰ العلیٰ الکبیر ہے۔ یعنی اپنے رتبہ، کبریائی، مجد و شرف اور قہر و قدرت میں وہ بلند یوں پر فائز ہے، جو اپنی ذات و صفات میں مخلوقات کی عقل و خرد اور گمان کی رسائی سے بھی بلند و بالا اور انسانی علم اور عقل و فہم اس کے کمالات کی کماحقہ توصیف نہیں کر سکتی۔ الکبیر کے ہی مفہوم میں اس کی صفات المتکبر، الاکبر اور الکبریاء کا اطلاق ہوتا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَضَى اللَّهُ الْأَمْرَ فِي السَّمَاءِ ضَرَبَتْ الْمَلَائِكَةُ بِأَجْنِحَتِهَا خُضْعَانًا لِقَوْلِهِ كَأَنَّهُ سِلْسَلَةٌ عَلَى صَفْوَانٍ قَالَ عَلِيٌّ وَقَالَ غَيْرُهُ صَفْوَانٌ يَنْفُذُهُمْ ذَلِكَ فَإِذَا فَزِعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالَ الْحَقُّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ (۵۷)

(حضرت ابو ہریرہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہوئے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کوئی فیصلہ فرماتا ہے، تو فرشتے پروں کو اس کے فرمان پر عجز و نیاز سے پھڑپھڑانا شروع کر دیتے ہیں۔ گویا وہ

پتھر پر زنجیریں ہیں۔ حضرت علیؓ اور کئی دیگر حضرات کہتے ہیں کہ صفوان اسے فرشتوں میں جاری کرتا ہے۔ چنانچہ جب ان کے دلوں کا خوف جاتا رہتا ہے، تو پوچھتے ہیں؟ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ دوسرے کہتے ہیں سچ فرمایا اور وہ بلند و بزرگ ہے)

اللہ کے شایانِ شان یہ نہیں کہ اس پر نیند کا غلبہ ہو، کیونکہ وہ علیم و خبیر ہے۔ کائنات کے پل پل اور لمحہ لمحہ کی اسے خبر رہتی ہے، وہ میزانِ عدل کے مطابق انسان کے اعمال کا فیصلہ کرتا ہے۔ بندہ کا ہر عمل اس کے روبرو پیش کیا جاتا ہے اور کائنات میں رونما ہونے والے ہر واقعہ اور ہر عمل سے اللہ براہِ راست باخبر رہتا ہے۔ سارے اختیارات اس کے قبضہ میں ہیں، جسے چاہتا ہے بلند یوں سے ہلکنار کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے پستیوں میں گرا دیتا ہے۔ اس کے سارے فیصلے حق و حکمت کی میزان میں پورے ہوتے ہیں، نہ تو اس کا کوئی فیصلہ عدل سے ہٹا ہوا ہوتا ہے اور نہ حکمت سے خالی۔

عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَامَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَرْبَعٍ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَنَامُ وَلَا يَنبَغِي لَهُ أَنْ يَنَامَ يُخَفِّضُ الْقِسْطَ وَيَرْفَعُهُ يَرْفَعُ إِلَيْهِ عَمَلُ اللَّيْلِ بِالنَّهَارِ وَعَمَلُ النَّهَارِ بِاللَّيْلِ^(۵۱)
(حضرت ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے درمیان کھڑے ہو کر چار باتیں بیان فرمائیں۔ اللہ عزوجل سوتا نہیں اور نہ یہ اس کے شایانِ شان ہے کہ وہ سوئے، میزانِ عدل کو جھکاتا اور اونچا کرتا رہتا ہے۔ رات کے عمل دن میں اور دن کے عمل رات میں اس کی طرف اٹھائے جاتے ہیں۔)

اللہ المحب ہے۔ یعنی وہ اپنے جن بندوں کے اعمال و کردار سے خوش ہوتا ہے، یا اپنے جن بندوں کو عزیز رکھتا ہے ان کو عفو و بخشش سے نوازتا اور ان کا ذکر خیر و ثنا سے کرتا ہے۔ اللہ کا اپنے بندوں سے محبت کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ وہ ان کو ثوابِ جزیل اور اپنی رضا کے میسران سے نوازتا ہے اور ان کو خیر بے پایاں سے مستفیض کرتا ہے۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندہ کی کوئی چھیتی چیز لے کر اس کو آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے اور بندہ اپنے آقا کی رضا ہی کو اپنی رضا سمجھتا ہے اور خالق کی راہ میں اپنی عزیز ترین شے کی قربانی سے بھی اس کے ماتھے پر شکن نہیں پڑتی بلکہ اس کو یک گونہ طمانیت ہوتی ہے۔ تو اللہ کو بندہ کی یہ ادائیگی پسند آتی ہے اور اس سے خوش ہو کر وہ اس کو جنت کا حقدار قرار دے دیتا ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى مَا لِعَبْدِي الْمُؤْمِنِ عِنْدِي جَزَاءٌ إِذَا قَبِضْتُ صَفِيَّةً مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا ثُمَّ اخْتَسَبَهُ إِلَّا الْجَنَّةَ^(۵۲)

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میرے اس بندہ مومن کے لیے جس سے دنیاوی چیزوں میں سے کوئی پسندیدہ چیز چھین لوں اور وہ اس پر صبر کرے اور ثواب کی امید رکھے، تو اس کے لیے میرے پاس جنت کے سوا اور کوئی جزا نہیں)۔ ایک اور حدیث ملاحظہ ہو:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ إِذَا أَخَذْتُ كَرِيمَتِي عَبْدِي فِي الدُّنْيَا لَمْ يَكُنْ لَهُ جَزَاءٌ عِنْدِي إِلَّا الْجَنَّةُ (۱۰)

(حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میں اپنے بندے کی دو پیاری چیزیں یعنی آنکھیں چھین لیتا ہوں، تو میرے پاس اس کی جزا جنت ہی ہے) اللہ جب اپنے کسی بندے سے محبت کرتا ہے، تو اپنی ساری مخلوق میں اس کی محبت پیدا کر دیتا ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَحَبَّ اللَّهُ عَبْدًا نَادَى جِبْرِيلُ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ فَلَانَا فَاحْبِبْهُ جِبْرِيلُ فَيَنَادِي جِبْرِيلُ فِي أَهْلِ السَّمَاءِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ فَلَانَا فَاحْبِبُوهُ فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ ثُمَّ يُوضِعُ لَهُ الْقُبُولَ فِي أَهْلِ الْأَرْضِ (۱۱)

(حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے سے محبت کرتا ہے، تو جبریل ؑ سے فرماتا ہے کہ اللہ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے، لہذا تم بھی اس سے محبت کرو، تو حضرت جبریل ؑ بھی اس سے محبت کرتے ہیں اور حضرت جبریل آسمان والوں میں منادی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے محبت کرتا ہے لہذا تم بھی اس سے محبت کرو، تو آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر زمین والوں کے دلوں میں بھی اس کی مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔)

اللہ کی محبت کا یہ انوکھا انداز کتنا بھلا لگتا ہے کہ وہ اپنے محبوب بندوں کو آزمائش میں مبتلا کرتا ہے اور ناپسندیدہ بندوں کو کھلی چھوٹ دے دیتا ہے۔ گویا اپنے بندوں کے ہر ہر عمل اور ان کی زندگی کے ہر ہر پل پر خدا کی عنایات کا سایہ رہتا ہے، جبکہ ناپسندیدہ بندوں سے وہ اعراض اور بے نیازی کا رویہ اختیار کرتا ہے:

عَنْ أَنَسِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِعَبْدِهِ الْخَيْرَ عَجَّلَ لَهُ الْعُقُوبَةَ فِي الدُّنْيَا وَإِذَا أَرَادَ بِعَبْدِهِ الشَّرَّ أَمْسَكَ عَنْهُ بِذَنْبِهِ حَتَّى يُؤَافِيَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَبِهَذَا الْإِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ عِظَمَ الْجَزَاءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ إِنَّ اللَّهَ إِذَا أَحَبَّ قَوْمًا ابْتَلَاهُمْ فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضَى وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السُّخْطُ (۱۲)

(حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندہ کے ساتھ کسی خیر کا ارادہ کرتا ہے، تو اس کو دنیا کے عذاب میں جلد گرفتار کرتا ہے۔ اور جب کسی بندے کے ساتھ شر کا ارادہ کرتا ہے، تو اسکے گناہوں کی سزا کو اس وقت تک روک رکھتا ہے، یہاں تک کہ قیامت کے روز پوری سزا دیتا ہے اور اس اسناد سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بڑا ثواب بڑی آزمائش کے ساتھ ہے۔ یعنی جس کا ثواب آخرت میں زیادہ ہے، دنیا میں اس کی آزمائش زیادہ ہے اور اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو دوست رکھتا ہے، تو اس کو آزمائش میں مبتلا کرتا

ہے، پھر جو تقدیر الہی پر راضی رہے اس کے لیے رضا ہوتی ہے، اور جو اس سے ناراضگی کا اظہار کرتا ہے اللہ اس سے ناراض ہو جاتا ہے) اللہ کی محبت کا یہ انداز بھی کتنا پیارا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، إِنَّ اللَّهَ قَالَ مَنْ عَادَلَنِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا وَإِنْ سَأَلَنِي لَا عِطِيَّةَ وَلَئِنْ اسْتَعَاذَنِي لَا عِذْنَةَ وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ أَنَا فَاعِلُهُ تَرَدَّدِي عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَ أَنَا أَكْرَهُ مَسَاءَتَهُ (۱۳)

(حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جو میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے میں اس کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہوں اور میرا بندہ ایسی کسی چیز کے ذریعہ قرب حاصل نہیں کرتا جو مجھے پسند ہیں اور میں نے اس پر فرض کی ہیں بلکہ میرا بندہ برابر نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں، تو اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی بصارت بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اور اس کا پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے سوال کرے، تو میں اُسے ضرور عطا فرماتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ پکڑے، تو ضرور میں اسے پناہ دیتا ہوں اور کسی کام میں جس کو میں کرتا ہوں مجھے تردد نہیں ہوتا سوائے مومن کی موت کے جس کو وہ بُرا سمجھتا ہے، میں اس کے اس بُرا سمجھنے کو برا سمجھتا ہوں) یعنی اللہ اپنے مقرب بندوں کی اہانت برداشت نہیں کرتا، چنانچہ اگر کوئی انسان اس کے کسی ایسے مقرب بندہ سے دشمنی رکھتا ہے، تو اللہ اس کے خلاف اعلان جنگ کر دیتا ہے۔ اللہ کا مقرب بندہ وہ نہیں جو صرف فرائض کی ادائیگی کر لیتا ہے بلکہ اللہ کے مقرب بندے وہ ہیں جو محض رضائے الہی کی جستجو میں نوافل کی کثرت کرتے اور اللہ سے قرب حاصل کرنے کی کوشش میں مصروف رہتے ہیں۔ اللہ کے ان بندوں کی تڑپ اور لگن کا آخر کار ایک دن یہ صلہ ملتا ہے کہ اللہ ان سے محبت کرنے لگتا ہے اور پھر ان کی یہ کیفیت ہو جاتی ہے کہ اللہ ان کا کان، آنکھ، ہاتھ اور پیر بن جاتا ہے۔ اس حالت میں بندہ مومن اللہ سے جو بھی سوال کرتا ہے اللہ اسے رد نہیں کرتا اور جب بھی کوئی التجا کرتا ہے۔ اللہ اسے ضرور بر لاتا ہے۔ یعنی اللہ ہی مومنین کا حامی و ناصر ہے اور اس پر مکمل بھروسہ کرنا اور اس کا سہارا ڈھونڈنا مومن کے شایان شان ہے۔ اللہ پر ایمان رکھنے والے بندوں کو زیب نہیں دیتا کہ ان کے محترم سر اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کے روبرو سجدہ ریز ہوں، کسی کا سہارا ڈھونڈیں یا کسی سے التجا کریں۔ بندہ مومن کے روح و نفس میں جب عزت نفس کی یہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، تو اس کا کوئی دشمن اس کی راہ میں نہیں ٹک سکتا، خود اللہ ہر موقع پر اس کا دفاع کرتا اور اس کو خطرات سے محفوظ رکھتا ہے۔ انہیں لوگوں کی زبان ہر وقت اور ہر لمحہ ذکرِ خدا سے تر رہتی ہے اور ان کا سارا وجود اللہ کی تقدیس و تمجید کرتا رہتا ہے۔

غرضیکہ اللہ کا بندہ مومن سے دنیا میں یہی تقاضا ہے کہ اس کی زبان اللہ کی تقدیس و تعظیم کے نغمے گنگنائے۔ اس کا قلب و دماغ اللہ کی حکمتوں اور نشانیوں پر غور کرتا رہے اور اس کے اعضاء اطاعت خدا میں مشغول رہیں۔ ایسے ہی مومنوں کا ذکر اللہ اپنے یہاں کرتا ہے اور ان کو اپنی چادر میں ڈھانپ لیتا ہے، ان کی دعاؤں کو شرف قبولیت عطا کرتا ہے۔ ان کے سامنے ہدایت و رضوان کی راہیں کھول دیتا ہے اور اپنی سچی پرستاری کے عوض ان کو اپنی بخششوں سے نوازتا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ الْإِمَامُ الْعَادِلُ وَشَابُّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ رَبِّهِ وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مَعْلُوقٌ فِي الْمَسَاجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللَّهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتَ مَنْصَبٍ وَجَاهٍ فَقَالَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ إِخْفَاءً حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِهَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللَّهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ غَيْبَتُهُ (۱۴)

(حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اُس دن اپنے سایہ (رحمت) میں جگہ دے گا۔ جب اللہ کے سایہ (رحمت) کے علاوہ کسی کا سایہ نہ ہو گا: (اول) حاکم عادل، (دوم) وہ نوجوان جس کی نشوونما اللہ کی عبادت میں ہوئی ہو اور (سوم) وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا رہے۔ اور (چہارم) وہ دو اشخاص جن کا تعلق محبت صرف اللہ کے لیے ہو، ملیں تو اس کے لیے اور جدا ہوں تو اس کے لیے، اور (پنجم) وہ شخص جسے حسن اور منصب والی عورت دعوتِ (گناہ) دے، مگر وہ یہ کہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور (ششم) وہ جو چھپا کر صدقہ دے حتیٰ کہ بائیں ہاتھ کو خبر ہی نہ ہو کہ دائیں نے کیا کچھ دیا اور (ہفتم) وہ جو تنہائیوں میں اللہ کو یاد کرے اور اس کی آنکھیں بھیگ جائیں)۔ قرآن میں ارشاد الہی ہے: اَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ

(یعنی اللہ کے ذکر سے قلوب کو طمانیت حاصل ہوتی ہے) ذکرِ خدا میں بے شمار فوائد اور خیر و برکت پوشیدہ ہے۔ بندہ اللہ کے ثواب جزیل کا مستحق ٹھہرتا ہے، اللہ اس کو خیر و برکت سے نوازتا ہے فرشتے اس کو گھیر لیتے ہیں اور اللہ کی رحمت اس کو ڈھانپ لیتی ہے اور اس کی روح نورِ عرفان اور حکمت و ہدایت سے سرشار ہو جاتی ہے۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ وَابْنِ هُرَيْرَةَ أَنَّهَا شَهِدَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَا مِنْ قَوْمٍ يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا أَحَفَّتْ بِهِ الْمَلَائِكَةُ وَغَشِيَتْهُمْ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَذَكَرَهُمُ اللَّهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ (۱۵)

(حضرت ابو سعید خدریؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی جماعت اللہ کو یاد کرتی ہے، تو اس کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور رحمتِ الہی اس کو ڈھانپ لیتی ہے اور اس پر سکینت نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کا ذکر اپنی محفل (سماوی) میں کرتا ہے۔)

بندہ کا اللہ سے مدد طلب کرنا اور خود کو اس کے سپرد کر دینا اللہ واحد کے سامنے اظہارِ عبودیت کے مترادف ہے اور اس کے سامنے عجز و انکساری کا اعتراف اور گریہ و زاری کے ذریعہ اس کی قوت و قدرت کے سامنے خود کو لاچار سمجھنا ہے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ أَحَدٍ يَدْعُو بِدُعَاءٍ إِلَّا آتَاهُ اللَّهُ مَا سَأَلَ أَوْ كَفَّ عَنْهُ مِنَ السُّوءِ مِثْلَهُ مَا لَمْ يَدْعُ بِإِثْمٍ أَوْ قَطِيعَةٍ رِخْمٍ (۱۶)

(حضرت جابرؓ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا ہے، جب کوئی شخص اللہ سے کچھ مانگتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کو وہی چیز دیتا ہے یا اس کے مساوی کوئی برائی دُور کر دیتا ہے، جب تک وہ کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے)۔

اللہ کو بندہ کی یہ ادائیگی پسند ہے، چنانچہ وہ بندوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اس کے سامنے ہاتھ پھیلائیں، وہ ان کی ضرورت سنے گا۔ عبادت کے اس انداز سے خدا کو بندہ پر بڑا رحم آتا ہے اور اس کی عجز و زاری سے اس کا دریائے رحمت جوش میں آجاتا ہے۔ مصیبت کے وقت تو وہ بندہ کی سُنّتا ہی ہے، لیکن اگر بندہ آرام و راحت میں بھی اللہ کی قدرت کا اعتراف کرتا رہے اور اس سے دعا کرتا رہے، تو مصائب و آلام میں بھی اللہ ضرور اس کی دستگیری کرتا ہے، قرآن مجید میں جگہ جگہ اللہ نے اپنے بندوں کو اس اندازِ عبادت پر آمادہ کیا ہے اور ان کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشنے کا وعدہ بھی فرمایا ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَسْتَجِيبَ اللَّهُ لَهُ عِنْدَ الشَّدَائِدِ وَالْكَرْبِ فَلْيَكْثِرِ الدُّعَاءَ فِي الرِّخَاءِ (۱۷)

(حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے یہ بات پسند ہو کہ اللہ اس کی دعائیں سختیوں اور تکلیفوں میں قبول کرے تو وہ آرام و راحت کے زمانے میں دعا کرتا رہے) اپنے گزشتہ تمام گناہوں سے توبہ کر کے جو شخص اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے، تو وہ اسے اپنی آغوشِ رحمت میں چھپا لیتا ہے اور اپنی بے باکیاں رحمتوں سے اس کی ہر نیکی کا بدلہ دس سے سات سو گنا تک عطا کرتا ہے، جبکہ برائی کا بدلہ صرف ایک برائی کی صورت میں دیتا ہے اور اگر اس کی رحمت کو جوش آتا ہے، تو اس بدی کو بھی اللہ معاف کر دیتا ہے۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ نِ الْحَذَرِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا أَسْلَمَ الْعَبْدُ فَحَسَنُ إِسْلَامِهِ يُكَفِّرُ اللَّهُ عَنْهُ كُلَّ سَيِّئَةٍ كَانَ زَلَفَهَا وَكَانَ بَعْدَ ذَلِكَ الْقِصَاصُ الْحَسَنَةُ بَعَثَ أَمَثَلَهَا إِلَى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ وَالسَّيِّئَةُ بِمِثْلِهَا إِلَّا أَنْ يَتَجَاوَرَ اللَّهُ عَنْهَا (۱۸)

(حضرت ابو سعید خدریؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب کوئی بندہ مسلمان ہو جاتا ہے اور

حقیقی مسلمان بن جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہوں کو جن کا وہ مرتکب ہوا ہو معاف کرتا ہے۔ پھر اس کے بعد اولے کا بدلہ شروع ہو جاتا ہے کہ نیکی کا بدلہ دس سے سات سو گنا تک اور بدی کا بدلہ صرف ایک برائی کی صورت میں دیا جاتا ہے اور وہ بھی خدا چاہے، تو معاف کر دیتا ہے۔

اللہ کو اپنے بندہ کا عجز و انکسار اور اللہ کے رو برو رجوع کرنے کا انداز بڑا اچھا لگتا ہے۔ چنانچہ حضرت انس سے

روایت ہے:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُ أَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ مِنْ أَحَدِكُمْ سَقَطَ عَلَى بَعِيرِهِ وَقَدْ أَضَلَّهُ فِي أَرْضٍ فَلَاةٍ (۶۹)

(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی توبہ پر اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے، جس کا اونٹ جنگل میں گم ہو جائے اور پھر وہ دوبارہ اسے مل جائے) اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُتَنَزَّلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِينَ يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرِ يَقُولُ مَنْ يَدْعُونِي فَاسْتَجِبْ لَهُ مَنْ يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيهِ وَ مَنْ يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرُ لَهُ (۷۰)

(حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر رات اللہ تبارک و تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف اپنی شان کے مطابق نزول فرماتا ہے، جبکہ رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے، فرماتا ہے: "کون ہے مجھ سے دعا استغفار کرنے والا تاکہ میں اس کی دعا قبول فرماؤں، کون ہے مجھ سے سوال کرنے والا تاکہ میں اسے عطا کروں، اور کون ہے مجھ سے استغفار کرنے والا تاکہ میں اس کی مغفرت کروں)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے دعا کرنے والوں کو ایک پتا کی بات بتائی ہے:

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُسْأَلُ لَوَجْهِ اللَّهِ إِلَّا الْجَنَّةُ (۷۱)

(حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے نام پر جنت کے سوا اور کوئی چیز نہ مانگی جائے۔

قرآن میں ہے: يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا (۷۲)

(یعنی اللہ جس کو چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے اور جس کو حکمت عطا ہو گئی، درحقیقت اسے بڑی دولت مل گئی) سچ ہے کہ اللہ جسے حکمت اور تفقہ فی الدین کی دولت عطا کر دیتا ہے۔ وہ شیطانی و سواس سے بچتا ہوا اللہ کی بتائی ہوئی شاہراہ پر کامزن رہتا ہے۔ اللہ نے اپنے رسولؐ کے ذریعہ اس صاف سیدھی راہ کی راہنمائی بندوں کو کر دی ہے: بندہ اس کو جس لگن اور ولولہ سے تلاش کرے گا، اللہ اسی نسبت سے اس کے سینہ کو دین کے لیے کھول دیتا ہے اور اسے فہم دین سے نواز دیتا ہے۔

عَنْ يُونُسَ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ سَمِعْتُ مَعَاوِيَةَ خَطِيبًا يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ وَ إِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَ اللَّهُ يُعْطِي وَلَنْ تَزَالَ هَذِهِ الْأُمَّةُ قَائِمَةً عَلَى أَمْرِ اللَّهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ (۳)

(حمید بن عبد الرحمن روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت معاویہؓ کو دوران خطبہ یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: اللہ تعالیٰ جس کی بھلائی چاہتا ہے اسے دین کی فہم بخش دیتا ہے، میں تو (محض) بانٹنے والا ہوں۔ دینے والا تو اللہ ہے۔ یہ امت ہمیشہ اللہ کے حکم پر قائم رہے گی، کوئی مخالف انہیں زک نہ پہنچا سکے گا۔ یہاں تک کہ قیامت آجائے) لہذا بندوں کو اللہ کی بارگاہ میں فہم دین اور تفقہ عطا کیے جانے کی التجا کرنی چاہیے اور چونکہ تفقہ، علم دین کے حصول کے بغیر ممکن نہیں، لہذا علم دین کی راہ میں بندوں کو جستجو اور محنت کی ترغیب دی گئی ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللَّهُ لَهُ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ (۴)

(حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس نے جستجوئے علم کی راہ اختیار کی، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کی راہ آسان کر دے گا) علم کا چرچا اور حصول علم کی لگن بڑی خیر و برکت اور دارین کی فلاح و بہبود کی ضامن ہے۔ علم ایک ایسی شمع ہے جس کی ضیا باریاں انسان کو پستی سے اٹھا کر آفاق کی بلندی پر پہنچا دیتی ہیں اور جس کی گرمی ہر کس و ناکس تک پہنچتی ہے۔ جس کے سمندر میں انسان کو وہ بے بہا موتی دستیاب ہوتے ہیں جن کا مول صرف علم ہی ہوتا ہے جس کو حاصل کر کے ہی انسان کو تفقہ، حکمت، فہم اور دانشمندیوں کے جوہر نصیب ہوتے ہیں اور انسان کی زندگی پر ہیچ راہوں سے نکل کر ایسی شاہراہ پر آجاتی ہے، جو اس کو بلا واسطہ اللہ تک پہنچاتی ہے۔ غرض کہ دنیا میں انسان کو جو بھی سعادتیں نصیب ہیں وہ علم کی بدولت ہیں یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن کی بد نصیبی کا ایک ہلکا سا خاکہ کھینچا ہے، جس دن حقیقی علم کا دور دورہ ختم ہو چکا ہو گا اور لوگ جہالت کی تاریکیوں میں خود بھی بھٹک رہے ہوں گے اور دوسروں کو بھی گم راہ کریں گے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو وَ ابْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَتَّزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتَّى إِذَا لَمْ يَبْقَ عَالِمٌ أَخَذَ النَّاسُ رُؤُوسًا جُهَالًا فَسَلُّوا فَاسْتَلُّوا فَانْتَفَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَ أَضَلُّوا (۵)

(حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ علم کو یوں نہیں اٹھائے گا کہ بندوں (کے سینہ) سے نکال لے بلکہ علماء کو موت دے کر علم کو اٹھالے گا۔ جب کوئی اہل علم باقی نہ رہے گا، تو لوگ جاہلوں کو اپنا مقتدا بنالیں گے اور ان سے (مسائل) دریافت کریں گے اور وہ علم کے بغیر (بلا جھجک) فتوے جاری کریں گے، یوں خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے)۔

اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں پر قیامت کے روز خاص عنایت کرے گا اور ان سے بغیر کسی حجاب کے ہمکلام ہو گا اور ان کی ان کوتاہیوں سے درگزر فرمائے گا، جو بشری تقاضے کے تحت سرزد ہو گئی ہوں گی۔ وہ ان کو قیامت کے دن رسوائیوں سے بچالے گا۔ لیکن اپنے باغیوں اور اس کے احکامات کی علی الاعلان خلاف ورزی کرنے والے مشرکوں و منافقوں کے لیے اس کا رویہ بہت سخت ہو گا۔

عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مَحْرَزَانَ رَجُلًا سَأَلَ ابْنَ عُمَرَ كَيْفَ سَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي النَّجْوَى قَالَ يَذْنُو أَحَدُكُمْ مِنْ رَبِّهِ حَتَّى يَضَعُ كَنَفَهُ عَلَيْهِ فَيَقُولُ أَعْمَلْتُ كَذَا وَكَذَا فَيَقُولُ نَعَمْ وَ يَقُولُ أَعْمَلْتُ كَذَا وَكَذَا فَيَقُولُ نَعَمْ فَيَقْرَرُهُ ثُمَّ يَقُولُ إِنِّي سَتَرْتُ عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا وَأَنَا أَغْفِرُ هَآلِكَ الْيَوْمَ (۱)

(صفوان بن محرز کا بیان ہے کہ ایک آدمی نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ آپؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سرکوشی کے بارے میں کیا فرماتے ہوئے سنا ہے؟ فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی اپنے رب سے قریب تر ہو گا، تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنی حفاظت کی چادر ڈال دے گا اور فرمائے گا، کیا تو نے فلاں فلاں کام کئے؟ وہ عرض کرے گا کہ ہاں۔ پھر فرمائے گا کہ فلاں فلاں کام بھی تو نے کئے؟ وہ عرض کرے گا کہ ہاں۔ اس طرح اس سے اقرار کرانے کے بعد فرمائے گا کہ میں نے دنیا میں تیری ستاری کی اور آج میں تیری مغفرت کرتا ہوں)۔ اللہ جن لوگوں کو جنت کی زندگی سے نوازے گا۔ ان کو اپنی رضا کی نعمت سے بھی سرشار کرے گا:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ لِأَهْلِ الْجَنَّةِ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ ! فَيَقُولُونَ لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَ سَعْدَيْكَ ! فَيَقُولُ هَلْ رَضِيتُمْ ؟ فَيَقُولُونَ مَا لَنَا لَا نَرْضَى وَ قَدْ أَعْطَيْنَا مَا لَمْ نُغْطِ أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ ؟ فَيَقُولُ أَنَا أُعْطِيكُمْ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ قَالُوا وَ أَى شَيْءٍ أَفْضَلُ مِنْ ذَٰكَ ؟ قَالَ أَحَلُّ عَلَيْكُمْ رِضْوَانِي فَلَا أَسْخَطُ عَلَيْكُمْ (۲)

(حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جنت والوں کو مخاطب کرے گا: اے اہل جنت! وہ عرض کریں گے، اے ہمارے رب! ہم حاضر ہیں اور شنا خواں ہیں۔ فرمائے گا: کیا تم راضی ہو۔ وہ عرض کریں گے کیوں نہ راضی ہوں تو نے ہم کو وہ چیز عنایت فرمائی، جو اپنی مملووقات میں کسی کو نہ دی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں تم کو اس سے بھی افضل چیز دوں گا! وہ پوچھیں گے، وہ کیا چیز ہے، جو اس سے بھی افضل ہے؟ اللہ فرمائے گا میں تم کو اپنی رضامندی سے نوازتا ہوں اور اب تم سے کبھی ناراض نہ ہوں گا)۔

لیکن جن لوگوں نے اپنی ساری زندگی فسق و فجور اور اللہ کے احکامات کی خلاف ورزی کرنے میں گزار دی ہوگی اللہ ان کی سخت گرفت کرے گا:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتَى بِالْعَبْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُولُ لَهُ أَلَمْ أَجْعَلْ لَكَ سَمْعًا وَ بَصَرًا وَ مَالًا وَ وَلَدًا وَ سَخَّرْتُ لَكَ الْأَنْعَامَ وَ الْحَرْثَ وَ تَرَكْتُكَ تَرَأْسُ وَ تَرْبَعُ فَكُنْتَ تَظُنُّ أَنَّكَ مُلَاقِي يَوْمِكَ هَذَا فَيَقُولُ لَا فَيَقُولُ لَهُ الْيَوْمَ أَنْسَاكَ كَمَا نَسِيتَنِي (۳)

(حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک بندہ کو قیامت کے روز لایا جائے گا اور باری تعالیٰ اس سے فرماوے گا۔ کیا میں نے تجھ کو کان، آنکھ، مال اور اولاد نہیں دی تھی؟ اور چوپایوں اور کھیتی کو تیرے تابع نہیں کیا تھا؟ اور تجھ کو موقع دیا کہ تو قوم کا رئیس بنا پھرے اور اس سے چوتھ لیا کرے۔ کیا تجھے خیال تھا کہ آج کے روز تجھے مجھ سے ملنا ہے۔ کہے گا مجھے تو اس کا خیال نہ تھا۔۔۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، آج میں تجھے اس طرح بھول جاتا ہوں جس طرح تو مجھے دنیا میں بھول گیا تھا)۔ قیامت کے دن کی اس رسوائی سے محفوظ رہنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے بندوں کی رہنمائی فرماتے ہوئے فرمایا ہے:

عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْكُمْ إِلَّا سَيِّئَةٌ رُبُّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تَرْجُمَانٌ فَيَنْظُرُ أَيْمَنَ مِنْهُ وَلَا يَرَى إِلَّا مَاقَدَّمَ وَيَنْظُرُ أَشْأَمَ مِنْهُ فَلَا يَرَى إِلَّا مَاقَدَّمَ وَيَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلَا يَرَى إِلَّا النَّارَ تَلْقَاءُ وَجْهَهُمْ فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ (۷۹)

(حضرت عدی بن حاتمؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے ہر شخص سے اللہ تعالیٰ بالمشافہ کلام کرے گا۔ اور درمیان میں کوئی ترجمان حائل نہیں ہو گا۔ جب وہ دائیں نظر ڈالے گا تو اس کو صرف اپنے اعمال نظر آئیں گے، جو اس نے آگے بھیجے اور جب بائیں نظر کرے گا تو وہی اعمال نظر آئیں گے جو آگے بھیجے اور جب سامنے نظر کرے گا تو صرف جہنم دیکھے گا، جو اس کے سامنے ہوگی۔ پس جہنم سے بچو، خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی خیرات کر سکو)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مومنین کو ان اعمال صالحہ اور سیرت و کردار سے آگاہ کر دیا ہے، جن کے حامل اشخاص اللہ کے محبوبین کی فہرست میں شمار ہوتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ يَرْفَعُهُ قَالَ : ثَلَاثَةٌ يُحِبُّهُمُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ : رَجُلٌ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَتْلُو كِتَابَ اللَّهِ ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ صَدَقَةً يَمِينُهُ يَخْفِيهَا قَالَ أَرَاهُ مِنْ شِمَالِهِ ، وَرَجُلٌ كَانَ فِي سَرِيَّةٍ فَأَنْهَزَمَ أَصْحَابُهُ فَاسْتَقْبَلَ الْعَدُوَّ (۸۰)

(عبداللہ بن مسعودؓ نے اس روایت کو مرفوع کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین اشخاص سے اللہ محبت رکھتا ہے: (ایک) وہ جو رات کو اٹھ کر قرآن کی تلاوت کرتا ہے۔ (دوسرے) وہ جو داہنے ہاتھ سے صدقہ دیتا ہے اور اسے چھپاتا ہے۔ راوی کا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا، بائیں ہاتھ سے (چھپاتا ہے)۔ (تیسرے) وہ مرد میدان جو کسی مہم میں شریک رہا تھا اور جب اس کے ساتھیوں نے شکست کھائی، تو اس نے دشمن کا (ستہا) مقابلہ کیا۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے:

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ثَلَاثٌ مَنْ كُنْ فِيهِ نَشَرَ اللَّهُ عَلَيْهِ كَنَفَهُ وَأَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ : رَفَقَ بِالضَّعِيفِ ، وَالشَّفَقَةُ عَلَى الْوَالِدَيْنِ وَالْإِحْسَانُ إِلَى الْمَمْلُوكِ (۸۱)

(حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس میں تین چیزیں ہوں گی، اللہ تعالیٰ اس پر اپنی حفاظت کی چادر ڈال دے گا اور اس کو جنت میں داخل کرے گا۔ اول کمزور کے ساتھ نرمی، دوسرے والدین پر شفقت، تیسرے باندی یا غلام پر احسان)۔ ایک اور حدیث ملاحظہ ہو، جس میں جہاں اللہ کے محبوب بندوں کا تذکرہ ہے وہیں مبعوض بندوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے:

عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثَةٌ يُحِبُّهُمْ اللَّهُ وَثَلَاثَةٌ يُبْغِضُهُمُ اللَّهُ - فَأَمَّا الَّذِينَ يُحِبُّهُمْ اللَّهُ ، فَرَجُلٌ أَتَى قَوْمًا فَسَأَلَهُمْ بِاللَّهِ وَلَمْ يَسْأَلْهُمْ لِقَرَابَةٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُمْ فَمَنْعُوهُ فَتَخَلَّفَ رَجُلٌ بِأَعْيَانِهِمْ فَأَعْطَاهُ سِرًّا لَا يَعْلَمُ بِعَطِيَّتِهِ إِلَّا اللَّهُ وَالَّذِي أَعْطَاهُ وَقَوْمٌ سَارُوا لَيْلَتَهُمْ حَتَّى إِذَا كَانَ النَّوْمُ أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِمَّا يَعْدِلُ بِهِ فَوَضَعُوا رُءُوسَهُمْ قَامَ بِتَمْلِقِنِي وَيَتْلُو آيَاتِي ، وَرَجُلٌ كَانَ فِي سَرِيَّةٍ فَلَقِيَ الْعَدُوَّ فَهَزِمَ مُوَافًا قَبْلَ بَصْدَرِهِ حَتَّى يَقْتُلَ أَوْ يُفْتَحَ لَهُ وَالثَّلَاثَةُ الَّذِينَ يُبْغِضُهُمُ اللَّهُ - الشَّيْخُ الزَّانِي وَالْفَقِيرُ الْمُخْتَالُ وَالْغَنِيُّ الظَّلُومُ (۸۲)

حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین ایسے شخص ہیں، جن کو اللہ دوست رکھتا ہے اور تین ایسے ہیں جن سے اللہ جل شانہ نفرت کرتا ہے: جن لوگوں کو دوست رکھتا ہے۔ ان میں (پہلا) شخص تو وہ ہے کہ جب کوئی سائل کسی قوم کے پاس آئے اور اللہ کے واسطے سے سوال کرے اور اس قرابت کا واسطہ نہ دے، جو اس کے اور قوم کے درمیان ہو۔ پھر وہ لوگ اسے کچھ نہ دیں، لیکن وہ شخص اپنے سربر آوردہ لوگوں سے چھپا کر اس طرح سائل کی حاجت روائی کرے کہ اس کے عطیہ کو اللہ تعالیٰ اور اس کے علاوہ جس کو دیا ہے کوئی نہ جانے۔ (دوسرا) وہ شخص، جب لوگ رات میں سفر کریں حتیٰ کہ ان کو نیند ہر چیز سے زیادہ پیاری لگے اور وہ سر رکھ کر سو جائیں، تو وہ نماز میں میری تعریف اور توصیف کرنے اور میری آیات کی تلاوت کرنے لگے۔ (تیسرا) وہ شخص کہ جو کسی مہم میں ہو اور جب دشمن سے مقابلہ ہو اور لشکر شکست کھائے، تو وہ سینہ سپر ہو کر دشمن کا مقابلہ کرے حتیٰ کہ شہید ہو جائے یا اس کے ہاتھ پر فتح ہو۔ وہ تین اشخاص جن سے اللہ تعالیٰ نفرت کرتا ہے، یہ ہیں:

بوڑھا زناکار، متکبر فقیر اور ظالم غنی۔

کتنے ہی لوگ بظاہر پریشان حال اور لوگوں کی نظروں میں بے وقعت ہوتے ہیں، سماج میں بظاہر ان کا کوئی مقام نہیں ہوتا، کوئی ان کو خاطر میں نہیں لاتا، ہر جگہ سے دھتکارے جاتے ہیں، لیکن ان لوگوں کا تعلق اللہ سے استناک ہوتا ہے کہ خدا ان کی کوئی درخواست رد نہیں کرتا اور اگر خدا کے بھروسہ پر وہ کسی بات پر قسم کھالیں، تو خدا ان کی قسم کو پوری کر کے رہے گا۔ کچھ اسی قسم کا مفہوم اس حدیث کا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : السَّخِيُّ قَرِيبٌ مِّنَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْجَنَّةِ ،

قَرِيبٌ مِّنَ النَّاسِ بَعِيدٌ مِّنَ النَّارِ . وَالْبَخِيلُ بَعِيدٌ مِّنَ اللَّهِ ، بَعِيدٌ مِّنَ الْجَنَّةِ . بَعِيدٌ مِّنَ النَّاسِ قَرِيبٌ مِّنَ النَّارِ وَالْجَاهِلُ سَخِيٌّ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنْ عَابِدٍ بَخِيلٍ (۸۳)

(حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سخی قریب ہے، اللہ سے، قریب ہے جنت سے، قریب ہے لوگوں سے، دور ہے دوزخ سے، اور بخیل شخص دور ہے اللہ سے، دور ہے جنت سے، دور ہے لوگوں سے، قریب ہے دوزخ سے اور جاہل سخی اللہ کو بخیل عابد سے زیادہ پسند ہے)۔ اسی وجہ سے مومنوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، رَبُّ أَشْعَثَ مَذْفُوعٍ بِأَلَا بُوَابٍ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ لَا بَرَّهَ (۸۴)

(حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہت سے لوگ ایسے ہیں، جو بے حد پریشان ہیں اور جنہیں دروازوں سے دھتکارا جاتا ہے، لیکن اگر وہ اللہ پر کوئی قسم کھالیں، تو وہ ان کی قسموں کو لازماً پوری کر دے گا)۔ اللہ کی محبت میں اپنے تن من کی سدھ کھودینے والے اور بظاہر پریشان حال اور درماندہ نظر آنے والے بندے اللہ کو کتنے عزیز ہیں؟

سخی انسان اللہ کے قرب اور اس کی رضا کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ اس کو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ دنیا میں بھی ایسے شخص کو عزت و سر بلندی حاصل ہوتی ہے، اس کے برخلاف بخیل کو نہ تو دنیاوی سیادت و عزت حاصل ہوتی ہے، اور نہ وہ اللہ کے یہاں کوئی سرخروٹی حاصل کر پاتا ہے، بلکہ اس کو دوزخ کے شعلوں کے سپرد کر دیا جاتا ہے، چونکہ وہ نفسانیت اور تنگ دلی میں گرفتار رہتا ہے، لہذا اسے کوئی اخلاقی و روحانی بلندی حاصل نہیں ہوتی۔ اس کا قلب ہمیشہ مادی منفعتوں میں ہی الجھا رہتا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَالَ اللَّهُ أَنْفَقَ أَنْفَقَ عَلَيْكَ (۲)

(حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: تم خرچ کرو۔ میں تم پر خرچ کروں گا)۔

حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ نَاجِرِيُّ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اسْتَعَاذَ بِاللَّهِ فَأَعِذُوهُ وَمَنْ سَأَلَ بِاللَّهِ فَأَعْطُوهُ وَمَنْ دَعَاكُمْ فَأَجِيبُوهُ وَمَنْ صَنَعَ إِلَيْكُمْ مَعْرُوفًا فَكَافِئُوهُ فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا مَا تَكَافَتُْوا بِهِ فَادْعُوا لَهُ حَتَّى تَرَوْا إِنْكُمْ قَدْ كَافَيْتُمُوهُ (۵)

(حضرت عبد اللہ بن عمر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ کے نام سے پناہ مانگے، تو اس کو پناہ دو اور جو شخص اللہ کے نام سے سوال کرے، اس کو عطا کرو اور جو تمہیں بلا لے اس کو جواب دو اور

جو شخص تم پر احسان کرے تو تم اس کا بدلہ دو، اگر بدلہ دینے کی طاقت نہ ہو تو اس کے لیے اس وقت تک دعا کرتے رہو کہ اس کا بدلہ ادا ہو جائے۔ ایک اور حدیث ملاحظہ ہو:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّهَا مُسْلِمُ كُنْ مَسْلِيًّا ثَوْبًا عَلَى عُرَى كَسَاهُ اللَّهُ مِنْ خُضِرِ الْجَنَّةِ وَ أَيُّهَا مُسْلِمُ أَطْعَمَ مُسْلِمًا أَطْعَمَهُ اللَّهُ مِنْ ثَمَارِ الْجَنَّةِ وَ أَيُّهَا مُسْلِمُ سَقَى مُسْلِمًا عَلَى ظِلِّ سَقَاهُ اللَّهُ مِنَ الرَّحِيقِ الْمَخْتُومِ (۸۶)

(حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مسلمان نے کسی برہنہ مسلمان کو کپڑا پہنایا، اللہ اس کو جنت کا سبز لباس پہنائے گا، اور جس مسلم کو بھوک کی حالت میں کھانا کھلایا، اللہ اس کو جنت کے پھل کھلائے گا اور جس مسلم نے کسی مسلم کو پیاس کی حالت میں پانی پلایا، اللہ اس کو جنت کی سر بہر شراب پلائے گا)۔

ایک اسلامی معاشرہ کے ہر صاحب استطاعت فرد کا فرض ہے کہ وہ سماج کے ضرورت مند افراد کی ضرورتیں پوری کرے تاکہ افراد کے درمیان نابرابری اور طبقاتی فرق کے احساس کو فروغ نہ حاصل ہو سکے اور افراد اپنی بھوک پیاس اور ستر پوشی کی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے در بدر کی ٹھوکریں کھاتے اور اپنی عزت نفس نہ بیچتے پھریں۔ اسلام نے اپنے ماتے والوں کو جس خود داری اور عزت نفس کی پاسداری کرنے کی ذمہ داری سونپی ہے اور جس مقامی معاشرہ کی تشکیل کے لیے ان روحانی اور اخلاقی بلند یوں کی تعلیم دی ہے، اس کا تقاضا ہے کہ سماج کا ہر فرد، کسی بھی فرد کی عزت و ذلت اور کسی بھی شخص کی خوشی و غمی کو اپنی عزت و ذلت اور اپنی خوشی و غمی سمجھے۔ اسلام نے جہاں صاحب استطاعت افراد کو ہر فرد کی ضرورتیں پوری کرنے کا حکم دیا ہے، وہیں ضرورت مند افراد کو دست سوال دراز کرنے کی رسوائیوں سے محفوظ رہنے کی بھی تعلیم دی ہے:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ بْنِ الْخُذَرِيِّ إِنَّ نَاسًا مِنَ الْأَنْصَارِ سَأَلُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْطَاهُمْ ثُمَّ سَأَلُوهُ فَأَعْطَاهُمْ حَتَّى نَفَدَ مَا عِنْدَهُ قَالَ مَا يَكُونُ عِنْدِي مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ أَدْخِرَهُ عَنْكُمْ وَمَنْ يَسْتَغْفِرُ يَغْفِرُ اللَّهُ وَمَنْ يَسْتَغْنِ يَغْنِهِ اللَّهُ وَمَنْ يَتَصَبَّرْ يُصْبِرْهُ اللَّهُ وَمَا أُعْطِيَ أَحَدٌ عَطَاءً وَهُوَ خَيْرٌ وَأَوْسَعُ مِنَ الصَّبْرِ (۸۷)

(حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ انصار کے کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگا۔ آپ نے ان کو عطا فرمایا، انہوں نے پھر مانگا، آپ نے پھر دیا، یہاں تک کہ جو کچھ آپ کے پاس تھا تمام ہو گیا، آپ نے فرمایا کہ میرے پاس جب تک مال ہو کامیں اسے اٹھانہ رکھوں گا، لیکن جو سوال سے بچے گا، تو اللہ بھی اس کو بچائے گا، اور جو قناعت کر کے اپنی تو نگرہ ظاہر کرے گا، تو اللہ اس کو غنی کر دے گا، اور جو صبر کرے گا۔ اللہ اس کو صبر کی توفیق دے گا اور بندوں کو عطا کردہ انعامات الہی میں سے صبر سے زیادہ بہتر اور وسیع اور کوئی نعمت نہیں)۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے بندوں سے فرمایا کہ اگر وہ اس کی خالص عبادت میں مشغول رہیں گے اور اپنی ساری

زندگی اس کے بتائے ہوئے راستے پر چل کر گزار دیں گے، تو اللہ تعالیٰ ان کو غنا سے مالا مال کر دے گا:
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ يَا بَنِي آدَمَ تَفَرِّغْ لِعِبَادَتِي أَمَلًا صَدْرَكَ
غَنَى وَأَسَدُ فَقْرِكَ وَإِنْ لَا تَفْعَلْ مَلَأْتُ يَدَيْكَ شُغْلًا وَلَمْ أُسَدُ فَقْرَكَ (۸)

(حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اے ابنِ آدم! تو میری عبادت میں مشغول رہ تو میں تیرا سینہ غنا سے بھر دوں گا اور محتاجی کو تجھ سے دور رکھوں
گا اور اگر تو میری عبادت نہیں کرے گا، تو میں تیرے دونوں ہاتھ محنت مزدوری سے بھر دوں گا اور تیری محتاجی کو دور
نہیں کروں گا)۔

اللہ ہی حق کی ہدایت دیتا ہے، وہی بندوں کو رزق دیتا ہے اور وہی بندوں کو گناہوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ ہم
سب کو اس کی راہ ہدایت پر چلنے کی توفیق عطا فرمانے کی دعا کرنی چاہیے۔ اور اس سے غنا کے حصول اور گناہوں سے
محفوظ رکھنے کی التجا کرنی چاہیے، اور اپنے دانستہ و نادانستہ سب گناہوں کی مغفرت کی دعا بھی اس سے کرنی چاہیے، بندہ جب
حقیقی توبہ کرتا ہے، تو اللہ اس کو اپنے خاص رحم و کرم سے معاف فرما دیتا ہے۔

عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ : يَا عِبَادِي ! كُلُّكُمْ ضَالٌّ
إِلَّا مَنْ هَدَيْتُ فَمَنْ عَلِمَ مِنْكُمْ أَنِّي ذُو قُدْرَةٍ عَلَى الْمَغْفِرَةِ فَاسْتَغْفِرُونِي غَفَرْتُ لَهُ وَلَا أُبَالِي وَلَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ
وَأَخْرَكُمْ وَحْيَكُمْ وَمَيِّتَكُمْ وَرَطْبَكُمْ وَيَابِسَكُمْ اجْتَمَعُوا عَلَى اتَّقَى قَلْبِ عَبْدٍ مِنْ عِبَادِي مَا زَادَ ذَلِكَ فِي
مُلْكِي جَنَاحَ بَعُوضَةٍ وَلَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَأَخْرَكُمْ وَحْيَكُمْ وَمَيِّتَكُمْ وَرَطْبَكُمْ وَيَابِسَكُمْ اجْتَمَعُوا عَلَى
أَشَقَى قَلْبِ عَبْدٍ مِنْ عِبَادِي مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِنْ مُلْكِي جَنَاحَ بَعُوضَةٍ وَلَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَأَخْرَكُمْ
وَجَنَّتُمْ وَإِنْسَكُمْ وَحْيَكُمْ وَمَيِّتَكُمْ وَرَطْبَكُمْ وَيَابِسَكُمْ اجْتَمَعُوا فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ فَسَأَلَ كُلُّ إِنْسَانٍ
مِنْكُمْ مَا بَلَغَتْ أُمْنِيَّتُهُ فَأَعْطَيْتُ كُلَّ سَائِلٍ مِنْكُمْ مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِنْ مُلْكِي إِلَّا كَمَا لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ مَرَّ
بِالْبَحْرِ فَعَمَسَ فِيهِ أَثَرَةً ثُمَّ رَفَعَهَا إِلَيْهِ ذَلِكَ بِأَنِّي جَوَادٌ ، وَاجِدٌ ، مَا جَدُّ أَفْعَلُ مَا أُرِيدُ عَطَائِي كَلَامٌ
وَعَذَابِي كَلَامٌ إِنَّمَا أَمْرِي لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْتُ أَنْ أَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ (۹)

(حضرت ابو ذر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے میرے بندو! تم
سب گمراہ ہو، مگر جسے میں راہ بتاؤں اس لیے تم سب مجھ سے ہدایت مانگو تاکہ میں تمہیں ہدایت دوں، اور تم سب فقیر
ہو مگر جسے میں غنی کروں، لہذا تم مجھ سے سوال کرو، تاکہ میں تمہیں رزق دوں اور تم سب گنہگار ہو مگر جسے میں گناہ سے
بچاؤں۔ پھر جو شخص یہ جانتے ہوئے کہ میں بخشنے پر قدرت رکھنے والا ہوں مجھ سے مغفرت مانگے، میں اسے بخش دوں گا،

اور میں ذرا بھی تردد نہ کروں گا۔ اگر تمہارے اگلے پچھلے، زندے اور مردے اور اعلیٰ و ادنیٰ تمام لوگ میرے بندوں میں سے متقی ترین شخص کے قلب کے مانند ہو جائیں، تو میری سلطنت میں ایک مجتہد کے پر کے برابر بھی اضافہ نہ ہو گا اور اگر تمہارے اگلے پچھلے زندے اور مردے اور اعلیٰ و ادنیٰ میرے بندوں میں سے بدترین شخص کے دل کی مانند ہو جائیں، تو میری سلطنت میں ایک مجتہد کے برابر بھی کمی نہ ہوگی، اور اگر تمہارے اگلے اور پچھلے اور تمہارے جن و انس اور زندے اور مردے اور اعلیٰ و ادنیٰ کسی میدان میں جمع ہو جائیں اور تم میں سے ہر ایک اس چیز کو مانگے جو اس کا منتہائے آرزو ہو اور میں ہر سائل کا سوال پورا کر دوں، تو میری مملکت میں صرف اتنی کمی آئے گی جتنی کوئی سمندر میں ایک سوئی ڈبو کر نکال لے۔ یہ اس سبب سے ہے کہ میں جو اد (سخی) ہوں، واجد (داتا) اور ماجد (معزز) ہوں۔ جو چاہتا ہوں کرتا ہوں، میری عطا فقط میرا کلام ہے اور میرا عذاب بھی فقط کلام ہے۔ جب میں کسی چیز کا ارادہ کرتا ہوں، تو میں کہتا ہوں: ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے)۔

بندہ کو مصائب میں اللہ ہی کا ذکر کرنا اور اس سے استعانت کرنی چاہیے۔ جو بندہ خوشحالی و بد حالی ہر موقع پر اللہ کے ذکر سے اپنی زبان کو تر رکھتا ہے، اللہ اسے معاصی سے محفوظ رکھتا ہے، خیر کی توفیق بخشتا اور مصائب میں دستگیری کرتا ہے۔ بندہ مومن کی شان ہے کہ وہ اللہ ہی سے مدد کا طالب ہو۔ انسان کی تقدیر کا بنانے اور بگاڑنے والا صرف اللہ ہے اور اس نے ہر ایک کو ایک مقررہ اندازہ سے ہر چیز عطا کی ہے:

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا ، فَقَالَ : يَا غُلَامُ ! إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ إِحْفَظِ اللَّهَ يَحْفَظْكَ : إِحْفَظِ اللَّهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ ، إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللَّهَ ، وَإِذَا اسْتَعْنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ ، وَأَعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ لَكَ ، وَإِنْ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَيْكَ ، رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجُفَّتِ الصُّحُفُ (۹۰)

(حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ میں ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر سوار تھا۔ آپ نے فرمایا: اے لڑکے! میں تجھ کو چند کلمے سکھا رہا ہوں، اللہ کو یاد رکھ وہ تجھ کو یاد رکھے گا۔ اللہ کو یاد رکھ، تو اس کو سامنے پائے گا، جب بھی مانگ اللہ سے مانگ اور جب مدد کی خواہش کریں تو اللہ سے کریں اور جان لے کہ اگر تمام لوگ تجھ کو نفع پہنچانے کے لیے اتفاق کر لیں، تو وہ صرف اتنا ہی نفع پہنچا سکیں گے جتنا اللہ نے تیرے واسطے لکھ دیا ہے اور اگر وہ سب تجھ کو ضرر پہنچانے کی ٹھان لیں تو صرف اتنا ہی ضرر پہنچا سکیں گے جتنا اللہ نے لکھ دیا ہے۔ قلم اٹھا لیے گئے اور صحیفے خشک ہو چکے یعنی تقدیریں لکھی جا چکیں)۔

اللہ تعالیٰ نے جن و انس کو پیدا کر کے ان کو صحیح اور غلط راہوں کی نشاندہی بھی کر دی ہے۔ اس کے بعد جو بندہ جس راہ کو اختیار کرتا ہے۔ اس کے مطابق اس کو اس کی جزا و سزا ملے گی۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى خَلَقَ خَلْقَهُ فِي ظُلْمَةٍ فَأَلْقَى عَلَيْهِمْ مِنْ نُورِهِ فَمَنْ أَصَابَهُ ذَلِكَ النُّورُ اهْتَدَى وَمَنْ أَخْطَاهُ ضَلَّ فَلِذَلِكَ أَقُولُ جُفَّ الْقَلَمُ عَلَى عِلْمِ اللَّهِ (۹۱)

(حضرت عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: بے شک اللہ بزرگ و برتر نے اپنی مخلوق کو ایک اندھیرے میں پیدا کیا، پھر ان پر اپنے نور سے نوازا، تو جس کو نور پہنچ گیا، اس نے راہ پائی اور جس تک نہ پہنچا وہ گمراہ ہو گیا۔ اس لیے میں کہتا ہوں کہ علم الہی پر قلم سوکھ گیا) یعنی جن و انس میں ہدایت و ضلالت دونوں رکھے گئے ہیں۔ مذموم اعمال جہالت کی علامت ہیں اور نور سے مراد علم کا نور اور دینداری ہے۔

اللہ تعالیٰ کو غیر سنجیدہ اور بات بات پر جھگڑنے والے بندے سخت ناپسند ہیں۔ ایسے لوگوں کو وہ اپنے نافرمان بندوں کی فہرست میں شمار کرتا ہے اور سخت سزا کا مستحق سمجھتا ہے، کیونکہ اللہ کی صفت غضب کا مفہوم یہی ہے کہ جو سزا کے مستحق ہیں، ان کو سزا دی جائے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَبْغَضَ الرِّجَالِ إِلَى اللَّهِ الْأَلْدُنْخِصُمُ (۹۲)

(حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کے نزدیک مبغوض ترین شخص وہ ہے، جو بہت زیادہ جھگڑالو ہو)

مشرکین پر جب کوئی آفت آتی، تو زمانہ کو بُرا بھلا کہتے۔ آج ہم بھی اس لعنت میں مبتلا ہیں۔ اس سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متنبہ فرمایا ہے کہ اللہ کو یہ عمل سخت ناپسند ہے۔ کیونکہ دنیا میں جو نعمت یا آفت آتی ہے، اللہ کی طرف سے آتی ہے۔ پھر اگر کوئی شخص زمانہ کی شکایت کرتا ہے، تو گویا وہ اللہ کی شکایت کرتا ہے۔ زمانہ کی گردش سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ جو کچھ خدا کو منظور ہوتا ہے وہی ہوتا ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ يَا خِيَّةَ الدَّهْرِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الدَّهْرُ (۹۳)

(حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی تم میں سے زمانہ کو بُرا نہ کہے کیونکہ اللہ خود دہر (زمانہ) ہے) اسی طرح کی ایک اور حدیث ہے!

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : قَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ : يُؤْذِنُنِي ابْنُ آدَمَ يَسُبُّ الدَّهْرَ وَ أَنَا الدَّهْرُ بِيَدِي الْأَمْرُ أَقْلَبُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ (۹۴)

(حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل فرماتا ہے: ابن آدم زمانہ کو بُرا بھلا کہہ کر مجھے تکلیف پہنچاتا ہے جبکہ میں ہی زمانہ ہوں۔ میرے ہی ہاتھ میں سررشتہ کار ہے۔ میں ہی رات اور دن

میں الٹ پھیر کرتا ہوں)، یعنی زمانہ کا درحقیقت کوئی وجود نہیں۔ شب و روز کی گردش اور تصرفات اللہ کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ انسان حالات کی ستم ظریفی سے پریشان ہو کر زمانہ کو برا بھلا کہتا ہے، تو اس کی زد گویا خدا پر پڑتی ہے۔ کیونکہ صاحب تصرف تو خدا کی ذات کے علاوہ کوئی نہیں ہے نا!

اللہ اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے شرم کی جائے۔ بندوں کے درمیان آپس میں جو حرکات و افعال قابل شرم ہیں اور جو کام ایک بندہ اپنے ہی جیسے بندہ کے روبرو کرتے ہوئے شرماتا ہے، ایسے کاموں کو خلوت میں اس لیے نہ کرنا چاہیے کہ اللہ بہر حال ہر جگہ اور ہر لمحہ موجود رہتا ہے۔ چنانچہ عریاں ہو کر غسل کرنے کے سلسلہ میں فرمایا ہے کہ اللہ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اس سے شرم کی جائے، کیونکہ وہ شہید ہے۔ یعنی جس طرح اس کے علم میں تمام امور باطنی ہیں۔ اسی طرح اس کے مشاہدہ میں تمام امور ظاہری بھی رہتے ہیں، اور کائنات ارضی و سماوی میں کسی جگہ بھی واقع ہونے والا ہر عمل اس کے مشاہدہ میں رہتا ہے:

قَالَ يَهْرُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُ أَحَقُّ أَنْ يَسْتَحْيَ مِنْهُ مِنَ النَّاسِ (۹۵)

(بہز نے اپنے والد اور انہوں نے ان کے دادا اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ باقی لوگوں کی بہ نسبت اس کا زیادہ حقدار ہے کہ اس سے شرم کی جائے۔

اللہ رزاق ہے۔ اس نے بندوں کو دونوں قسم کے رزق عطا کیے ہیں، اول تو اس نے انسان کے جسم کی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے اُسے کھانے پینے کے ذرائع مہیا کرنے کا وعدہ کیا۔ اس کے علاوہ اللہ اپنے بندوں کو روحانی رزق بھی علوم و معارف کی شکل میں عطا کرتا ہے، لہذا جس طرح انسان کو اپنی جسمانی ضرورتیں پوری کرنے کے واسطے تلاش و جستجو اور اللہ کا فضل تلاش کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح روحانی رزق یعنی علم و حکمت کا حصول بھی اس پر فرض ہے، حصول علم میں انسان کو کسی قسم کی کوتاہی اور جھجھک علم کے حصول سے باز رکھتی ہے۔ علم کی محفلوں میں انسان کو سراپا طالب بن جانا چاہیے۔ اسی وقت اسے یہ بے بہا دولت حاصل ہو سکتی ہے۔ کچھ اس قسم کا مفہوم اس حدیث شریف کا ہے۔

عَنْ أَبِي وَاقِدٍ اللَّيْثِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ وَالنَّاسُ مَعَهُ إِذَا أَقْبَلَ ثَلَاثَةٌ نَفَرٍ فَأَقْبَلَ إِيَّاهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَهَبَ وَاحِدٌ قَالَ مَوْقِفًا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَرَأَى فُرْجَةً فِي الْخَلْقَةِ فَجَلَسَ فِيهَا وَأَمَّا الْآخَرُ فَجَلَسَ خَلْفَهُمْ وَأَمَّا الثَّالِثُ فَأَذْبَرَ ذَاهِبًا فَلَمَّا فَرَغَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ عَنِ النَّفَرِ الثَّلَاثَةِ أَمَّا أَحَدُهُمْ فَأَوَى إِلَى اللَّهِ فَأَوَاهُ اللَّهُ وَأَمَّا الْآخَرُ فَاسْتَحْيَ فَاسْتَحْيَ اللَّهُ مِنْهُ وَأَمَّا الْآخَرُ فَأَعْرَضَ فَأَعْرَضَ اللَّهُ عَنْهُ (۹۶)

(حضرت ابو واقد لیثیؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے اور لوگ بھی آپ کے پاس موجود تھے۔ ایسے میں تین آدمی آئے، ان میں سے دو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آگئے اور ایک چلا گیا (ابو واقد) کہتے ہیں کہ وہ دونوں کچھ دیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے رہے۔ پھر ان میں سے ایک نے مجلس میں گنجائش دیکھی اور وہاں بیٹھ گیا۔ دوسرا مجلس کے آخری کنارے پر بیٹھ گیا اور تیسرا واپس چلا گیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (خطبہ سے) فارغ ہوئے تو فرمایا: کیا میں تمہیں ان تینوں کے حال سے آگاہ نہ کروں۔ ان میں سے ایک خدا کی طرف متوجہ ہوا، تو اللہ نے بھی اس پر عنایت کی۔ دوسرا (ذرا) شرمایا، تو خدا نے بھی حیا کی، اور تیسرے نے منہ پھیرا، تو خداوند تعالیٰ نے بھی اس سے منہ پھیر لیا)۔

اللہ نے اپنے بندوں کو اپنی عبادت کرنے کا حکم دیا ہے۔ فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ اللہ اپنے بندوں سے یہ توقع کرتا ہے کہ وہ نوافل کے ذریعہ اس کا قرب حاصل کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ایک جامع اصول مرتب کر دیا ہے تاکہ بندے افراط و تفریط کا شکار نہ ہو جائیں:

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا امْرَأَةٌ - قَالَ مَنْ هَذِهِ قَالَتْ فُلَانَةٌ تَذْكُرُ مِنْ صَلَاتِهَا قَالَتْ مَهْ عَلَيْكُمْ بِمَا تَطِيقُونَ فَوَاللَّهِ لَا يَمِلُ اللَّهُ حَتَّى تَمْلُؤُوا وَكَانَ أَحَبُّ الدِّينِ إِلَيْهِ مَا دَاوَمَ عَلَيْهِ صَاحِبُهُ (۹۷)

(حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار ان کے پاس تشریف لائے، اس وقت کوئی عورت بیٹھی ہوئی تھی فرمایا یہ کون ہے؟ عائشہؓ بولیں: یہ فلاں عورت ہے جس کی کثرت نماز کا شہرہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اپنے اوپر نرمی کرو اور صرف اتنا کرو جتنے کی تم میں استطاعت ہے۔ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ (اجر دیتے ہوئے) نہیں تھکے گا۔ مگر تم (عبادت سے) تھک جاؤ گے اور اللہ کے نزدیک پسندیدہ عمل وہ ہے جس کا کرنے والا اسے ہمیشہ کرے) یعنی اللہ کے نزدیک ہر وہ عبادت پسندیدہ ہے جو ہمیشہ کی جائے۔ خواہ کم ہی کیوں نہ ہو۔ ہمیشہ عبادت کرنے سے انسان کے نفس و اخلاق کی اصلاح ہوتی رہتی ہے۔ اس کے خصائل و اوصاف میں مستقل نشوونما ہوتی رہتی ہے اور آہستہ آہستہ نفس کی بُرائیاں ختم ہوتی چلی جاتی ہیں۔ کبھی کبھی کی زیادہ عبادت کرنے سے وہ فوائد حاصل نہیں ہوتے، جو ہمیشہ کم عبادت کرنے سے حاصل ہوتے ہیں۔ فرض کیجئے ہفتہ یا مہینہ یا سال میں انسان ایک بار کثرت سے عبادت و ریاضت میں خود کو تھکا لیتا ہے اور بقیہ اوقات عبادت خدا سے بالکل بے بہرہ رہتا ہے، تو اس کا لازمی نتیجہ اس کی شخصیت پر یہ مرتب ہو گا کہ اس کے روزمرہ میں لاتعداد ایسے اعمال و افعال سرزد ہوتے رہیں گے، جن کے بُرے اثرات کو دھونے کے لیے کبھی کبھی کی وہ کثرت عبادت قطعی ناکافی ہوگی۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ وَ عَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ
اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّحِمِيْنَ ۝

حواشی

۳۳۔ مسلم۔

۶۷۔ ترمذی: ابواب الدعوات۔

۶۸۔ بخاری: کتاب الایمان۔

۶۹۔ بخاری: کتاب الدعوات۔

۷۰۔ بخاری: کتاب الدعوات۔

۷۱۔ ابو داؤد۔

۷۲۔ سورۃ البقرہ: ۳۶۹۔

۷۳۔ بخاری: کتاب العلم۔

۷۴۔ بخاری: کتاب العلم۔

۷۵۔ بخاری: کتاب التوحید۔

۷۶۔ ترمذی: باب الحجۃ۔

۷۷۔ ترمذی: باب القیلت۔

۷۸۔ بخاری: کتاب التوحید۔

۷۹۔ ترمذی: باب الحجۃ۔

۸۰۔ ترمذی: باب القیلت۔

۸۱۔ ترمذی: باب الحجۃ۔

۸۲۔ بخاری: کتاب الجہاد۔

۸۳۔ ترمذی: کتاب البر۔

۸۴۔ بخاری: کتاب التوحید۔

۸۵۔ ابو داؤد: کتاب الزکوٰۃ۔

۸۶۔ ترمذی: ابواب القیلت۔

۸۷۔ موطا لمسلم مالک۔

۸۸۔ ترمذی: باب القیلت۔

۸۹۔ ترمذی: باب القیلت۔

۹۰۔ ترمذی: باب القیلت۔

۹۱۔ ترمذی: ابواب الایمان۔

۹۲۔ بخاری: کتاب التفسیر۔

۹۳۔ موطا لمسلم مالک۔

۹۴۔ بخاری: کتاب التوحید و کتاب التفسیر۔

۹۵۔ بخاری: کتاب الفسل۔

۹۶۔ بخاری: کتاب العلم۔

۹۷۔ بخاری: کتاب الایمان۔

۳۴۔ بخاری: کتاب التوحید۔

۳۵۔ بخاری: ابواب الکسوف۔

۳۶۔ بخاری: کتاب التوحید۔

۳۷۔ بخاری: کتاب المغازی۔

۳۸۔ مسلم: کتاب القدر۔

۳۹۔ بخاری: کتاب التوحید۔

۴۰۔ بخاری: ابواب الاستسقاء۔

۴۱۔ ابن ماجہ: کتاب الزہد۔

۴۲۔ بخاری: کتاب التوحید۔

۴۳۔ بخاری: کتاب التفسیر۔

۴۴۔ مسلم: کتاب البر۔

۴۵۔ ترمذی: باب الزہد۔

۴۶۔ بخاری: کتاب الدعوات۔

۴۷۔ ترمذی: کتاب الدعوات۔

۴۸۔ ترمذی: کتاب الصلوٰۃ۔

۴۹۔ ابو داؤد: ترمذی۔

۵۰۔ حسنین محمد محمود: اسماء اللہ الحسنی ص ۶۹۔

۵۱۔ ترمذی: ابواب الدعوات۔

۵۲۔ بخاری: کتاب الخیض۔

۵۳۔ بخاری: کتاب التوحید۔

۵۴۔ بخاری: کتاب الدعوات۔

۵۵۔ بخاری: کتاب الدعوات۔

۵۶۔ بخاری: کتاب الصلوٰۃ۔

۵۷۔ بخاری: کتاب التوحید۔

۵۸۔ مسلم: کتاب الایمان۔

۵۹۔ بخاری: کتاب الرقاق۔

۶۰۔ ترمذی: باب الزہد۔

۶۱۔ بخاری: کتاب الادب۔

۶۲۔ ترمذی: باب الزہد۔

۶۳۔ بخاری: کتاب الرقاق۔

۶۴۔ بخاری: کتاب الصلوٰۃ۔

۶۵۔ الترمذی: ابواب الدعوات۔

۶۶۔ ترمذی: ابواب الدعوات۔

۱۔ دیکھئے صحیح بخاری، کتاب الاذان باب فضل السجود۔

۲۔ ملاحظہ ہو صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب فضل صلاۃ الفجر۔

۳۔ تفصیل کے لیے دیکھئے دائرۃ المعارف اردو ج ۳۔

۴۔ دیکھئے سنن ابن ماجہ، کتاب الدعاء۔

۵۔ دیکھئے صحیح بخاری، کتاب التوحید۔

۶۔ دیکھئے ترمذی ابواب الدعوات۔

۷۔ سورۃ النحر آیہ ۲۴۔

۸۔ بخاری ج ۲ کتاب الشروط، باب ملہ يجوز من الاشتراط۔

۹۔ جامع الترمذی ابواب الدعوات۔

۱۰۔ صحیح بخاری: کتاب الایمان۔

۱۱۔ صحیح بخاری: کتاب الصلوٰۃ، باب المساجد فی البیوت۔

۱۲۔ جامع الترمذی: تفسیر سورۃ المدثر۔

۱۳۔ سنن ابن ماجہ: کتاب الدعاء۔

۱۴۔ بخاری، کتاب التفسیر (سورۃ الاخلاص)۔

۱۵۔ بخاری: کتاب الجہاد والیسر۔

۱۶۔ بخاری: کتاب الجہاد والیسر۔

۱۷۔ مسلم: کتاب الزہد۔

۱۸۔ ملاحظہ ہو سورۃ القدر آیہ ۳۔

۱۹۔ بخاری: کتاب التوحید۔

۲۰۔ ترمذی ابواب العلم۔

۲۱۔ بخاری: ابواب الکسوف۔

۲۲۔ بخاری: کتاب الصلوٰۃ۔

۲۳۔ بخاری: کتاب الصلوٰۃ۔

۲۴۔ بخاری: کتاب التوحید۔

۲۵۔ بخاری: کتاب التفسیر (سورۃ الزمر)۔

۲۶۔ بخاری: کتاب الادب۔

۲۷۔ ترمذی ابواب الدعوات۔

۲۸۔ بخاری: کتاب الصلوٰۃ۔

۲۹۔ بخاری: کتاب الصلوٰۃ۔

۳۰۔ مسلم: کتاب التوبۃ۔

۳۱۔ بخاری: کتاب بہا الخلق، مسلم: کتاب التوبۃ۔

۳۲۔ بخاری: کتاب التوحید۔

مفتی قرآن نمبر

جلد سوم چہارم کے اہم ابواب

- وجودِ باری تعالیٰ
- توحیدِ الہی
- فکرِ الہامی اور ذکرِ انسانی
- اللہ اور فکرِ اسلامی
- مناجاتِ الہامی
- حمدِ منظوم
- تخلیقِ کائنات سے تخلیقِ آدم تک
- مذاہبِ عالم میں تصورِ اللہ
- صحفِ سماویہ اور مقدس کتابیں



نقوش ایوارڈ

۱۹۹۴ء — ۱۹۹۵ء

○ مقالہ : ڈاکٹر مرزا خلیل بیگ

○ افسانہ : قیصر تمکین

○ نظم و غزل : فضا ابن فیضی

○ سفرنامہ : رفیع الدین ہاشمی

۱۹۹۵ء — ۱۹۹۶ء

○ مقالہ : ڈاکٹر رشید امجد

○ افسانہ : زہرا منظور الہی

○ انجمن جمال

○ نظم و غزل : افتخار عارف

○ ترجمہ : ڈاکٹر حسرت کاسگنجوی

○ شہزاد احمد

فقہ قرآن نمبر

جلد سوم اور چہارم کے اہم ابواب
○ وجودِ باری تعالیٰ ○ توحیدِ الہی ○ فکرِ الہامی اور ذکرِ انسانی ○ اللہ اور فکرِ اسلامی ○ حمدِ منظوم
○ مناجاتِ الہامی ○ تخلیقِ کائنات سے تخلیقِ آدم تک ○ مذاہبِ عالم میں تصورِ اللہ
○ صحفِ سماویہ اور مقدس کتابیں